الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن

قرآن عظیم کی حکیمانہ انقلابی تفسیر

امام عبید اللہ سندھیؒ

کتاب: الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن

مصنف: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

مرتب: مولانا موسیٰ جاراللہؒ

اشاعت: 2010ء

ناشر: مکتبہ اوراق لاہور

قیمت: 790 روپے

خط و کتابت: مکتبہ اوراق 32 میکلیگن روڈ چوک اے، جی آفس لاہور

نگاہ اولین

یہ تفسیر امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے قیام مکہ کے دوران معروف عالم دین مولانا موسیٰ جار اللہ مرحوم نے عربی میں املا کی۔

مولانا عبید اللہ سندھی " تحریکات آزادی کے سرخیل شیخ الھند" مولانا محمود حسنؒ کے خاص اعتماد یافتہ تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو آپ ہی کے حکم سے افغانستان کا سفر کرنا پڑا۔ یہی سفر آپ کے عالمی تجربات کا سبب بنا۔ آپ نے انقلاب روس اور انقلاب ترکی کو بہت قریب سے دیکھا جس سے آپ کی سیاسی بصیرت کو جلا ملی۔

قیام ماسکو کے دوران روسی گورنمنٹ نے آپ کو لینن گراڈ کی سیر کی پیشکش کی آپ نے اسے قبول فرمالیا، لیکن لینن گراڈ میں آپ نے روسی گورنمنٹ کا مہمان بننے کے بجائے علامہ موسیٰ جار اللہ مرحوم کے گھر پر ٹھہرنا پسند فرمایا، جو کہ روس اور عالم اسلام کے بہت بڑے متبحر عالم تھے۔ 1913ء تک ان کی اڑھائی سو تصنیفات قاہرہ میں شائع ہو چکی تھیں۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مولانا موسیٰ جار اللہؒ کی پہلی ملاقات یہیں ہوئی۔ بعدازاں قیام مکہ کے دوران مولانا سندھیؒ اور مولانا جار اللہؒ کا آپس میں رابطہ ہوا تو مولانا موسیٰ جار اللہؒ نے حضرت سندھیؒ سے فلسفہ ولی اللہیؒ کی بابت استفادہ کیا، کیونکہ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ کے فلسفہ پر عبور حاصل ہے اور وہ عصر حاضر کے مسائل کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ولی اللہی بصیرت کے پیش نظر حل کرنا جانتے ہیں۔ چنانچہ مولانا موسیٰ جار اللہؒ نے حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے حضرت شاہ ولی اللہ کے اصول پر یہ تفسیر عربی میں قلمبند فرمائی۔ قیام مکہ کے دوران حضرت سندھیؒ کے بھتیجے مولانا عزیز احمدؒ برادر مولانا احمد علی لاہوریؒ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے

اس تفسیر کی کاپی مولانا موسیٰ جار اللہؒ سے حاصل کر لی اور اپنے ساتھ ہندوستان لے آئے۔ یہ تفسیر حضرت سندھیؒ کے نامور شاگرد مولانا غلام مصطفٰے قاسمی مرحوم نے کئی بار تصحیح کے اہتمام کے ساتھ عربی میں ''شاہ ولی اللہ اکیڈمی'' حیدرآباد سے شائع کروائی۔ بعد ازاں اس کا اردو ترجمہ مولانا محمد معاویہ مرحوم نے کبیر والا سے شائع کروایا۔ یاد رہے اس مطبوعہ تفسیر کا سورۃ بقرہ سے سورۃ مائدہ تک اردو ترجمہ مولانا عبدالرزاق فاضل دیوبند و تلمیذ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے کیا ہے۔ جبکہ مقدمہ، سورۃ فاتحہ اور سورۃ انعام تا سورۃ توبہ کا اردو ترجمہ مولانا محمد قاسم صاحب نے کیا ہے۔

مولانا معاویہ کی کوششوں سے منظر عام پر آنے والے حصوں کا دوبارہ عکسی ایڈیشن چھاپا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم کی انقلابی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ناشر

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی چار منازل

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی پہلی منزل

لاثانی یتیم اور کل انسانیت کے بین الاقوامی نبی آخر الزمان علیہ السلام خلیفۃ اللہ فی الارض تھے۔ ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نبی آخر الزمانؑ کے خلیفہ ہوئے اور نبی آخر الزمان علیہ السلام کے اس قول خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِی سے مراد نبی علیہ السلام اور ابوبکر صدیقؓ دونوں کا زمانہ ہے۔ کیونکہ ابوبکر صدیقؓ کی خلافت علی وجہ الکمال نبی علیہ السلام کے منہاج خلافت پر تھی اِن دونوں کے درمیان ایک ذرہ کا فرق بھی نہیں۔ کیوں کہ حضور علیہ السلام کی خلافت کے زمانہ میں جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا۔ اس کو اوروں کے برابر درجہ دیتے تھے۔ حبش آئے تو ایرانی آئے تو عربی و غیر عربی میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ بلکہ جس ملک کا آدمی مسلمان ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم[1] اس کو اس ملک کا بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں بھی اس رنگ میں ذرہ فرق نہیں آیا اسلئے ان کا زمانہ حضور کے زمانہ میں داخل

---

[1] امام سندھی فرماتے ہیں: - سورۃ بقرہ: ۱۲۹، اور ۱۵۱ میں اور جمعہ: ۲ میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) تلاوت آیت کرتا ہے ان کے لیئے (۲) یزکیھم (۳) یعلمھم الکتاب (۴) یعلمھم الحکمۃ (۵) ویعلمھم مالم یکونوا یعلمون ۔ آداب اجتماعیہ میں تزکئے کے دو درجے ہیں - (۱) ابتدائی اور انتہائی، اس لئے ان آیات میں تزکئے کا ذکر ایک مرتبہ دوسرے درجے پر اور ایک دفعہ چوتھے درجے پر آرہا ہے نبی اکرم کی صحبت سے حکماء پیدا ہوں گے، قرآن کی اصلاح میں حکیم کو صدیق کہتے ہیں، مثلاً ابوبکرؓ اور علی وغیرہ یہ لوگ قرآن کے مقاصد کو خوب سمجھتے ہیں (ص۱۰۰)

حضرت صدیق اکبرؓ نے ان پر عہد خلافت میں تمام لوگوں کو ارتفاقات اور وظائف کے لحاظ سے ایک درجے

ہے تو ان کی خلافت گویا حضور اکرمؐ ہی کی خلافت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا دوسرا حصہ ثم الذین یلونہم سے مراد خلافت حضرت عمرؓ ہے کیوں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کسی قدر قوم عرب کا غلبہ اوروں پر ظاہر ہو گیا تھا گو وہ قانونی رنگ میں نہیں تھا۔ اور نہ ہی اسکو قانونی شکل دی گئی تھی مگر تاہم لوگوں کی نظروں میں عربوں کا کسی قدر تفوق نمایاں تھا۔ لہٰذا وہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے کسی قدر اترا ہوا تھا۔ حضور علیہ السلام کے قول کا تیسرا حصہ ثم الذین یلونہم سے مراد خلافت حضرت عثمانؓ ہے وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے بھی کسی قدر اترا ہوا تھا اسلئے کہ ان کی خلافت کا ابتدائی حصہ تو بالکل ہی خلافت فاروقی کے مطابق تھا ———————— لیکن ان کی خلافت کے آخری حصہ میں نیم عرب قومیت کا رنگ آگیا تھا۔ اور حضرت امیر شام امیر معاویہ کے زمانہ میں اسکو قانونی شکل میں لایا گیا۔ اسلامی تاریخ جن مختلف ادوار سے گزری ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:-

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لے کر تحکیم صفین تک خلافت راشدہ کی اسلامی حکومت کا مثالی دور ہے۔ یہاں اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی پہلی منزل ختم ہوئی۔

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی دوسری منزل

الغرض السابقین الاولین کی مثالی حکومت اور عربی قومی حکومت (جس کی بنیاد امیر شام حضرت معاویہ نے رکھی) کی بیچ کی کڑی حضرت علیؓ کا دور ہے۔ حضرت علیؓ شیخین کے عہد کو تازہ کرنے کے متمنی تھے۔ لیکن کوفہ

بقیہ حاشیہ صفحہ

پر رکھا، اور ہر شخص کو بیت المال سے اس کی ضرورت کے مطابق دیا اور سبقت فی الاسلام، نصرت اسلام، ہجرت یا ذاتی فضیلت کی بنا پر کسی کو کچھ زیادہ نہیں دیا، چنانچہ ایک مرتبہ جب قلمرو خلافت سے مال کثیر وصول ہوا تو صدیق اکبر نے مستحقین میں برابر برابر تقسیم کرنا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر بعض مسلمانوں نے عرض کیا، خلیفۂ رسول! آپ نے اس تقسیم میں سب کو برابر کر دیا، کاش آپ اہل سوابق وقدم کو فضیلت دیکر دوسروں سے زیادہ دیتے، صدیق اکبر نے یہ سن کر فرمایا:

اما ماذکرتم من السوابق والقدم والفضل فما اعرفنی ذلک وانما ذلک شیئ ثوابہ علی اللہ جل ثناھا وھذا معاش فالاسوۃ خیر من الاثرۃ (کتاب الخراج صـ۴۲ وکتاب الاموال صـ۲۶۲ اسلام کا اقتصادی نظام صـ۱۰۴)

وبصرہ میں جن لوگوں سے ان کو سابقہ پڑا وہ عہد اول کی بلند نظری تو کجا عربی تنظیم سے بھی بے بہرہ تھے۔ ان کے خلاف حضرت معاویہؓ عربوں کو بحیثیت ایک قوم کے منظم کرکے اسلام کا محافظ بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے شام والوں کو عربیت کے نام سے جمع کیا۔ نصب العین تو ان کا بھی اسلام رہا لیکن انکے ہاں یہ نصب العین عرب قوم کا قومی مسئلہ بن گیا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے واقعہ سے عربوں کا اعتماد عجمیوں سے اُٹھ چکا تھا۔ اور اسلام کے اصل دشمن بد طینت یہودی اپنی تخریب کاریوں کا آغاز حضرت عثمانؓ کے آخری دور سے کر چکے تھے۔ اس لئے حضرت معاویہؓ نے اسلام کو عربوں کا قومی مسئلہ بنا کر اسلام کی اجتماعیت کو مستحکم کر دیا۔ اور ادھر عجمیوں کو حکومت سے نکال کر اسلامی اجتماعیت کی پوری باگ ڈور عربوں کے ہاتھ دے کر خود ان کی حکومت کو مضبوط و بے خوف کر دیا جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آخر تک شیخین کے بین الاقوامی مثالی دور کے تازہ کرنے کے موقف پر بڑی اولی العزمی سے ڈٹے رہے۔ آل علی کا بھی بعد میں یہی رجحان رہا اسی وجہ سے ان کو عربوں کی بجائے ہمیشہ غیر عرب مسلمانوں میں حامی و مددگار ملے آخر میں جب ایرانیوں میں قومی شعور بیدار ہوا اور انہوں نے اسلام کو بھی قومی رنگ دیا تو ان لوگوں نے اسلام کی ایسی تعبیر کی جس میں عربیت کا اثر کم سے کم تھا بلکہ ایک حد تک عربوں سے تنفر کا جذبہ بھی موجود تھا۔ شیعیت اسلام کی ایرانی تعبیر ہے۔ حضرت معاویہؓ نے جس قومی حکومت کی بنیاد ڈالی اس کا انتہائی عروج ولید بن عبد الملک کی سلطنت میں تھا اور خلیفہ ہارون الرشید پر عربوں کی سیادت کا دور ختم ہوتا ہے۔ یہاں اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی دوسری منزل ختم ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ ص ۲

لیکن سیدنا فاروق اعظم نے سبقت و فضیلت کے مطابق عطیہ میں کمی بیشی کر کے اصول پر تقسیم اموال شروع کر دی لیکن بعد میں انہیں تنبہ ہوا اور فرمایا کہ اگر میں صدیق ہی کا اتباع کرتا رہتا تو اچھا ہوتا، اس کا ذکر امام طحاوی نے اپنی کتاب معانی الآثار کے باب تقسیم خمس میں کیا ہے،

لئن عشت الی ھذہ اللیلۃ من قابل لا لحقن اخر الناس باولاھم حتی یکونوا فی العطاء سواءً ،

(کتاب الخراج ص۳۶ اور کتاب الاموال ص۲۲۴، اسلام کا اقتصادی نظام ص۱)

ہم اس مساوات کو نظام اسلامی کی بنیاد قرار دیتے ہیں، کیونکہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبرؓ اس اساس پر کام کرتے رہے بلکہ فاروق اعظم نے کمی بیشی کر دینے کے باوجود اس بات کو تسلیم کیا کہ مساوات احسن ہے، یہ مقام عزیمت اور فاروق اعظم کا فعل رخصت ہے سلاطین اور فقہا میں سے جن کسی نے حضرت نبی اکرم صلعم کے نظام اور سیدنا صدیق اکبر کے نظام کی مخالفت کی ہیں، ہم اسکو کوئی وزن نہیں دیتے، اگر ہمیں کبھی اجتماعیت قائم کرنے کا موقعہ مل گیا جس میں یہ حکومت چلا سکیں اور ان لوگوں نے اس کی مخالفت کی تو ہم انہیں اس طرح قتل کر دیں گے، جیسے عاد و ثمود کو برباد کیا گیا (یہ کلمات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں خوارج

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی تیسری منزل

ہارون الرشید کی خلافت کے بعد مامون سے زوال بغداد تک تھی تو بنی عباسی خلافت کے زیر سایہ برسر اقتدار آتی ہیں۔ یہ بنی عباس کا دور ہے جس کی بنیاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ڈالی۔ یہاں اسلام کے تیسرے بین الاقوامی انقلاب کی منزل ختم ہوتی ہے۔ گویا ہارون تک بارہ خلفا ختم ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ حضرت معاویہؓ، عبدالملک، ولید، سلیمان، ہشام، منصور، مہدی، ہارون الرشید۔ پہلے چار خلفاء کی خلافت راشدہ تھی۔ اور بین الاقوامی تھی۔ اور باقی آٹھ خلفا کی خلافت بین الاقوامی نہیں تھی۔ بلکہ قومی تھی۔ مگر باوجود قومی ہونے کے ان میں اس قدر عقل تھی کہ انہوں نے اپنی قوم کو تفوق دینے کے باوجود ماتحت قوموں کو راضی رکھا اور بغاوت نہیں کرنے دی۔

اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی چوتھی منزل

زوال بغداد سے عربیت کا کلی خاتمہ ہوتا ہے۔ اور خالص ترکی دور شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں ترکی دور کی آخری نشانی یعنی عثمانی سلطنت کا چراغ سحری بجھ جاتا ہے اور یہاں اسلام کے بین الاقوامی انقلاب کی چوتھی منزل ختم ہوتی ہے۔

بقیہ حاشیہ ۴

کے بارے میں)

(۱) سورۃ البقرہ میں نبوی درجہ کی اجتماعیت کا ذکر ہے جو تورات کے مشابہ ہے۔

(۲) آل عمران میں اس نبوی درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جو انجیل کے مشابہ ہے،

(۳) سورۃ العنکبوت میں نبوی درجے سے کم درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جس میں احسان کی شان غالب ہو،

(۴) سورۃ روم میں نبوی درجے سے کم درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جس میں عدل غالب ہو،

(۵) سورۃ لقمان میں نبوی درجے سے کم درجے کی اجتماعیت کا ذکر ہے جس میں حکمت اور اس کی نشر و اشاعت کا غلبہ ہو،

(۶) سورۃ السجدہ میں اس اجتماعیہ کا ذکر ہے جس قانون کی اطاعت اور اس کے احترام کا غلبہ ہو،

(ص ۱۲۷) ہم سیدنا فاروق اعظم کے عہد خلافت کو دوم درجے پر رکھتے ہیں اسے اکثر ایسے عظیم عقلمند طبقات تسلیم کرتے ہیں، صرف بعض ایرانی تسلیم نہیں کرتے، ایسے ہی ہم امام معاویہ تک کے زمانے کو تیسرے درجے پر رکھتے ہیں

ص ۱۲۸ ہاشمیوں اور ان کے دمچیوں نے امیر معاویہ کے خلاف بڑا زہر اگلا ہے وہ سب کذب محض ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ امیر

بقیہ حاشیہ ۵

معاویہ کے مخالفوں میں سے خواہ وہ ہاشمی تھا یا فاطمی امیر معاویہ کی حکومت سے بہتر اجتماعیۃ قائم کرکے نہیں دکھائی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ کے بعد میں نے امیر معاویہ سے بہتر حاکم نہیں دیکھا ان سے کہا گیا کہ کیا وہ صدیق اکبر اور فاروق سے بھی بہتر تھے۔؟ انہوں نے فرمایا کہ لاریب سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم امیر معاویہ سے بہتر تھے لیکن امیر معاویہ سے بہتر حاکم نظر نہیں آیا حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر کا مطلب یہ تھا کہ امیر معاویہ کا حلم اور کرم بہت زیادہ تھا ،

بات یہ ہے کہ اسلامی حکومت اجتماعی ہے قومی نہیں بلکہ اقوام کی اجتماعی حکومت ہے جن کی زبانیں اور رجحانات مختلف ہوتے ہیں ، اسلام نے کم سے کم مدت میں بہت سی اقوام پر غلبہ پالیا ، تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی اس وقت کی حکومت کی تنظیم ڈیموکریٹک اصول پر جس میں ہر اہل رائے کی رائے کو دخل ہو صدیوں کے بعد ہی ممکن ہے ،

جب کوئی شخص تمام اسلامی ملکوں پر حکومت قائم کرلے اور ساری عمر حکومت کرتا ہے اور پھر بھی کوئی اس کے دشمنوں کے سوا اس پر اعتراض نہ کرے بلکہ اکثر لوگ اس سے خوش رہیں تو ایسے شخص کی حکومت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ۔ ایسا شخص اہل صلاح میں سے ہے اس کی حکومت خلافت راشدہ کے بعد کے درجے میں آتی ہے ،

اسلام میں خلافت کی ترتیب اس آیت کے مطابق آئی ہے ،

ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین، والصدیقین والشہدأ والصالحین - چنانچہ

(۱) سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلیفۃ اللہ تھے ،

(۲) ان کے بعد صدیق اکبر آئے جو خلیفہ رسول اللہ تھے ،

(۳) ان کے بعد شہداء ثلاثہ ہوئے یعنی فاروق اعظم عثمان غنی اور علی المرتضیٰ ،

(۴) ان کے بعد اہل الصلاح کا دور آیا ، جن کے سرخیل امیر معاویہ ہیں ،

(۵) عبدالملک ، ولید ، سلیمان ، ہشام ، منصور ، مہدی اور ہارون کی خلافت اسی ذیل میں ہم رکھتے ہیں ، ان میں سے معاویہ سے بہتر کون ہے ؟

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ امراء المؤمنین چار گزرے ہیں

(۱) ابوبکرؓ (۲) عمرؓ (۳) عثمانؓ (۴) علی المرتضیٰ ،

بادشاہ بھی چار ہوئے ہیں ، (۱) معاویہ ، عبدالملک ، ہشام اور میں ،

اس قول کی تردید کون کرسکتا ہے ؟

حضرت معاویہ کے زمانے میں بھی اجتماعیۃ کا مرکز حجاز ہی رہا یعنی حرم مکہ اور اس کے تابع ہوکر حرم مدینہ ، اگرچہ انہوں نے دمشق کو پایہ تخت بنا لیا تھا لیکن مرکز اجتماعیۃ مدینے سے باہر نہیں تھا ،

قومی جمہوریتوں کا دور

اور یہاں سے قومی جمہوریتوں کا آغاز ہوتا ہے۔ ہمارا یہ دور قومی جمہوریتوں کا دور ہے۔ اس نئے دور کو سمجھنے کے لئے چند تمہیدی امور کا سامنے رکھ لینا ضروری ہے۔

یورپ کی چار تحریکوں کا تعارف

یورپ نے جو ترقی کی ہے یہ مذہبی ترقی نہیں بلکہ یہ ترقی مادی سائنسی ترقی ہے۔ یورپ اپنے تغلب سے جن تحریکوں کا تعارف کراتا ہے وہ چار ہیں۔

انڈسٹری ازم انڈسٹری ازم صنعتی ترقی۔ یورپ والوں نے چھوٹے بڑے کاموں کے لئے مشینری کو ایجاد کیا ہے۔ یورپ کی اس انڈسٹری ترقی کو تمام دنیا کے ملکوں میں قبول کر لیا گیا۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ اگر اس ترقی کو قبول نہ کیا جاتا تو ہزاروں سال پیچھے جا کھڑے ہوتے۔ مشینری کا یہ خاصہ ہے کہ وہ ملک کے ہر طبقہ کو جمع کرتی ہے۔ صنعت وحرفت کے اس ترقی یافتہ دور میں پرانے شاہی دور ختم ہوتے ہیں۔ اور شورائیت و قومیت کے وہ اصول جو مغربی ممالک میں بالعموم اور برطانیہ میں بالخصوص پختہ ہو چکے تھے نظام جمہوریت کی صورت میں عرب ممالک اور مشرقی ملکوں میں خصوصاً ہند میں ظاہر ہوئے۔ جمہوریت کا آغاز مشینری ترقی کے اس دور میں چوں کہ یورپ سے ہوا۔ اور وہاں طبعی طور پر رفتہ رفتہ ترقی پذیر ہوا۔ ترکی جاپان، ایران ہند و پاک، مشرق وسطیٰ ایسے ملکوں کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ صنعتی اور شورائیت (جمہوریت) نظام میں یورپ کی پیروی کریں۔ حکومت بادشاہ کے نام سے ہو یا منتخب رئیس کے نام سے بہر صورت ملک کے اہل آرار، پارلیمنٹ کے مشورہ سے کام ہو رہا ہے۔

ملٹری ازم دوسری تحریک جس کا یورپ تعارف کرانا چاہتا ہے وہ ہے ملٹری ازم یعنی نیا عسکری نظام اسے بھی ہر ملک میں اپنے اپنے عسکری نظام کی اساس مان کر یورپ کی پیروی کی گئی ہے اس کے بغیر بھی چارہ نہیں۔

لبرل ازم

تیسری تحریک لبرل ازم ہے مشینری کو چلانے والے طبقے کا نام یورپ میں مزدور ہے مشین پر کام کرنے والے جن ملکوں میں انقلاب پیدا کرنے کی فکر کرتے ہیں وہاں کے کاشتکار طبقہ کے افراد بھی اُن کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ منظم ہو چکے ہوں تو۔

سوشلزم

کسانوں اور مزدوروں محنت کش جیسے انسانیت کے پسماندہ طبقوں کو ایک عالمگیر انقلاب للکار رہا ہے کہ اٹھو بہادر مزدور و کسانوں۔ غاصبوں سے اپنا حق چھینو جو ظلم پر جی رہے۔ انہیں ختم کرو جو مذہب و اخلاق تمہارے سد راہ ہو اس کا انکار کر دیہ عالمگیر انقلاب سوشلزم ہے اور یورپ جن چار تحریکوں کا تعارف کراتا ہے ان میں یہ چوتھی تحریک ہے، اس عالمگیر انقلاب نے فلسفہ بھی وضع کیا ہے انقلاب کا یہ فلسفہ خدا کے وجود کا انکار کرتا ہے لیکن اس کا دعویٰ اور کوشش یہ ہے کہ ساری کی ساری خلق (خدا) بغیر کسی رنگ و نسل کے ملک و مذہب کی تمیز کئے آزادی و مساوات اور اقتصادی خوشحالی کی نعمتوں سے یکساں فیضیاب ہو۔ یہ فلسفہ مظلوموں کو انصاف کی امید دلاتا ہے۔ اس سے ذلیل اور پسماندہ انسان اقبال و عزت کے خواب دیکھنے لگتے ہیں کہ ہمتوں میں جرأت اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے اور اتفاق یہ ہے کہ آج اس زمانے میں ان مظلوم پسماندوں کم ہمتوں کی کثرت ہے اور خدا کی بیشتر مخلوق دکھوں اور روگوں ہی میں گرفتار ہے۔

دہشت ناک حقیقت کا انکشاف

نیز ہمارے سامنے ایک اور دہشت ناک حقیقت ظاہر ہوئی ہے جس نے شدید قسم کا مسلمانوں کے بین الاقوامی انقلابی مفکرین کے افکار پر خوف و ہراس طاری کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ جمہوریت کے عام یورپین داعی بھی دین کا سرے سے انکار کرتے ہیں۔ موجودہ جمہوریت و شورائیت کی بنیاد ان کے یہاں فلسفہ و سائنس پر ہے کسی مذہب یا دین پر ہرگز نہیں۔ سائنس کی ترقی کیساتھ مذہبی قانون تو الگ رہا سرے سے خدا کا انکار بھی عام طور پر ضروری ہو گیا ہے۔ وہ مسلمان لیڈر جو مذہبی جماعتوں کی نمائندگی کرتے ہیں ان کے لئے یہ ایک مہیب صورت سامنے آئی ہے کہ اگر انقلاب (جمہوریت) سے کنی کترا کے ایک طرف ہو جائیں تو پھر غلبہ اسلام اور جہاد سے ہی دست کش ہو کر ذلت و خواری میں مبتلا ہو کر پیچھے رہیں اور اگر ان جمہوریت پسندوں کے نقش قدم پر چلیں تو اپنے ہاتھوں سے دین کی جڑیں کھود یں۔

یورپ جس نے تمام اسلامی سلطنتوں کو اپنے اس انقلاب میں ہضم کرلیا ہے۔ اس میں اس کی از حد تیز ترقی کام کر رہی ہے۔

اسلام کے جمہوری انقلابی نظام کی ہند میں مقبولیت کی کوشش اور اس کی ناکامی

تاریخ ہند کے واقعات اور ان واقعات کے پیدا کرنے والی قوتوں پر غور کرنیوالوں کو معلوم ہے کہ ہمارے اہل علم اور صاحب امر لوگوں کی ایک جماعت اسلامی دولت ہندیہ کی بربادی سے پہلے اس قسم کے اسلامی جمہوری اور انقلابی نظام کو اہل ہند میں مقبول بنانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن بدقسمتی سے ہمارے محنت کش طبقہ کی کم فہمی اور کند ذہنی اور سرمایہ دار حکمرانوں کے پروپیگنڈہ نے ہمارے ملک کے عوام کو خواب غفلت میں مبتلا کردیا جس سے اُن کی آنکھ ترکوں کی خلافت عثمانیہ کے سقوط تک نہ کھلی ہمارے وطن میں بھی یورپ کے ان انقلابات کے سمجھنے کی استعداد ابھی تک بھی پیدا نہ ہوئی تو ہمارے حصہ میں سرسبر نقصان ہی آئے گا۔ یورپ کی سیاست پر قابلیت سے غور کرنے اور اس کے انقلابات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔

امام ولی اللہ کی امامت کی اشد ضرورت

امام سندھیؒ فرماتے ہیں کہ عہد گذشتہ کی تاریخ کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں پورا پورا یقین ہوچکا ہے کہ ان حیران کن حالات سے جو مایوسی قعود و جمود تک پہنچ چکی ہے۔ نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم تسلیم کریں کہ ہمیں اپنے دینی آئمہ میں سے ہی ایسے امام کو اپنا مقتدیٰ بنانے کی اشد ضرورت ہے کہ جس کی پیروی کر کے ہم اس انقلاب (جمہوریت) اور عالمگیر انقلاب (روس) سے جس میں ہم مبتلا ہیں صحیح سالم نکل آئیں۔ امام سندھیؒ کے نزدیک اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے امام ولی اللہ دہلوی ہیں جو کہ دولت ہندیہ کے آخری بادشاہ اور دین کی تجدید کرنے والے اور اجتماع کے بانی سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں جو اجتماعیت وجود میں آئی اس سے تربیت یافتہ اور اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر ہند کی خاص و عام اجتماعیت کے امراض کا پورا علم رکھنے والوں میں سے ہیں۔ پورے ہند میں دینی علوم اور خدا شناسی کے طریقے اور ہندوستان کی سیاسی و اجتماعی تاریخ جن ائمہ مشائخ سے سیکھی ہے۔ وہ ان اماموں

کے امام حکیم الہند امام ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔ جن کے نظریات و عملیات پر ہند میں ایک جماعت تیار ہوئی۔ اور ان کے اجتہاد و جہاد کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً جاری ہے۔ گویا کہ امام ولی اللہؒ کے سیاسی فکر اور ان کے بتائے ہوئے راہِ عمل کی اصابت اور ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد جب اسلامی سلطنت میں انتشار شروع ہوا۔ اور اس ملک پر یورپی طاقتوں کے غلبے کی ابتدا ہوئی تو عین اُس وقت شاہ ولی اللہؒ اپنی سیاسی تحریک کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور اس نئے سیاسی نظام کی ضرورت بھی بتلاتے ہیں۔ اور اس کے لئے سائنٹفک یعنی حکیمانہ اساس بھی وضع کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب ہمارے ملک کی سیاسی زندگی کا رشتہ کہیں ٹوٹنے نہیں دیتے۔ اور وہ ایک آزاد ہندوستانی اسلامی ملک کی شکست کے بعد ساتھ ہی دوسرے سیاسی نظام کا نعم البدل پیش کرتے ہیں۔ اسی لئے امام سندھیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے تو یورپ کی سیاست کو سمجھو اور پھر امام ولی اللہؒ کی حکمت کا عمیق مطالعہ کرو۔

لادینی فلسفہ کی زد سے بچنے کے لئے نئے جمہوری دور کے معنوی وجود کی امام ولی اللہؒ کے دینی فلسفہ سے تشکیل

امام سندھیؒ مشین اور نئے دور جسے دورِ جمہوریت کہا جائے کی برکات کو ہر خاص و عام میں مشترک کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اپنے اس ملک کے اجتماعی نظام کا ظاہری ڈھانچہ تو بے شک جمہوریت کے عنصر سے ترکیب پائے لیکن اس کا معنوی وجود یورپ کے فلسفہ و سائنس سے (جسے یورپ نے اساس اجتماع بنایا ہے) مستعار نہ لیا جائے بلکہ یہ معنوی وجود خلاصہ ہو ہمارے وطن کے اِس سلسلہ ارتقاء کا جو ہزارہا سال سے اس ملک میں جاری ہے۔ جسے پہلے تو آریائی فکر و ذہن نے نمو بخشا اور صدیوں تک مسلمان اس کو سنوارنے اور ترقی دینے میں لگے رہے۔ اور اب ضرورت اس کی ہے۔ کہ وطن کے اس معنوی وجود کی بنیاد پر اس زمانہ کے تقاضوں کے مطابق آزاد جمہوری ملک کی تعمیر کی جائے۔ اِس معنوی وجود کے بہترین شارح اور آخری ترجمان وہی بلند نظر فلسفی اور مسلمہ مذہبی عالم امام ولی اللہ دہلویؒ ہیں۔ جو اپنے دینی فلسفہ و حکمت کی اساس پر اس نئے جمہوری نظام کے معنوی وجود کی تشکیل کرتے ہیں، ولی اللٰہی فلاسفی کی اساس مسئلہ وحدت الوجود ہے جو سب ادیان کی اصل ہے۔ جس سے ایک سائنس دان کو بھی خدا کے وجود کا یقین دلایا جا سکتا ہے اور اسی اساس

پھر آج کل کے جمہوری نظام کو لادینیت کی زد سے بچایا جا سکتا ہے۔

سوشلزم کے عالمگیر انقلاب کے ہولناک نتائج

ساتھ ہی امام سندھیؒ فرماتے ہیں کہ سوشلزم کا لادینی فلسفہ جو آگ کی طرح ساری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ تمہارے ملک کے ان پسماندہ مزدور اور کسان ایسے بدنصیب طبقوں کو دوسرے ملکوں کی طرح تمہارا جانی دشمن بنا دے گا۔ اور اگر تمہاری غفلت سے ان کی دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی تو اس کے شعلے تمہیں جلا کر خاک سیاہ کریں گے۔ لیکن اس کے ساتھ تمہارے علم، کلچر، اور مذہب کی خیر ہرگز نہیں ہو گی۔

انسانیت کے پسماندہ طبقوں کو عزت و اقبال دینے والے عالمگیر انقلاب کے دینی فلسفہ کی دعوت

امام نے فرمایا کہ اس قسم کے انقلاب اور اس کے لادینی فلسفہ کے ہولناک نتائج سے بچنا چاہتے ہو تو انقلاب کے دینی فلسفہ کو اختیار کرو۔ جس کی ترجمانی امام ولی اللہ دہلویؒ کرتے ہیں۔ جس کے ذریعے تم خدا کو مانتے ہوئے۔ خدا کی مظلوم مخلوق کو خوشحال بنا سکو۔ اگر دینی فلسفہ انقلاب کے علمبردار اپنے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ پسماندہ انسانیت کو نئی زندگی کی دعوت دیتے ہیں۔ تو تم ساری انسانیت کو خدا کی ایک سی مخلوق ماننے والے اور اسے ہر ذی روح کا رازق اور رب جاننے والے ایسا فکر پیش کرو جس سے اس کی ساری مخلوق کی بھلائی ہو۔ اس انقلابی فکر کا اپنی تاریخ سے ڈھانچہ بناؤ۔ مولانا کے نزدیک اس دینی فکر کا سب سے بڑا سرچشمہ قرآن عظیم ہے جو تمام الہامی کتابوں کی انقلابی تعلیمات کے اساسی اصولوں کا حافظ و جامع ہے۔ قرآن کریم کے اس فلسفہ انقلاب کو معین کرنے میں امام سندھیؒ کے لئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ہی دلیل راہ بنے۔ اور شاہ صاحبؒ کی تعلیمات ان کی حکمت اور ان کے طریق کار کی روشنی میں موصوف نے قرآن کو کل نوع انسانی کے لئے انقلاب کا ایک پیغام اور سنت کو اس انقلاب کی عملی تاریخ سمجھا۔ امام سندھیؒ امام شاہ ولی اللہ کے علوم و حکمت میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے اصول پر قرآن عظیم کی تعلیم کا امام سندھیؒ کو اس زمانے میں قابل عمل ایک اعلیٰ نصاب تعلیم نظر آیا۔ امام ولی اللہؒ کی انقلابی حکمت اور امام سندھیؒ کے افکار و نظریات کی تفصیلات کو بیان کرنے کی نہ تو یہاں گنجائش ہے۔ اور نہ اس کا یہ موقعہ ہے۔ جن لوگوں کو ان مسائل کے متعلق امام سندھیؒ کے دینی فلسفہ اور سیاسی نصب العین کی تفصیلی اذکار معلوم کرنا ہوں۔ وہ علامہ مولانا پروفیسر

محمد سرور صاحب کی معرکۃ الآراء کتاب (مولانا عبیداللہ سندھی) کا مطالعہ کریں۔ یہ انہوں نے حضرت امام کی زندگی میں مرتب کی اور حضرت نے اس پر صاد فرمایا۔

امام ولی اللہ کے فکر و فلسفہ پر انکی کتب کا اجمالی تعارف

امام سندھیؒ کے نزدیک یورپین انقلابی امام ولی اللہ کے نظریات سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ امام ولی اللہ کی حدیث و فقہ میں جس قدر ضرورت ہے۔ اس سے زیادہ ان کی حکمت و فلسفہ و سیاست سمجھنے کی احتیاج ہے۔ امام سندھیؒ کو "حجۃ اللہ البالغہ" اچھی طرح دلنشین تھی۔ جو کہ علم حدیث کی اصولی و فروعی شرح کرتی ہے اور یورپ کے اقتصادی انقلاب کے مقابلہ میں اس زمانہ حال کی ضرورتوں کے مطابق اسلام کے اقتصادی انقلاب کا فکر پیش کرنے میں بے نظیر کتاب ہے۔ اس کی نچلی سطح پر امام سندھیؒ کے سامنے ازالۃ الخفا ظاہر ہوئی۔ جو دور اول کی تاریخ کا فلسفہ اور اصول سیاست سکھاتی ہے۔ اور مسوا من الموطا جو اہلسنت کی فقہ مجتہدانہ سمجھنے میں مدد دیتی ہے

فقہ و حدیث کی تطبیق

ان دونوں کے مطالعہ سے امام سندھیؒ نے فقہ و حدیث کی تطبیق کی اور انہوں نے اس پر سات سال صرف کیے۔ اسی طرح البدور البازغہ" نیچرل حکمت سکھاتی ہے۔ اور اس اصول کی تشریح میں بے نظیر کتاب ہے، کیوں کہ فطرت انسانیہ ادیان الٰہیہ کا معیار بنائی گئی ہے۔ "الخیر الکثیر" فلسفہ الٰہیات کو کتاب و سنت کی شرح میں استعمال کرنے کی قابل بناتی ہے

مدارس عربیہ کے نصاب میں امام ولی اللہ کے فلسفہ کی کتب داخل درس کرنے کی سفارش اور اصلاح شدہ جدید نصاب کی مخالفت

(امام سندھیؒ) مدارس عربیہ خصوصاً وہ مدارس جو مرکزی ہوں سے سفارش کرتے تھے کہ وہ ان کتابوں کو داخل درس کریں اور طلباء فنون کی تکمیل معقولات و فلسفہ سمیت ضرور کریں ورنہ حجۃ اللہ جیسی کتاب کے سمجھنے سے عاری ہوں گے۔ شام و مصر کی طرح اگر نئے اصلاح شدہ عربی نصاب کو داخل درس کیا جانے لگے تو اُس کی سختی سے مخالفت کریں۔ مدارس عربیہ کے نوجوانوں کے لئے مولانا کا پروگرام ان کے خطبات میں "مولفہ مولنا پروفیسر محمد سرور" ملاحظہ فرمائیں۔

امام ولی اللہ کے انقلاب کی تنظیم

الغرض جس طرح یورپین اقوام نے اپنا انقلاب منظم کیا ہے۔ امام سندھیؒ اسی طریقہ پر امام ولی اللہ کی دعوت انقلاب کو منظم کرنا چاہتے ہیں۔ امام ولی اللہ اخلاقیات کو اقتصادیات سے مرتبط کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں حکومت کی تاسیس مانتے ہیں۔ خیر القرون کی تفسیر مدنی خلافت کے اتفاقی دور پر ختم کر دیتے ہیں۔ مبعث سے اسلام کے پہلے ۴۰ سال دور کو قرآنی تعلیمات کا عملی نمونہ بناتے ہیں اس نظریہ میں وہ متفرد ہیں۔ اگر ایک دماغ اس فکر پر محیط ہو جائے تو وہ آج بھی قرآنی تعلیم دنیا کی بین الاقوامی رہبری میں امام سمجھ سکتا ہے۔ اور یہ بھی مان لے گا کہ دوسرا کوئی پروگرام اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا حجۃ اللہ البالغہ کی روح یہی مسئلہ ہے۔

دینی، لادینی انقلاب کی مرکزی شخصیتوں کا تقابل

الغرض انقلاب روس کی دو مرکزی شخصیتیں ہیں۔ کارل مارکس، لینن اور امام سندھی نے اپنی انقلابی دعوت کے لئے امام ولی اللہ اور امام محمد قاسم دو امام چنے ہیں۔ انقلاب روس لادینی ہے۔ اور امام سندھی کا انقلاب امام ولی اللہ کی تعلیمات کا عین خلاصہ اور نچوڑ ہے امام ولی اللہ کے فکر و فلسفہ کے توسط سے امام سندھی پر قرآن عظیم کی حکیمانہ تفسیر کا راستہ بنا اور علمی خزانوں کے ایسے دروازے امام سندھی پر کھلے اور ان سے استفادہ کی ایسی صورتیں میسر آئیں جن پر شاید دنیا کا ایک بہت بڑا بادشاہ بھی قادر نہ ہو سکتا۔

شیخ الہند کے معارف کا منبع

زمانہ طالب علمی میں ہی علم کی جو چاشنی امام سندھی کو حضرت شیخ الہند کے اسباق میں محسوس ہوئی وہ اور کہیں نہ تھی۔ اس کا منبع انہوں نے تلاش کیا تو مولانا محمد قاسم کا نام سامنے آیا انکا رسالہ قبلہ نما پڑھا تو امام سندھی کے دل و دماغ پر حاوی ہو گیا۔ انہیں محسوس ہونے لگا کہ جس علم کا بیج میری فطرت میں مشہور ہے۔ اس کی آبیاری اسی دریا سے ہو گی۔

مولانا محمد قاسم کی امامت

ان کے ساتھی طالب علم بعض بزرگ اساتذہ اور ائمہ کا نام محبت و تعظیم سے لیتے تھے ۲ امام سندھی کے لئے استاذ تھا تو محمود الحسنؒ۔ امام تھا تو محمد قاسم

امام سندھی کے لئے سید العارفین کی دعا

یہ منزل جو انہیں اس بلند مرتبہ تک لے گی۔ یہ سب ____ ان کے مرشد حضرت سید العارفین

حافظ محمد صدیق بھرچونڈی والوں کی دُعا کی برکت تھی، شیخ الہند کی صحبت نے انہیں مولانا محمد قاسم اور ان کے رفقاء کی تحریک سے آشنا کر دیا۔ دیو بند کے خاص حلقے میں امام محمد قاسم مولانا محمد اسمٰعیل کے شبیہ مانے جاتے

امام سندھیؒ ان سے آگے بڑھ کر امام الائمہ امام ولی اللہ دہلویؒ امام عبدالعزیز دہلویؒ تک پہنچے.

قیام جمعیۃ الانصار

امام ولی اللہ کی تحریک حزب ولی اللہ کے دوسرے دور میں شیخ الہند کے حکم سے امام سندھیؒ نے جمعیۃ الانصار قائم کی اس کے ناظم مقرر ہوئے۔ اس کے دو بڑے بڑے اجلاس میرٹھ و مراد آباد میں ہوئے۔ میرٹھ کے اجلاس میں خطبہ صدارت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے پڑھا۔ اور مسلسل تین گھنٹے امام سندھی کے علم و تدبر تقویٰ و حکمت و سیاست پر رطب اللسان رہے۔ (یہ خطبہ القاسم و الرشید میں اس وقت شائع ہوا۔ یہ مجلہ مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی مہتمم دیو بند کے زیر ادارت نکلا کرتا تھا)

امام سندھی کی ہجرت کابل اور آزادی افغانستان

بعد ازیں امام سندھیؒ شیخ الہند کے نائب کی حیثیت سے ان کے حکم پر کابل پہنچے۔ کابل پہنچ کر افغانستان جیسی کمزور اور چھوٹی سلطنت کو انگریزوں سے لڑا دیا اور درۂ خیبر کے سامنے قلعہ جمرود کی پہاڑیوں پر سے خود ایک فوج کی کمان اس محاذ پر کی اور میدان جنگ میں انگریز کو للکارا اور اپنے موقف کی تائید کرائی۔ اور افغانستان آزاد ہوا۔

امام سندھی کا روس کے انقلابیوں سے تعارف

اس کے بعد روس پہنچے۔ یہاں انہوں نے لادینی انقلاب کے عملی مظاہر اور اسکے نتائج کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور روسیوں پر امام ولی اللہ کا اقتصادی پروگرام حجۃ اللہ میں سے پیش کیا۔ روسی آپ کے افکار سے مستفید ہوئے۔ اور انہیں انگریزی میں شائع کیا اور آپ پر مافوق العادۃ اعتماد کرتے ہوئے اپنی حکومت کے اعلیٰ طاقت کے خزانے دکھائے۔

امام سندھی کا ایک تاریخی سیاسی منشور

روس سے ترکی پہنچے تو خلافت عثمانیہ ختم ہو چکی تھی۔ ترکی نئی ترکیہ جمہوریہ بن چکا تھا۔ یہاں سے ۱۹۲۴ء میں تاریخی منشور

شائع کیا۔ جس کی اہم باتیں یہ ہیں کہ

(۱) ہندوستان کی کامل آزادی کے بعد آزاد ہندوستانی وفاقی نظام حکومت قائم کرنا۔

(۲) ہندوستان میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں اور اسلام کو محفوظ کرنا۔

(۳) ہندوستان میں محنت کش طبقہ کی یعنی کسان مزدور اور دماغی کام کرنے والوں کی حکومت قائم کرنا

(۴) فاروق اعظم کے فیصلہ کے مطابق زمینداروں کو زمین کی ملکیت چھوڑنے اور امام ابوحنیفہ کے فیصلہ کے مطابق مزارعت چھوڑنے پر مجبور کر کے نظام زمینداری اور سرمایہ داری ختم کرنا اور امام ولی اللہ دہلوی کے فیصلہ کے مطابق مزدوروں کو ملوں کے حصہ میں نفع کا شریک بنانا تاکہ ملک کے عوام کمیونزم کے سبز باغ دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں محنت کشوں کے طبقہ کو مفت طبی امداد صاف ستھرے گھر اور ابتدائی اور مڈل کی تعلیم جبری اور مفت ہوگی۔

(۵) ایشیاٹک فیڈریشن بنانا جس میں روس کو بھی شامل کرنا۔ تاکہ وہ آزادی کے بعد ہندوستان کے معاملات میں محنت کشوں کی حمایت کے بہانے دخل اندازی نہ کر سکے،

(۶) مرکزی حکومت کو معاملات جنگ خارجہ تعلقات اور کرنسی میں مکمل باختیار ماننا اور شورائیت اور اکنامکس میں امام ولی اللہ کے اقتصادی اور عقلی فلسفہ کو اساس مان کر مرکزی حکومت کو ملک کے ہر مذہبی فرقہ سے بے تعلق ماننا۔

(۷) جغرافیائی حیثیت سے ہندوستان کے حصوں کو ایسے صوبوں میں تقسیم کرنا جہاں ایک زبان بولی جاتی ہو۔ اور جہاں ایک ہی قسم کے رواج اور ایک ہی تمدن رکھنے والے افراد ہوں یہ صوبے اپنی اپنی جگہ سٹیٹ ہوں گے۔ انہیں معاملات خارجہ معاملات جنگ اور خارجی تجارت کے سوا اپنے تمام امور پر کامل اختیار ہوگا۔ صوبے کے اکثریتی افراد کا مذہب صوبہ کا سرکاری مذہب ہوگا۔ مگر اقلیتی افراد کو حکومت میں شریک کیا جائے گا۔

امام سندھی کی حجاز کو روانگی اور حرم محترم میں علمی و فکری مشاغل

ترکی سی اٹلی اور سوئٹزرلینڈ ہوتے ہوئے حرم محترم میں پہنچے اور بارہ سال تک وہاں مقیم رہے اس طویل عرصہ میں اپنے تجربات، تاثرات۔ جو کچھ دیکھا پڑھا سنا تھا۔ ان پر یکسوئی سے غور کیا۔ اپنے افکار کو اس طویل مدت میں خوب جانچا پرکھا۔ اور ان کے حسن و قبح میں تمیز کی اپنے افکار کو تاریخ

کی کسوٹی پر کسا خود اپنے تجربات کی روشنی میں ان کی صوابدید کی اور جو علم دین حکمت و سیاست و تقویٰ ان کے پاس تھا اور اپنے مرشدوں اور اساتذہ کی صحبت سے بصیرت عطا ہوئی تھی اپنے افکار کو ان کے روبرو پیش کیا اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضرت امام شاہ ولی اللہؒ کو ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں کے اہل علم کا بہت بڑا طبقہ اپنا امام اور استاد مانتا ہے ایسے عظیم المرتبت عالم حکیم محدث، مجتہد اور خدا شناس بزرگ کے علم و حکمت کے ترازو میں تولا۔

امام سندھی کا یورپ کے انقلابات کا پیغامبر بن کر لوٹنا

الغرض چوبیس برس کی جلا وطنی کے بعد مولانا واپس لوٹے تو امام ولی اللہ دہلوی کے اس انقلاب کے نقیب بن کر لوٹے انقلاب کے اس دینی فلسفہ پر انہیں یقین حاصل ہو چکا تھا کہ یہ لادینی فلسفہ انقلاب سے انسانیت کے حق میں زیادہ مفید اور زیادہ پائیدار ہے امام ولی اللہ کے فلسفہ کے اصول پر قرآن عظیم کی حکیمانہ تفسیر کے مرحلے امام سندھی نے چالیس سال کے عرصے میں طے کئے ہجرت کابل سے قبل امام ولی اللہ کے فلسفہ کو سندھ میں پڑھایا اور کافی عرصہ بعد خود حضرت شیخ الہند سے پڑھا۔

امام سندھیؒ کے نزدیک دیوبند کے علمی مرکزوں کے متعلق سیاسی راہنماؤں کی جہالت

عجیب بات ہے کہ امام سندھی اپنی جماعت کے لئے جس مسئلہ کو بدیہیات سے مانتے تھے وہی سب سے پہلے زیادہ محل توجہ و محل تعجب بن گیا کہ دیوبند کے متعلق علمی مرکزوں میں سیاسی رہنما امام سندھی سے پوچھتے تھے۔ کہ کیا شاہ ولی اللہ یا شیخ الہند کوئی سیاسی مسلک بھی رکھتے تھے۔

دفعیہ جہالت

امام سندھیؒ نے اس جہالت یا تجاہل کو دور کرنے کے لئے خاص جماعتیں بنائیں بیت الحکمۃ کے نام سے اُنہیں ایک سلسلہ میں منسلک کیا اور مرکزی بیت الحکمۃ جامعہ ملیہ دہلی میں بنایا۔

قرآن کی عالمگیر تعلیمات اور اُس کے اصولوں کی روشنی میں ہر قوم و ملک کے خصوصی حالات و طبعی رجحانات کے مطابق بننے والے فقہی مذاہب

دینِ اسلام کسی ایک ملک، قوم یا زمانہ کے لئے مخصوص نہیں اسلام تمام انسانیت کا دین ہے۔ اور قرآن کریم انسانیت کے اس دین کا ترجمان ہے۔ قرآن کی تعلیم عالمگیر اور ہمہ گیر ہے اس عالمگیر قانون کو حجاز میں جو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اور قرآن نے جس قسم کی زندگی پیدا کی اور اس سلسلہ میں جو تمہیدی قوانین بنے اُن کی صحیح ترین تصویر مؤطا امام مالک ہے یہ جامہ اُس عالمگیر قانون کی ایک تعبیر ہے اس تعبیر کو اصل قانون کی طرح عمومی اور ابدی سمجھنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کی تعلیمات ہی صرف عالمگیر اور ابدی ہیں وہ ہر ملک کے لئے ہر قوم کے لئے ہر زمانے کے لئے لیکن یہ کسی کو گمان نہ گزرے کہ مؤطا میں جس نظام کو مدون کیا گیا ہے۔ قرآن کی ساری تعلیمات اسی میں منحصر ہیں بعد ازاں جب اسلامی سلطنت میں توسیع ہوئی اور عربوں کے علاوہ غیر عرب قومیں بھی مسلمان ہو گئیں تو انہوں نے قرآن کی عمومی تعلیم اور اس کی حجازی تعبیر مؤطا کی مدد سے اپنے اپنے ملک کے لئے اور فقہی قوانین بنائے اور یوں ہر قوم اور ملک میں وہاں کے خاص حالات اور طبعی رجحانات کے مطابق فقہ کے مذاہب بنے اُن میں حنفی فقہ ممتاز ہے۔ امت نے جس امام کو امام اکبر قرار دیا۔ وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ چنانچہ خلفائے عباسیہ سے لے کر سلطان محی الدین عالمگیر تک سب نے فقہ حنفی کو ہی اپنا دستور بنایا۔ عرب اقوام میں زیادہ تر شافعی فقہ کا رواج ہوا۔ ایرانی ترک اور ہندوستانی فقہ حنفی کے پیرو بنے اور ہندوستان میں تو یہ مدتوں تک قومی مذہب کے نام سے حکمران رہی

اِمام اکبر امام ابو حنیفہ کے مسلک کی مختلف شاخیں

یوں تو امام ابو حنیفہ کے مسلک کے کئی مذہب بن گئے (۱) عراق کا مسلک (۲) بصرہ کا مسلک (۳) بخارا کا مسلک۔ بخارا سے غزنی اور دہلی کے مسالک پیدا ہوئے۔ جن امور کا تعلق کسی قوم کے ساتھ ہو اس کا دن ہزار ماہ کا ہوتا ہے اور جن امور کا تعلق اقوام عالم کے

ساتھ ہو اس کا دن ہزار سال کا ہوتا ہے احادیث میں جو آیا ہے کہ ہر سو سال کے بعد مجدد آتا ہے تو یہ قومی حلقے کے متعلق ہے۔ مجتمع اسلامی میں تمام اقوام کا یہ مجدد ایک ہزار سال کے بعد آتا ہے جیسے قرآن حکیم میں ہے:

یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ

الف ثانی

الف ثانی میں مراکز حکومت اسلامیہ حسب ذیل تھے، (۱) آستانہ دار السعادۃ (۲) اصفہان (۳) دہلی ان تینوں مرکزوں سے قانون کی تجدید ہوئی۔

(۱) آستانہ دار السعادۃ میں سلیمان قانونی کے ہاتھوں (۲) اصفہان میں شاہ عباس نے شیعی فقہ کو رواج دیا، (۳) دہلی سے جلال الدین اکبر نے تجدید قانون کی اور اس میں ہندوؤں کو شامل کیا۔

جلال الدین اکبر کے قانون میں بعض ایسی باتیں آگئیں۔ جنہیں اہل اسلام نہیں جانتے تھے

امام لاثانی

امام لاثانی حضرت شیخ احمد سرہندی نے ان کی اصلاح کر دی۔ اکبر کی جن بدعنوانیوں کی حضرت شیخ نے اصلاح فرمائی۔ وہ حضرت شیخ کا بہت بڑا تجدیدی کارنامہ تھا۔ اورنگ زیب عالمگیر خود بہ نفس نفیس امام ربانی کے صاحبزادہ کا مرید تھا۔ اس لئے اس نے امام ربانی کے طریقہ پر اپنی سلطنت چلائی۔ بیرون ہند کے اسلامی ملکوں میں بھی اورنگ زیب عالمگیر کا نام ایک مسلمان بادشاہ کی حیثیت سے زبان زد عام ہو گیا۔ اور خاص طور پر اس کے اس کارنامے نے کہ خود اس کی اپنی نگرانی میں فتاویٰ عالمگیری ایسی اہم مبسوط کتاب مرتب کرائی۔ تمام دنیائے اسلام میں اس کی دھاک بٹھا دی۔ یوں مدتوں تک فقہ حنفی ہند میں قومی مذہب کے نام سے حکمران رہی۔

پورے ہزار سال کے لئے امام ولی اللہ دہلوی کے مجدد ہونے کا اعلیٰ مقام اور حضرت امام ربانی کا اُن کیلئے نقرِ ارہاص ہونا

اکبر کے ایک سو سال بعد امام ولی اللہ دہلوی ہوئے۔ یہ سارے الف ثانی کے لئے مجدد تھے امام ولی اللہ امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی کو اپنے لئے ارہاص (راستہ صاف کرنے والا) قرار

دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ مذہب یا دین مجموعہ ہوتا ہے حکمت اور فقہ کا حکمتِ دین کی عمومی حیثیت ہے قرآن کی حکمت میں جتنی عربیت ہے اتنی عجمیت اور ہندوستانیت بھی ہے حکمت انسان میں تلاش و تفحص نظر و فکر اور تقدم تبدیلی کا ملکہ پیدا کرتی ہے۔ فقہ نام ہے نظام کی مدون صورت کا زندگی میں فقہ یعنی مدون قانون کی بھی ضرورت ہے اور حکمت کی بھی اگر حکمت اور فقہ ساتھ ساتھ رہیں تو انسان آگے بھی بڑھتا ہے اور ماضی سے بھی رشتہ قائم رکھتا ہے اگر حکمت ہی حکمت ہو تو نظام میں انتشار رہے گا۔ اور اگر فقہ ہی فقہ زندگی پر حاوی ہو جائے تو جمود ہی پیدا ہو گا۔ ترقی کا تو امکان ہی نہیں۔

حکیمُ الاسلام، فقیہ الاسلام

امام سندھی مثال کے طور پر فرماتے ہیں کہ امام مولانا محمد قاسم حکیم الاسلام تھے۔ جبکہ حضرت گنگوہی فقیہ الاسلام تھے نہ اول الذکر فقہ کی اہمیت کے منکر تھے۔ نہ آخر الذکر حکمت کے مخالف۔

جمُود و رجعت پر کاربند طائفہ[1]

مولانا کے خیال میں بعد کے آنے والے حکمت و فقہ کا یہ لزوم بھول گئے اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کی نام لیوا جماعت یا اُن کے متعلقین مسلمان مذہبی لیڈر آج تک اسلامی قانون اسلامی شریعت کی رٹ لگا رہے ہیں۔ اور اسلامی قانون سے مراد بھی ان کا وہ فقہی قانون جو پرانے شاہی دَور میں اسلامی سلطنتوں میں نافذ ہوا کرتا تھا مُراد ہے اور یہ اُن کو آج تک نہیں سوجھا کہ اس نئے دَور میں جو ہزار ہا اجتماعی سیاسی معاشی اقتصادی تمدنی معاشرتی مسائل پیدا ہو چکے ہیں۔ انہیں ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کی عالمگیر حکمت کے اصول ہند کی گذشتہ اسلامی سلطنت کی حکمران فقہ کی تعبیر اور اس کو اپنی قومی خصوصیات کے مدِنظر رکھتے ہوئے اسلامی سلطنت کے ٹوٹنے کے بعد نو ترویج کرنے والے ائمہ کی تجدیدی طریقوں کی روشنی میں ایسے قانون کی تدوین و ترتیب کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر کوئی اسلامی قانون نہ چل سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی امکان ہے۔[1]

---

[1] یہ لوگ عجیب قول و فعل کے تضاد کا شکار ہو کر اپنے اکابر کی تحریک کو جمود و رجعت پہ کاربند کرنے پر عمل پیرا ہیں۔ پہلے تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خلفائے راشدین کا دَور لا رہے ہیں۔ ان فقیہا ن دین سے کوئی پوچھے کہ کیا تم نے تاریخ کے نئے فکر و فلسفہ کے مبادیات و اصولوں کی روشنی میں اپنی تاریخ پر (یعنی تاریخ اسلام پر) (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام سندھی کا پورے ہزار سال کے لئے امام ولی اللہ کے نائب کی حیثیت سے مجدد اعظم ہونے کا امتیاز،

(قبلہ امام سندھی نے اس ضرورت کو بحمد اللہ پورا کر دیا ہے اُن کی فقہ حنفی کے قانون پر اس انداز کی ترتیب کے ساتھ ائمہ مجددین کے طریقہ کے مطابق التمہید الائمۃ التجدید کے نام سے کتاب شائع ہو چکی ہے) الغرض قانون کی شکل کو فقہ اور اس کی روح کو حکمت کہتے ہیں امام ولی اللہ نے قانون کی تجدید دونوں طریقوں سے کی۔ انہوں نے قانون کی حکمت ضبط کی اور پھر قانون اور فقہ کی شکل منضبط کی ہند میں اسلامی حکومت کی زبان فارسی تھی اس لحاظ سے ہند اور ایران ایک ہی مملکت قرار دیئے جا سکتے ہیں فقہ کے مجدد اوّل امام ابوحنیفہ کی اصل کابل سے ہے جو ہند کا حصہ ہے اور ان کی زبان فارسی تھی۔ امام ولی اللہ نے قرآن کریم کا فارسی میں ترجمہ کیا اور اپنے تمام علوم عربی اور فارسی میں مدون کئے وہ امام ابوحنیفہ کی طرح زبان کے اعتبار سے فارسی اور وطن کے لحاظ سے ہندی ہیں۔ الف ثانی تک امام ولی اللہ

نظر یہ ہے اور اسلام کی حکومتوں کے مختلف ادوار جس تسلسل کے ساتھ خلفاء راشدین سے لے کر خلافتِ عثمانیہ تک جن جن تبدیلیوں سے دو چار ہو کر جن منازل سے گزرے کبھی اس کا تجزیہ کیا ہے اور آج جس نئے دور (دورِ جمہوریت) میں تم داخل ہو چکے ہو اس کی اساس و فلسفہ پر قابلیت کے ساتھ غور کیا ہے۔ اور آج کے یورپ نے جن تمام اسلامی ممالک کا آسمان و زمین بدل کر رکھ دیا ہے اس یورپ کی اجتماعیت کو توڑنے کے لئے تمہارے پاس کوئی فکر ہے۔ دینِ اسلام بطور ایک سیاسی فکر کے ان کے پاس ہے کہاں دین اسلام اور اس کا فکر کچھ اور ہے! اور یہ جو دین کا نام لے کر جو کچھ کر رہے ہیں یہ کچھ اور ہے۔ عوام کو انہوں نے دھوکہ دے رکھا ہے کہ اسلامی نظام آئے گا۔ اسلام اگر کبھی سیاسی فکر کی حیثیت سے آیا تو اس کا راستہ ایک ہے اور وہ ہے وہ راستہ جس کی ترجمانی امام ولی اللہ اور امام مولانا عبید اللہ سندھی کرتے ہیں یہ تو اسلامی نظام کا نعرہ لگا کر قوم سے ووٹ وصول کر کے بھی جمہوریت کے ظاہری ڈھانچہ کے ساتھ اس کی معنوی اساس سائنس و فلسفہ سے تجاہل و تغافل برتتے ہوئے خود جمہوریت کے راگ الاپتے ہیں حالانکہ انہیں علوم ہو کہ اس جمہوریت کی اساس انکارِ خدا پر مبنی ہے۔ کم از کم اس کے معنوی وجود کی حقیقت جو امام ولی اللہ نے پیش کی ہے اس اساس پر تو اس کی تشکیل کر کے قوم کو اسلام کے غلبہ کا یہ تصور پیش کر کے عاقبت کی بربادی سے بچو۔ اور یہ جو تم کہتے ہو کہ خلفائے راشدین ہی کا دور لائیں گے تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ صدہا سال سے اسلامی حکومت اس دنیا سے ناپید ہے اور پھر جہاں تک اس زمانے کے حالات کا تعلق ہے بظاہر اس کا امکان نظر نہیں آتا کہ بعینہٖ اس دور میں اسی طرح کی خلافت معرضِ وجود میں آسکے۔ اگر ان کی یہ بات تسلیم کر لی جائے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلام بحیثیت نظام سلطنت کے ان تیرہ سو سالوں میں چند گنتی کے برس جی سکا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ نہ یورپ کو سمجھے ہیں اور نہ ہی اسلام کے غلبہ کے لئے امام ولی اللہ کے فکر و فلسفہ سے تعلق

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کا ثیل پیدا نہیں ہوا۔

امام ولی اللہ کی سیاسی تحریک

الغرض جب مسلمانوں کی سیاسی قوت فنا ہو گئی تھی لیکن وہ فکر جس نے سیاسی قوت کو عملی شکل دی تھی وہ موجود تھا اور اس کے ترجمان امام ولی اللہ اور ان کا خاندان ہے۔ امام ولی اللہ نے اپنے فکر و فلسفہ کی بنیاد فکر انسانی کی فہم و بصیرت عمومیت و افادیت پر رکھی۔ اپنے پروگرام کی تدوین کی اپنا نصب العین معین کیا جمعیت مرکزیہ بنائی اور اس کی شاخیں ملک میں قائم کی گئیں حکومت موقتہ قائم ہوتی۔ یہ فکر ولی اللہ کی تحریک کا پہلا دور ہے۔ اس میں تین امام ظاہر ہوئے اور ایک امیر۔ اس کی تفصیل امام سندھی کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام ولی اللہ ۱۷۳۱ء تا ۱۷۶۲ء
(۲) امام عبدالعزیز ۱۷۶۲ء تا ۱۸۲۴ء
(۳) امام محمد اسحاق ۱۸۲۴ء تا ۱۸۴۶ء

موقتہ حکومت کے امیر شہید سید احمد ۱۸۲۴ء تا ۱۸۳۱ء اس تحریک کا دوسرا دور امام محمد اسحاق نے ۱۸۳۱ء سے شروع کیا۔ آپ ۱۸۴۱ء تک دہلی میں رہے اور ۱۸۴۶ء تک مکہ معظمہ میں۔ دہلی میں ان کے نائب مولانا مملوک علی تھے۔ ان کے بعد الامیر امداد اللہ نائب بنے وہ بارہ برس یعنی ۱۸۵۷ء تک دہلی میں رہے اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے ان کے پہلے نائب مولانا محمد قاسم ۱۸۷۹ء تک پھر مولانا رشید احمد گنگوہی ۱۹۰۵ء تک اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن ۱۹۲۰ء تک اس سال اس تحریک مذکور کا دوسرا دور ختم ہوا۔ تیسرے دور کو مولانا شیخ الہند نے ۱۹۲۰ء سے تھوڑا عرصہ پہلے شروع کیا۔ اس تیسرے دور کے فاتح اور امام ولی اللہی قافلہ کے سالار مجدد اعظم امام انقلاب

رکھے ہوئے ہیں۔ یہ دراصل اسلام کو آڑ بنا کر اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں اور عام سیاسی لیڈروں کی طرح سیاسی سرگرمیوں میں اسلام کے نام سے حصہ لے کر حکومت وقت سے متصادم ہوتے ہیں ان کو جو نقصان ہوگا۔ سو ہوگا۔ اس سے اسلام کو بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ کالج اور مدارس عربیہ کے نوجوان انہیں مشت بعد از جنگ سمجھ کر (امام سندھی اور امام ولی اللہ کے فکر و فلسفہ کے پیرو ہوتے ہوئے) منہ نہ لگائیں۔ نوجوان طبقہ ان پر بھروسہ نہ کرے۔ یہ قوم کو زہر پلا رہے ہیں یہ لوگ جو اسلام کی خود ساختہ سیاست کے رائج مجل میں فرو کش ہیں۔ اگر انہوں نے امام سندھی کی بات نہ مانی تو بخارا و سمرقند کے مسلمانوں جیسا ان کا حشر ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اس کے بعد جو انقلاب آئے گا وہ یقیناً لادینی ہوگا۔

مولانا عبید اللہ سندھی ہیں۔

امام علامہ موسیٰ جار اللہ

امام سندھی کے قیام ماسکو کے دوران روسی گورنمنٹ نے انہیں لینن گراڈ کی سیر کی پیش کش کی آپ نے اس کو قبول کیا اور لینن گراڈ میں آپ نے روسی گورنمنٹ کا مہمان بننے کی بجائے علامہ موسیٰ جار اللہ کے گھر پر قیام کو ترجیح دی جو کہ روس اور عالم اسلام کے بہت بڑے متبحر عالم تھے ۱۹۱۳ء تک ان کی اٹھائی سو تصنیفات قاہرہ میں شائع ہوئیں امام سندھی کا اور علامہ کا پہلی مرتبہ آپس میں لینن گراڈ ہی میں تعارف ہوا اس کے بعد قیام مکہ کے دوران امام سندھی کو علامہ صاحب نے اور امام شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کا ان سے استفادہ کیا۔ اور امام شاہ ولی اللہ کے اصول پر امام سندھی کی یہ تفسیر عربی میں قلمبند فرمائی امام سندھی جب وطن واپس پہنچے تو یہ تفسیر آپ کے بھتیجے مولانا عزیز احمد (برادر حضرت مولانا احمد علی لاہوری) آپ کے دوسرے قلمی و مطبوعہ کتب کے ساتھ لائے۔ مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی تلمیذ امام سندھی نے اس عربی تفسیر کے دو حصوں کو اپنی اصلاح شدہ ترتیب کے ساتھ شائع فرمایا۔ مگر امام سندھی کی تفسیر کے عربی مسودہ کا تحت اللفظ ترجمہ مولانا بشیر احمد بی اے (ولی اللہ سوسائٹی لاہور) نے مولانا عبد الرزاق (انقلابی فاضل دیوبند و تلمیذ امام سندھی) سے کرایا۔ اور مجھے طباعت کیلئے یہ مسودہ سورۃ بقرہ تا سورۃ مائدہ عنایت کیا۔ پھر یہ کہ محسن نے اس کی کتابت، طباعت، جلد کے لئے مالی تعاون فرمایا۔ ان الحاج میاں صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے سر اس عظیم کام کی خدمت کا سہرا ہے۔ اس کا اجر آخرت میں خدا وند قدوس عطا فرمائے۔ میاں صاحب کے ایک عزیز کے ارشاد کے بموجب میاں صاحب کے نام کی اشاعت نہیں کی جاتی۔ مقدمہ و فاتحۃ الکتاب کا ترجمہ علامہ استاد مولانا محمد قاسم کا ہے جو الہام الرحمٰن جلد ثانی کے کے لئے سورہ انعام تا سورہ توبہ کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ عرض ناشر کے تحت مضمون کی حیثیت امام سندھی کے افادات اور ان کے مسترشدین کی کتب خصوصًا پروفیسر محمد سرور کی کتب کے خوشہ چین کی سی ہے۔ مولانا عاشق الٰہی کی حسن کتابت اور تصحیح کی سعی بلیغ سے انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

گر بہ افتد قبول زہے عز و شرف (محمد معاویہ عبید الٰہی)

پیش لفظ

از امام الہمام علامہ موسیٰ جار اللہ القازانی رحمۃ اللہ علیہ[1]،

الحمد للہ الذی اصطفانا واورثنا کل کتاب أنزلہ من قبلنا

الحمد للہ الذی ھدی البشر کافۃ بالقرآن الکریم الذی جعل بہ

رحمۃ للعلمین۔ وبالفرقان الذی انزلہ علی عبدہ لیکون بہ نذیراً للعالمین

اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابرٰھیم وعلی آل سیدنا ابرٰھیم انہ حمید مجید۔ اللّٰھم بارک علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا کما بارکت علی سیدنا ابرٰھیم وعلی آل سیدنا ابرٰھیم انہ حمید مجید:

---

[1] علامہ موسیٰ جار اللہ مرحوم دنیائے اسلام کی ایک بڑی بلند پایہ اور نامور علمی شخصیت تھے وہ روسی ترک تھے اکتوبر ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب کے بعد بھی روس میں ان کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ اسٹالین کے دور میں وہ روس چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد ان کی ساری زندگی جلاوطنی میں گزری وہ کافی عرصہ ہند و پاک میں بھی رہے۔ علامہ جار اللہ کی تصنیفات عربی فارسی اور ترکی میں ہیں۔ اور دُنیائے اسلام کے اعلیٰ علمی حلقوں میں ان تصانیف کا بڑا بلند مقام ہے۔ علامہ مرحوم کو ترک قوم پرستی کی وجہ سے روس سے نکلنا پڑا تھا۔ "برہان" دہلی کے ستمبر ۱۹۶۴ء کے شمارے میں ایک جاپانی عالم و مصنف کے ذکر میں علامہ موسیٰ جار اللہ کا ایک واقعہ مذکور ہے، جو درج ذیل ہے۔

مولانا سعید احمد اکبرآبادی میک گل (کینیڈا) کے اسلامی انسٹی ٹیوٹ میں اپنے مشاہدات و تأثرات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر ازٹسو دس بارہ زبانوں کے فاضل اور ماہر ہیں۔ جن میں انگریزی، فرنچ، جرمنی، عبرانی، ترکی اور عربی شامل ہیں۔ ان کا موضوع تحقیق جس پر انہوں نے بہت کچھ لکھا اور لکھ رہے ہیں۔ قرآن کا مطالعہ علم المعانی کے نقطۂ نظر سے ہے۔ انہوں نے عربی زبان کس طرح سیکھی؟ اس کی داستان بھی بڑی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ کہتے تھے کہ میں ٹوکیو کے قرب و جوار کا رہنے والا ہوں۔ میرے وطن میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا۔ جس سے میں عربی پڑھ سکوں اتفاق سے روس کے ایک بہت بڑے مگر جلاوطن عالم جن کا نام موسیٰ جار اللہ تھا۔ (انڈو پاک کے علمی اور دینی حلقے موصوف سے خوب واقف

اللّٰھم بارک علیٰ سیدنا محمدٍ وعلیٰ اٰلِ سیدنا محمد کما بارکت

علیٰ سیدنا ابراھیم وعلیٰ اٰلِ سیدنا ابراھیم انک حمید مجید:۔

اما بعد: اللہ جل جلالہ نے اپنا جلال وجمال خوب واضح اور روشن فرمادیا ہے۔ اور اس کا انعام ہر عام وخاص پر پھیلا ہوا ہے۔ مجھے اس نے طلب قرآن، فہم قرآن اور کتاب اللہ کے علوم کے حصول میں اپنی زندگی وقف کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ اگر خدا ہمیں اس کی ہدایت نہ فرماتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے۔ الحمد اللہ کہ اس نے ہمیں ہدایت بخشی۔

میں نے قرآن کریم اور وہ تمام علوم جو متقدمین سلف نے اس بارے میں مدون وتحریر کئے تھے ان کا مطالعہ کیا اور اسی طرح معارفِ عمومی کی، جن کا فہم قرآن کریم کے سلسلے میں انسان محتاج ہے طلب وجستجو کی اور جیسے جیسے ان کی طلب وجستجو میں میں نے اجتہاد وکوشش کی میرا شوق ورغبت قرآن کریم کی طلب وجستجو میں بڑھتا ہی گیا۔ ہمارے مدارس کا یہ حال ہے کہ علوم مطلوبہ کی تحصیل تعلیم وتعلم کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اور کتابوں کے اندر جو کچھ لکھ دیا گیا ہے، اسے پڑھ لیا جاتا ہے۔ کتاب اللہ کی آیتوں کے ساتھ ساتھ کون کبیر کی آیتوں پر غور وتدبر کرنا نہیں سکھایا جاتا۔ اور طالب علم کو معلومات مستحضر ہوں۔ اور مطلوب کے لئے وہ کوشاں اور سرگرم ہے۔ اس کی طرف اس کا ذہن موڑنا جس سے وہ آگے اقدام کر سکے، یہ نہیں سکھایا جاتا۔ یہ طریقہ حفظ واخذ اور مضامین کتب کے محفوظ کرنے کا ہے۔ یہ طریقہ نظر وبصیرت، غور وتدبر اور علوم میں تعمق کا نہیں ہے۔

طلب علم میں میں بھی اسی راہ پر گامزن ہوا۔ اور وہی طریقہ اختیار کیا گیا، جو عام طلبہ کا حفظ واخذ کا تھا۔ میں نے مطالعہ کا وہی طریقہ اپنایا جو مشائخ مدارس کا تھا۔ اور اسی طرح کتابوں کا مطالعہ کیا۔ جس طرح مشائخ مدارس کیا کرتے تھے۔ میں نے تمام تفاسیر مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ مختلف

ہیں۔ تقسیم سے قبل دہلی آتے تھے تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں قیام کرتے تھے اپنے استاذ مولانا عبید اللہ سندھی کی طرح علم کے بحر ناپیدا کنار ہونے باوصف غضب کے درویش منش اور قلندر صفت تھے۔ مطالعہ نہایت وسیع اور حافظہ بلا کا۔ اور دماغ بڑا روشن تھا۔ راقم الحروف کو ان کے ساتھ بارہا شرفِ صحبت وتکلم حاصل ہوا ہے۔ اور اس زمانے میں ان کی ذہانت و ذکاوت اور غزارت علم وفضل کے جو حیرت انگیز مناظر اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں، ان کو قلم بند کیا جائے۔ تو ایک مستقل مقالہ

بقیہ حاشیہ

تیار ہو جائے) جاپان میں تشریف لائے اور ٹوکیو کی مسجد کے ایک کمرہ میں (یا کسی مکان پر؟ اب ٹھیک یاد نہیں رہا) قیام کیا مجھے اطلاع ہوئی تو انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عربی پڑھنے کا شوق ظاہر کیا علامہ نے شروع میں ٹال مٹول کی مگر جب دیکھا کہ میرا اشتیاق واقعی طلب صادق ہے تو فرمایا میں تم کو عربی ضرور پڑھاؤں گا مگر پہلے ایک بات کا وعدہ کرو اور وہ یہ کہ تم اپنی عربی کے علم کو قرآن کریم اور اسلام پر حملہ کرنے کے لئے استعمال نہیں کروگے اسکے جواب میں جب میں نے یقین دلایا کہ میں محض ایک طالب علم ہوں اور میرا مقصد علمی نقطہ نظر سے قرآن کا مطالعہ کرنا ہے تو علامہ راضی ہو گئے۔ اور اب انہوں نے عربی پڑھانی شروع کی تو اس طرح کہ چند مہینوں میں جب تک کہ موصوف کا وہاں قیام رہا، برسوں کی مسافت طے کرادی۔ علامہ مجھے صرف عربی نہیں پڑھاتے تھے۔ بلکہ قرآن پر لکچر بھی دیتے رہتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ مجھ کو قرآن سے خاص شغف پیدا ہوگیا۔ اور میں نے اس کو اپنے مطالعہ اور تحقیق کا خاص موضوع بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ علامہ صحیح معنوں میں ابن بطوطہ وقت تھے۔ کسی ایک جگہ جم کر رہنا جانتے ہی نہ تھے۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد یہاں سے بھی روانہ ہوگئے۔

مختلف لائبریریوں میں پہنچا۔ جن میں مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تفاسیر موجود تھیں۔ مثلاً میں نے کتاب۔ البصائر صاحب قاموس اور نظم الدرر امام بقاعی کا، جو آیات قرآنی اور اس کی سورتوں کی مناسبت پر لکھی گئی ہیں، مطالعہ کیا، ان بے شمار تفاسیر میں میں نے مطلوبہ افادیت اور وضاحت بیان نہ پائی۔ اور تمام کو ایک ہی راہ پر چلتے دیکھا اور وہ یہ ہے کہ "ہم کہتے ہیں۔ اور ایسا کہتے ہیں" میں نے ان میں تکرار مضامین اور اختصار کے سوا کچھ نہ پایا۔ یہ لکھتے لکھتے ان مفسرین کے قلم تھک گئے۔ لیکن اس سے افکار اور عقلیں سیراب نہ ہوسکیں جب میں ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) سیاحت نجد و یمن کے لئے مکہ مکرمہ پہنچا۔ تو میں نے حرم مکہ میں امام عبید اللہ بن سلام[1] کو پایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے[2]۔ اور ان کے افادات میں جو اسلام کے طلبہ اور اساتذان سند ان سے حاصل کر رہے ہیں، خیر و برکت عطا فرمائے۔

---

[1] عربوں کے ہاں چونکہ والد کا نام لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے اسلئے مولانا عبید اللہ سندھی عربی میں اپنا نام عبید اللہ بن اسلام لکھا کرتے تھے، یہ گویا اشارہ تھا ان کے نومسلم ہونے کی طرف [2] اس وقت مولانا سندھی زندہ تھے۔

میں پہلے سے اس استاد شفیق کو جانتا تھا اور مجھے بھی وہ جانتے تھے میں نے دیکھا کہ وہ مکہ مکرمہ میں فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس تک کوئی نہیں پھٹکتا۔ اور شاذ و نادر ہی کوئی شخص ان کے پاس جاکر بیٹھتا اور وہ بھی استفادہ کی غرض سے نہیں بلکہ حسب عادت تبرک حاصل کرنے کی غرض سے۔[1]

امام سندھی نے اپنی ساری عمر قرآن کریم اور اس کے فلسفہ کے لئے وقف کر دی ہے۔ وہ قرآن کریم کے فلسفہ کو جیسا کہ اس کے جاننے کا حق ہے۔ جانتے ہیں۔ اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے اصول پر جانتے ہیں۔ امام سندھی نے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی تحصیل اور اس کی شرح میں مدتیں گزاریں یہاں تک کہ انہیں اس پر یقین کامل ہو گیا۔ انہوں نے اس فلسفہ کو تمام فلسفوں پر ترجیح دی۔ اور پھر امام ولی اللہ دہلوی کے اس فلسفہ پر پورے قرآن کی تعبیر کی۔

امام سندھی شاہ ولی اللہ دہلوی سے ایک خاص عقیدت رکھتے تھے۔ ایسی عقیدت میں کسی کے اندر نہیں پاتا۔ وہ امام ولی اللہ دہلوی کا غائت درجہ کا احترام کرتے تھے۔ اور انہیں تمام اماموں سے افضل اور امام الائمہ مانتے تھے۔ بلکہ امام سندھی کا یہ اعتقاد تھا کہ سارے عالم کو امام ولی اللہ کا احترام کرنا چاہیئے ایسا احترام جیسا کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتے تھے۔ اس سے پیشتر میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ[2] اور ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء پڑھ چکا تھا۔ ان کتابوں کو میں نے ایسا پایا جس کی مثال اور نظیر کتب اسلام میں نہیں مل سکتی۔ ان ہر دو کتابوں سے میں کافی مستفید و مستفیض ہوا۔ اس کے بعد میں نے امام سندھی سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی دوسری کتابیں پڑھیں مثلاً الخیر الکثیر، بدور البازغہ، سطعات، الطاف القدس، اور تاویل الاحادیث۔ از خود التفہیمات کا مطالعہ کیا اور

---

[1] میں ۱۹۳۷ء میں حج بیت اللہ کے لئے گیا ہمارا قافلہ ہندوستان سے پہلا قافلہ تھا۔ ظہر کی نماز کے لئے ہم حرم میں گئے تو جماعت سے ایک شخص آیا اور میرا نام لے کر کہا کہ اس نام کا آدمی کون ہے! میں نے کہا میں ہوں، وہ مجھے ملا مولانا عبید اللہ صاحب کے پاس لے گیا پہلے تو انہوں نے مجھ سے بات کرنے میں تأمل کیا لیکن چوں کہ میری کتاب "ولی اللہ" سوانح حیات شاہ ولی اللہ پہلے ہی پڑھ چکے تھے اس لئے بہت جلد بے تکلف ہو گئے اور مجھ سے بلا تکلف باتیں کرنے لگے محمد اسمٰعیل گودھروی۔ [2] الحمد للہ کہ ہم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ ۱۹۴۶ء میں کر چکے ہیں جسکو

"التعقیبات" امام سندھی سے پڑھی۔

جب میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ سے بہت کچھ آگاہ ہوگیا تو مجھے اور بھی شوق و رغبت ہوئی کہ امام شاہ ولی اللہ" کے فلسفہ کے مطابق قرآن کی تفسیر پڑھوں۔ میں نے مولانا سندھی سے اس کی درخواست کی اور ان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور حق یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ میرے ان خیالات سے خوش ہوئے اور اس بارے میں بڑے شوق کا اظہار فرمایا۔

میں نے امام شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کو اپنانے میں پوری پوری کوشش کی ہر روز طلوع آفتاب سے لے کر ظہر کی نماز یا عصر کی نماز تک امام سندھی سے استفادہ کا یہ سلسلہ جاری رہتا وہ عربی میں جو کچھ فرماتے ہیں اسکو لکھ لیتا۔ اور میری پوری پوری کوشش تھی کہ اس املاء کتابت میں ایک جملہ بھی نہ چھوٹ جائے چنانچہ میں نے ایک سو پچاس دنوں میں ایک ہزار چار سو صفحات لکھ ڈالے۔

۸ارجمادی الاولیٰ پیر کے دن ۱۳۵۶ھ سے لے کر ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ تک یا ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۳ جنوری تک یہ کام میں نے انجام کو پہنچا دیا۔

میرے استاذ مولانا سندھی املاء کرانے سے تھکنے کا نام نہ لیتے۔ اور میری خوشی کا یہ عالم تھا کہ مجھ میں سننے اور لکھنے کا اشتیاق بڑھتا ہی جاتا تھا باوجود اس کے کہ بعض اوقات میں سخت بیمار ہوتا تھا۔ جب میں درس سے فارغ ہوا تو میں نے امام سندھی کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ یہ ان کا کرم تھا کہ جب انہوں نے میرا عزم وثبات۔ میری مسرت و خوشی اور میری کوشش بلیغ دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ جب امام سندھی نے اپنے امالی پوری طرح دیکھ لیا، اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اس سلسلے میں ضبط و نظم پر پوری توجہ دی ہے اور پورے اہتمام سے لکھا ہے تو وہ بہت خوش ہوئے اور اپنی مسرت کا اظہار کیا۔

امام سندھی جب قرآن کریم کی تفسیر کرتے تو اس میں معترضہ جملہ بھی گاہ گاہ کہہ دیتے اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیتے کہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ چنانچہ میں اسکو جملہ معترضہ کر کے لکھ دیتا۔ یہ جملہ معترضہ جملے چھوٹی بڑی فصلوں کی مانند ہوتے۔ اور مختلف فوائد کے حامل ہوتے اور میں بھی اس طریقہ کو پسند کرتا تھا۔ ان معترضہ جملوں میں

بقیہ حاشیہ شیخ غلام علی اینڈ سنز نے کشمیری بازار اور بندر روڈ کراچی سے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب حقیقتاً وہی شان رکھتی ہے جو امام موسیٰ جار اللہ نے بیان کی ہے ——— ابو العلاء محمد اسمعیل گودھروی کان اللہ لہ۔

زیادہ تر حکایتیں، لطائف اور نوادر ہوتے تھے اور یہ بہت سے فوائد پر مشتمل ہوتے تھے۔ جب مناسب ہوتا اور انہیں فرصت ہوتی تو امام سندھی سیاسی باتیں شروع کر دیتے اور میں سمجھتا تھا یہ باتیں امانت ہیں، قابل اظہار نہیں ہیں لیکن جب اسلام کی تعلیم کے دوران اُمور سیاسیہ اجتماعیہ کی بحث ہوئی تو صاف صاف کہہ دیتے اور صریح اور قطعی طور پر بتا دیتے۔ اور کسی سے نہ ڈرتے وہ خواہ مخواہ خوشامد نہیں کرتے تھے اور نہ چکنی چپڑی باتیں کرتے تھے۔

والسلام

موسیٰ جار اللہ غفر لہٗ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

جاننا چاہیئے کہ انسانی طبقات میں سے اعلیٰ طبقہ کے لوگ وہ ہیں جنہیں فہم وفراست کے زیور سے آراستہ کیا گیا ہے۔ پھر یہ بہت سے اقسام ہیں اور ہر ایک قسم کی استعداد دوسرے سے مختلف ہے۔ جب حکمت خداوندی کا تقاضا ہوا کہ اپنی مخلوق کی طرف اس اعلیٰ طبقہ کے کسی ایک فرد کو مبعوث کرے تاکہ وہ انسانوں کے لئے ظلمات سے نور کی طرف خروج کا سبب بنے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرض کرے کہ اپنے ظاہر باطن سے اس کے تابع ہو جائیں۔ اور جو بھی اس کے ساتھ مل گیا اور منقاد ہوا تو ملا اعلیٰ میں ایسے آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا تاکیدی اعلان ہو جاتا ہے لیکن جو شخص اس سے دور رہا اور مخالفت پر کمربستہ رہا ایسے پر اللہ کی لعنت ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا فرد مبعوث کی بعثت اور لزوم اطاعت سے انسانوں کو خبر کر دیتے ہیں تو یہی نبی کہلاتا ہے نبی کے علاوہ مفہمین[1] کے دوسرے اقسام یہ ہیں۔ کامل[2] حکیم[3] خلیفہ[4]۔ مؤیدون[5] بروح القدس۔ الہادی[6] المزکی۔ امام[7] اور منذر[8] بھی انہیں سے ہیں۔

بلحاظ شان اعظم الانبیاء۔ وہ ہے جسے بعثت کا نوع آخر بھی حاصل ہو وہ بایں صورت کہ اللہ تعالیٰ کا ایسے شخص کے متعلق یہ ارادہ ہو کہ وہ خود تو انسانوں کے لئے ظلمات سے نور کی طرف خروج کا سبب اور

---

[1] اصل میں المفہمون ہے یہ انسان ایسی صلاحیت کے مالک ہیں جن کی ملکیت انتہائی بلند ہوتی ہے انکو نظام مطلوب کی اقامت کے لئے داعیہ حقانیہ کے ساتھ مبعوث کیا جانا ممکن ہے۔ اور انہیں پر ملا اعلیٰ سے علوم و احوال خداوندی کا ترشح ہوتا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص۸۳۔ [2] الامام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ مفہمون کی کثیرہ اقسام ہیں اور ہر ایک میں مختلف استعداد رکھی گئی ہے۔ تو جس کا اکثر حال یہ ہو کہ اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علوم کا حصول ہوتا ہے کہ عبادات کے ذریعہ تہذیب النفس ہو سکے تو یہ قسم کامل ہے۔ اور جس کا اکثر حال یہ ہو کہ اخلاق فاضلہ اور علوم تدبیر المنزل و نحو ذالک کی تحصیل متعلق کرتا ہو تو وہ حکیم ہے۔ اگر اسے تمام سیاسیات کا حصول بھی ہوتا ہو۔ اور اسے انسانوں میں عدل کے قائم

اور اس کی قوم خیر امت بنے جو تمام انسانوں کیلئے برپا ہوئی ہے۔ تو اس کی بعثت اس بعثت آخر کو شامل ہوئی۔ اس پہلی۔ اس پہلی بعثت کیطرف اللہ تعالیٰ کے قول ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم میں اشارہ موجود ہے۔ اور کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین میں بعثت آخر کی طرف۔ اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مفہمین کے تمام اقسام کے جامع اور آپ کو دونوں بعثتیں بطریق اتم ملی ہیں۔ حالانکہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ان تمام اقسام وفنون میں سے کسی کو ایک یا دو اقسام سے زیادہ حاصل نہیں تھے۔

جاننیے۔ بعثت رسول کے لئے حکمت الٰہیہ کا اقتضاء اس خیر نسبی میں منحصر ہے جو تدبیر فی البعث میں معتبر ہے۔ لیکن اس کی حقیقت کو علام الغیوب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ ہم یہ قطعی جانتے ہیں کہ یہاں کچھ اسباب ایسے ہیں جن سے اس بعثت کا تخلف نہیں ہوتا اور یہ اس طرح کہ وہ وقت ایک ایسی سلطنت کے ظہور کا وقت ہوگا۔ جس سے باقی سلطنتیں مٹ سکتی ہیں۔ تو ایسے وقت اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مبعوث فرماتے ہیں جو مذکورہ سلطنت کے والیان کیلئے دین کو قائم کرجاتا ہے۔ جیسے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت۔

جب ہر ایک قوم ایک علیحدہ ملت کے ساتھ علیحدہ ہو جاتی ہے۔ اور اپنے لئے مختلف طریقے

بقیہ حاشیہ کرنے اور ظلم کے دفع کرنے کی توفیق بھی دیگئی ہو تو وہ الخلیفۃ کہلاتا ہے۔ اور جس پر ملاء اعلیٰ کا نزول والہام ہوا اور ملاء اعلیٰ کیطرف سے علم وخطاب سے نوازا جائے وہ اسے نظر بھی آئیں اور مختلف اقسام کرامات کا ظہور بھی ہو تو اس کا نام المؤید بروح القدس ہے اور ایسا شخص جس کی زبان اور دل میں ایسا نور رکھا گیا ہے کہ اس کی صحبت اور نصیحت سے انسانوں کو فائدہ اور نفع ہو اور اس کے اصحاب میں سے حواریین کی طرف اس کا نور اور سکینہ منتقل ہو جس کے واسطہ سے کمال کی نہایات کو پہنچ جائیں اور وہ ان کی ہدایت پر برانگیختہ ہے تو یہ ہے۔ الھادی المزکی۔ اور جس کے علم کا اکثر حصہ ملت کے قواعد اور ان کی بہتری کی معرفت ہو ان میں سے ہر قاعدہ اور مصلحت جو مٹ چکی ہے اس کے قائم کرنے کی کوشش اور لگن رکھتا ہے وہ اماما ہے اور اگر اس کے قلب میں یہ بات ڈال دی گئی ہو کہ لوگوں کو یہ اطلاع اور خبر دے کہ دنیا میں ان پر بہت بڑی مصیبت اور عذاب

اور سنتیں گھڑ لیتے ہیں۔ اور ان کی تردید کرنے والوں کی زبان سے مدافعت کرتے ہیں۔ اور تیمور ستان سے قتل و قتال ہوتا ہے اور ان میں ظلم و ستم واقع ہوتا ہے۔ وہ خوبیاں اور تعلقات جو لائق اور مناسب تھے ضائع ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ملت دوسری ملت پر لعنت کناں ہوتی ہے اور ان میں خوب جنگ برپا ہوتی ہے اور حق و باطل رسم و رواج میں چھپ جاتا ہے تو ایک ایسے امام راشد کی ضرورت لاحق ہوتی ہے جو ان ملتوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے خلیفہ ظالم بادشاہوں کے ساتھ کرتا ہے۔

اور یہ امام جو مختلف امتوں کو جمع کر کے ایک اُمت بنا دے چند اصول و قواعد کا محتاج ہوتا ہے۔

ایک یہ کہ اپنی قوم کو سنت راشدہ کی طرف دعوت دے اور ان کے حال کی اصلاح و تزکیہ کرے پھر ان کو بمنزلہ اپنے اعضاء اور بازو کے بنالے تو پھر اہل زمین کے ساتھ جہاد کرے اور اپنے تربیت یافتوں کو اطراف عالم پھیلا دے یہی بات اس آیت کریمہ جو قولہ تعالیٰ کنتم خیر اُمۃ اُخرجت للناس۔ تم سب سے اچھی امت ہو۔ جو لوگوں کے لئے بنائے گئے۔

اور یہ اس لئے کہ یہ امام خود اس سے بیشمار اُمتوں کا مجاہدہ نہیں آسکتا۔ اور زیادہ یہ ہے۔ کہ دوسروں کا تابع ہونا ایسی مدت تک کے لئے ہوتا ہے۔ کہ نبیؐ کی عمر اس وقت تک لمبی نہیں رہتی۔ جیسا کہ موجود شریعتوں میں اب واقع ہوا۔ بیشک یہود و نصارٰی اور مسلمان ان میں سے پہلے مومن ایک جماعت ہوتی ہے۔ پھر وُہ اس کے بعد غالب ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ممالک جو کہ درمیانے مزاجوں کے پیدا ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ دو بڑے بادشاہوں کے ماتحت قرب قیامت میں ہوں گے ایک کسریٰ جو کہ عراق۔ یمن۔ خراسان اور اردگرد کے ممالک پر حاکم تھے۔ اور ماورالنہر اور ہندوستان کے کے بادشاہ اُس کے حکم کے ماتحت تھے۔ اور ہر سال اُسے ٹیکس ادا کرتے تھے۔

دوسرے قیصر۔ جو کہ شام۔ روم اور اردگرد کے ممالک پر حاکم تھے۔ اور مصر۔ مغرب اور افریقہ کے بادشاہ اُس کے حکم کے ماتحت تھے۔ جن کی طرف سے اُس کے ہاں ٹیکس آتا تھا۔ اِن دو بادشاہوں کی حکومت

بقیہ حاشیہ صفحہ کا آنا مقدر ہو چکا ہے یا کسی قوم کا اللہ کی لعنت کا مستحق ہونا معلوم کر کے ان کو اس کی خبر دیدے تو اس کا نام منذر ہے ——— حجۃ اللہ البالغۃ ج ا صفحہ ۸۴ طبع ہند ؟

اور اپنے اپنے ممالک پر حکم تمام رُوئے زمین پر غالب ہونے کے مانند تھا۔ اور ان کی عیاشی کی عادات ان تمام ملکوں میں جاری وساری تھیں جو اُن کے ماتحت تھے۔ اور ان عادات کو بدلنا اور ان سے روکنا تمام ممالک کے لئے تنبیہ کا باعث بنتے تھے۔

لیکن باقی جو کہ معتدل مزاجی سے دور تھے: اُن میں مکمل مصلحت قبول کرنے کی سکت نہ تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایک عالمی ملت کے قائم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور یہ کہ لوگوں کے لئے ایک ایسی اُمت ظاہر فرمائے۔ جو کہ اُنہیں بھلے کاموں کا حکم کرے۔ اور بُرے کاموں سے روکے۔ اور ان کی بُری رُسوم سے روکے۔ اور یہ ان دو حکومتوں کے مٹ جانے پر موقوف تھا۔ جو کہ ان کے احوال کے لئے آسان تھا۔ کیوں کہ اُن دونوں حکومتوں کے حالات تمام اچھے ممالک تک پہنچ جاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُنکی حکومتیں مٹانے کا فیصلہ فرمایا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ کسریٰ ہلاک ہوگیا۔ اب اسکے بعد کوئی کسریٰ نہیں۔ اور قیصر ہلاک ہوگیا۔ اب اس کے بعد کوئی قیصر نہیں۔

تو رُوئے زمین کے باطل کو مٹانے والا حق آیا۔ کہ عرب کا باطل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطہ سے مٹ گیا۔ بعد ان دونوں بادشاہوں کا باطل عرب کے ذریعہ سے مٹ گیا۔ اور تمام ممالک کا باطل اِن جماعتوں کے ذریعہ سے مٹ گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے کامل و غالب دلیل ہے۔ پہلے مہاجرین وانصار قریش اور ان کے ارد گرد کے لوگوں کے اسلام میں آنے کا سبب تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے ہاتھوں پہ عراق اور شام کو فتح کرایا۔ پھر انہیں کے ہاتھوں پہ فارس اور روم کو فتح کرایا۔ پھر ان کے ہاتھوں پہ ہندوستان، ترک اور سوڈان کو فتح کرایا۔ یہ بمنزلہ بنیاد کے بن گیا جس پر کہ دیوار قائم ہوگئی اور دیوار پر چھت رکھی گئی

فوائد متفرقہ

حضور اکرم صلی اللہ کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے طریقہ پر زندہ کرنا تھا۔ اور اس کی پہلے مثال احیائے ملت ابراہیمی علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطہ سے طریقہ اسرائیل پر گذری۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شریعت موسوی علیہ السلام کے خصوصاً تابع تھے۔ اسی لئے قرآنی سورتوں کے اوائل میں اس کا ذکر آتا ہے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (بیشک ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو کہ تم پر گواہ ہے۔ جیسا کہ

فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان کے لوگوں کو چیلنج دیتا تھا۔ کہ تورات و قرآن کی تعلیم کی طرح اور تعلیم لائیں۔ اور بیشک اگر اس سے زیادہ ہدایت والی شئی ہوگی۔ تو وہ اس کا اتباع کرے گا۔ اور یہ تمام دنیا کے لئے چیلنج ہوتا تھا۔ لیکن خاص عرب کے لوگوں کو چیلنج کرنا وہ محض قرآن مجید کے ذریعہ تھا۔ ہم نے آجکل یہود و نصاریٰ کی موجودہ اُمتیں دیکھیں جو کہ تورات کی تعلیم پیروی کرتے۔ اور صابئین کے ہاں وہ لوگ جو کہ ایران کے مجوسی تھے۔ اُن کے کتاب ''زرادست'' ہے۔ اور ہندوؤں کے ہاں جو کہ یہود و نصاریٰ کی طرح گروہ ہیں۔ برہمن ہیں۔ جن کے ہاں کتاب ''ویدک'' ہے۔ جس کی وہ اتباع کرتے ہیں۔ وہ یہودیوں کی طرح ہیں۔ اور سمینہ گروہ بودھا کے پیروکار نصاریٰ کی طرح ہیں۔ ان کے بوذا اور اُس کے تابع لوگوں کی حکمت ہے۔ لیکن ان تمام مجوس ایران برہمن ہند اور سملینہ کے ہاں کوئی کتاب تورات کی طرح نہیں۔ اور وہ خود بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

صابئہ میں سے ایک جماعت ہے۔ جو کہ عقلی نظریوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ ان کا مرکز یونان اور روم تھا اور یہ لوگ جب ایک قوم کو اکٹھا کرتے اور اپنے شہری قوانین سے اعلیٰ قانون کے محتاج ہوتے۔ تو اہل کتاب (یہود) سے وہ کچھ لیتے جو کہ اُن کے مزاجوں کے مناسب ہوتا۔ پھر جب ایک عام گروہ بن جاتا تو کسی جابر بادشاہ سے مدد حاصل کرتے (دکٹوریہ) یا کسی دین کی دین کی طرف رجوع کرتے۔ اور پہلے دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نہ تھی۔ جو کہ انبیاء کی لائی ہوئی شریعتوں کو لکھتی اور جمع کرتی۔ جیسا کہ تورات ہے۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ایک مقام یا ایک قوم کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ روئے زمین کی تمام انسانی مخلوق کے لئے عام تھا۔ جو فرش زمین پر موجود تھی۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت ابراہیم کی طرح تمام انسانوں کے لئے عمومی دعوت دینے والا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا اللہ تعالیٰ کے اس قول کا یہی مفہوم ہے اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔

حضرت ابراہیمؑ کے دین کی روح یہ تھی ۱۔ اجتماعیات میں بعض مسلمانوں کی ملوکیت کو مٹانا ۲۔ مخلوق کی معبودیت کو مٹانا اور یہی خالص توحید ہے۔ یہ ایسا فکر ہے کہ ہر سلیم الفطرۃ آدمی اسی کی ترجمانی کرلیگا۔ اس لئے کوئی انسان یہ برداشت نہیں کرتا کہ اپنے جیسے انسان کا خادم بنے۔ اور ہر ایک انسان کا طبعی میلان یہی ہے کہ ان کا ہر ایک کام باہمی مشورہ سے طے ہو اور اسے بھی شوریٰ میں دخل ہو اور یہ فطرت انسانی کا مقتضیٰ ہے۔

ترقی یافتہ عقل والوں کا ایک گروہ ثابت کر چکا ہے کہ ان جسمانیات کے ماوراء ایک ایسا الٰہ ہے جو بذریعہ اپنی صفات لازمہ کے اس کائنات کو اپنے قبضہ میں رکھے ہوئے ہے۔ جب کوئی انسان الوہیت کے بارے میں صحیح فکر کرے گا تو اُسے لازم ہو جاتا ہے کہ اس جیسے عقیدہ کا معتقد ہو جائے اور ہر اس محسوس شئی کے الٰہ ہونے کا انکار کر دے جسے حواس سے ادراک کیا جا سکے۔ اس عقیدہ سے تمام دجالوں کی غلامیت سے چھوٹ جاتا ہے اور یہ عین فطرت انسانی ہے۔

لیکن یہ دعوت ابراہیمی علیہ السلام تمام انسانوں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں نہیں پہنچ پائی۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیم کا ارادہ ہوا کہ ان کی ذریۃ میں ایسی قوت ارادیہ ظاہر ہو جو تمام انسانوں میں اس فکر و دعوت کو پھیلائے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ سے اعطاء ولد کے طالب ہوئے جس پر حضرت اسمٰعیل اور حضرت اسحاق کا دربار خداوندی سے ہبہ ملا۔ حضرت ابراہیم نے دونوں بیٹوں کے لئے مسجدیں تعمیر کیں مسجد قدس اسحاق کے لئے اور مسجد مکہ اسماعیل کے لئے۔

اور ہر وہ مرد جو ذریت ابراہیم علیہ السلام میں پیدا ہوا اور اولعزم تھا اسے بات محبوب ہوئی کہ تمام انسانوں تک اس دین کی نشر و اشاعت میں امام بنے انہیں میں سے ایک حضرت موسیٰ بھی ہیں۔ لیکن ان کو اس کی استطاعت نہ ہوتی۔ اس لئے کہ ان کی قوم جو نبی کے لئے بمنزلہ جوارح ہوتی ہے انہیں کے ذریعہ وہ نبی اپنے فکر و دعوت کی نشر و اشاعت کرتا ہے اس قوم نے حضرت موسیٰ کی مناسب اطاعت نہیں کی۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام ارادہ رکھتے تھے کہ اپنی قوم کو مصر سے قدس کی طرف لے جائیں اور وہاں اپنے اصلی وطن میں اس فکر و دعوت کو جو حقیقی مطلوب تھا کی تکمیل کے لئے ادارہ قائم کریں لیکن وہ قدس میں نہیں پہنچ سکے بلکہ راستہ میں اجل نے آلیا۔ پھر بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام جیسا ان کے بعد عالی ہمت پیدا نہیں ہوا پھر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لاتے ہیں ان کا ارادہ بھی یہی ہوا کہ اس دعوت کی تعمیم کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام بنیں۔ لیکن یہود نے ان کو قبول نہیں کیا۔ اس واقعہ کے بعد انہوں نے ایک جمعیۃ تبلیغیہ کی بنیاد ڈالی تاکہ جمیع الامم میں اس فکر کو پھیلایا جائے۔ اور اس کے بعد مشرقی روم کے بادشاہ نے عیسائیت کو قبول کر لیا اور ان کو اس طرح ایسے کام کرنے کی قدرت اور استطاعت حاصل ہو گئی جن کے کرنے کی یہود کو کبھی استطاعت اور قدرت نہیں ہو سکی۔

خلاصہ یہ کہ یہودیوں نے بنی اسرائیل قومیت کی بنیاد پر یہودی تحریک کی اساس رکھی اور وہ دین ابراہیم علیہ السلام سے متجاوز نہیں ہوتے تھے اور ہر اس شخص سے نافرمان اور باغی ہو جاتے جو بنی اسرائیل کے علاوہ دوسری اقوام میں اس بات کی نشر و اشاعت کا ارادہ رکھتا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام یہود سے ناامید ہوئے تو اس فکر و دعوت حنیفیہ کو تمام عالم میں نشر و اشاعت کی غرض سے ایک علیحدہ جماعت بنائی اور اس کام کے کرنے کا اپنے حوارین سے عہد و پیمان لیا تو اس پر دو ملتیں منظم ہو کر معرض وجود میں آئیں ایک بنی اسرائیل میں مختص تھی دوسری غیر بنی اسرائیل کے لئے ہوئی۔

حضرت ابراہیمؑ کو یہ پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرماتے ہوئے ان کی اولاد سے ایک آدمی کھڑا کریں گے جو تمام اطراف زمین میں اس دین کی اقامت کا باعث ہوگا۔ اور اپنی فراست سے پہچان چکے تھے کہ ایسا شخص اولاد اسماعیلؑ سے ہوگا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اسمٰعیل کو وادی غیر ذی زرع میں سکونت پذیر بنایا۔ چوں کہ وہ جانتے تھے ہر وہ قوم جو زراعت پیشہ ہوئی ایک وطن کے ہو رہتے ہیں اور جب ان کا عقیدہ وطنیت بن جاتا ہے تو اسی پر اشتداد اور جمود اختیار کر لیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وطنیت انسانوں دیگر اقوام عالم سے منفرد کر دیتی ہے۔ اور ان پر نسلیت غالب آجاتی ہے۔ اور جب ان کے آبا کی کچھ اولاد دوسرے علاقہ اور وطن میں آباد ہوا اور ان کی وطنی مصلحت پر ان بھائیوں کی مصلحت غالب نہیں ہو سکتی۔ اور اس طرح جب کسی ملت کی بنیاد اگرچہ عقائد حقہ پر ہی ہو لیکن انہوں نے اپنے حصہ کو کسی ایسے علاقہ کے ساتھ متعلق کر لیا ہو جو اپنے اندر کثرۃ مال رکھتا ہو اور زرخیز بھی ہو تو ان کیلئے دوسری اقوام کے وہ مصالح اور ضروریات جو ان کی وطنی مصالح اور ضروریات کے معارض ہوں کوئی اہمیت نہیں رکھتے اگرچہ وہ اقوام ان کی ملت کے ہی کیوں نہ ہوں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو غیر آباد علاقہ میں سکونت پذیر بناتے وقت حضرت ابراہیم کا ارادہ یہ تھا کہ ان میں عصبیت وطنی نشو و نما نہیں پائے گی۔ بلکہ ان میں مصلحت ملی کی محبت راسخ نہ ہوگی اور اپنی فراست سے یہ بھی جان چکے تھے کہ وہ شخص ان کی اولاد سے ہو کر مکہ ہی میں پیدا ہوگا، جو اس مقصد پر فائز المرام ہوگا اگرچہ اس کے حصول کی کوشش کرنے والے بہت ہوں گے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ بایں وجہ جب کسی قسم تمدن میں غرق ہو چکیں گے تو اپنے اوپر دوسرے اہل تمدن کی فوقیت کو قبول

نہیں کریں گے۔ اسی سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کامل العصمت ہونے کے باوجود اپنے مقصد پر نہیں پہنچ پائے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے گرد یہود کے جمع ہونے اور اس دعوت کی تعمیم اور نشر و اشاعت پر کمربستہ ہونے سے ناامید ہو چکے تو ان کو تنبیہ ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے شخص کی بعثت کر اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں ہی اپنی فراست کے معلوم کر چکے ہیں اور ان کی فراست صادقہ ہوگی۔ تو بشارت دیدی کہ میرے بعد ایک ایسا شخص آئے گا جو اس بات کو پورا کرے گا جس کی تکمیل کا وہ ارادہ کر چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے حواریوں کو اس کی وصیت بھی کی لیکن ان کے حواری چوں کہ قوم یہود سے تھے تو مناسب تصریح کرنا ان کو ممکن نہ ہوا بلکہ مبہم طریقہ سے فرمایا۔ میں تمہارے پاس آؤنگا۔ پھر اس کی تفسیر کر کے فرمایا۔ میں تمہاری طرف فارقلیط بھیجوں گا وہ مجھ ہی سے ہوگا۔ وہ جو کچھ کہے گا اللہ کیطرف سے کہے گا۔ اور جو بات کہیگا وہ اللہ کی ہوگی تو ان کے بارے میں کہا وہ مجھ سے ہوگا۔ اور فرمایا۔ وہ آئے اور تمہیں ان باتوں کی تعلیم دے گا جن کے بتانے کی اب مجھے طاقت نہیں ہے۔ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی حکومت قائم کریں گے۔

یقیناً یہ بشارت ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھی لیکن یہود اسکے سننے اور تحمل کی قدرت نہیں رکھتے ہیں تو حاسد اور بعید از قیاس تاویل سے اس بشارۃ کو مسخ کر ڈالا اگرچہ کلمات اللہ کی تغیر پر قادر نہیں ہوئے۔ لہذا آج بھی وہ شخص جو ان سرکشوں کی تفسیر سے ہٹ کر تورات و انجیل کا مطالعہ کرے تو یقیناً ادراک حق کرے گا۔

(ہمارے نبیؐ کا مقصد حکومت قویہ کی اقامت ہے)

ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ جن کے بعثت کی حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام امید رکھتے اور جس کی عیسیٰؑ نے بشارۃ دی تو ہمارے نبی علیہ السلام کا مقصد متعین ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہے ایسی قوی حکومت کا قائم کرنا جس میں مختلف اقوام و امم ملت حنفیہ پر متحد ہو اور دوسری کوئی حکومت اس دنیا میں باقی نہ رہے جو اس کا معارضہ کر سکے اور نبی علیہ السلام اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں جب خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی کارکردگیوں کو حضور علیہ السلام کی کارکردگی کیساتھ ملا کر دیکھا جائے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ حضور علیہ السلام جس چیز کا ارادہ رکھتے تھے انہوں نے اسکو کمال تک پہنچا دیا ہے۔ (یعنی حکومت قویہ کی اقامت ۱۲)

اور قرآن نے بھی حضور علیہ السلام کو ایک مثال کے ساتھ اپنی کامیابی کی بشارۃ سنائی تھی جو یہ ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ الآیۃ۔ اور ہمارے نبیؐ کی کارکردگی میں ملت ابراہیمی کی روح دکھائی دیتی ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام سرانجام دیئے جن کے کرنے کی کسی بشر کو کبھی طاقت نہیں ہوئی۔ لیکن قرآن شریف نے جمیع اعمال مذکورہ کی نسبت اکیلے حضور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی بلکہ آپؐ اور اُن لوگوں کی طرف جو آپ کے ساتھ تھے کی ہے۔ لہذا اب یہ ممکن ہی نہیں رہا کوئی انسان آپؐ کو الٰہ (معبود) یا فرشتہ بنا ڈالے جب تم اِس فکر کے تحت قرآن پڑھو گے تو ہمارے انکار کا مطمع نظر اسی واقعہ کا ثابت کرنا ہوگا اور وہ سُور قرآن کیطرف یہ بات زیادہ قریب معلوم ہوگی۔ اس مقصد کی طرف ائمہ دین میں سے امام ولی اللہ الدھلویؒ ہم سب سے گویا سبقت لے گئے۔ فلہذا ابتدا میں ان کی کتاب سے ایسی عبارات کا اقتباس کیا ہے جو اس مقصد کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور اب تو نظریات ہماری نظریات نہیں بلکہ یہ امام ولی اللہ الدھلویؒ کے نظریات کہلائیں گے۔ اور بحمد اللہ ہمیں قدرت ہے تمام کتب سماویہ تورات۔ انجیل پھر قرآن کے مضامین کو اس مقصد کے ساتھ منطبق کریں۔ اور اس کے ساتھ یہ اضافہ بھی کرتے ہیں کہ جن حکمار نے اپنے عقلی نظریات پر اعتماد کیا ہے۔ انسانیت کے لئے قرآن جیسا اجتماعی نظام لانے سے قاصر رہے ہیں۔ اور یہی قرآن کی تحدی (چیلنج) کا مفہوم ہے فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ. قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ الآیہ کے ساتھ ایک اور اضافہ بھی کرتے ہیں وہ یہ کہ صابیہ ادیان جو پارسیوں اور ہندوؤں اور جینیوں کے ہاں موجود ہیں وہ سارے اسی مقصد کے گرد گھومتے ہیں اور ان میں ایسے انسان وجود پذیر ہوئے ہیں جو کمال کے انتہائی درجات پر کامیابی میں اپنی نظیر نہیں رکھتے لیکن وہ دعوت اجتماعیہ کے انشاء پر قادر نہیں ہوئے جیسے کہ دین ابراہیمی علیحو تمام انسانوں کو اکٹھا کر دیتا اور بحمد اللہ ہمیں ہندؤں اور ایرانیوں۔ یونانیوں اور جینیوں کے کتب کی پوری معرفت ہے ہم نے ان کو دیکھا کہ وہ ملت حنیفیہ والوں سے کسی طرح بھی آگے نہیں ہو سکے۔ اصحاب فکر کے افکار ایک دوسرے کی تائید کرتے لیکن فکر حق اور صحیح کبھی کسی ایک فرد کا ہوتا ہے۔ لیکن اجتماعیات کا تکوّن ایک فرد سے بالکل نہیں ہو سکتا۔ یہ جب ہو سکتا ہے کہ افراد انسان مل بیٹھیں اور

کسی ایک پر اتفاق رائے ہو جائے۔ اور ہم بحمد اللہ ہند کی گذشتہ صدیوں کی تاریخ سے پورے واقف ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں الامام شاہ ولی اللہ الدہلوی اور ان کے متبعین نے پہلے کوئی اجتماعی تحریک نہیں تھی جو اپنے اندر تقدم رکھتی ہو۔ متمدن مسلمانوں کا اعلیٰ طبقہ جو ہندوستان میں حنفیہ کا دعویدار ہے جیسے دیوبندی یا آزاد منش جیسے اہل الحدیث یہ طائفہ تو آج امام ولی اللہ الدہلوی کی امامت کے معترف ہیں۔

دہلی سے ایک رسالہ الجامعہ نکلتا تھا جس میں ایک مقالہ کے اندر الشیخ اسلم مدرس الجامعہ نے اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور ہندوستان میں الامام ولی اللہ الدہلوی کی امامت کو تمام گروہوں کیلئے ثابت کیا ہے خواہ مسلمان ہیں یا ان کے اغیار جس کی معرفت پر وہ قادر بھی ہوتے ہیں ہم بحمد اللہ کئی سالوں سے اس مسئلہ کی طرف متوجہ رہے اور امام ولی اللہ الدہلوی کے فلسفہ کیطرف خالص نظر سے ہوا اور یہ فلسفہ ہندوؤں میں بھی ایسا موثر ہے جیسے کہ مسلمانوں میں۔ کیوں کہ شیخ کے فلسفہ کی بنیاد ہندوؤں کے فلسفہ کے موافق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت دینے والے اور اپنی قوم قریش کا تزکیہ کرنے والے تھے تو آپ کی پہلی توجہ تکمیل قریش کی طرف ہی تھی۔ کیونکہ جاہلیت میں انہیں تمام قبائل عرب پر دینی سرداری حاصل تھی۔ اس خانہ کعبہ کی تعظیم کے مطابق تھی۔

عرب عام طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی تعظیم کرتے تھے۔ اور بنی اسرائیل کی فضیلت ان کے علم اور حکم میں جانتے تھے لیکن وہ ان کی قوم میں داخل نہیں تھے۔ اور اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ایک گروہ ملک عرب میں رہتا تھا۔ اور انہیں میں سے ہوگئے۔ تو قبائل عرب جب حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کی تعظیم کرتے۔ تو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف مڑ جاتے۔ یعنی قریش کی طرف۔ جیسا کہ وہ اپنی قوم کی طرف مڑتے تھے۔ اور اقرار کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دین کے لئے چن لیا ہے۔ اور قریش صاحب تجارت تھے یعنی انسانوں کا درمیانی طبقہ بادشاہوں کو اور ان کے احوال کو سمجھتا تھا۔ اور ان کے ساتھ وہ معاملات کرتے جو انہیں ان سے راضی کر دیتے تھے۔ اور ان میں لوگوں کے دل نرم کرنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ ان کے اموال خرچ کرنے میں۔ اور وہ اس خانہ کعبہ کے ارد گرد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سو سال پہلے تک اکٹھے ہوتے تھے۔ لیکن پہلے وہ قبائل عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہ اُن کے ہاں معزز تھے جیسا کہ بڑے مشائخ کی اولاد کی عزت کی جاتی ہے جب کہ اُن میں کوئی صلاحیت اور عمدہ اخلاق ہوتے۔ اگر ان میں

سے کوئی ایک ایسے کام کو کرتا کہ جس کی طرف تمام لوگ محتاج ہوتے۔ تو اُن کی اطاعت لوگوں پر آسان ہو جاتی بہ نسبت ان لوگوں جو اُن جیسے نہ ہوتے۔ اور اِس طرح کی بات ان قبائلِ قریش کو حاصل تھی جو کہ قبائلِ عرب میں پھیلے ہوئے تھے۔ تو قبائلِ قریش تمام عرب پر بعض وجوہ کے بہ سبب سردار تھے۔ اگرچہ یہ پوری سرداری نہ تھی اور اُن کے قریب ملکِ عرب کے شمال میں یہودیوں کے گروہ تھے۔ اور وہ ملکِ حجاز میں رہ رہے تھے۔ اور انہیں حجاز کی اقتصادیات میں بہت غلبہ تھا۔ تو وہ طبعاً قریش کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ تاجر تھے۔ اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ تو یہود ان کے قریب میں قریش کے تعلقات میں نسبی قرب پاتے تھے۔

یہ قریش کے کچھ حالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے ہیں۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ملتِ حنیفی کے قیام کے لئے حسب وعدہ مقرر ہوئے تو آپ کے لئے اس کام کی قلبی اور قوم کی طرف سے شہادت تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھا۔ پھر آپ پر وحی آنا شروع ہوئی تو آپ کا ارادہ پورا ہو گیا۔ اور اپنی آغازِ عمر سے مکمل فرمایا۔ آپ نہ نبوت کو جانتے تھے۔ اور نہ ہی اس کی امید تھی۔ لیکن آپ قریش کی باتوں کو تمام اہالیانِ زمین پر بلند کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن کے دادا کی تعلیم کو زندہ کرنے سے اور فقط اس کی مسجد تعمیر کرنے سے۔ اور اُسے تمام دنیا کا قبلہ بنا دیا۔ اور یہ آپؐ کی فطرت اور طبیعت کا تقاضا وحی سے پہلے ہی تھا۔ اور جب آپؐ پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجنے کی فضیلت بخشی تو آپؐ پر وُہ بات آسان کر دی جس کا آپ پہلے سے ارادہ رکھتے تھے۔

اور حضور اکرمؐ کا میزانیہ یہ تھا کہ اپنی قوم کی اصلاح کو مقدم رکھیں جو کہ قریش کی تکمیل تک پہنچا تھا۔ اور قریش کے حجاز میں قریبی قبائل کی طرف جو کہ پہلی اور سب سے اہم بات تھی۔ جب آپ اِس سے فارغ ہوئے۔ اور آپ کو اپنی قوم میں قوت حاصل ہو گئی۔ تو اُن قریبی قریبی گروہوں کی تکمیل میزانیہ کی طرف رجوع فرماتے حتیٰ کہ روئے زمین تک پہنچے،

فصل ۔ حضرت امام ولی اللہؒ دہلوی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس طریقہ کے لئے (جس کی طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دیتے اور ان کا تزکیہ کرتے تھے) چند اصول بتلائے۔ اور وہ چار فضائل حاصل کرنے کا مرجع تھے۔ اولے ۔ پاکیزگی ۔ انسان اپنی فطرت سے بعض چیزوں کو اپنے

بدن کے لئے پلید کرتا ہے۔ اور اپنی پوری وسعت سے اُن سے بچتا ہے۔ اور یہ پیشاب پاخانہ وغیرہ کی طرح ہے یہ یہ چیز انسان کے لئے پلیدی کا سبب بنتی تو نا ممکن تھا کہ وہ اِس سے بہتر جائے اگرچہ ایک لحظہ کے لئے ہو۔ جب اُس میں یہ فضیلت پیدا ہو جائے تو اس کے بعد اسکو مکمل کرنا اس پر آسان ہو جاتا ہے۔ جب آدمی کی جان میں کوئی کلام یا کوئی فکر یا کوئی عادت دل پر مؤثر ہو جائے جیسا کہ پیشاب کا ایک قطرہ اثر کرتا ہے جبکہ اس کے بدن پر پڑتا ہے یا پاخانہ کچھ حصہ جو اُسے پلید کر دیتا ہے اور وہ اس سے ممکن حد تک بچتا ہے۔ اور اُسے دُور کرنے کا پورا ارادہ کر لیتا ہے۔ جتنا کہ وہ اس کا مکلّف بھی ہے تو اس میں ایک خصلت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی خصلت دین کی ایک چوتھائی ہے۔

دوسری خصلت تواضع ہے۔ اس کی حقیقت یہ کہ انسان جب اپنے آبار میں سے کسی آدمی کی تعظیم کرتا ہے یا کسی مُرشد کسی معلم یا کسی بادشاہ اور صالح امیر کی تعظیم کرتا ہے تو انکے سامنے اپنے دل میں تواضع پاتا ہے۔ اور اپنے دل کی گہرائی سے پسند کرتا ہے کہ وہ جب اسے کسی کام کا حکم کریں تو وہ ان کی اطاعت کرے۔ اور پسند کرتا ہے کہ وہ اُسے کسی کام کا حکم دیں حتیٰ کہ وہ انکے حکم کو پورا کرے اور انکے حکم کے مطابق کام کرے اور وہ اپنے دل میں عجیب لذت محسوس کرتا ہے جب اُن کے قریب ہوتا ہے۔ اور یہ سب کچھ فطرت انسانیہ ہے۔ جسے وہ اپنے دل میں پاتا ہے اگر اُسے کوئی آدمی جانتا نہیں پس جب کہ کوئی آدمی اپنے دل کی طرف سے ہدایت پر مؤمن ہو۔ یا کسی نیک آدمی کے اشارہ تو وہ اپنے دل میں ایسے ہی خشوع وخضوع پاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ایسے درجے میں قربت واجب ہو جاتی ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا۔ اور آبار واجداد۔ مرشد اور بادشاہوں کی اطاعت کو ایسی خضوع کی وجہ سے عاجزانہ ادا کرتا ہے جب اُسے اُس کا باپ کسی کام کا حکم دے وہ جان لیتا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو وہ اس کی اطاعت کرتا ہے۔ اور ایسے اطاعت ربّی سے تعبیر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنتا ہے۔ تو جب یہ خصلت اس کے دل میں مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اس میں اُسے ملکہ نصیب ہوتا ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے خضوع حاصل ہو گیا۔ اور اُسے دین کی دوسری چوتھائی نصیب ہو جاتی ہے۔

تیسری خصلت سخاوت ہے۔ آدمی فطرۃً بہت سی چیزوں سے محبت کرتا ہے۔ مثلاً وہ

پسند کرتا ہے کہ اچھی چیز کھائے۔ اچھا پہنے۔ اور ایسے ہی پسند کرتا ہے۔ کہ اس کا مکان اچھا ہو۔ اور پسند کرتا ہے۔ کہ لوگوں میں وہ محترم اور معزز رہے۔ پھر پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو جائے۔ یہ سب انسانی ضروریات کا نقشہ ہے۔

جب انسان کی فطرت ہی یہ ہو۔ کہ جب وہ بہت عمدہ کھانا کھائے تو وہ کھانے کے بعد اُسے نہ بھولے۔ اور یہ لذت اُسے کسی اور چیز کے ساتھ مشغول ہونے سے اور کسی دوسری ضرورت کو پورا کرنے سے روکتی ہے۔ اور ایک اور آدمی اسکے خلاف ہے۔ وہ جب عمدہ کھانا کھاتا ہے تو کھانے سے لذت پاتا ہے۔ لیکن جب کھانے سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اُسے بھول جاتا ہے اور اُسے نہیں سوچتا۔ اور یہ کھانا اسکے لئے کسی اور مشغولیت سے نہیں روکتا۔ یا کسی اور ضرورت کی تکمیل سے نہیں روکتا گویہ آدمی اپنے اخلاق کی تکمیل کا مستحق ہے۔ بخلاف اس پہلے آدمی کے۔

ہم اس کی ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مضبوط آدمی بہت خوبصورت عورت سے شادی کرتا ہے۔ اور اُس سے بہت محبت کرتا ہے۔ اور جماع کے وقت بہت عجیب لذت پاتا ہے۔ اس سے زیادہ جتنی کہ دوسرے لوگ اپنی اپنی بیویوں سے مباشرت میں پاتے ہیں۔ باوجود اس کے جب وہ اس سے فارغ ہوتا ہے۔ اور کسی فکر اور نظریے میں مشغول ہوتا ہے۔ اور کسی مسئلے کے حل کی طرف مشغول ہوتا ہے۔ تو وہ لذت نہیں پاتا۔ اور نہ ہی اُسے یاد کرتا ہے۔ اور ایسے ہی جب مسجد کی طرف جاتا ہے۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہے۔ تو وہ لذت نہیں پاتا۔ اور وہ اُسے اپنے رب کی یاد اور عبادت سے مشغول رکھتی ہے۔ یہ خلق کہ جب ایک انسان اپنی نفسانی ضروریات سے پورے طور پر مشغول ہو پھر جب اُس سے فارغ ہو۔ اور اُسے اپنے رب کی یاد اور عبادت سے مشغول رکھتی ہے

یہ خلق کہ جب ایک انسان اپنی نفسانی ضروریات سے پورے طور پر مشغول ہو پھر جب اُس سے فارغ ہو۔ اور اُسے چھوڑ دے۔ تو وہ اپنی تمام ضروریات بھول جاتا ہے۔ اُسے نہیں سوچتا۔ اور نہ اُسے دوسری چیزوں سے مشغول نہیں کرتیں۔ تو اس کی فطرت اُس پانی کی طرح ہو جاتی ہے۔ کہ جس میں ہم اپنی انگلی ڈالیں تو اُس میں ہم بہت سا فاصلہ پاتے ہیں۔ اور جب اُس سے انگلی اٹھا لیتے ہیں۔ تو پانی ایسے ہو جاتا ہے جیسا کہ اُس سے پہلے تھا۔ گویا کہ اس میں کوئی چیز بھی داخل نہیں ہوئی۔

اور اس خلق کو ہم سماحت وسخاوت کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ حضرت امام ولی اللہؒ کے اصول کے مطابق دین کی تیسری چوتھائی ہے۔

چوتھی خصلت عدالت ہے۔ عدالت لوگوں میں صاف اور واضح ہے۔ اس سے کوئی آدمی ناواقف نہیں جسے لوگوں کے اجتماعات میں کچھ حصہ ہے پس جبکہ انسان طبعًا اجتماعی ہے۔ جانتا ہے کہ اجتماع عدل کے ذریعہ ہی سے مضبوط رہتا ہے۔ تو عدالت انسانیت کے لازم ملزوم ہے۔ ہر آدمی یا ہر گھر یا ہر قبیلہ یا ہر گروہ جس کے لئے عدالت سے عمدہ حصہ نہیں۔ وہ انسانیت کے کسی حصے میں نہیں حضرت امام ولی اللہؒ اس خصلت کو پہلی تین خصائل کا مرجع شمار کرتے ہیں۔ پس جب کہ ایک آدمی کے ہاں پاکیزگی تواضع اور سخاوت ہو اور اس میں عدالت نہ ہو اس کی کوئی چیز معتبر نہیں اور دین میں اس کے لئے کوئی حصہ نہیں اگرچہ ذرہ برابر کیوں نہ ہو۔ اور اگر یہ فرض محال کی ہو یعنی کہ یہ ٹھیک نہیں کہ ایک آدمی پاک متواضع اور سخی ہو اور عادل نہ ہو۔ پس جب ایک آدمی ان تین فضائل کا مالک ہو تو وہ طبعًا عدالت میں بھی مکمل ہوگا۔

یہ چار خصائل ہیں۔ جنہیں حضرۃ امام ولی اللہؒ تمام مامورات کا مرجع بناتے ہیں۔ اور اسکی ضد شرعًا رد کی ہوئی چیزوں کو بتاتے ہیں۔ اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ اس مقصد کی پوری شرح ہے۔ اب ایک چیز باقی رہ گئی جسے شیخ نے تعظیم شعائر اللہ کا نام دیا ہے۔ پس چار خصائل شعائر اللہ کی تعظیم کے شعائر اللہ کے ساتھ اور ان کی ضد چھوڑنے کے ساتھ اسے شیخ خدائی دین کا خلاصہ بناتے ہیں جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔

ہم پر یہ آسان تھا کہ ہم حجۃ اللہ البالغہ سے کچھ اقتباسات لکھتے۔ لیکن یہ ہمیں محبوب ہے کہ ہم اپنی شرح سے ملا ڈالیں تاکہ صاحب زمانہ کے سمجھانے کے زیادہ قریب ہو۔

تعظیم شعائر اللہ ــــ مختصر بات سے ہم اس کی شرح کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں۔

فصل

اللہ والے حکماء نے اپنے اجماع سے دریافت کیا کہ اس جہان کا [illegible] اور پیدا کرنے والا معبود ہے۔ جس کی طرف لوگوں کے عقول ایک خاص طریقے سے جاتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے اس میں اصطلاحات اور طریقے ہیں۔

ان میں سے اجتماعیوں کی ایک جماعت نے اِس بات پر اتفاق کیا کہ تجلیات اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ تو انسان جیسا کہ اپنی نظر سے ایک دور سے چیز کیطرف دیکھتا ہے۔ اور اُس وقت نظارہ کیطرف بالکل غور نہیں کرتا۔ اور جانتا ہے۔ کہ وہ اُس خاص چیز کو دیکھتا ہے اسطرح جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شانوں میں سے کوئی شان دیکھیں تو ہم بعض مخلوقاتِ الٰہی کو اس شان کے دیکھنے کے لئے نظارہ کی طرح کرتے ہیں اور اُسی کا نام تجلّی رکھتے ہیں۔ اور اس میں بحث حضرت اسمٰعیل شہیدؒ کی عبقات میں پوری ہے۔ جیسے امام ولی اللہؒ نے پایا۔ اور عبقات امام ولی اللہؒ کی کتب کا زیادہ قریبی مقدمہ ہے

انبیاء علیھم السّلام نے رب تعالیٰ کی پہچان میں تجلیات کے ثابت کرنے پر اعتماد کیا۔ پس وہ تجلّی جو کہ عرش عظیم پہ برابر ہے۔ اُسے رحمٰن کہتے ہیں اور وہ آخری چیز ہے۔ جس کی طرف انسان اپنی ترقی اور بلندی میں پہنچتا ہے۔ جب ایک آدمی کے ہاں یہ بات پکی ہوجاتی ہے کہ یہ امر مثلاً الٰہی تجلّی ہے۔ تو اس پر ضروری ہے۔ کہ وہ اس کی حد تعظیم جتنا تعظیم کرے۔ ۔ اور یہ تعظیم دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔ کیونکہ واسطہ نظارہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے۔ جب اُس کی طرف توجہ کرتا ہے۔ تو اس کا نام ہم شعائر اللہ رکھتے ہیں۔ اور توجہ نہ ہونے پر تجلّی نام رکھتے ہیں۔

پس شعائر اللہ کی تعظیم (جو کہ آدمی کے ہاں ثابت ہو چکے کہ یہ شعائر اللہ ہیں) اللہ تعالیٰ پہ ایمان کا بڑا حصّہ ہے۔ اور وُہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا واسطہ قریب کردیتا ہے۔ اور انسان کے دل میں ایک طاقت ہے جس پہ پیدا ہوا۔ جس سے اللہ تعالیٰ کو بلاواسطہ پانے کی لذت حاصل کرتا ہے

لیکن یہ چار خصائل انساں کو کامل کردیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کے مقرب فرشتے ہیں امام ولی اللہؒ ان حقائق کو مختصر کرتے ہیں۔ اور صرف کلموں سے اس کی تعبیر کرتے ہیں۔

اوّل سے جبروت کی طرف جھانکنا دُوسرا ملکوں کے ساتھ مشابہت اور وہ امام ولی اللہ کے ہاں انسانی کمال کی انتہا ہے۔ اور یہ سب آدمی ہر انسان پر ضروری ہے۔ اس کے پوشیدہ لطائف کے تقاضا کے موجب اور موافق فطرت انسانی جبلت میں پاک موجود طاقتوں کے موجب تعلیم دین ایک مثال کی طرح ہے ایک نوجوان کی طرح جو کہ ایک عورت کے ساتھ شادی کرنے کے اسباب اس طرح پہ پاتا ہے۔ کہ جس سے اجتماع محبت کرتا ہے اور عزت کرتا ہے۔ اگر اس جواں میں پیدائشی مردانگی طاقت نہ ہو

تو اُسے شادی اور نکاح کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر یہ نوجوان چھوڑ دے۔

اور اس کا حال اپنی شہوت کے پورا کرنے میں اور فطرت کے موافق اُس شہوت کو اپنے علم کے مطابق پورا کرنے میں ہو۔ تو وہ ایسی چیزیں عمل میں لائے گا۔ جو کہ اجتماعی لوگوں کے ہاں خراب اور بیوقوفی کی ہوں۔ اور اسکے بعد وُہ اپنے حالات کی اصلاح پر قادر نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اپنی جان کی نافرمانی دُور کرنے پہ قادر ہوگا۔

اور جب اُسے ان کا باپ اجتماعی ضروریات کا عادی بنادے۔ جیسا کہ اُن کے عمدہ طریقوں میں اپنے تجربے ہیں۔ اور اپنے نوجوان لڑکے کی اس میں امداد کریں۔ تو یہ فطرتِ انسانیہ ہی کی تکمیل ہوگی۔ تو ایک نوجوان کا امر نکاح میں اپنے ماں باپ کے مشورہ سے فائدہ لینا۔ اور اس کا انبیاء علیھم السلام کی نصائح سے فائدہ حاصل کرنا ایک دانا کی نظر میں یہ دونوں ایک ہی امر ہیں۔

یہ بحث تمہید تھی حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قوم ہدایت دینے میں طریقے کی اور ان کے تزکیہ کرنے میں۔ تاکہ انہیں روئے زمیں کے لوگوں کی طرف ہدایت پھیلانے کا ذریعہ بنائے ہم اسکے بعد بعض آیات کو فقط قریش کی ہدایت کی تکمیل کے لئے کریں گے۔ اور بعض دوسری آیات دوسری امتوں کی ہدایت کے لئے۔

فصل

اس سے پہلے ہم نے عدالت کے بارے میں کلام کی ہے۔ لیکن ہم نے مختصر کہا۔ اور اجمالاً باتیں کہیں۔ اسی لئے ہم ارادہ کرتے ہیں۔ کہ اس خصلت کی مزید شرح وضاحت کردیں۔

اس سے گزر چکا ہے۔ کہ انسان کیا ہے؟ حکماء کا ایک گروہ اُسے یہی جانتا ہے کہ وہ حیوان ناطق ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ سوچنے والا ہے اور اپنی فکر کی تنظیم پر اور رائے مختلف فنون کی طرف تقسیم کرنے پر قادر ہے۔ اور اس کی تعبیر ایک ایسی فصیح وبلیغ کلام کرنے پر قادر ہے اپنی طرف سے ایجاد کرتا ہے۔ اور ایک گروہ انسان کو یہی سمجھتا ہے۔ کہ وہ حیوان جو کہ آلات کو استعمال کرتا ہے پہلے معنیٰ کی شرح ہم نے پہلی فصلوں میں کردی۔ اور اس فصل میں دوسری تعریف کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ آدمی تمام جانوروں کی طرح محتاج ہے۔

اپنی غذا میں ان چیزوں کی طرف سے الٰہی قدرت نے پیدا فرمایا۔ جس میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔

پس انسان میٹھے میوے کھاتا ہے اور خالص پانی پیتا ہے اور اس میں اس کی اور علم کا کوئی دخل نہیں۔ اور یہ وہ اس میں باقی حیوانات کی طرح ہے۔ پھر بعض چیزوں دیکھتا ہے۔ یہ خواہش کرتا ہے کہ انہیں اپنے ہاتھ سے حاصل کرلے۔ لیکن وہ ان کی طرف نہیں پہنچتا۔ اور نہ ہی اس کی طبعی طاقت ہوتی ہے۔ تو وہ ان مطلوبہ اشیاء کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوق اشیاء کو ذریعہ ہے۔ یہ آلات کے استعمال کرنے کا مطلب مثلاً ایک درخت کی ٹہنی پہ پھل دیکھتا ہے جسے اپنے ہاتھ سے حاصل نہیں کر سکتا۔

اور نہ ہی تک پہنچتا ہے۔ اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ اس درخت پر چڑھ جائے۔ تو زمین سے ایک پتھر اٹھاتا ہے اور درجب پر پھینکتا ہے۔ تاکہ وہ پھل گر پڑے جس یہ محتاج ہے۔ جب پتھر نہیں پاتا۔ تو اسی سے ٹہنی توڑتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے اُس پھل گرانے کی مدد حاصل کرتا ہے۔ تاکہ اُسے کھالے۔ یہی الآت کا استعمال کرتا ہے۔ تو انسان کے لئے روزانہ اس کی ضروریات مطابق نئے نئے ہتھیاروں کا بنانا ہوگا اور یہ اس کے سوا ناممکن ہے کہ وہ اس نئے ہتھیاروں کے حصول میں ہمیشہ فکر کو لگادے۔ تو اسکی طرف رستہ پالے گا۔ اگر ایک کافی مدت کے بعد اور کافی تھکان کے بعد ہو۔ ہر وہ آدمی جس کی طاقت میں ہو کہ نئے ہتھیار بنالے وہ غنی ہوگا۔ اور جسے اس کی طاقت نہ ہو۔ وہ فقیر اور مفلس ہوگا۔

طاقتور حیوانات جیسے ہاتھی شیر وغیرہ کبھی اپنے مقصود کی طرف اپنی طبعی طاقت کے ذریعہ سے پہنچتے ہیں اور انسان جبکہ اُن حیوانات کی بہ نسبت کمزور ہے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہتھیار بنانے کا خیال ڈالا ہے۔ جس سے معمولی نظر سے اپنے مقصد کو حاصل کرنے سے مدد حاصل کرے گا۔ اور بالکل معمولی اور بالکل معمولی قوت سے اس زیادہ جتنا طاقتور حیوانات ہاتھی اور شیر وغیرہ کی طرح اپنی طبعی قوت سے حاصل کرتے ہیں

پس طبعی چیزوں کا معمولی نظر اور قوت کے ذریعہ سے حاصل کرنا اور آلات استعمال کرنے میں معمولی مدت کا لگانا جسے امام ولی اللہؒ نے ارتفاق (نفع حاصل کرنا) کا نام دیا ہے۔

اور حیوانی وانسانی قوت جو کہ ملکی نظریات کی حامل ہے اُسے ہم عقل کہتے ہیں۔ اور جب اُن میں ملکی نور آجائے۔ اور حیوانی قوتوں سے جدا ہو جائے۔ تو وہ انسان کے لئے عقل بن جاتا ہے۔ اور وہ حیوانی طاقتوں کا امام اور بڑا ہے۔ اور انہیں طاقت کے ذریعہ سے انسان آلات بنانے کے لئے کوشش ہوتا ہے۔ جن پہ بہت سے اوقات اور زمانے گزر چکے ہیں۔ اور مطلوب حاصل کرنے میں طاقت

اگر ایسی نہ ہوتی تو ایسے مطلوب حاصل نہ ہوتا۔ اور ایک طبعاً مسکین انسان ایک غنی انسان کا تابع ہوگا۔ وہ اُسے استعمال کرے گا۔ اور ان آلات کے استعمال کرنے میں اس کی قوت کو خرچ کرے گی۔ اور اس کے منافع میں اُسے شریک کرے گا۔ اگر وہ قومی ہے۔ تو مُلک (بادشاہ) بن جائے گا۔ اور اگر اس کی قوت مسکین کی قوت کے برابر ہوگی۔ تو وہ ایک شہری آدمی ہو جائے گا۔ جو کہ لوگوں کے مشورے حاصل کرتا ہے۔ اور ان کا رئیس بن جاتا ہے۔

یہ ارتفاقات کی مثال ہے۔ اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ نے ارتفاقات کی تفسیر میں ایک باب خاص کیا ہے۔ اور اسکی کئی فصلیں بتائی ہیں۔ ارتفاق اول اس سے آدمی خالی نہیں ہوتا جہاں کہیں بھی ہو۔ دوسرا روزی کے آداب ہیں۔ تیسرا گھر کی تدبیر ہیں۔ چوتھا معاملات کے بارے میں پانچواں گھریلو سیاست کے بارے میں۔ چھٹا ملکوں کی سیاست میں۔ اور یہ سیاست مختلف ہوتی ہے۔ اور امامؒ نے اس کا نام خلافت رکھا ہے۔ اور آدمی اس پر اکتفا نہیں کرتا حتےٰ کہ اس کے ساتھ بڑی خلافت ملا لے کہ لوگوں کی بہت بڑی جماعت کو بھی اس کی مخالفت کی طاقت نہ ہو۔ اور الآلات استعمال کرنے میں تکمیل ہوگی

فصل الامام ولی اللہؒ نے پہلی چیزیں فطرتِ انسانیہ کا تقاضا بنائی ہیں۔ کیوں کہ وہ اسے باہر سے نہیں چمٹیں۔ فرمایا:- اگر ایک آدمی شہر سے بہت دور جنگل میں پرورش پائے۔ اور کسی سے کوئی بات نہ سیکھے۔ تو ضرور اسے چند حاجات ہونگی جیسے بھوک۔ پیاس۔ نیچے اور ایک عورت کا مشتاق ہوگا۔ اور ان کے صحیح مزاج ہونے پر اولاد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اور گھر والوں سے مل جائے گا۔ اور ان میں اپنے معاملات کی پرورش پائے گا۔ تو پہلا ارتفاق مکمل طور پر حاصل کرے گا۔ پھر جب بہت ہو جائیں گے تو ضروری ہے۔ کہ ان میں عمدہ اخلاق والا ہو۔ اور اُن میں وہ واقعات ہوں جو کہ تمام ارتفاقات کے موجب ہوں۔ تو ایک قوم میں شاہی کی پرورش عدالت کے نظام کے ماتحت ہوگی۔ اور خلافت کی پرورش مختلف گروہوں میں نوعِ انسان کا تقاضا ہوگی۔

پس انسان جبروت کی طرف چڑھنے اور ملکوت کے ساتھ مشابہت اور ارتفاقات کو مکمل کرنے میں جامع ہے۔ پس نبی صلے اللہ علیہ وسلّم جیسا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور شعائر اللہ کی تعظیم سکھلاتا ہے۔ اور بہترین اخلاق سکھلاتا ہے۔ جن کا نفع نہ صرف انہیں کی طرف لوٹتا ہے۔ بلکہ نوع انسانی کی طرف

عام طور پر لوٹتا ہے۔ اور وہ اس سے ایسے فوائد حاصل کرتے ہیں جیسا کہ ایک جماعت کا فرد نفع حاصل کرتا ہے۔ یہ فرشتوں کے اخلاق ہیں۔ ایسے ہی انہیں ارتفاقات بھی سکھلاتا ہے۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دنیا و آخرت میں پیدا کی ہیں۔ ان سب سے معمولی قوت کے ساتھ نفع حاصل کرتے۔ اور فوائد زیادہ پاتے ہیں۔ تو فرشتے بنی آدم کے اعمال پر حیران ہوتے ہیں۔

فصل :- فی فائدہ اخری،

بعض پر بعض ترتیب دی ہوئی چیزوں کا اثر جب بعض پر پڑ جائے۔ تو باقی میں بھی استعداد کے مطابق اثر پڑ جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے۔ کہ جب ہم چند شیشوں کو ترتیب دیں۔ اور ان کے سامنے ایک شمع جلا کر رکھ دیں۔ تو اس شمع کا شعلہ تمام شیشوں میں ان کے رنگوں کے مطابق ظاہر ہوگا۔ اگرچہ شعلہ صورت مختلف ہوگی۔ لیکن عقلمند اور دانا آدمی کا فیصلہ یہی ہوگا۔ کہ یہ شعلہ وہی ہے۔ ہم اس مثال سے انسانی کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ انسان کی ادنیٰ جزء یہ بدن ہے جسے انسان کے مرنے بعد یا تو میں دفنایا جاتا ہے یا آگ میں جلایا جاتا ہے۔ اور دوسری جزء انسانی وہ طبیعی روح ہے جو اس سارے بدن میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اس بدن کی تمام قوتوں کا حامل ہے۔ اور روح کی شکل بدن کی سی ہے لیکن درحقیقت روح ایک ایسی ہوا ہے جو قوت نورانیہ سے جامد ہو کر بعینہ بدن جیسی صورت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ تو اس دنیا میں انسان کا مصداق یہی بدن تھا لیکن مرنے کے بعد انسان کا مصداق یہ روح طبعی بن جاتا ہے جسے نسمہ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ روح تمام حیوانوں میں مشترک ہے۔ انسان کی تیسری چیز نفس ناطقہ ہے جو ایک روحانی اور نورانی چیز ہے اور طبقہ عالیہ میں صورت انسانیہ کی وہ مثال جو تحت العرش موجود ہے جس کے سامنے اس صورت انسانیہ کے پرتو ہیں۔ ان میں سے یہ نفس ناطقہ بھی ایک عکس اور اس صورت انسانیہ کا پرتو ہے جو عرش کے نیچے طبقہ عالیہ میں عالم مثال سے ہو اور اس کی صورت دو مثال کے صفحے نوع انسانی کی صورت کے عکس میں سے ایک عکس ہوا۔ اور نسمہ انسانیہ کا نسمہ حیوانیہ سے امتیاز تو اس صورت انسانیہ سے ہوگا۔ جب اس نفس ناطقہ کی اس میں تاثیر ہوگی۔ دوزخ اور بہشت میں ان دونوں جزؤں یعنی نسمہ اور نفس ناطقہ کا اتحاد ضروری ہے۔ اور جب انسان بہشت کے کسی نہایت بلند و بالا مکان پر ترقی کر جائے جہاں تک نسمہ کی پہنچ نہ ہو تو انسان کا مصداق نفس ناطقہ ہی ہوگا۔ انسان کی چوتھی جزء روح

روح ملکوتی یا روح الہٰی ہوتی ہے جو درحقیقت ایک شئی سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا حصہ فرشتوں سے ہے۔ جس میں حق تعالیٰ کی تجلی اعظم کی صورت منقش ہوجاتی ہے اور اس نفس کا نفس ناطقہ کے ساتھ اتحاد ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ نسمہ کا نفس ناطقہ کے ساتھ اتحاد تھا۔ پھر جب انسان جنت عالیہ کے ادنیٰ درجات تک ترقی کر جائے تو نفس ناطقہ کی روح الہٰی کے ساتھ موافقت واجب ہے گی۔ پھر جب اس رہائش گاہ سے اسی درجہ کی جگہ آئے گی جہاں تک نفس ناطقہ کی رسائی نہیں تھی تو اس مقام میں انسان کا مصداق روح الہٰی یا روح ملکوتی ہی گا۔

فصل بدن انسانی اور نسمہ یا روح طبیعہ اور نفس ناطقہ اور روح ملکوتی یہ چاروں اجزاء متناسق اور مناسب ترقی سے مقرب ہیں۔ تو وہ شی جو روح الہٰی یعنی روح ملکوتی میں ہوئی اس کا ظہور نفس ناطقہ میں اس کے مزاج کے موافق ہوگا۔ اور نسمہ میں اس کی طبیعت کے موافق اور بدن اس کی اس مقدار کے مناسب ظہور ہوگا۔ پس صورت اگرچہ تبدیل ہوچکی ہے لیکن دانا اور حکیم کی نظر میں امر حقیقی ایک ہی ہوگا۔ تو انوار الہٰیہ کا پرتو روح ملکوتی پر پڑے گا۔ اور درجات ثلاثہ کی طرف نزول کرے گا۔ پھر جسم میں عمل کرنے کے بعد روح الہٰی کی طرف نزول کے موافق اس کا رجوع وصعود ہوگا۔ یہ فطرت انسانیہ ہے جس پر انسانیت کی پرورش ہوتی ہے۔ پس احسن اور ارتفاقات کی وہ صورت ہوئی جس میں اس نور کی توجہ اور چہرہ روح الہٰی کی طرف صعود کر رہا ہو۔ اور ان ارتفاقات کی فاسد ترین صورت وہ ہے کہ بدن انہماک ہی ان سے مستفید ہو اور نسمہ اُسے قبول نہ کرے اور وہ صورت کہ نسمہ تو قبول کرے۔ اور نفس ناطقہ قبول نہ کرے۔ پہلی صورت احسن ہوگی اور وہ صورت کہ اسکی نفس ناطقہ تو قبول کرلے اور اس کو نفس ملکوتی قبول نہ کرے اوس صورت سے احسن ہوگی اس سے کہ جسے نسمہ نے قبول کیا ہو۔ اور جس کو روح ملکوتی نے قبول کیا ہے۔ اس روح ملکوتی کے دوام سے اس کو دوام ہوگا۔ اور اس کے ساتھ لذت اور سرور کامل اور وافر ہوگا۔ جس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا اتم اور وافر نہیں ہے۔ پھر جب انسان اپنے طبعی ارتفاقوں میں اخلاق اربعہ سے مہذب ہوا اور نفس ناطقہ شعائر اللہ کی تعظیم کرنے والا ہوگا۔ تو انسانیۃ کاملہ ہوگی۔ تو ہمارے اس قول کہ نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ہادی اور مزکی تھے، کا معنیٰ یہ ہے کہ اس قوم کی ارتفاق صالح کی طرف راہنمائی کرتے اور اخلاق اربعہ کے ساتھ آراستہ کرتے در انحالانکہ وہ لوگ بواسطہ

شعائر اللہ اللہ تعالی کی طرف مائل اور متوجہ ہو جائے۔ جب نبی امی قوم کی ہدایت اور تزکیہ کو پورا کر لیتا ہے تو ان کو حکم دیتا ہے کہ مختلف قبیلوں اور امتوں کو اسی تعلیم و تہذیب پر جمع کریں۔ اور ان کے لئے اس نبی ؑ کے طریقہ پر چلنا اور ہر ایک قوم کی ہدایت اس طور پر جو ان کو میسر ہو آسان ہو جاتے ہیں تو اس وقت نبی علیہ السلام خلافت کا قائم کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور خلافت بصورت اتم وہ ہوتی ہے جس کی بنیاد نبی علیہ السلام نے رکھی ہو اور اس بنیاد پر تعمیر اس نبی کے صحابہ کے ہاتھوں ہوتی ہو۔ جیسے خلفاء ثلاثہ ابو بکر عمر عثمان علیہم الرضوان تو ان صحابہ نے اس زمین کو جس کا وعدہ اللہ تعالی ابراہیم کے واسطے کیا تھا ور حنیفیہ سے پاکیزہ کر دکھایا اور تین مسجدوں یعنی مسجد نبوی اور دو مساجد ابراہیمی یعنی بیت المقدس اور بیت اللہ کو اسی تعلیم کے مراکز بنا دیا۔ اور انہوں نے دو بڑی سلطنتوں یعنی کسری اور قیصر اس دین اسلام کی تعظیم اور جذبہ کے حکم کو قبول کر لیں۔ تو یہ انسانیت کی ایک پاکیزہ مثال قائم ہوئی۔ اور اللہ تعالی نے اس نبی ؑ کی قوم میں برکت ڈالی تو آپ کی قوم نے اس خلافت میں پانچ صد سال حکومت کی اور دیگر امم اسلامیہ نے اس خلافت میں بقیہ پانچ صد سال حکومت قائم کرنے کا ارادہ نہیں کیا اگرچہ وہ اس دین پر قائم نہ رہیں۔ تو دینی احکام جیسے نبی علیہ السلام کی قومی خلافت کے زمانہ معمول بہا رہے۔

سورہ جمعہ میں آیا ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم الآیۃ، اللہ تعالی کا یہ قول وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ وہ امتیں جو فارس، روم، ہند، ترک اسلام میں داخل ہوئیں۔ جنہوں نے اللہ کے دین کی اقامت کے لئے زمین کی اطراف میں بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں جب انسانیت کا نظام ان کی ترقی کیساتھ ارتفاقات میں تبدیل ہوا تو حکومت کی صورت بھی اُن کی اجتماعیت کے موافق تبدیل ہوگی۔ پہلے ہزار سال کے بعد میں لوگوں میں ان چیزوں میں تبدیلی ہوئی جس کی ابتداء ہزار سال میں تھے تمام مسلمان زعماء اپنی ترقی کی حفاظت اور اپنے طریقے کی تبدیلی اور عظمت کی طاقت نہ رکھ سکے یہاں تک وہاں گرے جہاں معلوم ہے۔ آپ کو۔

ہم اللہ کی حمد اور توفیق سے اپنی فہم جو امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر دین میں سے یقین کرتے ہیں کہ خطا ہم سے ہے اللہ اور رسول دونوں اس سے بری ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ الخ آمین۔

سُورَةُ الفَاتِحَة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ①

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا سارے جہاں کا

العٰلمین سے مراد انسانی امتیں اور قومیں ہیں۔ (فی فضلتکم علی العٰلمین یعنی تمہارے زمانہ کی موجود قوموں پر تمہیں فضیلت دی۔ اس کے سوا دوسری مخلوق میں بھی لفظ عالم مستعمل ہوتا ہے۔ تو اس کا کل ماسوی اللہ پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ مخلوقات کی ایک جنس پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ عام اہل علم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ عمومی معنی مراد لیں تو اس سے کل کائنات مراد ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد ان کمالات کے بدلے میں جن کا ظہور کل کائنات میں ہے کامل ترین ہوگی۔ اور ہمارا رجوع اس طرف ہے کہ لفظ عالم سے مراد فقط قومیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ سورۃ قرآن عظیم کا خلاصہ ہے جس کی اس ذات کی طرف وحی ہوئی جو خاتم النبیین ہے۔ اور نبوت کا موضوع اجتماعیت انسانیہ ہے۔ بایں وجہ جب قرآن مجید میں اُن چیزوں کا ذکر آئے جو انسانیت سے متعلق ہیں۔ جیسے آسمانوں اور زمینوں، جن اور ملائکۃ اللہ اور جنت اور نار وغیرہ کا ذکر تو ان کا ذکر بالتبع آجاتا ہے۔ اور مقصد اجتماعیت انسانیہ کی تکمیل ہی ہے۔ اور تمام نبیوں کا علی وجہ العموم بھی ایک مقصد ہے لیکن ہمارے نبی خاتم الانبیاء کی نبوت کا مقصد جمیع اُمم کے لئے نظام فطرت انسانیہ کے تحت ایک تحریک عمومی کی تکمیل ہے۔ جب جمیع اقوام عالم کیطرف نظر ہونے کے سبب قرآن کا موضوع اجتماعیت انسانیہ ہوئی تو وہ سورت جو اجمالاً مقاصد قرآن کی جامع ہوگی جب اس میں لفظ عالمین ذکر کیا گیا تو اس کا معنی اقوام و امم ہوگا۔

قرآنی وحی کی ابتدار سورت اقرار کے نزول سے ہوئی جس سے غرض اس بعثت نبویہ کے درجہ اولیٰ کا افتتاح تھا جس کا مقصد قریش اور انکے گرد وپیش کی اصلاح تھا تو اس سورت کی ابتدا میں (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ) ذکر ہوا اسلئے کہ قوم کے مفہوم کو انسان اس صورت میں جانتا تھا کہ اس کی طرف علاقات طبیہ کا انشعاب ہوتا ہے اور آباد امہات کا ایک نسبی سلسلہ پھوٹتا ہے اگر انسان سلسلہ نسب کی یاد داشت کو آخر تک تتبع اور تلاش اور جستجو کرے تو اکثر افراد اُمت کو اپنے گھر کے افراد پائے گا یعب قوم سے متعلق معرفت انسان کا مدار خود اس کا نفس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سورت کا اپنے قول اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ سے افتتاح فرمایا۔ اور بعثت نبویہ کا دوسرا درجہ کل امم کا ملت ابراہیمی کے تحت جمع کرنا ہے۔ بایں وجہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قول الحمد للہ رب العٰلمین سے سورت فاتحہ کا افتتاح فرمایا۔

پس وہ سورت جو مصحف شریف کے مقدمہ میں ہی نبوت کے اس درجہ ثانیہ کی طرف اشارہ کر رہی جو بعثت نبوی کا حقیقی مقصد ہے درحقیقت یہ اسطرف اشارہ کہ نبوت سے مقصد اور غرض وغایہ بھی یہی ہے، اور سورت اقرا کو مصحف شریف کے آخر میں رکھا گیا ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبوت کا درجہ اولیٰ درجہ ثانیہ کے لئے سیڑھی اور وسیلہ ہے لاغیر۔ یعنی اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس بیان کے مطابق مناسب یہ ہے کہ اسلام کا عنوان الحركة العالمية الانسانية یعنی انسانیت کی عالمی تحریک نہ کہ عربیت کی تحریک۔ اگرچہ یہ تحریک عربیت عالمی تحریک کے مبادیات میں سے تھی۔ عام مؤرخین نے عالمی تحریک کو سکندر مقدونی یا اس جیسے دیگر رجال سے مقرر کی ہے جن کا اس پر کچھ زمانہ تقدم ہے۔ لیکن ہمارے ہاں صحیح تحقیق یہ ہے کہ اس عالمی تحریک کی ابتدا حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ہوئی اس لئے کہ اللہ نے ان کو تمام لوگوں کا امام بنایا اور ان کی اولاد تمام امم کو ان کے دین میں داخل کر کے اسی امامت کی توسیع میں کوشاں رہے۔ تو اس صورت میں بلے شک یہ عالمی تحریک بن جاتی ہے۔ از اں بعد کچھ لوگ دینی تحریک اور سیاسی تحریک کے مابین تفریق کرتے ہیں۔ اور دینی تحریک کو ایک خیالی تحریک سمجھتے ہیں لیکن سیاسی تحریک کو حقائق اور واقعات پر مبنی بتاتے ہیں۔ تو جب وہ یہ بات سنتے ہیں کہ عالمی تحریک کے مبدع اور اساس ڈالنے والے حضرات ابراہیم خلیل اللہ ہیں تو اس طرف کوئی التفات نہیں کرتے کیوں کہ ان مؤرخین کے نزدیک یہ دینی تحریک تھی۔ یہ تفریق جو موجودہ اہل زمانہ کے اذہان میں پیدا ہوئی ہے صحیح نہیں اور نہ ہی اس تفریق

کی بنیاد ایسی اساس پر ہے جو دلیل سے ثابت ہو سکے۔ دینی اور سیاسی دونوں طرف کے لوگوں سے معاً ایسی غلطیاں صادر ہوئیں جن سے یہ معاملہ اور امر دشوار اور مشکل بن گیا۔ درحقیقت انسانیت ازاول تا آخر ایسی شیئ واحد ہے جس کی تقسیم ممکن ہی نہیں تو اجتماعیت انسانیہ کی تحریک کا نام اگر دینیہ یا سیاسیہ رکھا گیا تو اس تسمیہ سے دو نوع کی طرف حقیقت میں متنوع نہیں ہو جائے گی جب کہ ان دونوں تحریکوں کا مطمع نظر حقیقت انسانیہ ہو۔

لیکن جب اہل دین لوگوں نے ان اعمال و تخیلات کی طرف رجوع کیا جو انسانیت میں محقق موجود نہیں تھے۔ اور اہل سیاست کا رجوع ان امور کی طرف ہوا جو انسانیت کی معاش کے لئے تھے فقط اور ارتقار ذہنی سے اعراض کئے رکھا۔ یہ تو اصطلاحی اختلاف بن گیا جو فریقین کو فقط منازع اور دھینگا مشتی کی طرف لے چلا اور ہم ان لوگوں کی طرف التفات نہیں کرتے جو انسانیت کی طرف جمیع نواحی و اطراف سے توجہ نہیں دیتے۔ اور ان کی غرض فقط انسانیت کے بعض گوشوں میں بحث کرنا ہے۔ پس وہ دین صحیح جس کے امام و پیشوا حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ وہ تو فطرت انسانیہ کی کامل ترین طریقہ سے بحث کرتا ہے تو وہ عالمی تحریک معاً دینی بھی ہوئی اور سیاسی بھی۔ بعض بادشاہ اپنے لئے ملک گیری میں فقط کوشاں رہتے ہیں اور اسی طرح بعض معلمین فقط قوۃ عقلیہ کی اصطلاح پر قانع رہتے ہیں ان جیسوں کے اعمال تکمیل انسانیت کے مبادیات میں سے ہیں جن کے مابین کوئی تعارض و تضاد نہیں اور ہم اسے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں۔ ایک آدمی صاحب علم جو انسانیت کے لئے اپنے علم کو نفع مند سمجھتا ہے۔ تو وہ ہر اس آدمی کو تعلیم دیتا ہے جو اس پر قادر ہے اور ان کی جماعت بندی کر دیتا ہے تاکہ اپنی اجتماعی صورت میں اس سے امداد لیں اب اگر وہ معلم یہ ارادہ رکھتا ہو کہ اسکے عمل کو بالقوۃ ایسا کوئی شخص باطل و فاسد نہ کر دے جو اس کا طریقہ نہیں جانتا تو کیا اس پر واجب نہیں ہو جاتا کہ اس کے دفاع کے لئے قوۃ تیار کرے تو علم کے لئے مملکت کا ہونا لازمی ہوا۔ یہی معنی ہے ہمارے اس قول کا کہ انسانیت منقسم نہیں ہوتی۔ اب اگر کوئی جماعت منافع انسانیت کے کسی حصہ کی ضرورت اپنے ذمہ لے کر اس کی سرانجامی میں مشغول ہوتی جاتی ہے اور انسانی اجتماعیت کے ایک جزء اور حصہ ہونے سے انکاری اور ناک بھوں نہیں چڑھاتے تو ان کے اعمال میں سے کسی کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ مختلف دینوں کے ائمہ اور پیشوا رتو اجتماعیت انسانیہ کے ائمہ اور پیشوا رتھے اور وہ لوگ جو منافع انسانیت کے کچھ

حصہ کا تعرض کرتے ہیں اگرچہ یہ بھی جماعتہ انسانیہ سے دور اور برکنار نہیں ... لیکن ائمہ اجتماعیت انسانیہ کے مراتب سے انکار تبہ ادنی اور اقل درجہ کا ہے۔

ہماری کلام کا خلاصہ یہ ہوا ائمہ ادیان درحقیقت وہی اجتماعیت انسانیہ کے ائمہ ہیں لیکن فقط سیاسی اور فلسفی جب وہ خود اقرار کر چکے ہیں کہ اُن ائمہ ادیان کے تحت ان کی اجتماعیت جامعہ کے اجزاء ہیں تو یہ ان سے دوسرے درجہ میں ہوئے۔

ہمارے ہاں یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ جب کوئی انسان معنیٰ دین کی معرفت رکھتا ہو اور اجتماعیت انسانیہ کو جانتا ہو اور فلاسفروں اور سیاست دانوں کو انسانیت کے خدام سمجھتا ہو تو ایسا شخص اجتماعیت انسانیہ کے ائمہ صرف ائمہ ادیان ہی کو سمجھیگا۔ جب قرآن حکیم کا ارادہ یہ ہوا کہ اس عالمی تحریک کی تکمیل و تتمیم کی جائے جو تمام اقوام کی جامعیت کا دعوی رکھتی ہے جس کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی تو اب قرآن کی پہلی سورت کا افتتاح اللہ تعالیٰ کے لئے رب العلمین کی صفت کے ذکر کے ساتھ کرنا زیادہ بہتر ہوا۔ اَلحمدُ لِلّٰہِ ربّ العلمین اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ عالمی نظام جو مختلف اُمتوں میں موجود ہے یہ وہ نظام ہے جسے اللہ رب العلمین نے قائم رکھا کر رکھا ہے ذات قابل حمد ہے اس لئے کہ اس کے اس نظام میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں پایا جاتا۔

پس یہ نظام جسے اللہ تعالیٰ نے امتوں میں موجود کیا ہے اور اسے فطرۃ انسانی کے عین مطابق بنایا اس کے مقابل ایسے کسی نظام کا تخیل کرنا جو اس سے احسن ہوگا۔ بدمغزی اور بے عقلی کے سوا کچھ نہیں۔ اس متخیل (خیال کنندہ) کو چاہیئے کہ اپنی پوری قوت کو جمع کرکے ذیل کے تین امور میں لگا دے ۱۔ اس نظام کے سمجھنے میں ۲۔ فطرۃ انسانیہ پر قائم کرنا ۳۔ اس فطرۃ کے مناقض نہ ہونے ہیں۔ اور یہ بات پھر اس شخص پر لازم ہے جو اس نظام کے مقابلہ میں کسی دوسرے نظام کے احسن ہونے کا تخیل رکھتا ہو اور اس پر یہ بھی واجب ہے کہ جس نظام کا وہ تخیل رکھتا اور اسے محبوب سمجھتا ہے۔ اس نظام کی اقامت میں انتہائی کوشش کرے تاکہ وہ نظام فطری بن جائے لیکن سورۃ فاتحہ کا یہ جملہ الحمد للہ رب العلمین اس طرف اقدام کرنے سے مانع بن رہا ہے اس لئے کہ ایسے کسی نظام کا ہونا ناممکن ہے۔ اور بعض حکماء تو یہاں تک کہہ چکے کہ جو نظام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا اس سے زیادہ عمدہ کسی کے امکان میں نہیں ہے تو گویا یہ قول اس کے کمال حکمت اور اس فطرت سے

جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے کے فہم اور سمجھ جانے کی دلیل ہے۔ لیکن ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ اس حکیم کے کلام کو سمجھنے پر قادر نہیں ہوسکے۔ اس لئے جو چیز انہوں نے حاصل کی ہوئی ہے وہ تخیلات کی پیداوار ہے اور وہ حکمت کی کسی چیز کا عرفان تک نہیں رکھتے۔ البتہ وہ بلحاظ قوت خیالیہ اس پر قادر ہیں کہ لوگوں کو ایک ایسے عالم کا نقشہ کھینچ دیں جو موجودہ عالم سے حسین ترین ہو۔ لیکن اگر ان لوگوں کے ہاں ایجادات کی قوت ہوئی اور خیالی نقشہ کو کر دکھانے میں شروع ہو جاتے تو ان کی عاجزی ظاہر ہو جاتی اور وہ خیالی نقشہ پہلے ہی قدم باطل ہو کر رہ جاتا۔ اور انسان کو انتہائی تعجب ہوتا ہے جب کہ ایسوں کو اکابر علماء اسلام سے شمار کرتے ہیں۔ اس حکیم سے مراد امام حجۃ الاسلام الغزالی ہیں اور ان کے معارض قاضی عیاض اور ان کے متبعین ہیں۔ اب ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ ان کے اختلاف کی بنیاد کو واضح کریں تو ہم کہتے ہیں حکماء نے ذکر کیا ہے کہ کائنات عالیہ کی ابتداء نہیں اور انتہاء بھی نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کیلئے جو اس کائنات کی موجب ہیں کوئی ابتدا اور کوئی انتہاء نہیں ورنہ صفات کا تاثیر سے معطل ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ کائنات ادوار مختلفہ کی طرف منقسم ہے اور ہر دورہ سابقہ دورہ لاحقہ کے لئے علت بنتا ہے۔ تو بتقاضائے حکمت ادوار کا تسلسل ہوا۔ پھر انسان کو بالتفصیل فقط ایک دورہ کا احاطہ کرنا بھی ممکن نہیں اور اس کے دل میں دور سابق اور دور لاحق کا کچھ حصہ بھی نہیں کھٹک سکتا۔ لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کی ازلیت اور ابدیت پر نظر کرے تو اپنے دل کی گہرائی میں پختہ اعتقاد کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا معطل ہونا ممکن نہیں۔ اگرچہ یہ علم اسکو مستحضر نہیں ہو سکتا جب اس سے پوچھا جائے تو اس سے کسی احسن شئی کا تو بغیر شعور اس کا صفات الٰہیہ کا لمکیطرف ملتفت اور متوجہ ہوگا تو کہہ دے گا ہاں اس احسن کا ہونا ممکن ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی قدیر ہے لیکن اس کی مراد یہ ہوگی کہ دوسرے ادوار میں ممکن ہے۔ اگرچہ ان کا استحضار اور شعور نہیں ہوگا۔ اور جو یہ کہتا ہے کہ ما کان سے عمدتر کا ہونا امکان سے خالی نہیں۔ تو فقط اس دورہ کی طرف نظر رکھنے کی وجہ سے کہہ رہا ہے۔ اس وضاحت کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو ایک مخصوص فطرۃ پہ پیدا کیا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ ان اشیاء میں کی کوئی شئی اپنے سے احسن ہو سکے۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ یہ فطرت انسانیہ جو جمیع افراد انسانیہ میں مشترک ہے جس پر اجتماعیت انسانیہ کی تنظیم ہے اس میں سے کسی شئی کے اندر ہم کچھ نقص بھی نہیں پاتے اور اسی وجہ سے ہم اپنے رب کی حمد و ستائش کرتے ہیں۔

پس جب یہ معرفت اس انسان کے دل میں راسخ ہو گئی جو دین اسلام کے ساتھ متدین ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو ایسا آدمی حکیم کہلاتا ہے۔ اور دین کو دین کے طریق پر سمجھنے کی اس میں استطاعت ہو جاتی ہے اور جب یہ معرفت اسکے دل میں راسخ نہ ہو تو ایسا آدمی مختلط الخیال ہوتا ہے۔ اور کبھی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی نہیں پاتا۔

فصل :- اُمّ الکتاب ایسی سات آیات پر مشتمل ہے جو ہمارے نزدیک قرآن حکیم کے کل مقاصد کا خلاصہ ہے۔ پس جب ہم قرآن مجید میں کسی بحث کو اس قائم اور فہرست سے باہر پائیں گے۔ ہم معلوم کریں گے کہ قرآن حکیم نے اس منزل مقصود کا ارادہ نہیں کیا۔ تو نظام کائنات کا اس حکمت کا بیان کرنا جو انسان تک متسلسل طبقات پہنچا ہے پھر اجتماعیت انسانیہ جو اس کی فطرت سے ہے اور حقیقت انسانیت کا بیان کرنا۔ اور اک چیز کا بیان کرنا کہ جو اس سے تجاوز کا ارادہ کرے تو فطرۃ اسے ہٹا اور پیچھے دھکیل دیتی ہے تو ایسا آدمی اپنے مقصد اور اعمال میں خائب و خاسر ہو جاتا ہے۔ تو یہ کل بیان اسی آیت کریمہ کی تفسیر ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ فطرت انسانیہ کا اس گہرائی نظر اور تدقیق سے حاصل کرنے پر وہی شخص قادر ہو سکتا ہے جس کی حکمت پر جبلت رکھی گئی ہو۔

تو ہم اس سے اشارہ اخذ کرتے ہیں کہ قرآن عظیم کا ارادہ اس طائفہ اور گروہ کو اکٹھا کرنے جن کے نزدیک فطرۃ کی حکمتوں کی معرفت دوسری اشیاء کے مقابل زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ پھر جب یہ طائفہ مجتمع ہو جائے تو قرآن عزیز امور انسانیت کے چلانے کے لیے اور انسانیت کی ترقی کا نمونہ بنا کر ان کو قوت مرکزیہ میں جوڑ دیتی ہے۔

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۲﴾

بے حد مہربان نہایت رحم والا

انسان بلحاظ اپنی فطرت ماں باپ کیطرف اور ان کی شفقت و الفت کی طرف اس لئے محتاج ہے کہ اس سے اس کی فطرت کامل ہوتی ہے۔ پھر وہ انتہا میں ان دونوں سے مستغنی ہو جاتا ہے اور دوسرے انسان کا ماں باپ میں کا ایک فرد ہو جاتا ہے۔ پس انسانیت اولاد پر آباء کی رحمت میں ہزاروں سے معمور اور

پوشیدہ ہے ہمارے آباء ہم پر رحم کرتے تھے۔ اور ہم اپنی اولاد پر رحمت کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور رحمت کا معنی ہمارے ہاں معروف ہے۔ اور اس طرح سے معلوم ہو سکتا ہے۔ جس کا آباء اور اولاد تعامل رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت کو یکصد اجزاء میں تقسیم فرمایا ہے۔ اور ان میں سے ایک جزء کو اپنی تمام مخلوقات میں بانٹ دیا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے ماں۔ باپ اپنی اولاد پر رحمت سے پیش آتے ہیں او کما قال۔

اس حدیث کی شرح میں ہمارا ایک مختص طریقہ ہے وہ یہ کہ ہم آباء اور امہات کی وہ رحمتیں جو اولاد پر ہوتی ہیں حساب و شمار کے قاعدہ پر جمع کرتے ہیں تو کروڑوں کروڑ ہو جائیں گی پھر اس کے بعد حیوانات کی رحمتیں بھی اسمیں داخل کر لیتے ہیں تو عدد زیادہ اور زیادہ ہو جائے گا۔ پھر جب ہم ان تمام اعداد کو بطریق اجمال اپنے ذہن میں جمع کریں۔ اور حاصل جمع کو ننانوے میں ضرب دیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت جو اپنے بندوں پر ہے سمجھ آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت شمار شدہ صورت سے ہمارے فکر میں متعین ہو جائے گی۔ اور ہم رحمت آباء اور رحمت امہات میں واضح فرق دیکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ والد کو یہ چیز محبوب ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا بزرگی اور شرف کے اوج کمال پر ترقی کر جائے۔ اور سیادت کے اعلیٰ درجات تک جا پہنچے اور ان مصائب اور مشقتوں کی پرواہ نہیں کرتا جو اس کی راہ میں پیش آتی ہیں اور نہ ہی ان سے متاثر ہوتا ہے۔ اور ماؤں کی رحمت دیگر نوع کی ہے۔ وہ اپنی اولاد کی طرف اس نظر سے نہیں دیکھتیں کہ وہ ترقی کریں گے یا نہ کریں گے۔ ان کی نظر صرف اس چیز کی طرف ہوتی ہے کہ ان کی اولاد کسی ایسی چیز میں نہ پڑے جو اُن کی تعب اور تشفقت کا سبب بنے اور ان کے ایسی مصیبت میں پڑنے سے ان کے دل زخمی ہوں فقط۔

جب ہم نے اس کو سمجھ لیا تو آسانی سے سمجھنے کے لئے ہم اپنے رب کی رحمت کو دو قسم پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ ایک قسم اس کا دہ ہے جو جمیع آباؤ کی رحمت کے مقابلے میں ننانوے سے بھی زیادہ ہے۔ اس قسم کو ہم کلمۃ الرحمٰن کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ اور ہم قرآن عزیز میں الرحمٰن علم القرآن اور دوسرے وہ کمالات جو اسی صورت میں مذکور ہیں جن کا حصول بغیر مشقت اور تعب کے نہیں ہو سکتا۔ مثلاً البیان اور معرفت حساب کے نشانات و علامات اور وہ آلات جن کے ذریعہ اپنی طبیعت کے رجوع الی اللہ تعالیٰ کو سمجھ سکے۔ اور اس کے واسطے سجود کو علاوہ ازیں وہ کمالات جو سارے بغیر مشقت حاصل

نہیں ہو سکتے۔ اور اس رحمت کا دوسرا قسم جمیع اتہات کی رحمت کے مقابلہ میں سو سے زیادہ ہے۔ اور ہم اس کو اسم الرحیم کا مصداق بناتے ہیں۔ اور سورت شعرا میں کافرین اور مومنین کے مابین مقابلے کا ذکر آتا ہے۔ بطور نتیجہ کفار معذب اور مغلوب ہونگے اور مومنین آخرت میں رحم کا برتاؤ کئے جاویں گے۔ اور یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماسے دو نام ذکر فرماتے ہیں۔ وہ یہ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ہیں۔ تو العزیز بانسبت ان کفار کے ہے جنہوں نے عزت العزیز کے اقتضا کی مخالفت کئے رکھی تو عذاب میں گرے۔ اور الرحیم مؤمنوں کو جنت کی طرف پہنچانے کی نسبت سے ہے جس میں کوئی تھکاوٹ اور تکلیف نہیں ہوگی۔ پس جمیع اقسام کی وہ رحمت جس کو کتاب عزیز میں ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے مدارج کا اشعار ہوتا ہے۔ وہ ان دو صورتوں میں منحصر ہے۔ یا وہ رحمت انسانیت میں ہوگی یا رب تعالیٰ کی رحمت انسان کے کسی گروہ پر ہوگی۔ ان تمام بیانات کا مرجع یہی آیت کریمہ ہے۔ پھر جب انسان اس بات پر متنبہ ہو جائے کہ الرحمٰن اور الرحیم یہ دو اسم جمیع انسانیت کے لئے آبار اور اُتہات کے قائم مقام ہیں تو اسے ان دونوں سے اُنس پیدا ہوگا۔ اور اس سے وہ گھبراہٹ جو ماں باپ کی موت کے سبب اس پر آئی تھی چلی جائے گی اور آسانی سے مدارج انسانیت میں ترقی کرنے کی اس کو استطاعت ہو جائے گی۔ تو یہ تعلیم بھی فطرت انسانیہ کی تکمیل کرتی ہے۔ اور اس کی حاجات مہمہ کا پورا کرتی ہے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ③

مالک روز جزا کا

رحمت جب ان اشخاص کی طرف متوجہ ہو جو متفرق یعنی جُدا جُدا اور باہمیں مختلف اور متباین الاستعداد والے ہیں اور یہ رحمت ان کی تکمیل فطرت کی مُعد (تیار کرنے والی) بنے تو یقیناً ان کے مابین اختلاف واقع ہو طبعی امر ہے۔ اور انسانیت میں یہ اختلاف اس طرف پہنچا دیتا ہے کہ بعض انسان دوسرے بعض پر ظلم کریں اور بعض دوسرے بعض کو قتل کر ڈالیں۔ اور یہ امر اجتماعیت انسانیہ کے مقتضی میں سے ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ان لوگوں میں اجتماعیت انسانیہ ترقی پذیر نہیں ہوئی یہ دوسری شئی ہے۔

جب ایک جھنڈ کے تمام درختوں میں درازی آجائے تو یقیناً ان درختوں کی ٹہنیاں دوسرے درختوں کی

کی ٹہنیوں میں ٹکڑا ہیں گی اور پھیلیں گی۔ تو اس حالت میں بھی فطرت انسانیہ کسی حکم کی متقضی ہوگی۔ اور ہم اس حکم
کا نام انصاف رکھتے ہیں اور یہ اللہ کا حکم ہے۔ پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانیت کو یوں نہیں چھوڑ دیا
جب انسانوں میں جھگڑا اور مخالفت اور قتل وقتال واقع ہو اور اللہ تعالیٰ ان میں عدل سے فیصلہ نہ فرمادے
یہاں تک کہ وہ سب فنا و برباد ہوجائیں اس طریقہ سے انسانیت کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور انسانیت ترقی کرتی جائیگی
پس انسان جیسے رحمت رب کیطرف محتاج تھا اور رحمت انسانی ربوبیت رب کی تفسیر تھی اسی طرح انسان حق تعالیٰ کے انصاف
کی طرف محتاج ہے اور یہ انصاف رب العزت کی ملوکیت (شہنشاہیت) کی شرح ہوگی۔ تو الرحمٰن الرحیم کا معنیٰ
ہوا انسانوں کا رب اور مالک یوم الدین کا معنیٰ ہوا انسانوں کا شہنشاہ؛ نتیجہ یہ ہے کہ اجتماعیت انسانیہ
ایسے بادشاہ سے جو تمام انسانوں پر اللہ جل وعلا کی شہنشاہیت کا مظہر ہو کبھی مستغنی نہیں ہوسکتی اس لئے یہ
انسان اپنی سرشت میں اپنے رب کے سائل ہوتے ہیں کہ ان میں حق وانصاف سے فیصلہ فرمائے
اور یہ ظلم اور آپس میں لڑائی جھگڑا اجتماع انسانی میں عموماً ظاہر ہوتے ہیں جیسے کہ ہر وہ شخص جو دوسرے انسانی
کا اجتماع وانبوہ کو دیکھے گا تو ان کو آپس میں لڑتا ہوا اور ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہوا پائے گا۔ اسی وجہ سے
تو فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی تھی اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء کیا
ایسے افراد مخلوق زمین پر مسلط کئے جارہے ہیں جو اس میں خونریزی اور فساد پھیلائیں گے!
اور جب وہ اجتماعیت میں داخل ہوکر انسانیت کے اندرونی کیفیات کا جائزہ لے گا۔ اور دیکھیگا
کہ ہر فعل اپنے مسلسل اسباب کی طرف منسوب ہے۔ تو اسے جزم ویقین ہوجائے گا کہ حکمت ان افعال کے
صدور من الانسانیہ کی موجب ومقتضی ہے۔ اور یہ اسباب حادی اور یکساں نہیں۔ اور اس کے بعد ان
کے آپس کے اختلاف اور جنگ وجدل کے راز کا وجدان ہوجائے گا۔ ہر آدمی خواہ ظالم ہو یا مظلوم
اپنی طبیعت سے چاہتا ہے کہ کوئی حاکم عدل وانصاف سے ان دونوں پر اپنا فیصلہ اور حکم نافذ کرے تو
اللہ رب العزت کا ملک الناس ہونا ظاہر ہوگا۔ اس طریق بیان سے انسانیت کے ماسوائے دوسری
مخلوقات کے کسی حصہ میں رب العزت کی شہنشاہیت کا ظہور نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قہر قدرت
جمیع مخلوقات اور مصنوعات بس ان کے ارادہ وچاہیت کے بغیر نافذ ہیں لیکن اسکے حکم کا نفاذ انسانیت
کے اقتضا بر ارادہ سے لئے ان دونوں کے مابین نوبت بڑا بُعد رہا۔ الامام ولی اللہ الدہلوی رح کی حکمت سے ہمیں

اس بات کا علم وعرفان ہو چکا ہے کہ ہر فعل کی سزا و جزار کا وقوع اس فعل کے صدور من الانسان ہو جانے کے بعد کی حالت میں ہوتا ہے۔ اور یہی سلسلہ سزا و جزار ہی الدین کا معنی اور مفہوم ہے۔ پس انسان اپنے جمیع اعمال میں ایسی ذات کا محتاج ہے جو مالک یوم الدین ہو۔ جب انسان اپنے افعال میں سے مشغول ہوا تو یہ دن یوم العمل کہلائیگا پھر جب وہ اپنے اس فعل سے رُک گیا تو اسی وقت سے یوم الجزاء شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صورت ہر اس فعل میں ہے جسکی جزار و سزا۔ کا اجرار علی الفور ممکن ہو۔ اور جب بہت بڑی اجتماعیت کے لئے بہت بڑا کام ہو تو کئی صدیوں بعد اس کی انتہار ہوگی۔ اور جزار تام کا وقوع قوانین حکمت میں انقضا فعل کے بعد ہی ممکن ہے۔ ہر عمل خیر ہو یا کبیر (بڑا عمل ہو یا چھوٹا) جزا رسزار کا پہنچانا علی الفور یا علی التراخی اس قانون کے تحت مقرر ہو چکا ہے جس کی فطرت انسانی مقتضی ہے۔ پس جب تمام انسانی قوموں کی اجتماعیت عامہ جن اعمال میں شریک ہوں گی۔ تو ان تمام اعمال کی جزاء کا وقوع سطح زمین سے کل انسانیت کے اختتام وانقضاء کے بعد ہوگا اور وہ دن جس میں یہ جزاء واقع ہوگی وہ عظیم ترین یوم الدین ہوگا۔ پھر جب یوم الدین کا اطلاق ہوا تو اس سے یہی دن مراد ہوگا۔ اور اسی وجہ سے وہ اعمال جن میں انسانیت اجتماعیت جامعہ کے اندر شریک ہے ایسے اعمال کی جزار کا وقوع دنیا میں نہیں ہو سکتا۔

لیکن بعض مواضع میں عالمین پر جزاء و سزار کے وقوع کو انسانوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور وہ اپنے اس عمل میں غلطی کرتے اور جان بوجھ کر ظلم وخطار کرتے ہیں تو ایسے فیصلوں کی واقعہ دنیا میں ممکن نہیں پھر ان جیسے امور کا بھی فیصلہ یوم الدین میں کیا جائے گا یعنی بادشاہوں اور قاضیوں کے فیصلوں میں نظر کی جائے گی اگر ان میں کچھ ظلم اور لوگوں کے حقوق میں کمی اور خورد برد ہوا تو پہلے فیصلہ کو توڑ دیا جائے گا۔ اور لوگوں کے مابین صحیح اور حق کا فیصلہ کیا جائے گا۔ پس انسان دائمی طور ایسے بادشاہ کی طرف محتاج ہونے سے خالی نہیں جس کی استطاعت میں جزار و سزار دنیا ہو اور ظالم سے خورد بُرد شدہ حق لے سکے۔ یہ سارا مفہوم مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ کے کلمہ میں داخل ہے۔ پھر جب انسان اپنی اس معرفت پر اعتماد کر لے گا تو اپنے حقوق کی ضیاع سے فارغ البال ہو جائے گا۔ اور اس کی کوشش سے اس کو اپنے عمل کی جزار بطریق حق پہنچتی رہے گی۔ بعد ازاں انسانیت سے ایک قوۃ قاہرہ کا خروج ہوگا جو انسانیت کو منظم کر دے گی جب لوگ اپنے اعمال کی جزار کے وقوع پر ایمان نہ رکھتے ہوں تو وہ اپنے اعمال میں کسی ایسے قانون کی

اتباع کریں گے۔ جو اجتماعیت میں حیوانیت سے ترقی کا سبب ہوگا۔ پس وہ فساد جو انسانیت کی تنظیم میں ہوگا اس کا مبدا عقل انسانی میں اس معرفت کے ثبوت کا نہ ہونا ہے۔ پس جمیع وہ قواعد جو دنیا اور آخرت میں رجال یا اقوام کے لئے رب العزت کی جزا و سزا کے ہیں ان تمام کا رجوع اسی آیت کریمہ کی طرف ہے۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴

تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں

جب انسانیت کی نسبت اپنے خالق کی طرف بایں صورت متعین ہو چکی کہ وہ جمیع امم کا رب ہے اور اسکی ربوبیت کا رجوع انسانوں کی طرف ایسے ہے جیسے ربوبیت والدین کی اپنی اولاد کے لئے۔ اور ان کے جھگڑوں کا فیصلہ اور ان کے فیصلوں پر نظر ثانی اور ان کے حقوق کا ایفاء وغیرہا ان کی طرف راجع ہوں گے۔ اس ذات کے فضل جو الملک الدیان ہے اور اس حالت میں پوری انسانیت اس اللہ تعالیٰ کے سوا جو ان کا رب ہے کسی حاکم یا بادشاہ کی طرف محتاج ہی نہیں ہوگی۔ اور کسی ایک کی حکومت پر اور اپنے اوپر تسلط ملکیت میں مطمئن نہیں ہوں گے۔ پس انسانیت جب اس اللہ کے ساتھ بندھ چکی جو رب الناس اور ملک الناس ہے اور اس سے ہٹ کر غیر کیطرف تعدی اور تجاوز نہ کرے تو اسے کسی قسم کی حسرۃ نہیں ہوگی یہی معنی اللہ تعالیٰ کے قول اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا ہے۔ ہم اپنے رب کے سوا ہر ایک نسبت آزاد ہیں تو ہم اپنے رب کی ایسے دل سے جو اس کی محبت خالص سے بھرا ہو۔ اور ہمارے عقل اس کی معرفت تامہ رکھتے ہوں عبادت کریں گے اور ہمارے جوارح اس کیلئے ہماری خوشی و رضا سے منقاد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا غیر ہم سے ایسی امید نہیں رکھ سکتا۔

عبودیت کے معنی تو معین ہیں لیکن بسبب استعمال مجاز الفاظ میں اشتباہ واقع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے واجب ہوا کہ کلمہ عبودیت سے جو ہمارا مقصد اور مراد ہے اس کی متعین کر دیں۔ ہم کسی ایک سے کسی شی پر اپنے رب کے غیر سے امداد نہیں مانگیں گے۔ پس اگر مخلوق میں سے کوئی ایک ہم سے اس چیز کی امید رکھے کہ ہم اس کے احکام کے ساتھ بندھ جائیں گے بایں سبب کہ اس نے کسی شئی کی ہمیں امداد دی ہے۔ یا ہماری زندگی کے لوازمات میں سے مایحتاج الیہ ہمیں پہنچاتے ہیں تو اسے متنبہ ہو جانا چاہیئے اور اسے

اس کا علم ہونا چاہیئے کہ ہم اس کا اقرار ہی نہیں کرتے کہ اس نے کسی شیئ کی ہمیں امدادی ہے تاکہ ہم پر واجب ہو تاکہ ہم اس کے احکام اور اوامر کے مقید ہوجائیں اس کے بعد اسے اختیار ہے جس کی امداد کرنا تھا وہ ہم سے روک لے اگر چاہے تو ایسا کرسکتا ہے، ہماری زندگی صرف ہمارے رب کی معونت اور امداد سے چلے گی اسی وجہ سے ہم اپنے رب کے سوا کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کے ان انعامات میں سے جو اللہ نے اسے دیئے تھے کوئی شیئ ہم تک پہنچائی تو ہم اس کا شکریہ اور ثنا کریں گے۔ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے امر کی اطاعت کی ہے۔ لیکن اس کے اوامر کے لئے خضوع اور اللہ تعالیٰ کے امر کی مخالفت ہم سے نہیں ہوسکے گی۔ پس اگر ہم اس کو وسائط مختلفہ میں سے ایک واسطہ سمجھ کر عبادت کے کچھ حصہ کا مستحق بنالیں اور اس کی عبادت کرڈالیں۔ تو پھر جمیع وسائط اسی چیز کے ہم سے طالب ہوں گے۔ ہم تو پھر اسفل السافلین میں جاگریں گے۔ تو ہمارے عمل کی بنیاد یہ ہے کہ ہم اپنی ضروریات کے پورا ہونے میں غیر اللہ پر اعتماد کرنا چھوڑ دیں۔ اور اس سے ان کی پوجا پاٹ سے ہمیں انکار کی استطاعت ہوسکے گی۔ اور ہم استراحت میں ہوں گے۔ اور آزاد ہوں گے۔ لیکن جب ہم اپنے رب سے غیر کی طرف اپنی احتیاجی کی وجہ سے اپنے افکار کو مقید کردیں تو یہ چیز ہمیں یہاں تک لے پہنچے گی کہ ہم ہر دہ بند کے غلام بن کر رہیں۔ اور وہ ہماری آزادی کو چھینتا پھرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کلمہ ایاک نستعین درحقیقت کلمہ ایاک نعبد کی تشریح ہوا جب کسی شخص کو اس بات کا ادراک و علم ہوچکا کہ اس کا خالق ہی ہر چیز پر قادر اور ہر شئ دینے والا ہے اور بایں ہمہ وہ اپنی ضروریات کے پورا ہونے میں غیروں پر بھروسہ کرتا ہے تو ایسا شخص کبھی موحد اور آزادی پسند نہیں ہوسکتا۔ بلکہ غلام اور مشرک ہوگا۔

قرآنی تعلیم ہیں بایں صورت جسکو ہم نے بطریق امام ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سمجھایا ہے کہ کلمہ مشرک اور وہ بیانات جو مشرک پر رد میں وارد ہوئے ہیں۔ اور وہ باتیں جو از قسم سزا دنیا اور آخرت میں اس کے لئے مقرر ہوئی ہیں۔ اور کلمہ موحد جس کا معنٰی ہماری موجودہ اصطلاح کے مطابق آزادی ہے اور وہ تمام چیزیں دنیا اور آخرت میں از قسم فضائل اور فوائد ان کل کا رجوع اسی آیت کریمہ ہی میں ہے۔ اور اس بیان تک نصف سورۃ کا تمام ہوا جسمیں انسان سے متعلق بحث تھی۔ اس اجتماعیات کے بارہ میں لیکن ہر ایک کی علیٰحدہ علیٰحدہ اور اس کے بعد انسان سے متعلق بحث بحیثیت اجتماع آرہی ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥

بتلا ہم کو راہ سیدھی

یہ ایک قسم کی دعا ہے ۔ اور دعاء کا معنی ہمارے نزدیک اس شیٔ کا ظاہر کرنا جو ہمارے دلوں میں متقرر ہو چکی ہے یعنی ہم ارادہ رکھتے ہیں کہ اس امر معہود کو کریں تاکہ وہ امر مطلوب جو ہمارے ہاں مقرر ہے ہمارے قرار سے حاصل ہو سکے۔ اور ہم اپنی پوری قوت سے اس کے حصول میں کوشاں رہیں گے لیکن بسا اوقات رکاوٹیں آجایا کرتی ہیں اور ہمارے راستہ میں ایسی مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں کہ جن کے ہٹانے کی ہمیں قدرت نہیں تو ہم اپنے ایسے رب سے جو الرحمٰن، الرحیم، الملک اور ہر شیٔ پر قادر ہے ۔ اس چیز کے طالب ہوتے ہیں کہ ان رکاوٹوں کو دور کر دے اور ہمارے راستہ سے ان مشکلات کو دفع کر دے تاکہ ہم اپنے امر مطلوب کو پالیں ۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے واسطہ سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ اپنے بندہ سے اس دعاء کے ذریعہ راضی ہو جاتا ہے اور قبول استجابت فرماتا ہے ۔ پھر ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو ایسا ہی پایا ۔ اسی وجہ سے ہم اسے پکارتے ہیں ۔ اور اسی سے اپنی ضروریات پوری ہونے کے طالب ہوتے ہیں اور وہ لوگ جو تعلیمات انبیاء کے محرف اور فطرت انسانیہ کے بدل ڈالنے والے تھے اس دعاء کا معنی اس سے علیحدہ ایک دوسرا بنا ڈالا اور جس کا فطرۃ سلیمہ والوں نے انکار کر دیا ہے تو ہم ان سے اظہار براءۃ کرتے ہیں اور اُن سے ہم تو حکمت عملیہ میں دعاء کو اعمال کے لئے علۃ تامہ کا جزو بناتے ہیں ۔ اس لئے کہ موانعات کا دفعیہ علۃ تامہ کے اہم اجزاء میں سے ہے پس جب کسی مؤمن کا یہ اعتقاد ہو اور پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور اپنے نفس میں اس اعتقاد کا احضار رکھتا ہو اور یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کا رب اس کی حبل ورید سے بھی زیادہ قریب ہے ۔ تو اس کے قلب کو اطمینان ہو گا ۔ اور اس کے ظاہر حال میں بشاشت، خوشی اور نشاط کے آثار نمایاں ہوں گے ۔

اور ہم اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان کی قوت ارادیہ ہی اعمال کے لئے علیت کے دس حصص میں سے نو حصہ کی علت ہے ۔ اور دعا و اطمینان قلبی کے بعد تو اپنے جمیع مظاہر کے ساتھ قوت ارادیہ کا ظہور ہو گا ۔ اور جب انسان کے دل میں یہ خطرہ کھٹکا ہو کہ وہاں تک پہنچنے کے لئے رکاوٹیں ہیں تو قوۃ علمیہ ارادیہ اس عمل میں نشاط اور خوشی کو مفقود پائے گی تو قوت ارادیہ اپنے پورے اجزاء کے

ساتھ عمل نہیں کر سکے گی اور نتیجہ بطریق مظہر تام ظہور میں نہیں آئے گا۔

فصل فطرت اور اس کے مقتضیات کے مطابق چلنے کو صراط مستقیم کہتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت میں فطرت انسانیہ کی تکمیل فرماتے ہیں اور اس کے ہاں اوامر اور نواھی اسی فریضہ کو پورا کرنے کیلئے ہیں۔ اور جب ہماری طبیعت مخلوقات کی بندھنوں یعنی قیود و قید سے آزاد ہو گی اور ہم اپنی پوری قوت سے اپنے رب پر اس سے زیادہ اعتماد کرنے لگے جیسے کہ اولاد اپنی پیدائش کے بعد ابتدائی دنوں میں اپنے والدین پر اعتماد رکھتے ہیں تو پھر ہمیں اپنی فطرت کی تکمیل کے علاوہ کسی بارہ میں فکر دامن گیر نہیں ہوگا۔ اور اس وقت ہم اپنے رب ہی سے صرف بایں الفاظ پکار اٹھیں گے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

فصل:۔ ہمارے ابدان میں کثیر التعداد اعضاء ہیں جن کے مخصوص اور معین افعال ہیں اور ان اعضاء میں کا ہر ایک اپنی حد سے متجاوز نہیں ہوتا۔ اور ہم اس سے ان حقائق مختلفہ کی طرف ترقی کرتے ہیں جو ہماری ذوات میں موجود ہیں پھر ہم ان کو پہلی نظر میں دو قسموں پر تقسیم کرتے ہیں ۱۔ قوی علمیہ ۲۔ قوی عملیہ۔ پھر ہمارے دلوں میں یہ خیالات آتے ہیں کہ ہم اپنے اجتماع میں مدح و ستائش کے قابل نہیں اور علم و عمل میں ترقی کریں اس لئے کہ یہ سارے کا سارا فطرۃ انسانیہ کا تقاضا ہے اور یہ کہ جب ہمارے مختلف قوائے طبعیہ کے اقتضاء کی وجہ سے ہمارے اوپر امور مختلفہ کا ورود ہو تو بقدر امکان بطریق احسن اطمینان و قرار کا ہونا ہمیں محبوب ہے، پس یہی قرار و سکون وہ صراط مستقیم ہے جس پر ہم اپنی پوری قوت سے چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور یہ قوت عملیہ کا پہلا مظاہرہ ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا

انسان کی کل قوی فطریہ کامل نہیں ہو سکتیں جب تک اسے اجتماع انسانی میں تمام قوی کی تکمیل کے لئے کوئی نمونہ حاصل نہ ہو جائے۔ پس ہماری دعاء اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ بمنزلہ نظریات کے تھا اور اسے ہم اس آیت میں عملیات کے ساتھ بدل چکے ہیں الصراط المستقیم فقط ایک امر نظری ہی نہیں تھا بلکہ (لیکن) زندگی کا نیز ایسا تھا جس کا اجتماعیت میں داخل ہوئے بغیر نفاذ و اجراء ممکن ہی نہیں۔ پس ایسی جماعت

کہ یہ اجتماع جس کی سبزہ ہے اس پر صادق آئے گا۔ کہ انعمت علیہم بایں صورت کہ ان کی تمام قوی فطریہ کامل بن چکی ہیں۔ اور ان کی ترقی کے اسباب ذرائع مہیا ہو چکے ہیں اور ان کی اجتماعیت محکم اور مضبوط بنیادوں پر بن چکی ہے۔ اور جو بھی اس جماعت کے راستہ پر چلا اسے یہی خیال ہوگا کہ وہ صراط مستقیم پر چل رہا ہے۔ اور ان دونوں آیات سے ہم بطریق اشارہ سمجھ رہے ہیں کہ صراط مستقیم کی تعیین اور اجتماعیت کی تلاش انسانی ضروریات اور فرائض میں سے ہے۔ پس جب کوئی انسان اس فریضہ میں کوتاہی کرے گا تو وہی قابل ملامت ہوگا۔ اس کی مثال یوں سمجھیے: دو شخص ہیں ایک بھوکا اور پیاسا ان دونوں پر لازم ہے کہ جس جگہ سے کھانا اور پینا میسر ہونا نظر آئے اسے تلاش و طلب کریں۔ پھر اگر اپنی پوری قوت سے تلاش نہیں کرتے اور بھوکا اور پیاسا مر جاتے ہیں تو ملامت انہیں کو کی جائے گی۔ اور الذین اَنعَمَ اللہُ علیہم کی قرآن علیم میں النبیین اور الصدیقین اور شہداء اور صلحین کے ساتھ تفسیر آچکی ہے۔ انسان علم و عمل دونوں کا جامع ہے ان میں سے ہر ایک کا دوسرے سے جدا کرنا ممکن ہی نہیں جب کہ فطرت سلیمہ ہو۔ لیکن بعض مردوں میں دوسروں کی نسبت کچھ قوی اکثر اور غالب تر ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے رجال میں باہمیں تفاضل و برتری ہوتی ہے۔ اور ہر ایک ان میں کا دوسرے کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ پس وہ اشخاص جن پر قوت علمیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ درجہ عالیہ میں ہوتے ہیں تو یہ افراد و اشخاص علم کو منبع انسانیت یعنی انبیاء علیہم السلام سے حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ اشخاص جو ان کے برابر ہیں۔ لیکن منبع علم سے اخذ علم میں ان سے مؤخر ہیں۔ اور قوت عملیہ میں انبیاءؑ کے ساتھ ان کی مساوات متحقق ہے۔ یہ صدیقین کا گروہ ہے اور وہ اشخاص جن پر قوت عملیہ کا غلبہ ہے اور درجہ عالیہ کی نہایت میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ اگر وہ اپنے مقصود کو نہ پالیں تو قتال کریں گے یہ شہداء ہیں۔

اور وہ انسان جو ان کے بعد ہیں وہ اس درجہ میں تو نہیں پہنچے کہ اپنے نفسوں کو فدا کریں لیکن اپنی زندگی کے ایام میں تکمیل مقصد کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہیں صالحین اور یہی عاملین کا دوسرا درجہ ہے۔

اب ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہم قوی علمیہ اور قوی عملیہ میں درجۂ ثانیہ سے نہ گریں اور اگر درجہ اولیٰ تک پہنچ سکیں تو یہ بہت ہی اچھا ہوگا۔ لیکن بایں شرط کہ اس درجہ تک پہنچنا ہمیں علم و عمل کے دوسرے درجہ سے انحطاط کی طرف نہ پہنچا دے۔

پس وہ لوگ جنہوں نے حق کا علم و عرفان کیا اور انہیں اس کی معرفت حاصل ہو چکی کہ ان کی

فطرت صراطِ مستقیم کی مقتضی ہے اور اس کے باوجود اس مقتضی پر عمل کرنے کے لئے کوشش نہیں کرتے یہ لوگ عمل کے دوسرے درجہ میں ہیں جن کی المغضوب علیہم سے تعبیر کی گئی ہے۔ لیکن وہ اشخاص جن میں قوت عملیہ تو قوی ہے مگر وہ بطریق علم فطرت کے مقتضیات تک راہ یافتہ نہیں ہوئے۔ یہ لوگ علم کے درجۂ ثانیہ میں ہیں جن کی تعبیر ضآلین سے کی گئی ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ ۝

جس پر تیرا نہ غصہ ہوا — اور نہ وہ گمراہ ہوئے

اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہمیں ایسا اجتماع صالح حاصل ہوگا جو اہل علم کے طبقہ ثانیہ پر مشتمل ہوگا۔ اور عاملین کے طبقہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں پر مشتمل ہوگا۔ اور ہم اس اجتماع میں ایسوں کو داخل نہیں ہونے دیں گے جو علم و عمل کے تیسرے درجہ میں ہیں۔ بلکہ اگر وہ اس اجتماع میں ہوئے تو ہم ان کو نکال باہر کریں گے۔

اس پر غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کی تفسیر تمام ہوئی۔

فصل اب اس دعا کا مفہوم ہوا کہ اگر اس فرش زمین پر ایسی اجتماعیت صالحہ موجود ہوئی جو ہماری تمام ضروریات کو پورا کر سکے تو اے اللہ ہمیں اس جماعت تک پہنچا اور اس کے لئے ہمیں چلنے کی توفیق دے۔ اور اگر کوئی ایسی اجتماعیت نہیں تو اے اللہ ہمیں توفیق بخش کہ ہم ایسی اجتماعیت برپا کر سکیں۔ یہ آسان نہیں ہے۔ اور اس ارادہ کے بغیر الصراط المستقیم کی تعمیم پوری نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی ایسا آدمی ہے جس کا ارادہ ہے کہ صراط مستقیم پر چلے لیکن اس شرط پر کہ اس کو ایسا مجتمع اور جماعت مل جائے اور وہ اس میں ہو اور اگر اسکو اس طریقہ پر چلنے والی جماعت نہ ملے تو وہ اپنے کو معذور کی طرح سمجھے۔ کیونکہ کوئی انسان ایسے عظیم عمل کے لئے اجتماعیت کے بغیر اکیلا کھڑا نہیں ہو سکتا۔ تو ایسا شخص جو یہ رائے رکھتا ہے عزم و ارادہ میں ناقص ہے۔ لیکن وہ شخص جس کی یہ رائے ہو کہ اگر اسکو ایسا اجتماع میسر نہ ہوا تو وہ اپنی پوری کوشش سے ایسے اجتماع کو قائم اور برپا کر دے گا تو ایسے شخص کا عزم کامل ہے۔ اور یقین جانیے کہ ایسے مجتمع اور جماعت کا قیام از سر نو اس شہر کی طرح ہے جسے خالی خولی جنگل میں بسایا جائے۔ اور اس کی دشواری پوشیدہ نہیں ہے لیکن یہ چیز ان لوگوں پر آسان ہے جو عالی ہمت ہیں۔

فصل :- قرآن عظیم تو در حقیقت ایک ایسی اجتماعی تحریک کی دعوت کا نام ہے جو عالی (انٹر نیشنل) تحریک ہے۔ تو اس دعا میں جو دراصل عنوان ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اُن اشیاء میں سے جو قوموں کے مخصوص مقتضیات ہیں کسی شئی کا متعین ہوتا ہے۔ انسان کے عقلی نظریات میں مختلف طبقات ہیں۔ پس ایک مقصد کو ایک گروہ ایک وجہ سے پا سکتا ہے اور دوسرا گروہ دوسری وجہ سے پا لیتا ہے۔ اور یہ مقصد فطرۃ انسانیہ کی تکمیل کے لئے ہے۔ پس صراطِ مستقیم ایک قوم کے نزدیک ایک صورت میں متشخص و متعین ہوگا تو دوسری قوم کے ہاں دوسری صورت میں متعین ہوگا۔ پس وہ دعاء جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام فرمائی ان تعینات سے عام تھی۔ اور ہر آدمی جو اپنی فطرت کیساتھ اپنے رب پر اعتماد رکھتا ہے۔ کیا اس پر یہ گراں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کا سوال کرے! پس جب کوئی آدمی لوگوں کی پیشوائی کرتا ہوا اپنے رب سے دعاء مانگے کہ اللہ تعالیٰ اُسے صراطِ مستقیم پر چلائے تو کیا کوئی سلیم الفطرۃ انسان اس کے باوجود اجتماعیت صالحہ سے تخلّف کر سکتا ہے۔ اور صراطِ مستقیم کے تشخصات اُسے ضرر نہیں دے سکتے۔ تو بیشک امام صراطِ مستقیم کی تعیین میں اپنے رب پر اور اُس کی ہدایت پر بھروسہ و اعتماد کرے گا۔

پس اس اجتماعیت کی تسہیل تمام اُمتوں کے لئے ایک ہی دعاء پر ہوگی لیکن جب مختلف قوموں کا مقصد ایک ہی چیز نہیں ہوگا۔ تو ان کے لئے یہ اجتماعیت کیسے ممکن ہوگی۔ اور اسی طرح صراطِ مستقیم کے عملیات کی تعیین اور صراطِ الذین انعمتَ علیہم کے ساتھ تفصیل بھی ایسی ہوگی۔ کیونکہ اس میں عظماء کے قوم کے کسی رجل کا نام ہو اور دوسری قوم کے رجل کا نام نہ ہو ایسا کوئی ذکر نہیں ہے۔ جیسے ہم یوں نہیں کہیں گے صراطِ محمد ﷺ و ابی بکر رضی و عمر رضی ایسے یوں بھی نہیں کہیں گے صراط موسیٰ ع اور صراطِ عیسیٰ ایسی وہ اُمتیں جن میں رجال عظیم المرتبت ہوئے ہیں لیکن باوجود اس کے ان میں سے کسی ایک کا نام مذکور ہوا۔ پس وہ شخص جو اپنی فطرت سے اپنے رب پر اعتماد رکھتا ہے۔ الذین انعم اللہ علیہم کی اجتماعیت سے کیا پیچھے رہ سکتا ہے۔ لیکن الذین انعم اللہ علیہم کی تعیین اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگی۔ اور ہم تو اس سے صرف یہ کہتے ہوئے دعاء مانگا کریں گے۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم فقط۔ اے اللہ ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما یعنی ان لوگوں کے راہ پر چلا جن پر تیرا انعام ہوتا رہا۔ فقط۔ ہم نے انبیاء علیہم السلام کی تمام کتابوں میں کوئی ایسی دعا نہیں دیکھی جس میں اس دعاء کی طرح انتہائی انصاف ہو جو تمام گروہوں کو ایک ہی کلمہ پر جمع کر دے۔

اور اسی طرح ہم مغضوب علیہم کی اور ضالین کی تعیین بھی نہیں کریں گے ۔ فصل تمام ہوئی ۔

لطیفہ :۔ ہمارے خیال میں مغضوب علیہم موجودہ زمانہ میں وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے معانی تو سمجھے جا سکتے ہیں لیکن ان پر عمل کرنا ناممکن ہے یا بذریعہ محال ہے ۔ اور ایسے ہی ہم ضالین ان کو بتاتے ہیں جو کہا کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں قرآن کا علم حاصل ہونا محال ہے ۔

لطیفہ : شیخ نے فرمایا تھا کہ ہم اپنے زمانہ میں مغضوب علیہم کی تفسیر ان لوگوں کو بتاتے ہیں جو یہ کہیں کہ قرآن کے معانی قابل فہم ہیں لیکن ان پر عمل کرنا مستحیل یا کالمستحیل ہے تو ایسے لوگوں کو ہم مغضوب علیہم بتاتے ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کی تفسیر یہود کے ساتھ فرمائی تھی تو یہ بات مخفی نہ رہنا چاہیے کہ یہ تفسیر تمام زمانوں کے لئے نہیں تھی بلکہ یہ ایک ایسی مثال اور نظیر تھی جو اس وقت موجود تھی تو ہر انسان اپنے زمانہ اور اپنے شہر میں ہر اس قوم سے اس کی تفسیر کر سکتا ہے جو یہود کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں وہ اس قوم کو آیت کا مصداق بنا سکتا۔

اور اسی طرح ہم ضالین کی تفسیر ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جو یہ کہیں کہ اس زمانہ میں قرآن کا علم کالمستحیل ہے ۔ اور حدیث میں انکی تفسیر نصاریٰ کو بتایا گیا ہے تو یہ بھی مثال اور نظیر ہوگی جو حضور صلعم کے زمانہ موجود تھی۔ میں ایک ایسا انسان ہوں جو نیا مسلمان ہوا ہوں میں اسلام میں اس وقت داخل ہوا ۔ جب میری عمر ۱۶ سال کی تھی اور میں نے دینی علوم کو اپنے علاقہ میں علماء کی ایسی جماعت سے حاصل کیا کہ تمام انسان ان سے اخذ علم پر قدرت رکھتے تھے ۔ اور میں کوئی مال دار یا صنعت کار انسان نہیں تھا بلکہ میں اسی طرح طلب علم کر رہا تھا ۔ جیسے کہ عامۃ المسلمین طلب کرتے ہیں اور مسلمان بقدر کفایت ان کی ضروریات پوری کرنے کی کفالت کرتے ہیں ۔ تو میں بطور تحدیث نعمت بحمد اللہ تعالیٰ کہتا ہوں کہ میں نے اپنے شیخ کے واسطہ سے جو شیخ الہند ہیں اور دیوبندی علماء کی جماعت کے فرد وحید ہیں فہم قرآن کی طرف پوری توجہ دی اور اس زمانہ میں ہمارے شیخ کے اقران اور ہمزمان صرف چار یا پانچ تھے ۔ جن سے لوگ استفادہ کرنے میں ہمارے شیخ سے استفادہ کرنے کی طرح مشغول تھے ۔ پھر میں اپنے شیخ حضرت قاسم العلوم والخیرات محمد قاسم نانوتویؒ کی تصانیف کی طرف متوجہ ہوا اور میں ہزاروں طلبہ کو جانتا ہوں جو ان تصانیف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ پھر میں نے الامام ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے لڑکے الامام

عبدالعزیز الدھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے پوتے مولانا محمد اسمٰعیل الشہیدؒ کے معارف کیطرف ترقی کی
یہ ایسے باعظمت تھے کہ اکثر ہندوستان کے اہل حق علماء ان کی ایسی اکرام و تعظیم کرتے ہیں جیسے اکابر
مجتہدین یا شیوخ طریقہ کے اکابرین کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس بیان سے میرا مقصد یہ ہے کہ ان کا طریقہ
لوگوں سے کوئی پوشیدہ نہیں تھا لیکن وہ لوگ ان سے اور ان کی تصانیف سے صرف اپنی دانستہ غفلت کی
وجہ سے نفع نہیں اٹھا سکے۔ میں اپنے رب کی کثرت سے حمد بیان کرتا رہوں گا کہ اس نے میرے لئے
اسباب ذرائع آسان فرما دیئے حتیٰ کہ مجھے توفیق ہوئی کہ قرآن عظیم کی فہم ان ائمہ کے طریق پر اپنی زندگی
کا مقصد وحید بنا لوں۔ اور میرے دل میں یہ بات گذرتی کہ لوگوں میں سے کوئی ایک انسان ایسا ہوتا جو میرا
استفادہ مجھ سے سُن لیتا اس لئے کہ میرا معاملہ تو میرے نفس اور جی میں حقیر ہو کر رہ گیا تھا۔ تو اللہ سبحانہٗ
کا میں شکر جمیل اور جزیل کرتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں اس چیز کا ایسے اشخاص کو درس دیتا رہا جو انتہائی صالح
عقول کے مالک تھے اور دنیوی اور دینی امور میں عموماً مجھ سے زیادہ عقلمند اور بہت اچھے تھے تو وہ
مجھ سے قرآن عظیم کے اخذ کے لئے ہی فقط متوجہ ہوئے۔ پھر میں نے ایسے گروہ کو درس دیا جنہوں نے
مجھ سے اخذ کے بعد تدبر فی القرآن اور اسی کی درس و تدریس کو اپنا مقصد حیات بنا لیا تو ان سے اخذ
کرنے والوں کی بھی فوجیں در فوجیں نکلیں جو قرآن کی فہم رکھنے والے تھے۔ اس تجربہ کے بعد جو لوگ کہتے
پھر رہے ہیں، اس زمانہ میں قرآن کا فہم ناممکن ہے۔ ان کے بارہ میں کہتا ہوں کہ یہ ضالین ہیں۔ اور میں
اس کہنے میں ان کے رب کی طرف سے بیّنہ پر ہوں۔ یہ تجربہ شاہد ہوا کہ فہم قرآن میں اسطرح مشغول ہونا جیسے
کہ میں مشغول ہوا تھا تمام مسلمانوں پر آسان اور سہل ہے۔ تو کیسے یہ کہنا صحیح ہوا" اس زمانہ میں
قرآن کریم کو نہیں سمجھا جا سکتا تھا اور ہمیں اس وقت انتہائی تعجب ہوتا ہے جب ہم اسی گروہ کے
بڑے آدمیوں (علماء) کو دیکھتے ہیں کہ وہ (اپنے زعم باطل میں) امام مہدی کی آمد کے منتظر بیٹھے ہیں۔ کیا انہوں نے اللہ جل جلالہٗ کے ان انعامات
کو جو بشکل قرآن عظیم اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں پورا شکریہ ادا کر لیا ہے کہ جس کی جزا میں اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے زیادتی کے طالب ہیں و الی اللہ المشتکیٰ
سورۃ فاتحہ جس کی قراءت ہی نماز ہے اور طہارت اور توجہ الی القبلہ یہ اسکے مبادیات سے
ہیں اور رکوع و سجود تکمیل تک پہنچانے والے ہیں۔ اور اصل نماز درحقیقت انسان کا اپنا فکر اور اپنے
تخیل میں حضور ہونا کہ میں اپنے رب کی بارگاہ اپنے مایحتاج الیہ کی عرض اور گذارشات پیش کر رہا ہوں

اور یہی طریق تمام انسانوں کے لئے معین ہے جو اس سورت کی صورت سے اسلام میں داخل ہو۔
پس نماز سے اصل مقصد اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی ہدایت کی دعا مانگنا ہے۔ اور ہم اس کیساتھ ایک دوسری سورت کو ملاتے ہیں جو اللہ کی طرف سے اس کا جواب ہے وہ یہ کہ ہدایت قرآن ہی ہے (ان الهداية هى القرآن) نتیجہ جتنا ہو سکے قرآن کو پڑھو ہدایت پا لو گے (فاقرءوا ما تيسر من القرآن تهتدوا) پھر رکوع و سجود اس دعا کی قبولیت و استجابت کا شکریہ نہیں گے۔ یہ ہے ہمارے نزدیک صلوٰۃ اور نماز کا معنیٰ و مفہوم جیسے ہمارے شیخ کے شیخ مولانا محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ لیکن ہم اس پر قدرے زیادتی کرتے ہیں کہ جس نے یہ نماز مسلمانوں کی جماعت میں پڑھی وہ مسلمان ہو گا۔ یہی ایک چیز ہے جس کا حاصل کرنا لوگوں کو مشکل اور صعب نظر آ رہا ہے۔

تمت الحاشیہ۔۔

تفصیل ابواب سورۃ بقرہ

پہلا باب :-	اثبات ضرورت قرآن	آیت نمبر ۱ تا نمبر ۱۵۰
دوسرا باب :-	تہذیب اخلاق	" نمبر ۱۵۱ تا نمبر ۱۶۲
تیسرا باب :-	الاجتماعیۃ الادنیٰ فی القریٰ	" نمبر ۱۶۳ تا نمبر ۱۷۶
چوتھا باب :-	الاجتماعیۃ فی الامصار	" نمبر ۱۷۷ تا نمبر ۲۵۲
پانچواں باب :-	الاجتماعیۃ فی الاقوام (الخلافۃ)	" نمبر ۲۵۳ تا نمبر ۲۸۶

آیت نمبر ۱ تا نمبر ۳۹ میں ضرورت قرآن ثابت کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد نمبر ۴۰ سے نمبر ۱۵۰ تک بنی اسرائیل کے ساتھ مذاکرات ہیں۔ گویا آیات نمبر ۱۵۱ تا نمبر ۲۸۶ کے درمیان جملات معترضہ بنی اسرائیل قدسی ہیں کہ ان کی کتاب عام انسانیت کیلئے کافی ہے۔ ان جملات معترضہ میں اس خیال کی تردید کی گئی کہ جملات تین فصلوں پر ہیں۔

فصل اول :-	نمبر ۴۰ تا نمبر ۴۶	بنی اسرائیل کی غلطیاں
فصل دوم :-	نمبر ۴۷ تا نمبر ۱۲۱	بنی اسرائیل کے قبائح
فصل سوم :-	نمبر ۱۲۲ تا نمبر ۱۵۰	

سورۃ البقرہ

تمہید | یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی۔ یہ تورات کے صحائف کی مانند ہے۔ اس میں قرآن حکیم کی وہ تعلیم بھی دی گئی ہے جو پہلے مکہ میں نازل ہو چکی ہے۔ اب اس سورت میں اس تعلیم کو کتابی شکل میں معین کیا گیا ہے۔ اور پھر اس پر جہاد اور خلافت کبریٰ کے مسائل کا اضافہ کیا گیا ہے

نیز جس طرح مکی سورتوں میں قریش پر حجۃ تمام کی گئی تھی اسی طرح اس سورت میں خصوصیت کے ساتھ بنی اسرائیل پر حجت تمام کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ قریش مکہ اور بنی اسرائیل کے کہیں متوازی ہیں

مکہ کی سیاسی حالت | قریش میں اُس زمانے میں کم سے کم تین بڑے بڑے سیاسی گروہ تھے۔

(۱) الحنفاء:۔ یہ فقط سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے طریقہ کا احیاء چاہتے تھے ان کے اندر ایک نبی کی بعثت کی بشارت چلی آتی تھی۔ یہ عالم گیر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

(۲) دوسرا گروہ رومیوں کی طرف مائل تھا۔ اور وہ اس طاقت کی مدد سے غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور تیسرا گروہ ایرانیوں کا طرف دار تھا اور یہ ان کی مدد سے غلبہ حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔

مدینے کے یہود بھی ایک نبی کے منتظر تھے۔ وہ اس کی نبوت میں تورات کا غلبہ دنیا میں قائم کرنا چاہتے تھے۔

مدینے کی معاشرتی حالت | اس زمانے میں مدینہ منورہ میں دو عرب قبیلے بستے تھے۔ یعنی

(۱) اوس ———— (۲) خزرج۔

اور یہودیوں کے تین قبائل آباد تھے۔ (۱) بنو قریظہ (۲) بنو نضیر اور بنو قینقاع۔

ان کے قریے قریب قریب واقع تھے ان کے مجموع کا نام تھا یثرب۔

ہمارا خیال ہے کہ اس بستی کا نام جو بعد میں مدینہ پڑا۔ تو یہ لفظ سورۂ لیسین کی اُس آیت سے لیا گیا ہے۔

مدینہ کا نام | بعثت نبوی کے دسویں سال میں یثرب کا ایک وفد حج کے لئے مکہ آیا۔ یہ وفد

اس غرض سے آیا تھا کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑائی کرنے میں قریش سے مدد طلب کرے۔ اتفاق سے اس وفد کی ملاقات حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگئی۔ جنہوں نے اس وفد کو اسلام کی کی دعوت دی۔ اور یہ خیال بھی ظاہر کیا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے میں بیٹھ کر دعوت اسلام کا مرکز قائم کریں۔ اس وفد میں ایک نوجوان تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہوگیا۔ اس نے وفد والوں سے کہا کہ جس کام کے لئے ہم آئے ہیں اس سے یہ بہتر ہے۔ شیوخ وفد نے اُسے چُپ کرانا چاہا لیکن وہ اپنے خیال پر قائم رہا۔ اگلے سال وہ نوجوان پھر دوسرے وفد میں بھی آیا۔ اب کے یہ وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی دعوت دی تو نوجوان بھاگا بھاگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ نے وفد کے ساتھ ایک داعی بھیجا۔ اس سے اگلے سال یعنی بعثت کے تیرھویں سال ہجرت قرار پائی۔ اس سلسلہ میں سورہ یٰسین جو آیت میں ہے جاء رجل من اقصی المدینۃ اس مناسبت سے یثرب کا نام مدینہ رکھا گیا۔

یہودی اجتماعیت | مدینہ میں یہود کی اجتماعیت غالب تھی۔ اور اوس اور خزرج اکثر امور اجتماعیہ میں یہودی کی پیروی کرتے تھے۔ گو وہ خود صابیت پر قائم تھے۔ بعض اوقات ان عرب قبیلوں میں سے لوگ یہودیت اختیار بھی کر لیتے تھے۔ غرض جس طرح مکہ میں کفار کو فوقیت حاصل تھی اسی طرح سے مدینہ میں یہودیوں کو غلبہ حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورت میں قریش اور یہود کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں عالمگیر غلبے کے خواب دیکھ رہے تھے۔

لیکن قرآن حکیم اس بات کا مدعی ہے کہ قرآن کی تعلیم پھیلانے والی پارٹی بھی ان پر غالب آگئی اہل تورات غالب نہیں آسکتے۔ اس کی طرف الٓمٓ میں اشارہ کیا گیا۔

الٓمٓ کی تفسیر اپنے نظریے کے مطابق ہم کر چکے ہیں۔ اب ہم امام ولی اللہ کے طریق پر اس کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔

مقطعات اور اشتقاق | عربی زبان میں مقطعات کے مستقل معانی ہیں۔ جو طویل غور و فکر سے سمجھ میں آتے ہیں۔ پہلے ہم ان تینوں حرفوں پہ غور کرتے ہیں۔ علم الاشتقاق کے ماہرین کا بیان ہے کہ جس کلمے میں ج اور ن جمع ہو جائیں اس میں پوشیدگی کے معنی پائے جائیں گے۔ مثلاً جن

جنین جنت وغیرہ ہیں۔ اب اگر ایسے الفاظ پر غور کیا جائے جن میں م ن حرف ج پایا گیا ہو تو اس حرف کا مفہوم مستقل طور پر معین کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد حرف ن کا مفہوم معین کیا جا سکتا ہے۔ یہ بحث حروف مقطعہ کے مادے کے اعتبار سے تھی۔

عربی اور سنسکرت ان حروف کی صورت اور مخارج سے خروج کے اعتبار سے بھی ان کے معانی کی تصویر کشی کی جا سکتی ہے۔ جو شخص عربی زبان کی ان لطافتوں کا ماہر ہو اور یہ جانتا ہو کہ فصحاء اور بلغاء نے کن رموز و اشارات کے اظہار کے لئے استعمال کیا ہے وہ ان کے معانی اس جہت سے بھی معین کر سکتا۔ امام ولی اللہ دہلوی نے یہی مسلک اختیار کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سنسکرت میں بھی اس قسم کی نکتیں پائی جاتی ہیں لیکن قرون اولی کے مسلمانوں نے سنسکرت کی طرف توجہ نہیں کی اسلئے وہ اس قسم کے معارف سے آگاہ نہیں ہو سکے۔ لیکن وہ دولت غزنویہ کے زمانے کے مشہور شاعر مسعود سعد سلمان نے جو عربی اور سنسکرت دونوں زبانوں پر کامل عبور رکھتا تھا۔ دونوں زبانوں میں شعر کہے ہیں۔ یہ شاعر بے بدل ہندوستانی میں کہنے والوں کے طبقہ اول میں ہے۔ طبقہ متوسط میں امیر خسرو شامل ہیں اور متاخرین میں سید علی بلگرامی ہیں جو "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" کے مصنف ہیں سید علی بلگرامی کے عم بزرگوار سید علی بلگرامی زبیدی عربی کی مشہور لغت قاموس اور امام غزالی کی احیاء العلوم کے شارح ہیں۔ شارح قاموس نے سنسکرت کے بحروں میں عربی اشعار کہے ہیں۔ خود ہمارے ہم عصر سید علی بلگرامی ایک اور فاضل ہیں جو جرمن اور انگریزی کے ماہر ہیں،

غرض امام ولی اللہ نے حروف کے مخارج سے جو معانی استنباط کئے ہیں وہ انوکھی بات نہیں۔ سنسکرت میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے۔ گویا امام ولی اللہ کے مسلک کی تائید سنسکرت سے ہوتی ہے اور ہمارے مسلک کی یہودی علوم سے ہوتی ہے۔

امام ولی اللہ کا مسلک امام ولی اللہ دہلوی کی حکمت میں شخص اکبر ہیں۔ شخص اصغر (ایک دوسرے کے مشابہ ہیں) شخص اکبر کے دماغ اور زبان حظیرۃ القدس ہے، شخص اصغر (انسان) حروف کو جوڑ کر ان کی اصوات کے مطابق معانی پیدا کرتا ہے جنہیں سننے والے سمجھتے ہیں۔ جس طرح شخص اصغر کی زبان و دہان سے نکلنے والے حروف ہیں اسی طرح کلام اللہ حظیرۃ القدس کے کلام کی طرف اشارہ ہونا چاہیئے (جو شخص اکبر کی زبان ہے) مثلاً (آ) حلق میں سب سے دور کے حصے سے نکلا ہے

اس میں ان علوم کی طرف اشارہ ہے جو عرش پر قائم ہونے والی تجلی اعظم میں پوشیدہ ہیں۔ کیوں کہ یہ تجلی عرش ہیں۔ کیوں کہ یہ تجلی عرش سے بہت دور واقع ہے۔

ل وسطی مخارج میں سے ایک مخرج سے نکلتا ہے۔ یہ ان فرشتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو حاملین عرش اور حافین من حول العرش ہیں۔ تجلی اعظم کی یہ برکات حظیرۃ القدس میں انہی وسائط سے نازل ہوتی ہیں۔

میم اس کا مخرج شفوی ہے۔ یہ ان علوم کے جو حظیرۃ القدس میں جائے گیر ہوتے ہیں خارج میں نازل ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ امور نہایت معتدل ہیں گو ان کا سمجھنا قدرے مشکل ہے۔

ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ کرۂ زمین پر سات بڑے ملک ہیں۔ ان میں سات اقوام عظیمہ بستی ہیں جن کی ذہنیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ حظیرۃ القدس سے جو علوم نازل ہوں گے وہ ان میں ہر ایک قوم کی ذہنیت کے مطابق نازل ہوں گے۔ اگرچہ علم اصل میں ایک ہی ہوگا۔ لیکن وہ شکل وصورتیں اس قوم کی ذہنیت اختیار کرے گا جس میں وہ نازل ہوگا۔ مختلف سورتوں کے شروع میں الف لام میم کے اختلاف سے یہی اختلاف صوری مراد ہے۔ الٓمٓ چھ سورتوں کے شروع میں آیا ہے۔

(۱) البقرہ ، (۲) آل عمران ، (۳) عنکبوت ، (۴) روم

(۵) لقمان ، (۶) السجدہ

دو سورتوں میں الٓمٓ آیا ہے ، اعراف میں الٓمٓصٓ ہے، الرعد میں الٓمٓرٰ ہے جو شخص مذکورہ بالا طریق پر غور کرے وہ ان میں ایک مناسبت اور تناسق پائے گا۔

ان سورتوں میں اساس حکمت اجمالی طور پر بیان کی گئی ہے پھر آخرت کی زبان میں اس کی تفصیل پیش کی گئی ہیں مثلاً کفار و شیاطین کا جھگڑا۔ یا محشر میں تابع و متبوع کا جھگڑا یا انبیاء کا کلام سورۂ بقرہ میں یہود سے خطاب ہے جو ارض مقدس کی اقوام میں مرکزی مقام رکھتی ہے۔

(آیت ۲) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲)

اس کتاب میں کچھ شک نہیں راہ بتلاتی ہے۔

ہمارے نظریہ کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم نے مکی معاشرے میں یہ تاثیر کی کہ اس بستی میں ایک اجتماعی حکومت منظم ہوگئی۔ چنانچہ مسلمان اپنے تمام فیصلے حضرت محمد رسول صلعم کے توسط سے قرآن حکیم ہی کے مطابق کرتے تھے۔ اگر قرآن میں کوئی حکم آچکا ہے تو اسی کے مطابق فیصلے ہوتے تھے ورنہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بہرکیف اس سے باہر کوئی فیصلہ نہیں ہوتا تھا۔ یہ نظام مسلمانوں کے مابین تھا۔ باقی رہے غیر مسلم تو مسلمان ان سے مکی معاشرے کے عام خاندانی دستور کے مطابق معاملہ کرتے تھے۔ قرآن حکیم نے ان خارجی معاملات میں اُس وقت دخل نہیں دیا بلکہ وہ صبر اور انتظار کا حکم دیتا رہا۔ حتیٰ یاتی اللہ بامرہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امر (امر جہاد) بھیجدے۔ اس قسم کی حکومت مکہ میں جب پیدا ہو چکی تھی۔ گویا قرآن حکیم کی تعلیم کا نتیجہ میں ایسی جماعت وجود میں آگئی جو عدل و احسان دنیا میں بھی قائم کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ یہ جماعت دوسرے لوگوں سے صلہ رحمی کے اصول پر سلوک کرتے تھے۔ سو وہ کسی ایسی تعلیم پر عمل نہیں کرتے تھے جو انسانی فطرت کے خلاف ہوتی۔ تقویٰ کے تیسرے حصے یعنی ایتار ذی القربیٰ کے یہی معنی ہیں۔ قرآن حکیم نے قریش اور دیگر عرب قبائل میں سے صالح افراد لے کر اور ان میں یہود و نصاریٰ کے صالح افراد کا اضافہ کرکے اور مجوس کے اچھے افراد بڑھا کر ایسی جماعت پیدا کرلی۔ جب یہ ثابت ہوجائے کہ اس کتاب کی تعلیم ایسی جماعت کی تخلیق کا ذریعہ اور سبب بنی ہے اور جماعت بھی وہ جس کی نظیر دنیا کی اقوام اور ادیان میں نہیں ملتی تو جو شخص نبوت اور کتب الٰہیہ کو مانتا ہے اور قرآن کی پیدا کردہ جماعت کا مقابلہ دوسری کتب الٰہیہ کی پیدا کردہ جماعتوں کے ساتھ کرتا ہے اسے تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ قرآن حکیم کی پیدا کردہ جماعت نہایت اعلیٰ درجے کی ہیں اور خود قرآن حکیم کتاب الٰہی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اگر کوئی شخص تورات کو مانتا ہے (اور اُس وقت بیشمار لوگ اس کتاب کو ماننے والے موجود تھے) اور انسانیت میں تورات کی تعلیم کے اثرات اب تک موجود ہیں۔ ہم اس کتاب کے سچے ہونے کے قائل ہیں۔ کیوں کہ اس کی تاثیر انسانیت میں بالبداہت دیکھنے میں آئی ہے۔ لیکن جب قرآن کو دیکھتے ہیں تو یہ ناقابل انکار حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ اس کی تاثیر تورات کی تاثیر سے زیادہ قوی ہے تو کیا ایک منصف مزاج انسان اس بات کے تسلیم کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔

کہ قرآن حکیم بھی ایک آسمانی کتاب ہے۔

ہمارے نزدیک اس آیت کے یہی معنیٰ ہیں کہ یہ کتاب ان متقین کی پیدا کرنے والی ہے جو کہ نہیں پیدا ہوئے۔ یہ اس کتاب عظیم کے آسمانی کتاب ہونے کی پختہ بدیہی دلیل ہے

جملۂ معترضہ جس طرح ہمارے بعض مفسرین قرآن حکیم کی اِن ابتدائی آیات کی تفسیر کی ہے اس سے اس کتاب عظیم کی ساری عظمت طالب علم کے دل سے نکل جاتی ہے۔ یہ لوگ عربی سوسائٹی کا حال جس میں سے وہ نزول قرآن کے وقت گزر رہے تھے نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے فلاسفہ کی کتب میں سوفسطائیوں کی آراء و افکار کا مطالعہ کیا اور ان پر اعراب بادیہ کا قیاس کر لیا۔ اور ابتدائی سورتوں کا مخاطب انہی کو گردانا۔ وہ اس کی تفسیر بھی اس انداز پہ کرنا چاہتے ہیں لیکن انہیں اس کی کوئی راہ نہیں ملتی۔ اس پر وہ اس سورت کی آیتوں کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جو ان آیات کے قامت پر ٹھیک نہیں بیٹھتی مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم بلا ریب حق ہے خواہ لوگ اسے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ وہ تو اندھے ہیں اگر سورج کو نہیں دیکھتے تو نہ دیکھیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہدایت تو اس کے لئے ہوتی ہے جو جاہل اور گمراہ ہوں۔ متقیوں کے لئے اس کے ہدایت ہونے کے کیا معنیٰ؟ پھر خود ہی اس کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہیں وہ لوگ جو ہدایت کے طلبگار ہوں۔ پھر جب وہ تقویٰ کی تفسیر کرنے بیٹھتے ہیں تو اس کا صحیح مفہوم معین نہیں کر سکتے۔ پھر وہ مخاطبین اور ان کی طلب تقویٰ میں کوئی مناسبت نہیں پاتے۔ غرض ان کے قلوب پر شکوک بالائے شکوک چھا گئے۔ اب جو شخص فن تفسیر سے امام تسلیم کیا جاتا ہو اور اس کی ذہنیت اوہام سے پر ہو چکی ہو۔ اور وہ اس آیت کی تفسیر کرنے بیٹھے اور زور (تخیل) سے اس کی تفسیر لکھے۔ لیکن طالب علموں کے دلوں پر اب بھی شبہات باقی رہیں تو اس مسکین کا کیا حال جو قرآن سے اس لئے اعراض کرتا ہے کہ وہ قرآن نہیں سمجھتا۔

جب میں نے متقی کے معنے یہ پڑھے کہ تقوی کے طالب (الصائرین الی التقویٰ) اس کا نتیجہ میرے دل میں یہ بیٹھا کہ مخاطبین ہیں تقوے کے معنی نہایت مشہور ہوں گے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جو شخص تقوے چاہتا ہے وہ وہی تقویٰ چاہتا ہے جسے لوگ جانتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم اسی کی طرف راہنمائی

کرتا ہے۔ میں بیس سال تک تقوی کے صحیح مفہوم کی تلاش میں رہا لیکن مجھ پر اس کا صحیح مفہوم منکشف نہ ہوا بعض مفسرین کرام اس کے معنے یہ کرتے ہیں کہ کبائر سے اور صغائر پر اصرار سے اجتناب کرنا۔ اب تقوی کا مفہوم کبائر کے مفہوم سمجھنے پر موقوف ہو گیا۔ لیکن اس وقت یہ نہ کبائر کی تفصیل ملتی ہے نہ صغائر کی۔ اس زمانے میں ایک فقیہ کی تصنیف نظر سے گزری جس کا نام "الزواجر" تھا۔ اس مفسر نے سینکڑوں کبائر سے زیادہ گنوائے ہیں۔ میں نے جی میں سوچا کہ پھر تو قرآن نے کوئی بھی متقی پیدا نہ کیا۔ میں ہندو مذہب سے واقف ہوں جب کبھی انہیں شبہ پڑتا ہے وہ اس قسم کی تاویلات سے کام لیتے ہیں۔ میں اپنے احباب سے بھی ذکر کیا لیکن کسی کو تقوی کے معنوں میں مطمئن نہ پایا۔ اب میں نے اس تفتیش کا طریقہ چھوڑ دیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اب میں مشائخ دیوبند یعنی مثلاً مولانا محمد قاسم کی کتب کی طرف راہنمائی پا چکا تھا۔ یہ مشائخ مقلد نہیں تھے۔ بلکہ محقق مجتہد تھے۔ یہ جماعت امام ولی اللہ دہلوی کے اتباع پر اعتماد رکھتی تھی۔ اب میں نے ان کی تفاسیر میں تفحص کرنا شروع کیا۔ چنانچہ میں نے تفسیر فتح العزیز مصنفہ مولانا شاہ عبدالعزیز) کا مطالعہ کیا۔ پس مجھے مقصد کی طرف رہنمائی ہوئی۔ تقوی انہیں اس کتاب سے حاصل ہوا یہ اس کتاب کے حق ہونے کا بین ثبوت ہے۔ پھر میں نے اپنے فکر کو اور وسعت دی جس سے میرے لئے قرآن کے سمجھنے کا ایک نیا باب کھل ہو گیا۔ جب میں نے اپنی تحقیق اپنے دوستوں کے سامنے پیش کی تو وہ بھی بہت خوش ہوئے۔ اب میں نے امام ولی اللہ کی جماعت کو تعلیم قرآن کے سلسلہ میں مجدد مان لیا۔ اور رازی اور بیضاوی وغیرہ سے استفادہ کی ضرورت نہ رہی۔ **فائدہ** جب امام عبدالعزیز کے مسلک کے مطابق ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ کے معنی میرے دل میں بیٹھ گئے تو میں نے رازی کے کلام کے ذریعے سے جو تفتازانی نے شرح عقائد میں نقل کیا ہے۔ اس معنی کی وضاحت کرنی چاہی۔ ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت پر ان کے معجزے سے استدلال پرانا طریقہ ہے۔ اب جبکہ ان کی نبوت عظیمہ کے طفیل بیشمار اقوام ہدایت پا چکی ہیں اور دین اسلام کرۂ ارض پر استقرار حاصل کر چکا ہے اس طریق استدلال کی ضرورت نہیں رہی اور نہ اب اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہیں۔ امام رازی کے بیان کا یہ خلاصہ میرے ذہن میں رہ گیا ہے۔ میں استدلال کی طرز پر یوں کہتا

ہوں کر مدینے میں معجزے کے ذریعہ سے نبوت ثابت کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اب یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ مکی زندگی میں ایک ایسی جماعت تیار کی جا چکی ہے جس سے بہتر روئے زمین پر کوئی جماعت نہیں ہے اس جماعت کا وجود بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے۔ اب ہم اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔ ذٰلک الکتاب۔ حنفا کی زبان میں کتاب سے مراد تورات ہوئی ہے۔ پس اس کے یہ معنے ہوئے کتاب کہلانے میں قرآن حکیم لاریب تورات سے زیادہ حقدار ہے (کہ مقتضی کتاب ہے)

پس دعویٰ یہ ہے کہ قرآن حکیم لاریب ایک کتاب ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ہُدًی لِّلْمُتَّقِیْن ہے اس کتاب عظیم کی تعلیم سے تورٰۃ کی تعلیم کی بہ نسبت بہتر متقی پیدا ہو چکے ہیں اور ہو سکتے ہیں مثلاً اس کتاب کے ذریعے سے پیدا ہونے والے متقیوں کے یہ اوصاف ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ

جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا

یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد رکھتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالٰے اور حظیرۃ القدس کی طرف سے جو بیان فرماتے ہیں وہ حق ہے گو وہ اس منبع کو نہیں دیکھتے۔ اس کے مقابلہ میں تورٰۃ کے پیدا کردہ متقی کہتے ہیں کہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃً

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ

اور قائم رکھتے ہیں نماز کو

یہ لوگ نماز کا نظام قائم رکھتے ہیں۔ حالانکہ تورات کے متقیوں سے کہا جاتا ہے کہ وادخلوا الباب سجدًا وقولوا حطۃ تو ان ظالموں نے یہ الفاظ بدل دیے فبدل الذین ظلموا قولاً غیر الذی قیل لھم (البقرہ:) (۳) اکی تیسری صفت یہ ہے کہ

وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝۳

اور جو ہم نے روزی دی ہے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں

ان کے پاس تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالتے ہیں۔ باقی رہے یہودی تو ان کا کبل زبان زد خلائق ہے حاجت بیان نہیں۔ جب کتاب ایسے متقی پیدا کرتی ہے تو یہ کتاب کہلانے میں توراۃ سے زیادہ مستحق ہے یا نہیں؛ یہ معنی ہیں لاریب فیہ کے۔ ایک جگہ قرآن حکیم میں ہے کہ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِی آدَمَ مِنْ ظُہُورِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ وَاَشْہَدَہُمْ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ۔ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟ قَالُوا بَلٰی شَہِدْنَا اَنْ تَقُولُوا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ہٰذَا غَافِلِیْنَ۔ (الاعراف۔ ۱۷۲)

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک انسان کے قلب میں ایک جوہر رکھ دیا ہے جو اپنے پروردگار عالم کو پہچانتا ہے اسے حجر بحت کہتے ہیں۔ یہی قلب انسانی کے اندر تجلی اعظم کا نمونہ ہے۔ انسان کو جو اپنے اعمال کا ذمہ دار (مکلف) گردانا گیا ہے تو اس نقطہ انسانیت کی بدولت ہے۔ انسان بسا اوقات مرافق حیات حیوانی اور عقلی میں پھنس کر اس نقطہ کے مقتضیات سے غافل ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی شخص آتا ہے جس کا یہ نقطہ انسانیت (حجر بحت) بیدار ہوتا ہے اس کا تعلق حظیرۃ القدس اور اس کے توسط سے اس تجلی اعظم کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی محبت میں بیٹھنے سے اس غافل انسان کا حجر بحت بھی بیداری پا لیتا ہے۔ جو شخص حکیم امام ولی اللہ کا مطالعہ کر چکا ہو۔ اس کے سامنے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ کتاب اللہ سے مراد وہ کلام ہے جو پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حجر بحت سے ان کے عاقلہ پر صادر ہوا پھر فرشتہ وہی کلام حظیرۃ القدس سے لے کر آیا جب دونوں کلام ایک دوسرے پر منطبق ہو گئے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اس عرض کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ کتاب اللہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجر بحت کی تاثیر بھی شامل ہے۔ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھے اور ان کے حجر بحت متیقظ تھے انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لطیف تاثیر سے فائدہ اٹھایا۔ اور کتاب اللہ پر یقین پایا۔ اس تاثیر کو چاہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی طرف نسبت دے دو یا کتاب اللہ کی طرف بات ایک ہی ہے۔ جب انسان کا حجر بحت بیدار ہو جاتا ہے تو وہ حظیرۃ القدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس حظیرۃ القدس کو الغیب کہا گیا ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے کلام الٰہی سنتے ہیں تو وہ کلام تجلی کی طرف سے خود ان کے اپنے حجر بحت پر بھی نازل ہوتا تھا اس سے انہیں یقین ہوتا

ہے کہ یہ کلام الہٰی ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلعم کی صحبت میں بیٹھنے والے متقی جن کا حجر بحت بیدار ہے۔ آپ نے قلوب میں تجلی اعظم کی تاثیر پاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو کلام سنتے ہیں تو اُسے اپنے نفس کے ہواجس پر اسی طرح منطبق پاتے ہیں جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل سے کلام سن کر اپنی حجر بحت کے آثار سے منطبق پاتے ہیں۔ اس سے یہ متقی لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ جو کچھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ خود ان کے اپنے احساسات کی حکایت ہوتی ہے۔ نبوت کے بعد یہ انسان کا سب سے بڑا مقام جو اسے حاصل ہو سکتا ہے۔

ویقیمون الصلوٰۃ۔ یہ اس رابطے کے تحفظ کے لئے ہے جو ان کے اور حظیرۃ القدس کے مابین قائم ہے۔ ومما رزقنٰھم ینفقون وہ جانتے ہیں۔ کہ جب انسانی فطرت کسی چیز کی محتاج ہوتی ہے تو وہ تو اس کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ خرچ دیتی ہے۔ یہ لوگ عام محتاج لوگوں پر وہ سب کچھ خرچ کر دیتے ہیں جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ کم ہو یا زیادہ۔ اس سے ان کے دلوں میں اس طائفے کی محبت اور الفت پیدا ہو جاتی ہے وہ اس محبت کے ذریعے سے انہیں حظیرۃ القدس کی طرف جذب کرتے ہیں۔

اس سے ایک مرکزی اجتماعیت وجود میں آتی ہے۔ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران میں انہیں نبی اکرم کی محبت اور کتاب اللہ کی تاثیر سے یہ بات حاصل ہو گئی تھی۔ پس اس جماعت کا مکہ میں پیدا ہو جانا اس کفایت کے اللہ کی طرف سے بواسطہ حظیرۃ المقدس نازل شدہ ہے اور جس پر یہ نازل ہوئی ہے وہ اللہ کے نبی ہیں۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت علت اس جماعت کے وجود میں آنے کی۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے

قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں۔

اس بارے میں اختلاف ہے یہ آیت صفات ماقبل کے موصوفین کے صفات ہی بیان کرتی ہے۔ یا یہ کوئی اور جماعت ہے جس کے اوصاف بیان کرتی ہے۔ پہلی آیت کا تعلق مہاجرین کے ساتھ ہے

اور اس دوسری کا انصار کے ساتھ۔

ہمارے خیال میں ان آیات میں نبوت کا اثبات مقصود ہے۔ اور یہ اثبات اس اجتماعیۃ کے ذریعے سے کرنا مقصود ہے۔ جو مکہ میں پیدا ہوئی۔ ہم جانتے ہیں کہ مدینے کے انصار کی زندگی ہی میں مہاجرین کے ساتھ منضم ہو چکے تھے۔ اس اجتماعیت کا دائرہ (اُم القریٰ) دحولہا ہے۔ اس میں مکہ کے اردگرد کے قبیلے اور یثرب کے قبیلے داخل ہو گئے۔ پس اس آیت میں صفات کا صفات پر عطف ہے۔ امام ولی اللہ کی حکمۃ کا یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بعثتیں ہیں۔

(۱) اُمیین عرب کی طرف (۲) تمام دنیا کی اقوام کی طرف۔

پس پہلی صفات جن پر ان صفات کا عطف ہے۔ دوسری بعثت کا مرکز ہیں اس کتاب کی تعلیم سے ان متقیوں نے جو تقویٰ حاصل کیا۔ اس سے ان میں دو قسم کے کمالات پیدا ہو گئے۔

اور حظیرۃ القدس کی طرف توجہ بذریعہ علم اور حال اور عمل۔

(۲) عالم کا حال جاننا اور اس لحاظ سے کہ وہ حظیرۃ القدس سے مختلف تعلیمات کے کیوں مقتضی ہوا۔ یہ حکماء ہیں جو عرب کی نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ انہیں یقین کامل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اترا ہے وہ عرب کے حالات کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ یہ معرفت تفصیلیہ کا درجہ ہے۔ اور ان کے ایمان بالغیب ہی سے متفرع ہے۔ چنانچہ ان میں سیدنا عمر جیسے محدّث ہیں۔ ان میں ایک عمر ہی نہیں بہت سے لوگ ہیں جن کے دلوں میں آتا ہے کہ فلاں فلاں قسم کے قانون ہونے چاہییں۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ ان اسباب کو خوب سمجھتے ہیں جو نزول شرائع کے مقتضی ہوا کرتے ہیں۔ یہ کتاب اللہ میں الحکمۃ کے لفظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ اور قرآن نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب اور حکمۃ سکھانا فرض کر دیا ہے۔ جو لوگ حکیم مزاج نہ ہوں وہ قرآن میں کیا تدبر کر سکتے ہیں؟ ایسے ہی ان ایک جماعت ہوتی ہے جو عالم کی نبض پہچانتے ہیں۔ وہ مانتے ہیں کہ شرائع سابقہ کے نزول کے اسباب کیا تھے۔ مثلاً یہودیوں میں نصاریٰ میں اور ان کے تتبع میں صابیوں اور مجوسیوں میں۔ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ہند کی دو ملتیں جو دنیا میں پھیلیں یعنی برہمنیت اور بدھ مت مزاج کے اعتبار سے یہودیت اور نصرانیت سے مشابہ ہیں۔

ویؤمنون بما انزل من قبلک اس صفت کی وجہ سے وہ نبی اکرم صلعم کی بعثت عالمی کے مصدق بنتے
دبالاخرۃ ھم یوقنون جب انسان انسان کے عالمی نظام کا ادراک کرلیتا ہے۔ اسے آخرت
کے دن پر خواہ مخواہ ایمان لانا پڑتا ہے۔ ان کا آخرت پر یقین اس امر پر دال ہے کہ وہ عالمگیر فطرت
انسانیہ پر یقین رکھتے ہیں جو بہ سرعت تمام اقوام عالم میں پھیل رہی ہے۔ پس کی ہیئت اجتماعیہ کو
وجود میں لانا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حکیم کتاب الٰہی ہے۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے

ہدایت اور فلاح قرآن حکیم ہی میں ہے۔ ان کی فطرت کی تکمیل کر کے ان کے قومی پروگرام پر منطبق ہو کر انہیں اقوام عالم کی رہنمائی کے لئے تیار کرتا ہے۔ جس جماعت کا پروگرام صرف قومی ہو وہ نہ ہدایت پر ہوتی ہے اور نہ فلاح پائی ہے۔

تنبیہ: مسلمان عالمگیر دعوت کی تنظیم کے لئے اُٹھے وہ پچاس سال کے قریب عرصے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تحکیم صفین کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد صابی، یہودی اور نصرانی اقوام میں سے جو بھی اپنی دعوت کے پھیلانے کے لئے اٹھتی ہے۔ وہ قرآن کے پروگرام سے مطابقت کے لئے مجبور ہے ورنہ وہ کامیاب نہیں ہوتی۔ اور اس کا کام راستے ہی میں خراب ہو جاتا ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن کا ہم نے حرکات عالیہ یومیہ کے مطالعہ سے تفصیل بیان کی ہے۔ روسی انقلاب ایک اقتصادی انقلاب ہے جس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ وہ حیات اخروی سے کوئی سروکار رکھتا ہے۔ ہم نے ان کی صحبتوں میں بیٹھ کر نہایت لطیف طریق سے امام ولی اللہ دہلوی کے وہ پروگرام انہیں بتایا جو حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے۔ جب انہوں نے ہم سے پوچھا کہ اس پروگرام پر کوئی قوم عمل بھی کرتی ہے تو ہمیں اس کا جواب نفی میں دینا پڑا۔ تو انہوں نے کہا افسوس۔ اگر کوئی ایسی قوم ہوتی تو ہم ان کا مذہب اختیار کر لیتے اور جو ہمارے پروگرام میں سخت مشکل پیش آتی ہے وہ دور ہو جاتی یعنی کسانوں کا مسئلہ۔ یہ ہے ان کی تمام باتوں کا ملخص اس فکر میں ہم نے کوئی تحریف نہیں کی۔ ہم اس سے یقین کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے پروگرام کو قبول

کرنے پر مجبور ہیں خواہ کچھ عرصہ کے بعد ہی سہی۔

تاریخ انسانیت میں اشتراکیت سے بڑھ کر کوئی تحریک فطرت انسانی یعنی تعلیم قرآنی کے مخالف پیدا نہیں ہوئی۔ جب یہ تحریک بھی ہدایت قرآنی کے قبول کرنے کی محتاج ہے تو جس کی توضیح وتشریح اس تحریک کے ایک خادم کرے گی۔ خود حضرت مولانا عبید اللہ سندھی جو مسلمان حکماء کے امام ہیں) تو ہمتیں یقین وفلاح۔ قرآن حکیم کے اتباع کے بغیر ناممکن ہے۔ اس آیت کریمہ کے ہمارے نزدیک یہی معنی ہیں واللہ اعلم۔

اس کے بعد آیت نمبر ۶ آتی ہے جس پر مفسرین نے عجیب عجیب بحثوں کا اضافہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ متقین کے ذکر کے بعد کفار کا ذکر آتا ہے۔ اس پر وہ کلامی بحثیں کرتے ہیں۔ مثلاً کیا تکلیف مالا یطاق جائز ہے۔ ہم متحیر ہوتے تھے کہ ان آیات کی ذیل اس قسم کے مسائل کا بھلا کیا کام! لیکن بڑے بڑے مدارس میں یہ تفسیریں پڑھائی جاتی ہیں۔ اور (ماشاء اللہ) کوئی نہیں جو اس امر پر متنبہ کرسکے کہ ان ابحاث میں کس قدر قباحت ہے اور ان بیانات پہ کلام کرنے سے منع کر دیا جاتا ہے گویا یہ بیانات ایسے ہیں کہ ان میں حق ختم ہوگیا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ اس دلیل پہ ایک اعتراض کا جواب ہے وہ دلیل ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ اچھا تم نے اس کتاب کے صدق پر مکے میں پیدا ہونے والی جماعت کے وجود سے استدلال تو کر لیا لیکن خود مکہ ہی میں اس جماعت کے پہلو میں ایک اور جماعت بھی تو تھی جو علم و عقل میں تمہاری بیان کردہ جماعت سے کم نہ تھی۔ انہوں نے تو اس قرآن کا شدید انکار کیا۔ اگر تمہاری جماعت کا وجود قرآن کی تاثیر کا رہین منت ہوتا۔ تو اس جماعت میں تو ہم قرآن کی کوئی تاثیر نہیں پاتے۔ ایسی حالت میں یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم مکہ میں متقین کی جماعت کے وجود کو قرآن کی تعلیم کا نتیجہ ہی قرار دیں ممکن ہے کہ یہ کسی اور بات کا نتیجہ ہو۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کا تم ذکر رہے ہو انہوں نے تو قرآن پہ کان دھرا ہی نہیں اس لئے قرآن نے ان کے قلوب پہ تاثیر بھی نہیں کی۔ کوئی علمی کلام کسی شخص کے دل پر اس وقت اثر کرتا ہے جب وہ اس کلام پہ غور و فکر کرے۔ لیکن جب وہ علم کے دروازے ہی بند کرے تو وہ کلام اس پر خاک تاثیر کرے گا؟ اس حالت میں قرآن کی تاثیر کا کیا ظہور ہو؟ چنانچہ ان آیات میں اس کی طرف اشارہ ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ

بیشک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ

لَا يُؤْمِنُونَ ⑥ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَ

ایمان نہ لائیں گے مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور

عَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ⑦

ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا عذاب ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو انہیں ڈرانے میں پوری جدوجہد سے کام لے رہے ہیں۔ لیکن وہ ہیں کہ اپنی آنکھیں نہیں کھولتے کہ قرآن کی تعلیم کے نتائج دیکھیں۔ نہ وہ نبی کی آواز سننے کی کوشش کرتے ہیں نہ ان کے دل میں چھوٹا سا خیال آتا ہے کہ قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ گویا ان پر اللہ کی لعنت ہے اور وہ اس نعمت عظمٰی سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ کیوں کہ وہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کے دلوں میں بغض کا مرض تھا۔ ان کا ایمان نہ لانا لازم ہے۔ ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔ اس آیت میں اس قسم کی بحث بیکار ہے کہ تکلیف بالمحال جائز ہے یا نہیں ؟

ہم نے اوپر کفار کے متعلق جو جواب دیا ہے کہ وہ اللہ کا کلام سنتے ہی نہیں سمجھیں کیسے ؟ ایک اعتراض آتا ہے اور وہ یہ کہ اچھا کفار نے تو کلام الٰہی نہیں سنا اور نہ سمجھا لیکن منافقین ؛ یہ لوگ تو قرآن پڑھتے ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں وہ کیوں ہدایت یافتہ نہ ہوئے۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ بیشک ایک جماعت ایسی موجود تھی۔ حقیقت میں انہوں نے کلام الٰہی کے سننے کی پروا نہیں کی وہ تو خود کہتے ہیں کہ ہم استہزا کرتے ہیں۔ کیا وہ شاگرد جو استاذ کی باتوں کا مذاق اڑائے اس کی تعلیم سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس صورت میں استاذ پر کیا دوش ؟

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا

اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور دن قیامت پر اور وہ

هُم بِمُؤْمِنِينَ ⑧ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا

ہرگز مؤمن نہیں۔ دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ فِي

اور در اصل کسی کو دھوکا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے

قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی اللہ نے ان کی بیماری اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي

اس بات پر کہ جھوٹ کہتے تھے۔ اور جب کہا جاتا ہے ان کو فساد نہ ڈالو

الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾ أَلَا إِنَّهُمْ

ملک میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ جان لو وہی ہیں

هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ

خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے اور جب کہا جاتا ہے ان کو

آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ

ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے سب لوگ تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَٰكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ

جان لو وہی ہیں بے وقوف۔ لیکن نہیں جانتے اور جب ملاقات کرتے ہیں

آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا

مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب ملاقات کرتے ہیں شیطانوں کے پاس تو کہتے ہیں

مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُونَ ﴿١٤﴾

کہ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو ہنسی کرتے ہیں

پس إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ تک ان کے حالات کے بیان میں تدریج پائی جاتی ہے۔ چنانچہ آیت ششم میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں ایسی جماعت پائی جاتی ہے آیات ومن الناس.... وماھم بمومنین (۸-۱۰) کے یہی معنی ہیں۔ یہ ثابت کرتی ہیں کہ انکا یہ قول کہ امنا باللہ وبالیوم الاخر بے بنیاد ہے۔

مکی زندگی میں دو جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ (۱) اہلِ قرآن جو عدل واحسان کے قائم کرنے کے لئے اٹھے ہیں۔ بالفاظ دیگر تقویٰ قائم کرنے کے لئے اٹھے ہیں۔

(۲) ان کے مقابلے میں دوسری جماعت ہے جو اپنے اسلاف کے نقش قدم پہ مستقل طور پر بیٹھے رہنا پسند کرتی ہے۔ یہ دینی پروگرام پہ قائم ہے۔ اور قرآن کی تعلیم کے بارے میں کچھ سننا پسند نہیں کرتے کیا دونوں جماعتیں مل کر کام کر سکتی ہیں ؟ یا کیا ان کا اجتماع ممکن بھی ہے ؟ ایک عقلمند انسان بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ انقلابی اور ارتجاعی مل کر کام نہیں کر سکتے۔ مومنوں کے مقابلے میں ایک اور ارتجاعی گروہ اٹھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو مومنوں کے مقابلہ میں پاک باز خیال کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ اگر ہم لوگ مومنوں کی جماعت میں داخل ہو جائیں اور ان میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیں تو ہم انہیں انقلاب سے روکے رکھیں گے۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم انہیں پھر سے ارتجاعی کی طرف لے آئیں۔ یہ لوگ اس پروگرام کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ یوں تو اظہار ایمان کرتے ہیں لیکن اصل میں ان کا قصد یہ ہوتا ہے کہ مومنوں کو دھوکا دیں۔ لیکن یہ انقلاب تو وہ انقلاب ہے جو مشیت الٰہیہ نے کر دیا ہے اور اسی نے مسلمانوں کی جماعت کو اس پہ قائم کیا ہے۔ اب اگر یہ لوگ اللہ کو دھوکہ دے سکیں تو یقیناً مومنین کو بھی دھوکا دے سکیں گے۔ ورنہ وہ فریب خود ان پر لوٹ پڑے گا۔ کیوں کہ وہ مومنین کو فریب خود ان پر لوٹ پڑے۔ کیونکہ وہ مومنین کو فریب نہیں دے سکیں گے۔

آیت ۹ میں ان کی اسی فریب کاری کا ذکر ہے۔ یخادعون اللہ.... وما یشعرون (۹) حقیقت میں ان کے دلوں میں کبر ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بے نظیر انسان ہیں کہ وہ ہر ذکی وغبی کو فریب دے سکتے ہیں۔ جب وہ مسلمانوں میں داخل ہوئے اور ہر مسلمان کے فریب کو فی الفور نہ بھانپ سکے۔ تو ان کا مرض اور بھی بڑھ گیا۔ وہ خیال کرنے لگے کہ یہ کامیاب ہو گئے وہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمان انہیں فریب کار نہیں سمجھتے۔ بلکہ سچے اور پکے مسلمان ہی سمجھتے ہیں۔ اس سے وہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمانوں کو

ایمان سے ارتجاع کی طرف لا رہے ہیں۔

فزادھم اللہ مرضا میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ولھم عذاب الیمٌ بما کانوا یکذبون کچھ عرصے کے بعد ان منافقین کو سمجھ آگئی کہ مسلمان تو ہمارے فریب میں نہیں آئے۔ ان پر ہمارا کذب ظاہر ہوگیا۔ اس انکشاف سے منافقین خود اپنی نظروں میں ذلیل ہوگئے۔ کیوں کہ وہ سوسائٹی میں کذب سے متہم ہوگئے یہ حالت ایسے لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتے ہوں۔ عذاب الیم سے کم نہیں ہے۔ ان کا پروگرام ناکام رہا اور لوگوں میں ان کی عزت بھی جاتی رہی (یہی کیفیت کس قدر المناک ہوگی جب یہ مرنے کے بعد کی زندگی میں پورے احساس کے ساتھ محسوس کی جائے گی)۔

واذا قیل لھم لا تفسدوا منافقین کی کیفیت کا یہ دوسرا درجہ ہے۔ جب مسلمانوں پر یہ واضح ہوگیا ہے کہ یہ لوگ (منافقین) انقلابی اور ارتجاعی جماعتوں کو ملانے اور اس طرح انقلاب کو روکنے کی کوشش کر رہے تو مومنوں نے ان نام نہاد مصلحین سے کہنا شروع کیا کہ اس قسم کی کوششوں سے ملک میں فساد برپا مت کرو۔ تو منافقین کہنے لگے کہ بھائی ہم تو دونوں فریقوں میں صلح کرا کے قتل کو روک رہے ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ کچھ تم نیچے اترو کچھ دوسرا فریق نیچے اُترے اور اسی طرح دونوں میں صلح ہو کر لڑائی بھڑائی رُک جائے معلوم ہوا کہ یہ لوگ (منافقین) انقلاب کے معنیٰ سمجھے ہی نہیں انقلاب میں تو باطل کے ساتھ لڑائی کرنا لازم ہوتا ہے پس لڑائی سے روکنا اصل میں افساد ہے اصلاح نہیں ہے۔

الا انھم ھم المفسدون ولکن لا یشعرون ان کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا مقصد ہی نہیں سمجھتے ان لوگوں نے ایمان کے کلمے کے الفاظ کا تلفظ کر لیا ہے اور بس۔ جب تک ان الفاظ کا مقصد اور مطلب دل میں نہ بیٹھ جائے طوطے کی طرح سے الفاظ رٹ لینے سے تو ایمان اور علم دل میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) اب آگے ان (منافقین) کے اور حالات بیان کئے جاتے ہیں، منافقین اصل میں تو ایمان لاتے نہیں لیکن وہ ایمان کے ادعا ضرور کرتے ہیں۔ اگر مومنوں کی طرف سے ان کی نسبت کہا جائے کہ وہ ایمان نہیں لائے ہیں تو وہ اس سے متفق نہیں ہوں گے۔ مومنوں کے جواب میں وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر قرآن کی تعلیم کو ہر ایک عاقل نہیں سمجھ سکتا (تو یہ کسی کام کی ہے اس قسم کی بحثوں سے بچنے کے لئے قرآن ان کے

پوست کندہ حالات ہی درجہ بدرجہ بیان کر دیتا ہے ۔ وہ پہلے یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ تکبر میں مبتلا ہیں۔ اس کی سزا آخرت میں ملے گی۔ ان کے حالات سے ظاہر ہے کہ جب وہ کفار سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے ساتھ یہ فریب کیا ہے ۔ چند دن ٹھہر جاؤ یہ سب کے سب اسلام سے پھر جائیں گے ۔ اور پھر اپنے آبائی دین میں آجائیں گے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان پر تکبر کا جو الزام لگایا جاتا ہے وہ صحیح ہے ۔

اس کے بعد ایک عقلی بحث آتی ہے ۔ وہ یہ کہ دو جماعتیں ہیں جو اپنے انکار میں انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں ایسی جماعتوں کے درمیان جنگ ہو جانا ضروری اور قطعی طور پر لازم ہے ۔ ایسی حالت میں یہ ایک عقلمند اس امر کا منتظر ہے کہ ایک جماعت غالب آئے تو حجاز میں اصلاح کی صورت پیدا ہو ۔ ایسی حالت میں مسلمانوں کو آگے بڑھنے سے روکنا فساد کو قائم رکھنے کے مترادف ہے ۔ اس بات کا نہ سمجھ سکنا منافقین کی کم عقلی کی دلیل ہے ۔ تیسرا درجہ وہ جس میں ۔ واذا قیل لہم امنوا کما آمن الناس یعنی مومنوں میں ابوبکر اور عمر جیسے دانشمند اور صاحب عزم و ارادہ لوگوں میں تم بھی ان جیسے ہو جاؤ اور ان کے سے ایمان والے بن جاؤ یا انصار میں اوس اور خزرج کے لوگ ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ تو وہ قالوا انؤمن کما امن السفہاء کہا ہم ان بے وقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں ؟ یہ تو سب کے سب بیوقوف ہیں ۔ الا انہم ھم السفہاء تعجب کی بات ہے کہ جو شخص قرآنی جماعت میں داخل ہو گا وہ بیوقوف بن جاتا ہے ! اگر یہ سب بیوقوف ہیں تو آپ کیوں ان میں شامل ہوئے ہیں ؟ یہ اُن کی طرف سے تصریح ہے کہ وہ ایمان نہیں لائے ۔

(۱۴) اب چوتھا درجہ آتا ہے ۔ انما نحن مستہزءون انہوں نے یہ تو کہہ دیا کہ سب مسلمان بیوقوف ہیں ۔ اس پر جب لوگوں نے الزام دھرا کہ پھر تم خود کیوں ان کی جماعت میں آتے جاتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم تو مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرتے ہیں ۔

اب ان لوگوں کا مومنوں کی طرف منسوب ہونے کا کوئی محل نہیں ہے ۔ اس لئے یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ قرآن نے ان میں کوئی تاثیر پیدا نہیں کی ایسی حالت میں ان کا یہ فیصلہ قرآن حکیم کوئی تاثیر نہیں رکھتا محض تعصب آمیز دعویٰ ہے ۔ یہ لوگ خود کہتے ہیں کہ ہم مذاق کرتے ہیں ۔ پس قرآن کی تاثیر میں کیا نقص رہ گیا ۔

(۱۵) اب ان کے اعمال کا نتیجہ سامنے آتا ہے ۔

(۱) ایک تو یہ کہ ایک مدت تک ان کی اپنی حقیقت خود ان پر ظاہر نہ ہوئی۔ وہ مدت دراز تک اپنے نفس کے متعلق جہل میں مبتلا ہے۔ مسلمان تو ان پر شروع ہی سے اعتماد نہیں کرتے۔ یہ لوگ مسلمانوں سے مسلمانوں کا سا سلوک کرتے رہے۔ اس کے باوجود انہیں ہدایت حاصل نہ ہوئی جو مسلمانوں کو حاصل ہو چکی ہے۔

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ⑮ أُولٰٓئِكَ

اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں یہ وہی

الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ

ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ⑯

اور نہ ہوئے راہ پانے والے

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ ایک کہاوت بیان فرماتے ہیں۔ وہ سوداگر ہیں۔ ایک سوداگر دوسرے سے ایک چیز مول لیتا ہے گویا ایک خریدتا ہے اور دوسرا بیچتا ہے۔ لیکن نفع کماتا ہے اور دوسرا خسارہ اٹھاتا ہے۔ حالاں کہ جہاں تک عملی تجارت کا تعلق ہے دونوں یہ عمل کرتے ہیں۔ صورت اعمال اور نتائج اعمال کے لحاظ سے یہی حال مسلم و منافق کا ہے۔ جو تاجر نقصان اٹھاتا ہے وہ نقصان اٹھا کر حساب کرتا ہے تو سمجھ جاتا ہے۔ کہ فلاں موقع پر فلاں سودے پر خسارہ رہا۔ اسی طرح منافقین کو بھی سمجھ لینا چاہیے کہ انہیں خسارہ کس سودے میں رہا۔ ایک جماعت ہے دنیا کی فساد زدہ حالت سے باخبر ہے۔ ان کے دلوں میں اصلاح عالم کا جذبہ موجزن ہے۔ وہ اپنی کامیابی کا یقین بھی رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو ایسے لوگ دھوکا دینا چاہتے ہیں جنہیں نہ اپنے گھروں سے نکلنا پڑا نہ انہیں اپنا قبیلہ چھوڑنا پڑا۔ اس فریب کار جماعت کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) وہ لوگ جو لیڈر ہیں۔

(۲) وہ لوگ جو اول الذکر کے پیرو ہیں۔

"لیڈر لوگ" جب مسلمانوں کو دھوکا نہ دے سکے تو انہوں نے اسلام کی ترقی یا تنزل کے متعلق سوچنا ہی چھوڑ دیا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ أَضَاءَتْ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے

مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾

نے اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی اور چھوڑا ان کو اندھیروں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾

بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے

یہ لوگ مسلمانوں میں داخل ہوئے لیکن ان پر جمود طاری تھا۔

ظُلُمٰتٌ وَّ

اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ رَعْدٌ وَّبَرْقٌ ج

یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے اس میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی

دوسری قسم کے لوگ ہیں حق کے اتباع اور باطل کے اتباع کی استعداد موجود ہے لیکن وہ متردد ہیں۔ اور آخر الذکر لوگوں کی مثال شہر کے باشندوں جیسی ہے یہ لوگ ارتفاقات معاشیہ میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ بعض مرشدوں سے بیعت بھی کر چکے ہیں۔ یہ لوگ روزے بھی رکھتے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور آپس میں جھگڑا ہوا ہے تو اپنے مرشد کے سامنے حاضر ہو کر اس سے جھگڑا کہتے ہیں۔ جب لوٹتے ہیں تو پھر اپنے معاشی مشاغل میں جا لگتے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر کچھ نہیں کرتے۔ یہ لوگ بھی کہتے ہیں آمنا باللہ و بالیوم الآخر یہ لوگ حقیقی مومن نہیں ہیں۔ یہ بعض اوقات جب کوئی خارجی قوت حاصل ہوتی ہے تو ایمان کے تقاضے کے مطابق کوئی بات کر گزرتے ہیں جب وہ خارجی قوت ضعیف ہو جاتی ہے تو اپنی طرف سے

) وہ کچھ نہیں کرتے۔

یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ط

دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں مارے کڑک کے موت کے ڈر سے

وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ﴿١٩﴾ یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ط

اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے کافروں کا قریب ہے کہ بجلی اچک لے اُن کی آنکھیں

كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا ط

جب چمکتی ہے اُن پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں بیشک اللہ ہر چیز پر

كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾

قادر ہے

ان کی حالت ظاہر کرتی ہے کہ ان میں اتباع حق کی قوت موجود ہے اگر وہ اسے استعمال نہ کرتے رہے۔ وہ ضائع ہو جائے گی۔ فطرت انسانی کا یہی ڈھنگ ہے کہ اس قوت کو برابر کام میں نہ لایا جاتا رہے تو وہ یا تمام پر مُردنی چھا جاتی ہے اس آیت میں اسی حالت سے ڈرایا گیا ہے۔

یہاں تک ہمارے طریق کے مطابق ذلک الکتاب دعوے پر ھدًی للمتقین سے جو استدلال پر وہ تمام ہوا منطق کی اصطلاح میں اسے استدلال انی کہتے ہیں یعنی معلول کے وجود علت کے وجود پر استدلال کرنا عوام کی فہم کے لیے دلیل انی سب دلائل سے زیادہ قریب الفہم ہوتی ہے۔ لیکن حکیم مزاج طبقہ دلیل انی سے مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ علت کو لمیّت کے اثبات سے بھی تعمیل کرنا چاہتے ہیں ہمارے طریق استدلال کے مطابق اگلے رکوع میں دلیل لمی ہی کا بیان ہے۔

قرآن کی دعوت کس چیز کے لئے ہے؟ کیا قرآن کی تعلیم میں یہ صلاحیت ہے کہ اس سے متقی پیدا ہوں؟ یہ بحث آیت نمبر ۲۹ تک ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً

تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت

وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ

اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے پھل میوے تمہارے کھانے کے واسطے سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ

اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا

کے مقابل اور تم تو جانتے ہو اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم

عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ

اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو

دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ

اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے پھر بچو اس آگ

الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَ

سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کیواسطے اور

بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا

ان کے نیچے نہریں جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے

هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيْهَآ

یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دئے جائیں گے ان کو پھل ایک صورت کے اور ان کے لئے

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ

وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے بے شک اللہ شرماتا نہیں اس بات

اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۗ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سے کہ بیان کرے کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھکر ہے سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً

فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ

جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ہے ان کے رب کی طرف سے اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا

کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو اور ہدایت کرتا ہے اس سے

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ

بہتیروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو جو توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو

مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ

مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں

فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ

ملک میں وہی ہیں ٹوٹے والے کس طرح کافر ہوتے ہو خدائے تعالیٰ سے

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

حالاں کہ تم بے جان تھے پھر جلایا تم کو پھر مارے گا تم کو پھر جلائے گا تم کو پھر اُسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى

لوٹائے جاؤ گے وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر قصد کیا

اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ

آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا ان کو سات آسمان اور خدا تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے اور جب

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْٓا

کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک نائب کہا فرشتوں

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ

نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے اور ہم پڑھتے رہتے ہیں

بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَعَلَّمَ اٰدَمَ

تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو فرمایا بیشک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے اور سکھلا دیے اللہ نے

الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِىْ بِاَسْمَآءِ

آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا اُن سب چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو نام

هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا

ان کے اگر تم سچے ہو بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر

مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ

جتنا تو نے ہم کو سکھایا بیشک تو ہی ہے اصل جاننے والا حکمت والا فرمایا اے آدم بتا دے فرشتوں کو

بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۚ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ

فرشتوں کو ان چیزوں کے نام پھر جب بتا دیئے اس نے انکے نام فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا

غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ

ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو

وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا

اور جو چھپاتے ہو اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ میں گر پڑے

اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ٘ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰۤاٰدَمُ

مگر شیطان اس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں میں کا اور ہم نے کہا اے آدم

اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا

رہا کر تو اور تیری عورت جنت میں اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا

اور مت پاس جانا اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے ظالم پھر ہلا دیا ان کو

الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِیْهِ ۪ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

شیطان نے اس جگہ سے پھر نکالا ان کو اس عزت و راحت سے کہ جس میں تھے اور ہم نے کہا تم سب اترو تم ایک

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۳۶﴾

دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر بیشک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا ۚ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ

ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے کوئی ہدایت تو جو چلا میری

هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا

ہدایت پر نہ خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ منکر ہوئے

وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٩﴾

اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فصل ثانی (آیت ۲۱، ۲۹)

اس فصل میں قرآن کا مقصد بالاجمال بیان کیا گیا ہے

(۱) دعوت قرآنی میں پہلا امر عبادت الٰہی کی طرف دعوت ہے۔ اور منع انداد اس امر میں تمام کتب الٰہیہ متفق ہیں (۲۱، ۲۲)

یاایھا الناس اعبدوا متوسط طبقہ کو خطاب ہے جن میں تقوٰی کی استعداد موجود ہو۔ جیسے کہ طبقہ سافلہ کی مثال اَوْكَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ ہے اس کے علاوہ ایک اور طبقہ ہے جو خطاب کا مستحق ہی نہیں اسی واسطے آیا ہے فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون۔ اسی واسطے لعلکم تتقون آیا ہے کہ وہ تقوی توحید کا مفہوم جانتے ہیں۔ لیکن چوں کہ اس پر استمرار ان کا مشکل ہے۔ اسی واسطے اللہ نے جو انہیں پیدا کر دیا ہے تو انہیں خالص عبادت اللہ کو واجب کرتا ہے۔ اور مکی سورتوں میں عباداللہ المخلصین آیا ہے کہ وہ دعوت الٰہیہ کا خطاب ہمیشہ انہیں لوگوں سے ہوتا ہے۔ پھر چوں کہ اس حالت پر استمرار قرآن کی اتباع کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کی نظر معارف قرآن میں بحث کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا الخ ہم اس تفسیر کتب الٰہیہ کا ایک باب سمجھتے ہیں۔ پس قرآن کی سورتیں کتاب کے ابواب یا تورات کے صحائف کی طرح ہیں۔ پس سورت واحدہ سے مراد سورۃ البقرہ سمجھنا چاہئے جب ہم اس کی تعلیم سے فارغ ہوں گے تو انہیں تم معلوم کرو گے کہ تمام تعلیمات قرآنیہ کا مجموعہ ہے جو کہ مکہ میں نازل ہوئیں۔ اور اس کی تربیت ہدایت اقوام عالم کے لئے کفیل ہے۔ یہ قرآن کے ابواب میں سے ایک باب ہے، تو اسی طرح تم توراۃ کا کوئی صحیفہ یا انجیل کی کوئی کتاب لے آؤ یا صابی تعلیمات میں سے کوئی تعلیم لے آؤ اس کا عربی میں ترجمہ کرا کے اہل حجاز کو تعلیم دو اگر اس کا نتیجہ بھی وہی نکلے جو قرآن سے نکلا ہے تو اتباع قرآن تمہارے لئے لازم نہیں ہوگا۔ بلکہ تم جس دین کی چاہو پیروی کرتے اور تم ہدایت یاب رہو گے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو قرآن سے اعراض کرنا انسانیت کی پستی کی طرف لے جانا ہوگا اور اس کا انجام جہنم ہوگا اس پر تمام کتب کا اتفاق ہے۔

ہمارے نزدیک یہ تحدی عجمی اقوام سے بلاغت کے سلسلے میں نہیں ہے۔ اس قسم کی تحدی قرآن کریم میں جن و انس سے آتی ہے۔ کیا عجمی قومیں عربی جانتی ہیں کہ وہ ایسی کوئی کتاب لے آئیں! یہ تفسیر قرآن میں تدبر نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ یہود نصاریٰ اور صابی گروہ حجاز میں موجود ہیں اور حجاز کے ارد گرد بھی ہیں اس سے انہیں چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ کسی دین کی تعلیم لے کر آئیں اور امیوں کو سکھائیں جو اس طرح کی اجتماعیت پیدا کر دے پس تحدی حکمت علمیہ اور حکمت عملیہ اور معنویت کے لئے ہے (نہ کہ بلاغت کے لئے)

وادعوا شهداء كم یعنی اہل ادیان کو بلاؤ فان لم تفعلوا (اور یہ ظاہر ہے کہ وہ یہ نہیں کر سکیں گے ہم آج بھی لوگوں کو اس کا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ دین اسلام سے زیادہ مضبوط دین لے آئیں۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے ولن تفعلوا فاتقوا النار الخ میں کافرین یعنی ارتجاع زدہ قوم جو اس نار سے ڈرائے جا رہے ہیں۔ ہماری حکمۃ میں یہ آگ عالم مثال کی چیز ہے۔ اور ذکر حجارہ ہماری حکمت میں ظاہر پر محمول نہیں۔ بلکہ اعمال انسانیہ ہی جہنم کے نچلے طبقات میں پہنچ کر شعلہ زن ہوتے ہیں۔ اس کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ایسے عالم عناصر سے جو عالم مثال کے قریب ہے اور ایک کا دوسرے میں منتقل ہونا ممکن ہے کیوں کہ بنیاد مشترک ہے ان کے درمیان۔ حجارہ کا جہنم میں ڈالے جانے سے زیادتی عذاب ہوگا۔ اس کی وضاحت شیخ اسماعیل شہید نے طبقات کی ہے کہ جو کسی چیز کا انسان کو علم حضوری بھی ہو مگر توجہ نہ ہونے کے باعث اس کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ لیکن کسی چیز کا وجود خارج میں ہو اور اس طرف توجہ دلائی جائے تو ادراک کی طاقت سے بھی زیادہ اس کا اثر معلوم ہوتا ہے جیسے کہ بھوک پیاس درد بہت سے مشاغل میں محسوس نہیں ہوتے اگرچہ وہ اس کے علم میں ہوتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص جنگ میں ہو تو زخم سے درد کے آثار مرتب نہیں ہوتے اور اس کی دوڑ دھوپ میں کوئی فرق نہیں آتا باوجودیکہ اسے اپنے زخم کا علم بھی ہوتا ہے۔ لیکن اگر وہ امور شاغلہ سے ہٹ جائے تو درد کا احساس تیز ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ خاص کر جب خارج سے کوئی چیز واقع ہو جائے مثلاً مکھی زخم پر آ جائے یا بھوکے کے سامنے روٹی یا پیاسے کے پاس پانی آ جائے تو احساس تیز ہو جاتا ہے "عبقات" اسی طرح میں کہتا ہوں کہ انسان کے اعمال جہنم میں اس کے سامنے ہوں گے اور وہ ان کے قصد و ارادہ سے ان کی طرف توجہ رکھتا ہے اور اس کے نتائج سخت ایذا دیتے ہیں کیوں کہ وہ شخص حظیرۃ القدس سے دور ہوتا ہے اور اس دوری کی وجہ سے اس کا حجر بحت سخت ایذا

پاتا ہے۔ اس حالت میں اگر اس پر پتھر پڑ جائے تو عذاب کا احساس شدید تر ہو جاتا ہے اور حجارہ کو عذاب کی طرف تمثیل دینا اتحاد وجود کی وجہ سے ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خلاف عقل نہیں۔ ہماری حکمت کی بنیاد مسئلہ وحدت الوجود حقیقی پر ہے ہم اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ ہماری حکمت فلسفہ ہنود کا فی موافقت رکھی ہے۔ بہت سے مسلمانوں نے اس مسئلے کو اچھی طرح نہیں سمجھا اور وہ انکار کر بیٹھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ اجانب کے پروپیگنڈے سے اسلام میں آگیا ہے مثلاً وہ یونان اور ایران کے فلسفہ ہند کا ذکر انہیں ایذا دیتا ہے۔ یہ دراصل انکی جہالت کا نتیجہ ہے وہ معاند نہیں بلکہ انتہائی جاہل ہیں اور رحم کے لائق نہیں وہ کچھ دنوں کے بعد اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوں گے جب ہندو بیدار ہو جائیں گے۔ یا یورپ ان کے جھک جائے گا۔ افسوس ہے کہ وہ ایک مسلمان کی بات نہیں مانتے۔ خیر کوئی بات نہیں فَلَيْسَ الْاٰتِيْ بِبَعِيْدٍ (آنے والا وقت دور نہیں) بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ جو قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی ہدایت پر اپنی زندگی منظم کرتے ہیں۔ ان کے لئے خوشخبری ہے۔ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ الخ ہم بیان کر آئے ہیں کہ جنات ارضیہ بھی جنات سماویہ اور مثالیہ میں داخل ہیں اور مراد مثال سے مثال فاعل و مؤثر ہے نہ کہ مثال منفعل و متاثرہ هٰذَا الَّذِيْ الخ یہ ہمارے اس نظریے کی دلیل ہے کہ وہ دنیا میں اپنی چیزوں کا رزق دیئے گئے تھے جب وہ آخرت کی جنات میں دیکھیں گے کہ یہ ایسی ہی چیزیں ہیں تو ان کے نام وہ جانتے ہوں گے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آخرت اس دنیا کا تتمہ ہے۔ وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ تا خٰلِدُوْنَ خلود دنیا سے ابتدا ہو کر موت کے بعد ایک دراز مدت کا نام ہے اگر وہ تعلیم قرآن کی ترقی کے ذریعے سے آگے بڑھیں گے تو پہلے دنیا کی جنات لیں گے اور پھر موت کے بعد بھی آخرت کی جنات حاصل کریں گے اور ان کا یہ سلسلہ قائم رہے گا۔ اگر وہ قرآن پر عامل نہیں تو کوئی چیز جنات تک انہیں نہ پہنچائے گی اور وہ جہنم میں گریں گے۔ یہ تمہید امور عقلیہ معنویہ پر مبنی تھی۔ اب وہ فصل آئے گی جس کا تعلق امور مشاہدہ اور حسیہ سے ہے اور وہ قرآن کی صداقت پر دلیل ساطع ہے۔ اور یہ جزو ثانی ہے دعوت کا۔

جزو ثانی یہ جملہ معترضہ ہے ایک اعتراض دور کرنے کے لئے آیا ہے۔ عام مفسرین آیۃ ۲۵ تک اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے پہلے مومنوں کا ذکر کیا ہے۔ پھر معاندین کا پھر منافقین کا لیکن وہ اس ترتیب میں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ کو ربط نہیں دے سکتے اور وہ کہتے ہیں کہ ربط آیات لازم نہیں

لیکن ہم بحمد اللہ اپنے طریقہ پر متنبہ ہو چکے ہیں کہ یہ جواب ہے ایک سوال کا۔

اس کی پوری تقریر و وضاحت یہ ہے کہ پہلے قرآن کی اتباع کے لئے دعوت ہے اور تحدی کی گئی ہے کہ وہ کتب الہیہ میں سے کوئی چیز اس کے مثل لے آئیں۔ ان حالات میں مخالفین یہ کہیں گے کہ جو کلام پیش کیا جا رہا ہے اور جس کے مقابلے میں ہم سے سورت طلب کی جا رہی ہے پہلے وہ خود نقائص سے پاک ہونا چاہیئے اور اس کلام کو نقائص سے پاک کرنے سے پہلے تحدی مناسب نہیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید میں یہ نقص ظاہر کیا بڑے کلام میں اشیاء خسیسہ کا ذکر نہیں ہوتا۔ جیسے مکھی مچھر لہذا یہ کلام خدا کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ان اللہ لا یستحی ان یضرب الخ کیوں کہ مفہوم کی وضاحت کے لئے مثال ضروری ہوتی ہے اور اس کا اثر انسانی ذہنیت میں نہیں ہوتا جب تک کہ اشیاء خسیسہ کا ذکر کیا جائے پس اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ذہن تک معنی پہنچانے کے لئے خسیس اشیاء کا ذکر بھی تجویز کر لیا۔ اور یہ خسیس عرفی لحاظ سے ہے۔ بسا اوقات وہ خسیس امور عظیمہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور لوگوں کی مشکلات کو حل کرتا ہے یا امور تکوینیہ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ لہذا حکمت میں اس کے ذکر کو ترک کرنا جائز نہیں۔ البتہ لوگوں کو راضی کرنا مقصود ہو یا حیا مانع ہو تو ترک کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اللہ بیان حق سے حیا نہیں کرتا تم الجواب یہ نتیجہ ہے جو معرفت حق سے مومنوں کو حاصل ہوتا ہے کیوں کہ مثال حقائق کھول دیتی ہے۔ اسی بات کا اشارہ ہے فاما الذین امنوا۔ عرف عام کی مخالفت سے بھی ایک فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ منافقین کا انکار کتاب اللہ ظاہر ہو جاتا ہے اور اہل اسلام کو امور اجتماعیہ میں منافقین کا علم ہو جاتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے و اما الذین کفروا۔ بعض روایات تابعین میں اس سے مراد منافق ہیں۔

ماذا اراد اللہ الخ یہ بطور استفہام کے نہیں بلکہ بطور انکار کے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ اس سے اضلال کثیر اور ہدایت کثیر ہوتی ہے۔ چنانچہ لفظ یضل میں اس طرف اشارہ ہے اور آگے چل کر یضل کی تعیین کر دی گئی ہے۔ وما یضل بہ الا الفاسقین یعنی اس طرح سے فاسقین کا ضلال ظاہر ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جن کا ارتقائی پروگرام قرآن کے پروگرام کے خلاف ہو۔ اور کافر سے مراد وہ شخص ہے جو ارتجاع رجعت کرے۔ اور ارتجاع کی وجہ سے قرآن کی ترقی بخش تعلیم کا معاند بھی ہو جائے تو جن لوگوں کا پروگرام ترقی کن ہوگا۔ ان کے خلاف تین قسم کے منکر اٹھیں گے (۱) نقض عہد اللہ من بعد میثاقہ کہ وہ کسی دین میں

میں داخل ہوتے ہیں اور اس کا صدق دل سے اتباع کرتے ہیں۔ ان کے دل میں خلاء ہوتا ہے۔ جب وہ ادنیٰ مزوّرت محسوس کرتے ہیں۔ تو اس جماعت سے فوراً نکل جاتے ہیں یہ انسانیت کے دامن پر دھبہ ہے جو اُن کے انخداع فطرت کے باعث سے انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان مر جائے لیکن حق کے خلاف باطل کو قبول نہ کرے لیکن یہ لوگ اپنے عقائد کو غلط سمجھے ہوئے ہیں (۲) ما امر اللہ ان یوصل سے قطع رحم مراد ہے یہ ان کے انخداع فطرت پر پہلی کے بعد زیادہ واضح دلیل ہے۔ یفسدون فی الارض۔ جب انسانیت اپنی اجتماعیت میں بُطلان کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اُس کے تمام اُمور اول سے آخر تک باطل ہوتے ہیں بلکہ اس میں فوائد صحیحہ بھی ہوتے ہیں جن کو بدلنے کی مزورت نہیں ہوتی اور مفاسد بھی ہوتے ہیں جن کو باطل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہاں جب کہ فساد عام ہو جائے اور غالب ہو جائے اور وہ غالب حد پھیلا تک جائے تو اس وقت اس کا مٹانا ضروری ہو جاتا ہے۔ کہ وہ خدائی امداد کو ٹکراتا ہے۔ اور اگرچہ اس میں موجود حق کا بدلنا ہو۔ کیوں کہ مناسب نہیں کہ غالب فاسد اُس صحیح کے لئے باقی رہے جو کہ نظر حکمت میں اسکے ساتھ ملا ہوا ہو۔ اور وہ حق بنیادیں جو کہ فاسد کا بدلنا اُس کے بدلنے کو لازم نہ قرار دے۔ وہ یقیناً اپنے حال پر چھوڑے جائیں گے۔

یہ زمین میں فساد پھیلانے والے اِن بنیادوں میں بھی فساد پھیلاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد انہیں طاقت نہیں ہوتی کہ وہ کبھی کسی طرح اِصلاح کر سکیں۔ وُہ لوگ کہ جن کے میزانیہ اِن بُرے کاموں پر شامل ہیں۔ اور باوجود اس کے وُہ دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ وہ پُوری ترقی پر ہیں۔ اور مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہیں باوجود اس کے وہ مسلمان کی طرح انقلابی ہیں۔ اِن لوگوں کا اسلام پر بہت سخت نقصان ہے۔ اگر وہ قرآن مجید میں مسلمانوں کے سامنے ان معمولی چیزوں کے ذکر کرنے کا انکار کریں۔ تو اُن پر ان کی حقیقت کھل جائے گی۔ اور وہ ان کی خرابیٔ نیت سمجھ لیں گے۔ اور اس میں مسلمانوں کے لئے بہت بڑا نفع ہے۔ تو باعتبار نتیجہ ان حقیر چیزوں کا اس کے بعد ذکر کرنا کوئی عیب نہ ہو گا۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہ لوگ کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جن کے میزانیے اپنے گزری ہوئی باتوں پر شامل ہوں۔ کیف تکفرون باللّٰہ وکنتم امواتًا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے سے مراد قرآن مجید سے کفر کرنا ہے۔ کیوں کہ اس سے

پہلے آچکا ہے (فاما الذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ) انہوں نے کیا قرآن مجید کا انکار۔ اللہ کا انکار نہیں اور قرآن پر اعتراض ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ کیف تکفرون بالقرآن۔ یعنی تم کیسے قرآن کا انکار کرتے ہو۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہیں اپنے واسطے زمین میں نائب بنائے۔ کیونکہ خلافت انسانی امور میں اہم کام ہے جو کہ فطرت جبلت انسانیہ میں رکھا گیا۔ اور وہ بہت سی صفات کو جامع ہے اُسی سے خلافت ہے اور تمہیں دو موتیں اور دو زندگیاں پیش آئیں گی تاکہ یہ بتائیں۔ کہ انسان بہت سے کاموں پر شامل ہے۔

پہلی موت زندگی کا تقاضا کرتی ہے۔ کیوں کہ زندگی کی قوت اُس پوشیدہ تھی۔ اور اگر اُسے موت سے تعبیر کیا جائے۔ تو موت محض عدم نہیں۔ تو تم مردہ تھے اور زندگی کو کام میں ظاہر کرنے والے نہ تھے۔ بیشک اس حالت میں زندگی قوت ہی میں تھی نہ کہ وجود و فعل میں۔ پھر خالق کی حکمت میں یہ بات تھی کہ موت پر زندگی کو لازم قرار دیا تو تمہیں زندہ کر دیا۔ اور یہ زندگی بھی موت چاہتی ہے۔ تو تم مرجاؤ گے۔ پھر وہ موت زندگی کو چاہتی ہے۔ تو تم مرجاؤ گے۔ پھر وہ موت زندگی کو چاہتی ہے۔ تو تم زندہ ہو جاؤ گے۔ اور اس کے بعد موت کبھی نہ ہوگی۔ پھر تم سب اُسی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ طرف رجوع کا مطلب اللہ تعالیٰ سے ملنا ہے۔ اور یہ طور و طریق تمہارے پیش آئے۔ محض اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی اہمیت کی وجہ سے اور اُس سے ملنے کی وجہ سے۔ اور اس کام کی اہمیت خلافت کی صورت میں ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ تمام آسمان اور زمین انسانیت کے نفع کے لئے پیدا کئے گئے۔ اور اس لئے تاکہ انسان اُن میں خلافت کو قائم کرے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا جلال اور بزرگی خلافت ہی کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ سے مَا لَا تَعْلَمُونَ تک۔

فرشتوں نے خون کے بہانے کو اولادِ آدم ع کی طرف منسوب کیا۔ نہ کہ خود آدم علیہ السلام کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے امتحان کا ارادہ کیا۔ کہ وہ اولادِ آدم کا ذکر کریں کہ اسکے ہر فرد کی پیدائش مقصود ہے۔ کیوں کہ اُن میں سے ہر فرد کو پیدا کرنے کا مقصد اُس زمین میں خلافت کو قائم کرنا ہے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ سے إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ تک اولاد آدم علیہ السلام فرشتوں کے پیش کی گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے

فرمایا۔ کہ مجھے اِن کے نام بتاؤ۔ لیکن فرشتے نہ جانتے تھے۔ اسی لئے ان کا حق نہیں تھا۔ کہ وہ زمین میں نائب بن کر رہیں۔ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ تا انت العلیم الحکیم۔ اس سے فرشتوں نے اپنی عاجزی اور کم علمی کو ظاہر کیا۔ قَالَ یٰآدَمُ اَنْبِئْہُمْ سے مَا تُبْدُوْنَ وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ تک:۔ آدم علیہ السلام نے انہیں ان کے نام بتا دیئے۔ تو کہا۔ کہ یہ بڑھئی ہے۔ اور یہ لوہار ہے۔ یہ مستری ہے اور یہ تاجر ہے اور آدم علیہ السلام انہیں طبعاً و بطور تقاضا جانتے تھے۔ لیکن فرشتے انہیں نہیں جانتے تھے۔ اور ہمارے اس نظریے پر بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ جو کہ مفسرین نے بیان کی ہیں۔ اور پھر ان کے وہ جوابات دیتے ہیں۔ جن کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور کبھی تو اس سے قرآن مجید کا کام بھی اُن پر معمولی ہو گیا۔ اور ان کے سینے سے اُس کا وقار اور اس کی شرافت چلی گئی۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ یہ کام حضرت آدمؑ کی خلافت زمین پر ہونے کا اعلان تھا۔ اور سجدہ اُس تجلی کے لئے تھا جو کہ آدم علیہ السلام کے دل پر قائم تھی۔ اور اس کے بعد کہ جب ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ تو زمین میں کام اس کے حکم سے کرتے۔ اور آدم علیہ السلام کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی۔

اور یہاں ملائکہ سے مُراد تمام ملائکہ نہیں۔ جیسا کہ ذہن میں آتا ہے۔ اس مراد فقط نچلی جماعت تھی۔ اور امام ولی اللہؒ نے اپنی کتاب خیر کثیر میں اسی کو مقرر کیا ہے۔ جو کہ متکلمین اور فلاسفہ کے خلاف ہے کیونکہ وُہ اِن مسائل پر متکلمین کی موافقت کو ضروری قرار نہیں دیتے۔ حجۃ اللہ کے مقدمہ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور باوجود اس کے کبھی کبھار اہلِ زمانہ کی رعایت فرماتے۔ اور ان کی موافقت کے لئے تاویل کرتے۔ یہ اس لئے تھا۔ کہ آپ کے اہل زمان لوگ سابق متکلمین کی مخالفت پر صبر نہ کرتے تھے اسی لئے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا۔ کہ اوپر کی جماعت کے فرشتوں نے نیچے کی جماعت کے فرشتوں کی نقل کی۔ جب کہ انہیں سجدے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور سب نے سجدہ کیا تو سجدہ تمام فرشتوں سے ہو گیا۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ۔ نچلے طبقہ کی جماعت کے ساتھ ایک مخلوق ہے۔ جو کہ اُس حیوانی رُوح کے مشابہہ ہے۔ جو کہ انسان کے بدن میں ہے۔ اور یہ رُوح اُس مخلوق سے مدد حاصل کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ مثال سے مدد حاصل کرتا ہے جیسا کہ بدن عناصر سے مدد حاصل کرتا ہے۔ اور یہ مخلوقات جن ہے۔ اور وہ عالم مثال ہے۔ انہیں نچلی جماعت کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ تو انہوں نے سجدہ کیا۔ مگر ایک قسم یعنی

ابلیس نے سجدہ نہ کیا ــــــــــ اس کی تحقیق ایک مقدمہ کی محتاج ہے۔
اور وہ یہ ہے کہ انسان حیوانیت اور ملکیت سے مرکب ہے۔ حیوانات کا ایک گروہ اس حیوانیت کے موافق ہوتا ہے جو کہ انسانی وجود میں ملی ہوئی ہے۔ اور حیوانات کا ایک گروہ انسان سے ضد کرتا ہے۔ مثلاً سانپ کہ اس کا اس کا گوشت انسان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور اس کی بنیاد اکھیڑ دیتا ہے۔ اور یہ حیوانات اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتے کہ ادارۂ انسانیت میں کوئی بازو بنیں۔ اسی لئے ان حیوانات کی ادارۂ ایک جن سپرد کی گئی جو کہ نچلی جماعت کے مشابہ ہے۔ اور یہ وہ جنوں کی قسم ہے جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اور جنوں کی ایک قسم ان حیوانات کی تدبیر کرتی ہے جو کہ اس حیوانیت کے موافق ہیں جو انسان میں ملی ہوئی ہے۔ انہوں نے نچلی جماعت کے ساتھ سجدہ کیا۔
اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ابلیس آدم کی خلافت کے منکرین میں سے تھا۔ لیکن اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ظاہر نہیں۔ وہ تو آدم علیہ السلام سے خلافت کے بارے میں جھگڑا کرتا تھا۔
اور وہ بنی آدم کی رُوح میں اثر ڈالتا تھا۔ بعض جنوں میں وسوسہ ڈالنے کے ذریعہ سے۔ اور بعض حیوانات میں وسواس ڈالتا تھا۔ حتّٰی کہ انسان کو تکلیف دے اور انسان ہمیشہ اس سے چھٹکارے کی سوچتا ہے۔
قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْکُنْ سے مِنَ الظّٰلِمِیْنَ وہ جنت کہ جس میں آدم علیہ السلام اور آپ کی بیوی رہتے تھے زمینی جنت تھی۔ کیوں کہ ان کی حالت بچپن کے مشابہ تھی وہ اپنی گزران کی کمائی پر بھی قادر نہ تھے۔ اور نہ ہی اپنی ضروریات کے پیچھے جا سکتے تھے۔ اسی لئے انہیں کہا گیا کہ اس سے سیر ہو کر کھاؤ جہاں چاہو اور جنت اُن کے لئے اس طرح تھی جیسے ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ اور جب کہ اولاد کو دودھ چھڑانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح سے ان کا جنت سے نکالا جانا بھی ضروری تھا۔
اور ماں دودھ چھڑانے پر اپنے پستانوں پہ کڑوی چیز لگاتی ہے اسی طرح آدم علیہ السلام اور آپ کی زوجہ جنت سے نکلنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو استعمال کیا جیسا کہ ماں دودھ چھڑانے پر اپنے پستانوں پہ کڑوی چیز استعمال کرتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ابلیس کو استعمال کرنا ماں کی کڑوی دوا کے استعمال کرنے کے مغائر ہے۔ میرے نظریے میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ان کا جنت میں رہنا اس وقت تک مقرر تھا۔ حتّٰی کہ آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام سے ملے رہیں۔ پھر جب وہ بلوغ

کو پہنچ گئے۔ تو وہ طبعاً جماع کی خواہش کرنے لگے۔ اس کے لیے راستہ اور تجویز ذہن میں نہ آئی کیوں کہ وہ تو ان بچوں کی مانند تھے۔ جو آپ جیسے بچوں سے نہ ملے تھے۔ اور بیٹھے چند کاموں کو سوچتے۔ لیکن وہ ان کاموں کو پورا کرنے کا پتہ نہ رکھتے۔ اور ہم نے اس جیسی بہت سی باتیں دیکھی ہیں۔ اگرچہ یہ انسانی اجتماع شہروں اور بستیوں میں کبھی کبھار ہوتا ہے۔

لیکن جنگل اور دیہات اور بڑے اجتماعات سے کٹ کر رہنے والوں کے گھر یا اُن لوگوں کے گھر جو کہ اپنی اولاد کو دوسروں کی اولاد کے قریب نہیں پھٹکنے دیتے۔ تو اُن میں ایسی کم عقلی بہت ہوئی ہے ابلیس اپنی جنسیہ کے ساتھ آیا اور جنت کے باہر اُس سے جماع کیا۔ اُسے آدم علیہ السلام اور حوا نے دیکھ لیا۔ پھر ان کے سینوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ بھی یہ کام کریں۔ تو انہوں نے یہ کام کیا۔ تو جنت سے نکال دیئے گئے پھر یہ جماع جہنم میں ایک درخت کے مشابہ ہوگیا۔ کیوں کہ جیسا کہ درخت ہر زمانے میں اپنی مدت میں پھل دیتا ہے۔ اسی طرح سے جماع بھی زمانے میں اپنی مدت میں پھل دیتا ہے۔ ابلیس نے حیلہ کیا۔ اور درخت کی طرف اشارہ کیا۔ اور انہیں کہا ان کی طاقت میں ہے کہ وہ بھی یہ کام کریں۔ تو انہوں نے درخت سے کھایا۔ آدمؑ اور حواؑ کی طاقت پوری اور وافر تھی۔ جیسا کہ پوری جوانی کی طاقت ہوتی ہے۔ اسی لئے انہیں جماع کی پوری طاقت ہوئی۔ تو ان کا یہی عمل سبب نکالے جانے کا یہی عمل جنت سے نکالے جانے کا سبب بنا جیسا کہ ماں کے پستان پر کڑواہٹ دودھ پینے کا چھوڑنے کا سبب بنتی ہے۔ اور ان دونوں نے جان لیا۔ کہ انہیں ان کے اسی کام نے جنت سے نکالا ہے۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو ملامت کی۔

فازلهما الشيطن عنها فاخرجهما مما كانا فيه بیشک شیطان نے دودھ چھڑانے کیلئے کڑوی دوائی تیار کی تھی۔ جیسا کہ ماں کرتی ہے اسی لئے اس کی طرف نسبت کیا گیا ہے۔

وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

واللہ تعالیٰ کی طرف سے قول بنی آدم کے لئے ایک دوسرے سے بچاؤ کا سبب بنا۔ اور یہی پیدائش انسان میں اسباب ترقی کی بنیاد ہے۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ٥

آدم علیہ السلام کا یہ فعل جو کہ جنت سے نکلنے سبب بنا۔ معصیت اور گناہ نہیں تھا۔ اگرچہ کام کی صورت

معصیت کی تھی۔ کیوں کہ یہ فطرتِ انسانی کا تقاضا تھا۔ بلکہ یہ کام اُس کی تکمیل تھا جس پر اللہ تعالےٰ اُنہیں قدرت دی تھی۔ اور اس لئے کہ انسان کو یہ طاقت نہیں رہتی۔ کہ اُس حالت میں اپنے وعدے یاد رکھے جب کہ شہوت کا غلبہ ہو۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھایا کہ آپ کا یہ فعل وُہ جرم نہیں کہ جس پر گناہ کا مواخذہ ہو۔ اور یہ دعوت علیا کا آغاز تھا۔ اور نئی پیدائش کی ابتدا تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی چیزوں کی رہنمائی کی کہ اچھی اچھی باتیں کریں۔ جب کہ آدم علیہ السلام اپنی اولاد کا خلاصہ تھے۔ اور آپ انسانی صورت کا عنوان تھے تو جو کچھ احکام آپ پر جاری ہوئے۔ وہ انسانوں کے لئے بعد میں شریعت بن گئے۔

قلنا اهبطوا منها جميعًا یعنی اپنی اولاد کے ساتھ اور اُن کے ساتھ بھی وہی کچھ واقع ہوگا جو تمہارے لئے واقع ہوا۔ اور کبھی وہ اُس کام کو ترجیح دیں گے جو اُن کے لئے نقصان دہ ہوگا۔ اور نفع نہ پہنچائے گا۔ باوجود اسکے اللہ تعالیٰ اُن پر رحم کرے گا۔ اور نیک کام کی طرف رہنمائی کرے گا۔ یا تو ان کے دلوں میں الہام ڈالے گا۔ یا اُن میں سے دانا لوگوں کے دلوں میں

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

فمن تبع الآیہ۔ یعنی جو کوئی اُن میں سے میری ہدایت کے تابع ہوگا۔ وہ ترقی کرے گا۔ حتّٰی کہ وہ اللہ تعالےٰ کی زمین میں اس کا نائب بن جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

یعنی جو کوئی پیچھے ہٹے اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں خلیفۃ اللہ بننے کی طرف نہ بڑھے۔ تو وہ ابلیس اور اُس کے لشکروں کے ساتھ ہوگا۔ اور حیوانات موذیہ کے ساتھ ہوگا۔ تو ہمیشہ جہنم میں تکلیف اٹھائے گا۔ یہ بنیاد ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام میں ڈالی اور بعد میں اس کی اولاد کو خلافتِ عالیہ کی طرف ترقی کرنا سکھایا۔ پھر قرآن مجید اس الہام کی تکمیل کیلئے آیا۔ تو تم اُس سے کیسے کفر کرتے ہو۔ تو تم اپنی جبلت اور فطرتِ سلیمہ کی طرف رجوع کرو۔ اور اس میں تنبیہ ہے جو کچھ کہ انکی فطرت سلیمہ میں ہے۔ قرآن مجید کا مقصد متقی لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی زمین میں خلافت کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور اور ہدایت کے ذریعہ سے جو کہ قرآن کی ہدایت سے ہو۔ کیا کسی سابقہ کتاب میں یہ طاقت ہے کہ امتوں میں سے کوئی امت خلافت کا بار سنبھالنے کیلئے بنائے جبکہ یہ ناممکن ہے۔ تو قرآن پاک متقی لوگوں کیلئے ہدایت ہوگا۔ یہ قرآنی ہدایت کا ثبوت ہے۔ یہ اسکا خلاصہ ہے جو ہم نے آیۃ ۳۹ تک لکھا ہے۔

کیونکہ معترضین عدم ضرورت قرآن کے قائل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ بنی اسرائیل والے جملے ایک اہم بحث ثابت ہوئے جو اپنے ماحول کے اعتبار سے حرف بحرف سے مذاکرات پر ضروری تھے۔

ان مذاکرات کو ہم تین فصلوں پر تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ فصل اول از آیت ۴۰ تا ۴۶

۲۔ فصل دوم " ۴۷ تا ۱۲۱

۳۔ فصل سوم " ۱۲۲ تا ۱۵۰

ہر فصل کا آغاز یابنی اسرآئیل کے لفظ سے ہوا ہے۔ پہلی فصل تنبیہ لطیف ہے۔ بنی اسرائیل کی ان خطاؤں پر جو ان میں مروج تھیں۔ اس اصول پر کہ جب انسان ان گناہوں سے ملوث ہو وہ اس حالت میں دوسروں پر برتری نہیں رکھتا۔

دوسری فصل میں بنی اسرائیل کی ان خرابیوں کے متعلق تنبیہ ہے جو ہر ایک انسان جانتا ہے۔ کہ وہ فی الواقع قبیح ہیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے۔ کہ وہ خرابیاں بنی اسرائیل میں موجود تھیں۔ لہذا بنی اسرائیل کو خطاب کا ذریعہ تذکیر بالآلاء۔ نعمتہائے خداوندی کی یاد دہانی ہے۔ وہ نعمتیں جو ان پر کی گئی تھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ نعمت سے قرآنی مراد علم۔ حکمت اور قانون ہوتی ہے۔ لہذا علم کے مطابق حکم بھی خداوندی ہونا چاہیئے اور عقلاً اس حکم خداوندی سے بڑھ کر کسی دوسرے انسان کا حکم نافذ العمل نہیں ہونا چاہیئے۔ اور جو ضرورتیں ان لوگوں کے لئے پیدا ہوں گی وہ بغیر محنت و مشقت کے پوری کر دی جائیں گی۔ تو جس امت میں یہ خصائل و عادات پیدا ہو جائیں گی اس امت کو قرآنی زبان میں انعام یافتہ قوم کہا جائیگا۔ یعنی اس امت پر اللہ کی نعمت ہو گی۔ تو بنی اسرائیل بھی ایک زمانہ میں منعم علیہ قوم تھی جیسے کہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر زمانِ داؤد و سلیمان تک ان کے برابر کوئی قوم نہ تھی۔ تمام قومیں اسے اپنا سردار مانتی رہیں۔ اسی نعمتِ خاص کا اشارہ آیۃ یابنی اسرائیل

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ

اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کئے۔

میں ہے۔ اور اس کتاب میں جوان کے لئے آئی گویا حکمت کا متن ہے ۔ اور قانون ایک سخت تاکید ہے کہ وہ نعمت ہمیشہ نہیں رہے گی۔ جب تک کہ وہ ان احکام پر سختی سے پابند نہیں ہوں گے۔ اور یہ بات کئی بار انبیاء یہود کی کتابوں میں نازل ہوئی ہے۔ اور پس جس وقت ان کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی کتاب انسانیت کے لئے کافی ہے اور کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے ۔ یہ محاسبہ کرنا چاہیئے۔ کہ وہ جو اپنے احکام سے واقف ہوں۔ مگر اس پر عامل اور پابند نہ ہوں تو وہ تقدم وفوقیت کے حقدار نہیں ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ تمام احکام الہیہ کو چھوڑ چکے ہیں۔ اس لئے قرآن نے یہود کو ان کی کوتاہیوں غلطیوں اور گناہوں پر متنبہ کیا۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

اور تم پورا کرو میرا اقرار تو میں پورا کروں گا تمہارا اقرار۔ اور مجھ ہی سے ڈرو۔

ان کی کتاب میں بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل میں ایک نبی پیدا کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح تو انہیں اس خوشخبری پر ایمان رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ابراہیمی طریقہ پر ہیں۔ اور جو ابراہیمی طریقہ کا تبع ہے۔ وہ اولاد ابراہیمی کے اس نبی کے ضرور اطاعت کریں خواہ وہ کسی قبیلہ میں مبعوث ہوا ہو۔ کیونکہ انبیاء تمام کے تمام ایک نبی کی طرح ہیں ۔ اب جب مکہ میں نبی اکرمؐ تشریف لا چکے ہیں اور اس کی حقیقت ثابت ہو چکی ہے۔ اور اس کی صحبتیں لوگوں پر واضح ہو چکی ہیں اور بنی اسرائیل خداوندی عہد وپیمان کو چھوڑ چکے ہیں۔ ان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نبی کی تعلیمات پر دھیان دیں ۔ اور اس پر ایمان رکھیں۔ اس بات کا اشارہ ہے۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اور مان لو اس کتاب کو کہ جو میں نے اتاری ہے سچ بتانے والی ہے اس کتاب کو۔

تمام لوگ جانتے ہیں کہ تصدیق کا کیا معنی ہے یعنی جو احکام تورات میں ہیں وہی قرآن میں، لہذا جب تورات پر ایمان ضروری ہے تو قرآن پر بھی ضروری ہے۔ صرف یہی مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو بشارت میں انہیں دی گئی ہے اگر وہ اس بشارت کے مطابق اس نبی پر ایمان نہ لائیں گے تو وہ گویا تورات پر بھی ایمان نہ لانے کے مترادف

ہے لہٰذا اس نبی پر ایمان تصدیقِ تورات کا مصداق ہے لیکن احکام کا توافق اور تطابق ایک ایسا امر ہے۔ جو احکام کی حکمت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ بعض احکام ایسے ہیں جن کے اصول کبھی نہیں بدل سکتے جب تک کہ فطرت انسانیہ نہیں بدل سکتی اور فطرت انسانیہ اس وقت تک نہیں بدل سکتی جب تک آسمان وزمین کی فطرت نہیں بدل سکتی۔ کیونکہ انسان پیداوار ہے آسمان وزمین کے تسلسل کی۔ اور انسانی فطرت بطور فطرت زمین کے سمجھ لینا چاہیئے۔ اس طرح بعض احکام تو غیر متبدل ثابت ہوئے۔ لیکن ان کے علاوہ بعض احکام ایسے ہیں جو اوقات کے تغیر وتبدل سے بدلتے رہتے ہیں اور حالات مخصوصہ کے ماتحت تبدیلی واقع ہوتی ہے کیونکہ ان کا تعلق حالات واوقات سے ہوتا ہے اس طرح کے احکام کے تبدل کے لئے وہ حکمت معلوم ہونی چاہیے جس کی بنا پر وہ تبدیل ہوئے۔ کسی متاخر نبی پر یہ ضروری نہیں کہ وہ نبی متقدم کے احکام کی ظاہری موافقت کرے بلکہ اصول میں موافقت کرنا ضروری ہے۔ تو تمام احکام تورات کی اتباع قرآن کے اتباع ہوتی ہے۔ صرف یہی مراد نہیں بلکہ تصدیق سے مراد یہ ہے کہ تورات کی بشارت کی تصدیق ہو۔

وَلَا تَكُونُوٓا أَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهِۦ

جو تمہارے پاس ہے اور مت ہو سب میں اوّل منکر اس کے

یہ مدینہ کے اہل کتاب کو خطاب ہے کیونکہ بنی اسرائیل اہل کتاب مدینہ کے پیرو ہیں اس لئے ان سب کا بوجھ اور گناہ بھی اہلِ کتاب مدینہ کے سر پر ہے۔ اس خطاب کی تخصیص سے سورۃ النساء کی چند آیات کو حل کرنے میں مدد ملتی ہے، وہ آیات ایسی ہیں کہ ان کے سمجھنے میں بہت سے مسلمان ششدر رہ جاتے ہیں مثلاً یسئلک اهل الكتاب ان تنزل عليهم كتابا من السماء (سورۃ النساء) یہ سائلین اہلِ مدینہ کا ایک گروہ ہے۔ اسی طرح۔ وان من اهل الكتاب۔ تا۔ ليؤمنن به قبل موته یہ اہلِ مدینہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یعنی من اهل الكتاب سے من اهل المدينه مراد ہے۔ موت سے پہلے نبی پر ایمان لے آئیں گے یا تو اس لئے کہ ایمان انہیں نفع پہنچائے گا یا اس لئے کہ وہ مجبور ہوں گے اور احکام نبی کو تسلیم کریں گے۔ بہر کیف اطاعت نبی اور تسلیم حکم نبی کے سوا انہیں کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾

اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا ۔ اور مجھ ہی سے بچتے رہو ۔

اہلِ علم کو خطاب ہے کہ اپنے علم سے منحرف نہ ہوجاؤ یعنی دنیاوی زندگی کی سرگرمیوں اور آرام پرستیوں میں محو نہ ہوجاؤ کیونکہ دنیاوی زندگی بمقابلہ نعمت الٰہی کے ثمن قلیل ہے اور نعمتِ الٰہی احکامِ الٰہیہ کے اتباع سے ہی حاصل ہوتی ہے تو بنی اسرائیل کو یہ بھی انتباہ ہے کہ وہ اہلِ علم کے مقابلہ میں نقصِ عظیم کے مرتکب ہوں ۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ سچ کو جان بوجھ کر

یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ دین کی دو حالتیں ہیں ۔ (۱) اوّل یہ کہ وہ امور مقصود بالذات پر مشتمل ہے ۔ (۲) دوم یہ کہ دین ایسے امور پر مشتمل ہے جو مقصود تک پہنچنے کے لئے ذریعہ ہوتے ہیں خود مقصود بالذات نہیں ہوتے ۔ اور وہ مقصود لوگوں سے پوشیدہ ہوتا ہے ۔ لوگ وسائل کو بھی مقاصد سمجھ لیتے ہیں ۔ مثلاً مستحب کو واجب شمار کر لیتے ہیں اس حالت میں وسیلہ کو مقصود بنا لیا گیا ۔ اسی طرح مقصود کو وسیلہ بنا لیا جاتا ہے یہ دونوں شکلیں تلبس الحق بالباطل کی ہیں (یعنی حق و باطل کا اس طرح خلط ملط کرنا جس سے حق حق نہ رہے) اس تلبیس سے مقصود پوشیدہ کر دیا جاتا ہے بلکہ مقصود ایک مدت تک بھلا دیا جاتا ہے ۔ اور یہی کتمان حق ہے اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ آج کل ہندوستان میں اہم اور مقصود غلبہ کفار سے نجات کا مسئلہ ہے لیکن اس مسئلے سے مسئلہ اہلِ علم اور ارباب بست و کشاد ایک مدت کے لئے غافل ہیں ۔ البتہ ایک مختصر سا گروہ امام ولی اللہ مستثنیٰ ہے ۔ گاؤکشی ہمارے ہاں ضروری تھا گویا یہ غلبہ بر کفار کا ذریعہ اور وسیلہ تھا اور اس لئے تھا کہ مسلمان ہندوؤں سے اجتناب کریں اختلاط نہ کریں ، یہ طریقہ اس وقت تھا جب کہ ہندوستان کو شروع شروع میں مسلمانوں نے فتح کیا تھا اب اس وسیلہ کو مقصود سمجھ لیا گیا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ اب حالات بدل چکے ہیں اب مسلمانوں پر یورپین قوم کا تسلط اور غلبہ ہو چکا ہے ان کے ہاں گاؤکشی کوئی معنی نہیں رکھتی ۔ لیکن مسلمان علماء ہیں کہ لکیر کے فقیر کی طرح ابھی تک گاؤکشی کو مقصود اہم کئے ہوئے ہیں اور اس طرح اس رسم کے چمٹے ہوئے ہیں ۔ گویا گاؤکشی فرض و واجب ہے ۔ یہی کتمان حق ہے ۔ برعکس اس کے جہاد کا نام و

۶۴

نشان تک باقی نہیں رہا۔ علماء اس سے خالی اور غافل ہو چکے ہیں۔ تو وسیلہ کو مقصود بنا لینا تلبیس باطل بالحق ہے۔

ایک دوسری مثال ملاحظہ فرمایئے علم کتاب یعنی قرآنِ حکیم کا تعلیم و تفہیم یہ اصل فی الدین ہے۔ اور سنت کی مثال اس طرح ہے جیسے کتاب کا حاشیہ۔ لیکن اکثر اہلِ علم نے دونوں کو ایک درجہ پر اصل فی الدین بنا دیا ہے اور امام ولی اللہ دہلوی کے اکثر اتباع بھی اس عقیدہ کے حامل ہیں۔ اسی طرح علمِ عربی مثلاً منطق، اصول، و فروع، فقیہہ مبادی تھے لیکن اب اسے تعلیم کا مقصود اور اصل بنا دیا گیا ہے ہمارے ہاں یہی تلبیس حق بالباطل ہے اور کتاب و سنت کی اصل روح کو بھولنا ہی کتمان حق ہے اسی طرح کے لوگ خاص طور پہ یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے زمانہ مبارک میں تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح تنبیہ کیا۔ ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون ؕ

دوسرا مسئلہ:۔ دین کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے انبیاء کرام شریعت اور قانون لاتے ہیں جن کی بنیاد دو عملوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔

اوّل اقامت صلوٰۃ یعنی ملت کے تمام افراد حظیرۃ القدس کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور کتاب الٰہی میں غور و فکر کریں۔ دوم "ایتاء زکوٰۃ" یعنی از تلفاتاتِ ضروریہ میں اشتراک تفصیل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے پاس اپنی ضروریات سے زائد اشیاء رہوں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ضرورت مند لوگوں پر انفاق اور خرچ کرے۔ ان دونوں عملوں یعنی اقامت الصلوٰۃ ایتاء الزکوٰۃ کی عمومیت تقاضا کرتی ہے کہ محل اجتماع ہو اور حد معین ہو جس کے لئے مساجد اور کنائس کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ اجتماعی اور جماعتی طور پر ادائیگی ہو یہ دونوں اصول ہر دیندار شخص کے لئے چونکہ ضروری تھے اور انہی دو عملوں سے یہود غافل اور متکاسل ہو گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تنبیہاً فرمایا۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوٰۃ اور جھکو نمازمیں جھکنے والوں کے ساتھ

ایک دوسرا مسئلہ ۔ کوئی کتاب الٰہی نہیں جس کی تعلیم تو دی جائے لیکن اس پر عمل نہ کیا جائے یعنی تعلیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ خود بھی اس پر کاربند اور عامل ہو۔ انسان اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ایک عمل کے لئے لوگوں کو تبلیغ و دعوت کرے حالانکہ وہ خود اس پر عمل نہ کرتا ہو ایسے شخص کی مثال اس مدرس کی طرح ہوگی۔ جو بغیر علم کے درس و تدریس کرے ۔ بلحاظ حکم یہ دونوں برابر ہیں یعنی جاہل اور عالم بے عمل برابر ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس طرح متنبہ فرمایا۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو

الْكِتَابَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾

اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو ۔

ایک اور بات ۔ جب انسان اپنی طبیعت اور اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرنا چاہے اور اپنی ان خطاؤں و کوتاہیوں کو ترک کرنا چاہے جو اس پر سوار ہیں۔ تو اپنے سامنے انسان بہت سی مشکلات اور مصائب دیکھے گا لوگ اسے ترک کریں گے قطع تعلق کی نوبت کا خطرہ لاحق ہوگا۔ جس سے دنیاوی زندگی میں سہولت سے وہ نہ چل سکے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ اس مشکل پر غالب آنے کے لئے صبر و صلوٰۃ سے استعانت و استمداد کا حکم دیتے ہیں۔ صبر کے معنی ثابت قدمی کے ہیں۔ یعنی حق کے راستہ پر جم جانا۔ ڈٹ جانا۔ صلوٰۃ کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و توجہ کے ہیں۔ تاکہ وہ مشکلات کو آسان کرے۔ تو ایک عاملِ دین کے لئے ان دونوں عملوں سے مددگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿٤٥﴾

اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہی عاجزوں پر ۔

مسائل دیگر ۔ یہ استعانت بھی مشکل ہے۔ اور اس کی سہولت اور آسانی بھی ممکن نہیں جب تک کہ کچھ علم نہ ہو یا دوسرے لفظوں میں ایک عقلی اور فلسفی دلیل یہ ہے کہ انسان بہرکیف خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کیلئے

محتاج ہے خواہ وہ دیندار ہو یا زندیق۔
انسان اپنی فطرت میں خداوند تعالیٰ کا محتاج ہے کیوں کہ وہ آب ودانہ کا محتاج ہے جس وقت اس کا فکر ذہن صاف ہوگا اور وہ اس امر میں غور وخوض کرے گا۔ اور کسی ایسے صاحب دین سے ملیگا تو وہ تو انسانیت کے سلوک وملاقات کے طریقے جانتا ہے تو اس کا دل مطمئن ہو جائے گا جب یہ منزل حاصل ہو جائے گی تو استعانت بالصبر والصلوٰۃ بھی اسے حاصل ہو جائے گی اور وہ اپنے دین پر قائم رہ سکے گا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ وہ زمین میں سیر وسیاحت کریں گے کسی جماعت کی تلاش کریں گے اور لوگوں کے ماحول میں رنگے جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو وہ کسی امید کو قائم نہ کر سکیں گے تو انہیں قدرتی طور پر نبی اور اس کے اصحاب سے اجتماع کا موقعہ ملے گا۔ اور وہ اس سوسائٹی سے اس خلق کو حاصل کریں گے لیکن دعوت عمومی ہوگی۔ جو انہیں راہ نمائی کرے اللہ کی ملاقات کے لئے اور ان کے دلوں میں یہ ممکن ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں جب وہ توجہ کریں گے کسی گوشۂ زمین تو تو سوائے پیغمبر اور اس کے اصحاب کے وہ کوئی ماحول نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ میں اپنے دوستوں کو جو ہندوستان میں ہیں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ تمام مصائب سے بچنے کا حل ڈھونڈھنا چاہتے ہیں اور مشکلات سے نجات چاہتے ہیں جو کہ دو صدیوں سے ہم پر نازل ہیں تو وہ ایک ایسی حکمت تلاش کریں جو ان کے تمام افکار دینیہ کو متحد کرلے اور ان کے لئے دنیا کے بڑے بڑے اجتماعات میں ترقی کا راستہ صاف کردے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اس طرز سے تلاش کریں تو وہ اس مقصد کے لئے سوائے امام ولی اللہ دہلوی کے اور کوئی شخصیت نہ پا سکیں گے۔ کیوں کہ یہ دعوت صرف ان کے ہاں ہی مل سکتی ہے۔ میرے مشائخ کے اتباع سے یہ ممکن ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم بنی اسرائیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لئے لطیف طریقے سے رہنمائی کر رہا ہے۔ جس سے ان کو بوجھ بھی محسوس نہ ہو۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

جن کو خیال ہے کہ وہ رو برو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے

فصل ثانی آیت ۴۷ تنبیہات اجمالیہ کی تفصیل :-

عنوان اول بنی اسرائیل نے حکم خداوندی سے روگردانی کی اور فرعونی حکومت میں وہ مغلوب و محکوم رہے، ان میں سے چند حضرت موسے کے ساتھ مطیع ہوکر رہے

عنوان ثانی مدارج کمال میں بنی اسرائیل کا ترقی کرنا اس کے باوجود وہ نقائص سے رہائی نہ پا سکے بلکہ ان پر ہمیشہ قائم رہے۔ یہ بات ان کے مختلف حالات سے سرزد ہوئی ہے۔

عنوان ثالث مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے اجتناب و پرہیز کریں اور ان سے اشتراک کی خواہش نہ کریں کہ ان کے اشتراک سے ان کی بہبودی متوقع نہیں۔ اور انکی عادات کی اتباع عام حالات میں قطعاً نہ کریں۔ یہ آیت ۴۰ سے ۱۲۱ تک ہے۔

فصل ثالث

بنی اسرائیل کو انکی اپنی کتاب سے تذکیر اور مسلمان کو اس بات سے منع کرنا کہ ان کی موافقت نہ کریں کیونکہ بنی اسرائیل مسلمانوں سے عناد رکھتے ہیں۔ ــــــ فصل ثالث ۱۲۲ سے ۱۵۰ تک ہے۔

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ

اے بنی اسرائیل یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور اس کو میں نے تم

فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾

کو بڑائی دی تمام عالم پر

ان فصلوں کے تحت عنوان اول ہے فصل ثانی کا آیتہ ۴۷ تا ۱۲۱ میں۔ پہلے انہیں نعمت الٰہی سے تذکیر کی گئی ہے پھر ان کا اقوام عالم پر فضیلت دار ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔ اقوام عالمین سے مراد لیا گیا ہے جو سات نسلوں میں ہیں ان سے حکمت و حکومت میں کوئی قوم برتری نہیں رکھی تھی۔ میں نے پہلے ایک ہندوستانی کا قول اور صرف بنی اسرائیل ہی ایک قوم ہے جس نے اپنی تاریخ کو محفوظ رکھا تو ہم نے یہ یقین کیا کہ بنی اسرائیل سے بڑھ کر کوئی قوم مکمل نہیں، دین کی تحقیق کے معاملہ میں۔

تنبیہ :- ہم اس پر ایک اور بات کا اضافہ کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بعد کوئی قوم ادیان کی تحقیق میں

قائم نہیں رہ سکی۔ مجھے افسوس ہے اپنے ممالک پر کیوں کہ وہ عموماً اپنی تاریخ کی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ کتاب اللہ کی تفسیر پر دھیان دیتے ہیں حالاں کہ مذکورہ بالا دونوں باتیں کسی قوم و ملت کی تقویم میں اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے

بیان کیا ہے کہ یہود ہندؤں پر فوقیت رکھتے ہیں کیوں کہ یہودیوں نے اپنی تاریخ کو محفوظ کر لیا تھا جس ہندوستانی کا میں نے ذکر کیا ہے وہ ہندوستانیوں کے خلاف ہے۔ لیکن میں اقوام عالم کے خلاف کہتا ہوں کہ کوئی علم و فن کسی ایک آدمی یا ایک جماعت سے مکمل نہیں ہو سکتا مخصوص زمانوں میں بلکہ علم و فن کی تکمیل بہت سی جماعتوں کے میل ملاپ سے بہت سے زمانوں میں جاکر ہوتا۔ گویا اس لحاظ سے تکمیل فن محتاج ہے تاریخ کو منضبط کرنے کے لئے جب ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ گذشتہ قومیں اپنی تاریخ کو محفوظ اور ضبط نہ کر سکیں ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ امام ولی اللہ دہلوی ان دونوں امور کی ترقی کے لئے سامان مہیا کر چکے ہیں۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ

اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے کوئی شخص کسی کے کچھ بھی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٨﴾

اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے بدلا اور نہ ان کو مدد پہنچے

اس کا معنی یہ ہے کہ اپنا تقویٰ اس دن کے لئے تیار کر و کیوں کہ تمہارا افضل اس دن صرف بقدر تقویٰ ظاہر ہو گا جتنا تقویٰ ہو گا۔ اور تقویٰ کا مطلب عدل و احسان قائم کرنا ہے۔ نیز ذی القربیٰ کو ایثار کرنا ہے اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ تمام شریعتوں کا مقصد ایک ہے یعنی عدل و تقویٰ قائم کرنا۔

آجکل جو نام نہاد عالم عدل کا انحراف کرتے ہیں اور شریعتوں کا مقصد عدل کو نہیں ٹھہراتے۔ ان کی طرف التفات کرنا دینی لحاظ سے حرام ہے۔ ہماری ملت میں اس آیت کے بارہ میں بہت مباحث خلافی واقع ہیں۔ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت بالاذن جو اعمال انسانی کا نتیجہ ہے تو شفاعت کی نفی اس کے ظاہر پر ہے۔ شفاعت کے معنی ہیں تحریف اخلاق

بگاڑ دیتی ہے۔ اور شخصی باز پرس اخلاق کی بنیاد ہے اسی کی طرف اشارہ آیت ۴۰ میں۔ ہر وہ چیز جسے متشرعین لا رہے ہیں مثلاً کفارہ اور شفاعت اس آیت کی نص سے مردود ہے۔ سمجھدار آدمی روایت صحیحہ کی تاویل میں جو اس آیت کے مفہوم کے بارہ میں ہے غلطی نہیں کرتا۔ میں یہ پسند کرتا ہوں۔ طالب علم اس آیت کے متعلق روایات میں تاویل اثباتی رنگ میں پیدا کرے اگر وہ ان روایات کی تاویل پر قادر نہ ہو۔ تو ان کو قبول کرنے سے توقف کرے، بہرصورت ان آیات کے مفہوم کو باطل نہ کرے۔ کیوں کہ یہ آیات محکمات ہیں جو تا قیام سمٰوٰت و ارض تبدیل نہیں ہو سکتیں۔ تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضرت امام ولی اللہ کی حکمت میں کہ الطبع کا لفظ ہے اور ہم انسانی سوسائٹی سے خارج کر چکے ہیں، اسے حیوانات کے زمرہ میں شامل کر دیا ہے۔ جو شخص بھی شخصی مسؤلیت کا احساس نہیں کرتا وہ عبد بالطبع ہے۔ ہم نے اپنی سوسائٹی کو برباد کر دیا ہے۔ اپنی اولاد (اور اپنی مستورات پر ناروا قبضہ رکھنے سے حتی کہ وہ اپنی شخصیات کو فراموش کر چکے ہیں اور ذلیل حالت میں پہنچ گئے ہیں۔ میں اپنی ایک ذاتی حکایت پیش کر رہا ہوں، اسکے بعد میں متنبہ ہو گیا۔ اور میں نے رجوع کر لیا۔ اللہ سے امید کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر شخص کا محاسبہ کیا جائے بڑی ایک مبنی کے ساتھ مجھے اس قسم کے لوگوں کی باگ ڈور دی گئی ہے میں ان پر حکم بھی کرتا رہوں، میں نے بہت سے ایسے گھر دیکھے ہیں جن میں تمام تر ذمہ داری کسی ایک شخص کے سپرد کر دی جاتی تھی۔ مگر ان میں کوئی بھلائی نہیں پائی۔ میرے گھر میں ایک ظالم حکومت تھی یہاں تک کہ میں اس استبداد کو اشخاص کی باز پرس نہ ہونے کی وجہ سے سمجھتا ہوں، وہ لوگ جو میرے تابع تھے، میں اس غلطی پر متنبہ ہو گیا کہ ان کے حقوق پر تغلب روا نہیں، بالآخر میں نے انہیں شخصی مسؤلیت کا حق سونپ دیا۔ دراں حالاں کہ شخصی حکومت بھی ویسے ہی قائم ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ بست و کشاد پر کڑی تنقید اور محاسبہ گھروں میں ہو۔ اس طرح گھریلو حکومت منظم رہے گی۔ اور شخصی مسؤلیت باطل نہیں ہوگی۔ میں بحمد اللہ اپنی اصلاح پر خوش ہوں۔ میں اپنے کنبہ کو اپنے وطن (ہندوستان) میں چھوڑ آیا ہوں۔ اور ان کے لئے کوئی مستقبل کا پروگرام مرتب کر کے نہیں دے آیا۔ کیوں کہ مجھ پر بہت سے واقعات گھر کر آ گئے تھے۔ جنہوں نے میرے لئے اس قسم کی کوئی فرصت کا موقعہ نہیں دیا تھا۔ بحمد اللہ اب میرے تمام عزیز اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ اور سب اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ مزید برآں میرے حسن تربیت کا وہ اعتراف بھی کرتے ہیں، یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔

الاعتقادات

اعتقاد ۱ اعتقاد الکفارۃ ⊙ اعتقاد ۲ اعتقاد الشفاعۃ

میں عقیدہ شفاعت کا قائل ہوں۔ لیکن میرے اعمال کا نتیجہ فرشتے نہیں لکھتے اسے صرف خدائے واحد ہی جانتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کسی

جانتا ہے اور خدا تعالیٰ کسی عمل کو ضائع نہیں کرتا اگرچہ وہ عمل ذرہ برابر ہو۔ ہر عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ اس کے خاص بندے جن سے میرا تعلق ہے اگر میری شفاعت کریں تو اس سے شخصی مسئولیت کے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہر شخص پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد و اتباع کو شخصی مسئولیت کے اعتقاد کی تربیت دے۔ میں نے سیاسی رہنماؤں، مسلمان حاکموں اور یورپین سیاست کو دیکھا ہے۔ مگر یورپی سیاست میں میں نے یہ فرق دیکھا ہے کہ وہ ایک خادم سے وزیر تک کو مسئولیت سے مستثنیٰ نہیں سمجھتے لیکن مسلمان اپنے میں سے کسی کو نہیں سمجھتے جب تک کوئی شخصیت ان میں باطل نہ قرار دی جائے۔ میں نے کابل میں ایک سمجھدار انسان کو دیکھا ہے جو اپنے کسی دوست کے متعلق یہ کہتا تھا کہ اگر وہ بہشت میں ہے تو میں اس کے ساتھ ہوں گا مجھے اس کی عجز و انکساری پر افسوس ہوتا ہے۔ مجھے اپنے گھر لیجاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ شخصی مسئولیت سے تجاوز کرتا تھا۔ میں نے ایک دن اسے کھلم کھلا کہا کہ جیل جانا مجھے منظور ہے مگر میں یہ عمل تمہارا قبول نہیں کرتا۔ میں اس کے فضل کا اعتراف کرتا ہوں کہ جس جس چیز کا میں نے انکار کیا اس نے قبول کیا میں نے اسے ایک مجرب اور سمجھدار انسان پایا نیز مجھے معلوم ہوا کہ وہ امیر کے دبدبہ کی وجہ سے مظلوم تھا۔ اسی طرح کے حالات میں نے نادر خاں کے متعلق سنے ہیں جب کہ میں امیر حبیب اللہ کے ساتھ تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس نقص سے مسلمان متنبہ ہو جائیں۔ اجتماعیت چار مدارج تک ترقی کرتی ہے۔

(۱) خانگی اجتماعیت جس میں شخصی مسئولیت اور اخلاقی مسئولیت کا تعلق ہے۔

(۲) دیہاتی اجتماعیت (۳) شہری اجتماعیت (۴) قومی اجتماعیت

بنی اسرائیل جس وقت مصر سے چلے گئے تھے تو وہ آخر تک موسیٰ علیہ السلام کے زیر تربیت رہے حضرت موسیٰ انہیں چار اجتماعی درجات تک رہنمائی اور تربیت دیتے رہے اس لئے ہم نے آیت مندرجہ ذیل میں اپنا نظریہ قائم کیا ہے کہ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ سے لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تک مرتب ادلی ہے۔ اخلاق میں افراط تفریط کا امکان ضروری ہے جب شاگرد کو دونوں امور کا علم و تجربہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک اوسط درجہ کو یاد کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۴۹ سے ۵۰ تک بیان کیا ہے۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح

اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ و

کرتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور جب پھاڑ دیا ہم نے تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو اور ڈوبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے

دونوں آیتیں یاد کریں اور احسان کی محافظت کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت نمبر ۵۱ میں ان کی تفریط کا ذکر کیا ہے

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ

اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم نے بنا لیا بچھڑا

مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

موسیٰ کے بعد اور تم ظالم تھے۔

یہ تفریط لازمی طور پر ان سے صادر ہوتا تھی۔ آیت نمبر ۵۲ میں

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

پھر معاف کیا ہم نے تم کو اس پر بھی تاکہ تم احسان مانو

کہ جب تم تفریط سمجھ چکے ہو تو آئندہ اس کا موقعہ نہ آنا چاہیے۔ یہ معنیٰ ہے شکر کا۔ پھر دوسری نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور جب ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور حق کو ناحق سے جدا کرنے والے احکام تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ

اس نعمت میں افراط ہے یہ آیت نمبر ۵۲ میں ہے۔ پھر آیت نمبر ۵۴ میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ قتل کرتے ہیں۔ یہ ان سے مقدم ہو چکا ہے۔ مدارج احسان تک بعد اسکے کہ ان کے پاس کتاب و فرقان آچکا ہے۔ نمبر ۵۴ میں اشارہ اس بات کی طرف ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اے قوم تم نے نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ

بنا کر سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان یہ بہتر ہے تمہارے لیے

بَارِئِكُمْ ۭ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾

خالق کے نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر بیشک وہی ہے معاف کرنیوالا نہایت مہربان

اس کے بعد افراط فی الاحسان آیۃ نمبر ۵۵ میں ہے

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے پھر آ لیا تم کو

الصّٰعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٥﴾

بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے

یہ افراط ہے اور آیۃ نمبر ۵۶ میں

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

پھر اٹھا کھڑا کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو

یعنی آئندہ افراط و تفریط تم سے پیش نہ آئے دیکھو تفریط و افراط کلمہ کی وحدت، آیت نمبر ۵۲ اور نمبر ۵۶ میں لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یہ اجتماعیت فی البادیہ تھی۔ تہذیب اخلاق کے لئے اور یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آیت نمبر ۵۷ میں

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ

اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلوا کھاؤ پاکیزہ

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

چیزیں جو ہم نے تم کو دیں اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے

کہ وہ صحرا میں تھے۔ دورِ اول آیت کے آخر میں جملہ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اس کا مطلب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ انہوں نے اس درجہ کو مکمل نہیں کیا۔ جیسا کہ مناسب تھا۔

دور ثانی آیت نمبر ۵۸

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ

اور جب ہم نے کہا داخل ہو اس شہر میں اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾

داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہتے جاؤ بخش دے تو معاف کردیں گے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دینگے نیکی والوں کو

اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا یہ ایک قید ہے یعنی نماز اس وقت ادا کرو جب دیہات میں داخل ہو رہے ہو۔ زمانہ کا تقارب حال میں اور ذی الحال میں ہمارے نزدیک کافی ہے۔ جب نماز سے فارغ ہوں تو فوراً داخل ہو جائیں اور لغویات کے التزام کی ضرورت نہیں۔ بعض نحوی حال اور ذی الحال کی وحدت کے قائل ہیں جب داخل

ہوں جنگل سے بستی میں تو ان کی طبیعت زیادہ کھانے میں للچائے گی جو ضرورت سے زائد ہو۔ تو جس وقت وہ دروازے پر کچھ دیر توقف کریں گے اور ذکر رب کریں گے۔ اور سجدہ کریں گے تو دونوں چیزوں کی توجہ کی وجہ سے اعتدال پیدا ہوگا۔ پھر انہیں حکم ہے۔ قُوْلُوْا حِطَّةٌ جب کہ وہ بستی میں بہت زیادہ قیام کریں گے۔ حطہ حطہ کہیں۔ ہمارے نزدیک اس کے معنی رَبِّ اغْفِرْ رَبِّ اغْفِرْ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلانے کے لئے حکم ہے اور کہ وہ کھانے پینے سے نظر ہٹالیں تاکہ وہ زیادہ نہ کھائیں اور اسی پر رضامند ہوجائیں۔ یہ بچے کی مثال ہے کہ جب وہ دسترخوان پر بیٹھا ہو۔ اور اسے وضو اور نماز کا حکم دیا جائے۔ اور جب وہ کھانے کے لئے بیٹھے تو اس کے سامنے کوئی مزیدار کہانی شروع کردی جائے تاکہ اس کا ذہن کھانے پینے میں مستغرق نہ ہوجائے جس دن اس کے خلاف کرے اور زیادہ کھائے تو وہ بیمار ہوجائے گا۔ شرعی قوانین کی قدر اس وقت ہوگی۔ کیونکہ تمام قوانین شرعی کا فائدہ ہماری ذات کے لئے ہے۔ اس بیان سے وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا کا مطلب صاف ہوگیا۔

اِلتزامِ قانون:۔ یعنی قانون کی پابندی اس کے بہتر حال رکھنے کے لئے ہوتی ہے کیوں کہ انسان طبعاً زیادہ پند واقع ہوا ہے۔ یہ مثال ہر معاملہ میں۔ یہ شرط صرف طعام ہی میں نہیں بلکہ سمجھدار آدمی اسی طرح نیند بیداری۔ لباس اور تمام امور میں اعتدال پیدا کرنے کے لئے تقیدات پیدا کرے گا۔ تمام انسانی حالات میں۔ تاکہ وہ ایک جماعتی اور گروہی زندگی میں استوا پیدا کرسکے۔ پھر آیتہ ۵۹ میں اشارہ ہے کہ وہ اس درجہ پر پہنچ چکے کہ بغیر احتیاط کھائے پیئے حتیٰ کہ ہیضہ کی شکایت پیدا ہوگئی۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ

پھر بدل ڈالا ظالموں نے بات کو خلاف اس کے جو کہہ دی گئی تھی ان سے پھر اتارا ہم نے

ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ظالموں پر عذاب آسمان سے ان کی حکم عدولی پر

ہمیں مفسرین پر تعجب ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ بجائے حطہ کے بنی اسرائیل نے حنطہ حنطہ کہنا شروع کردیا تھا۔ حالاں کہ اصل حقیقت سے مفسرین متنبہ نہیں ہوئے کہ دراصل بنی اسرائیل نے ترک قانون کیا تھا۔ دور ثانی ختم ہوگیا۔

دورِ ثالث پھر بستی سے شہر کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ بستی میں صحرائیت بھی شامل ہے۔ قریہ شہر کے متصل نہیں ہوتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے درجہ اول پر محافظت کی ہے یا نہیں۔ صحرا میں ان کے متعلق ایک اور قانون اللہ تعالیٰ نے اضافہ کیا ہے اور وہ امر مشترک کی تقسیم ہے۔

وہ امر جو عدل کے ساتھ مشترک ہے ان پر ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ پانی انہیں میسر نہ رہا۔ پانی کی طلب و خواہش کی حضرت موسیٰ نے اپنا عصا پتھر پر مارا اس سے ایک چشمہ سرزد ہوا۔ وہ چشمہ ان گروہوں کی تعداد کے مطابق تھا۔ یعنی اگر ایک گروہ کے دشمن تھوڑے تھے تو اس کے مطابق چشمہ بھی چھوٹا تھا۔ دوسرے گروہوں کے دشمن زیادہ تھے تو چشمہ بھی بڑا تھا۔ جب چشمے ان کے درجات کے مطابق ظاہر و رونما ہو گئے۔ تو صحیح تقسیم ان کی قوت اعتدال کی طرف رجوع کرے گی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ

اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکلے

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ

اس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ

یعنی ہم نے تقسیم کا اختیار خود انہیں ہی دے دیا۔ یہ معنی ہے كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ کا۔ ان کے اس عمل سے یہ فائدہ نکلتا ہے

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۵۹﴾

کھاؤ اور پیو اللہ کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ چیز زمین کی جو پاکیزہ ہے اس سے انسان نفع اور فائدہ اٹھائے وہ اللہ کا رزق ہے، اکل حلال ہے لیکن ایک شرط ہے کہ وہ کسی ضرورت مند انسان کو محروم نہ رکھیں جو ان چیزوں کی احتیاج رکھتا ہے۔ اور یہی اشارہ ہے وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ سے تقسیم کا ظلم ہی فساد کا سبب ہوتا ہے۔ حکمت اجتماعیہ اس تیسرے دور میں یعنی اجتماعیت مدینہ میں جانے کی ضرورت تب ہوتی ہے جب کہ حاجات، ضروریات ہیں۔ اور طبیعت کا تقاضا بڑھ جاتا ہے۔ اور منافع اور مضار یعنی نفع اور نقصان متبادل ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب شہری زندگی ان کے طبیعت کے خلاف واقع ہو تو وہ دیہاتی زندگی کی طرف لوٹنا چاہیں گے۔ لیکن ساتھ ساتھ جہاں اجتماعیت مدنیہ میں نقصانات ہوں گے وہاں منافع بھی ہوں گے۔ اس لئے وہ شہری اجتماعیت پر صابر ہو جاتے ہیں اور شہروں ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں اسی بات کی طرف اشارہ ہے

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ

اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر سو دعا مانگ ہمارے واسطے اپنے

لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ

پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اگتا ہے زمین سے ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز

کہ وہ ضروریات کے تقاضے سے شہری زندگی چاہتے ہیں۔ دیہاتی زندگی میں مضرات کثیرہ نہیں ہوتے ہر شخص آزاد ہوتا ہے لیکن شہریت میں اجتماعی قوانین کی قیود و شرط پائی جاتی ہے۔ اسی کا اشارہ ہے۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ؕ

کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلے میں جو بہتر ہے۔

اجتماعیت کی قید ادنیٰ ہے بنسبت اس آزادی کے جس کی عادت انہوں نے دیہاتی زندگی میں ڈالی تھی۔

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ

اُترو کسی شہر میں تو تم کو ملے گا جو مانگتے ہو

یہ تیسرا درجہ ہے اجتماعیت کا۔ اس کے بعد جو آیات باقیہ میں ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے ان اجتماعی تقاضوں کو حسب منشا انسانیت نہیں نبھایا بلکہ اپنی عادت نافرمانی اور تعدی کی وجہ سے ناقص کر دیا۔

عِصیان وہ تفریط ہے عُدوان افراط ہے

یہ ہی افراط و تفریط ان کی عادت ہو گئی تھی۔ اور یہ عادت اللہ کی آیات سے انکار پر منتج ہوئی اور قتل انبیاء تک پہنچی۔ پھر اس فعل کا نتیجہ اللہ کا غضب رونما ہوا۔ اور جب وہ اس حالت پر دوام اور ہمیشگی قائم کر چکے تو ذلت اور مسکنت ان پر مسلط کر دی گئی۔ یہ تسلسل اسباب و نتائج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے زمانوں میں جاری رہا۔ لیکن اس کی ابتدا۔ یعنی عصیان و عدوان کی جس کی وہ عادت بنا چکے تھے اجتماعیت ثلاثہ و شہریت میں شروع ہوئی اس بات کا اشارہ ہے

وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور پھرے اللہ کا غصہ لے کر یہ اس لئے ہوا کہ

كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا

نہیں مانتے تھے احکام خداوندی اور خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق یہ اس لئے کہ

عَصَوْا وَّكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾

نافرمان تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

یہ اجتماع فی المصر ہے یعنی اجتماع قومی اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام افراد راہ اعتدال ترک کر چکے تھے۔ بلکہ اکثریت پر حکم ہوتا ہے، اور حکومت کی سپردگی کے لحاظ سے اکثریت کے تاثرات ہوئے ہیں۔ لہٰذا خطاب اکثریت کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے لیکن شخصی مکافات عمل تو معلوم ہونا چاہیے کہ جو ظلم سے متأثر نہیں ہوا وہ ہر حال میں مصیبت سے نجات پا گیا۔ جب

عمومی مصیبت پہنچی تو اللہ نے انہیں تدبیر خاص سے نجات دی۔ اور آخرت میں بھی ان کی نجات یقینی ہے۔ اور یہ مستثنیٰ افراد کسی بھی قوم و ملت کے ہوں موجود ہیں۔ اور اسی طرف اشارہ ہے۔

دور رابع

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

بیشک جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا ان میں سے اللہ پر اور قیامت پر

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

اور کام کئے نیک تو ان کے لیے ہے ان کا ثواب انکے رب کے پاس اور نہیں ان پر کچھ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے

تمام ادیان اور تمام ملتیں اس حکم میں برابر ہیں اس آیت میں اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا سے مراد مسلمان ہیں لیکن یہ اجمالی کلمہ ساری صابی دنیا کو شامل کر لیتا ہے یعنی صابی دنیا کے تمام ادیان پر مشتمل ہے۔ ہمیں قرآن حکیم میں معلوم ہوا ہے کہ حظیرۃ القدس سے انذار ہر ملت کے لئے مشعل ہے۔

منذرین یا تو انبیاء ہوتے ہیں یا محدثین اور محدثین بھی انبیاء کے حکم میں ہوتے ہیں اور کوئی ملت ایسی نہیں جس میں انبیاء سے مراد معنیٰ اول یا معنیٰ ثانی ہو۔ یہ تمام موجودہ ملتوں کے لئے حکم ہے جو روئے زمین پر ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے ملتِ مجوس اشرف ہے۔ ایران کی عظمت تاریخ میں ثابت ہے۔ ایران اپنی تاریخی عظمت میں توران پر بھی مشتمل ہے یعنی ایران توران عظمت میں دونوں شامل ہیں۔ فردوسی کی روایت دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ فریدوں کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام ایرج جو ایران کا مالک تھا۔ اور دوسرے کا نام تورج جو توران کا مالک تھا۔ ہماری سمجھ میں ترک بھی تور کے ساتھ منسوب ہو کر ترک بولا جاتا ہے۔ بہر حال حکومت اور مذہب کے لحاظ سے تور اور ایرج جب بھائی ہیں تو دونوں ملک بھی شقیقہ ہیں۔ اور مجوسیت میں بھی انسانیت کے تمام ادوار برابر ہیں۔ صابی دور کے بعد مجوس مشہور ہوئے۔ اس میں کوئی اصل شرعی نہیں۔ البتہ مجوس ملت کی عظمت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس عظمت کے پیش نظر یہ ممکن نہیں کہ اس میں کوئی نبی نہ آیا ہو۔ حالاں کہ بہت سی آیات میں مجوس کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی برہمن مذہب ہے، جو اپنے طریقوں میں بہت حد تک مجوسیوں سے مشابہ ہے اور دونوں زبانیں بھی ایک اصل سے نکلی ہیں اور فارسی کے سینکڑوں ہزاروں الفاظ مشترک ہیں۔ کیا ممکن ہے کہ ان میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ پھر ہند سے بھی ملت شاخ در شاخ نکلی ہے چین۔ توران اور ایران کا ایک ٹکڑا یہاں تک بہت سے شہروں میں یہ ملت پھیلی۔ کیا ممکن ہے کہ ان میں کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ تو ہماری سمجھ میں کلمہ صابئہ تمام ملتوں

پر حادی ہے اور تمام ملتیں اس میں آجاتی ہیں۔

ابن اثیر اپنی کامل میں صراحۃً لکھتا ہے کہ ایران، چین، روم اپنی عیسائیت سے پہلے صابی تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ حقیقتِ حال سمجھتا تھا۔ اور ایسے لوگ جو کسی قریہ یا قوم پر حکومت نہیں کر سکتے اس کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ ملتوں اور دینوں کو ہی نہیں جانتے ہوتے۔ جو شخص اجتماعیت باطلہ ظالمہ میں نہ داخل ہوا ہو اس کا حکم برابر ہے۔ تمام ملتوں کے لیے، خواہ مسلم ہوں، یہودی ہوں، صابی ہوں۔ میں نے ترجمہ قرآن دیوبند میں پڑھایا جب اس آیت کی تفسیر کی تو بجلی کی طرح انہیں میری بات لگی۔ حالاں کہ میرا خیال تھا کہ وہ اس میں اختلاف نہیں کریں گے۔ لیکن بتدریج انہیں سکون حاصل ہوا۔ اسی کے ساتھ دورِ رابع ختم ہوا۔ اور اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

اور جب لیا ہم نے تم سے قرار اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا

اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم ڈرو پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾

اللہ کا فضل تم پر اور اس کی مہربانی تو ضرور تم تباہ ہوتے

جو قانون تمام اقوام اور تمام ملتوں کے لیے نازل ہوا اس کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ یعنی جب دوسری قوموں کے متعلق استنباط کا علم نہیں ہو گیا۔ اس کے بعد عہد و پیمان کیا گیا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ رفع الطور کے متعلق بھی تفسیروں میں اختلاف ہے۔ ہم ان چیزوں پر التفات نہیں کرتے لیکن بعض اوقات طالب علم اس کو حل کرنے کے لیے محتاج ہوتا ہے۔ اس لیے ہم نے ایک نظریہ قائم کیا ہے۔ پہاڑ کے ساتھ جب کوئی کھڑا ہو اور اس پہاڑ کا ایک ٹکڑا جو سایہ کیے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈرایا، دھمکایا کہ اگر وہ مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قانون کو نہ پکڑیں گے۔ تو ان پر یہ پتھر گر پڑے گا۔ یہ مفہوم کی تصویر ہے کہ جب وہ اس دین کو چھوڑ دیں گے تو قوم ختم ہو جائے گی۔ اور وہ مر جائیں گے۔ دین ان کی زندگی کا سبب ہے اور دین میں عمومیت ہے تمام انسانیت کے لیے جیسا کہ پہلی آیت میں اشارہ ہو چکا ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ اس درجہ میں بھی پورے نہیں اترے اس کی طرف اشارہ ہے۔ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ تا الْخٰسِرِيْنَ، دینِ عمومی کا یہ طریقہ ہے کہ بقدرِ ضرورت قانون بنایا جاتا ہے۔ جب کہ اس

میں سمجھدار آدمی شامل ہوتے ہیں اور وہ اپنی ملتوں کے لئے باقی قوانین بناتے ہیں۔ اس کو ہم فقہ کہتے ہیں۔ اور فقیہ قوانین بناتا ہے۔ فقیہ کا نام آج ہم حکیم کہتے۔ حکیم عین مقصود کو مدنظر رکھتے ہوئے ملت کو بیدار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جب حکیم یہ دیکھ لے کہ لوگ اس قانون سے بھی مقصود تک نہیں پہنچ سکتے تو وہ قانون کو بدل دیتا ہے اور اسلام کا بیڑا دوبارہ اٹھاتا ہے

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

اور تم خوب جان چکے ہو جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی ہفتہ کے دن میں تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ

خٰسِئِیْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿٦٦﴾

بندر ذلیل ۔ پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت ان لوگوں کیلئے جو وہاں تھے اور جو پیچھے آنیوالے تھے اور نصیحت ڈرنے والوں کیلئے

عدوان وتعدی سنیچر کے روز کرتے تھے۔ اس عدوان نے انہیں انسانیت سے نکال کر حیوانیت کی منزل تک پہنچا دیا۔ انسان اور حیوان میں فرق صرف اتباع قانون کا ہے گویا جب انہوں نے ترک کر دیا تو وہ بندر ہو گئے: انسان جب تنزل کی منزل پر پہنچتا ہے تو سب سے پہلا حیوان جو اس کے متصل ہے وہ بندر ہے۔

قانون ① مکمل انسان میں قانون اجتماعیت کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ جب تک انسان ایک فرد ہوتا ہے تو وہ اپنی ذات کے لئے کوئی قانون نہیں بناتا اسے اخلاق کہا جاتا ہے۔ اور جب دو انسان جمع ہو جاتے ہیں اور مل کر کسی چیز پر اتفاق کرتے ہیں وہ قانون بن جاتا ہے۔ قانون طبعی پیدا ہوتا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان حیوانی معاہدہ کی صورت میں جسے ہم نکاح کا نام دیتے ہیں۔ اس معاہدہ کی بنیاد قوت حیوانیہ ہے۔ جسے ہم وقاع کہتے ہیں اور یہ وقاع انسان کے زندگی تمام ادوار میں چلتا رہتا ہے۔ اور یہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ وقاع مخصوص عدم اشتراک کثیرہ ہے۔ ایک عورت میں ایک وقت میں۔ اور عدم تمتع ہے دوزروں کے ساتھ۔ یہ نکاح کامل ہے انسان میں اور یہی اجتماعی قانون کے صادر ہونے کا مقام ہے۔ جب ہم مرد کی تخصیص کسی ایک عورت سے ختم کر دیں اور اشتراک جائز سمجھ لیں وطی وجماع پر ایک وقت میں، تو اس قسم کا حیوانات میں سے خنزیر پایا جائے گا۔ اور وہ حیوان جس میں دو فردوں کا استماع روا ہے وہ بندر ہے۔ جن قوموں میں انحطاط اور تنزل پیدا ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے بندر اور سور بنا دیا۔ انسانوں نے جب وقاع کی مدات کو تباہ کر دیا نیز ان میں عصیان بڑھ گیا۔ تو ایک رانده ہوئے حیوان کے آثار پیدا ہو گئے اور انسانی عبرت کا نشان بن گئے یہ مفہوم قردہ خنازیر ہونے کا عقل سے بعید بھی نہیں لیکن آیت کا مفہوم خاص معنی کے لئے لینا جیسا کہ مسخ شکل کا تصور مفسرین میں پایا جاتا ہے۔ ہم اسے تحریف معنی سمجھتے ہیں۔ یہ استنباط ہے قوت قانونیہ کا جو انسانیت میں پوشیدہ ہے

قانون ⑦ انسان کا اتصال حظیرۃ القدس کے ساتھ تاکہ وہ انسانیت کے معانی مقصودہ سمجھ سکے۔ اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اتصال تجلی نازل ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ جو حجر بحث پر واقع ہوئی ہے۔ تجلی نازل ہونے کا اثر اس وقت سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ تجلی سے کوئی امر صادر ہوا اس کی تاثیر اس طرح ہوئی ہے جیسے ارادۂ حق کی تاثیر قرآن پاک میں اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط مردوں کو زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے افعال کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب یہ دیکھا جائے کہ کسی انسان کی زبان سے کلمہ نکلے اور مردہ زندہ ہو جائے تو یقین کر لو کہ دل میں تجلی نازل ہوئی ہے۔ انبیاء حظیرۃ القدس کے ساتھ متصل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی زبان کے ذریعہ کلام کرتا ہے۔ انبیاء کے حواری اور ہر وقت ساتھ رہنے والے ان علامات و آیات کو اچھی طرح سمجھتے پہنچانتے ہیں پھر اولوالعزم پیغمبر اپنے حواریوں میں اس طرح کی قوت پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی لئے وہ حواری بھی تجلی اتارنے پر قادر ہوتے ہیں۔ یعنی حواری پھر اپنے ساتھیوں کے دلوں میں وہ تجلی اتارنے پر قادر ہوتے ہیں۔ جب تک یہ قوت موجود رہتی ہے۔ نفع قوم کا کام بھی باقی رہتا ہے۔ جب یہ قوت سلب کر لی جاتی ہے تو لوگ قانون کو بے مقصد و بے معنی سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ لوگ جن سے یہ قوت سلب کر لی جائے اور وہ عقلی لوگ جن کا حظیرۃ القدس سے اتصال نہیں ہوتا۔ برابر ہیں۔ یہ تمام اعمال نتیجہ میں اس احسان کا جو تقویٰ کا جزو ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ انجیل میں اس طرح کا ایک حکم ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کہا اگر تمہارے دلوں میں اسی طرح ایمان باقی رہا جس طرح ایک رائی برابر دانہ تو تم بھی میری طرح مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہو گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء عظام اگر اپنے ساتھیوں کو حظیرۃ القدس سے اتصال پر قادر نہیں ہوئے تو وہ کوئی نعمت نہیں لائے جو انسانیت کے لئے نعمت تامہ ہو۔ اکثر وہ لوگ جو کوتاہی اور نقص کے درجہ پر رہ گئے۔ وُہ وہ تھے جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی پرستش شروع کر دی تھی۔ انہوں نے انبیاء کو بشر نہیں سمجھا لیکن جب وہ کامل قسم کے انسان بنے اور خدا شناسی کی تو وہ انبیاء کی عظمت جاننے کے قابل ہو سکے۔ لیکن بشریت سے انبیاء کو انہوں نے خارج نہیں کیا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ گائے کے واقع کی تشریح کریں۔ صالحین کی ایک جماعت نے ایک معین نقطہ کی طرف توجہ کی ایسا نقطہ معینہ جس سے تجلی الٰہی کے نزول کی قوت پیدا ہو یہ بات آسان ہے بنسبت ایک کامل آدمی کے۔ تم جانتے ہو کہ شریعت میں استسقار کیا ہے۔ بارش کا نازل ہونا خلق کی ایک قسم۔ صالحین جمع ہونے اور کہ نقطۂ معینہ کی طرف متوجہ ہوں، جب کہ اس کے نازل ہونے کی حالت ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نزول فرماتے ہیں۔ اور حکم فرماتے ہیں کہ بارش نازل ہو۔

ہم تجلی کا مسئلہ بڑی تحقیق سے جانتے ہیں اور گفتگو میں بلا حجاب استعمال کرتے ہیں لیکن عام

اہل علم خواہ کسی دین کے ہوں تجلی کے معنی واضح طور پر نہیں سمجھا سکتے۔ پس وہ ان کلمات کے استعمال سے گھبراتے ہیں تو وہ اس طرح کہہ دیتے ہیں کہ جب نیک مسلمان جمع ہوتے ہیں بارش طلب کرنے کی خاطر تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتے ہیں معنی میں اختلاف نہیں۔ پس جو کچھ ہماری تحقیق اور ہمارا مطالعہ ہے وہ اس واقعہ کے متعلق یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی رحمت نازل کرنے کا طریقہ سمجھانے کا ارادہ کیا کہ اگر وہ مردوں کو زندہ کرنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تائید کرے گی۔ مگر یہ ممکن اس وقت تک نہیں جب تک کہ احسان میں کمال پیدا نہ کر لیا جائے۔ اب ہم صورت واقعہ کو دیکھتے ہیں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اللہ فرماتا ہے کہ تم کو ذبح کرو ایک گائے

قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾

وہ بولے کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے۔ کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں

صدقہ کے متعلق یہاں کوئی چیز نہیں۔ بلکہ گائے کا ذبح کرنا ان کے لئے ایسے ہی دشوار تھا جیسے ہندوستان کے ہندوؤں کیلئے ایسے ہی اہل مصر اور کاشتکاروں کے لئے گاؤکشی ناقابل برداشت ہے۔ گائے کو کاشتکاری میں بڑا دخل ہے حتیٰ کہ اس کی نگہبانی اور نگرانی تقدس کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔ بنی اسرائیل بھی مصریوں کی طرح متاثر ہو چکے تھے اور گاؤکشی سے جی چراتے تھے۔ ان کیلئے ذبح البقرہ ناگوار فعل ہو چکا تھا۔ اسی واسطے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا تھا۔ اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کہ وہ گائے کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک

بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا

گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں ہے بڑھاپے اور جوانی کے اب کر ڈالو جو

تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ

تم کو حکم ملا ہے بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کیسا ہے اس کا رنگ کہا

اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾

وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے زرد خوب گہری ہے اس کی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا

بولے دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کہ کس قسم میں ہے وہ کیوں کہ اس گائے میں شبہ پڑا ہے ہم کو

وَإِنَّا إِن شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُونَ ﴿۷۰﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ

اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے

لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ

محنت کرنے والی نہیں کہ جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں

فِيهَا قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿۷۱﴾

بولے اب لایا تو ٹھیک بات پھر اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے۔

انہوں نے حضرت موسےٰ علیہ السلام اس حکم کے متعلق بارہا چہ میگوئیاں کہیں اور اس نئے حکم کے سمجھنے کی کوشش کی اور اسی وجہ سے ان کی توجہ ذبح بقرہ کی طرف مرکوز ہوگئی۔ جب انہوں نے اجتماعی طور پر اللہ کے حکم کے ماتحت ذبح کا فعل ادا کیا تو اس فیصلہ کے لئے تجلی الٰہی نازل ہوئی۔ واقعہ کی تصدیق ہوئی کہ ایک آدمی مر گیا ایک نے قتل کیا اور اس قضیہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لائے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۷۲﴾

اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ

پھر ہم نے کہا مارو اس مردہ پر گائے کا ایک ٹکڑا اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مُردوں کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۷۳﴾

نمونے تاکہ تم غور کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا نبی کی تعلیم مردوں کو زندہ کرتی ہے۔ یہ طریقہ ہے اللہ کی مدد حاصل کرنے کا۔ اجتماع اسکے حکم کی اطاعت کے لئے یک جان ہے۔ جب کسی قوم میں ایسی قوۃ اور یگانگت نہ ہو وہ دوسری قوموں کے لئے قوانین کیسے وضع کر سکتے ہیں واقعہ بیان کیا گیا ہے آیت ۸۳ میں۔

ہم نے سیاق آیات کے مطابق یہ تفسیر کی ہے مسئلہ ختم ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ایسی قوت کی تعلیم دی جس کے ذریعہ وہ دوسری امتوں پر حکومت کر سکیں۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ

پھر تمہارے دل سخت ہوگئے۔ اس سب کے بعد سو وہ ہوگئے جیسے پتھر یا ان سے بھی سخت

قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا

اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں نہریں اور ان میں ایسے بھی

لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ

ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی اور ان میں ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے

اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾

اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے

اس آیت کے بعد آیت ۸۴ میں یہ بیان ہے کہ بنی اسرائیل سے یہ قوت اُٹھ گئی اور اب وہ صالحین نہیں ہیں۔ اور اس قابل نہیں کہ درجہ چہارم کی اجتماعیت پیدا کر سکیں۔ ثُمَّ قَسَتْ تمہارے پاس احسان کے عمل سے ذرہ نہیں رہا پھر تین آثار ہیں جو اس بات کی دلیل ہیں کہ کسی قوم میں احسان کس طرح جگہ پکڑ سکتا ہے۔

(۱) ایک وہ آدمی جو قانون وضع کرے۔ مثلاً نہریں وغیرہ۔

(۲) آبپاشی کا خاص طریقہ ایجاد کرے۔

(۳) وہ آدمی جو اللہ کے سامنے سربسجود ہو اور خدا دوست ہوجائے۔ کیوں کہ جو سجدہ کرے گا اللہ کی آیات دیکھے گا۔

جب کسی قوم میں ان تینوں قسموں کے آدمی مفقود ہوں وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت اور سنگدل گردانی جائے گی۔ امیر شہید نے امام عبدالعزیز سے فیض حاصل کیا اسکے بعد امام نے انہیں اجازت دی ان کے ساتھ شیخ عبدالحی کے صاحبزادے تھے جن کا ہم نے لقب صدر شہید رکھا ہے۔ یعنی شیخ اسمٰعیل کا۔

واقعۂ عجیبہ:۔ شیخ اسمٰعیل شہیدؒ نے شیخ عبدالحق دہلویؒ کی کتاب الصلوٰۃ لی۔ اس کتاب میں حضور قلب بحالت نماز کا ذکر ہے۔ شیخ اسمٰعیل شہید یہ کتاب لے کر امیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور عرض کی یہ حالت ہم میں نہیں پیدا ہوتی حضرت امیر شہیدؒ نے فرمایا یہ حالت کتابوں سے حاصل نہیں ہوتی۔ شیخ اسمٰعیل شہید نے عرض کی ہم کیا کریں؟ حضرت امیر شہید نے فرمایا میرے ساتھ نماز پڑھو حضرت امیر امام بنے اور شیخ اسمٰعیل شہید مقتدی ہوئے تو یہ مقام شیخ اسمٰعیل شہید کو حاصل ہوگیا۔ اور وہ حالت ہمیشہ قائم رہی

پھر حضرت شیخ اسمٰعیل شہید نے شیخ عبدالحی دہلویؒ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ شیخ عبدالحی دہلویؒ ان سے بڑے تھے شیخ حضرت امیر کے پاس آئے اور عرض کی میں بھی چاہتا ہوں کہ حضور قلب متقرر ہو! کیا ممکن ہے تو حضرت امیر نے فرمایا ہاں۔ شیخ عبدالحی دہلویؒ نے بھی دو رکعتیں حضرت امیر کے پیچھے ادا کیں انہیں بھی حضور قلب حاصل ہو گیا۔ دونوں شیخ اسمٰعیلؒ اور شیخ عبدالحی دہلویؒ عمر بھر سید امیر کے ساتھ ادنیٰ خادموں کی طرح رہے۔

شیخ عبدالحی دہلوی غزوہ کے ایام میں وفات پا گئے۔ تو حضرت امیر ان کی طرف تشریف لائے۔ اور فرمایا کچھ چاہتے ہو؟ تو شیخ موصوف نے عرض کی ہاں میرے سینہ پر اپنا قدم مبارک رکھیں! حضرت امیرؒ نے قبول فرمایا۔ لعل امیر شہید اور صدر شہید دونوں نے ایک ہی واقعہ میں شہادت حاصل کی۔

یہ مثال لَمَا یھبط من خشیۃ اللہ کی ہے۔ امام ولی اللہ کے متعلق تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ وہ معرفت کے سمندر تھے۔ ان کے بعد امام عبدالعزیز کی مثال مَن یشقق فیخرج منہ الماء ہے

عنوانِ ثانی

بنی اسرائیل حضرت موسےٰ علیہ السلام کے بعد ان خرابیوں اور خامیوں میں اضافہ کرتے رہے جو ان میں موجود تھیں اس مضمون کی ابتدا ۷۰ سے ۱۰۳ تک ہے۔

مسئلہ تحریف

بنی اسرائیل کے علماء اپنی سمجھ کے مطابق بنی اسرائیل کی ترقی کے لئے چند نظریات مقرر کرتے تھے پھر کتاب اللہ یعنی تورات کی تحریف ایسی تاویلات سے کرتے تھے جن کا تعلق کتاب الٰہی سے دور کا بھی نہ ہوتا تھا۔ صرف اس لئے کہ ان علماء بنی اسرائیل کے جو نظریات ہیں وہ عوام الناس کو ذہن نشین ہوں اور صحیح سمجھ لئے جائیں۔ حالانکہ بنی اسرائیل کے علماء یہ بھی جانتے تھے کہ کلام الٰہی کا مفہوم وہ نہیں جو وہ لے رہے ہیں۔ عوام یہ سمجھتے تھے کہ علما کتاب پر صحیح مفہوم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ علماء بنی اسرائیل کتاب الٰہی کے ترجمہ میں اپنی طرف سے چند کلمات بڑھا دیتے تھے۔ آجکل کے علماء یہ کہتے ہیں کہ اصل کتاب میں الفاظ یا حروف کا ہیر پھیر کرتے تھے ایسا نہیں تھا۔ یہ تھی ان کی عادت۔ اور عام طور پر لوگوں کے پاس وہ ترجمے یا اصل کے نقل نسخے ہوتے تھے۔ اصل کتاب میں علماء بنی اسرائیل نے کسی قسم کا ردوبدل نہیں کیا۔ ان منقول نسخوں میں وہ کلمات کا اضافہ کرتے تھے۔ وہ کلمات اس طرح سمجھ لینے چاہئیں جیسے کہ کسی کتاب کے حاشیے کتاب کی تاویل اور مفہوم سمجھنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اس طریقہ سے حواشی منتقل نسخوں میں داخل ہوتے چلے آئے۔ مرکز میں ایسا نہیں تھا۔ جب مرکز برباد و باطل ہو گیا تو صرف خواص کے سوا عوام کو ان حواشی اور اصل کتاب الٰہی کے درمیان امتیاز و تمیز کی صلاحیت باقی نہیں رہی

یہ طریقہ ہے تحریف کتاب کا

تنبیہ

مسلمان اپنی تاریخ جانتے ہیں کہ ان کے اسلاف نے قرآن پاک پر کسی کلمہ کے زیادہ کرنے اور اضافہ کرنے کو روا نہیں سمجھا حتیٰ کہ اعراب و حرکات نقاط سورتوں کے نام تک بھی نہیں بدلے۔ یہ اسلئے کہ وہ یہودیوں کی تحریفی نوعیت سمجھتے تھے کہ یہود نے بتدریج کتاب الٰہی میں تحریف کی لیکن قرآن حکیم کی حفاظت کا سامان صرف یہی نہیں بلکہ قرآن لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہو چکا تھا۔ اور تواتر کبھی منقطع نہیں ہوا۔ سنہ تراویح سے یہ دور حفاظت صحیح معنوں میں شروع ہوتا ہے یہ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں تراویح کا باقاعدہ سلسلہ جاری ہوا۔ اس حساب سے اگر مسلمانوں کی ہزار مسجدیں تھیں۔ تو ہزار حفاظ قران بھی تھے۔ حالاں کہ صرف ہزار مساجد اور ہزار حفاظ ہی نہیں تھے۔ بلکہ یہ ایک مثال ہے۔ اسی قاعدہ کے مطابق آہستہ آہستہ مساجد اور حفاظ کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ اور تراویح کا باقاعدہ آغاز حضرت عمر فاروق کا مبارک عمل ہے اسی لئے اسلام کو نفع پہنچا۔ ہم نے ایسے فقہا کو دیکھا جنہیں حکمت اجتماعیہ سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ تراویح کے ابطال کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہتے ہیں۔ حالاں کہ انہیں قرآن سمجھنے کا کوئی ملکہ ہی نہیں اسی بات کی طرف اشارہ ہے

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ

اب کیا تم اے مسلمانو توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ان میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا

كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾

اللہ کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو جان بوجھ کر اور وہ جانتے تھے۔

کہ مسلمانوں کو ان میں طمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اہل نظر اور اہل الرائے کا فکر اجتماع پر غالب ہوتا ہے اور وہ تحریف کو اصل سمجھنے لگتے ہیں۔ اور یہ تحریف اخفاء الکتاب ہے یعنی کتاب کو عوام سے چھپانا۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے آیت نمبر ۷۶ میں۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ

اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے اور جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس

بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم

تو کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکہ جھٹلائیں تم کو

بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٧٦﴾

اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے

اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝

کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں

تم جانتے ہو یا نہیں مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب کو اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگ فائدہ حاصل کریں

وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِیَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝

اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات

یہ حالت عام لوگوں کی ہے کہ وہ اہل نظر اور اہل الرائی کیطرح صرف الفاظ کو جانتے ہیں کتاب کا صحیح مفہوم نہیں جانتے الاَمانی سے مراد الفاظ ہے وہ عقائد اور معانی کتاب سے حاصل نہیں کرتے۔ کیوں کہ وہ کتاب کو نہیں سمجھتے بلکہ اسے انہوں نے اپنے علماء سے سیکھا ہے۔ یہ تقسیم جو اہل النظر اور عوام کی ہے اس سے میں نے یہ سمجھا ہے کہ یہود کی طرح آج مسلمانوں میں بھی اسیطرح دو قسم کے گروہ ہیں اہل النظر کا گروہ بہت مختصر ہے جو قرآن کی روح یہ صحیح طریقہ سے سمجھتا ہے۔ عوام علماء بھی کتاب کو نہیں مانتے۔ ہاں اس وقت وہ مانتے ہیں جب کہ ان کے بزرگان کی رائے کے مطابق تفسیر کی جائے۔ حالاں کہ وہ اپنے علماء کی کمزوریوں اور ضعیف آرا پر بھی آگاہ ہیں تو معنوی تحریف جو یہودیوں میں تھی وہ آج مسلمانوں میں بھی موجود ہے۔

فائدہ غور کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ متکلمین اور فقہاء کے کلام کو اس طرح دیکھنے کی کوشش کرے کہ کس متکلم یا فقیہ کا کلام قرآن سمجھنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ اپنے ائمہ کے کلام میں ضُعف اور کمزوری پائیں نیز یہ دیکھیں کہ ان کی رائے کتاب اللہ کے ساتھ منطبق نہیں تو وہ ان کے اقوال ترک کردیں اور ان ائمہ کے اقوال اخذ کریں۔ جن کے اقوال کتاب اللہ سے اس خاص مسئلہ میں منطبق ہو جائیں۔ مگر یہ لوگ اپنے اماموں کو نہیں چھوڑ سکتے بلکہ ان کی کماحقہ اتباع کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے بزرگوں کی کمزوری اور کتاب اللہ سے عدم انطباق دیکھ کر بھی انہیں خیرباد نہ کہیں وہ بھی یہودیوں کے زمرہ میں شامل ہیں۔

فائدہ آخری عام طور پر لوگ جب قرآن کی تلاوت لفظی کرتے ہیں تو وہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کتاب اللہ کے حقوق ادا کردیئے۔ لیکن امام ولی اللہ نے اس چیز کو محسوس کیا کہ جب تک ان کی اپنی زبان میں کتاب اللہ کا ترجمہ نہ ہو عام مسلمان فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس لئے انہوں نے حکومت ہند کی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا۔ تاکہ عوام مسلمان قرآن سمجھیں۔ عوام وہ مراد ہیں جو تفاسیر قرآن نہیں پڑھ سکتے اور قرآن بغیر ترجمہ کے نہیں سمجھ سکتے اسلئے ان کے لئے ترجمہ قرآن امام صاحب نے ضروری سمجھا اس ترجمہ کا نام امام صاحب نے "فتح الرحمٰن" رکھا۔ ہم نے اس ترجمہ سے جتنا استفادہ کیا ہے بڑی بڑی تفسیروں سے بھی اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکے۔ اس کے بعد شیخ عبدالقادر نے اس وقت کی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا۔

جو اہل ہند کی عام زبان میں تھا۔ انہوں نے "موضح القرآن" ترجمہ کا نام رکھا۔ اور اس کے بعد شیخ الہند نے موضح القرآن کی اصلاح کی۔ اب ہمیں یہ محسوس ہوگیا ہے جب کہ ہم بہت سے اسلامی ممالک کی سیاحت کر چکے ہیں۔ کہ دین کی بیداری ہندوستان میں بنسبت باقی اسلامی ممالک کے عام مسلمانوں کے زیادہ ہے۔ اسی لئے ہم نے قرآن کی تعلیم کو اس ملک کی اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کے قائل ہیں۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا

سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ

خدا کی طرف سے ہے تاکہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے

اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

لکھے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی اس کمائی سے

یہ ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو اپنے من سے کوئی بات کتاب الٰہی میں شامل کر لیتے تھے اور کلام الٰہی کو منسوخ کرتے تھے۔ اور اس میں حواشی زیادہ کر دیتے تھے۔ نیز انہیں اپنے اس فعل میں کوئی مضائقہ محسوس نہ ہوتا تھا۔

مسلمانوں نے قرآن پاک کے متن میں تو تحریف نہیں کی۔ اور کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا لیکن قرآن کی شروح اور تفاسیر میں ویسے ہی تحریف کی ہے جیسے یہودیوں نے۔ ہم ایک ایسی مثال پیش کرتے ہیں جس سے لوگ اس فعل شنیع کے متعلق وضاحت سے سمجھ سکیں گے۔ یہ فعل شنیع یہود نصاریٰ اور مسلمانوں میں سب حنیفی ملتوں میں موجود ہے۔

مثال:۔ ہم نے پہلے فقہ حنفی پڑھی، اصول و فروع فقہ کے اس کے بعد صحاح ستہ حدیث کا علم حاصل کیا ہم نے ایسی روایات پائیں جو ہماری فقہ سے مختلف تھیں اس کے بعد فقہا حنفیہ محدثین کا بھی آپس میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ احادیث کی تاویل کر کے فقہاء کے اقوال سے ملانے کی کوشش کرتا ہے اس قسم کا امام ہمارے ملک ہندوستان میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ہے اور ہندوستان کی اکثریت علماء اسی طریقہ پر ہے۔

دوسرا گروہ فقہا کے اقوال کی تاویل کر کے حدیث سے ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر تاویل نہیں کر سکتے تو فقہا کا قول ترک کر کے امام مالک کا قول لے لیتے ہیں۔ یا اس کے علاوہ کسی اور فقیہ کا قول لے لیتے ہیں طرہ یہ کہ وہ حنفی کے حنفی ہی رہتے ہیں۔ فقہاء حنفیہ کے ائمہ میں سے ایک امام ولی اللہ دہلویؒ بھی ہیں، امام ولی اللہ کے اتباع کے بھی کئی گروہ ہیں۔ مشائخ دیوبند بھی ان کے اتباع سے ہیں۔ لیکن مدرسہ دیوبند تدریس میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور امام ولی اللہ کے طریقہ کو جمع کرتا ہے،

تو تعلیم کا پہلا حصہ عمومی شیخ عبدالحق کے طریقہ پر ہوتا ہے اور شاہ ولی اللہ کے طریقہ پر خاص خاص مقامات میں اتفاق کیا جاتا ہے اس کے بعد مخصوص جماعت کی تکمیل امام ولی اللہ دہلویؒ کے طریقہ پر ہوتی ہے۔ میں نے دونوں تعلیمی درجات برابر حاصل کئے ہیں۔ درجہ اول سے فراغت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ حدیث پر عمل نہیں کر رہا لیکن میرا جی چاہتا تھا کہ حدیث پر عمل کروں میں حیران رہ گیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حدیث کی تحقیق کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ کے طریقہ کی طرف رہنمائی کی حضرت شاہ صاحب کے طریقہ پر میرے مشائخ اور ولی اللہی طریقے کے ائمہ نے رہبری کی۔ حتیٰ کہ میں نے میسر حاصل اس طریقہ پر اپنی تعلیم کی تکمیل کی۔ لیکن عام طور پر جو ابتدائی درجہ کے طلبہ ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ عامل حدیث ہیں۔ حالاں کہ ان کی تحقیق کا طریقہ وہی ہوتا ہے جو ان کی کتب فقہیہ میں پایا جاتا ہے لیکن محقق سمجھ سکتا ہے کہ وہ غلطی کرتے ہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جو میری طرح دونوں درجات علمی کی تکمیل کرنا چاہتے ہوں۔ اب شاہ ولی اللہی طریقہ پر میں قرآن وحدیث کے درمیان ربط اور نسبت پر قادر ہوں۔ اور علوم قرآن وحدیث کو سمجھ سکتا ہوں۔ گویا ہم یہاں پر بھی دو گروہ پاتے ہیں۔ کہ ایک گروہ جب حدیث اور قرآن کے درمیان اختلاف محسوس کرتا ہے تو وہ قرآن کی تاویل کر کے حدیث کیساتھ منطبق کرنا چاہتا ہے اور یقین کر لیتا ہے کہ قرآن کا وہی مفہوم ہے۔ جو انہوں نے سمجھ لیا ہے۔ جیسا کہ فقہا حنفیہ دیوبند کا پہلا طبقہ ہے اور دوسرا طائفہ جو روایات کی تاویل کر کے نصوص قرآن سے ملانا چاہتا ہے اگر قادر نہیں ہوتا تاویل پر تو وہ روایات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور میں بحمد اللہ اس مقام کی تعبیر بواسطہ امام ولی اللہ کر سکتا ہوں۔ ہم مصنفین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ جو گروہ قرآن کی تفسیر میں مشغول ہے اور روایات کی خاطر قرآن کریم کی تاویل کرتا ہے کیا وہ محرف نہیں جیسا کہ یہود و نصاریٰ میں محرف تھے۔ لہذا انسان کو باریک بینی کے ساتھ تحقیق کرنی چاہیئے۔ ہم اس طرح سوچنے پر قادر صرف امام ولی اللہ دہلوی کی اتباع ہی کے ذریعہ ہو سکے ہیں۔

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ

اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہیں لگے گی مگر چند روز گنے چنے کہہ دو کیا تم لے چکے ہو

عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ

اللہ کے یہاں سے قرار کہ اب ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے قرار کے یا جوڑتے ہو

عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اللہ پر جو تم نہیں جانتے

پھر ایک اور مرض ہے جو اس تحریف کے لوازم میں ہے جس کا اشارہ آیت نمبر ۸۰ میں ہے کہ تحرف جانتا ہے کہ لوگ کسی

ایک راہ پر نہیں ہیں ، اگر لوگوں کو معلوم ہوجائے حقیقتِ حال تو وہ اس محرف کی ہرگز اتباع نہ کریں . مگر ادھر محرف مجبور ہوتا ہے وہ نجات اور جنت اپنے طریقہ پر چلنے والوں کے لئے مخصوص بتاتا ہے یہ بات لوگوں کے ذہنوں میں اچھی طرح بٹھا دیتا ہے . اسی لئے عوام اس کی لغزش سے یکسر غافل ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً نیز وہ شفاعت کے قائل ہوتے ہیں یہ حالت یہود کی تھی لیکن یہی آج مسلمانوں میں بھی رائج ہوچکی ہے کہ مسلمان بھی اتباع قرآن کو ذریعہ نجات نہیں گردانتے بلکہ ان اپنے بزرگوں کے طریقہ کی اتباع کو سمجھتے ہیں لیکن محقق کہتا ہے کہ جو کتاب اللہ کی اتباع کرے وہ ناجی ہے جب یہ ثابت ہوجائے کہ کسی بزرگ نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے تو وہ رجوع کرلے . اور یہ اجتہادی غلطی قابلِ بخشش ہے . مگر جو غلطی پر اصرار کرے اس کے باوجود کہ وہ غلطی اس سے ثابت ہوجائے تو وہ ہالکین میں سے ہے . اسی بات کا اشارہ دو آیتوں

بَلٰى مَنۡ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتۡ بِهٖ خَطِيۡٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓـــِٕكَ اَصۡحٰبُ

کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے سو وہی ہیں دوزخ کے رہنے

النَّارِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓـــِٕكَ

والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک وہی ہیں

اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ‌ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۸۲﴾

جنت کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے

میں ہے :۔ تو ایمان اور عمل صالح اس بات کا محتاج ہے کہ تحریفات سے دوری اختیار کی جائے حالانکہ یہود تحریفات میں پھنسے ہوئے ہیں اور مسلمین کی اتباع نہیں کرتے ۔

مسئلہ اُخریٰ دین دو قسم پر شامل ہے (۱) تہذیب اخلاق ، عقائد کی تصحیح کے ساتھ اور اعمال صالحہ کا التزام اسے اصطلاح میں احسان کہا جاتا ہے (۲) حقوق اجتماعیت جو اجتماعیت تدبیر منزل اجتماعیت قریہ اجتماعیت مدنیہ اور اجتماعیت بین الاقوامی سب کو شامل ہے . اجتماعیت مدنیہ سیاسین کی اصطلاح میں قومی اجتماعیت کے معنی میں آتا ہے . حقوق اجتماعیت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے معاملات میں انسانوں سے امداد لے اور دے . مثلث مثلاً والدین نے اسکے بچپن میں اس کی تربیت اور پرورش کی ہے لہذا جب وہ بڑھاپے کی عمر میں پہنچیں تو اس کا فرض ہے کہ یہ ان کی خدمت کرے . اور یہی صلہ رحمی کا تقاضا اور حکم و منشا ہے . اسی طرح اہل مدنیہ اور اہل دولت کا فرض ہے . اسی عمل کا نام عدل ہے . یہی عدل حقوق قوم کی ادائیگی میں دو چیزوں کو لازم کرلیتا

ہے۔ اس قوم کے ساتھ عداوت جو اس سے عداوت رکھے اور اس قوم کے ساتھ موالات و دوستی جو اس قوم سے موالات رکھے۔ یہی عداوت و موالات عام لوگوں کی زبان میں سیاست ہے لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ یہ صرف حقوق اجتماع ہے اور سیاست ان کے نزدیک اجتماع میں عدل قائم کرنا اور اعداء سے جنگ کرنے کا نام ہے۔ محققین کے نزدیک یہ دونوں سیاست کے جز ہیں۔ احسان اور عدل میں تفریق وہ روا نہیں رکھتے۔ اور کسی دین خداوندی میں یہ فرق جائز نہیں سمجھا گیا کیونکہ یہ دونوں چیزیں تقوی کے مساوی جز ہیں لیکن جب سوسائٹی کا مزاج فاسد ہو جائے تو وہ احسان اور تہذیب اخلاق کو دین کا نام دیدیتے ہیں۔ اور سیاست الگ کر کے اپنی خواہشات کے تابع کر دیتے ہیں۔ اور قانون دینی کے تابع نہیں رہنے دیتے۔ یہی فساد دینی ہے اور یہی فساد بنی اسرائیل میں رائج ہو گیا تھا۔ اور یہی فساد تحریف دین کا سبب بن جاتا ہے ان دونوں باتوں کا ہندوؤں میں میں نے تجربہ کیا ہے۔ ان کا دین باطل ہو چکا ہے۔ حالاں کہ یہ بہت بڑا مذہب تھا۔ آج مشکل ہے کہ ان کی کتابوں سے حق و باطل کی تمیز کی جائے کیوں کہ ان میں احسان کی تجدید کرنے والے مفقود ہو چکے ہیں اور انہوں نے سیاست سے بھی اعراض کر لیا ہے لیکن چونکہ سیاست سے قطعی اعراض ناممکن ہے اس لئے وہ مختلف خواہشات کے ماتحت بہت فرقے اور گروہ بن چکے ہیں اور آپس میں اختلاف اور جنگ کرنے لگے ہیں۔ تو آج انسان تمیز حق و باطل نہیں کر سکتا۔ ایمان اسلام اور احسان میں علےٰ وجہ البصیرۃ۔

اگر ہندوؤں کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے تو ان میں حق تمام اقسام کے ساتھ موجود ہے لیکن وہ باطل کے ساتھ خلط ملط ہے۔ اسی طرح ہمارے مسلمان فرقوں میں حق و باطل مخلوط طریقہ سے موجود ہے ہم اس مسئلہ کی باریکی کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں۔ اسی بات کی طرف قرآن میں (۸۳ تا ۸۶) اشارہ موجود ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا ٱللَّهَ

اور جب ہم نے لیا قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا

اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور کنبہ والوں سے اور یتیموں اور محتاجوں سے اور کہیو

لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا

سب لوگوں سے نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ پھر تم پھر گئے مگر

قَلِيلًا مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۝٨٣ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ

تھوڑے سے تم میں اور تم ہو ہی پھرنے والے اور جب لیا ہم نے وعدہ تمہارا

لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

کرنہ کروگے خون آپس میں اور نہ نکال دو گے اپنوں کو اپنے وطن سے

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ

پھر تم نے اقرار کرلیا اور تم مانتے ہو پھر تم وہ لوگ ہو کہ ویسے ہی خون

اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقہ کو ان کے وطن سے چڑھائی کرتے ہو

عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ

ان پر گناہ اور ظلم سے اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہوکر

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ

تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو حالاں کہ حرام ہے تم پر ان کا نکال دینا بھی تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو

وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا

اور نہیں مانتے ہو بعض کو تو سو کوئی سزا نہیں اُس کی جو تم میں یہ کام کرتا ہے مگر

خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت

الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے یہ وہی ہیں جنہوں نے

اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ

مول لی دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے سو نہ ہلکا ہوگا ان پر

الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾

عذاب اور نہ ان کو مدد پہنچے گی

زکوٰۃ کے لئے بھی احسان کا ذکر کیا گیا ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ (الآیۃ) یعنی احسان کو بہت تھوڑے لوگوں نے قائم کیا، اس کے بعد عدل اور حقوق الاجتماع کا مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ آیت نمبر ۸۴ میں وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ یہ قول حق ہے ہر قوم نے ایک ہی قانون کی اتباع کی ہے مدنی اجتماع میں، کہ قتل اور اخراج از ملک جائز نہیں۔

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ یعنی یہ باتیں تمہارے ہاں مقرر قانوں کی طرح ہیں۔ ان سے تم ناواقف نہیں ہو لیکن خواہشات کی اتباع کی جاتی ہے آیت ۸۵ میں ثُمَّ اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ عدوان اس لئے ہے کہ وہ دوسری قوم کے ساتھ موالات رکھنے کے باوجود جنگ و محاربت کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ ان کے دین کے متبع ہیں لیکن صرف اپنے حلف کی وفا کے طور پر اپنی قوم کے کسی فریق سے لڑتے ہیں۔ یہی ان کا فعل اتباع ہوا ہے۔ اور اثم و عدوان ہے حالاں کہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ عمل ان کے لئے حرام ہے

تنبیہ

ہمیں افسوس ہے کہ ہندوستان میں ہماری قوم انگریزوں کے تحت ہے اور بہت ضعیف حالت میں پہنچ چکی ہے اور یہی غلام اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اپنی دوستی و موالات کی وفا کے طور پر جو وہ اپنے حکام یعنی انگریزوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ مجھے فخر ہے بحمد اللہ میں اپنے مشائخ دیو بند کے طریقہ پر ہوں۔ اور اس موالات کے خلاف ہوں مشائخ دیو بند اس موالات کی قباحت سے واقف ہیں لیکن چونکہ وہ عام مسلمانوں کو منع بھی نہیں کر سکتے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی ہمت کے مطابق مکار حکومت کے مکر سے لوگوں کو واقف کرنے کی کوشش کی لیکن یہاں کے لوگوں کا مزاج ہی حکومت کے قانون سے بالکل مرکب ہو چکا ہے۔ اس لئے سارا معاملہ بگڑ گیا۔ مگر ایک حرکت قلیلہ حق کی امداد کے لئے مفقود نہیں ہوئی۔ بلکہ بتدریج ایک آگ کی صورت میں بھڑکی۔ اور جو سکون ہماری جماعت میں مولانا رشید احمد کے بعد پایا جاتا ہے۔ اس کے ہم خلاف ہیں کیوں کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مشائخ حضرت شیخ الہندؒ کے بعد بھی جہاد میں ثابت قدم رہے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ طویل سکون جو ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے رجعت پسند اور متقاعدین کا ایجاد کردہ ہے۔ لیکن وہ اپنے مدعا کو صراحت سے نہیں کہہ سکتے۔ کیوں کہ ایک مجاہد جماعت بھی ان کے مقابلہ میں موجود ہے تو صرف حضرت شیخ الہندؒ پر جہاد کا اختتام نہیں ہوا بلکہ مولانا محمد قاسمؒ کے اتباع کی جماعت موجود ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے گروہ کی حالت سنیئے کہ جب وہ مجاہد گروہ کے لئے حجاز تشریف لے گئے تو ان کے بعد مولانا عبد الرحیم رائپوری جانشین بنے اور یہ مولانا رشید احمد کے خواص میں سے تھے۔ حالانکہ وہ جہادی طائفہ حضرت شیخ الہند کی اتباع میں گیا تھا۔ ہم نے اس بات کی صراحت اس لئے کی ہے کہ جہاد کے مخالف لوگ مولانا رشید احمد کو اپنا امام سمجھتے ہیں۔ خاص کر اس تقاعد کے معاملہ میں۔ یہ قطعاً باطل ہے۔ ہمارے شیخ نے اس سکون کے زمانہ میں بھی وہ کام کیے ہیں کہ جن کی اجازت نہیں ظاہر کرنے کی۔ اور وہ جہادی کام تھے۔ وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْھُمْ وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ المتقاعدین جنگ کے خاتمہ کے بعد اعمال سیاسیہ میں مصروف ہو جاتے ہیں جیسے اہل ہند کی جماعت قائم ہوئی جنگ کے خاتمہ کے بعد خلافۃ عثمانی کی امداد کرنے کے لئے یہ فعل یہود کے موافق ہے۔ البتہ اس سے ایک مختصر

ساگرو مستثنیٰ ہے۔ جو جنگ کے اثنا میں قائم رہا۔ شیخ الہند کی اصل جماعت دیوبند میں تھی۔ علمار دیوبند چھوٹے بڑے اس میں سب شامل تھے لیکن شیخ الہند نے جب اس جماعت میں اصل مسلک سے انحراف محسوس کیا تو انہوں نے اپنی جماعت میں ڈاکٹر انصاری اور اس کے بعد حکیم اجمل خاں کو شامل کر لیا یہ دونوں ہمارے شیخ کے طریقہ پر بیعت کر چکے تھے۔ اس کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل ہوئے مولانا آزاد پہلے اہل حدیث جماعت میں تھے اس کے بعد آفندی جماعت میں شامل ہوئے مجھے شیخ الہند نے علی گڑھ جماعت میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور میرا تعارف ڈاکٹر انصاری کے ساتھ کرایا۔ ڈاکٹر انصاری میرے علی گڑھ میں قیام کا ذریعہ و وسیلہ بنے۔ علی گڑھ میں ایک طبقہ دیوبندی جماعت کا تھا انہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت جہاد کرنے کی خواہش کی لیکن میں نے انکار کیا۔ پھر انہوں نے ارادہ کیا کہ شیخ الہندؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں میں نے شیخ الہند سے یہ عرض کیا کہ لیڈر شپ آج کسی ایسے جوان کے ہاتھ ہونی چاہیئے جو یورپی علوم جانتا ہو شیخ الہند نے میری رائے قبول کر لی لیکن صراحتہً مجھے نہ فرمایا۔ لیکن جب مولانا محمد علی سے شیخ الہند کی ملاقات ہوئی تو شیخ الہندؒ نے مولانا محمد علی کو لیڈر شپ کی باگ ڈور حوالہ کر دی مولانا محمد علی گڑھ میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور ان کے حالات بخوبی جانتے تھے۔ مولانا محمد علی نے مولانا محمود الحسنؒ کو شیخ الہند کا خطاب دیا اور محمد علی تادم زیست حضرت شیخ الہند کو اپنا سردار اور قائد تسلیم کرتے رہے۔ یہ کام جو شیخ الہند نے تنزل کے زمانہ میں کیا اس گئے گذرے زمانہ میں ایسا مردِ عظیم المرتبہ ہم نے نہیں دیکھا جو اس طرح کے حالات پر قابو پا سکتا۔ جنگ ۱۹۱۴ء ختم ہونے کے بعد جو لوگ جماعت کے رہے دو قسموں میں بٹ گئے۔

(۱) وہ لوگ جنہوں نے تقاعد سے توبہ کی اور ارادہ کیا کہ وہ آئندہ عملی زندگی گذاریں گے۔

(۲) وہ لوگ کہ جب جنگ ختم ہوئی تو وہ تقاعد کی طرف رجوع کر گئے۔

اسی دوسری قسم کے لوگوں کے لئے اللہ کی تہدید چسپاں ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو تہدید فرمائی ہے۔ آیۃ میں اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ؀

تو عدل کو احسان سے الگ کرنا ایسا ہے جیسا کہ دین خداوندی کا انکار، ہماری قوم اس میں کھلم کھلا مبتلا ہو چکی ہے لیکن ہم عام مسلمانوں اور مجاہدین میں فرق کرتے ہیں وہ مجاہد طائفہ وہ ہے جو جہاد میں مسلسل کوشاں ہے۔ ان مجاہدین کے مقابلہ میں حکومت کی پوری طاقت اور متقاعدین کی پوری قوت صرف ہو رہی ہے جو انہیں جہاد سے روکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم مجھوتا کانگریس میں شامل ہیں اور ان متقاعدین سے الگ ہیں کیونکہ کانگریس ہی میں وہ کمزور گروہ مجاہدین کا مل چکا ہے

اور وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہے۔ اور یہ متقاعدین کا طبقہ ہمیں کانگریس سے ملنے سے روکتا ہے۔ اور وہ آیات اور احادیث پیش کرتا ہے جو کفار سے اشتراک نہ کرنے کے لئے موجود ہیں۔ حالانکہ یہ متقاعدین خود انگریزوں کے ساتھ مل چکے ہیں۔ اور یہ بہت بڑے گناہ کے خود مرتکب ہو چکے ہیں۔ اور یہ بھی بقول انکے ہماری طرح عمل کر رہے ہیں یعنی موالات بالکفار بس خدا کے سامنے ہی فریاد ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یہ نتیجہ ہے سیاست کو احسان سے الگ کرنے کا۔ اور احسان بھی بدل جاتا ہے۔ کفر سے امداد کرنے سے اللہ اس سے ہمیں نجات دے اور مسلم قوم کو اس چیز سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب کہ مسلم قوم انگریزوں کے ساتھ موالات کر چکی ہے۔

مسئلہ اُخریٰ جب ذوقِ سیاست بگڑ جاتا ہے تو انسان حق و باطل کی تمیز پر قادر نہیں رہتا۔ اس بات کی تنبیہ اللہ تعالیٰ نے ۸۷ سے ۹۰ تک کی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا

اور بیشک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پے در پے بھیجے اس کے پیچھے رسول اور دیئے ہم نے

عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا

عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اسکو روح پاک سے پھر بھلا کیا جب تمہارے

جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ

پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو تم تکبر کرنے لگے۔ پھر ایک جماعت کو جھٹلایا

وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۸۷ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے ان کے کفر کے

فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ۸۸ وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ

سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں اور جب پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے

لِّمَا مَعَھُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَي الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ښ فَلَمَّا جَاۗءَھُمْ

اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے

مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۸۹ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ

منکر ہو گئے سو لعنت ہے اللہ کی منکروں پر بری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا

اَنفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ

انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اس چیز کے جو اتاری اللہ نے اس ضد پر کہ اتارے اللہ

مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ

اپنے فضل سے جس چیز پر چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما لائے غصہ پر غصہ

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾

اور کافروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا

یہودی قوم نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے بعد بہت سے پیغمبروں کا انکار شروع کر دیا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا انکار خاص طور پر کیا یہ تمام کا تمام ان کے ذوق سیاست بگڑ جانے کا نتیجہ تھا، کہ انہوں نے اتباع کتاب ترک کر دیا۔ اور خواہشات کی اتباع شروع کردی۔ تو ان کا مذہب یہ بن چکا تھا، کہ جو خواہشات کے خلاف بات ہو وہ باطل ہے ان پر غضب نازل ہونے کا سبب یہی بات بنی۔ بتدریج ان سے حکومت چھن گئی۔ کیوں کہ ذوق سیاست کا بگڑ جانا انسان کو حکومت قائم کرنے سے محروم کر دیتا ہے۔ تو ان کا حکومت قائم کرنے سے دور ہو جانا یہ ڈبل غضب ہے اس لئے غَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ سے فرمایا گیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ غضب کے معنٰی قرآن کی زبان میں یہ ہے کہ انسان دین سے واقف ہو لیکن سیاست قائم نہ کرنے والا ہو دین کے اصول پر بھرحال کہ ان کے نظریات ایسے ہوتے ہیں جن کی تحقیق روئے زمین پر ممکن نہیں ہوتی اسلئے وہ ڈبل بُعد ہوتا ہے اسی وجہ سے غضب علٰی غضب ہوتا ہے، جب کسی قوم سے حکومت سلب ہو جاتی ہے تو وہ دوسری قوم کی اتباع کرنے لگتی ہے تو یہ بھی رسوا کرنے والا (مهين) عذاب ہوتا ہے انہیں دنیا میں وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سے تَقْتُلُوْنَ تک

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی جب وہ محال قسم کے نظریات کا تخیل باندھتے ہیں۔ اور ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے گی وہ ایسی سیاست چلانے کے قابل ہی نہیں رہتے جو روئے زمین پر چلنے کے قابل ہو۔ اور وہ ایسی سیاست سے موافق نہیں ہوئے جو دنیا پر چلنے کے قابل ہو کیوں کہ یہ بات ان کی عقلوں تک رسائی ہی نہیں کرتی یہی معنی ہے جو ہم نے قُلُوْبُنَا غُلْفٌ میں سمجھے ہیں۔ یعنی ان کے دل ایسی سیاست کو قبول ہی نہیں کرتے اور ایسے نظریات کو تسلیم ہی نہیں کرتے جو دنیا پر چلنے والی سیاست کے ہوں۔ اور دنیا پر رائج ہوں۔ دراصل یہ نتیجہ کفر کا ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالٰی نے اس طرح کیا ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ یہی کفر انکا ذوق سیاست بگاڑنے والا ہے ان رجعت پسند لوگوں کا۔ وہ لوگ اسی لئے انکار کرتے ہیں۔ جو اجتماعیات اور فطرۃ انسانیہ سے واقف ہوتے ہیں۔

کہ ان رجعت پسند لوگوں سے سیاست قائم کرنا اور حکومت چلانا ممکن ہی نہیں۔ یہود منتظر ہیں مسیح کے ایسا مسیح جو نجی ہے لیکن جب پیغمبر آئے حتیٰ کہ مسیح بھی آیا تو انہوں نے انکار کیا تکذیب کی۔ یا قتل کیا کیوں کہ ان کے ہاں مسیح کے حق میں چند مخصوص افکار و خیالات ہوتے ہیں کہ وہ آسمان سے کوئی مدد لائے گا۔ اور اسی طرح کے اور عقائد۔ ذرا متقاعد مسلمان بھی اپنے حالات پر غور کریں کیا ان کے ہاں بھی یہی خیالات ہیں؟ کہ انہوں نے یعنی مسلمانوں نے اپنے دین کے قیام کو معلق اور موقوف کر دیا ہے ایک موہوم انسان پر جیسے مہدی یا مسیح کا آنا لیکن ہماری تحقیق احادیث اور تفسیر قرآن میں یہ کہ موہوم آنا ان دو شخصیتوں کا ہے۔ یقینی باتوں میں سے نہیں۔

صاحب المواقف نے عقائد ایمانیہ میں ان چیزوں کا ذکر تک نہیں کیا۔ اکثر محققین کی غلطیوں کو دور کیا ہے۔ جو شخص مہدی اور مسیح کو قیام اسلام کے لئے ضروری مانتا ہے وہ یورپ کے سوشلسٹوں پر ذرا نظر ڈالے کہ وہ بغیر مہدی اور مسیح کے جہاد میں بڑھ رہے ہیں۔ اور مسلمان باوجود قرآن اور سنہری تاریخ اور ایک متحرک قوم کے محتاج ہیں ایسی بات کی جس کے یہودی محتاج تھے۔ بس چاہیے کہ ذرا غور و فکر کریں۔ ذرا انہیں غور و فکر سے معلوم ہوگا کہ یہ پست ذہن یہود و نصاریٰ کی طرف سے ان کے اندر مل چکا ہے وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ کافروں نے جس طرح بنی اسرائیل کے انبیاء کا انکار کیا اسیطرح انہوں نے قرآن کا انکار کیا کیوں کہ انکا ذوق سیاسی بگڑ چکا تھا۔ اس بات کا اعتراف ابن عربی جیسے مہدی کے معتقد نے بھی کیا ہے۔ کہ جو زیادہ منتظر ہیں مہدی کے وہی پہلے مہدی کے منکر ہوں گے اور مہدی انہیں قتل کرے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمان اپنی سیاست حاصل کرنے کے لئے حسب طاقت کوشش کریں اگر مہدی وغیرہ کوئی آئے گا تو اُن کی مدد کرے گا۔ اور ان میں شامل ہو جائے گا۔ لیکن متقاعدین کی مثال تو ٹھیک ان یہودیوں کی طرح ہے جو پہلے منتظر تھے۔ اور فتح حاصل کرنے کے گمان میں تھے لیکن جب پیغمبر آیا تو انہوں نے انکار کیا۔ بُرا کیا جو کچھ کیا۔ یہی بِئْسَ مَا اشْتَرَوْا بِهٖ سے مُّهِيْنٌ تک میں فرمایا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ حق کا اعتراف نہیں کرتے البتہ جب اُن کے رائے کے مطابق ہو تو وہ مانتے ہیں۔ اور جب حق دوسرے کے پاس موجود ہو تو بھی اتباع نہیں کرتے۔

مسئلہ اُخریٰ:۔ یہودیوں پر حجت قائم کی گئی ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور جب کہا جاتا ہے ان سے مانو اس کو جو اللہ نے بھیجا ہے۔ تو کہتے ہیں ہم مانتے ہیں۔ جو اُترا ہے ہم پر

وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ

اور نہیں مانتے اس کو جو سوا اس کے ہے حالانکہ وہ کتاب سچی ہے تصدیق کرتی اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے

کہ وہ کہتے ہیں نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا یعنی تورات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تورات کے سوا نہیں مانتے۔ لیکن جب تورات کے مطابق کوئی چیز نازل ہو اور اس پر ایمان نہ لائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دراصل تورات ہی کے منکر ہیں اور ان کا پہلا ایمان ضعیف تھا۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾

کہدو پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے۔

وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ

اور آچکا تمہارے پاس موسیٰ صریح معجزے لے کر پھر بنالیا تم نے بچھڑا اس کے گئے پیچھے

اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ

اور تم ظالم ہو اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو

خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ٭ وَاُشْرِبُوْا

پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو بولے سنا ہم نے اور نہ مانا اور پلائی گئی

فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ

ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بسبب انکے کفر کے

کہ یہ ایمان مخلوط بالکفر ہے۔ اس لئے ان گناہوں کو چھوڑیں۔

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

کہدے کہ بری باتیں سکھاتا ہے تم کو ایمان تمہارا اگر تم

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾

ایمان والے ہو۔

اور نصرت حق میں مصروف ہوجائیں۔ اور ان کا موجودہ عمل کفریات کا ایسا ہی ہے جیسے کہ ان کا پہلا ایمان تھا یعنی بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ۔

مسئلہ اُخری ان کے بطلان کی عملی دلیل ہے جیسے کہ نظری دلیل ان کے کفر پر گذر چکی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ

کہہ دے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں تنہا سوا اور

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾

لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو

یعنی اگر تم نجات کو اپنے لئے مخصوص کرتے ہو تو موت کو طلب کرو. یہی حال مسلمان فرقوں میں ہے کہ وہ سوائے اپنے فرقوں کے کسی دوسرے فرقہ کو ناجی نہیں سمجھتے یہ دراصل ان کے تقاعد کے سبب سے ہے. یعنی جب تمہاری نجات یقینی ہے تو جہاد کرو جنگ کرو اور جنت میں داخل ہو جاؤ اس حقیر زندگی پر کیوں اکتفا کرتے ہو. تمنائے موت کا مفہوم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے تو وہ باطل پرستوں کی مخالفت کرے. اور ان کے ساتھ جہاد و قتال کرے. اس کے لئے جہاد آسان ہے لیکن جب قتال سے وہ ڈرتے ہوں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی حقانیت پر یقین نہیں رکھتے اسی طرف اشارہ ہے۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾

اور ہرگز موت کی آرزو نہ کریں گے کبھی بہ سبب ان گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں انکے ہاتھ اور اللہ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر اور زیادہ حریص مشرکوں سے بھی

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ

چاہتا ہے ایک ایک ان میں کا کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں اس کو بچانے والا

الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

عذاب سے اس قدر جینا اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں

بلکہ وہ حیاتِ دنیا کی تمنا کریں گے. وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ الخ

مسئلہ اُخری جب کوئی قوم میدان عمل میں شکست کھا جاتی ہے تو وہ فلسفہ کی طرف رجوع کرتی ہے اور اسے اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتی ہے. اور لوگوں کے سامنے اس فلسفہ سے اپنی صداقت کا ثبوت مہیا کرتی ہے تو اس فلسفہ کا ابطال بھی اتمام حجت کے طور پر ہے. یہودی کہتے ہیں کہ بعض ستارے ہمارے دشمن ہیں. اور ہم ایسے دشمن ستاروں کے ذریعے نازل ہونے والے افکار کو قبول نہیں کر سکتے. یہ فکر دراصل صابی مذہب سے ماخوذ ہے کہ وہ ستارہ کی امداد کے متمنی ہوتے

ہیں. جب وہ ستارہ ہبوط کے مقام پر ہو تو وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ترقی نہیں کر سکتے جب کہ یہ ستارہ عروج کی طرف نہ چلا جائے. تو یہ فلسفہ بھی ان کا باطل ثابت ہوا کیوں کہ اس میں بھی اختلاط ہے اور یقینی امر کوئی نہیں. یہودی اسی طرح حظیرۃ القدس کے ائمہ کے قائل ہیں. انہیں یہ معلوم نہیں کہ ائمہ حظیرۃ القدس ایک ہی مزاج پہ ہیں ان میں تفریق ممکن ہی نہیں. اس مسئلہ کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَإِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ

تو کہہ دے جو کوئی ہووے دشمن جبریل کا سو اس نے تو اُتارا ہے یہ کلام تیرے دل پر

بِإِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى

اللہ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا ہے اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور خوشخبری سناتا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ

ہے ایمان والوں کو جو کوئی ہووے دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اسکے پیغمبروں کا

وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾

اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ

اور ہم نے اُتاریں تیری طرف آئتیں روشن اور انکار نہ کریں گے ان کا

إِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾

مگر وہی جو نافرمان ہیں

حظیرۃ القدس کے بیانِ حقیقت میں یہ آیت واضح ہے اور اس آیت کا کوئی دین انکار نہیں کرتا. اس کا انکار وہی کرے گا. جو باطل پروگرام پر چل رہا ہو اور حق کا مقابلہ کر رہا ہو

مسئلہ اُخریٰ: فلسفہ کا نتیجہ نظریات سیاسیہ ہے. لیکن جیسا کہ ان کا تخیل باطل ہو چکا ہے. اور حقائق سمجھنے پر کما حقہٗ قادر نہیں ہیں تو اس لئے ان کی قوت عملی بھی باطل ہو چکی ہے جو سیاست کے لئے چاہئیے تھی. اس لئے وہ معاہدات پہ قائم نہیں رہ سکتے. اور یہ نقص اس درجہ تک پہنچ چکا ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کو بھی پورا نہیں کر سکیں گے. اس لئے انکا اشتراک بھی منکرین نبوت کے زمرہ میں ہو چکا ہے اسی بات کی طرف اشارہ ہے

أَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾

کیا جب کبھی باندھیں گے کوئی قرار۔ تو پھینک دے گی اس کو ایک جماعت بلکہ ان میں اکثر یقین نہیں کرتے

جب ان میں وفاءِ عہد کی قدرت نہیں تو سیاسیات عملیہ پر بھی قادر نہیں اسلئے کہ سیاسی جماعتیں اسکے لئے ہیں جو عہد پر مستقیم ہو اور جو ان سے خارج ہو جائے ان کا بدلہ قتل ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ سیاسیات میں رہ سکیں؟ یہی مراد ہے آیت نمبر۱۰۰ سے

ائمہ دین سے نقض عہد کا مسئلہ مستقل طور پر آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے

وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ

اور جب پہنچا ان کے پاس رسول اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو

فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ

پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے

كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾

گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں

جب انہوں نے یہ بھانپ لیا کہ پیغمبر اتباع کتاب کیلئے انہیں لازمی طور پر ہدایت کرتا ہے تو انہوں نے ایفاء عہد ترک کر دیا جو عہد ان کا ائمہ دین سے تھا۔ کیوں کہ ائمہ کے ساتھ وفا کا معنٰی یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ کے قیام کا وعدہ کر چکے تھے۔ ان لوگوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور وحی شیاطین وحی ملائکہ سے ملی جُلی باتوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اور عملیات حُبّ اور بُغض کو دین سمجھ لیا ہے۔ یہی حال ہمارے مسلمانوں میں ائمہ مساجد میں پایا جاتا ہے کہ ان کے پاس عملیات کی کتابیں ہوتی ہیں۔ جن میں ادعیہ مبارکہ، سور قرآنیہ، اسمائے الٰہی ہوتی ہیں۔ اور عملیات ہوتی ہیں مثلاً جب کوئی آدمی غریب ہو جائے تو سورۂ مزمّل کو صبح کے بعد ہمیشگی کے ساتھ پڑھنے کو کہا جاتا ہے۔ یا کہا جاتا ہے کہ یا مُغنی یا یا باسط پڑھا کرو سیتج کواکب کے بکلانے کے تعلق عملیات ہیں۔ عملیات کی کتابیں دو فصلوں پر مشتمل ہوتی ہیں ہم نے ہندؤں کی کتابوں میں مردوں اور عورتوں کے متعلق دعائیں دیکھی ہیں اسطرح کو اکب سے التجا اور ان سے دعا بھی ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے دیہاتی امام مسجد بھی نماز جنازہ پڑھانے مردوں کی تجہیز و تکفین نومولود کے کان میں اذان دینے اور عقیقہ اور قربانی کی ذبح کرنے پر مامور ہوتے ہیں۔ یہ تمام اعمال ایسے ہیں جن کی طرف آج مُسلمان اپنے معاشرہ میں ضرورت مند ہیں جب امام پاک دامن ہو تو لوگ اس کی عظمت و عزت کرتے ہیں۔ پھر لوگوں کو حاجات در پیش ہوتی ہیں۔ اور ائمہ مساجد سے تعویذ لیتے ہیں اگر فائدہ ہو تو امام مسجد کی عظمت لوگوں میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ میں نے پنجابی اور سندھی زبانوں میں اس قسم کے بڑے رسالے اور کتابیں ائمہ مساجد کے پاس دیکھی ہیں

جو عوام کے ایمانیات شرکیات اور عقائد پر ہوتی ہیں۔ اور جمعہ کے خطبہ کے متعلق اشعار کی کتابیں ہوتی ہیں۔ اور فقہ کی کتاب ان ائمہ مساجد کے نزدیک صرف طہارت کے مسئلے ہیں۔ یا نماز جنازہ یا جمعہ کے مسائل۔ یہ پست ذہن گروہوں اور آبادیوں میں ہندوستان میں چیزیں پائی جاتی ہیں۔ یہی حال یہود کا تھا۔ اور ہمارا گمان غالب ہے کہ مسلمانوں میں یہ چیزیں بھی یہودیوں سے آئی ہیں ہم آیت نمبر ۱۰۲ کی تشریح اسی نظریہ پر کرتے ہیں۔

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

اور پیچھے ہو لئے اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلیمان کی بادشاہت کے وقت اور کفر نہیں کیا سلیمان نے

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ

لیکن شیطانوں نے کفر کیا۔ کہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو اور اس علم کے

عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ

پیچھے ہوئے جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے

حضرت سلیمان نے قوی لوگ جمع کئے تھے مانند جنات کے۔ عام لوگ جب انکا تصور کرتے ہیں تو بشر سے انہیں بہت زیادہ قوی تصور کرتے ہیں حضرت سلیمانؑ نے ان قوی اور طاقتور لوگوں کو سرکش گروہوں سے ان کے بادشاہوں کے ذریعہ سے مسخر کئے تھے۔ اور سخت کاموں کے لئے انہیں مامور کیا تھا۔ اور بنی اسرائیل کو اچھے کاموں کے لئے مقرر کیا تھا۔ یہ جنات سلیمان علیہ السلام کے ماتحت فرائض سرانجام دیتے تھے اور قوی عاملین کی تسخیر کے ذریعہ کام کرتے تھے۔ ان یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ وہ حضرت سلیمان کے حکم کے بغیر بھاگ نہیں سکتے۔ ہمارے نزدیک یہ حقیقت ہے کہ عالم مثال کے ادنی طبقات میں سے مثالی قوتوں کو مسخر کرتے تھے۔ مگر یہ چند ایسے اعمال کے ذریعہ جنہیں وہ لازم اور ضروری کر لیتے تھے۔ اور یہ بھی جنات شیاطین کی وحی کے ذریعہ ہوتا تھا لیکن قوی عالیہ کے ساتھ انسان کا اتصال مشکل ہے۔ ان لوگوں نے سنت شرکیہ قائم کی تھی جس کے ذریعہ قوی مثالیہ کی تسخیر پر قادر رہتے تھے۔ یہ بات ہندوستان میں بھی موجود ہے مشرک ہندوؤں میں اولوالعزم لوگ ہیں جو تعویذات اور اعمال شرکیہ کے ذریعہ لوگوں کی مشکلات سے چھٹکارا دیتے ہیں مثلاً شفاء مرض وغیرہ۔ اگر ہم ان چیزوں کا نام جادو رکھیں تو کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ یہ تدین کے ذہن کے قریب ہے ورنہ حقیقت میں جادو مستقل دوسری چیز ہے۔ مسلم صوفیہ کی جماعت میں بھی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جادو سیکھا ہے اور عملیات تمام کی تمام ہندوؤں سے لی ہیں پھر شرکیات سے انہیں الگ کر کے ان میں اسماء الٰہیہ شامل کر دیئے ہیں۔ تو ان میں تاثیر بھی پہلی رہتی ہے۔ اور شرک بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے پاس ایک صوفی شیخ محمد غوث گوالیاری تھا

جس نے جواہر خمسہ کتاب تصنیف کی اور شیخ وجیہ الدین گجراتی بڑا عالم ہے جس کا حاشیہ جامی اور شرح نخبہ پر ہے۔ اس نے شیخ محمد غوث سے یہ طریقہ اخذ کیا۔ ان کے پاس بعض لوگ حجاز میں آئے اور بہت سے علماء حجاز سے یہ چیزیں حاصل کیں مجتہدین مسلمان یہ باتیں دیکھ کر ہم سب کو باطل قرار نہیں دے سکتے۔ اسی واسطے امام ولی اللہ دہلوی نے تفہیمات الٰہیہ میں ان کے اصول کی شرح کی ہے۔ ایک مشہور مغربی عالم البونی کے پاس بھی اسی قسم کے اعمال ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہود نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر شیطانی اعمال میں مشغول ہو گئے۔ وہ اعمال جو سلیمان کے زمانہ میں کفریات و شرکیات کے جاری ہو گئے تھے۔ جیسے آج کل کے ہندو مشغول ہیں۔ واتبعوا ما انزل علی الملکین الخ یعنی دو نیک آدمی مانند فرشتوں کے جیسے محمد غوث اور البونی کے۔ وہ بابل میں تھے یعنی ہاروت و ماروت، تو یہودیوں نے شیطان اور ملائکہ کے مخلوط اعمال کی اتباع شروع کر دی اور شیطانی اور ملکوتی چیزوں کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّیٰطِیْنُ سے مَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ الخ عام مفسرین نے ہاروت و ماروت کے لئے ضمیر بنائے ہیں اور خلط ملط کر دیتے ہیں۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید اپنی کتاب ایضاح الحق میں حالت اجتماعیہ مراد لیتے ہیں جو مسلمان عالموں کی ہے جیسا کہ وہ مسلمان عالم امام ولی اللہ کے خلاف سینہ سپر ہو گئے ہیں۔ کتاب اللہ کو چھوڑ کر فلسفہ یونانی ارسطو افلاطون فقہ حنفی شافعی کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ سوائے فلسفہ فقہ کے کچھ نہیں جانتے۔ مولانا اسمٰعیل شہید ان عالموں کو بھی ان یہودیوں کی طرح قرار دیتے ہیں۔ وہ یہود جو شیطانی ملکوتی تعلیم کے پیچھے پڑ جاتے ہیں ہم نے یہی بات دیکھی ہے جسے تفاسیر نے نہیں لیا۔ اور دینی اجتماعیت کو حالت انحطاط میں دیکھا ہے یہ اسی طرح تنزل پذیر ہے۔ ہندوؤں مسلمانوں میں یہ انحطاط عام ہے۔ یہی علم ہے کہ دولت عثمانیہ کے زمانہ میں حرمین میں اکثر لوگ عملیات کے متعلق سوال کرتے تھے اور حج کے موسم میں جمع ہوتے تھے دلائل الخیرات۔ قصیدہ بردہ دونوں کتابیں حرمین میں ظاہر و موجود ہیں۔ یہ نوع متقارب ہے۔ اسی طرح مختلف قسمیں ہیں لوگ بردہ مقصد حل کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ لوگ مسلمانوں کو دعوت شرکیہ دیتے ہیں یہ ایک انحطاط کی حالت جاری ہو گئی ہے۔ اور ہمیشہ جاری رہے گی۔

وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ سے یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ شیاطین نے جادو کا طریقہ لوگوں میں پھیلا یا ہوا تھا۔ اور حضرت سلیمان کے متعلق حیثیت سے منسوب کی ہوئی تھی۔ یہود ان باتوں سے متاثر ہوئے اور نبوت سلیمان پر ایمان نہ لائے اور یہ مشہور کر دیا کہ آخر عمر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر و شرک کو رائج کر دیا تھا۔ یہ تمام باتیں یہودیوں کے اپنے خرافات ہیں شیطانی تلقینیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں کی تردید کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا ہے۔ اور لوگوں کو وہ جادو سکھلاتے ہیں۔ انکشافات طبعی جو ہمارے زمانہ میں ہیں

اگر جاہل لوگوں کے سامنے انکا ذکر کیا جائے تو انہیں بھی جادو سمجھیں گے اسی طرح انکشافات مثالیہ ہیں جنکا نام سحر رکھ دیتے ہیں۔ عالم مثال کے طبقات میں حکمۃ ولی اللہی نے اس کی تشریح کی ہے۔ حق محض حظیرۃ القدس میں منحصر ہے اور اس کے بعد دو طبقات ہیں (۱) متوسطہ (۲) سافلہ۔ ان میں حق بھی ہے باطل بھی ہے۔ سحر قوی مثالیہ کو مسخر کرنے سے پیدا ہوتا ہے اس بات پر شیطان جن ابن آدم برابر برابر قادر ہیں۔ جو لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں وہ ان چیزوں سے واقف نہیں ہیں۔ جیسے کہ بعض متدین لوگ نجوم اور رمل کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ وہ بھی ان کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے۔ اور حکیم جب کچھ حقیقتوں سے ناآشنا ہو تو وہ لوگوں کو نقصان دیتا ہے اور اسی وجہ سے انبیاء اس کے سیکھنے سکھانے سے رک گئے۔ ان حقائق پر احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے نہ انکے بطلان کے سبب سے اور اس پر کسی مشکل کو حل کرنا آسان نہیں ہوتا

وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں۔

فَلَا تَكْفُرْ ؕ

سو تو کافر مت ہو

یہ نیک ارباب عملیات ہیں جو یہ شرط کرتے ہیں کہ ممنوع چیزوں میں عمل نہیں کریں گے۔ ہمارے نزدیک فقہ حنفی میں ہے کہ جو شخص قطعی حرام چیز کو کھانے میں بسم اللہ سے ابتدا کرے وہ کافر ہو جاتا ہے محرمات میں مقدمات کا استعمال کفر ہے۔

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ

پھر ان سے سیکھتے وہ جادو جس سے وہ جدائی ڈالتے ہیں مرد میں اور اس کی عورت میں

تعویذات حب و بغض یہ ان کے عمل کا مقصد اور غایت ہے ہم نے ایک معتبر آدمی سے ایک کہانی سنی ہے کہ ایک دیہاتی امام مسجد کے پاس حب کا عمل تھا۔ عاشق لوگ اس سے عشقیات کے معاملہ میں تعویذ لیتے تھے۔ اور وہ ان سے بڑی رقم لیتا تھا لوگ اس کی شرارت سے تنگ آچکے تھے۔ ایک آدمی نے اسے توبہ کرانے کی ٹھانی اور اس کو سخت سزا دینے کا ارادہ کیا اس عامل کے پاس گیا۔ اور بہت رویا کہا میں ایک عورت پر عاشق ہوں اس کا نام میں بیان نہیں کر سکتا مجھے تعویذ چاہیے عامل نے کہا کوئی حرج نہیں اپنی معشوقہ کا نام اس کے باپ کا نام اس تعویذ پر لکھ لینا اس شخص نے عامل کی لڑکی کا نام لکھ دیا اور وہ لڑکی عامل کے گھر سے عاشق کے گھر چلی آئی۔ اس کے بعد عامل نے ہمیشہ کے لئے توبہ کی۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ

اور وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے

ہر حرکت ہر سکون ہر نفع اور ہر نقصان کائنات میں اللہ کی قدرت اور تدبر سے واقع ہوتا ہے۔ مومن اور حکیم اس میں شک نہیں رکھتا لیکن انسان اللہ کے حکم کی اتباع کے لئے مامور ہے اور حظیرۃ القدس کیطرف رجوع کرنے کیلئے مامور ہے اور اسے حکم ہے کہ وہ حظیرۃ القدس سے دور کرنے والی چیزوں کو ترک کرے۔ لیکن انسان جب اس مخصوص طریقہ سے ہٹ جائے اور مخالفت کرے خواہ یہ مخالفت اللہ کے امر و تدبیر میں جائز بھی ہے۔ بہرحال اس کے لئے یہ نقصان دہ ہے۔ اور اسے نفع نہیں دے گی۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ میں۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ـــــ اسکے بعد

اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے ان کا اور فائدہ نہ کرے

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ

اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ

یعنی جو ان چیزوں میں مشغول ہو جائے گا وہ انبیاء اور حظیرۃ القدس کے طریقہ سے بہت دور ہٹ جائے گا۔ انسان کے لئے یہ بھی حرام ہے کہ وہ حق و باطل سے مخلوط امور میں مشغول ہو جائے۔ یعنی فلسفہ نجوم سحر وغیرہ کیونکہ ان چیزوں کی انسانی سوسائٹی میں اشاعت ضروری اور لازمی اشیاء کی ترقی سے روک دیتی ہے۔

وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

اور بہت ہی بُری چیز ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو اگر اُن کو سمجھ ہوتی

یعنی انہوں نے جزوی اور حقیر چیزوں کے بدلے اپنی ذات کو بیچ دیا ہے۔ اگر وہ اس کے برعکس کتاب اللہ میں مشغول ہوتے تو وہ یقیناً حکماء اور ملوک کی صف میں شامل ہوتے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ

اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلا پاتے اللہ کے ہاں سے بہتر

یعنی علم و حکمت اور حظیرۃ القدس سے تعلق ان کے لئے بہتر تھا۔

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝

اگر ان کو سمجھ ہوتی

کاش وہ جانتے۔ یہ عنوان ثانی کی انتہا ہے۔ اس بات کا ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے بعد بہت سے اسباب کی بنا پر انتہائی پستی اور رجعت میں منتقل ہو چکے تھے۔ اور قرآن کے زمانہ میں ان کی پستی

مکمل ہو چکی ہے۔ پس بنی اسرائیل اس قابل نہیں کہ ان کے ساتھ کسی قسم کا اشتراک کیا جائے وہ ایک ایسے بیمار کی طرح ہیں جس کی تاثیر اور میل جول سے دور رکھنے کی انسان کو تاکید کی گئی ہے

عُنوانِ ثانی

آیت نمبر ۱۰۴ سے آیت نمبر ۱۲۱ تک

جب بنی اسرائیل کی حالت اس پستی تک پہنچ چکی جس کا ذکر عنوان ثانی میں ہو چکا ہے تو اس بات کا ان کا دین مستحق ہو گیا کہ وہ منسوخ کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلعم کی جماعت کا ایک حصہ یعنی انصار بنی اسرائیل کی صحبت سے اسلام سے پہلے متاثر تھے۔ اسلام لانے کے بعد بھی وہ انصار بنی اسرائیل کا احترام کرتے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ انصار بنی اسرائیل سے اعراض کرنے کے متعلق جان لیں تاکہ بنی اسرائیل کی شکست خوردہ اور رجعت پسند اور زخستِ ذلت والی ذہنیت اس نئے دین میں اثر انداز نہ ہو۔ حکم خداوندی نازل ہوا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا

اے ایمان والو تم نہ کہو راعنا

تو ظاہری تشبہ امور مباحہ میں یہ مغالطہ دیتا تھا کہ نبی کے احترام کے معاملہ میں اس طریقہ مخصوصہ سے احترام کرنا چاہیئے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء کے متعلق یہود کو صحیح علم نہیں ۔ اس لئے صوری تشبہ یعنی شکلی اور ظاہری مشابہت بھی ممنوع و محرم قرار دی گئی۔ کیوں کہ یہود ذو معنی الفاظ کا استعمال کرتے تھے۔ لیکن اس میں بھی حکمت کی رعایت ملحوظ رکھی گئی۔ کہ وہ یہود کے مقصد کلام میں تعمق کریں جب دیکھیں کہ یہود کا مقصد کوئی دوسرا ہے تو اتباع نہ کریں

ہم موجودہ زمانہ کے فقہاء سے بچنے اور پرہیز کرنے کے متعلق اسلئے وہ کہتے ہیں کہ تشبہ بالکفار کی ممانعت تو کرتے ہیں لیکن اس حکم کی مراعات نہیں بیان کرتے۔ انہوں نے فقہ کو فاسد کر دیا ہے۔ لوگ حیران ہیں۔ اس واسطے انہوں نے فقہاء کی پیروی چھوڑ دی ہے اور اپنی رائے اور خواہشات پر مضبوط ہو گئے ہیں اس کی ایک وجہ ہے کہ مسلمان اپنے اس فقہی قانون کی وجہ سے پستی کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے اب تبدیلی ضروری ہے۔ یعنی تدوین فقہ از سر نو ہو) اور یہ تبدیلی بغیر انقلاب کے اور بغیر جہاد کے ممکن نہیں۔ مگر انقلاب اور جہاد کے مسائل سے مسلمانوں کو اسلئے دور رکھا جاتا ہے کہ اس سے امراء کا موجودہ نظام بگڑتا نظر آتا ہے

وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ط

اور کہو انظرنا اور سنتے رہو

یعنی نبی پاک علیہ السلام سے براہ راست احکام اخذ کرو

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾

اور کافروں کو عذاب ہے دردناک

یعنی انحطاط یافتہ یہود پر عذاب ضروری ہو چکا ہے۔ اگر وہ اپنی غلط روش کو ترک نہ کریں گے۔ اگر وہ لوگوں کو اپنی طرف بلائیں گے تو عذاب اور زیادہ ہوگا۔

مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ

دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں اور نہ مشرکوں میں اس بات کو کہ اترے تم

عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ

پر کوئی نیک بات تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو

يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿١٠٥﴾

چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اور حکمت اس حکم کی آیت ۱۰۵ میں بیان کی گئی ہے کہ مشرکین اور مدینہ کے اہل کتاب ان میں سے جس نے بھی اسلام اور قرآن کا انکار کیا وہ نہیں چاہے گا۔ کہ تمہارا دین منظم ہو وہ چاہتے ہیں کہ حکومت میں عسکریت قائم نہ ہو وہ اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کے دو معنی ہوتے ہیں اور نبی مقدس کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ جن کا مفہوم تم نہیں سمجھتے اور ان کی اتباع کرتے ہو۔ حالاں کہ مسلمانوں کا ارادہ ایذا نہیں ہوتا۔ یہ حکمت ہے جس سے تشبہ ترک کرنے کا حکم کیا گیا ہے

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ

جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے سلطنت ہے آسمان

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾

اور زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

اسی بات کا اشارہ آیۃ ۱۰۵ میں ہے مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ یعنی وہ نہیں چاہتے کہ حکم نازل منظم ہو اجتماعیت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کیساتھ جسے چاہے خاص کر لیتا ہے وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ سے عَلَى الْعٰلَمِيْنَ تک

اہل کتاب سے انصار کے دماغ میں اسلام سے قبل یہ بات بٹھا رکھی تھی کہ تورات منسوخ نہیں ہوگی اور قرآن عظیم تورات کا ایک حصہ (ضمیمہ) ہے یہ انصار اسی واسطے یہود و نصاریٰ کا احترام کرتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ الخ جو چیز منسوخ ہوگی اس کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ اور جو منسی ہوگی اس کا حکم کچھ عرصہ کے بعد باقتضاء مصلحت اعادہ کیا جائے گا۔ فَاْتِ بِخَيْرٍ امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ الف الف نے اپنے شہکار حجۃ اللہ البالغہ میں شرح کی ہے کہ مثلیہ شریعت کے ساتھ خاص ہے اس میں خلافت نہیں ہوتی اور جب حالات بدلتے ہیں شریعت بھی بدل جاتی ہے اور قانون بھی۔ لیکن حکم کا درجہ اوّل کے مانند رہتا ہے۔ اور نسخ مع خلافت ہوتا ہے۔ اس قوم کے لئے جو نظم خلافت کا تہیا کرنے اور یہ شریعت پہلے سے بہتر ہوتی ہے تو یہ فکر کہ نسخ جائز نہیں صحیح نہیں ہے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اس میں اشارہ ہے کہ جب حکام تبدیل کر دیئے جاتے ہیں قانون بھی بدل جاتا ہے۔ عدم نسخ کا معنیٰ یہ ہوا کہ حکام بدل جائے ہیں اس لئے کہ یہود میں اقامت خلافت کی صلاحیت نہیں ہے لیکن قانون نہیں بدلتا۔ پس اللہ قادر ہے تبدیل قانون پر بھی جیسے کہ وہ تبدیل حکام پر قادر ہے۔ تو حکام کے لئے اس میں سہولت ہے کہ قانون ان کی زبان میں بدل جائے۔

تنبیہ

ہم نے ہندوستان میں الف ثانی کے آغاز میں اکبری قانون بہت اچھا مرتب دیکھا ہے ہندوستان کی تنظیم کے لئے اس کے بعد اکبر کے چھ جانشین ہیں۔ تین درجہ اوّل پر ہیں۔ تین درجہ ثانی پر ہیں۔ پھر اس کنبہ سے قوت حکومت ختم ہو چکی ہے اس کے بعد مغربی قوموں نے امپیریلزم سنبھال لیا اور ہندوستان محروم ہو گیا اس طرح ایک صدی گذر چکی ہے۔ پہلے انگریز ہندوستان میں مسلمانوں کے قاضیوں سے مدد لیتے رہے اور قانون سیکھتے رہے۔ بتدریج انگریزوں نے اپنی زبان (انگریزی) میں قانون منتقل کر دیا کچھ ترمیمات کیں اور کچھ تنسیخ۔ اور مسلمانوں کو حکومت سے اب خارج کر دیا۔ اس کے بعد ہندوں سے مدد لینا شروع کر دیا۔ اس بات پر بھی صدی گذر چکی ہے۔ اب ہندو بھی اپنے پاؤں پر کھڑے ہو چکے ہیں۔ اور معلوم نہیں ہمارے ملک میں آئندہ کیا ہوگا۔ کیونکہ تین قوموں کے تنازعات شروع ہو چکے ہیں۔ ہمارا فکر یہ ہے کہ ہم ہندوؤں سے متحد ہو کر ہی اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اور اپنے ملک سے غاصبوں کو بھگا سکتے ہیں۔ لیکن ان انگریزوں کی ایک خاص سیاست ہے، اور وہ مجرب ہے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں میں ان کے اپنے ہی لوگوں کے ذریعہ پھوٹ ڈلوا رہے ہیں۔ اور اتحاد اسلامی کا چکمہ دے رہے ہیں۔ کیوں کہ اتحاد اسلامی کا مرکز بھی انگریزوں کے ہاتھ ہے۔ یہ ہے مسلمانوں کے مراکز پر ان کے غلبہ کی بنیاد۔ پھر ترکی بادشاہ اپنے آخری دور میں انگریزوں کے ساتھ تھے اور روس کے خلاف۔ انگریزوں نے ان کے ذریعہ

ہندوستان میں فسادات پھیلا دیئے۔ جب ترک جوان ایمان پر آگئے تو انگریزوں نے اتحادِ اسلامی کا نعرہ لگایا بلادِ عرب میں اور عرب کا مرکز مصر کو بنا دیا۔ اس کے بعد ہندوستان اور ترک کے جوان یورپ میں جمع ہو گئے تو انگریز ترکوں کے خلاف ہو گیا۔ اتحادِ اسلام سے خوفزدہ ہونے لگے۔ اب دوسری مرتبہ پھر انگریز عرب کو منظم کر رہا ہے۔ کیونکہ عرب انگریزوں کے جانشین ہیں۔ اور جو طاقت ہندوستان میں ہمارے مقابلہ میں ہے وہ پہلی پارٹی کے الٹ ہے اور مسلمانوں کو اتحادِ اسلامی کے دھوکہ سے متوجہ کر رہی ہے۔ شاید وہ اپنا مرکز مصر کو بنائیں گے۔ یہ ہندوستانی طبقہ ہمارے مقابلہ میں ہے اور انگریزوں کا خادم ہے۔ اللہ کی طرف شکایت ہے اس قوم کے متعلق جو پست ذہنیت رکھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کا مذاق اڑا رہی ہے۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مسئلہ نسخ اس کی فرع ہے۔ ملک اللہ کا ہے اس میں وہ اپنے خلیفے تبدیل کرتا رہتا ہے جب اللہ نے ارادہ کیا کہ قریش کو خلافت دے تو اس نے سابقہ ادیان کو منسوخ کر دیا۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ یعنی بیشک اللہ تمہارا مالک اور مددگار ہے۔ اور اس نے تمہاری خلافت کا ارادہ کیا ہے۔

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ

کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کر سوال کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے اس سے پہلے

یہودیوں نے بعض انصار کو یہ بات سمجھائی تھی کہ خلافت حاصل ہونے کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وہ اپنے نبی سے وقت دریافت کریں۔ یہ سوال یہود کے اسی سوال کے مطابق ہے اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً حکم ہوا کہ اس طرح کے سوالات کفر میں شامل ہیں اس بات کا اشارہ ہے

وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ (۱۰۸)

اور جو کوئی کفر کر لیوے بدلے ایمان کے تو وہ بہکا سیدھی راہ سے

یہ بات مسلمانوں نے تسلیم کر لی لیکن اہل کتاب کا ارادہ ہے کہ وہ مرتد ہو جائیں۔ اسی بات کا اشارہ ہے۔

وَدَّ كَثِیْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِكُمْ

دل چاہتا ہے بہت سے اہل کتاب کا کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنا دیں

كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ

بسبب اپنے دلی حسد کے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا اُن پر حق

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ اپنا حکم بیشک اللہ ہر چیز پر

شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۰۹﴾

قادر ہے

جب مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ یہود کا مقصد دھوکہ دینے کا تھا اور مسلمان انصاران پر غصہ ہونے کا ارادہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی دینی مصلحت کے تحت درگذر کرنے کا حکم دیا فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا الخ یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ سے مراد حکم جہاد ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اس زمانہ تک اپنی اجتماعیت مضبوط کرنے کے لئے کوشش کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ

اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوۃ اور جو کچھ آگے بھیجدوگے اپنے واسطے بھلائی

تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۰﴾

پاؤگے اس کو اللہ کے پاس بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے

یہود سے مراد یہاں بنو اسرائیل ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ

اور کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو ہوں گے یہودی یا نصرانی

یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے مسلمانوں کا ہر گروہ صرف اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے اسی طرح کے دو مذہب تورات کے پیرو کار ہیں ان کا بھی یہی حال تھا۔ ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا ہے لیکن اس بات کا باطل ہونا حجت طلب کرنے پر معلوم ہو جاتا ہے یہی اشارہ ہے

تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۱﴾

یہ آرزوئیں باندھ لیں ہیں انہوں نے کہہ دے لے آؤ سند اپنی اگر تم سچے ہو

لیکن کتاب چھوڑ کر دیکھا جائے تو ہر شخص اپنے اپنے نظریات بنا ہی لیتا ہے۔

تنبیہ مسلمان بھی اسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ تو اہل سنت کی احادیث کی روایات مخاصمہ کے وقت کام نہیں آتیں بلکہ اعتماد صرف کتاب اللہ پر کیا جا سکتا ہے اور مسلمان قرآن میں تدبر سے اعراض کرتے ہیں۔

صرف ملیعین امام ولی اللہ ہیں جو تدبر سے اعراض نہیں کرتے مصریوں کی اسناد بھی امام ولی اللہ سے ملتی ہیں بواسطہ سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ

کیوں نہیں جس نے تابع کر دیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنے والا ہے تو اُسی کے لئے ہے ثواب اس کا

رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے

تورات صُحف ابراہیم پر مبنی ہے۔ صحیفہ اولیٰ (تکوین) صحیفہ ابراہیمی تھا اور دین ابراہیمی حکم الٰہی سے ہوا پھر حکم کتاب بھی یہ ہے کہ جو دین ابراہیمی کی اتباع کرے گا۔ اسکی نجات ہوگی خواہ یہود ہو یا نصاریٰ۔ اور ان کا اختلاف چند خاص باتوں میں ایسا ہی ہے۔ جیسے صابیوں اور ابراہیمیوں میں ہے لیکن دنیا میں وہ ایک دوسرے سے جُدا تو نہیں ہو سکتے۔ تو اصل کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے یا تو وہ دین ابراہیم کے بدلنے پر اتفاق کرلیں لیکن جب یہ ناممکن ہے تو اصل یعنی دین ابراہیم کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اسی بات کا اشارہ ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى

اور یہود تو کہتے ہیں کہ نصاریٰ نہیں کسی راہ پر اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ

لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ

یہود نہیں کسی راہ پر باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب اسی طرح کہا ان

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ

لوگوں نے جو جاہل ہیں اُن ہی کی سی بات اب اللہ حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

جس بات میں جھگڑتے تھے

اَلَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الکتب سے مراد صابی ہیں۔ اہل مکہ مراد نہیں۔ مقابلہ حنفا اور صابیوں کا ہے۔

مسئلہ اُخریٰ قبلہ کی بحث ہے۔ یہود و نصاریٰ جہات قبلہ میں مختلف ہیں۔ ہر فرقہ اپنی جہت کے لئے مجبور کرتا ہے۔ یا قبلہ کی خصوصیت کیلئے ان کا مقصد مسجد حرام کی مرکزیت کو باطل کرنا ہے۔ اور قبلہ کا مسئلہ ملت کے فروعی اختلافات ہیں۔ اصولی نہیں۔ اگر اس کو اصولی مان لیں تو تمام دنیا کی مساجد کا بطلان ہوتا ہے۔ تو مقصد یہ ہے۔ اگرچہ بحث مسجد حرام کی ہے) کہ ہر ذکر الٰہی کی عمارت کا احترام چاہیئے۔ اسی بات کا اشارہ ہے

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ

اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جائے وہاں نام اس کا اور

سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ

کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾

ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے

اور اس کے ضمن میں اوّل مسجد نبی یہ ایک عمومی کلمہ ہے میں اس کی حقیقت سمجھتا ہوں اور ہندوستان مسلمانوں کی جہالت بھی جانتا ہوں مسلمانوں نے شروع میں ہندوں کے معابد کا احترام نہیں کیا جب ان کی پہلی حکومتیں آئیں۔ اور ان میں یہ تعصب تھا کہ صرف دنیا میں مذاہب یا یہود یا نصاریٰ یا مسلمان ہیں فقط۔ مسلمانوں نے فقہاء کی خرافات سے متاثر ہو کر ہندوں کے معابد کا احترام نہیں کیا اب جب کہ مسلمان سلطنتوں کا زوال ہو چکا ہے۔ ہندو انتقام لے رہے ہیں، اور مساجد کو برباد کر رہے ہیں۔ آج بھی جاہل ہندوں کے ساتھ مصالحت نہیں کر رہے اور غریب مسلمانوں کو ہندوں کے ساتھ لڑنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ حالاں کہ نہ قوت اور نہ کوئی نظام ہے۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا کے باقی مسلمان ہندی مسلمانوں کی امداد کریں گے۔ یہ جہالت مسلمانوں کی سوسائٹی میں دینی امور سے بھی زیادہ ہے۔ اس کی اصلاح کی آج ضرورت ہے

مسلمان آنحضرت صلعم کے زمانہ میں جاہلیت کے معابد کو ہی مساجد بناتے تھے۔ وہ اسلام لا کر صرف اپنی ذات کو بدلتے تھے۔ لیکن لوگوں نے فقہا سے جہالت لی ہے کہ حکمت ولیہ نہیں سمجھتے۔ یہ جس وقت غالب ہوتے ہیں کسی قوم پر تو ان کے معابد کو جبراً مساجد بنا لیتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ دینی خدمت ہے خدا ان کی جہالت معاف کرے۔

انہیں یہ معلوم نہیں لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الآیہ کیا یہ کوئی ایسی حجت پیش کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی ان کے معابد کو مساجد میں منتقل کر دیا ہو۔ ہم ان سلاطین اُمراء فقہاء کو آج درست نہیں کر سکتے۔ ان میں اس قسم کی جہالتیں بہت ہیں۔ اسی طرح ترکوں میں بھی جہالتیں ہیں فتح استنبول کے موقعہ پر آج وہ کنیسہ واپس کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں ———— تو حکام

اور فقہا کی وجہ سے اعمال باطلہ کا اثر اسلام کے حکم پر نہیں پڑتا اللہ تعالیٰ نے تصریح کی ہے وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ اسلام ہر معبد کے احترام کی حفاظت کا حکم دیتا ہے وَمَنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ الخ کسی ملت کی عبادت گاہ ہو مانع ذکر ظالم ترین ہے

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ یعنی مسلمانوں کی مسجدوں میں مشرکین یہود نصاریٰ کہ زمانہ بدلے گا. دن پھریں گے ۔ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ جب وہ علم رکھتے ہوں جیسے یہود کہ وہ جانتے پہنچاتے ہیں جو اہل صلاح اللہ کے حکم سے ناواقف تھے اور ان کے گناہ بخشیگا ۔ یہ تعیین جہتہ قبلہ یا نقش قبلہ میں اس کی اصل فی الادیان نہیں ہے ۔ اصل بات توجہ کرانا ہے حظیرۃ القدس کی طرف اور اللہ کی طرف بواسطے حظیرۃ القدس. جو شخص اخلاص سے اللہ کی طرف توجہ کرے ۔ تو حظیرۃ القدس اس کی طرف زیادہ متوجہ ہوگا ۔ جیسے حدیث میں ہے جو شخص اللہ کیطرف ایک بالشت آئے تو اللہ اس کی طرف دو بالشت بڑھے گا ۔ اسی کی طرف اشارہ ہے ۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ بیشک اللہ

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

بے انتہا بخشش کرنیوالا سب کچھ جاننے والا ہے

تعیین قبلہ سے مقصد یہ ہے کہ پہلی تنظیم ہر وقت مدنظر رہے اور حظیرۃ القدس کی طرف توجہ رہے ۔ جیسے بازار تجارت کے لئے سہولت دیتا ہے ۔ اور یہ قدرت اور استطاعت پر منحصر ہے جو نہ جاننے کے باعث یا عجز کے باعث تعیین قبلہ نہ کرسکے اس کے لئے مواخذ نہیں ۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

سب اسی کے تابعدار ہیں ۔

یعنی ایک ہی شخص ہے جو تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور اس میں تمام اقسام تقرب منحصر ہیں. لوگوں کو ظلمات میں ڈال دیا ۔ اور کہا جو اس کی اتباع نہ کرے اس کی اللہ کے ہاں نجات نہیں. اللہ پاک ہے مبّرا ہے اس پر کوئی مخلوق حکم نہیں کرسکتی یعنی جس طرح اولاد والدین سے منوا سکتی ہے اسی طرح شاید کوئی خدا سے منوا سکتا ہو یہ ضلال اور گمراہی ہے اس کا اشارہ ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ یعنی اگر وہ نظریات اور توجیہات پیش کریں کہ اس شخص کی مثال کوئی نہیں اور وہ عجیب مخلوق ہے تو یہ غلط کر دیا گیا ۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرمایا ہے

لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿١١٧﴾

اس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے

کہ اس کا حکم آسمان و زمین میں نافذ ہے۔ اس کا ہر حکم بدیع ہے۔ یہود و نصاریٰ کی خصوصیت مکان خصوصیت ولد کا بطلان کیا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس خاص آدمی یا خاص مکان سے مقرب ہو جائیں گے۔ یہ باطل ہے۔ یہ قول اس طرح مشابہ ہے جیسے انبیاء کرام سے سوال ہوتا تھا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیۃ

حالاں کہ وہ استعداد ہی نہیں رکھتے۔ اسی طرح تخصیص جہت اور تخصیص انسان کے متعلق امر ہوا

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ

اسی طرح کہہ چکے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے انہی کی سی بات ایک سے ہیں دل ان کے

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾

بیشک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کیواسطے جو یقین لاتے ہیں

یہود کو حق کی طرف دعوت دینے میں ان کی ظلمات میں پھنسنا پڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا تاکہ یہود طاقت نہ حاصل کر سکیں اور امت نبی میں اختلافات نہ پھیل جائیں۔ اسی کا اشارہ آیۃ نمبر ۱۱۹ میں ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ

بیشک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دے کر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں

اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾

دوزخ میں رہنے والوں کی

معاندین یہود کی مسئولیت آپ سے نہیں ہوگی۔ آپ تو انہیں حکم دیتے ہیں کہ لوگوں کو اتباع حق میں سہولت ہو۔ پس
یہود ونصاری اگر قرآن کی طرف جمع ہوجائیں تو ان کے ذریعہ تمام اقوام میں حق پھیل سکتا ہے۔ کیوں کہ یہود قرآن کے قریب
ہیں۔ اہل کتاب ہونے کے باعث۔ لیکن یہ بات آپ کو متیسر نہیں کیوں کہ وہ قرآن کریم کے معاند ہیں اشارہ ہے

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

اور ہرگز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ نصاری جب تک تو تابع نہ ہو ان کے دین کا

وہ اپنی ملت کے غلط ہونے کو جانتے ہوئے بھی نہیں چھوڑتے

قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ

تو کہدے جو راہ اللہ بتلادے وہی راہ سیدھی ہے

یعنی اللہ تعالی تفہیم کے بعد ہی حق کے اتباع کی دعوت وحکم دیتا ہے۔ اگر انسان یہ کہے کہ میری بات خواہ سمجھو یا نہ
اور میری اتباع کرو۔ اس پر انسانیت مجتمع نہیں ہوسکتی۔ اللہ نے اپنے نبی کو ان سے منقطع ہونے کا حکم دیا ہے اسکی طرف اشارہ ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ (١٢٠) الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ

تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب

يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۗ وَمَن يَكْفُرْ

وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا وہی اس پر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی منکر

بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (١٢١)

ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں

اہل کتاب کا ایک طائفہ بنی اسمعیل کے ایک نبی آنے کا اعتراف کرتا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے تورات اور صحیفہ ابراہیم
پڑھی ہے وہ اعتراف کرتا ہے۔ میں اس بات میں سرسید کی فضیلت کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس نے خطبات احمدیہ میں
اس بشارت کی توضیح کی ہے اُولٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ سے اہل کتاب مراد ہیں۔ اور جو بنی اسمعیل کے نبی کا انکار کرے گیا
وہ کافر بکتاب اللہ التوراۃ ہے۔ اور وہ اہل کتاب نہیں اس بات کا اشارہ فَمَن يَكْفُرْ بِهِ سے خَسِرُونَ تک

فصل ثالث (فصول ثانویہ میں سے)

فصول "بنی اسرائیل"

جو کتاب اللہ کی تلاوت کما حقہ، کرتے ہیں انہیں معاندین کتاب اللہ پر اقامت حجت کی رہنمائی - ۱۲۲ ، ۱۶۰

يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ

اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان ہمارے جو ہم نے تم پر کئے اور اس کو

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ

کہ ہم نے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی کی طرف

نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ

سے ذرا بھی اور نہ قبول کیا جائے گا۔ اس کی طرف سے بدلہ اور نہ کام آئے اس کو سفارش اور

لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

نہ ان کو مدد پہنچے

بنی اسرائیل کو تذکیر ہے۔ ان فضائل کا ذکر اللہ نے کیا ہے۔ جو بنی اسرائیل پر اللہ نے کی ہیں۔ یہ صحیفہ ہے صحائف ابراہیمی میں سے قرآن میں نقل کیا ہے حصے حصے اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا

لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

سب لوگوں کا پیشوا بولا اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا نہیں پہنچے کا میرا قرار ظالموں کو

ابراہیم ملت صابیہ میں پیدا ہوا بذریعہ الہام اللہ کی طرف سے ابراہیم کو حکم دیا گیا کہ وہ صابیوں پر حجت قائم کرے۔ اس نے ایسا کیا اس کے بعد ہجرت کا حکم دیا گیا۔ اس نے ہجرت کی ملت حنیفیہ کی تاسیس کا اسے حکم ملا تو اس نے حکم پر عمل کیا۔ ذبح ولد کا حکم بھی اسے دیا گیا۔ وہ حکم بھی بجا لایا۔ اللہ تعالیٰ کے احکام قائم کرنے کے لئے اولاد کو دور کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسی نے یہ بھی کر دکھایا۔ غرضیکہ جو جو حکم بھی اسے اللہ کی جانب سے ملا۔ اس نے تعمیل کی۔ ملت صابیہ کے رد کرنے کے لئے اور ملت حنیفیہ قائم کرنے کے لئے اس نے تمام احکام پورے کئے اور بعض روایات میں فطرت کے

طریقے آئے ہیں مثلاً ناخن کٹوانا اور اسی کے مثل بدن انسان کے لئے امور مطہرہ۔ تو بعض طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ کلمات انہی باتوں میں منحصر ہیں۔ اس کا مطلب صرف یہی نہیں بلکہ یہ تو ان کلمات کا نمونہ ہیں پس طہارت بدن ظاہر کا حکم دیا گیا اور طہارت عقل وقلب بھی ان کا نتیجہ ہے کہ شرک سے بچ رہے اور طہارت دین وملت بھی ضروری ہے۔ اور شرک کی مثال ایک یہ بھی ہے کہ امر اللہ میں تساہل وتہاون نہ کرے۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں امر الٰہی میں شامل ہیں۔

غرضیکہ ابراہیم علیہ السلام نے جمیع کلمات ادا کئے۔ اسی واسطے انہیں تربیت اولاد کا حکم دیا گیا تاکہ وہ دین قائم کریں یہ تمام باتیں جو ہم نے بیان کی ہیں ان پر اہل کتاب کا بھی اتفاق ہے۔ اس لئے کہ ان کے لئے بھی حضرت ابراہیم قابل فخر ہیں۔ پس اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم کو امام الناس کا خطاب دیا۔ جیسے کہ اشارہ ہے اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا لیکن ابراہیم کے بعد جو اس کے طریقہ پر ہوگا۔ وہ اس کا وارث ہوگا۔ اگر نہیں تو نہیں اشارہ ہے وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ اس کے بعد حضرت ابراہیم نے اس بیت کو مرکز امامت بنایا اس کا ذکر آیت نمبر ۱۲۰ سے آیت نمبر ۱۲۹ تک ہے۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ

اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو

اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَھِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَھِّرَا بَیْتِیَ

نماز کی جگہ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ پاک کر رکھو میرے گھر کو

لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ

واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب

اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ

بنا اس کو شہر امن کا اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو میوے جو کوئی ان میں سے ایمان

بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ کَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ

لاوے اللہ پر اور قیامت کے دن پر فرمایا اور جو کفر کریں اسکو بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دنوں پھر اس کو جبراً

اِلٰی عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ

بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں اور وہ بُری جگہ ہے رہنے کی اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں

مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾

خانہ کعبہ کی اور اسمٰعیل اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے بیشک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ

اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو اپنا حکم بردار بنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو قاعدے حج کرنے

عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا

کے اور ہم کو معاف کر بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنیوالا مہربان ۔ اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں

عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ

میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلاوے ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے انکو بیشک

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۲۹﴾

تو ہی ہے بہت زبردست حکمت والا

هٰذَا أَوَّلُ بَيْتٍ الخ یعنی حنیفیت کے لئے لَلَّذِي بِبَكَّةَ اس سے پہلے صابیہ کے معابد تھے اس کا انکار نہیں ہو سکتا لیکن لوگ ان معابد کا ابطال کرتے ہیں اپنی بڑائی قائم رکھنے کے لئے ۔ اور اس بیت کے متعلق حقائق واقعہ کو امور موہومہ بناتے ہیں اور لوگوں کو شبہ میں ڈالتے ہیں ۔

۳۰۰ سنہ میں عمرو بن یحییٰ کے ہاتھوں صابیہ غالب آئے اس سے پہلے یہ گھر حنیفیت کا مرکز تھا ۔ حنیفیت صابیت کے ارتقاء کا نام ہے اور یہ فطرت کے مطابق ہے ۔ لوگ پہلے زمانہ میں صابیت اور اس کی ہدایت سے مایوس ہوئے ۔ اور اس گھر کے آباد کرنے کے لئے متفق ہو گئے ۔ انبیاء اور محدثین ان معمرین یعنی آباد کرنے والوں میں شامل ہیں ۔ یہ مقام امتوں کا مرکز بن گیا ۔ صدہا انبیاء اس بیت کے اردگرد مدفون ہیں ۔ اور حظیرۃ القدس کی توجہ حضرت ابراہیم کے زمانہ سے مسلسل ہے ۔ نیک لوگوں کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوا ۔ مجھے یہ خیال گذرتا تھا کہ جبرائیل آنحضرت صلعم پر مسجد حرام میں کیوں نہیں نازل ہوا ۔ آخر یہ بات مجھے سمجھ آئی کہ چونکہ بیت اللہ اصنام سے بھرا ہوا تھا ۔ کیونکہ وہ صابیت کا مرکز رہا ہے ۔ غرضیکہ یہ مسجد اور اس کے اردگرد حرم کا حاشیہ اور عرفات وغیرہ میدانات اور صحرا اقوام حنیفیہ کے افراد سے بھرے ہوئے ہیں ۔ اور ان کے معابد و مقابر ہیں اسلئے کسی خاص آدمی یا قبیلہ یا قوم کا مرکز یہ نہیں ہے ۔ اس میں تمام اقوام کے تمام حنیفی ہیں ۔ ایک ایسے امام اور اجتماع حنفاء کی بنیاد ڈالی جاری ہے جو تمام قوموں کا مشترک ہو ۔ اسی لئے حضرت ابراہیم و اسمٰعیل کی یہ دعا تھی کہ ان کی اولاد میں امت مسلمہ آئے اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی ۔ حرم کے اردگرد قصی کے زمانہ سے قریش جمع ہوئے ۔ اس سے پہلے قریش قبائل میں منتشر تھے ۔ ان میں ایک نبی پیدا ہوا جیسے کہ انہوں نے دعا کی تھی "وَابْعَثْ فِيهِمْ" ۔ ہندوستان میں علماء کرام کی جماعت اہل کتاب سے مناظرہ کرتی تھی

جب عیسائی دہلی میں آئے ان کی کوششوں سے بہت سی کتابیں جمع ہوئیں. لیکن ہمیں اس بات کی تشریح قرآن سے مل جاتی ہے۔ اور اوہام مفسرین کی ہمیں ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی پھر ۱۳۰ سے ۱۳۴ تک ملت حنیفیہ کی تحقیق ہے.

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ

اور کون ہے جو پھرے ابراہیم کے مذہب سے مگر وہی جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بیشک ہم نے انکو منتخب

فِی الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ

کیا دنیا میں اور وہ آخرت میں نیکوں میں ہیں یاد کرو جب اس کو کہا اس کے

اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ

رب نے کہ حکم برداری کر تو بولا کہ میں حکم بردار ہوں تمام عالم کے پروردگار کا اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں

وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

کو اور یعقوب بھی کہ اے بیٹو بیشک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین سو تم ہرگز نہ مرنا مگر

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ

مسلمان کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت جب

قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ

کہا اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد. بولے ہم بندگی کریں گے۔ تیرے رب کی اور تیرے باپ دادوں

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

کے رب کی جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق ہیں وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں

ملت ابراہیمی کی بنیاد = اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ الخ پس جب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالٰے نے اس چیز کا حکم دیا ہے تو اسے بے چون چرا اتباع کریں گے. بغیر کسی کی تخصیص کے. اور ہر قوم کی خواہشات چھوڑ دیں گے۔ اور جو چیز بھی خدا کی طرف سے مامور ہے وہ خواہ کسی قوم کے واسطے سے آئی ہو اسے بالعموم تسلیم کریں گے. یہی معنی ہے

اسلمت لرب العلمین یہی وہ بات ہے جس کا حکم اور جس کی دعوت تمام انبیاء نے دی ہے اس لئے ہم انبیاء میں تفریق نہیں کرتے پس جو قوم دین ابراہیم کو دین الاقوام مانتی ہے وہ اتباع امام ولی اللہ جو انبیاء ایران توران حبشی کو انبیاء تسلیم کرتے ہیں اور ان میں انحراف نہیں سمجھتے کیونکہ وہ انکے معانی سمجھتے ہیں لطریقہ حکماء فقہا کے ذریعہ انہوں سنت نہیں لی۔ ان کے نزدیک تمام انبیاء کی دعوت ایک ہے اور وہ سب متحد ہیں یہ بات امام ولی اللہ کی حکمت ہی سے معلوم ہوتی ہے یہی دعوت اسلام ہے لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی رَبِّ الْاَقْوَام اس بات کی ابراہیم نے وصیت کی اپنی اولاد اسمٰعیل، اسحٰق کو پھر بنی اسحاق میں یعقوب

ہوئے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی اللہ اصطفیٰ لکم الدّین یعنی دین رب العالمین نہ کسی خاص قوم کا دین۔ اور نیز وصیت کی کہ وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ ۔۔۔ علیٰ ھٰذا الدین مراد ہے مسلمین سے تو دین کی اساس ابراہیم سے ہوتی ہے۔ پھر اسرائیلیت کی بنیاد یعقوب سے، وہ اسرائیلیت جو اپنے دادا ابراہیم کے موافق ہو۔ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنی رب العالمین۔ تو آج جو کہے کہ ہم طریقہ ابراہیم پر ہیں یا طریقہ یعقوب پر۔ پس ان رسولوں اور ان یہود و نصاریٰ میں بڑا فرق اور جدائی ہے

تنبیہ: اس کی مثال ایسے ہے کہ ابو حنیفہ اور اس کے اصحاب ابو یوسف، محمد، زفر، حسن نے مسلمانوں کے لئے قانون مدوّن کیا اور اسے بذریعہ قضا، بذریعہ درس نافذ بھی کیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور ان کے طریقہ پر ہیں کیا ہم میں اور ان میں کوئی مناسبت ہے؟ اور ہم یہ جانتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے طریقہ پر ہی امام ولی اللہ نے فقہ کی تجدید کی ہے۔ لیکن یہ تجدید آنحضرت صلعم سے اشارہ الہامیہ کے ذریعہ کی ہے جیسے کہ اس کی تصریح فیوض الحرمین میں انہوں نے کی ہے اب فرق ظاہر اور معلوم ہو گیا عام فقہا، اور اصحاب ابی حنیفہ میں۔ اسی کا اشارہ ہے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے پوچھ نہیں

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا

ان کے کاموں کی اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تو تم پا لو گے راہ راست

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا۔ اور نہ تھا شرک کرنے والوں میں

پس نبیؐ نے تجدید کی ہے طریقہ ابراہیم اور طریقہ یعقوب کی حکم دیتا ہے

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو

وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ

اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں

یہ تجدید ہے دین ابراہیم کی لیکن یہود و نصاری کی دعوت یہودیت و نصرانیت رجعت پسندی کی طرف ہے۔ یہی اشارہ ہے وَقَالُوْا کُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا یعنی اقوام کو دعوت صرف ملت ابراہیم ہی کے لئے دی جا سکتی ہے۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی

هُمْ فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۳۷﴾

ہیں ضد پر سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا

آیت نمبر ۱۳۷ میں ہے کہ اگر یہود و نصاری تجدید اسلام قبول کرلیں تو بہتر ورنہ وہ ایک قوم پر مجتمع نہیں ہوسکیں گے۔ اور ہر ایک اپنی طرف ان کو دعوت دے گا۔ قرآن کا مقابلہ وہ نہ کر سکیں گے۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا سے وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تجدید کر رہا ہے اس نے یہود و نصاری سے کچھ نہیں لیا کیوں کہ اگر وہ یہود و نصاری سے کچھ اخذ کرتا تو ان کی خرافات سے منصبغ ہو جاتا۔ بلکہ اللہ نے خود بذریعہ حظیرۃ القدس کی طرف توجہ کی اور اپنے صبغۃ اللہ میں منصبغ کیا۔ وہ صبغۃ اللہ دین اصلی ہی ہے۔ اور وہ حظیرۃ القدس میں محفوظ ہے۔ اور حظیرۃ القدس بلنسبت یہود اور نصاری کے دین ابراہیم کو خوب جانتا ہے اسی کا اشارہ ہے۔ ۱۳۸ میں

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ہم نے قبول کر لیا رنگ اللہ کا اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ اس صبغہ کی روح وَنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ یعنی ہم رب العالمین کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یہ روح حظیرۃ القدس میں مجتمع ہے جو مجمع الاقوام کہلاتا ہے۔ انہوں نے لوگوں میں یہ پراپیگنڈا کر رکھا ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب یہودی تھے اور نصاری تھے ہر فرقہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔ یعنی یہود اپنی طرف۔ نصاری اپنی طرف۔ اور جو قوم ان کے ان بیانات سے منحرف ہو وہ ان کے نزدیک ابراہیم اور اولاد ابراہیم سے منحرف سمجھا

جاتا ہے۔ ان کے اس دعوٰی کا جواب یہ ہے کہ ھَاتُوْا بِالتَّوْرٰۃِ یعنی تورات لاؤ اور پڑھو پہلے پہل ابراہیم کا نام پھر اسمٰعیل۔ پھر اسحاق پھر یعقوب پھر اس کے بعد موسٰی کا زمانہ پھر اس کے طویل زمانہ کے بعد عیسٰے علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے۔ پس کتاب شاہد ہے کہ موسٰی وعیسٰے عرصہ بعد آتے ہیں یہ تو اللہ کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے اگر وہ اسکے علاوہ کوئی بات کہتے ہیں تو گویا وہ خدا سے زیادہ جاننے والے ہیں کہ کتاب اللہ کی تاریخ کو جھٹلا رہے ہیں۔ اسی الزام کا اشارہ ہے

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

کہہ دے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت حالانکہ وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے

اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم تو خالص اسی کے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ

اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے یا نصرانی کہہ دے کہ تم کو زیادہ

اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا

خبر ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی اس کو اللہ کی

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے

اس کے بعد پھر اعادہ کیا گیا ہے

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گذر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾

کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی

یعنی یہود و نصارٰی میں بہت بڑا فرق ہے۔ ابراہیم اور اس کی اولاد سے۔

مسئلہ قبلہ

یہود و نصارٰی کے قبلہ کے متعلق کچھ ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اس بحث کا تتمہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہود بھی ساتھ ہوتے

تھے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ قریش کے مہاجر قبلہ ابراہیم و اسمٰعیل کی اتباع کرتے تھے۔ ان کا امتحان ضروری تھا، کیونکہ وہ اپنے قومی قبلہ کی اتباع کرتے تھے۔ گویا اگر وہ غور سے دیکھیں تو بیت المقدس میں مسجد اسمٰعیل اور مسجد اسحٰق دونوں ہی ابراہیم کی مساجد ہیں۔ اور بلا جدال مسجد حرام کی طرف بھی رُخ کریں گے۔ اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ قومیت کا ان پر کوئی اثر نہیں۔ اور اصل ملت مسجد حرام کی طرف توجہ کرتی ہے۔ اس لئے تمام اس کی طرف توجہ کر کے یعنی منہ کر کے نماز پڑھو۔ لیکن بیوقوف نہ سمجھے اور بعض لوگوں میں شکوک پیدا ہو گئے۔ اللہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا

اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ

عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿١٤٢﴾

تھے تو کہہ اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ

یعنی جہت قبلہ اصول ملت نہیں۔ حکمت الٰہیہ عدم تعصب ثابت کرتی ہے کہ قریش تمام امتوں کے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں۔ انہی کا حق ہے کہ وہ تمام انسانیت کے امام بنیں۔

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ

اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو

الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۗ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا

رسول تم پر گواہی دینے والا اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر

لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ ۚ

اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا اُلٹے پاؤں

ہم نے پہلے رسول کا قبلہ بیت المقدس کی طرف کیا کہ قلب نبی میں مصلحت تھی اللہ نے بھی حکم دیا کہ وہ بیت المقدس کی طرف رخ کر لے۔ اس کی امامت معراج کے بعد ظاہر ہوئی۔ معراج میں بھی رسول اکرمؐ نے بیت المقدس میں نماز ادا کی۔ وہ ارادہ کرتا ہے کہ لوگوں کو بتا دے کہ مدینہ جانے سے مساجد قومیہ کی طرف اس کا رُخ نہیں ہوا بلکہ تمام عمومی معاملات ان کیساتھ مکمل کرتا ہے اور اس کے اصحاب اس کی اتباع کرتے ہیں کیوں کہ وہ نبی کے بعد اس منصب کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ

اور بیشک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں

لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾

کہ ضائع کرے تمہارا ایمان بیشک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے

اس کا مطلب یہ ہے کہ بیت الحرام کا احترام جبلّت طبعی سے تعلق رکھتا ہے جب تم کو اس طرف سے رُخ کرنے سے منع کردے ہمیشہ کے لئے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت غیر فطریہ کی تکلیف دی جارہی ہے۔ لہذا استمرار نہیں کیا گیا بیت المقدس کے لئے۔ صلوا تکم الی البیت سے ہم نے یہی سمجھا۔ فتح الباری میں دوسری توجیہ ہے کہ اہل کتاب بھی جانتے ہیں کہ اس نبی کا قبلہ مسجد حرام ہوگا۔ اور بیت المقدس کی طرف رُخ مصلحت عارضی تھی صحائف تورٰۃ میں بہت سے اشارات موجود ہیں جنہیں ہمارے ملک کے علماء نے جمع کیا ہے۔

قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ

بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد حرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اپنا

شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۗ

اسی کی طرف اور جن کو ملی ہے کتاب البتہ جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں اور اگر تو لائے اہل کتاب کے پاس

بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ

ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو اور نہ تو مانے ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے

قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

دوسرے کا قبلہ اور اگر چلا تو ان کی خواہشوں پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا

إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٥﴾ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا

بیشک تو بھی ہوا بے انصافوں میں جن کو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اس کو جیسے

يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ

پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بیشک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو

يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾

جان کر

الذین اٰتیناھم الکتاب یعرفو نہ حضرت امام ولی اللہ فتح الرحمٰن میں فرماتے ہیں کہ تحویل قبلہ کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جب انسان تورات کے اشارات دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہی مراد ہے

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے

یعنی جو کتب سابقہ میں ہے اسکی وضاحت ہے

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١٤٧﴾

پھر تو نہ ہو شک لانے والا

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا

اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس کی طرف

.... یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ یہ مسئلہ فرعیہ ہے کیوں کہ ہر امت نے اپنے نبی کی تعلیم کے مطابق قبلہ بنایا ہے جب تعلیم ایک ہو اور اتحاد ہو - یہی دین ابراہیم کی اساس ہے توجہات قبلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے. اس لئے جہت قبلہ قوی طبیعت کے حسب مقتضا قائم کرد. تدین سے مراد نیکیوں کی ادائیگی ہے فاستبقوا اور اپنا وقت تخصصات عارمنہ کی بحث میں ضائع مت کرو.

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۚ إِنَّ

سو تم سبقت کرو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہوگے کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا بیشک

اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٤٨﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور جس جگہ سے تو نکلے سو منہ کر اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَإِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ

مسجد الحرام کی طرف اور بیشک یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ

بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے اور جہاں سے تو نکلے منہ کر اپنا

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

مسجد الحرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو اسی کی طرف

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ

تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے جھگڑنے کا موقع مگر جو ان میں بے انصاف ہیں

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

سو ان سے (یعنی ان کے اعتراضوں سے) مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور اس واسطے کہ کامل کردوں تم پر فضل اپنا اور تاکہ تم

تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۰﴾

پاؤ سیدھی راہ

۱۴۹ سے ۱۵۰ تک تاکید ہے کہ تمام حالات میں مسجد حرام کی طرف رُخ کرو اگرچہ یہ مسئلہ فرعیہ ہے لیکن لوگوں کے تشاغب کی وجہ سے فرض کی طرح ہوگیا ہے یعنی اس حالت عارضہ کی طرح دوسری مدت نہ تبدیل کرو۔ اس کا اشارہ لئلا یکون للناس حجۃ جو مصلحت اہم ہے جس کیلئے بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کی اجازت تھی وہ اس کا انصاف نہ کریں گے۔ بلکہ تشویش ڈالتے رہیں گے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ یعنی تمہاری خلافت قائم کرنا وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ تو اس قبلہ کی تعیین تمہارے رسول کے تعین کی طرح برابر ہے۔

جو بحث بنی اسرائیل کے اس کے جواب کے طور پر تھی کہ قرآن کی باقی کتب اللہ کے رد تے ہوئے ضرورت نہیں وہ بحث ختم ہوئی۔ یہ تمام اوراق اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً کے ساتھ منضم تھے۔ کہ نزول قرآن اتمام خلافت کے لئے تھا۔

اب قرآن کی تعلیم تفصیلی طور پر ہوگی جو خلافت کے قیام کے لئے ضروری ہے ۱۰۱ سے آخر سورۃ تک مندرجہ ذیل ابواب منقسم ہوتے ہیں۔

۱۰۱ سے ۱۶۲ تک ، تہذیب اخلاق ،

۱۶۳ سے ۱۷۶ تک ، اجتماعیت اولی فی القری ،

۱۷۷ سے ۲۵۲ تک ، اجتماعیت فی الامصار ،

۲۵۳ سے ۲۸۶ تک ، اجتماعیت فی الاقوام ،

یہ چاروں عنوانات ابواب کی طرح ہیں۔ پہلا باب نزول قرآن کی ضرورت پر تھا۔

باب تہذیب الاخلاق

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ

جیسا کر بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ہے تم کو اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب اور اس کے اسرار اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

سوتم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو

اصل مسئلہ اخلاق انسانیہ میں حظیرۃ القدس کے ساتھ انسان کو متصل کرنا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ حکمت امام کے اصول پر اخلاق انسانیہ کی تہذیب کا عنوان ہے۔ جب انسان اپنے رب کی یاد کرے اور محبت سے مداومت کرے تو اس کے دل میں ایک ہیئت انسانیہ پیدا ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ ہمیشہ خدا کو یاد رکھے گا۔ اور وہ ہیئت خود بخود امام نوع انسانی کی طرف منتقل ہو گی کیوں کہ انسانیت کے ہر فرد کا اس کے امام میں ایک مقام ہوتا ہے۔ یہ ہیئت پھر تجلی کے ساتھ متصل ہوتی ہے امام نوع انسانی کے ذریعہ حدیث میں آیا ہے کہ ملائکہ بنی آدم کے اعمال لے کر اپنے رب کی طرف صبح و شام کے وقت چڑھتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں ملائکہ کا یہ فعل اس حقیقت کا دوسرا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ہیئت سے راضی ہوتا ہے۔ اور تجلی میں رضا کا رنگ اس ہیئت کے پہنچنے کے بعد پیدا ہوتا ہے جب کہ وہ حظیرۃ القدس میں پہنچ جاتی ہے اور یہ رنگ بندہ سے اس طرح نازل ہوتا ہے جس طرح کہ اس کے اعمال کی ہیئت اس سے رخصت ہوتی ہے۔ یہی مطلب ہے کہ ذکر اللہ تعبدہ اللہ کا ذکر ہی اس کی عبادت ہے کہ انسان اپنے دل میں فرحت اور سرور پاتا ہے اللہ کی رضا کے نتیجہ میں۔ پھر اس کے اعمال میں یہ صعود و نزول زیادہ ہوتا ہے حتی کہ اس آدمی کے دل میں بصیرۃ فی الاجتماعیت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ بصیرت اس کے نسمہ میں راسخ ہو جاتی ہے پھر وہ اجتماعیت میں ایسی اشیا پاتا ہے جو اس کے مزاج کے مطابق ہوتی ہیں۔ اور وہ انسان سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کے امر سے ہے۔ اور جو اس کے مزاج کے خلاف ہوتی ہیں وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے منع کرتا ہے۔ اس بصیرت کی تکمیل کا عمل شکر کہلاتا ہے۔ کہ وہ اس بصیرت کا تبع ہو جاتا ہے اور اعمال کے لئے مستقل قائم ہو جاتا ہے۔ جب وہ ان اعمال کی مخالفت کرے۔ اور جو اس کی بصیرت کے متضاد اعمال ہیں وہ کرے وہ کفر ہوتا

ہے۔ اسسے دو اصول ثابت ہوئے اخلاق کے

(۱) ذکر (۲) شکر

جب انسان اس طرح صاحب بصیرت ہوجاتا ہے تو وہ انبیاء کی تعلیم کو موافق پاتا ہے۔ یہی بنیاد ہوتی ہے حتی کہ وہ ان کی جماعت میں داخل ہوجاتا ہے اب یہ فردیت جماعت کے ساتھ مکمل ہوجاتی ہے۔ انفرادیت سے دس حصے زیادہ یا اس سے بھی زیادہ سے جب اس کا تعلق باللہ امام الاجتماع کی نسبت کے موافق ہو تو جو چیز بھی خطیرۃ القدس سے امام نوع انسانی کیطرف آتی ہے۔ وہ پالیتا ہے۔ اور اس طرح سمجھتا ہے گویا۔ وہ اس کی طرف آئی ہے۔ اسس طریقہ سے اسس کے اعمال کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ تو قرآن عظیم نے اس عمل طبعی کی طرف دعوت دی ہے۔ اور یہی تقاضا ہے فطرت سلیمہ قدسیہ کا جو قوت انسانی حجر بحث کے لطیفہ میں ہے۔ وہ اسے اسس پر مجبور کرتی ہے۔ وہ انسان اپنے دل میں خدا کا نام رکھ کر اس کا ذکر کرتا ہے۔ اگر کسی دوسرے سے کوئی اسم سن لے جس سے اس کی طبیعت متفق ہوجائے اسکو بھی وہ قبول کرلیتا ہے۔ یہ مثال ایسی ہے جیسے لغات کے حدوث کا اصول ہے جب وہ اسم جسے اسس نے خود پڑھا ہو بلند ہوجائے اور اس کی مقبولیت دیکھے تو اسے سرور و فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اسس اسم سے وہ اپنے رب کی دعوت دیتا ہے۔ اور لوگ اس سے قبول کرلیتے ہیں حتی کہ وہ اسم خدا کا اسم بن جاتا ہے۔ کسی قوم کی لغت ہیں۔ جب کہ اسس کا اتباع کثرت سے ہونے لگے۔ لوگوں کو اخلاق سکھانے کا طریقہ مع حکمت، یہ انبیاء کا طریقہ ہے فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ إِنَّ اللَّهَ

اے مسلمانو مدد لو صبر اور نماز سے بیشک اللہ

مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۳﴾

صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے

جب اس کی بصیرت اجتماعیت میں کامل ہوجاتی ہے تو وہ طریقہ جس سے حظیرۃ القدس کی رضا اسے معلوم ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں یا دو طریقے ہوتے ہیں۔

(۱) یا تو یہ کہ وہ خود تحقیق کرلیتا ہے جیسے کامل لوگوں کا حال ہے (۲) یا انشراح صدر کے ذریعہ جو اسے حظیرۃ القدس کے ائمہ میں کسی امام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَ

اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندے ہیں اور

وَلٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾

لیکن تم کو خبر نہیں

اس طریقہ پر سلوک اجتماعیت میں پسند ہے خطیرۃ القدس کو۔ اور اس طریقہ کے مخالفین اس کے معارض ہوتے ہیں پس اس کا اپنے طریقہ پر مستقیم ہونا خلق ثالث ہے یہی استقامت بسا اوقات قتل کی طرف نوبت پہنچاتی ہے یہی اکمل لوگ ہوتے ہیں۔ انہیں اموات کہنے کی مخالفت کی گئی ہے کیونکہ یہی عین حیات ہے وہ اصل میں موت ہے جسے انسان زندگی سمجھتا ہے۔ یہی نتیجہ ہے صبر کا۔

خلق ثالث استقامت علی الطریقہ کا نام ہے اسے صبر بھی کہتے ہیں یہ وہ زندگی ہے جسے عام لوگ نہیں سمجھتے۔

وَلٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ اب جب کہ اس کا مقام خطیرۃ القدس میں ثابت ہو گیا تو اس کی زندگی دوام پذیر ہو گئی۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا۔ اور جب وہ اپنا مقام اس دنیاوی زندگی میں نہ قائم کر سکے وہ حیوانات یا ان سے بھی بدتر ہے

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَـوۡفِ وَالۡجُـوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ

اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے

وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيۡنَ ﴿۱۵۵﴾

اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو

جو مصائب سالکین طریقت پر آتے ہیں۔ وہ مصائب دو قسم پر ہیں۔ (۱) مصیبت عظیمہ جیسے موت اگر اس میں صبر کرے تو وہ قانون قرآن کی رو سے حرام ہے کیوں کہ اسے کہا جائے گا اِنَّهٗ مَاتَ کہ وہ مرگیا۔

تنبیہ:- خطیرۃ القدس سے تعلق کی کئی قسمیں ہیں۔ انسانی ذہنیت میں ۱؎ محبت غالبہ جو سوائے اس کے سب کچھ بھلا دے بقول حافظ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مصائب کی دوسری قسم:- مصائب صغیرہ جو پے در پے آتی رہتی ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ میں خوف خارج سے ہوتا ہے۔ جیسے اعداء سے۔ دشمن ڈراتے ہیں۔ چوں کہ قوت اعدا بھی خارج میں ہوتی ہے اور جوع بھوک انسان کے بدن میں ضروریات میں کسی چیز کا کم ہو جانا یہ داخلی چیز ہے۔ پس خوف اور جوع داخلی خارجی دونوں پر شامل ہے۔ اور سرمایہ جس کے ذریعہ انسان اجتماع میں کاروبار کرتا ہے مرکب ہوتا ہے۔ رجال اور اموال سے عمل کا مقصد ثمرات کی زیادتی ہوتی ہے۔ یعنی زیادہ ثمرات پیدا کرنے کی خواہش ہوتی ہے۔

اور وہ جب ہی ممکن ہے جب کہ رجال اور اموال زیادہ ہوں۔ ان کی کمی اور نقصان بھی مصائب میں شمار ہو گی اس کا اشارہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ الخ تو یہ چھوٹے چھوٹے مصائب ہمیشہ آتے رہتے ہیں۔ اور بہت بڑے ہو جانے میں جوان امتحانات سے کامیاب ہو گیا یعنی اپنے طریقہ سے نہ ہٹا وہ صابر ٹھہرا اس کی مثال بھی تمہید کی طرح ہے اس کا اشارہ ہے وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ استقامت علی السلوک کا نام صبر ہے مع مصائب کے چوں کہ اس عمل کا تعلق جماعت سے تھا۔ اس لئے صابرین جمع کا صیغہ استعمال ہوا نیز اس لئے کہ بعض ساتھیوں کے شہادت سے بھی انسان اپنے طریقہ سے نہ ہٹے جیسے کہ اشارہ ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ یعنی موت الرسول بھی انہیں ثابت قدمی سے نہیں روکی۔

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

یعنی مصیبت انہیں روکنے کے لئے نہیں آتی کسی عمل سے إِنَّا لِلَّهِ یعنی ہم خدا کی جانب سے مامور ہیں پس کیوں باز آئیں نیک عمل سے۔ اللہ کی عبادت موت تک کرتے رہتے ہیں۔ ثمرات کے حصول سے مایوس نہیں ہوتے کیوں کہ ثمرات دراصل حظیرۃ القدس میں ہیں۔ اور وہ محفوظ ہیں۔ الحاصل وہ اپنے اعمال پر قائم ہیں پوری قوت کے ساتھ۔

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر

اللہ کی رحمت ہر انسان کو پہنچتی ہے اور جو رحمت انسان کے ساتھ مختص ہے اسے صلوٰۃ کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں اتصال ہوتا ہے تجلی اعظم کے ذریعہ سے۔ الصلوٰۃ مشتق ہے اتصال سے یا اکل النار سے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ فنا کر دیتی ہے اور دوسری شکل میں بدل دیتی ہے۔ اتصال بھی اسی طرح ہے کیوں کہ حظیرۃ القدس انسان کی زندگی تبدیل کر دیتا ہے۔ اور وہ گویا ایسے ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے آگ کو کھا لیا اور متاخرین صلوٰۃ سے فنا مراد لیتے ہیں۔

یا اتصال باللہ بہر حال یہ نوع رحمت انسان کے ساتھ مختص ہے یہی لوگ صابرین حظیرۃ القدس میں انواع رحمت کے مستحق ہیں۔ اُولٰئِکَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ بعض مسلمان جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلائے جائیں گے۔ تو اس میں اشارہ ہے کہ وہ رحمت کی تمام اقسام پر قابلیت مستحق ہوں گے۔ اسی طرح وہ جمیع مخلوق کی رحمت کے بھی مستحق ہوں گے۔ اُولٰئِکَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ یعنی جو ان لوگوں کے نقش قدم پر ہوں گے۔

وہ ہدایت یافتہ ہوں گے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الذی خلق فسوی والذی قدر فھدی اس میں اللہ تعالے نے حکمت خلق انواع بتائی ہے کہ اس نے اپنی حکمت سے انواع کو پیدا کیا۔ چند مقاصد کیلئے پھر اس کی صورت بنائی اس کا مواد تیار کیا اس معنی کو پورے کرنے کیلئے پھر اسباب بنا رکھے تاکہ ان کے ذریعہ مقصد پر چل سکے جس کیلئے پیدا کیا گیا۔ پس وہ اس راستہ سے نہیں نکلے گا حتی کہ جس چیز کا اللہ نے ارادہ کیا ہے وہ پورا کرے گا۔ اس کا نام ہدایت ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے اس بتائے ہوئے مقصد کو مکمل کیا جو انسانیۃ کے لئے وضع کیا گیا۔ آیت ۱۵۰ پر تین خلق پورے۔ اسکے بعد خلق رابع جو اس سے آئندہ آیت میں ہے۔ اسے ہم حکمت امام کی رو سے تعظیم شعائر اللہ کہتے ہیں۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ

بیشک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ نے بعد اس کے کہ انسان کو پیدا کیا۔ اور اسکی پیدائش کے لئے تسویہ کیا، اسے ہدایت دی اس مقصد کی تکمیل کے لئے جو حظیرۃ القدس کے خلفاء کے ذریعہ ہوتا ہے تو ہمارے نزدیک انسان کی پیدائش کا مقصد حظیرۃ القدس میں مقام حاصل کرنا ہے۔ انسانوں میں چند انسان ایسے بنائے جو تعلیم دیتے ہیں اور ان کے ذریعہ عامۃ الناس سہولت سے اخذ کرتے ہیں۔ اور وہ چند انسان حظیرۃ القدس کے طریقہ کے معلم ورہبر ہوتے ہیں۔ اور وہ اس عمل میں مثل عرش کے ہوتے ہیں تجلی رحمن کے لئے یہ جماعت من شعائر اللہ ایسی ہے کہ اگر انسان ان کے ساتھ تعلق پیدا کرے۔ اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کرے تو اس کا شعور زندہ ہوگا اور دل تربیت حاصل کرے گا۔ جیسے بارش گھاس اور نباتات کو پیدا کرتی ہے۔ وہ بھی ایک مرکز قائم کریں گے اور شعائر اللہ میں ملحق ہو جائینگے وہ ان کے طریقہ کو ایک کتاب میں لکھ لیتے ہیں تاکہ ہدایت ہمیشہ جاری رہے اور غائبین بھی استفادہ کریں حتی کہ وہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہوں۔ ہم اپنے افکار کو ایک مثال کے ذریعہ ملخص کرتے ہیں۔

مثال۔ ایک مدرسہ زمین پر ملأ اعلیٰ کے علوم کے لئے قائم کیا جائے تو اس کے معلم کو رسول اللہ کہا جائے گا اور جس کتاب کا درس دیا جائے گا وہ کتاب اللہ کہلائے گی اور وہ مقام جس میں تعلیم دی جائے گی اسے بیت اللہ کہا جائے گا۔ اس تعلیم کا نام اصول شعائر اللہ ہوگا۔ اور اس کا متعلم جب اپنی تعلیم تمام کرے گا۔ اور ایسی ہیئت پر آجائے کہ اس سے کمال ظاہر ہونے لگے تو وہ متعلم بھی شعائر اللہ میں ملحق ہو جائے گا۔ اس ہیئت کا نام صلوۃ ہوگا۔ تو جو صلوٰۃ بیت اللہ میں قائم ہو وہ بھی شعائر اللہ میں شامل ہوگی۔ کیونکہ وہ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ تعلیم کا مقصود یہ ہے۔ ان چاروں شعائر کی تفصیل حجۃ اللہ البالغہ میں ثبت ہے اس مسئلہ کو ہم نے فقہاء سے اسطرح حاصل نہیں کیا جس طرح امام ولی اللہ سے

سمجھا ہے۔ تو تعظیم شعائراللہ ہمارے نزدیک اخلاق ربانیہ الٰہیہ کا اصل رابع ہے۔ بیت اللہ بھی شعائراللہ میں سے ہے جسے ابراہیم نے حنیفیت کی تعلیم کے لئے قائم کیا۔ اور بیت اللہ کے ساتھ دو ٹکڑے صفا اور مروہ بھی بیت اللہ کی تاریخ میں عظمت رکھتے ہیں۔ مروہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح کا ارادہ کیا۔

حج (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) عُمرہ اور عُمرہ میں ذبح کرنے کا نام ہے اور یہ مروہ ہی میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ موطا امام مالک میں ثابت ہے۔ اس لحاظ سے مروہ بھی شعائراللہ میں شامل ہے۔ جو کچھ صفا پر گذرا ہے اس کی تاریخ ہم بھول چکے ہیں۔ لیکن فراستہً ہم یہ کہتے ہیں کہ شاید ابراہیم دعوت حج کے لئے یہیں کھڑے ہوئے تھے۔ یعنی تعلیم حنیفیت کے لئے۔ لیکن آنحضرت کا واقعہ عظیمہ معلوم ہے کہ قرآن میں وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوا ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنے عشیرہ کو اس مقام پر دعوت دی ابولہب مقابلہ اور مناقضہ کے لئے آیا۔ یہ مناقضہ خصوصی منزلت رکھتا ہے۔ دعوت قرآنیہ کے لحاظ سے اور ایک واقعہ خطبہ نبی علیہ السلام کا ہے کہ پہاڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا اگر میں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے تو تم تصدیق کروگے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا میں تمہارے لئے نذیر بن کر آیا ہوں۔ میرے سامنے سخت عذاب ہے۔ انہوں نے جھٹلایا! جس دن فتح مکہ ہوا لشکر پہاڑ کے پیچھے سے آیا۔ یہ وہی بات تھی جس کے متعلق آپ بیس[2] سال پیشتر فرما چکے تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ مخالفین اسلام لے آئے۔ ان سے بیعت بھی ٹھیک اسی مقام پر آپ نے لی۔ اور وہ دعا جو آج ہم پڑھتے ہیں۔ الحمد للہ الذی صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ یہ اسی واقعہ کی یادگار کے طور پر ہوئی ہے۔ اگر کوئی سمجھدار صرف اس واقعہ ہی کو سمجھ لے تو آنحضرت کی صداقت نبوت کے لئے یہ دلیل کافی ہے۔ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو ان حالات میں بیس سال کے بعد اسی طرح اپنی بات کو پورا کر دکھائے؟ کوئی نہیں! یہ صرف آنحضرت ہی کا کام ہے جو ان حالات و مشکلات میں اس طرح قادر ہوا۔ یہ امر الٰہی تھا جو اس کے نبی کی زبان مبارک پر صادر ہوا۔ یہ واقعہ صفا کی عظمت کے لئے کافی ہے اور صفا کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی طرح ہمارا خیال ہے کہ دعوت ابراہیم بھی اسی مقام پر ہوئی تھی جیسا کہ اشارہ ہے "وَاَذِّنْ" اور اس کی تکمیل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہوئی۔ صفا اور مروہ کو دعوت نبی میں خصوصیت ہے اور تاثیر دعوت میں بیت اللہ کیساتھ خصوصیت ہے۔ یہی مراد ہے کہ اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ تم البحث

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ

سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ تو کچھ گناہ نہیں اس پر کہ طواف کرے ان دونوں کا

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٥٨﴾

اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ہے

صابی قوم نے ان دونوں پہاڑوں پر شعائر الصابیۃ قائم کئے تھے جن کا تعلق اصنام سے تھا۔ بعض لوگوں نے ان کے طواف میں ممانعت سمجھی اس لئے اللہ نے ازالہ خیال کیا کہ صابی عارضی طور پر تھے۔ اور وہ ختم ہو چکے مگر صفا اور مروہ کا تو حنیفیت میں بھی مخصوص مقام ہے۔ فَلَا جُنَاحَ یہ مخاطبین کو رعایۃً کہا گیا ہے۔ ورنہ مقصد یہ ہے کہ طواف واجب ہے۔ اگر اس کا یہ معنی ہو کہ طواف مباح ہے تو فمن تطوع خیرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ سے مطلب یہ ہوگا کہ اصل ایک بار فرض ہے۔ اس کی وضاحت حضرت عائشہ کی روایت سے بھی ہے۔ مروہ کا ذکر صحیفہ ابراہیمی تکوین میں بھی ہے۔ جن لوگوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے مقدس ہونے کا انکار کریں۔ انہوں نے بہت سے کلمات کی تحریف کی لیکن مروہ کو حرم سے خارج نہ کر سکے۔ اس لئے ان کی کوشش بیکار ہوئی۔ مروہ کے متعلق یہ یقینی بات ہے کہ وہ منسک اسمٰعیل ہے۔ خلق رابع تمام ۱۵۸ پر۔

اس کے بعد ۱۵۹ سے ۱۶۲ تک ذکر انذار ہے۔ اس کے لئے جو آیات اللہ کو چھپائے۔ اس انذار کو اخلاق اربعہ کے بعد بیان کرنے کا ایک معنی میں نے سمجھا ہے جس پر مجھے فخر ہے اللہ کی نعمت کی تحدیث کے طور پر کہ یہ مفہوم جو مجھے معلوم ہوا ہے شاید پہلے کسی کو نہ سمجھ آیا ہو۔ اور وہ بات یہ ہے کہ تعلیم کو عام کرنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اور جو تعلیم کو چھپائے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ ان پر اللہ اور لاعنین کی لعنت ہے۔ اگر وہ اس حالت میں مریں گے وہ کافر ہوں گے۔ ان پر لعنت ہوگی۔ ان پر عذاب کی تخفیف نہ ہوگی۔ نہ انہیں مہلت ملے گی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ

بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں

بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ

بعد اس کے کہ ہم ان کو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب میں ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر

اللّٰعِنُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ

لعنت کرنے والے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو تو ان کو معاف کرتا ہوں

عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا

اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے

وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

کافر ہی — انہی پر — لعنت ہے اللہ کی — اور — فرشتوں کی اور لوگوں کی

أَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

سب کی — ہمیشہ رہیں گے اسی لعنت میں نہ ہلکا ہوگا — ان پر سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

اور نہ ان کو مہلت ملے گی

بینات اخلاقِ ثلاثہ ہیں۔ ذکراللہ ۔ شکراللہ ۔صبر۔ کوئی ایسا دین نہیں جسکے ماننے والے یہ نہ جانتے ہوں۔ بیّنہ کی مثال ایسے ہے جسے منطقی بدیہی کہتے ہیں یعنی جو بے سوچے سمجھے معلوم ہو جائے اور ہدیٰ جیسے منطقی اصطلاح میں نظری کہا جاتا ہے جس کے لیے غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہدیٰ کے لیے تعلیم وارشاد کی ضرورت ہے۔ تعظیم شعائراللہ سے مراد خلق رابع ہے۔ کیوں کہ انسان تفہیم وارشاد کے بعد ہی ہدایت حاصل کرتا ہے۔ اور تمام ادیان شعائراللہ کے امتیاز سے ممتاز ہیں۔ من بعد ما بیّناہ ضروری ہے لوگوں پر کہ وہ اسے سیکھیں ان سے جو کتاب پر ایمان لے آتے ہیں۔ اور حامل کتاب پر بھی لازم ہے کہ تعلیم دے۔ اگر وہ چھپائیں اور ظاہر نہ کریں تو وہ ہدایت کتاب کو گویا باطل کر رہے ہیں جڑوں سے۔ اور جو اللہ کے راستہ سے ہٹے وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ ہم نے تفاسیر دیکھیں لیکن اس طرف کسی کا دھیان نہیں دیکھا۔ لیکن ترقی یافتہ قوموں میں ہم نے یہ بات دیکھی ہے کہ وہ اپنی قوم کے افراد کے لئے عمومی تعلیم مقدم رکھتے ہیں۔ اسی طرح دور اوّل کے مسلمانوں میں بھی تعلیم عمومی کو مقدم سمجھا جاتا تھا۔ یعنی فتنہ حضرت عثمانؓ تک۔

دور اوّل مسلمانوں کا کس طرح سبقت لے گیا؟ اسی تعلیم عمومی کے ذریعہ! ہمارے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ چکی ہے کہ سبقت بغیر تعمیم تعلیم کے ممکن ہی نہیں۔ دور اوّل کے مسلمان اس فرض پر قائم تھے۔ اور یہی ان کی سبقت کا واحد راز تھا۔

جب ہم نے ان آیات کو پڑھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ انہوں نے اس تعمیم پر عمل کیا تھا۔ قرآن سے ہدایت لینے کے لیے اس نعمت کا اختتام ہوا جو ان آیات کے سمجھنے اور ربط آیات سے میرے ساتھ تعلق رکھتی ہے فالحمد للہ

جب ہم نئی روشنی کے نوجوانوں میں یہ بات بیان کرتے ہیں فاذکرونی ــــــ ولاھم ینظرون کے متعلق یہ ربط اور مفہوم خاص تو لوگ حیران ہوتے ہیں اور نادم ہوتے ہیں کہ وہ فہم قرآن سے قاصر رہے ہیں۔ پھر ہمیں روایات میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ ان آیات کو اہل کتاب کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور روایت ابن عباسؓ سے ہے۔ یہ صحیح

ہے کہ اس فرض میں اختلاف اس دور کے مسلمانوں میں نہ تھا اس لئے اس زمانہ کے مفسر نے اہل کتاب کے لئے ایک مثال کے طور پر ان آیات کی تفسیر کی اور ذکر یہود کو تمثیلاً پیش کیا۔ لیکن بعد کے لوگوں نے تحریف کر کے صرف یہود کے ساتھ خاص کر دیا اور ما انزلنا من البینات والھدیٰ کو نعت محمد پر محمول کیا۔ اس طرح تو پہلی آیات کی کوئی قیمت کوئی تعلق ہی باقی نہیں رہتا۔ ہر تفسیر میں یہ بات ہی رائج ہو گئی کہ ان آیات کا غلط مفہوم درج کر دیا گیا۔ اور تدبر قرآن سے یکسر محروم ہو گئے۔ ہمارے نوجوان تعمیم تعلیم کو تمام افراد پر ضروری قرار دینے پر غور و فکر کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ اسلام اس معاملہ میں قاصر رہ گیا۔ اس واسطے مسلمان باقی اقوام سے پیچھے ہے اور حکماء مغرب نے اس حقیقت کو سمجھ لیا۔ اور وہ بڑھ گئے۔ مسلمانوں کے ذہن تک یہ بات رسائی نہ کر سکی۔ اب ہم مجبور ہیں کہ حکماء مغرب کی اقتداء کریں اگر ترقی کرنا ہے۔ جب ہم نے نوجوانوں میں یہ بات بیان کی تو وہ کچھ احتقار محسوس کرنے لگے ان کے دل سے اسلام کے متعلق شکوک دور ہوئے لیکن علماء و مدرسین اس بات کو سنتے ہیں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اس بات کو کان سے نکال دیتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی ہے کہ کسی متقدم نے آج تک یہ تفسیر نہیں کی اس لئے یہ تفسیر ان آیات کی ان کے لئے ناگوار گذرتی ہے۔ اگر یہ تفسیر تسلیم کرلیں تو وہ کتمان حق کے زمرہ میں شامل ہوتے ہیں یا جہالت کا داغ ان پر لگتا ہے۔ ہم بحمدللہ نوجوان کے واسطے سے ان پر غالب آچکے ہیں۔ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ محمد علی ہی وہ شخص ہے جو ہمارے شیخ کو شیخ الہند کا خطاب دینے والا ہے بوجہ متاثر ہونے شیخ الہند کے وہ جو ہر دار ذکی مخلص وطن اور ترقی پسند نوجوان تھا۔ ہم تعلیم کو عام کرنے کا ارادہ بہت سخت رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس طاقت نہیں کہ ہم منوا سکیں ہر اس بات کو جو ہم نے قرآن سے سمجھی ہے۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ہماری طرح اپنی آرائش کرنے لگ جاتے ہیں تو ہم مجبوراً اپنے آپ کو حکمت امام ولی اللہ کے متقید ہو کر اور ان کی امامت کے قائل ہو کر انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب ہم انہیں فوز الکبیر سے تدبر قرآن کے اصول پیش کرتے ہیں تو ہمارے لئے یہ تمام مسائل آسان ہو جاتے ہیں۔

—— باب ثانی ختم ہوا ۔ ——

اب ۱۶۳ سے ۱۷۶ تک اصول اجتماعیت اولیٰ ہیں۔ جو کہ صحرا اور جبال کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔

حجۃ اللہ میں باب کیفیۃ استنباط الارتفاقات میں ہے کہ جب ارتفاقات تمام لوگوں میں برابر برابر نہیں پائے جاتے تھے۔ جن کے اسباب کثیر ہیں تو ارتفاقات کی دو حدیں کر دی گئیں۔

۱:- ایک وہ کہ جن سے اجتماعات قاصرہ مثلاً دیہاتی اور باشندگان اونچی پہاڑیوں کا جدا ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہ بات ہم نے اس درجہ کے لئے مقرر کیا ہے اور یہ ہمارا اپنا اجتہاد ہے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾

اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

ہماری سمجھ میں اس آیۃ میں اخلاق اربعہ کا اجمال ہے ذکراللہ، شکر، الصبر، تعظیم شعائراللہ یہ تمام باتیں اِس آیت سے نکلتی ہیں۔ اللہ الالہ الواحد کی محبت اخلاق ثلاثہ کو واجب کردیتی ہے اور الوہیت ماخوذ ہے حب سے۔ شیخ فضل الرحمان مرادآبادی بہت بڑے عالم تھے۔ شیخ محمد اسحاق کے شاگردوں میں سے تھے۔ امام عبدالعزیز سے حدیث مسلسل لیتے تھے۔ اسناد کے لحاظ سے وہ خاص طور پر مانے جاتے تھے۔ ان کے ہم زمانہ علماء سے کسی نے امام عبدالعزیز سے کوئی چیز حاصل نہیں کی تھی۔ الشیخ الموصوف نقشبندیہ طریقہ کے شیخ تھے ان کے اتباع بھی بہت ہیں وہ ترجمہ قرانِ حکیم اپنے اتباع کو اردو میں پڑھاتے تھے۔ تو کلمہ الالہ جب عربی میں ہم استعمال کرتے ہیں تو عوام نہیں سمجھتے علماء اپنے ذہن کے مطابق اس کی شرح کرتے ہیں لیکن عوام اس سے استفادہ نہیں کرتے یعنی ان کے ذہن میں بات نہیں بیٹھتی جب تک اپنی زبان میں اس کلمہ کے ہم پلہ کوئی کلمہ نہ بیان کیا جائے۔ لیکن اردو میں اس کا ہم وزن کوئی لفظ نہیں۔ اس لیے شیخ موصوف نے اللہ کا ترجمہ "من موہن" کیا۔ اہل ہند یہ لفظ اس کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کے متعلق الوہیت کا اعتقاد ہو اسے فارسی میں "دِلرُبا" کہا جاتا ہے۔ تو جب اللہ کا لفظ حُبّ شدید کو ضروری چاہتا ہے تو اس لحاظ سے خود بخود اللہ کے لفظ سے ذکر، شکر اور صبر کے مفہوم یعنی اخلاق ثلاثہ ادلے صادر ہو جاتے ہیں جو اس کی پوری تشریح چاہے وہ سید الشہید کی کتاب صراط مستقیم کا مطالعہ کرے تو سہولت سے تفرع اخلاق ثلاثہ حُبِّ الٰہی سے سمجھ لے گا۔ حُبِّ عقلی۔ حُبِّ عشقی۔

کلمۃ الرحمٰن الرحیم ہمارے نزدیک تجلی اعظم اور حظیرۃ القدس کا عنوان ہے لہذا یہ کلمہ شعائراللہ کا ثابت کرنے والا ہے۔ یہ ہے اساس اجتماع فاصر کی۔ اور یہی سنگ بنیاد ہے قصر انسانیت کیلئے۔ پھر اسکے بعد ۱۶۴ کے بعد آیات

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَ

بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں

الْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور کشتیوں میں جو کہ لے کر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اُتارا اللہ نے

مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا

آسمان سے پھر جلایا اس سے زمین کو اس کے مرگئے پیچھے اور پھیلائے اس میں

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ

سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادلوں میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

آسمان اور زمین کے بیشک ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے

کسب معاش انسانی کے متعلق۔ اور اجتماع پہلے پہل اپنے قیام کے لئے طعام کا محتاج ہے۔ مرد عورت کے لئے تو سب سے پہلی چیز اجتماعیت میں کسب معیشت ہے لآیٰت لقوم یعقلون آخر میں ہے اسے ہم کسب معاش پر محمول کرتے ہیں۔ اب الفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس پر بحث کرتے ہیں۔ یعنی کشتیوں میں عقلمند قوم کے لئے آیات ہیں۔ اشارہ تجارت کی طرف ما انزلنا من السماء سے اشارہ ہے زراعت کی طرف وبث فیھا من کل دآبہ اشارہ ہے مویشی کے ذریعہ کسب معاش کا۔ مثلاً اونٹ گائے بکری گھوڑے وغیرہ کے ذریعہ۔ اسی زمرہ میں تمام شکار بھی داخل ہیں تصریف الریٰح مشینریوں اور آلات کی طرف اشارہ ہے السحاب المسخر سٹیمر جہازوں کی طرف اشارہ ہے خواہ وہ ہوائی ہوں یا بحری یا بری۔ جہاز ہوں یا ریل موٹر وغیرہ سواریاں مشینیں وغیرہ۔ کیوں کہ سحاب جب انسان کے ہاتھ مسخر ہوگا تو بخارات کی شکل میں ہوگا۔ نیز اس سے قوۃ کہربائیت بھی اخذ کی جاتی ہے۔ گویا تمام ترقی یافتہ چیزیں تمام ارتفاقات میں سحاب مسخر کی بدولت ہیں۔ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ سے مراد انسان ہیں۔ گویا اسباب معاش تمام کے تمام اس آیت سے بذریعہ عقل انسانی نکلتے ہیں۔ میرے نزدیک خلق الارض کا مختلف ہیئتوں میں آنا اس کا اشارہ معدنیات کی طرف بھی ہے۔ خلق السموٰت سے مراد تغیر مواسم وفصول (موسموں کا فصلوں کا تغیر تبدل) اور اس سے استفادہ ہے تنظیم ہیئت کے سلسلے میں سرد علاقوں کے لوگ گرم علاقوں کے لوگ اپنے علاقوں کے اور موسموں کے مناسب معاش میں رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہی استفادہ اختلاف الیل والنھار سے بھی ہوتا ہے۔ گویا علوم ریاضیہ علوم الہیہ اجتماعیت میں معاش انسانی کے اسباب ہیں۔ اور سمٰوات کی طرف منسوب ہیں۔ ہم سمٰوات کو تمام کرات سموی پر محمول کرتے ہیں۔ بلکہ عالم مثال پر بھی مشتمل ہے۔ تو جو علوم انسانی عقل کامل ہونے کے بعد سموات سے یا ارض سے صادر ہوں گے ان میں بھی عقلمند قوم کے لئے آیات الٰہی ہیں

صابی ملت کا موسس ادریس علیہ السلام ہے جو علوم ریاضیہ وعلوم الہیہ لیکر آیا۔ گویا اجتماعیت تامہ انسانیت کے لئے اپنے مکمل ہونے کے لئے جیسے ارض کی محتاج ہے اسی طرح وہ سماء کی بھی محتاج ہے اور مفسر عام طور

پھر ان آیات کو فقط تذکیر رحمٰن کے لئے محمول کر دیتے ہیں. گویا ان کے نزدیک صرف بدوی مخاطب قرآن تھے. یہ غلط ہے. ہم ان آیات کے معنی یہ لیتے ہیں کہ اسباب معاش تمام کے تمام خلق رحمٰن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں پھر رحمتہ رحیم سے بڑھتے اور پھیلتے جاتے ہیں اور ہر انسان پر واجب ہے سوی رحمٰن کے کسی کی پرستش نہ کرے اور ان ہی عقائد پر صابر رہے۔ جن کا باب اوّل میں ذکر ہے. اس طرح ان کا غلبہ بھی ہوگا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ

اور بعضے لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں

كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ

جیسے محبت اللہ کی اور ایمان والوں کو اس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی اور اگر دیکھ لیں

ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

یہ ظالم اس وقت کو جبکہ دیکھیں گے عذاب کہ قوت ساری اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا

شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

عذاب سخت ہے

۱۶۵ میں اشارہ ہے اس شخص کی طرف جو لوگوں کی عبادت کرنا چاہتا ہے. کیونکہ لوگ اسباب معاش پر چھائے ہوئے ہیں. مگر ان آیات میں صرف ان کو خطاب ہے جو لوگوں کی پرستش کرتے ہیں. گویا اشارہ عام خطاب خاص ہے۔
ومن الناس من یتخذ الخ ہماری سمجھ میں اس کے معنی ان کی معیشت کے مراکز ہیں. جیسے بادشاہ، امیر عالم، زاہد کہ ان کی اطاعت سے انہیں رزق حاصل ہوتا ہے اجتماعیت میں. یُحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ جب ان وسائل رزق کو وہ مقصود بالمحبۃ سمجھ لیں تو یہ شرک ہو جائے گا. کیونکہ انسان کی فطرت ہے جب تک خدا تعالیٰ اس کی حاجت پوری نہ کرے اس کی طرف رجوع اور محبت نہیں کرتا. یہ انسان کی عمومی فطرت ہے وَالذین امنوا اشد حبًّا للّٰہ ان کو منع کیا گیا ہے انداد سے کہ یہ منہاج المؤمنین ہے. جب کسی کو اس طرح دیکھیں کہ وہ خود ساختہ مرکز رزق کو خدا کا ند سمجھ لیتا ہے تو مؤمن اس سے زیادہ رب کو معظم سمجھتا ہے (دونوں کا مقابلہ ہے) اس طرح سے مومن کا طریقہ مشرک کے طریقہ سے الگ نکل آتا ہے۔ ولو یری الذین ظلموا شاید وہ اب بھی اپنے اعمال کے نتیجہ سے آگاہ ہو جائیں. کیوں کہ انسانی فطرت اپنے مرکز سے ہٹ چکی ہے۔
ان القوۃ للّٰہ جمیعًا اگر انسان غور و فکر کرے تو اس کے سوچ کا نتیجہ اسی بات پر ختم ہوگا. کہ ساری طاقت

اللہ کے قبضہ میں ہے۔ کاش اب بھی وہ بیدار ہو جائے کہ اس کا مرکز مرجع بس اللہ ہی ہے۔ اپنی ذات کا تعلق صرف اسی سے ہونا چاہیے۔ اگر ایسا نہیں اور وہ خدا سے منحرف ہونے پر ہی کمربستہ ہو چکا ہے تو وہ اپنے آپ کو سخت عذاب میں ہی محسوس کرتا ہے گا (اس یعنی جہاں میں وہ اپنی طاقت سے مطلع نہیں ہوگا۔ اور اسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب اس پر لا رہا ہے۔ یہ مقدار ہے جس سے اجتماعات قاصرہ میں انسان قدرت حاصل کرتا ہے۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَ

جب کہ بیزار ہو جائیں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی ان سے جو ان کے پیرو ہوئے تھے اور دیکھیں گے عذاب اور

تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً

منقطع ہو جائیں گے ان کے سب علاقے اور کہیں گے پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا

فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ

مل جاتا تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے اسی طرح پر دکھلاتے گا اللہ ان کو ان کے کام

حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

حسرت دلانے کو اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں نار سے

اس کے بعد ۱۶۷ میں یہ ذکر ہے کہ دنیاوی زندگی میں غلطی کا نتیجہ اُخروی زندگی میں نتیجہ خیز ہوگی۔

اذ تبرّ۔۔۔۔ من النار یہ تمام انسان کی جہالت فی الدنیا کا نتیجہ ہے۔ فصل اول اس باب میں سے مکمل ہوئی

اُوپر کا خلاصہ:۔ کسب معاش مصارف فطرت میں سے تھا۔ اور رجوع صرف خدا تعالیٰ کی طرف بھی ضروری ہے جو غلطی کرتا ہے اس معاملہ میں اور وہ لوگوں کے ہاتھوں سے رزق لیتا ہے مگر اپنے آپ کو مسئولیت سے مبرا کر لیتا ہے۔ اور وہ خطیرۃ القدس میں غور و فکر نہیں کر سکتا حتیٰ کہ آگ میں داخل ہوتا ہے یہ اس کا شرک ہے جعل انداد ہے گویا وہ اصول باب اول بھول گیا یا نہ معلوم کر سکا حتیٰ کہ عذاب تک پہنچا۔

فصل ثانی

کسبیات کا مصرف اور استفادہ معاش اور پہلا فائدہ جو اسے کسب کے بعد معاش سے حاصل ہوگا وہ یہ ہے کہ کھانے کھائے گا۔ آیت ۱۷۲، ۱۷۳ میں کُلُوا الخ ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا

اے لوگو کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾

شیطان کی　　بیشک وہ تمہارا دشمن ہے صریح

یہ قید قانون پابندیٔ قانون ایسی ہے کہ اس سے اجتماع قاصر بھی خالی نہیں یعنی مستثنیٰ نہیں یہی تمدن میں ارتقاء انسانیت کی بنیاد ہے۔ اسیطرف اشارہ ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الخ یہ کیسی قانون کی پابندی ہے یعنی اتباع ہوی عدم پابندی کا نام ہے

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾

وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ برے کام اور بے حیائی کرو اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے

سوء سے مراد خبث اور اجتماع میں حرام ہے اس کا ارتکاب فحشا سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ترک حیا۔ اور اتباع ہوی ہوتے ہوئے حظیرۃ القدس کی طرف گامزن نہیں ہو سکتا۔ اس کا اشارہ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ الخ حظیرۃ القدس کے لئے طریقہ کامل لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ انہوں نے دیکھا ہے یا دیکھنے کے برابر ان کی بصیرت ہے اس درجہ کی تحصیل کے بغیر حکم کا نام جہل ہے۔ انسان اللہ پر وہ تصورات باندھتا ہے جن کا علم اسے نہیں اس کی تعبیر دوسرے لفظوں میں

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور جب کوئی ان سے کہے　　کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے

یعنی ارتقاء اجتماعیت کے لئے ضروری ہے کہ ایسی کوئی بنیاد نہ ڈالے البتہ فطرت انسانیہ کے موافق طرح ڈالے یہی اتباع حظیرۃ القدس سے

قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

تو کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کریں گے اسکی جس پر دیکھا ہم نے اپنے باپ دادوں کو

قانون صحیح کے پابند نہیں ہوئے بلکہ اتباع آبا کرتے ہیں۔ یہ اتباع آبا بھی فطرت کے مخالف نہیں جب کہ وہ آبا کو فطرت متبع پالیں اور ان کے معتقد بن جائیں اور جن آبا کو متبع فطرت نہ دیکھیں ان کو ترک کر دیں۔ لیکن جب وہ مکلف ہی نہیں سمجھتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے آباء تو متبع فطرت نہ تھے اور یہ آباء کے متبع ہیں اس شکل میں گویا یہ مخالف فطرت ہیں۔ اسکا اشارہ یوں ہے

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿١٧٠﴾

بھلا اگرچہ انکے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی　　اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ

جنہوں نے جہالت میں حد کر دی ہے اور حظیرۃ القدس کی اتباع ایک بھی نہیں کی، ان سے ارتقاء انسانیت کی توقع ناممکن ہے یہ حیوانات کے مثل ہیں۔ جو انسان کی بات ہی نہیں سمجھتے نہ ہی تدابیر ارتفاقیہ میں ارتقاء پذیر ہیں۔ رتعلیم انسانوں کو ارتقاء اعلیٰ کے اہل اور قابل بناتی ہے۔ اشارہ یہ ہے

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً

اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے

وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور چلانے کے بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے

۱۷۱ اکمثل الذی ینعق" یعنی حیوان کے مانند ہیں۔ تو کافر مثل حیوان کے ہیں کہ انسان ان سے خطاب ہی نہیں کر سکتے۔ وہ ارتقار کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتے۔ نہ ہی وہ کان آنکھ زبان استعمال کر سکتے ہیں۔ تو جو لوگ دیہات کے بدوؤں کو تعلیم قرآن کا مادہ سمجھتے ہیں وفہم مطالب سے بعید ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا

اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو

لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ

اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو اس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مردہ جانور

وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا

گویا جو چیزیں وہ کما لائے گا۔ ان میں سے بعض ایسی اشیا ہوں گی جن سے وہ پاک لطف حاصل کرے گا۔ اس لئے من طیبات میں اشارہ ہے۔ اس کے بعد احوال اولیت کی طرف رجوع ضروری ہے کیوں کہ اکل سے ایک ایسی قوت حاصل ہوئی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اجتماعیت میں اللہ کے طریقہ پر چلیں۔ اس کا اشارہ ہے واشکروا اللہ اور پلید چیزیں جیسے مردہ، خون ان سے بچنا ضروری ہے۔ کیوں کہ مردہ بے ہمت کر دیتا ہے اور خون سنگدل بنا دیتا ہے۔ اس لئے فطرت انسانی ان دونوں چیزوں سے پرہیز کرے گی۔ اور انہیں پلید سمجھے گی۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ ؎ تھے کرگس اور نہ زغن کی طرح ہم مردار خوار ؛ قوت اپنا تھا جو خود ہی مار کر لاتے تھے ہم حنیفی ائمہ خنزیر کو اس لئے حرام کرتے ہیں کہ اس میں فطرت انسانیہ کے لئے مضرات ہیں۔ کیونکہ یہ حیفتی میں اشتراک روا سمجھتا ہے اور یہ فعل کسی حال بھی جائز نہیں۔ اگر اس میں کچھ فائدے بھی ہوں یعنی اکل خنزیر میں مگر اس کے نقصانات عظیم ترین ہیں۔ اس لئے وہ حرام ہے۔ ۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یہ حنیفیت کا شعار ہے۔ بعض اشیاء بیّنہ (بدیہی) ہیں جنہیں

فطرت انسانی حرام سمجھتے ہیں فی البداہت فیصلہ کرتی ہے بعض کے لئے کافی غور کرنا پڑتا ہے۔ وہ فطری ہوتی ہے۔ اس کی مثال تحریم خنزیر کی ہے۔ وَمَا اهل به لغیر الله بھی فطری ہے۔ یہ مستطیع کے لئے حرمت جس کے عکس مضطر و مجبور ہوتا ہے اس کے لئے روا ہے

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں بیشک اللہ ہے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

بڑا بخشنے والا نہایت مہربان

مگر مضطر کس حالت میں سمجھا جائے گا (۱) کتاب اللہ نے انسان کو یہ تفویض کر دیا ہے۔ کتاب کا اثبات یہ ہے کہ قوت فطریہ اپنے واجبات کے ادا کے لئے مسولیت کے حساب سے ہو گی۔

لیکن جو شرک کرے وہ اس حساب کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ کیوں کہ انداد اسے اپنے تفکر کا موقعہ ہی نہیں دیتے۔ پس طیبات جن کے متعلق اللہ نے حلت کر دی ہے۔ وہ ہمارے لئے غیر محرم ہیں گو یا قانون کا متن یہ ٹھہرا انسان کھائے پاک چیزیں مگر حرام نہ کرے۔ یا بالفاظ دیگر حلالاً طیبا اسی طرف اشارہ ہے فصل ثانی کی ابتدا ہیں

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ

بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب اور لیتے ہیں اس

بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ

پر تھوڑا سا مول وہ نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ

وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ

اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

لئے ہے عذاب دردناک

یہ فصل ثانی تھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماکولات میں پابند سمجھا جائے۔ اس کی تفصیل ہیں۔

(۱) وہ خبیث نہ ہو جسے طبیعت رد کرے (۲) وہ مخالف نہ ہو اس چیز کے جس پر ائمہ تکمیل انسانیت کا

اجتماع ہے۔ یہ پابندی لازمی ہے۔

فصل اوّل میں وہ پابند ہیں اللہ پر اعتماد کرنے کے لئے کسب معاش ہیں فصل ثانی میں وہ پابند ہیں ترک خبائث سے اور اُس چیز کے ترک سے جس سے ائمہ اجتماع نے منع کیا ہے۔ اصول اخلاق کے بعد یہ اصول انسانیت تھے جو گذرے ہیں۔

تعمیم تعلیم عامۃ الناس کے لئے یہاں بھی ضروری ہے۔ یہ باب ضروریات انسانیہ کا ہے اُس اعتبار سے کہ اجتماع کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اُسکی تعمیم بھی اوّل کی طرح لازم ہے جو لوگ چھپائیں گے۔ وہ داخل فی النار ہوں گے۔ اور پہلوں کی طرح لعنت کئے جائیں گے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَ

یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور

الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (١٧٥)

عذاب بدلے بخشش کے سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ دوزخ پر

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ

یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور جنہوں نے

اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ (١٧٦)

اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بیشک ضد میں دُور جا پڑے

(اُس کے بعد ۱۷۴ : ۱۷۵ : ۱۷۶) بیان ہے کہ تعلیم جبری ابتدائی درجہ کی ہو اور یہ بھی ابتدائی کا جزء ہے پہلے کی طرح گویا ابتدائی تعلیم دو سالوں میں ختم ہوئی ہے۔ اُس کے بعد ایسی تہدید نہیں آئی آخر سورۃ تک اس تہدید کے تکرار سے مجھے تعجب ہوا کہ کئی آیات کے بعد دوبارہ کیسے آئی۔ جب میں نے یہ دریافت کر لیا کہ اُس کی بھی تقسیم ضروری ہے مجھے تشفی ہوئی۔ بحمد اللہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ۔ ۔ ۔ ۔ الیم میں اس تہدید اور تہدید اوّل کی مثال پیش کرتا ہوں جس سے اُس فعل شنیع کا اندازہ لگایا جائے گا ایک طاقتور آدمی ہے اس کے ساتھی بھی ہیں وہ ایک تالاب کا مالک ہے جس میں بارش کا پانی جمع ہے لوگ شدت پیاس سے اسکے پاس جاتے ہیں اور پانی پینے کی خواہش کرتے ہیں مگر وہ ظالم سختی سے اُنہیں روک دیتا ہے حتیٰ کہ پیاسے مرجاتے ہیں تو کیا دین میں کوئی قانون ہے جو اس ظالم پر رحم کرے؟

بعینہٖ یہی حال ان حملۃ الکتاب کا ہے کہ یہ لوگوں تک پہنچتے ہی نہیں۔ انہیں یہ ابتدائی اصول ہی نہیں بتاتے۔ اور یہ کو وہ یہود و نصاریٰ مُسلم ہیں۔ درحقیقت یہ حق سے بعید ہیں اور تمام جہال کے موت کا گناہ ان کتاب برداروں پر ہے جو گدھوں کی طرح بوجھ لادے ہوئے ہیں اور ان جاہلوں کو چھوڑتے بھی نہیں کہ وہ کسی دوسری قوم سے ہی ہدایت پا سکیں۔

باب تمام شد الحمدللہ

اوّل سورۃ سے لے کر یہاں تک امام عبدالعزیزؒ نے تفسیر لکھی ہے جس کا نام فتح العزیز رکھا ہے۔ اور اسی طرح قرآن کی آخری دو سپارے تبارک الذی اور عَمَّ کی تفسیر بھی لکھی۔ ان کی تفسیر میں ضعیف چیزیں بھی ہیں بلکہ موضوع بھی۔ جن کو انہوں نے دوسرے حکما کی طرح درج کیا ہے اور اگر وہ ان کو درج نہ کرتے تو ان کے معصر آپ کی طرف نہ توجہ کرتے اور نہ نفع اٹھاتے۔ امام عبدالعزیز وہ ہیں جنہوں نے اپنے والد امام ولی اللہ کے علوم کو پھیلایا اگر وہ نہ ہوتے تو لوگ امام ولی اللہ کو نہ جانتے کہ وہ حکیم اور مجدد ہیں صرف یہ جانتے تھے کہ وہ صوفی ہیں۔ اگرچہ خواص اصحاب جانتے تھے کہ وہ امام حکیم اور مجدد ہیں پھر امام عبدالعزیزؒ نے اپنے والد کے عُلوم کی اشاعت کے لئے ایک مدرسہ کھولا اور مدرسہ کے نصاب میں اُن کی کتابیں داخل کیں اور وہ لوگ جو اس مقصد میں ان کی اعانت کے لئے کھڑے ہوئے۔ امام رفیع الدین امام عبدالقادر یہ دونوں امام عبدالعزیز کے بھائی ہیں۔ یہ دونوں ہند میں بڑے مشہور اور ان کے مدرسہ کے بڑے مدرس ہیں۔ دوسرے طبقہ میں اس مقصد کے لئے کھڑے ہونے والوں میں صدر الشہید مولانا محمد اسمٰعیل شہید امام عبدالعزیز کے بھائی شیخ عبدالغنی کے بیٹے ہیں۔ اور مولانا محمد اسحاق جو امام عبدالعزیز کے نواسے یہ دونوں ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان دو طبقوں سے سینکڑوں لوگ نکلے جنہوں نے اپنے علوم سے زمین ہند کو پُر کر دیا۔ چنانچہ کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس کو حدیث کی سند حاصل ہو اور وہ امام عبدالعزیز اس کا سر چشمہ نہ ہوں۔ پھر امام عبدالعزیزؒ نے مذکورہ بالا امور سے فراغت کے بعد جہاد کا پروگرام منظم کیا اور انقلاب کے لئے میدان بنایا اور وہ لوگ جو اس مدرسہ سے نکلے وہ اس پروگرام کو چلانے کیلئے کھڑے ہوئے۔ ہمارے دیوبندی مشائخ انہیں کے اتباع اور طریقہ پر ہیں۔ اس کے بعد امام اسمٰعیل شہید اور امام محمد اسحاق نے امام عبدالعزیز کے طریقہ کی تجدید کی اور ہمارے شیخ شیخ الہند اسی طریقہ پر تھے پھر انہوں نے اپنے بعض متبعین کو تجدید کا حکم دیا۔[1]

---

[1] اور وہ خود حضرت امام مجدد قبلہ مولانا عبیداللہ سندھی ہیں جن کو شیخ الہندؒ نے تجدید کا حکم دیا۔

(از محمد معاویہ عبداللہ)

باب ثالث اجتماعیت متوسطہ میں جو آباد شہروں میں پائی جاتی ہے،

قریٰ عامرہ کے اجتماع کا نام ہم ارتفاق ثانی رکھتے ہیں۔ یہ انسانیت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس کے بعد مدینہ عالیہ یعنی بڑا شہر امپریلزم دار الحکومت پر منتج ہوتا ہے لیکن کسی بڑے شہر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہاں مختلف اقوام کا تداول ہو۔ البتہ متوسط شہر میں ضرور اجتماع صالح رہے گا۔ اس شہر کی مثال حجاز کے شہروں میں ہے اُم القریٰ طائف مدینہ جن کی اصلاح کے بعد قرآن نے اجتماعیت عالیہ کا فائدہ رکھا ہے۔ اعراب بادیہ اجتماعیت اولیٰ میں ہیں اور وہ اس اجتماعیت ثانیہ کا مادہ ہیں لیکن وہ ارتفاق اول میں قرآن کے مخاطب اس کے احکام دائر کرنے کے لئے نہیں۔ وہ اپنی اجتماعیت منظم کرتے ہیں۔ وہ اجتماعیت قریٰ میں شامل ہیں اور احکام قریٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ مثلاً التفقہ بہت سے تفسیر قرآن والوں نے تفقہ سے منع کیا ہے۔ اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ قرآن کو صرف درجہ اُولیٰ کے امور اجتماعیت کی کتاب بنا دیا گیا ہے فقط۔ اور گویا اس میں اخلاق و معارف صرف اسی درجہ اولیٰ کے مطابق ہیں۔ اور تفاسیر عام طور پر لکیر کی فقیر ہوگئی جو کچھ پہلے کوئی لکھ گیا ہے۔ اس کے مطابق تمام لکھتے چلے آئے۔ اسی واسطے حکماء کے اعراض تدبر قرآن کا سبب بن گئی ہیں۔ یہ ہمارے زمانہ میں موجود ہے۔ اور حکماء یورپ کے ذریعہ یہ انکار ہماری قوم میں موجود ہو چکا ہے کیوں کہ مسلمانوں کی اولاد ان سے تعلیم لینے پر مجبور رہے اس لئے وہ طلباء ان حکماء یورپ کا احترام بھی کرتے ہیں۔ اور قرآن میں سوائے انکار کے یہ حکماء یورپ بھی التفات نہیں کرتے۔ اگر انسان ان کے انکار کی اصل وجہ معلوم کرے تو وہ ان تفاسیر کی طرف رجوع کرے گا۔ کہ یہ تفاسیر ہی انکار قرآن کا سبب بن چکی ہیں۔ میں نے تمام مفسرین کو چھان مارا ہے لیکن کسی ایک بھی تو خدا کے بندے نے وہ بات نہیں لکھی جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھی ہے کہ قرآن کا خطاب اجتماعیت وسطے والوں کے لئے ہے۔ اس کی تصریح انہوں نے بدور بازغہ میں کی اور سمجھ دار آدمی ان کی عام کتابوں میں یہ بات عام طور پر ادراک کر سکتا ہے

لوگ دو قسموں کے ہوتے ہیں۔

(۱) جو ترقی یافتہ اسلامی دار الحکومتوں اور امپریلزم کو تعلیم قرآن کا مقصد سمجھ لیتے ہیں اور اپنی تاریخ پر سر دھنتے رہتے ہیں فقط۔ عرب دمشق اندلس اور کچھ بغداد پر۔ اور عجم بغداد اور جو اس سے حکومتیں متفرع ہوئیں کسی زمانہ میں دنیا بھر میں اسلامی دار الحکومتوں کا زور تھا۔ لیکن انقلاب کے بعد وہ نام تباہ و برباد ہو گئے۔

اس لئے لوگوں پر قرآن کے نسخ کے اوہام غالب ہو گئے. حالاں کہ ان خیالات کی بنیاد ہی غلط ہے. کیوں کہ اگر قرآن میں تدبر کریں تو وہ امپریلزم کے ہی خلاف ہے. اور لوگوں کو اجتماعیت صالحہ کی طرف بلانے کے لئے آیا ہے. جو فطرت کے منافی ہو. اور اجتماعیت وسطی ہی ہے.

اسی واسطے قرآن نے ہر قوم کے واقعات اور ان کی ہلاکت کے اسباب و واقعات بیان کئے ہیں. کیوں کہ وہ دنیا کی آرام پرستیوں میں رہ کر امور آخرت سے غافل ہو چکے تھے. اور اس کی مراد یہ ہے کہ ظالم خسران اور عذاب ابدی جمع کرتا ہے. اور موجودہ مدنیات پر بھی یہ حکم لاگو ہوتا ہے کہ وہ ظلم کر رہے ہیں اور مخصوص طوائف و قبائل کے لئے بڑی بڑی عمارات بلڈنگیں بنا رہے ہیں. یہ نتیجہ ہوتا ہے امپریلزم کا اور یہی ان کے اسباب ہلاکت ہیں. اور اس کے بعد نتیجہ عذاب ابدی ہے. پس کیوں فخر کرتے ہیں. امپریلزم پہ گذشتہ اقوام کی طرح حضرت امام ولی اللہ نے بڑی آب و تاب کے ساتھ یہ بات سمجھائی ہے (حالانکہ لوگ ان کی بات سننے سے بہت گریز کرتے ہیں) کہ لوگ خود بخود اجتماعیت وسطے کی طرف آ رہے ہیں. لیکن لوگوں نے ان کی بات پر عمل نہ کیا. اور ان تفسیروں کی طرف چلے گئے. جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے. ہم یقین رکھتے ہیں اگر کوئی حکیم تفسیر قرآن کرے تو آج یہ قرآن حکماء یورپ پر بھی حجت بن سکتا ہے. لیکن لوگ اب جب کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے اور ان کی خواہشات ہلاکت زدہ لوگوں کی طرح ہیں وہ دعوت دیتے ہیں اپنے فرسودہ اور رخذل یافتہ خیالات کے لئے اور طرہ یہ کہ اس کا نام اسلام رکھتے ہیں. میں نے اچھی طرح یہ بات بھانپ لی ہے کہ انہوں نے کسی یورپین حکیمانہ تعلیم سے تنبیہ حاصل نہیں کی تو وہ اسلام کی طرف کبھی نہیں لوٹیں گے. الا ماشاء اللہ

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ

نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی

لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ

لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر

وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ

اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو

وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ

اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ

اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں

وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ

اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں سچے اور یہی

هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ہیں پرہیزگار

۱۷۷ اخلاق اربعہ کے امور ایمانیہ پر مشتمل ہے اور اجتماعیت اولی پر مشتمل ہے۔ نیز تفصیل اجتماعیت وسطی کے لئے مناسب ہے۔ اس پر بھی مشتمل ہے تو قانون کی پابندی اور طلب رزق کی پابندی اس فطرت پر ہ کر جو اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ اور فطرت بنائی ہے۔ اسکی قید بھی اس شخص کے لئے لگائی ہے کہ معادن قدرت سے اس طرح اکتساب کرے اور اصول اربعہ کو ترک نہ کرے اور جو لوگ معادن ارتفاقات پر غالب آچکے ہیں۔ ان کی اتباع نہ کی جائے۔ اسی طرح ایک مرکز کی ضرورت محسوس ہوگی اور وہ مرکز شعائر اللہ میں سے ہوگا۔ پس بیت اللہ جس میں نبی اللہ ہے۔ اور کتاب اللہ کا درس دیتا ہے اور مسلمان اُس کے اردگرد اوقات صلوٰۃ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ اس کے لئے مرکز ہے۔

پس قرآن اس آیت میں دعوت دیتا ہے اس مقصد کے لئے اور صورت پر اقتصار اور کوتاہی کا انکار کرتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمام اقوام تمدین میں اخلاقِ ثلاثہ کا اختلاف نہیں کرتے۔ یعنی ذکر شکر صبر میں بلکہ وہ اختلاف کرتے ہیں اپنے شعائر اللہ کے مراکز کے تعدد میں۔ پس ان کے لئے تعظیم شعائر اللہ صرف قبلہ کی طرف رُخ کرنا ہی ہوتا ہے کہ جو ان کے قبلہ کی طرف رُخ کرے گا۔ وہ ان کی ملت کا فرد سمجھا جائے گا۔ خواہ وہ اس قبلہ سے غائب ہو۔ دور ہو۔ قرآن اسی اقتصار اور تحدید پر اکتفا کرنے کا انکار کرتا ہے۔ بلکہ دعوت دیتا ہے کہ معانی مقصودہ کی طرف نظر کرنی چاہیے۔ آیا اہل قبلہ ان معانی کا احترام کرتے ہیں یا نہیں ؟۔ اگر وہ ان معانی مقصودہ پر قائم نہیں تو وہ متقین صادقین نہیں ہیں۔ بلکہ وہ منافقین ہیں۔ لکن البر من اٰمن الخ اجتماعیت اور بقیہ اخلاق اربعہ کی تفسیر کرتی ہے اور اس کے بعد جو ایمان تام مفصل کی طرف اجتماعیت ہے اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اتصال ہے۔ حظیرۃ القدس میں تجلی الٰہی ہے۔ اتصال حظیرۃ القدس کے ساتھ ایمان باللہ ہے۔ حظیرۃ القدس انسانیت کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ یہ ایمان بالیوم الآخر ہے۔ حظیرۃ القدس میں ملائکہ عظام ہیں اور ان کے اتباع ملأ سافل ہے۔ ان چیزوں کا ایمان ایمان بالملائکہ ہے۔ حظیرۃ القدس میں شرائع انسانیت عامہ کا تقرر ہے ان پر اعتقاد رکھنا

ایمان بالکتاب ہے۔ حظیرۃ القدس انسانوں میں سے چند ایسے انسان پکڑتی ہے جو جوارح کے مثل ہوتے ہیں۔ اور ذریعہ ہوتے ہیں حظیرۃ القدس کے مقرر کردہ باتوں کی تکمیل کے لئے۔ اور انسانیت کو حظیرۃ القدس کی طرف پھیرتے اور چلاتے ہیں۔ تو یہ کلام ایمان بالانبیاء ہے۔ قرآن نے تصریح کی ہے کہ شرق و غرب مختلف اقوام کے لئے اسلام نہیں کیوں کہ یہ تو تفریق پیدا کرتے ہیں۔ حالاں کہ تعلیمات سے مراد اجتماع عام کو دعوت دینا ہے اور یہ طریقہ جب تک اہل قبلہ کے دل میں حظیرۃ القدس کا یقین نہ حاصل ہو رائج نہیں ہو سکتا۔ تو اقوام مختلفہ ایک معنی کی طرف جب توجہ کریں گے۔ تو وہ اس کی اصناف اور صورت کا اختلاف، اختلاف نہیں گردانینگے۔ یہ ایمان حق کی طرف داعی ہے۔ اور ایسے اجتماع کا وارث بنانے والا ہے جو اجتماعیت وسطےٰ کا مدار بن سکے۔ یہی مقصود دعوت قرآنیہ کا ہے۔ اور تمام ملتوں میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس سے اجتماع عالیہ کی ترقی ایسی مقصود نہیں کہ وہ لوگوں کے خدا بن جائیں۔

تنبیہ: عام طور پر مسلمان، زمانہ نبی اور زمانہ شیخین پر فخر کرتے ہیں۔ اور اصول بنی اُمیہ پر عرب فخر کرتے ہیں۔ اور عجم بنی عباس کے اصول پر فخر کرتے ہیں۔ بنی عباس کے بعد ایران، توران ہند کے خُلفاء پر فخر کرتے ہیں۔ جب وہ یُورپ کی ترقی یافتہ مدنیت پر نظر کرتے ہیں تو وہ کچھ حقارت سے اپنے مذکورہ بالا خلفاء کو دیکھتے ہیں کیوں کہ ان میں وہ بات نہیں یہ قرآن کی حقیقت کا احساس نہیں رہا۔ ہم نے اس ولی اللہی حکمت کے ذریعہ تمام ان باتوں کو حقارت سے دیکھا ہے۔ جن کو عام المسلمین باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ ہم یہ دیکھتے ہیں اجتماعیتِ اسلامیہ کے لحاظ سے باقی ملتیں بہت پیچھے ہیں اور وہ اجتماعیت کی اس منزل تک پہنچ جہاں آج کا یورپ بھی نہیں پہنچ سکا ہے۔ ہم اللہ کا شکر کرتے ہیں کہ یہ صرف اسلام ہی میں ہے کہ ہم ہزار سال سے زیادہ روئے زمین پر باقی رہ سکتے ہیں۔ اگر ہماری مدنیت درجہ فانیہ پر منتہی ہو جاتی تو ہم ہلاکت یافتہ قوم ہو جاتے۔ ہم قرآن کی تعلیم سے اجتماعیتِ اولیٰ اور اجتماعیت عالیہ کا ذکر دیکھتے ہیں۔ اجتماعیتِ وسطےٰ ہی قرآن کی تعلیم ہے۔ ایسی اجتماعیت متوسطہ جو تمام اقوام پر شامل ہو۔

ہم اجتماعیت متوسطہ وسیع معنٰی میں لیتے ہیں کہ وہ روئے زمین پر عرض و بسط کے لحاظ سے ہو۔ طول کے لحاظ سے نہیں۔ کیونکہ یہ توسیع ایام قلیلہ کے بعد اس قوم کے لئے مہلک ثابت ہوتی ہے۔ آج ہم انگریزوں کی ترقی یافتہ امپیریلزم دیکھتے ہیں کہ اس میں دس آدمیوں سے بھی کم آدمی اپنی خواہشات کے مطابق حکومت کرتے ہیں۔ قوموں کو قتل کرتے ہیں۔ ان پر سختی اور ظلم کرتے ہیں۔ اور فساد پھیلاتے ہیں۔ اور اس کا نام اصلاح رکھا ہوا ہے۔ اور عجیب عجیب حیلے بہانے اور چالاکیاں ہیں کہ لوگوں کو غافل کئے ہوئے ہیں حق سے۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ

ان سے زیادہ عرصہ تک راضی نہیں رہے گا۔ ہم اس تدبیر خدا کا انتظار کرتے ہیں کہ قومیں بیدار ہو جائیں گی۔ اور یہ اجتماعیۃ پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گی۔ لوگوں نے روس میں بھی بہت بڑی علامات و آیات دیکھی ہیں۔ خلافت آل عثمان کے دوران میں یہ بات تھی کہ تمام گوشہ ہائے زمین سے جو کچھ پاتے وہ دار الحکومت میں جمع کر دیتے۔ اور اس طرح تمام قوموں پر وہ دار الخلافہ حکومت کرتا تھا۔ اور تمام قومیں اسی دار الخلافہ کے تابع ہو کر رہ جاتی تھیں۔ اسی طرح ہالکین کا طریقہ ہوتا۔ یہ بات اسلام میں نہیں۔ اور وہ خلافت آل عثمان تین سو سال تک باقی رہی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی یہ مرض رہا جب کہ وہ توسط کی طرف مائل تھی۔ چند دنوں تک یہ بات چلی جس وقت وہ بلندی کی طرف مائل ہو رہے تھے تو تنزل کی زد میں آ پہنچے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ الخ یہ ہے مدار ارتقاء اجتماعیت کا جو غلو مفرط کی طرف جاری ہو۔ پس اجتماعیت صالحہ متوسط مال کو جمع نہیں کرتی کسی ایک مرکز میں۔ بلکہ تمام افراد قوم کو ان کی عمومی حاجات و ضروریات میں اغنیا اور مستغنی کرتی ہے۔ اور یہی طریقہ ہے طویل ایام تک تمدن باقی رہنے کا۔ تو مال کی تقسیم اللہ کی محبت میں پہلے ذوی القربٰی پر کی جائے کہ ان میں کوئی حاجت مند نہ رہے۔ ذوی القربٰی پر مال کی تقسیم دو قسموں پر ہے، ایک وہ قسم جس میں حکمت کا اتباع کیا جائے۔ ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ تمام اقارب کو دیکھے اور انہیں اپنے پاؤں پر کاروبار کی آزادی دے جو ان کی استعداد کے مطابق ہو اگر وہ اس پر قادر نہ ہوں تو وہ صاحب مال سے جتنی حاجت ہے اس کا انہیں حکم دے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ انہیں کسی قسم کی رہنمائی نہ کی جائے۔ بلکہ انہیں اپنا محتاج اور دست نگر کر لیا جائے یہ اس کے اپنے لئے اور اقارب دونوں کے لئے مہلک طریقہ ہے۔ اس طرح کا خلط اس واسطے آیا ہے کہ حکمت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ اس کے بعد ذوی القربٰی کی باری آتی ہے پھر مساکین کی جو اس کی قوم میں ہوں۔ بطریقہ حکمت۔ اس کی مثال ہمیں نبی مقدس نے سکھائی ہے کہ ایک آدمی سوال کرنے آیا آپ نے اسے سوال سے منع کیا اور لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ اس مال سے جو اس کے پاس تھا یا اس مال سے جو اس کے پاس تھا۔ اس آدمی نے لکڑیاں خریدیں اور کاروبار کیا۔ اسی طریقہ حکمت پر انفاق ہونا چاہیئے۔ پھر اہل ضرورۃ پر انفاق کرے خواہ اس کی قوم کے نہ ہوں۔ مثلاً مسافرین اور ایسے سائلین جو کسی سخت ضرورت میں مبتلا ہوں۔ یہ آزاد قسم کے مسافر یا سائل مراد تھے۔ اس کے بعد غلاموں کی باری آتی ہے۔ گویا مال کو اپنے گھر میں جمع نہ کرنا چاہیے جبکہ وہ ضروریات سے فالتو ہو۔ اس طرح اگر کسی قوم کی عادت بن جائے تو وہ تمام مصائب سے نجات پا سکتے ہیں۔ اگر خزانہ جمع کرنے

اور اکتناز میں مصروف ہو جائیں گے۔ تو وہ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے تو اجتماعیت صالحہ سرمایہ داری برداشت نہیں کر سکتی بلکہ اشتراکیت کو ضروری سمجھے گی۔ مضاربت کے اصول پر جیسے آجکل سوسائٹی کا طریقہ ہے لین دین ہونا اور سود نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ربا اکتناز پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

تنبیہ

سیاسی معاملات میں ہمارے متفق ایک شخص بمبئی کا شیخ ابراہیم بن عبداللہ سندھی ہے جو اقتصادی علوم کا ماہر ہے اس نے ہمیں ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک بار اس سے اسکے استاذ اقتصادیات نے سوال کیا کہ اسلام انتفاع بالاموال کو حرام کرتا ہے اور یہی معنی ہے اس بات کا کہ یورپ سود کو مال کمانے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔ جیسے اصل پونجی اور اصل سرمایہ ہوتا ہے۔ اسی بات کی طرف اشارہ ہے انما البیع مثل الربٰوا جو مشرکین کا قول ہے۔ تو اس استاذ نے کہا انسان کیسے اجتماعیت میں ترقی یافتہ بن سکتا ہے جب کہ ترقی نفع مال کو حرام کرنے سے مراد لی جائے۔ تو شیخ ابراہیم نے جواب دیا کہ اسلام نفع اموال کو حرام نہیں کرتا بلکہ اس کی خاص قسم کو حرام کرتا ہے یعنی جب نفع اور ضرر صاحب مال اور عامل میں مشترک ہو تو اسلام اس کی ممانعت نہیں کرتا۔ البتہ جب نفع صاحب مال کے کھاتہ میں ہو اور ضرر عامل کے حصہ میں تو اسے اسلام ربا کہتا ہے اور حرام کہتا ہے۔ خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ جب استاذ نے اس بات کو سمجھ لیا تو اس نے کہا ھلک اوربا یورپ ہلاک ہو جائے گا۔ اگر اسلام سے اس نے یہ بات نہ سیکھی۔ اس وقت سے میں تحریم ربا کی نص کو سمجھنے سمجھانے پر قادر ہوا ہوں۔ اور تعلیم قرآن کے سلسلہ میں نوجوانوں کو ربا کی تحریم کا مسئلہ سمجھا سکتا ہوں۔ اس سے پہلے میں "ربا" کے متعلق صریح مقصد نہیں سمجھتا تھا یہ جو نقصان عامل کے حق میں ہوتا ہے۔ صاحب المال کی جانب سے اس پر شیخ ابراہیم کی بات سے تنبیہ ہوئی۔ اسے میں نے حجۃ اللہ البالغہ کے چند مقامات سنائے وہ حیران ہوا اور اس نے کہا کیا عربی میں اس مسئلہ پر بھی روشنی ہے؟ کیوں کہ اس سے پہلے اس نے ایسی اقتصادی باتیں نہیں سنی تھیں۔ اس کے بعد میں نے یہ واقعہ بڑے بڑے اہل علم کو بیان کیا اور انہوں نے کہا کہ کسی انگریزی تعلیم یافتہ سے سوائے اس بات کے کوئی حکمت کی بات نہیں سنی؟ یہ باتیں روس کے انقلاب سے پہلے کی تھیں۔ جب ہمیں انقلاب روس کا علم ہوا تو ہمیں استاذ شیخ ابراہیم کا قول صحیح نظر آیا۔ بہت سے اہل علم کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ اسلام چونکہ ربا کو حرام کرتا ہے گویا وہ اشتراکیت کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے وہ روسی تحریک کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور اسے اسلامی تعلیم کے مطابق سمجھتے ہیں۔ میں جانتا ہوں یہ بات مجملاً کہہ دینا مفاسد عظیمہ کا باعث بن سکتا ہے۔ اس لئے میں سرمایہ داری کے خلاف متفق

ہوں اور باقی روسی مفاسد کو میں زیر بحث نہیں لاتا کہ ان میں انکار ادیان ہے۔ سنت نکاح نہیں۔ افساد اجتماعیت ہے۔ تربیت اولاد نہیں۔ وغیرہ اسی واسطے میں نے ایسا پروگرام بنایا ہے جو سرمایہ داری کے خلاف ہو۔ لیکن اسلام کے نام پر نہ ہو کیونکہ وہ دینی تحریک پر ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اور مغرب کے انقلابی کوئی توجہ نہ دیں گے۔ صرف اس تحریک پر مشرق کے انقلابی توجہ دیں گے۔ میں یہ پروگرام وطنیت ہندیہ کے نام پر جاری کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ اس سے انگریز ہندو روسی اور غیر مسلم سب توجہ دیں گے۔ اور ان کے علاوہ اور قومیں بھی۔

ضمناً میں نے اشارہ کیا ہے کہ میں ہندی مسلم ہوں۔ اور اسلام سرمایہ داری کے پروگرام کو ہرگز قبول نہیں کرتا۔ البتہ اس طرح کا پروگرام قبول کر سکتا ہے۔ میں نے اس کی تصریح کی توجیہ زیادہ نہیں کی بلکہ یہ امور تبعیہ میں سے ایک بات ہے تاکہ انقلابی اس کے اسباب میں غور و خوض کرنے سے نفرت نہ کریں۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس مقصد میں میں کامیاب ہوں۔ اقوام ثلاثہ میں سے اس کے رد پر کوئی قادر نہیں ہوا۔ اور انہوں نے اندرونی طور پر اقتصادیات علم کے معاملہ میں حقیقت اسلام کا اعتراف کیا میرا مقصد یہ تھا۔ پھر ہم اس پروگرام کو قائم کرنے پر قادر ہو سکیں گے یا نہیں؟ یہ دوسری بات ہے۔ فرض تبلیغ اسلام ہے۔ یعنی انقلابی ترقی یافتہ اقوام کو، شاید اسے خدا قبول کرے اور اس طرح مولانا محمد قاسم کے چند مقاصد کا مصداق بنے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر انہیں یورپین زبان آتی تو وہ اقوام کو کلمۂ اسلام کی تبلیغ کرتے۔ میں ایک طالب علم ہوں اسی کی طرف منسوب ہوں میرا کام یہ ہے ان کے کسی مقصد کو کچھ پورا کر سکوں۔

آج میں کہتا ہوں کہ سود کی بالکل حرمت اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ اموال اور اسکے ارد گرد تمام چیزوں کو شروع سے تفریق کیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ ہے واتی المال علی حبہ یہ امر قرآن عظیم میں مہتم ہے اور یہ اخلاق ایمانیہ کے اصول میں سے ہے۔ یہ امر خاص پہلے چار اصولوں سے ملحق ہے۔ اور یہ بات اسطرح نہیں جیسے مفسرین میں سے بعض فقہاء خیال کرتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ مراد ہے۔ یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے۔ کیوں کہ زکوٰۃ کا حکم اس کے علاوہ دوسری جگہ ہے۔ یہ ایمان کا جزو ہے۔ ایمان ہمارے ہاں اصول اخلاقیہ کا نام ہے۔ اور وہ حظیرۃ القدس پر یقین رکھنے پر مبنی ہے۔ ہم مولانا محمد قاسم کی ایک بات کہتے ہیں وہ کلمہ ایمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ فقہاء مسئلہ نیت کا جانتے ہیں اور اعمال نیتوں پر موقوف ہیں۔ نیت کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے عمل قاصر کا ارادہ کیا جائے۔ مثلاً نماز کی نیت زکوٰۃ کی نیت اس طرح اور نیتیں، پس تمام مامورات الہیہ کی ادائیگی کی نیت ایکبار کر لینا یہ ایمان ہے،،

ہیں ان فقہا کے قول کی تفسیر اپنے اس قول کے موافق کر چکا ہوں کہ ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے اور تصدیق کے کلمہ کو منطقیوں نے امر مرکب کی تفصیل کے لئے استعمال کیا ہے۔ جیسے جملہ۔ لیکن وہ تصدیق بالعقل ہوتی ہے۔ ہمارے فقہا اپنے قول تصدیق کے ساتھ قلب کی قید اسلئے بڑھاتے ہیں تاکہ منطقی تصدیق سے احتراز کیا جائے۔ پس تصدیق بالقلب عزم قلب کا نام ہے جو صدق ادا کرنے کیا جائے۔ جب انسان اپنی زبان سے یہ اقرار کرتا ہے انی اٰمنت باللہ کما ھو باسمائہ وصفاتہ وقبلت جمیع احکامہ تو اس اقرار باللسان کی توجیہ ہمارے فقہا ایمان کے ساتھ کرتے ہیں۔ لہذا اس کے ساتھ تصدیق بالقلب بنیتہ الاداء شامل کرنا (ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم کا قول) شرح ہے فقہاء کے قول کے لئے۔ اور تصدیق بالقلب اعمال نفس میں سے ایک عمل ہے وہ فقط معرفت سے نہیں ہوتا گویا ہمارے مشائخ کے قول کا ترجمہ یہ ہے کہ ایمان قول اور عمل دونوں کا نام ہے۔ جو لوگ ائمہ کے کلمہ کی تفسیر کرتے ہیں وہ اتباع سلف میں سے ہیں۔ وہ مرجی بدعتی نہیں۔ یہاں یہ بات ختم ہوئی۔ اقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ یہ اسلام کے فرائض عملیہ میں سے ہے۔ اقامت الصلوٰۃ حظیرۃ القدس کی طرف توجہ کرنے کا نام ہے اور ایتاء الزکوٰۃ خاص قانون کے تحت اموال کو جدا کرنے کا نام ہے۔ پہلی چیز خُلق کے درجہ میں ہے وہ قانون کے ساتھ مقید نہیں وہ اس اجتماعیت انسانیہ کا عنوان ہے جو حظیرۃ القدس کے نتائج میں سے ہے۔ پس ایسی اجتماعیت کے قیام کا ارادہ اصول اخلاق میں شامل ہے۔ اور اس فرض کی ادائگی جو قانون نے فرض کیا ہے مصداق زکوٰۃ ہے۔ یہ قانون اسلام میں دو درجوں پر ہے۔

(۱) مکہ میں۔ فالتو چیز (ضروریات سے بچی ہوئی چیز) کو خرچ کرنا جب بھی وہ ضرورت سے بڑھ جائے اس کا نصاب متعین نہیں۔

(۲) مدینہ میں نصاب متعین ہے۔ زمانہ مکہ میں جب آنحضرت مقیم تھے حکومت اجتماعیہ کا حق یہ تھا کہ حاجات سے بڑھ جانے والی چیز کو طلب کر لیا جاتا تھا۔ اور یہ بات حکومت اجتماعیہ کے اتباع پر مشتمل تھی۔ اور انفاق میں وہ حکومت کے نائب ہوتے تھے۔ بیت المال میں جمع نہ کیا جاتا تھا۔ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا[2/177] یہ مصالح خارجیہ میں ہے جو بھی دیگر اقوام میں سے مسلمانوں کے دست موالات دراز کرے وہ عہد پورا کرے۔ گویا اجتماعیت اسلامیہ دو قسموں پر مشتمل ہے

(۱) پہلی قسم شریعت کو قبول کرتی ہے۔ یہ مسلمان ہیں (۲) دوسری قسم جو خاص معاہدہ میں متحد ہوں یہ ذمی ہیں۔ اجتماعیت میں ان کو بھی مسلمانوں کے حقوق کی طرح حقوق حاصل ہیں اور اجتماعیت کی روح یہی ہے

اس بات پر امام ابو حنیفہ مطلع ہو گئے انہوں نے ذمی کے قتل کے لئے بھی قصاص جائز قرار دیا ہے۔ باقی تین مذاہب فقہاء قصاص کے قائل نہیں۔ ان تینوں مذاہب کے فقہا اجتماع فی الاسلام کی روح سمجھنے سے قاصر رہے ہے۔ فقہا ثلاثہ کی نظر صرف زمانہ انقلاب تک ہے پس انقلابی مسلم ارتجاعی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ یہ قائدہ مسلمہ کلیہ ہے لیکن فقط زمانہ انقلاب کے ساتھ خاص ہے۔ یعنی زمانہ جہاد کے ساتھ جب قتال ختم ہو جائے اور وہ اسلامی حکومت کے تحت داخل ہو جائیں اور اسلامی حکومت کا بلند مرتبہ اپنی مذہبیت اور اپنے مذہب پر تسلیم کر لیں، وہ انقلابی مسلم کی مخالفت نہیں کرتے۔ ان میں حکم انقلابی اس وقت جاری نہیں ہو گا بلکہ ان کا خون مسلمان کے خون کی طرح ہو گا۔ لیکن اسطرح کی برابری کو عرب کی ذہنیت قبول نہیں کرتی اور عجم کی ذہنیت نہیں بھولتی۔ عرب و عجم میں اختلاف ذہنیتوں کا ہے۔ یہ حنفیہ اور شافعیہ کے اختلافات کی ایک وجہ ہے

تنبیہ :-

آج کے علماء شافعیہ سے ہم نے تعجب کیا جیسا کہ انہوں نے یورپ کے شہروں میں پراپیگنڈے پھیلا دیئے۔ وہ اس مسئلہ میں صرف فقہ حنفی کو اپنانے پر قادر ہیں۔ جب وہ خاص مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو وہ فقہاء حنفیہ کو درجہ احتقار تک تنقیص کرتے ہیں۔ والصابرین فی البأساء والضرآء الخ جو مصیبتیں اور مشقتیں انسان کو پروگرام بنانے کے وقت پیش آتی ہیں۔

(۱) ایک داخلی قسم ہے جیسے بأساء وضراء جو مسلمان ہر اس وقت آتے ہیں جب کہ وہ اپنے لازمی فرائض سے فارغ نہ ہو یا لوگ کسب معاش کے معاملہ میں اختلاف رکھتے ہوں۔ حین البأس وہ مصائب ہیں جو قتال اعداء کے وقت اسے پیش آتے ہیں۔ اور فرائض میں سے کسی چیز کو نہ چھوڑنا اور اپنے دشمنوں پر استمرار کرنا یہ صبر کہلاتا ہے اس جملہ کی ایک اور تعبیر ہے جسے ہم صبر میں بیان کر آئے ہیں

ولا تقولوا سے الصابرین تک (۱۰۰) پس وہ اخلاق جو اول میں کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اقامت صلوٰۃ اور شکر ایتاء الزکوٰۃ ایفاء عہد کے ساتھ مقید کر دیا۔ اور صبر بوقت جنگ مقید کیا گیا اور بوقت خوف و جوع مبتلا ہونا یہ بأساء وضراء ہے۔ اولٰئک الذین الخ ہم نے آیت کی شرح ابتداء میں بھی کی ہے کہ یہ اجتماعیت متوسطہ کا مسئلہ ہے۔ انسان کی کیا قیمت ہے؟ اس کا جواب دو آیتوں میں ہے ۱۷۸، ۱۷۹

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ

اے ایمان والو فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ

اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی

شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ

طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ یہ آسانی ہوئی

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب

اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

دردناک اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

بچتے رہو

حاصل جواب یہ ہے کہ انسانیت کئی قسموں پر مشتمل ہے یا ایک جنس ہے جو کئی انواع پر منقسم ہے ہر ہر فرد اپنی نوع کے افراد کے لئے مساوی ہے یا اپنی صنف کے افراد کے لئے مساوی ہے۔ پھر اجتماع اصناف کے ساتھ نوع متحقق ہوتی ہے۔ یا انواع کے اجتماع کے ساتھ جنس متحقق ہوتی ہے۔ تو انسانیت عامہ متحقق نہیں ہوتی۔ اور اس کا وجود میں تحقق ممکن نہیں۔ البتہ تسویہ اصناف کے ساتھ تشبیث ممکن ہے جس پر کہ اجتماعیت مرکوز ہے کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاص اس کی تفسیر امام ولی اللہ دہلوی مماثلت و مساوات کے معنی میں کرتے ہیں۔ اور فتح الرحمان اور حجۃ اللہ البالغہ اور مسوّٰی میں ذکر ہے۔ یہ تفسیر کسی فقیہ نے نہیں کی۔ اور ہمارے جوانوں میں مسئلہ مساوات یورپی اجتماعیوں کی جانب سے آیا ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام یا ادیان عام طور پر اس بات کا تناقض کرتے ہیں وہ اپنی سمجھ اور بصیرت کی مقدار سے تفسیر مساوات کے بارہ میں فکر اسلامی سے بہت دور ہیں۔ یہ ہم نے تجربہ سے معلوم کیا ہے کہ اسلام کے داعی جو عدم مساوات کے قائل ہیں وہ اسے حقارت سے دیکھتے ہیں اور وہ عظمت ملوک اور عظمت اقوام کے داعی ہیں۔ اپنی جبلت اور فطرت کے مطابق دعوت دیتے ہیں۔ وہ عدل بادین سے اسکے قیام کے لئے کوشاں نہیں۔ یہ فقہاء غیر حکماء ہیں مرض عمومی ہے پس جب ان میں سے کوئی شخص نوجوانوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہے تو پہلے سے بھی نوجوانوں کو وہ اسلام سے زیادہ متنفر کر دیتے ہیں۔

نوجوان حریت و مساوات کو انقلاب فرانس کے زمانہ سے جانتے ہیں اور اس موضوع پر وہ انقلابیوں

کی کتابیں پڑھتے ہیں اور اسلام کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بھی مساوات اور انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔ پس جب وہ ان فقہا سے اسکے خلاف کوئی بات دیکھتے ہیں تو وہ اس اسلام سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ جس اسلام میں یہ بات ہو کہ مستقبل میں کوئی مہدی وغیرہ آئے گا۔ انہیں کوئی شخص ایمان بالہدی پر قانع نہیں بنا سکتا۔ یہ ان کے عام حالات ہیں جب ہم ان کے پاس آئے اور انہیں قصاص کے معنی فقط اپنی زبان سے ہی نہیں بلکہ شیخ کے اقوال و نصوص سے سمجھائے جو اس کی کتابوں میں موجود ہیں پھر انہیں اللہ کے اس قول کے معنی سمجھائے کتب علیکم القصاص بعد ازاں ۹۷ کی شرح بیان کی ولکم فی القصاص حیوٰۃ یعنی مماثلت اور مساوات کا اعتبار ہی زندگی ہے اے عقل والو تاکہ تم پرہیزگار بن سکو

ولکم فی القصاص حیوٰۃ ای اعتبار المماثلۃ والمساواۃ حیوٰۃ یااولی الالباب لعلکم تتقون یعنی عدل واحسان قائم کرو۔ یہ تفسیر جب میں نے نوجوانوں کو بیان کی تو وہ اپنی قرآن سے ناواقفیت پر حیران رہ گئے۔ اور ان تمام تفسیروں کو ناگوار محسوس کیا۔ اور امام ولی اللہ کے معتقد ہوئے۔ لیکن ہم امام کی امامت کی دعوت دینے میں ہند میں کمزور تھے کیوں کہ فقہا و متکلمین میں بہت سے نزاع پسند تھے۔ لیکن جب ہم نے سیاحت یورپ کے بعد معلوم کیا کہ وہ اجتماعیت جس کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں وہ شرف زوال پر ہے تو ہمیں امامت امام کی دعوت کے لئے ایک بے پناہ خوشی حاصل ہوئی۔ کیوں کہ عام نوجوان مسلمانوں کی ذہنیت کی صفائی معارف قرآن کے معاملہ میں سوائے اس طریقہ کے نہیں ہو سکتی۔ ورنہ وہ فقہا جو یورپ کی اتباع کرتے ہیں۔ اشتراکیوں کی دعوت تسویہ میں شامل ہو کر پس میں جانتا ہوں کہ ہمارے جوانوں کی ذہنیت یہ ہے کہ وہ ان علما کو اپنا خادم و معاون بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اتباع اسلام و قرآن ان علماء کے واسطہ سے نہیں کرنا چاہتے

پس ایسے شخص کے لئے دعوت دینا جو قرآن کی تفسیر اصول حکمت پر کرتا ہو۔ خالص اسلامی دعوت ہے۔ اور یہ دعوت اسلام پر لوگوں کو قانع بنا سکتی ہے۔ اور یورپ کے پروپیگنڈوں سے افضلیت پر قانع بنا سکتی ہے امام نے مسوی میں لکھا ہے" ولکم فی القصاص حیاۃ" کہ تمہارے لئے اعتبار مماثلت و مساوات میں بقا ہے اور کہتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ متین و ظاہر بات یہ ہے کہ آیت کا رخ یہ ہے کہ قصاص ہی عین مماثلت و مساوات ہے اور معنی یہ ہے کہ کتب علیکم اعتبار المماثلۃ ولا یعتبر الفقر والغناء والشرف والاتضاع" یعنی تم پر اعتبار مماثلت فرض ہے اور فقر و غنا شرف ولاشرفیت کا اعتبار نہیں۔

حضرت امام حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں" معنی القصاص التکافؤ" "ان یجعل اثنان فی درجۃ واحدۃ

فی الحکم" قصاص کے معنی یکساں پاداش عمل ہے اور باعتبار حکم کے دونوں انسان ایک درجہ کے ہیں۔ ایک شخص کی دوسرے پر فضیلت نہیں۔ یہ بات صرف قتل میں ہی نہیں ہے یعنی مساوات صرف قتل ہی میں نہیں بلکہ ہر موقعہ پر ہے۔ امام صاحب کا لفظ ہے "لا القتل" اس طرح امام صاحب نے مشہور تفسیروں کو رد کیا ہے فتح الرحمان میں لکھتے ہیں "لازم کردہ شد برشما قصاص" یعنی اعتبار مماثلت اور یہ صرف ایک بات ہی نہیں جو امام صاحب سے صادر ہوئی ہے الحر بالحر و العبد بالعبد و الانثی بالانثی ہمارے فقہا مذکر و انثی کو دو ممتاز قسمیں بناتے ہیں۔ انسانیت کو ان دونوں میں متساوی بنایا ہے۔ جیسا کہ ارسطو کی اتباع سے یہ مشہور ہوگیا ہے کہ انسان ایک نوع ہے اور ماہیت میں تشکیک نہیں۔ بلکہ تمام افراد ماہیت میں متساوی ہیں اور ماہیت کے انسانیت پر صادق آنے میں متساوی ہیں۔ ہمارے ہاں یہ قول محض تخیلی ہے افراد انسان کے استقراً سے مستنبط نہیں اور حظیرۃ القدس کے ذریعہ کشف شدہ بھی نہیں۔ اس طرح کی بات اور اس کی پیروی اجتماعیات کو برباد کرتی ہے۔ بلکہ ذکر و انثی مختلف ہیں۔ خلقت کے اعتبار سے جیسے کہ جنس واحد کے انواع مختلف ہیں۔ پس بعض افراد کا التحاق (لاحق ہونا) یعنی ایک نوع کا دوسری سے التحاق اس کے تنوع کی نفی کا موجب نہیں۔ کیوں کہ نفی قرار دینا فطرت سے غلط فہمی یا فطرت سے بلند ہونے کے مترادف ہے ہم ہر انثی کو متساویہ اور ہر ذکر کو متساوی قرار دیتے ہیں۔ ہر ذکر کے لئے حکم انواع کے لئے استبقار ہے۔ پھر اجتماعیات متخصصہ مبنیہ علی اصول متقاربہ انواع کو اصناف کی طرف نوع کی طرح تقسیم کرتی ہیں۔ پس دو قومیں جب قتال تک منتہی ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم کو لازماً فنا کر دے گی۔ اس طرح یہ بات نہیں۔ اگر انسان اور درندوں کو ہم اجتماع کے حکم میں متساوی قرار دیں تو اجتماع فاسد ہو جائے گا۔ اسی واسطے ہم مقابلہ میں جنگ کرنے والی قوم کو اپنے ہاتھوں قیدی بنا دیتے ہیں۔ ایک مخالف صنف کی طرح۔ ہم ان میں سے ہر فرد کو دوسرے کے متساوی قرار دیتے ہیں۔ اور ہر فرد کے مقابلہ میں ایک اور تسلیم کرتے ہیں جو فرد آخر کے مساوی ہو۔ گویا تین اصناف ہو گئیں۔

(۱) جنگی قیدی جسے عبد کہا جاتا ہے (۲) ذکر جسے حُر کہا جاتا ہے (۳) انثی جسے انثی کہا جاتا ہے۔

اور اس کی تصریح الانثی بالانثی میں ہے۔ گویا ہر نوع کے افراد میں مساوات تبعیہ ہے۔ اور ایک صنف کے فرد کی دوسری صنف کے فرد کے ساتھ مساوات مصنوعی ہے۔ اور قضا میں اصطلاحات و معاملات کے تابع ہے۔ یہ ان اصول میں نہیں جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ جزا میں نیت کرو وقت کو مقتضی ہے۔ اور اس وقت اولی الامر کے ساتھ حکم و فیصلہ کرتے ہیں جسے زیادہ نافع دیکھتے ہیں۔

ان آیات سے اجتماعیات اسلامیہ میں انسان کی قیمت معلوم ہوگئی اور کسی چیز کی قیمت اس کے فنا کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ یعنی انسان نے دوسرے سے شئے مقرر لی اس کے لئے ضروری ہے کہ اس چیز کو بعینہ واپس کردے۔ اگر وہ چیز گم ہوجائے یا فوت ہوجائے تو دونو فریق اس کی قیمت مقرر کرنے کا دھیان دیں گے۔ اور ان کی اصطلاح میں اس کی قیمت مقرر ہوجائے گی۔ گویا کسی چیز کے فنا کے بعد قیمت مقرر ہوتی ہے اور یہ نظریہ ہدایہ میں کثرت سے مذکور ہوا ہے۔ تو قرآن عظیم نے انسان کی قیمت پر نص بیان کی ہے جب کہ وہ قتل ہوجائے۔ اسی حکمت کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات شیخ کی تغیر حجۃ اللہ البالغۃ میں ظاہر ہوتی ہے اور مسوّی میں اسکے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے اور ان تمام تفاسیر کا رد کیا ہے جو اس کے خلاف تفسیر کرتے ہیں۔ اور ان نظریات کے خلاف چلتے ہیں۔ ہم امام ولی اللہ کو مستقل مجتہدوں کی قطار میں شمار کرتے ہیں جیسے امام ابو حنیفہ اور امام مالک۔ ہم نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اس طرح کی باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور مہدی پر ایمان لاتے ہیں۔ یا اس کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نبی تو نہیں مگر بہت سے معاملات میں نبی کی سیرت کے ساتھ اسے چسپاں کرتے ہیں۔ یہ جہالت کی عجیب بات ہے۔ اسے وہ امام مالک اور ابو حنیفہ کے امثال میں سے خیال نہیں کرتے۔ بلکہ خاتم النبیین کے بعد انبیاء کے امثال میں سے اس کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں۔

تمت بالخیر الحمد للہ (تم دفترہ، ویلیہ دفتر ۶۶)

مسئلہ:- اموال کی قیمت یعنی ان اشیاء کی قیمت جن کے ذریعہ انسان اپنی زندگی میں ارتفاق کرتا ہے۔ کیا ہے؟۔ اس کا حاصل جواب یہ ہے کہ جو شخص اکتساب خیر کرے اس کے لئے اس میں حق تصرف ہے مگر جب وہ اثم ہو یعنی مخالف اخلاق اساسیہ ہو یا جنف ہو۔ یعنی اُن حقوق اجتماعیت سے اعراض ہو جو لوگوں میں معروف کے ساتھ مقرر ہیں۔ اور یہ بات بوقت موت ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اس کے لئے حق ہے کہ وہ اپنے مال و متاع کی وصیت کرے جیسے وہ چاہیئے۔ مگر جنف و اثم کی وصیت نہیں کرسکتا۔ جب ہم ان تین آیات کی یعنی ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲ کی اس معنی سے تفسیر کریں گے تو یہ معنی ہمارے حقوقی نوجوانوں کو حیران کردے گا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ج صلے

فرض کر دیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال

الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى

وصیت کرنا ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لیے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ

پرہیزگاروں پر پھر جو کوئی بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے جو سن چکا تو اس کا گناہ انہی

عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ

پر ہے جنہوں نے اس کو بدلا بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے پھر جو کوئی

خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ

خوف کرے وصیت کرنے والے سے طرفداری کا یا گناہ کا پھر ان میں باہم صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ

عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾

نہیں بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے

ان میں رفع اثم اور دفع جنف کا بیان بھی ہے کہ وہ باہمی صلح کے ذریعہ مرتفع ہوتا ہے۔ اور حق امثال میں مصالحت عامہ حقوق اسلامیہ کے اصول میں سے ایک حق ہے، جو لوگ معروفات کو خلافت عباسیہ کے زمانہ میں گردانتے ہیں۔ وہ معروفات کہ جن کو ہم بہت کچھ بگاڑ چکے ہیں کہ ان پر مبنی قانون کا نافذ کرنا ہمارے لئے قرآن کی طرح ضروری ہے۔ وہ لوگ اجہل اور دشمنِ اسلام ہیں۔ کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ اہل فقہ و اجتہاد کی جماعت کا اجتماع ہو جو مسائل متغیرہ میں ہمیشہ غور و فکر کرے یہ تمام مسلمانوں پر فروض کفایہ میں سے ایک فرض ہے۔ لیکن جب اس کوشش سے وہ غافل ہو جائیں اور ترک کر دیں تو مسلمان فقہا کے قانونِ اسلام کے پابند نہیں۔ فقہا میں سے اس مصلحت و مسئلہ کے قیام کے لئے زیادہ موزوں صرف ہمارے فقہاء حنفیہ ہی ہیں۔ لیکن یہ بھی صرف امام ولی اللہ کے اتباع کے طریقہ پر ہونا چاہیے۔ جو ہمارے مشائخ ہیں۔ وہ ہمیشہ اپنے نظریات کی فقہ میں تجدید کرتے رہتے ہیں۔ امام صاحب "فیوض الحرمین" میں لکھتے ہیں۔

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرایا کہ مذہب حنفیہ میں ایک عمدہ طریقہ ہے جو تمام طریقوں میں سنت معروفہ کے موافق ہے۔ وہ طریقہ بخاری اور اس کے اصحاب کے زمانہ میں جمع کیا گیا ہے"
اس کی وجہ یہ ہے کہ اقوال ثلاثہ میں مسئلہ کے قریب ترین قول اخذ کیا جاتا ہے پھر اس کے بعد فقہائے حنفیہ کے اختیارات (پسندیدہ اقوال) کی اتباع کی جاتی ہے۔ وہ فقہائے حنفیہ جو علماء اہل حدیث میں سے ہیں۔

میں نے شاہد کے ایک نسخہ میں دیکھا ہے یہ مشاہد" فیوض الحرمین" کی اصل ہے اسے امام صاحب نے پہلے مختصر طور پر تصنیف فرمایا تھا۔ اس نسخہ میں بعض کی اہل علم کے خیال میں غلطیاں ہیں اور یہاں زیادہ ہیں جیسے کتاب "حافظ طحاوی"۔

بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق تینوں نے سکوت کیا ہو اور اس کی نفی کا تعرض نہ کیا ہو اور اس پر بہت سی احادیث نے دلالت کی ہو تو ان کا اثبات ضروری اور ناگزیر ہو جاتا ہے" یہ تمام مذہب حنفی ہے"

میں کہتا ہوں اس طریق سے ہم امام ولی اللہ کی تجدید در مذہب حنفی کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور متأخر زمانوں میں ان جیسی شخصیتیں دوسرے مذاہب میں نہیں دیکھتے۔

" فیوض الحرمین" میں ایک دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں۔" میں نے حضور علیہ السلام سے روحانی سوال کیا جیسے کہ ہم اس بات کو کئی بار بتا چکے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے میری طرف نفخ فرمایا پھر دوسری بار نفخ فرمایا اور واضح فرمایا کہ تیرے لئے مراد حق یہ ہے کہ تو امت کے تمام اختلافیات کو جمع و تطبیق کرے اور تجھے قوم کی فروع میں اختلاف کرنے سے بچنا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ بات مراد حق کے لئے سد راہ ہے۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے تطبیق سنت بالفقہ الحنفی کی کیفیت کا نمونہ کشف فرمایا۔ کہ تینوں میں سے کسی ایک کے قول کو لیا جائے اور ان کے عمومات کی تخصیص کی جائے۔ اور ان کے مقاصد پر وقوف کیا جائے حدیث کے لفظ پر حسب مفہوم اقتصار کیا جائے۔ اس میں بعید تاویل نہ ہو۔ نہ ہی کسی حدیث کو دوسری کے ساتھ ضرب کیا جائے۔ نہ ہی کسی حدیث کو امت کے کسی فرد کے قول کی وجہ سے ترک کیا جائے۔ یہ طریقہ مکمل حل ہے یہ کبریت احمر اور اکسیر اعظم ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ بفضل اللہ بہات سال فقہ حنفی میں اس طریق سے میں نے تکمیل کا اجتہاد کیا ہے۔ بحمد اللہ علوم کتاب کی طرف بڑھنے کا میرے لئے یہ ذریعہ بنا ہے۔ ہم اس وصیت کی بنا پر امام ولی اللہ کو خواص حنفیہ میں شمار کرتے ہیں۔ اور یہ وصیت حنفیت کا خاصہ ہے۔ ایک دوسرے موقعہ پر فرماتے ہیں۔ کہ ملل و مذاہب حنفیت کی توصیف کرتے ہیں" ہم نے اس واقعہ کی حقیقت پر غور کیا۔ ہم نے دو معنی حاصل کئے (۱) جلی (۲) دقیق جو دیر بعد معلوم ہوتا ہے۔ پھر بیان کرتے ہیں"۔ دقیق وہ ہے جو تفصیل کے بعد حق ملت میں معلوم ہو۔ پھر فرماتے ہیں" بسا اوقات عنایت متوجہ ایسی ہوتی ہے۔ کہ ملت حقہ کو محفوظ کیا جائے۔ ایسے طریقوں کے مطابق جو خاص مذہب کی حفاظت کے سامان ہوں، بایں گونہ کہ حفاظِ مذہب ملت کے ملخص پر قائم ہوں۔ یا انکا شعار ایسا ہو جو حق و باطل میں فارق ہو۔ اس طرح ملأ اعلیٰ یا

ملا سافل میں یہ بات منعقد ہو جائے گی کہ ملت اپنے احکام کلیہ پر ان خاص صورتوں سے پابند ہے اور اس طرح یہ مذہب حق ہو گا۔" پھر فرماتے ہیں معنی دقیق پر اطلاع صرف نور نبوی کے ذریعہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ وہ نور نبوی جو مدبر قاهر علی البشر کے احکام کو واضح کرتا ہے۔ اسی واسطے ہم کہتے ہیں کہ یہ دور سے معلوم ہوتا ہے جب یہ بات ہے تو ہم کہتے ہیں کہ مذہب حنفی میں سر غامض ہے۔ اور اس غامض سے ہیں ہمیشہ متحد و مانوس رہا حتی کہ ہمیں نے مشاہدہ کیا کہ آج اس مذہب کو تمام مذاہب پر اس معنی کے لحاظ سے ترجیح و فضیلت ہے۔ اگرچہ بعض دوسرے مذاہب اسی مذہب سے معنی اوّل کے لحاظ سے ارجح بھی ہیں۔ لہٰذا مضبوطی سے اس مذہب پر قائم رہو۔" حضرت شیخ اپنی بعض کتابوں میں تصریح فرماتے ہیں اور اپنی ذات کو حنفی العمل قرار دیتے ہیں اور تعلیماً حنفی و شافعی ظاہر کرتے ہیں اور یہی بات جو خواص ائمہ حنفیہ میں سے ثابت ہوتی ہے۔ اور ہم حنفیت کے مختلف طریقوں میں سے ایک خاص طریقہ میں ہیں۔ بعض لوگ حنفیت پسند نہیں کرتے۔ اور اپنا امام حنفی نہیں بنانا چاہتے۔ ہم اس خیال کی تردید کے لئے ایسے لوگوں کے لئے کئی بار تمہید لائمۃ التجدید کے رسائل لکھنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ ہماری مراد ان چاروں ائمہ تجدید سے ہندی ائمہ ہیں۔ (۱) امام ربانی شیخ احمد سرہندی خالص ماتریدی حنفی ہیں۔

(۲) سلطان الاعظم خاتم سلاطین الہند عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ۔ جو ہندوؤں کے سلطان کبیر اشوک کے بعد ہوئے ہیں۔ شیخ عبدالرحیم امام ولی اللہ کے والد عالمگیر کی اجتماعیت کے بڑے عالموں میں سے ہیں۔ شیخ نے فتاوی عالمگیریہ میں فقہ حنفی کو مرتب و منظم کیا اور اسے ہند کے تمام علاقوں پر نافذ کیا اسی طرح شیخ عبدالرحیم کے اولاد کے زمانہ میں یہ فقہ تقریباً سو سال تک نافذ رہی ــــ (۳) امام ولی اللہ حنفی

(۴) امام کے خلیفہ فرزند عبدالعزیز دہلوی ان کے والد امام صاحب تو فقہ حنفی اور شافعی دونوں کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ اسی واسطے بعض لوگوں پر ان کی حنفیت مشتبہ ہے۔ کیوں کہ امام صاحب اجتماعیہ عالمیہ اسلامیہ کے موضوع پر بحث کرتے تھے اور فقہ شافعی کی تعلیم دینے پر مجبور تھے تاکہ وہ تمام مسلمانوں کے لئے ایک جامع نظام اخذ کرنے پر قادر ہو سکیں۔ لیکن اپنے اعمال کے لحاظ سے یہ واضح ہے کہ ان کی جماعت کا ہر فرد خالص حنفی ہوتا تھا۔ لیکن امام کے فرزند عبدالعزیز نے ایک خاص طریقہ اہل ہند کے لئے منظم کیا جو ان کے والد سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بحیثیت اعمال کے بھی حنفی اور بحیثیت تعلیم کے بھی حنفی تھے ان کی حالت ہمارے ہاں اسی طرح ہے جیسے امیر الامراء، وزارت عامہ کے تحت قوت عملیہ کے منظم کرنے

کے لئے ہوتا ہے۔ پس امام ولی اللہ قوت نظریہ کے امام ہیں۔ اور بنسبت عملیات کے وہ قوت نظریہ کے بہت بڑے امام ہیں۔ لیکن امام عبدالعزیز امام ولی اللہ کے نظریات کے تحت قوت عملیہ کے امام ہیں۔

ان چاروں مذکور حضرات کا نام ہم ۸ الف ثانی کے مجددین رکھتے ہیں جو ہند میں گذرے ہیں۔ اور ہم اپنی طاقت کے مطابق انہی مذکور حضرات کے طریقہ پر چلتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ

اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے

مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ

اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ چند روز ہیں گنتی کے پھر جو کوئی تم میں سے

مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ وَعَلَي الَّذِيْنَ

بیمار ہو یا مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے اور جن کو طاقت

يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ

ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس

لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

کے واسطے اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ رکھتے ہو

(۱۸۳) اُمت اس وقت قائم ہوتی ہے جب کہ اس کے تمام افراد عالم ہوں۔ تعلیم عمومی یا ہم کہتے ہیں تعلیم اجباری اجتماعیت متوسطہ کے لئے شرط ہے۔ سال میں ایک ماہ کو شارع نے تعلیم کیلئے مخصوص کیا ہے۔ لفظ کا صحیح معنی ہمارے نزدیک قوت دماغیہ اور قوت ارادیہ کی اصلاح ہے۔ تعلیم کے معنی فقط چند علمی باتوں کی تلقین ہی نہیں۔ روزے قویٰ باطنہ کی اصلاح کیلئے مجرب چیز ہیں۔ ان سے قویٰ حیوانیہ کی اصلاح بھی ہوتی ہے۔ جسے ہم صحت کہتے ہیں۔ تعلیم کے لئے ضروری ہے کہ تمام کاموں سے وقت بچا لیا جائے۔ روزہ ہی ایسی چیز ہے۔ جو اعمال سے قویٰ کو چھٹی اور تعطل دیتا ہے۔ اور انسان کو فراغت حاصل ہوتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۱۸۳،۱۸۴ میں ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے تَتَّقُوْنَ تک لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تمہیں صحت حاصل ہو اور تعدیل قویٰ، اور اقامت عدل کے لئے تم صلاحیت حاصل کر سکو۔ اس کا معنیٰ تقویٰ پر استعداد حاصل ہو۔ روزہ چند دن میں تاثیر قوی پیدا کر دیتا ہے۔ جب کہ وہ لگاتار ہو۔ انسانیت میں یہ ایک مجرب طریقہ سے تعدیل

قومی کے لئے فمن کان سے اخر تک چند دن تمام لوگ اپنے کام چھوڑ دیں اور روزوں میں مشغول ہو جائیں۔ یہ تقویت اجتماعیۃ کا بھی سبب ہوگا۔ پس اگر کسی شخص کو بیماری یا سفر کا عذر ہو تو وہ اس فریضہ کو دوسرے دنوں میں ادا کرے، وہ فوائد اجتماعیہ سے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ فوائد نفسیہ سے مؤخر نہیں کیا گیا۔

وعلی الذین یطیقونہ:۔ صیام میں ترک طعام ہے۔ یہ طبیعت میں بخل پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ کھاتا نہیں جمع کرتا ہے۔ ان پر لازم کیا گیا ہے کہ اتمام صیام کے لئے طعام تصدق کریں۔ اس آیت میں یہی اشارہ ہے اس کی تفسیر میں اہل تفسیر قدیم زمانہ سے پریشان ہیں۔ امام ولی اللہ نے تفسیر کی ہے اور اشکال کا ازالہ کیا ہے، وہ کہتے ہیں۔ جملہ کی اصل ترکیب یہ ہے " فدیۃ طعام مسکین علی الذین یطیقونہ " اور ضمیر طعام کی ہے مبتدا اسلئے مؤخر کیا گیا ہے کہ وہ نکرہ ہے۔ امام فرار نے معانی القرآن میں ذکر کیا ہے کہ ضمیر صیام کی نہیں کیوں کہ جو طاقت اطعام رکھتا ہو اس پر اطعام واجب ہے تاکہ وہ اتمام صیام کر سکے۔ نیز وہ بخل کا عادی نہ ہو سکے۔ لہذا اگر طعام مسکین میں زیادتی کر سکے تو اس کے لئے بہتر ہے، اصل مسئلہ و مصلحہ یہی ہے۔

پھر صورت قانون ہے۔ نبی نے اس لئے بنائی ہے کہ وہ فطر کے دن ادار فدیہ کریں۔ اور اس تعمیم کو بدل دیا جو ایام صیام کی تعداد پر تھی۔ اور ایک نئی صورت مقرر فرمائی۔ پس ہر شخص اپنے گھر کے تمام افراد کی جانب سے خواہ وہ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں ادار فدیہ کرے۔ یہ کثرت افراد کثرت ایام کے قائم مقام ہو گئی اور لوگوں پر یہ عمل آسان ہو گیا۔ جب صیام رمضان سے فارغ ہوں۔ خدا کا شکر کریں۔ اور خوشی سے صدقہ ادا کریں۔ اور گھر کے تمام افراد چھوٹوں بڑوں کی جانب سے ادا کریں۔ اس طرح حیات و صحت کا شکر ادا کرنا دل میں شجاعت پیدا کرتا ہے۔ یہ ایثار دور اول کے لحاظ سے لازم ہے۔ اور تطوع باقی ہے۔ ہر دن مؤمن مساکین کو کھلاتا ہے۔ گویا شریعت میں یہ زکوۃ فطر کا بیان ہے۔ امام ولی اللہ کی یہی تفسیر ہے۔ امام محمد کے کلام میں بھی کچھ اس قسم کی خوشبو پائی جاتی ہے لیکن عام فقہا غافل ہیں اور خرافات باتیں کرتے ہیں کہ یطیقونہ سے پہلے لا مقدر ( ) مانتے ہیں اور یُطوقُونَ بناتے ہیں۔

تنبیہ ظہار میں ساٹھ مساکین کا کھانا بطور کفارہ واجب ہے اور طعام کی مقدار غیر مقرر ہے امام محمد اپنے شیخ کی اتباع میں صدقہ فطر کی طرح بناتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر کتاب اللہ میں طعام مسکین ہے۔ امام محمد نے اس کی طرف اپنے بعض کلام میں اشارہ کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ ائمہ اس آیت کو صدقہ فطر کے متعلق سمجھتے تھے لیکن ہم امام ولی اللہ کی قوت تفکر کا اعتراف کرتے ہیں۔ اگر وہ متنبہ نہ ہوتے تو

ہم کچھ نہ جانتے وان تصوموا خیرٌلکم یہ کتب علیکم الصیام کی طرف راجع ہے - تعدیل قوی یہی ہے -
بعدہ ان چند ایام کو اللہ تعالےٰ نے شھر رمضان کہا ہے - اور شہر رمضان نزول قرآن کی ابتدا ہے - الذی انزل فیہ القرآن" اس کے متعلق ہمارا خاص مطالعہ ہے - اس کی اصل سید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی سے لی گئی ہے - لیکن ہم نے اس کو مکمل کیا ہے - یہ بات مسئلہ لیالی رمضان کے ساتھ تعلق رکھتی ہے -

یوم رمضان پہلے ہے - اس کی رات بعد میں ہے - جیسے ایام حج کہ یوم عرفہ نواں ہوتا ہے - اور جو رات اس کے بعد آتی ہے وہی اس دن سے تعلق رکھتی ہے - جس طرح ہم نے عرب کا طریقہ اس لحاظ سے چھوڑ دیا کہ موسم حج میں وہ رات کو مقدم اور دن کو مؤخر کرتے ہیں، اسی طرح ہم رمضان میں ایام رمضان کو مقدم رکھتے ہیں - اس بات کی تصریح فقہا نے نہیں کی -

ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلعم صلوٰۃ صبح کے بعد اعتکاف گاہ میں داخل ہوتے تھے - اور عید کے دن صلوٰۃ صبح کے بعد اعتکاف گاہ سے تشریف لاتے تھے - بعض صحابہ لیلۃ القدر کو دن کے بعد شمار کرتے ہیں اور اس سے دن کا تابع مقرر کرتے ہیں اور ستائیسویں کی رات ستائیسویں کے دن کے بعد بتاتے ہیں - یہ روایت مسلم میں ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مشائخ اعتکاف نبی اور ستائیسویں کی رات کے متعلق تکلف برتتے ہیں - ہم تاویل کو چھوڑ کر ظاہر کا اتباع کرتے ہیں - ہمارے نظریہ پر آنحضرت صلعم نے حرا میں تیس دن رمضان المبارک کے روزے رکھے اور انتیسویں کی رات قرآن نازل ہوا جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر تیس روزے رکھے اور طبعی الہام کے طور پر آنحضرت صلعم نے سنن انبیاء کے موافق روزے رکھے - عید الفطر نزول قرآن کی یادگار ہے - ہم رمضان کے روزے حسب صیام نبیؐ برکات قرآن کے حصول کے لئے رکھتے ہیں -

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ

مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور

بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ج

دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی

یہ عمومی تعلیم ہے اس مہینہ میں قرآن کریم میں غور و فکر کریں -

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ

سو جو کوئی پاوے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے

برکات تعلیم حاصل کرنے کے لئے

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ؕ

اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو گنتی پوری کرنی چاہیئے اور دنوں سے

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا

اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾

کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو

نفس موم میں رخصت ہے اور ماہ رمضان میں بھی رخصت ہے ۔ وَلتکملوا العدۃ سے ھدٰکمُ اقوام سابقہ فقط تعدیل قوی کے لئے روزے رکھتی تھیں ۔ قرآن عظیم نے ہمیں علم کی بھی سہولت دی ہے ۔ ہم پر اللہ کا بڑا احسان بڑی نعمت ہے ۔ حسب حکم خداوندی ہم عمل کرتے ہیں ۔ اور قرآن کے راستہ پر چلتے ہیں یہ معنٰی ہے ولعلکم تشکرون قرآن کے ساتھ عزم بھی رمضان میں حاصل ہوتا ہے ۔ کیونکہ دعا عزم کا مظہر ہی ہوتی ہے ۔ جب ہم اپنا عزم رب کے حضور میں بصورت دعا ظاہر کرتے ہیں تو بصورت دعا ہم اسے بدلتے ہیں اسکی تقویت کے لئے اللہ تعالیٰ ۱۸۶ میں ارشاد کرتے ہیں ۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ

اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے

الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي

والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیئے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر

لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

تاکہ نیک راہ پر آئیں

کر وہ عمل بالقرآن کا عزم کریں اور یقین کریں کہ اللہ قریب ہے عزم میں سہولت دے گا۔ یہاں ایک مشکل ہے
قوت د ماغیہ روزے میں مضمحل ہو جاتی ہے۔ اور انشراح صدر کے ساتھ قرآن کے مدارسہ پر قادر نہیں ہوتی۔
اس لئے یہ مشکل زائل کر دی گئی۔ روزے کی عادت قدیم زمانہ میں یہ تھی کہ جب نیند کرتے تھے روزہ شروع
کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رات اور دن ختم کر دیتے تھے۔ غروب شمس سے نیند تک کھاتے پیتے تھے۔ اس کہنہ عادت کو
منسوخ کیا گیا۔ اور طعام و جماع طلوع فجر تک مباح قرار دیا گیا۔ اس طرح رات کا وقت فہم قرآن کے لئے
صافی ہو گیا۔ اس کی طرف اشارہ ۱۸۷ میں ہے

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ

حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری

وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ

اور تم پوشاک ہو اُن کی اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے

أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ

اپنی جانوں سے سو معاف کیا تم کو اور درگذر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ

اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر

لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ

آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے پھر

أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ

پورا کرو روزہ کو رات تک اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو

فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ

مسجدوں میں یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان کے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح بیان فرماتا ہے

اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٨٧﴾

اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں

عادت قدیمہ کی منسوخیت کا باعث یہ ہے کہ بعض لوگ مباشرت نساء کے بارہ میں خیانت کرتے تھے۔ اس لیے ان کے لئے یہ حلال کر دیا گیا لیکن ہمارے نزدیک اللہ کی حکمت یہ ہے کہ قرات قرآن کے لئے تصفیہ وقت ہے آیت کا آخری حصہ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ آیا۔ لیلۃ القرآن قرآن کے لئے صافی ہے یا نہیں؟ کَذٰلِكَ سے يَتَّقُونَ تک تقویٰ فعل اور عدل کے ذریعہ ہے۔

تتمہ رمضان کی راتوں میں لوگ نبی صلعم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے آپ نے فرمایا اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہو جائے"

معراج کی حدیث میں وارد ہوا ہے "ھی خمس وھی خمسون" میرے نزدیک یہ قول تبدیل نہ کیا جائے شراح حدیث کے ہاں اس میں اشکال ہے اور اس میں کلام کیا ہے۔ ہمیں اس معاملہ میں خاص مطالعہ ہے۔
صیام رمضان میں اصل یہ ہے کہ انسان پورا مہینہ رات دن روزے رکھے وقت نوم تک اکل و شرب مباح ہے کیوں کہ ضعف ہوتا ہے۔ اصل میں رات صیام میں داخل ہے اور مفطرات عذر کی وجہ رات میں مباح ہیں اب ہم رات کے روزوں میں نظر کرتے ہیں۔ نیند کے بعد مفطرات سے روکا گیا۔ یہی معنی روزہ کا ہے۔ پھر جب مسلمان اس کے عوض خوشی سے تدبر قرآن کے لئے قیام کرتے ہیں جماعت میں، کیا یہ رات کے روزہ کی بہترین تفسیر نہیں؟

ایک طرف نوم کے بعد مفطرات سے رکاوٹ، دوسری طرف قیام فی الصلوٰۃ صیام لیل کے لئے یہی لائق ہے۔ امساک من المفطرات سے یہ بہتر ہے اور طول قیام میں امساک بھی حاصل ہے۔ اس لئے آنحضرت نے احتیاط فرمائی کہ کہیں معنی صوم کے لئے یہ واجب نہ بنا دی جائے جو رات کو مباح ہے۔ تو یہ صلوٰۃ جدید کے لئے فرض نہیں بلکہ تمام صیام میں شامل ہے۔ اور خوف احتیاط جائز تھا۔ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ یہ خوف زائل ہو گیا۔ اس لئے حضرت فاروق اعظم نے صحابہ کے مشورہ سے قیام لیل کو عوام کے لئے مسجد میں باجماعت سنت قرار دیا۔ اور خاص لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ بات بطور تشریعت لازمہ عام اہل اسلام کے لئے نہیں بلکہ فقط قرآن کی مصلحت کے لئے یہ رعایت کی گئی۔ اور اتباع مصلحت کے لئے خلیفہ راشد کیلئے جائز ہے کہ سنن کا تغیر کرے۔ اسی طرح مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ اہل حل و عقد کے اجماع سے حسب مصالح تفسیر سنن کریں۔ ان فقہانے لوگوں پر ظلم کیا ہے جنہوں نے اس بات سے انہیں روکا ہے۔ ان کے لئے نیند کے بعد مفطرات مباح ہیں۔ اور اس کے عوض صلوٰۃ و قیام رکھا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اس عوض کے فرض ہونے کا خطرہ محسوس کرتے تھے

مسئلہ:۔ اجتماعیت متوسطہ میں معاملات مالیہ واجب ہیں۔ بیع شراء رہن ودلیعت، ان کی رہنمائی

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ

اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک

لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٨﴾

کہ کھا جاؤ کوئی حصہ لوگوں کے مال میں سے ظلم کرکے (ناحق) اور تم کو معلوم ہے

میں ہے۔ ان معاملات کی اصلاح ۱۸۸ میں ہے۔ اور تفصیل کی گئی ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم تمام معاملہ رضا و تراضی پر مبنی ہے، ورنہ وہ اکل بالباطل ہے اور یہ انسانیت کے لئے عیب ہے، اور اجتماعیت ابتدایہ میں خنزیر اور مُردہ سے منع کیا گیا ہے۔ بغیر رضا دوسرے کا مال کھانا بھی ان محرمات میں شامل کیا گیا ہے

تنبیہ:۔ یہ امر تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے، خواہ وہ عام ہوں یا خاص یا حکام۔ تمام لوگ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ حاکم کے لئے روا نہیں کہ کسی سے اس کا مال لے البتہ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے وہ جائز ہے۔ اسی طریقہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین قائم رہے۔ یہی پارلیمنٹ کا مطلب ہے، یہی عمل غزوۂ ہوازن میں کیا۔ جب کہ انہیں مصلحت عامہ کے لئے مسلمانوں سے مال لینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ نے سوال فرمایا اور فرمایا جو چاہے اپنی رضا کے مطابق دے یا بطور قرض دے جسے ہم بعد میں ادا کر دینگے۔ اس سے یہ فائدہ ثابت ہوتا ہے کہ حکومت بھی امت سے اس طرح قرض حاصل کرے۔ صحابہ نے جواب دیا ہم راضی ہیں آپ نے انکی یہ بات قبول نہ فرمائی۔ اور فرمایا اپنے جاننے پہچاننے والوں کے پاس جاؤ وہ تمہاری مرضی ہمارے پاس لائیں گے۔ حاصل حدیث صحیحین میں ثابت ہے۔ پارلیمنٹ کی یہ بنیاد ہے لیکن سلاطین ظلماً اگر ایک کام کی اصلاح کرتے تو کئی معاملات میں بربادی پیدا کرتے ہیں اگر وہ شوریٰ کی اتباع کریں۔ اور بعض امور میں خرابی پیدا کریں۔ اس سے مسلمانوں کو کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

اب ہم تاریخ پر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اسلامی تعلیم حکومت یہ چلانے کے لئے مکمل ہے جو بدمعاش یہ لکھتے ہیں کہ اسلام نے ہمارے لئے کوئی قانون حکومت نہیں چھوڑا۔ وہ ان کی بیوقوفی اور غفلت ہے حالاں کہ ایک دن بھی انہوں نے قرآن پر غور نہیں کیا۔

"وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا الخ یہ اکل باطل کی دوسری قسم ہے یعنی رشوت ادا کرتے ہیں۔ اور لوگوں کا

مال قوت حکام سے کھاتے ہیں، حکومتوں کو یہی چیز برباد کرتی ہے۔ ہم ہندوستان کی برطانوی حکومت کے متعلق جانتے ہیں کہ اس کا نظام حکمت اور مصالح پر مبنی ہے۔ ہاں بعض امور میں وہ اہل ہند پر جبر و تحکم بھی کرتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی ممالک کے فاتح ہیں۔ حالاں کہ وہ ایسے نہیں، ان چند نقائص سے قطع نظر کر کے ان کا نظام درست ہے۔ لیکن رشوت سے شروع سے لبریز ہے۔ آج تک یہی حالت ہے۔ اس کی اصلاح کرنے پر وہ قادر نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی ہندی حکومت غیر طبعی ہے۔ اور جب ہندی بیدار ہو گئے تو حکومت ٹھہر نہ سکے گی۔ انگریزوں نے ہندی مسلمانوں کو تقریباً پچاس سال سے بلاد اسلام کی جانب سے جھوٹے پروپیگنڈے اور فریب کے ذریعہ سلایا ہے۔ اور رشوت مفسدات حکومت میں سے ہے جو حکومت کو برباد کرتی ہے۔ رشوت لینے دینے والا دونوں مجرم ہیں، گناہ میں برابر ہیں اور ان کی خرابیِ اخلاق ظاہر ہے۔ یہ ایک آیت گویا تمام مصالح مالی کا اجمال ہے۔

مسئلہ اُخریٰ:۔ انسان اپنی اجتماعیتِ صالحہ میں شہور و سنن کی تقویم کا محتاج ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ

تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا — کہہ دے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

اور نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں آؤ — ان کی پشت کی طرف سے اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے

مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

اللہ سے — اور گھروں میں آؤ — دروازوں سے — اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی

تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

مراد کو پہنچو

عام مفسرین نے اس سوال جواب کو غیر مطابق قرار دیا ہے۔ اس لئے حکمت وضع کی کہ جب جاہل سوال کرے تو اس سے اعراض کرنا ضروری ہے۔ اور جو اس کے لئے مفید ہو وہ جواب دینا چاہیئے۔ اس کا نام ان کے ہاں اسلوب حکیم ہے۔ اس بنا پر ان کے ہاں یہ آیت شاہد ہے کہ سوال ہلال و بدر کی حکمت کے متعلق تھا اور اس کے نقص

کمال کے متعلق۔ یعنی لوگوں نے سوال کیا تھا قمر کے انتقاص و ازدیاد کی حکمت طبیعہ کے متعلق۔

امام صاحب اھلہ کی تفسیر الشہر سے کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کا سوال یہ تھا کہ الشہر ہلالیہ کا اعتبار کریں یا شمسیہ مہینوں کا؟ بہر حال (کیلنڈر) تقویم اجتماع کی ضروریات کی چیز ہے گویا یہ آیت پہلی آیت کے تتمہ کے طور پر وارد ہوئی۔ اس تفسیر سے جواب سوال کے مطابق ہے۔ قمری مہینے بغیر حساب و کتاب کے لوگ معلوم کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ارشاد ہے "قل ھی مواقیت للناس" امام ملت نے ان تینوں مہینوں کو حج کے مواقیت مقرر کیا تھا تاکہ حج تمام موسموں میں آسکے۔ گرمی اور سردی میں و لیس البر بان تاتوا البیوت اس کا مطلب یہ ہے کہ تقویمات شمسیہ کا ترک کیا جائے کیوں کہ وہ صابی لوگوں کے لئے مناسب ہے، اور حنفیت اگرچہ ملت بنائی گئی اور معاملہ تقاویم شمسیہ ہے گویا یہ بات گھروں کی پشت سے آنے کے برابر ہے۔ انسان فطرۃ ایک قانون کے چلنے پر قادر ہوتا ہے اور اسے دو قانون پر چلنے کے لئے تکلیف دینا خلاف فطرت ہے۔ ہم نے انگریز کے غلبہ کے بعد تجربہ کیا ہے کہ ہمیں دو مہارتیں ہونی چاہئیں۔ ۱ دنیاوی قوانین اور ۲ قوانین اسلامی کی۔ نہ یہ مکمل ہے نہ وہ۔ اسی طرح معاملات کا حساب ہے، کہ یا وہ حساب قمری پر ہو یا شمسی پر اور یہ آسان ہے (یعنی شمسی) ہم اپنے ملک میں دو تقویموں (کیلنڈروں) کو یاد رکھنے پر قادر نہیں۔ یہی مطلب ہے، ظہور بیوت سے آنے کا۔ یعنی تکلیف الانسان بما لا یحتاج الیہ۔ بلکہ بر وہ ہے جو تقوٰے پیدا کرے (ولکن البر من اتقٰی) مطلب یہ ہے کہ اصل مقصد اتباع قانون ہے۔ تقاویم فقط حواشی ہیں۔ حواشی کو مقاصد کا درجہ مت دو۔ بلکہ تمہاری نظر ہمیشہ مقصد کا حصول ہو یعنی ولکن البر من اتقٰی اور حواشی کو غیر مقصود سمجھو۔ جب تم اشہر قمریہ کی اتباع میں چلو گے تو بھی کافی ہے یہی مراد ہے واتوا البیوت من ابوابہا یعنی سہل ترین طریقہ پر عمل کرو۔ اگر لکھنا پڑھنا ملت میں عام ہو تو تقویم شمسی میں بھی کوئی مضائقہ نہیں؛ اور جب امت اُمی ہو تو قمری کافی ہے۔ کسی ایک تقویم کو متعین کرنا اور اس کا پابند بنا کر لوگوں کو تکلیف دینا یہ کوئی چیز نہیں، فلاح ان حواشی (جزوی باتوں پر) منحصر نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے و اتقوا اللہ کہ اقامت عدل و احسان مستقل چیز ہے۔

تنبیہ:- ہمارے ہاں زبان کا مسئلہ بھی تقویم کے تابع ہے۔ اور یہ بھی تقویم کی طرح حواشی میں شامل ہے۔ پس غیر طبعی بات کا مکلف نہیں ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ بھی ایک قسم کا ظہور بیوت سے آنے کے برابر ہے۔ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ دینی کتب اگر ہماری زبان میں مترجم ہوں تو اسے ہم اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ اور جب اصل کتابوں کو اساتذہ سے پڑھتے ہیں تو نہ استاذ سمجھتا ہے نہ طلبہ۔

میں اپنی بات بتاتا ہوں مجھے کنز الدقائق (فقہ کی کتاب) پڑھنے کی ضرورت تھی اور مدرسہ میں اس کا موقعہ

نہیں تھا کیوں کہ آخر سال میں ایسی کتاب کو شروع نہیں کیا جا سکتا۔ علمائے دیوبند میں سے کسی نے اس کا ترجمہ اردو احسن المسائل کے نام سے کیا۔ میں نے وہ ترجمہ لیا اور ایک ہفتہ بھی نہ گذرا کہ میں نے پوری کتاب سمجھ لی اور تمام مسائل ازبر کر لئے۔ بعد ازاں اصل عربی کتاب لی اور اس کا مطالعہ شرح طحاوی وغیرہ کے ذریعہ سے کیا۔ میں اس سے ایک ماہ سے کم عرصہ میں فارغ ہو گیا۔ تضییع وقت کا کیا مطلب ہے؟ یہی اتیان البیوت من ظھورھا ہے۔ اسی طرح ہم نے طلبہ کو دیکھا ہے کہ وہ منطق کی کتابیں پڑھتے ہیں اور سمجھ نہیں سکتے۔ ہمارے کسی عالم نے اس کا ملخص اور خلاصہ اردو میں کیا۔ اسے ہر طالب علم سمجھ سکتا ہے۔

جب خلافت عجم میں منتقل ہوئی تو اکثر کتابوں کا انہوں نے اپنی زبانوں میں ترجمہ کر ڈالا۔ اہل ہند نے ان سے یکدم استفادہ کر لیا۔ کیوں کہ حکومت کی زبان فارسی تھی۔ جب حکومت ختم ہوئی۔ تو اہل علم نے ہند کی زبان میں کتابوں کا ترجمہ شروع کر دیا۔ اور کتابوں کو اردو میں بھر دیا۔ تو علم امت ہندیہ اور عجمیہ میں محفوظ ہے۔

ہم نے پہلے اجتماعیت متوسطہ کے باب کو اس آیۃ تک منتہی ٹھہرایا تھا۔ اور ۱۹۰ سے اجتماعیت عالیہ فی الامصار کے باب کا آغاز قرار دیا۔ آخر سپارہ تک، اور تیسرے پارہ کے شروع سے ہم نے باب خلافت مقرر کیا۔ لیکن جب بدور بازغہ کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ دو بابوں کی تقسیم ضروری نہیں۔ بلکہ اجتماعیت متوسطہ فی القریٰ العامرہ اور اجتماعیت عالیہ فی الامصار ایک ہی قسم ہے۔ اور اختلاف فقط صنفی ہے۔ اب ہم اسے ایک ہی باب شمار کرتے ہیں جو آخر پارہ تک چلا جا رہا ہے۔ یہ ہماری نئی شرح ہے۔ ہندوستان چھوڑنے کے بعد۔ ہندوستان میں ہماری تقسیم مشہور تھی۔

مسئلہ اُخری:۔ سوسائٹی کے تمام افراد پر دفاع عن الاجتماعیۃ ضروری ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور کسی پر زیادتی مت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

کرو بیشک اللہ ناپسند کرتا ہے زیادتی کرنیوالوں کو

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ قتال پر تم کمر بستہ ہو جاؤ جو تم سے قتال کریں۔ "ولا تعتدوا" اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم سے قتال نہ کریں تو تم ان پر حملہ نہ بول دو"

تو ذمیوں میں سے جو ہمارے ساتھ مسالمت رکھے اُن کا قتال اور ان کا معاملہ مقاتل کی طرح عدوان میں شامل ہے اور اجتماعی مصلحتوں سے جہالت کی دلیل ہے۔

جس نے قتال کفار سے مسلمان کو منع کیا ہے اس نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ اسلام ہجوم کی اجازت نہیں دیتا۔ قتال مدافعانہ ہو۔ اس سے قتال ہو جو پیشقدمی کرے میرے نزدیک یہ صحیح نہیں یہ حکم صرف مسجد حرام کے نزدیک قتال کے لئے مخصوص ہے کہ وہاں قتال کی پیشقدمی ہمیں نہ کرنی چاہیے۔

اس آیت میں یہی ذکر ہے اور مسجد حرام کی تخصیص باطل کرنا درست نہیں۔ اور روئے زمین کو مسجد حرام کی طرح مقرر کرنا درست نہیں۔ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ قوت اعداء کی مقدار سے وہ مستعد و تیار ہیں۔ مسئلہ جنگی ہے' امام بقدر ضرورت جنگ سے گریز کرے۔ لیکن تیاری جب کہ وہ ضروری ہے تو ہر فرد پر اس کا التزام کرنا چاہیے۔ جب وہ عمومی جنگ چھیڑ دیں تو ہمیں بھی عمومی جنگ کرنی چاہیے۔ لیکن جو ہم سے قتال ہی نہیں کرتے ان سے لڑنا جہالت ہے۔ بہت سی اسلامی حکومتیں ذمی لوگوں سے معاملات بگڑنے کی وجہ سے برباد ہوئی ہیں۔ خصوصاً ہندوستان میں۔ اسی طرح یورپ میں دولت عثمانیہ کو ہم نے دیکھا ہے کہ جُوتے پر جُوتا چلا۔

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ

اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِندَ الْمَسْجِدِ

اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی سخت ہے اور نہ لڑو ان سے مسجد حرام کے پاس

الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ ۖ فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ ۗ كَذَٰلِكَ

جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو ان کو مارو یہی ہے

جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿١٩١﴾ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٢﴾

سزا کافروں کی پھر اگر وہ باز آئیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے

وطن سے نکالنا اور قتل کرنا دونو جائز ہیں۔ انارکیزم، فاشیت، اور لاقانونی، ان سب کے ازالہ کے لئے قتل جائز ہے۔ کیوں کہ لاقانونیت کی حالت انسانیت کے لئے مناسب نہیں۔

دلا تقتلوهم عند المسجد الحرام حتى" یہ اس بات کی صراحت ہے کہ پیشقدمی مسجد حرام کے نزدیک

جائز نہیں۔ اگر وہ باز آجائیں تو صلح کے بعد ان معاملات کی مجازات نہیں ہوگی۔ جو دورانِ حرب میں آئے

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ

اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ تعالیٰ ہی کا پھر اگر

انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٩٣﴾

وہ باز آئیں تو کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر

قتال کا مقصد رفع فساد ہے۔ تو جب وہ قانون الٰہی کی اطاعت کریں، قتال ختم ہو جانا چاہیے فلا عدوان الا۔ عصاۃ باغیوں نافرمانوں پر حدود قائم کی جائیں۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ

حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینے کا اور ادب رکھنے میں بدلا ہے۔ پھر جس نے

اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠

تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿١٩٤﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے

ایک دوسرے کے مماثل ہیں

فمن اعتدی بمثل ما اعتدی علیکم فاتق طاقتیں اس وقت تک نہیں و تبیں جب تک کہ ان کے ساتھ برابر کا سلوک نہ کیا جائے۔ حقوق حرمات انتقام کے راستہ میں برابر ہیں و اتقو اللہ "تا المتقین یہ آیات ۱۹۰ سے ۹۴ا تک مصالح حربیہ کے متعلق بطور اجمال ہیں۔ اس کا اتمام دو باتوں سے ہوتا ہے۔

(۱) جنگ کے لئے سامان جمع کرنا (جمع الاموال للحرب)

(۲) جنگی کاموں کی مشق (پریڈ ٹریننگ وغیرہ) پہلی بات کے متعلق ۱۹۵ میں ہے

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ڔ

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں

وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۹۵﴾

اور نیکی کرو . بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

عدم انفاق فی سبیل اللہ ہلاکت قوم کا سبب ہے بہ احسان احسان اللہ کی طرح متصور ہوگا۔ اللہ اشتری الخ"
اور تمرین اعمال و مشق جنگ کے لئے حج مشروع ہوا۔ پس ۱۹۶ سے ۲۰۳ تک حج کے مسائل ہیں۔

وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے پھر اگر تم روک دیئے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ کہ میسر

مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡهَدۡىُ

ہو قربانی سے اور حجامت نہ کرو اپنے سروں کی جب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے

مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ بِهٖۤ اَذًى مِّنۡ رَّاۡسِهٖ

ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی

فَفِدۡيَةٌ مِّنۡ صِيَامٍ اَوۡ صَدَقَةٍ اَوۡ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ ٚ فَمَنۡ

تو بدلا دیوے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو

تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ فَمَنۡ

تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر حج کے ساتھ تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے پھر جس کو

لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ

قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور سات روزے جب لوٹو یہ

عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ

دس روزے ہوئے پورے یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں مسجد حرام کے

الۡحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

پاس اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے

اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ

حج کے چند مہینے ہیں معلوم پھر جس نے لازم کر لیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں

وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ

عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو

اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي

جانتا ہے اور زادِ راہ لے لیا کرو کہ بیشک بہتر فائدہ زادِ راہ کا بچنا ہے سوال سے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے

الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ

عقلمندو کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ

پھر جب طواف کے لیے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے

وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۱۹۸﴾

اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھلایا اور بیشک تھے تم اس سے پہلے ناواقف

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ

پھر طواف کے لیے پھرو جہاں سے سب لوگ پھریں اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو

كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ

جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَمِنْهُمْ

اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور کوئی ان

مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ

میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا

قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ

ہم کو دوزخ کے عذاب سے انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی کمائی سے اور اللہ جلد

الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

حساب لینے والا ہے

حدیث میں آیا ہے الحج جہاد لا قتال فیہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کے اعمال کی مشق، تمام تر بغیر قتال ہے۔

اعمالِ حج کا خُلاصہ

(۱) مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک مقرر جگہ میں اپنا خرچ وغیرہ لے کر جمع ہوں

(۲) اعمال جہاد کی طرح اعمال اور تمرینات ہیں (...) جب وہ یہ عمل (حج) قائم کریں گے اور یہ ان کی عادت پڑ جائے گی تو وہ اس طرح ان تمام باتوں سے قادر و چست ہو جائیں گے۔ آگے چل کر انہیں لشکر جمع کرنے کا حکم ملے گا۔ ایک خاص جگہ میں جمع کرنے کا حکم ملے گا۔ مشرق و مغرب کی حدود میں سے لشکر لانے پڑیں گے۔ اور بغیر بال بچوں اور بیویوں کے اکٹھا ہونا پڑے گا۔

یہ حج کی مصلحتیں ہیں، اس کے علاوہ بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۰۳ میں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ

اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں: پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ۭ

تو اس پر گناہ نہیں اور جو کوئی رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں کہ جو ڈرتا ہے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بے شک تم سب اسی کے پاس جمع ہو گے

حج کے مسائل کو اس طرح ختم کیا گیا ہے واعلموا انکم الیہ تحشرون مفسرین نے اس آیت کو حشر اموات پر محمول کیا ہے۔ اور حج کو موت اور رجوع الی اللہ کا نمونہ بناتے ہیں۔ ہم حج کو ان فوائد کے حصول کا باعث نہیں گردانتے۔ کیوں کہ مسائل حج کا سیاق اس طرح معنی خیز نہیں۔ بلکہ حشر سے مراد حشر جنود ہے۔ کیوں کہ اول اسلام میں جہاد صرف متطوعین کی قوت سے قائم ہوا ہے اور حج میں اعمال جہاد کے تطوع کی تمرین و مشق ہے۔ ابھی ہم الحج جہاد کی حدیث بیان کر چکے ہیں۔ کون ہے جو حج کو اس سے الگ کر دے۔ مگر ظالم بادشاہ اور ظالم زاہدوں نے مسلمانوں کو جہاد کے مسائل سے غافل کر رکھا ہے۔ اور مناسک حج کی شرح میں باطل و بیہودہ باتیں گھڑ چکے ہیں۔ اللہ انہیں ہلاک کرے؛ جو بات تھی مسلمانوں کے کام کی اور کرنے کی تھی اسے بگاڑ دیا

اور برباد کیا۔ اب ہم آیات حج کی تشریح کرتے۔ واتموا الحج والعمرۃ للہ اس کے بعد مناسک کا ذکر ہے، آیات کے آخر میں ہے واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ شدید العقاب ۱۹۶ آیت میں حکم فدیہ جزا ہے، جو ارکان عمرہ یا ارکان حج کی کسی بات کو ادا نہ کرے اس کے لئے اس کی جزا فدیہ کی شکل میں ضروری ہے۔ اتمام کا یہی مطلب ہے، یعنی ان تمام افعال کو پورا کرو جن کا تمہیں امر دیا جاتا ہے۔ جب کسی چیز کو معطل کرو گے تو تمہیں کفارہ مالی یا بدنی کے ذریعہ مجازات دی جائے گی اسے معاف نہیں کیا جائے گا جنگ کا نظام اسی طرح ہوتا ہے۔ کسی سپاہی کی مجال نہیں کہ کسی حکم کو چھوڑ دے۔ حتی کہ اسے اس کی سزا دی جاتی ہے۔ یعنی ڈسپلن بہرحال قائم رکھی جاتی ہے۔ غرضیکہ امت کے لئے عام رنگ ہیں خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں کیا اس سے کوئی اچھی مشق اور ممکن ہے؟ نہیں!

اسلام کے دشمن جانتے ہیں کہ قوت قانونیہ قرآن میں ہے اور قوت عملیہ مناسک حج میں ہے اور اس کے ذریعہ عزت اسلام باقی ہے۔ اس لئے وہ ان دونوں مقدس کاموں کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

الحج اشھر معلومٰت۔ اشہر حج شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہیں۔ فمن فرض فیھن تا ولا جدال۔ تینوں مہینے اجتماع کے لئے بالالتزام رکھے گئے۔

(۱) نسار کا ذکر نہ ہو

(۲) ترک قانون کی وجہ سے ترک قانون نہ ہو۔

(۳) جدال نہ ہو، کہ اگر تینوں مہینوں میں یہ تمام کام اور آداب التزام اور پابندی کے ساتھ قائم کریں گے۔ تو اوصاف اجتماعیہ عسکریہ کے عادی ہو جائیں گے۔ اور حکومت اجتماعیہ کو اسی طرح قائم کر سکیں گے جس طرح کہ ارض حرم میں وہ قائم کرتے ہیں۔ اس طرح تمام لوگ احکام شرع کو اپنی قوت نفسیہ کے ذریعہ قابو کریں گے۔ قوت سلطان کے ذریعہ نہیں۔ فتح کے بعد حکومت متوسطہ پیدا کرنے پر قادر ہو سکیں گے۔ انقلاب کے لئے ضروری ہے کہ ہدم نہ ہو نہ ترمیم نہ فساد بلکہ صرف اصلاح ہو۔

وما تفعلوا من خیر یعلمه اللہ ضعیف مسلمانوں کے نفع کے لئے ادارے بناؤ یہ سب کام نیک کرو، ارطوعین لوگوں کا شیوہ ہیں ان مطوعین کو ہلاک کرے جو حاجیوں سے صرف اموال حاصل کرنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ اور مسجد حرام میں اسطرح ڈٹے ہوئے ہیں جیسے وہ ان کی میراث ہے۔ وہ لوگوں کو کسی بھلے کام کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ مگر چاہتے

ہیں کہ ہاتھ کا تمام مال و متاع انہیں ضرور دیدیں۔ اور اس شہر میں حکومت کا نام سلطان کے نام یہ ایک مسلمان پر لعنت ہے گویا ان میں قوت اجتماعیہ نہیں پائی جاتی۔ جب میں نے سڑکوں اور راستوں پر الصلوٰۃ الصلوٰۃ کی آواز سنی تو میں پوری طرح اس کا انکار کیا اور سخت انکار کیا۔ اور یہ بات اصحاب الامر بالمعروف کو ذکر کی کیوں کہ وہ اسے بدعت سمجھتے ہیں۔ مگر میرا انکار اس وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس لئے کہ یہ اہل ملل کو اس بات کا اعلان دیا جا رہا ہے کہ مسلمان نماز کو رغبت سے نہیں پڑھتے ہیں۔ بلکہ فقط حکومت کے ڈنڈے اور اس کی طاقت کے ڈر سے پڑھتے ہیں۔ اور اس کا فائدہ اسکے نقصان کے سویں حصے کے برابر بھی نہیں۔ حالاں کہ یہ شہر بغیر قوت کے اجتماعیت صالحہ کے قیام کی جگہ ہے تاکہ یہ ثابت کیا اور کہا جا سکے کہ مسلمان سوائے امر الٰہی کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ واتقون یا ولی الالباب۔ وتزودوا فان خیر الزاد التقویٰ اس آیت کا معنی مشہور ہے کہ سوال و حاجت طلب کرنا اسلام میں جائز نہیں۔ میں تعجب کرتا ہوں قریش جاہلیت کے زمانہ میں آج کے مسلمانوں سے اچھا کام چلائے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ قریش تمام لوگوں کو مہمانی دیتے تھے۔ اور کسی سے کچھ سوال نہ کرتے تھے۔

حجاج بقدر استطاعت اپنی فریضۃ البیت میں کچھ رکھ دیتے۔ قریش میں سے ہر شخص گھر کے خزانہ میں سے حاصل کرلیتا تھا۔ کوئی شخص نہ جانتا تھا کہ کس نے زیادہ اٹھایا کس نے کم لیا۔ احترام طرفین میں برابر ملحوظ تھا۔ جب حاجی لوٹتے تو قریش اپنے قبائل میں تقسیم مال کرتے۔ ہمیں سُنی اور دیکھی بات پر حیرت حاصل ہوئی۔ آج مسلمان کیا چاہتے ہیں۔ لیس علیکم جناح حج کی دوسری مصلحت ہے۔ تجارت عالمیہ کا تبادل کرتے تھے۔ جب تجارت کے قافلے مشرق و مغرب سے آتے تھے اور ایام منیٰ میں تبادلے کرتے تھے جب کوئی چیز بچ جاتی تو دیانت دار قریش کے پاس امانت چھوڑ جاتے تھے

اور بہت بڑے امین تھے، ایک حبہ بھر ضائع نہ ہوتا تھا۔ اور آنے والے سالوں میں تجارت میں خرچ کیا جاتا تھا۔ اور اشیاء تجارت کی سودا بازی کا قوی و مضبوط سنٹر تھا۔ ساتھ ہی علوم و اخلاق کے تبادل کا بھی مرکز تھا۔ اور اس کے ضمن میں اور بہت سے فوائد کا مرکز تھا۔ یہ اتنی بڑی مصلحت ہے کہ مسلمان اس سے متنبہ نہیں اگر ان کو معلوم ہو جائے تو دشمنوں کی موت آجائے۔ یہ سُن کر میں خوش ہوا کہ عرفات کے دیہاتوں میں قریش کے باقی ماندہ قبائل موجود ہیں جو اپنی غریبی و مسکنت کے باوجود بھی وصف امانت قائم کئے ہوئے ہیں۔ لوٹ مار کے زمانہ میں جب کوئی تاجر اپنا مال جدہ پہنچاتا تو وہ صرف ان کی وساطت ہی سے قادر ہو سکتا تھا۔ تو میں نے معلوم کیا کہ استعداد مفقود نہیں ہوئی۔ لہذا انسان کو

مایوس نہیں ہونا چاہیئے،

واذا افضتم من عرفات تا الضالین . یہ خطاب اہل حرم سے ہے کہ وہ بوقت شب اپنے درمیان معاملات حج کو تنظیم سے چلا ہیں . موتمر اداری کی طرح . پہلے وہ گمراہ تھے . اب انہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اس لئے ادارات میں اللہ کی ہدایت پر پابند ہیں . اس لئے کہ وہ اسکے یونی میں آتے ہیں جو محل تجارات ہے . وہ زمانہ جاہلیت میں مزدلفہ سے نہیں نکلتے تھے اور لوگوں سے نفرت کرتے تھے اور ان پر عظمت و برتری جتلاتے تھے اب لوگوں کی خدمت کریں تاکہ انہیں دین اور منافع دنیاوی میں لے آسکیں

ثم افیضوا من حیث ، اپنے آپ کو لوگوں کے افراد میں سے شمار کرو . یہی حکم جنگ میں قوت ارادیہ کا ہے وہ لوگوں کے مال لوٹنے اور ایذا رسانی میں ممتاز نہ ہو جائیں

واستغفروا اللہ . غلطی کا اعتراف اصلاح کا پہلا طریقہ ہے فاذا قضیتم مناسککم " ۲۰۰ " اس میں اشارہ ہے کہ اجتماعیت کا طبقہ عالیہ جو اپنے آبار پر تفاخر کرنے پر قادر ہیں وہ حج میں جمع ہوں . ذکر الٰہی کریں . مفاسد جاہلیہ یاد کریں ، اسلام کی خوبیاں اجتماعیت میں بیان کریں . حج میں لوگوں کی دو قسمیں جمع ہوتی ہیں . (۱) ایک وہ قسم جو صرف دنیاوی انتفاع چاہتے ہیں لوٹتے ہیں یا کملتے ہیں . اس کی طرف اشارہ ہے ومن الناس من یقول ربنا آتنا فی الدنیا وماله فی الآخرۃ من خلاق .

(۲) دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو منافع دنیا وآخرت دونوں اکھٹے کرنا چاہتے ہیں . قرآن پر عمل کرنے کی استعداد حسنات آخرت میں شامل ہے . اور دنیاوی فوائد اور تجارتی مفادات حسنات دنیا میں داخل ہے اس کی طرف اشارہ ہے ومنہم من یقول تا الحساب ،

واذکروا اللہ تا الیہ تحشرون . یہ جنگی مسئلہ ہے اس کی طرف ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں ان تمرینات اور مشقوں کے بعد ایک قسم کامیاب ہو جاتی ہے . اور ایک قسم ناکام وشکست ہو جاتی ہے . جو ناکام ہو جاتے ہیں ان کا ذکر پہلے بیان ہوگا . اس کی طرف اشارہ ہے .

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ

اور بعضا آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات دنیا کے زندگانی کے کاموں میں اور گواہ کرتا ہے

اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝۲۰۴ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى

اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے

فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ

تو دوڑتا پھرے ملک میں تاکہ اس میں خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں اور اللہ

لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

ناپسند کرتا ہے فساد کو

یہ اس طرح کا حج ہے کہ حاجی فریب کارانہ طور پر لطیف کلمات بیان کرتا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ویشهد الله علی ما فی قلبه لیکن یہ انتہائی درجہ کا فاسد الاخلاق ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے وهو الد الخصام کسی کے لئے ممکن ہے کہ اسے اس کی غلطی پر تنبیہ کرے؟ نہیں!
واذا تولی سعی فی الارض۔ لوگوں کو اتباع قرآن سے دور کرتا ہے۔ اپنی طرف سے بدعتی طریقوں کو گھڑتا ہے ویهلك الحرث والنسل وہ فاسق زنا و لواطت کرتا ہے والله لا یحب الفساد اس طرح کے لوگ اسلام سے یا حرم سے منسوب ہونے کے دعویدار ہیں مگر یہ اللہ اور اسلام کی کسی بات پر نہیں۔

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور گناہ پر

وہ اپنے آپ کو اس درجہ پر بنا لیتا ہے کہ کوئی اسے اس کی غلطیوں پر متنبہ بھی نہیں کر سکتا۔

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

سو کافی ہے اس کو دوزخ اور وہ بیشک برا ٹھکانہ ہے

اس طرح کے لوگ اس زمرہ کے لوگوں سے خارج ہیں جو اپنی قومیت یا اپنی شخصیات پر عظمت میں اعتماد رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو قرآن کا ضرورتمند نہیں سمجھتے۔ ان کا لباس بظاہر اہل صلاح اور نیکوں کا ہے مگر ان کے باطن میں پوری خباثتیں بھری ہوئی ہیں۔ یہ حج میں آتے ہیں اور حرم میں ٹھہرتے ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

اور لوگوں میں ایک وہ شخص ہے کہ بیچتا ہے جان کو اللہ کی رضا جوئی میں

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر

یہ وہ قسم ہے جو حج پر کامیاب و فائز ہے فرمایا گیا ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ اس کے نفس میں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو قوم سے کچھ مفاد چاہتی ہو بلکہ تمام توجہ اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے ہوتی ہے اتباع قرآن کرتا ہے اور حکومت قرآن روئے زمین پر قائم کرنا چاہتا ہے

واللہ رءوف بالعباد یہ لوگ مناسک حج میں فائز ہیں۔ انہوں نے اپنی جانیں اللہ کے ہاتھ پر فروخت کر دی ہیں۔ یہ اسلام کا نمونہ ہیں۔ اس کے بعد کی آیت میں مسلمانوں کو اس طرح کے لوگوں کی طرف دعوت دیئے گئے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً

اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے سے

اپنے مجموعی قوی سے زندگی کے مرافق میں سوا کتاب اللہ کے کسی چیز کی طرف توجہ مت دو۔ اسکی طرف اشارہ ہے

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے

یعنی سوائے قوانین اسلام کے اور کسی قانون پر نظر نہ رکھو۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ

پھر اگر تم پھسلنے لگو بعد اس کے کہ پہنچ چکے تم کو صاف حکم

قرآن کریم نے قوم کو ہدایت دی ہے وہ انسانیت کی اعلیٰ مثال ہوگئے جیسے کہ تم نے اجتماعیت اقوام میں ایک ایسا گروہ دیکھا ہے۔ تو یہ بینات علم قرآن کو بدیہی ثابت کرتے ہیں۔ لہذا ان بدیہیات جیسی چیزوں کے بعد اگر تم قرآن سے پھسل گئے تو یاد رکھو

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾

تو جان رکھو کہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا

خدا تم سے حکومت سلب کرلے گا۔ اور وہ تمہارا محتاج نہیں۔ لہٰذا اگر قرآن ترک کردیا اور اس نبی پر ایمان نہ لائے تو اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور صرف محشر کے دن انبیا جمع ہوں گے۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے

وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٢١٠

اور طے ہو جائے قصہ اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام

اس کا ذکر انجیل میں آیا ہے۔ کہ مسیح محشر کے دن فرشتوں کے ساتھ آئے گا۔ اور بادل کے سایوں میں آئے گا۔ پس لوگ منتظر تھے کہ زمین میں حکومت الہیہ ہو کوئی نبی مبعوث ہو۔ جب نبی آگیا۔ قرآن لے آیا بینات لے آیا۔ تو لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جائیں۔ اور روئے زمین پر کسی دوسرے قانون کی گنجائش نہ رکھیں۔ پس اگر اسلام میں داخل نہ ہوں اور حکومت الہیہ قائم نہ کریں تو اس کے بعد کوئی باقی نہیں رہیگا اور سوائے قیام قیامت کے کچھ ممکن نہیں یاایہا (۲۰۸) میں امر کو مومنین بالقرآن کی طرف راجع قرار دیتے ہیں ممکن یہ بھی ہے کہ کتب میں سے کسی کتاب کے مومنوں کی طرف راجع ہو۔

ہر وہ شخص جو اس کی کتاب کے واسطہ سے ایمان لایا ہے اسے حکم ہے کہ وہ اسلام میں پورا پورا داخل ہو۔ اگر وہ بعض بینات سے لغزش کھا گئے تو انہیں کوئی دن ایسا میسر نہ ہوگا جس میں وہ دین قائم کرسکیں۔ ہاں قیامت کا دن رہ جائے گا۔ مگر قیام دین کا دن باقی نہیں رہ جائے گا۔ بلکہ تمام امر کا فیصلہ کرلیا جائے گا۔ یہ تاویل اتساق کے مشابہ ہے۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَمَنْ يُّبَدِّلْ

پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے ان کو نشانیاں کھلی ہوئیں اور جو کوئی بدل ڈالے

نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٢١١

اللہ کی نعمت بعد اسکے پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے

ان کے پاس انبیاء بینات لے کر آئے انہیں حکم دیتے تھے کہ نبی اُمّی کی اتباع کریں۔ ومن یبدل تا العقاب۔

اگر ایمان نہ لائے تو ان سے حکومت سلب کر لی جائے گی۔

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں ایمان والوں کو

اٰمَنُوا وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ

اور جو پرہیزگار ہیں وہ ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت کے دن اور اللہ روزی دیتا ہے

مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾

جس کو چاہے بے شمار

اس میں شک نہیں کہ کفار جہنم میں جائیں گے۔ اور متقی جنات نعیم میں ان کے اوپر فوقیت والے درجہ پر ہوں گے۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مومن دنیا میں بھی کفار سے فوقیت والے درجہ پر ہوں گے۔ اگرچہ ظاہرًا اسباب قاصر ہوں گے۔ یہ اشارہ ہے کہ مومنین بالقرآن اپنی قوم کے مخالفین پر غالب ہوں گے۔ عرب پر حکومت الٰہیہ قائم ہوگی۔ یہ بعثت نبویہ کا درجہ اولیہ ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ

تھے سب لوگ ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا

اور اتاری ان کے ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں

فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ اِلَّا الَّذِينَ اُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم

بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ

آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے

بِاِذْنِهٖ ۗ وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾

اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ

لوگ دراصل ایک امت تھے پھر زبانوں وغیرہ کے اختلافات میں پڑ گئے۔ ہر قوم میں نبی اس کی زبان کے ساتھ آیا۔

مبشر و منذر ہو کر آیا۔ اور کتاب کا نزول بھی ساتھ لایا تاکہ نبی کے بعد وہ کتاب باقی رہے۔ اور اہل اختلاف لوگوں میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ یہ اہل علم ہر قوم میں اختلافات آپس میں سرکشی و بغاوت کی بنا پر پیدا کرتے رہے۔ یہاں تک واقعہ کا بیان ہے کہ قوم کے حالات اس طرح تھے۔ پھر ارشاد ہے۔ فهدی الله یعنی قرآن کے ذریعہ ہدایت دی جب کہ ہر قوم کے اہل علم پہلے اختلافات میں پڑ چکے تھے۔ جیسے کہ معلوم ہے کہ سلمانؓ قرآن پر ایمان لے آیا اور اسے ہدایت قرآنی کے ذریعہ اہل فارس کے تمام اختلافات معلوم ہوئے۔

میں بحمد اللہ اپنے کو دیکھتا ہوں کہ جب میں نے امام ولی اللہ کی حکمت کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور اسی حکمت پر قرآن کی تفسیر کرلی۔ تو میں بھی اہل ہند کے حق و باطل کے اختلافات سمجھتا ہوں۔ اسی طرح اللہ نے مومن لوگوں کو ہدایت دی اقوام کے اختلافات کو وہ حق سے الگ دیکھ سکتے ہیں۔ یہ نور بصیرت ہدایت کا حظیرۃ القدس کی طرف سے نافذ و نازل ہوتا ہے۔
مؤمنوں کی حکومت قرآن کے ذریعہ تمام اقوام پر قائم ہوگی۔ یہ بعثت کا درجہ ثانیہ ہے۔ والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم اللہ نے ارادہ کیا کہ بنی اسماعیل میں سے ایک نبی مبعوث کیا جائے جو ملت کو قائم کرے۔ ہم نے مسائل قتال کی بحث شروع کی ہے پھر ہم انفاق اموال اور تمرین اعمال کی طرف منتقل ہوگئے۔ دونوں بحثیں مسائل قتال کا تتمہ ہیں۔ ۲۰۴ تا ۲۱۳ میں یہ بحث تمام ہوئی۔ اور نتائج حج میں یہ بحث تھی۔ تو یہ مسائل ذا آیات تمام کی تمام مصلحت فی القتال کے ساتھ منضم ہیں اس اتساق پر ہم ۲۱۴ میں پڑھتے ہیں کہ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا
کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے
مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ
تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا
الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (۲۱۴)
رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے کب آوے گی اللہ کی مدد سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔

مسلمان درجہ اولیٰ، درجہ ثانیہ کی تنظیم حکومت نہیں بنا سکتے۔ مگر جب وہ سخت مقابلے اور چند محاربات کریں گے اس کی طرف اشارہ ہے ام حسبتم میں۔ اللہ کی مدد بغیر مصائب کثیرہ اور انفاق مامور بہ کے امتحان کے نہیں آئے گی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ

تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں کہہ دو کہ جو کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے

وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا

اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے اور جو کچھ کرو گے تم

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

بھلائی سو وہ بیشک اللہ کو خوب معلوم ہے

یعنی اموال میں سے کتنا دیں ؟ تو جواب یہ ہے کہ نبی تو اموال نہیں لیتا۔ البتہ تمہارے اقارب میں سے متطوعین فی الجہاد یا مجاہدوں کے بعد جو اُن کے اقارب ہیں ان میں خرچ کرو۔ یعنی تعب شدید کا سرانجام دینا اور اموال کثیرہ کا انفاق ہی ایسی چیز ہے کہ اللہ کی مدد و فتح حاصل ہوگی۔ اس کی طرف اشارہ ہے یسئلونک ماذا الخ یہ قتال شدید ہوگا اور جاری رہے گا۔ اس کے لئے پوری قوت سے مستعد رہو۔ یہ قتال اور اس کا دوام تمہیں پسند نہیں لیکن اس میں تمہارے لئے بہتری ہے اس کی طرف اشارہ ہے ۲۱۶ میں

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا

فرض ہوئی تم پر لڑائی اور وہ بری لگتی ہے تم کو اور شاید وہ تم کو بری لگے کوئی ایک چیز

وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

یہ فریضہ بھی عبادات حج وغیرہ کی طرح ہے مسلمانوں کو دوسری اقوام سے ممتاز کرتا ہے۔ لہٰذا امر جہاد جو مسلمانوں میں ہے اس کا قیاس دوسری قوموں کی جنگ کے ساتھ نہ کیا جائے اور قرآن کی تحریف نہ کی جائے۔

وہ چاہتے ہیں کہ انہیں عدم قتال کی فرصت ہو، یہ اشہر الحرم میں ہے۔ یعنی ان مہینوں میں فرصت ہے۔

اہل علم کہتے ہیں کہ حرمت اشہر الحرام قتال کے بارے میں منسوخ ہے۔ لیکن امام ولی اللہ اس بات کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ ضرورت کی بنا پر اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ بعض لوگ قتال سے باز رہتے ہیں خواہ اس کی ضرورت بھی ہو۔ امام کے طریقہ پر حرمت اشہر الحرام باقی ہے میں اس حکمت پر مطمئن ہوں جو امام صاحب

دیکھتے ہیں۔ اس کے باوجود اگر ضرورت قتال کی اشہر الحرم میں بھی واقع ہو جائے تو کوئی مسلمان قتال سے باز رہنے کا مجاز نہیں۔ کیونکہ کفار جب امتناع دیکھیں گے تو مسلمانوں کو اسلام سے حسب طاقت ہٹائیں گے۔

ان باتوں کی طرف اشارہ ہے، ۲۱۷ میں

يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَ

تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس میں لڑنا کیسا کہہ دے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے اور

صَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ

روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا نکال دینا اس کے لوگوں کو

مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ

وہاں سے اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک اور لوگوں کو دین سے بچلانا قتل سے بھی بڑھ کر ہے اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے

حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ

یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر قابو پاویں اور جو کوئی پھرے تم میں سے

عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

اپنے دین سے پھر مرجائے حالت کفر ہی میں تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا

وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا

اور آخرت میں اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں وہ اس میں

خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾

ہمیشہ رہیں گے

مفاسد ہمارے ہاں مسلّم ہیں لیکن بعض حالات میں قتال کی مصلحت ان مفاسد پر ترجیح حاصل کرے گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ تا أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ لہٰذا جب امتناع عن القتال فی اشہر الحرام اس کا معنی ہوا کہ کفار اپنے قتال کو جاری رکھنے کی وجہ سے غالب آرہے ہیں تو ہم قتال سے ممتنع نہیں ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے کہ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ تا اسْتَطَاعُوا رجعت کو ہم قبول نہیں کرتے، اسی لئے ہم قتال کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۙ أُولَٰئِكَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ

يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۲۱۸)

امیدوار ہیں اللہ کی رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اسی کی طرف اشارہ ہے ۔ رحمن یرتد د ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان اجتماعیت متوسطہ میں ارتقاء کے وقت ہجرت اور جہاد کے ساتھ متصل ہوتا ہے ۔ ہجرت اور جہاد ارکان ایمان میں سے ہے پس جب دوام اجتہاد اموال کثیرہ کا محتاج ہے اور بسا اوقات اقتصاد صالح متمکن نہیں ہوتا تو کیا تحصیل اموال باطل طریقے سے یا تحصیل قوۃ حکمر کے ذریعے سے جائز ہے ؟ جواب : نہیں !

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے

لِلنَّاسِ ؗ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے فائدے سے

جب اموال صورت معینہ سے حاصل ہوتے ہوں تو اموال کی کتنی مقدار خرچ کی جائے ۔ اس کی طرف اشارہ ہے ویسئلونک ماذا یعنی کتنی مقدار ۔ قل العفو یعنی جو ضروریات سے بچ رہے ۔ مقدار معین نہیں کی گئی بلکہ معاملہ ان کے سپرد کیا گیا ۔ لہٰذا وہ اندھے بہرے کی طرح اعمال جہاد میں عمل نہ کریں بلکہ غور و بصیرت سے کام لیں ۔ اس کی طرف

وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے

یعنی جو کچھ ضرورت سے زیادہ ہو اس کا خروج کرنا واجب ہے ۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲۱۹) فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم فکر کرو دنیا اور آخرت کی باتوں میں

جملہ معترضہ ۔ میں نے بہت غور کیا مجھے معلوم ہوا کہ جہاد میں مشتغل لوگ لازماً درجات اجتہاد میں سے کسی درجہ کے مجتہد فی الفقہ بھی ہوتے ہیں اور قاعدین مسائل اجتہاد کے قریب کبھی نہیں بھٹکتے ۔

ع

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

اور تجھ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاۤءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۲۲۰)

ہیں اور اللہ جانتا ہے خرابی کرنے والے کو سنوارنے والے کو اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا بیشک اللہ زبردست ہے تدبیر والا

معاملات میں تفکر کی ایک مثال ہے۔ یتامیٰ جہاد میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور اموال یتامیٰ کی حفاظت امانت کے ہاتھوں میں یہ اولیا پر فرض ہے۔ پس اگر نہیں یہ حکم دیا جائے کہ وہ ان کے اموال سے الگ تھلگ رہیں تو یہ ان کے لئے سخت مشکل ہے اور خلط اموال پر وہ مجبور ہیں تو مصلحین اپنے علاوہ کسی اور سے سوال کریں تو وہ کیسے کریں تو یہ ممکن نہیں لہذا وہ تفکر کے ذریعے اصلاح میں اجتہاد کرتے ہیں اور یہی ان کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح تمام معاملات میں یہ عمل ضروری ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے، وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى جواب یہ ہے۔ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ یہ امر مقرر ہے۔ لیکن اگر تمہیں خلط اموال کی ضرورت محسوس ہو تو خلط کی بھی اجازت ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ تم اصلاح کا ارادہ اور کوشش کرتے ہو۔ یہ تفکر اور اجتہاد کا نمونہ ہے۔ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ تا الحکیم۔ ۲۲۰ اب مصلحت حربیہ جو ہم نے شروع کی وہ ختم ہو چکی ہے۔ الحمد للہ، شکراً للہ

مسئلہ: اجتماعیت متوسط صالح ایسی مصلحت اداریہ کی ضرورتمند ہے جو اپنی ضروریات کے مطابق وضع قانون کرے جیسے کہ وزارت داخلیہ وضع کرتی ہیں اور یہ مصلحت تقویم اجتماعیت کا نظام ہوتا ہے۔

آیات ۲۲۱ سے ۲۴۲ تک نکاح، طلاق، ارضاع اولاد، اور عدت وفات کے احکام ہیں۔ ان آیات و احکام سے وہ مصالح بھی ہم استنباط کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین و انصار کی جماعت مرکزیہ کو اسطرح چلاتے ہیں جیسا کہ والد اپنی اولاد کے گھروں کو چلاتا ہے عورتوں کو اپنے خاوندوں سے اگر کوئی شکایت درپیش ہو تو طلاق کے امور میں وہ نبی علیہ السلام کے دروازے پر آتی تھیں اور ہر اختلاف میں حکم نبی کے لئے آتی تھیں۔ اس طریقہ سے مہاجرین و انصار میں قوت اداریہ معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت فرماتے تھے۔ "خیرکم خیرکم لاھلیکم" جیسے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ عالم شخص اکبر ہے۔ اور انسان شخص اصغر ہے۔ تمام چیزیں جو عالم میں موجود ہیں وہ انسان میں بھی موجود ہیں۔ اور اس طریقہ سے اپنا علم و حکمت قوی انسانیہ اور ان کے نظام کو سمجھنے کے بارہ میں اتمام دراست کے بعد مکمل کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ گھر اور منزل تمام جس میں کہ میاں بیوی ہوتے ہیں اور نرمادینہ اولاد خدام ہوتے ہیں۔ یہ گھر شخص اصغر ہے اور دولت و مملکت شخص اکبر ہے۔ جو گھر چلانے پر بہترین طریقہ سے قادر ہو۔ جب اسے امر مملکت سونپا جائے گا۔ تو وہ عمدہ طریقہ سے اسے چلائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امراء اور قائدین اور قضاۃ دعاۃ مقرر فرماتے تھے۔ ہر شخص کی قیمت جانتے تھے۔ پھر اس کو ادارت سونپتے تھے۔ اور نبی اکرم

کو اکثریت میں نجاح حاصل ہوتی تھی۔ شیخان صدیق و فاروق نے نبی کے بعد اہل ادارہ کی تخریج کے لئے کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا تھا۔ بلکہ —— وہ نبی کی اتباع میں اسی طریقہ پر قائم رہے۔ جو اپنے اہل کے لئے خیر ہوتا تھا۔ اور ہمسایوں اور قبیلہ کے لئے بہتر ہوتا تھا اسے امور ممالک سپرد کرتے تھے اس طرح کامیاب رہتے تھے۔

ہمارا استنباط معمولی بات نہیں کہ اس کی طرف التفات ہی نہ کی جائے۔ اگرچہ اہل علم کی نظر میں بدیہی ہے۔ وہ نظام ادارہ کا استخراج قرآن سے حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ حالاں کہ صحابہ کرام حسب سلیقہ و استعداد عمل کرتے تھے۔ اور اسے کافی سمجھتے تھے۔

میں ایک امتحان میں مبتلا ہوا۔ میں نے ہندو برہمنوں میں سے کسی کو اس کی مجلس میں تقریر کرتے سنا کہ قرآن گھریلو احکام سے بھرا ہوا ہے۔ اوپنشد برہمن کی کتاب ہے فقط الٰہیات سے بھری ہوئی ہے۔ اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس کی کتاب قرآن پر فضیلت رکھتی ہے میں اس سے بہت متاثر ہوا کئی دنوں کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ اجتماعیت افراد کو قائم کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اور افراد کی صلاحیت کے لئے ہوتی ہے۔ اور اجتماعیت اس وقت تک منتظم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ادارہ قویہ کے تحت منتظم نہ ہو۔ تو مسائل منزلیہ کے متعلق قرآن کی بحث اجتماعیت میں قوت اداریہ کی تکمیل کے لئے کی گئی ہے اور مسائل توحید اور حقائق الٰہیات کسی کتاب میں قرآن کی طرح واضح طور پر ذکر نہیں کئے گئے۔ اور مسائل توحید جس طرح کہ قرآن کریم میں مذکور ہیں اس طرح دنیا میں کسی کتاب الٰہی میں موجود نہیں۔ قرآن چوں کہ جامع کتاب ہے اس لئے حقائق الٰہیات اور تدابیر اجتماعیات پر مشتمل ہے، اس کے مقابل فلسفہ الٰہیہ کی کوئی کتاب نہیں پھر میں نے اس منہاج پر مسائل نکاح میں تدبر کیا۔ اور فوائد کا استخراج کیا۔ اور اہل علم ان باتوں پر محبت اور قبول کی نظر سے غور نہیں کرتے۔ اس طرح امر شروع ہوتا ہے۔ اور طبائع مانوس ہو جاتی ہیں۔ مجھے اس معاملہ میں حجۃ اللہ کے ارتفاقات کے باب نے امداد دی ہے اور اصل فکر غیر مسلم کے اعتراض سے ابھرا۔ لیکن اس کے بعد ہم نے خلافت عثمانیہ کے زوال کے بعد سیاسی لوگوں کی جماعت کو دیکھا کہ وہ اس بات کا دعوی لے کر اٹھے کہ آنحضرت نے ہمارے لئے کوئی نظام حکومت اور شکل دولت نہیں چھوڑی۔ اور مسلمان اپنی مصلحتوں میں مختار ہیں۔ انہوں نے تاریخ اسلام سمجھنے میں بہت بڑی بڑی ٹھوکر کھائی ہے۔ اس فکر نے مجھے اس مخمصہ میں بھی نفع دیا۔ قرآن دنیا کے بڑے بڑے اہل ادارہ کے واقعات بیان کرتا ہے بعض باتیں ایسی ہیں کہ اگر ہم انہیں جمع کریں تو ہمارے لئے ایک صالح نمونہ قائم ہو جاتا ہے۔ جو بڑی بڑی سلطنتوں اور حکومتوں کا

ہونا چاہیے۔ اور سیاست اجتماعیت کے قانون کی تدبیر منازل کے مسائل میں مکمل قانون پر مکمل مضبوطی کے ساتھ بنیاد ڈالتا ہے۔ اور جو مصیبت مسلمانوں کو ان کے تدبر میں پہنچی وہ یہ ہے کہ انہوں نے وحی کو قرآن عظیم میں منحصر قرار نہیں دیا۔ اور اس کتاب کی اتباع کو نبی کے لئے فرض نہیں گردانا۔ اور اس بات پر قادر نہیں ہوئے کہ یہ عقیدہ بناتے کہ نبی کوئی عمل بغیر قرآن سے استخراج کے نہیں کرتا تھا۔ ان کے علم میں ناثبیت پیدا ہو گئی۔ جب وہ روایات ثابتہ یا ضعیفہ کسی حدیث کی کتاب میں دیکھتے ہیں تو اسے اپنے لئے آخر استناد و سند قرار دیتے ہیں۔ اور امام ولی اللہ نے ہمیں اس فکر کے غلط ہونے پر متنبہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نماز کے متعلق احادیث کو جمع کرنے کا تتبع کیا۔ میں نے معلوم کیا کہ وہ سب کی سب قرآن سے مستنبط ہیں۔ لیکن نبی کے استنباط کا طریقہ فقہا کے طریقہ استنباط کی طرح نہیں۔ اس طریقہ کے متعلق امام صاحب نے اپنے بعض بیانات میں بعض مثالیں ذکر کی ہیں۔ اگر طالبعلم اس نظریہ کو مضبوط پکڑلے اور احادیث کو دیکھے تو ضرور وہ قرآن سے مستنبط معلوم ہوں گی۔ اور شیخ ولی اللہ کی کتب سے استعانت کرے۔ اس طرح طالب علم پر علوم کے دروازے کھل جائیں گے لیکن مسلمانوں نے قرآن میں تدبر کرنے سے اعراض کیا ہوا ہے۔ الا ماشاء اللہ پس ان کی عظمت تاریخیہ میں سے ان کے ہاتھ کچھ باقی نہیں رہا مگر تھوڑی سی چیز۔

(۱) سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ قرآن تحریف سے محفوظ ہے۔

(۲) تمام مواد جس کے لئے طالب علم ضرورت مند ہے موجود ہے۔

جب بھی چاہے کہ قرآن میں تدبر کرے تدبر کر سکتا ہے۔ ہمارے اس فکر کا لوگ مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ اس مصیبت کو نہیں سمجھتے جس میں ہم مبتلا ہوا۔ اب ہم استنباط احکام کے متعلق شروع کرتے ہیں۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک

مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ

بی بی سے اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نہ نکاح کر دو مشرکین سے بہو جب تک وہ ایمان نہ لاویں

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى

اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے وہ بلاتے ہیں دوزخ

النَّارِ ۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ

کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتلاتا ہے

اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٢١﴾

اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں

۲۲۱، دلالتہ باذنہ ——— اللہ نے نکاح مومن مشرکہ کے ساتھ حرام کیا ہے۔ اور نکاح مؤمنہ مشرک کے ساتھ بھی حرام کیا ہے۔ اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ ان کے سامنے دعوۃ الی النار ہے۔ اور مومن دعوت الیٰ الجنۃ والمغفرۃ کا متبع ہے۔ یعنی ایک کا رخ حظیرۃ القدس کی طرف ہے اور دوسرے کی پیٹھ حظیرۃ القدس کی طرف ہے۔ پس کس طرح دونو اپنی صحبت سے ایک اجتماعیت کو ایجاد کرنے پر قادر رہیں!

لہٰذا بیت و منزل جب ایک نظام پر ہو تو وہ شخص واحد ہے مرکب ہے کنبہ کے اعضا سے۔ اور عناصر جب متضاد ہوں تو کس طرح امتزاج و ترکیب حاصل ہو سکتی ہے۔ استخراج کافر کے لئے جائز نہیں کہ وہ بلاد اسلام پر حکومت کرے اور مومن جاہل جیسے غلام، عاقل مومنوں کے لئے عاقبت و انجام کے لحاظ سے کافر عاقل فاضل کی حکومت سے بہتر ہے۔ یہ حکمت ادارہ کے اہم مسائل کا نتیجہ ہے۔ اور اس استنباط آیت سے واضح ہے اگر ہم گھر مانند دولت و حکومت کے قرار دیں اور یبین اللہ اٰیٰتہ للناس لعلہم یتذکرون سے معلوم کریں۔ تو کیا اس میں اس مثال سے امر کلی معلوم کرنے کی نصیحت نہیں کی گئی۔ پھر ممکن ہے کہ کہا جائے اس سے اہل کتاب کی عورتوں کے نکاح کا عدم جواز بھی مستنبط ہوتا ہے۔ ہمارا جواب اس بارہ میں یہ ہے کہ ہم ہر کلمہ سے کلمہ مستنبط نہیں کرتے کہ استنباط کی وہ نوع اس وقت جاری ہوتی ہے۔ جب کہ واقعات ایک نوع کے ہوں۔ لیکن جب ہم اعتبار اخذ کریں گے تو جنس بعید کو نوع کے تین درجات سے قیاس کریں گے پس نوع کی تمام خصوصیات مستنبط پر منطبق نہیں ہوں گی۔ بلکہ ایک چیز باقی رہ جائے گی۔ نوع اور جنس کے درمیان رابطہ، پھر رابطہ جنس اور جنس کے درمیان۔ اور ہم اپنی سمجھ پر اعتماد رکھ کر ان چیزوں کا استنباط نہیں کریں گے جن کا ثبوت سنت میں نہیں۔

اور تمام جزئیات سے ہمارا عدم استنباط ہمیں بعض اشیائے ثابتہ فی السنۃ کے استنباط کرنے سے مانع نہیں جب کہ ہم ان احادیث کو آیات سے لیا ہوا مفہوم سمجھیں۔ جب اہل علم اس بات پر متوجہ ہوں گے۔ تو ممکن ہے کہ وہ ہم سے بھی بہتر چیز لائیں گے۔ ہم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو اہل

کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح سے بھی منع کیا کیوں کہ مصلحت یہ تھی کہ مؤمنات کی مصلحت محفوظ ہو۔
اور کتابیات کے نکاح کو جائز قرار دینا یہ خاص مصلحت کی وجہ سے ہے یہ حکم اسلام کا دائمی طبیعی حکم نہیں۔ تمت

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي
اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے
الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ
حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو لیں پھر جب پاک ہو جاویں تو جاؤ ان کے
مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ
پاس جہاں حکم دیا تم کو اللہ نے بیشک اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنیوالے اور پسند آتے ہیں
الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٢٢٢﴾ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ
گندگی سے بچنے والے تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو
وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٢٣﴾
اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے اور خوشخبری ایمان والوں کو

آیۃ نمبر ۲۲، ۲۲۳ ان سے ہم ایک مسئلہ استنباط کرتے ہیں کہ مسلمان کتاب کے محکم حکم کی رعایت کے بعد ایسے قانون کو وضع کرنے کے لئے مختار ہیں جو ان کے مزاجوں اور ان کی مصلحتوں کے مناسب ہو اسطرح اقوام پر سہولت ہو جائے گی۔ تمام مسلمان محکمات کتاب کی اتباع کریں گے اور کلمہ واحدہ پر متحد ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اپنی مصالح کے موافق اور اپنے مزاجوں کے مطابق مختار ہوں گے۔ اور اس طرح کا اختلاف مباح ہے۔ اور یہی اختلاف ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ رحمت ہے۔

البتہ محکمات کتاب میں اختلاف کرنا شقاق و عذاب ہے۔ اس کی تفصیل آیت ۲۲۲ میں ہے۔ محکمات کتاب میں مضر ہے۔ حیض کے ایام میں عورتوں سے الگ رہنا اور تطہر کے بعد جواز اتیان۔ دونو حکم ایسے ہیں جنہیں کتاب نے محکم کیا ہے۔ قولہ تعالیٰ ویسئلونک تا المتطھرین (۲۲۲) پھر وضع اضطجاع کے متعلق کتاب میں حکم نہیں، پس لوگ اس میں مختار ہیں اور روایات میں قریش و انصار کا وضع اضطجاع کے متعلق اختلاف ہے۔ پس جب دو قوموں میں سے ایک نے دوسرے سے تزوج کیا اور وضع میں اختلاف ہوا تو

انہوں نے ارادہ کیا کہ اس معاملہ میں حکم الہٰی معلوم کریں۔ اس کے متعلق اللہ کا حکم ۲۲۳ میں ہے۔ اللہ نے اس کے متعلق وضع کا حکم ظاہر کیا ہے "نساؤکم حرث لکم" اس لحاظ سے استدبار و استقبال میں وہ مختار تھے۔ ہم نے فقہاء کو دیکھا ہے کہ وہ "انی شئتم" کو نہیں سمجھتے تو انہوں نے اسلام میں ایک امر نابت کر دیا۔ اور اس کی حقیقت الفاظ کا التباس ہے حیوانات میں جُفتی کی کیفیتیں مختلف ہیں۔ ہاتھی انسان کی طرح ہاتھن پر سوار ہوتا ہے۔ ہاتھن اپنی پشت کے بل پڑ جاتی ہے اور ہاتھی اس پر سوار ہو کر جُفتی کرتا ہے۔ اور اس کی عادت یہ ہے کہ جب کسی کو دیکھتا دیکھ لے تو سوار نہیں ہوتا۔ یہ عام انسان میں معمول قسم ہے۔ حیوان کی دوسری قسم یہ ہے کہ مادینہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاتی ہے پھر اس پر نر سوار ہوتا ہے، یہ شیر وغیرہ حیوانات میں دستور ہے۔ اور سوار ہونے میں کوئی حیوان محل وطی کے علاوہ سوار قطعاً نہیں ہوتا۔ عورت بھی جب اپنے منہ کے بل پڑ جائے یا مادینہ حیوان کی طرح عورت اپنے دونو پاؤں اور ہاتھوں کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہے تو اس کی فرج بھی پیچھے سے ظاہر ہو گی۔ حیوانات کے مانند۔ نر اس پر سوار ہو گا۔ اور فرج میں وطی کرے گا۔ اور بعض لوگ اس طریقہ سے خاصکر لذت حاصل کرتے ہیں۔ تو معنیٰ "انی شئتم" کے یہ ہیں "استدبرتم او استقبلتم" اور بعض لوگوں نے استدبار کے معنی ہی نہیں سمجھے، ان کے ہاں وطی فی الادبار مراد ہے۔ یہ محض جہالت ہے جس کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا۔ اہل علم میں سے کوئی بھی جب کسی سے یہ حکایت کرے "انہ قال استدبرت امرأتی" تو اس کا مطلب وہی ہو گا جو ہم بیان کر چکے ہیں، نہ کہ وہ جو یہ سمجھتے ہیں۔ اس کی دلیل بعد میں آرہی ہے۔ "وقدموا لانفسکم" ای من الاولاد۔ ہمارا استنباط واضح ہے مثلاً ہم پر اللہ نے نماز ارکان مخصوصہ کے ساتھ واجب کی ہے ہم اس کے پابند ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اختیار ہے ثیاب و لباس کے متعلق۔ یہاں سے ہم مملکت اور احکام سلطنت کے متعلق بیان شروع کرتے ہیں۔ ہم محکمات کتاب کے پابند ہیں۔ اس کے بعد ہمیں اختیار ہے ہر قوم اپنے مزاج کے مناسب قانون لاتی ہے۔ یہ رحمت ہے، قومیات کے متعصبوں جاہل متعبدوں نے اپڑوں نے کہا ہے کہ وہ وضع خاص کو لوگوں پر واجب قرار دیتے ہیں جبکہ اللہ نے اختیار پر چھوڑا ہے ان جاہلوں نے بدعتی امور کو محکمات کتاب میں لاحق کر دیا ہے۔ یہ فسادی ہیں جو اپنے مفاسد کو چھپانے کے لئے مجدد بنے پھرتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے "واتقوا اللہ" یعنی اتباع محکمات کے ذریعہ "واعلموا انکم ملقوہ" یعنی باطل کو حق سے مت ملاؤ۔ یعنی من گھڑت امور کو کتاب کے نصوص کی طرح مت بنالو۔

"وبشر المومنین" یعنی مخلصین مجددین (۲۲۳) تمت المسئلۃ۔

مسئلہ ثالثہ:۔ امر استنباطی واجب شرعی کی طرح ہو جاتا ہے۔ جب کہ اللہ کے لئے نذر مان لے اور جب کہ جماعت کا امر موقت اور عزم مصمم ہو جائے۔ اس صورت میں امر مستنبط کی اتباع کرنی ہوگی۔ اور ترک سے ان کا مواخذہ ہوگا امر مستنبط کے لئے درجہ قانونیہ حاصل ہوتا ہے۔ امام ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ذکر کیا ہے کہ مقلدین جب تقلید مجتہد کا عزم کریں اگرچہ دین میں تقلید واجب نہیں۔ لیکن اس حالت میں وہ ترک کرنے سے گنہگار ہوں گے۔

باب طبقات لاثم میں لکھتے ہیں۔ پانچواں مرتبہ جس پر شارع نے نص بیان نہیں کی اور ملاء اعلیٰ میں اس کا حکم منعقد نہیں ہوا لیکن بندے نے اللہ کی طرف توجہ کی اپنے دل اور ہمت کے مجموعوں کے ساتھ تو اگر کوئی چیز ممنوع عنہ یا مامور بہ قیاس یا تخریج یا اسی طرح کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ تو یہ شخص عہدہ سے خارج نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ احتیاط مشروع کردے۔ ورنہ اس کے اور خدا کے درمیان ظنون کے متعلق حجاب ہوگا۔ اور اس سے اپنے ظن کی بنا پر مواخذہ کیا جائے گا۔

اسی طرح مجتہد فیہ حکم کی نافرمانی کا گناہ ہوگا جب کہ وہ مقلد ہو خواہ جس کی بھی وہ تقلید کرتا ہو۔ اور یہ وہ بات ہے جسے ہم نذر میں شمار کرتے ہیں جب کہ انسان اپنے نفس پر واجب کردے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۲۵ میں اور اس کے بعد ۲۲۴ کا ذکر کریں گے۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ

اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کیلئے کہ سلوک سے اور پرہیزگاری سے اور لوگوں میں صلح کرانے سے

النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾

بچ جاؤ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے

﴿۲۲۵﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

نہیں پکڑتا تم کو اللہ بیہودہ قسموں پر تمہاری لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر کہ جن کا قصد کیا تمہارے دلوں نے اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا

اب ہم وہ آیت ذکر کرتے ہیں جسے ربط کے لئے چھوڑ آئے تھے۔ اور وہ یہ ہے ۲۲۴

بر و تقویٰ کی مخالفت اور اصلاح بین الناس کی مخالفت کا قانون بنانا حرام ہے۔ اسکی طرف اشارہ ہے لا تجعلوا اللہ الخ

مسئلہ رابعہ:۔ قانون کی مثالیں ہیں، قانون اور مصلحت کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب جوانب سے حدود مصلحت مقرر نہیں کئے گئے ہوں بلکہ مطلق چھوڑے گئے ہوں تو جس طرح بھی اسے انسان سمجھے اس پر عمل کرے یہ مصلحت ہے۔ اور جب اس کے اطراف سے حدود بیان کئے جائیں اور مقید کئے جائیں یہ قانون ہوگا۔ جیسے قانون کی

مثالیں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں کو محکمات کتاب کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے حسب حال اور مزاج وضع قانون کا اختیار دیا ہے تو ضروری ہے کہ بندے قانون کی مثال جان لیں پہلی مثال آیت ۲۲۶ / ۲۲۷ میں ایک آدمی اپنی بیوی سے اپنے آپ کو روک لے اور اس کو اپنے آپ سے مفاد نہ اٹھانے دے تو اس کا یہ فعل مصلحت ہوگا کیوں کہ مرد اپنے گھر میں حاکم کی حیثیت رکھتا ہے لہذا اپنی بیوی کو اپنے آپ سے روکنا مصلحت رکھتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اُس کو مطلق نہیں رکھتے بلکہ چار ماہ کی مدت سے محدود کر دیا ہے۔ پس اگر یہ پوری مدت گزر جائے تو ضروری ہے کہ وہ مرد اپنی بیوی کا باہمی اشتراک توڑ دے۔ یہ قانون کی مثال ہے ذیل کے قول میں

لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَآءُو

جو لوگ قسم کھالیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کیلئے مہلت ہے چار مہینے کی پھر اگر باہم مل گئے

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹھیرا لیا چھوڑ دینے کو تو بیشک اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٢٧﴾

سننے والا جاننے والا ہے

پس یہ امساک عن الزوج کا امر ان دونوں کی رائے پر سپرد تھا چاہیں تو رجوع کرلیں لیکن چوں کہ اب امر چار ماہ کیساتھ مقید کر دیا گیا ہے چنانچہ اب یہ قانون ہوگا۔

دوسری مثال۔ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور یہ رجوع وعدم رجوع کا عرصہ ہے مگر یہ مدت چوں کہ اس بات کیساتھ مقید ہے کہ اس کے گذر جانے پر رجوع کا حق نہ ہوگا۔ اور اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ

اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک اور ان کو حلال نہیں

أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ

کہ چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ نے ان کے پیٹ میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا

اور پچھلے دن پر اور ان کے خاوند حق رکھتے ہیں ان کو لوٹا لینے کا اس مدت میں اگر چاہیں سلوک سے رہنا

جب کہ مدت رد کی محدود ہوگئی پھر چوں کہ حیض کی معرفت عورتوں کے ساتھ مفوض ہے لہذا اس امر سے متعلق کوئی بات چھپانا عورتوں پر حرام کر دیا گیا ہے تاکہ خاوند بیوی دونوں نفاذ قانون میں ان کی طرف سے اعانت ہو سکے۔ یہ دونوں قانون کی مثالیں تھیں اب مصلحت کی مثالوں پر غور کرو۔

خاوند بیوی گھر میں مشترک ہیں، نکاح عہد اشتراک ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے پر حق متبادل ہے۔ اور بعض حقوق میں ان میں سے ایک کو دوسرے پر فوقیت حاصل ہوگی۔ یہ مصلحت ہے، اس مصلحت کی طرف اشارہ ہے

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

اور عورتوں کا بھی حق جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق

یہ بات معاشرہ اور معاش کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یعنی اکل و شرب لباس اور ایک دوسرے سے حق انتفاع۔ اہل علم میں مشہور ہو گیا ہے کہ جب وہ بیوی کو بلائے وہ انکار کر دے تو وہ گنہگار ہوگی اور اس پر اتنا گناہ ہوگا۔ پس مرد کو سمجھ لینا چاہیئے کہ جب اس کی ضرورۃ پر اسے چھوڑ دے تو مرد پر بھی اس طرح کا گناہ ہوگا۔ اور مسؤلیت بھی

بحث آخر:- جب انسانیت کے دو فرد اپنی کسی مشترک چیز پر مجتمع ہوں تو لازم ہے کہ وہ ہر ہونے والی خصومت کے قطع کی وجہ بیان کر دیں ورنہ اجتماعیت قائم نہ ہو سکے گی۔ نبی نے ان سب باتوں کی تعلیم دی ہے حتےٰ کہ فرماتے ہیں جب تم دو شخص سفر کرو تو تم میں سے ایک امیر بن جائے۔ اور اجتماعیت بیتیہ میں ہر نزاع کے فیصلہ کے لئے جو زوجین میں واقع ہو خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، خاوند ہی امیر بنایا جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٨﴾

اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا

یعنی اجتماعیت میں پہلی قسم۔ یہی وہ مصلحت ہے جو پہلی تعریف کے مانند ہے کہ اس میں تحدید حدود نہیں جب تحدید کی مثالیں ان مطالب اور مصالح کی طرح آئیں گی تو وہ قانون کہلائے گا۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ

طلاق رجعی ہے دو بار تک اس کے بعد رکھ لینا موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے اور تم کو روا نہیں

لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا

کو لے لو کچھ دیا ہوا عورتوں سے مگر جبکہ خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم

حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ

نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر

عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ

اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جائے یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم پھر اگر اس عورت کو طلاق دی تیسری بار

لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ

تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا پھر اگر طلاق دیدے دوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر

اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ

کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی

اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

ہیں اللہ کی بیان فرماتا ہے ان کو واسطے جاننے والوں کے

پھر اس کے بعد احکام ہیں جو خدا تعالیٰ نے بیان کئے ہیں فان طلقہا فلا تحل لہ، فان طلقہا فلا جناح یہ فسخ کیلئے قید و شرط ہے کہ تین تک تراجع کر سکتے ہیں. اس کے بعد نہیں. لیکن اگر نکاح آخر واقع ہو تو اس کے بعد اگر نکاح از سرنو ہو تو جائز ہے یہ فسخ کے لئے پابندی ہے.

دوسری مثال نکاح کا معاہدہ اس بات پر مبنی ہے کہ عورت کو مال دیا جائے. یہ ہماری سمجھ میں استمتاع بالابضاع کی قیمت نہیں اگرچہ بعض فقہاء کا یہی خیال ہے بلکہ اس میں ایک دوسری مصلحت ہے، کہ عورت والد کے گھر کی اجتماعیت کا عضو تھی، پس جب وہ وہاں سے نکل گئی تو ممکن ہے کہ اس اجتماعیت کو خسارہ پہنچے اور مرد جو اسے مستقل گھر کے لئے بنا رہا ہے. اسے دیگا، تو عورت اگر چاہے اپنے باپ کے گھر کی اجتماعیت کو وسیع اس مال سے کرے. یہ وہ وجہ ہے ایتاء مہر للمرۃ کی.

لیکن معاشرہ میں زوجین برابر ہیں، مرد کو بیوی پر تملک نہیں وہ ادارۃ البیت میں حاکم ہے. یہ حاجت

اجتماعیت کا دوسرا مسئلہ ہے۔ اور معاشرہ و مباشرہ میں زوجین برابر ہیں۔ ہمارے نزدیک تنقیح مناط سے مسلمانوں کے گھروں میں اجتماعیت فاسد ہو چکی ہے۔ البتہ جب اولاد ہوتی ہے تو وہ اجتماع میں مردوں عورتوں کے تسویہ کا مستقل واسطہ ہوتی ہے۔ اور اس سے پہلے عورتیں گویا استمتاع کے لئے مستاجرہ ہوتی ہیں فقط۔ یہ بہت بڑے اور فاسد خیالات ہیں۔ پس وہ مصلحت جو ہم نے مہر کی ادائیگی کی بیان کی ہے۔ اگر اینا رد ارتکاع زوجین کے اختیار میں ہو تو وہ مصلحت ہے اور جب وہ چند قیود سے مقید ہو گئے تو قانون بن گیا۔ ۲۲۹ میں اسی کی طرف اشارہ ہے ولا یحل لکم تا فیما افتدت به یہ قانون مال سے متعلق ہے جو مرد نے عورت کو پیش کیا تھا۔ لہٰذا جب عورت باپ کے گھر جائے گی تو اگر وہ عطیہ عورت رد کر دے تو قانون کی نظر میں جائز ہے خواہ وہ قیمت استمتاع ہی سمجھی جائے۔ فقہانے اس استمتاع کو فقط ایک مرتبہ سے مقید کیا ہے۔ اور ایک بار استمتاع کے بعد مرد اس مال کو اگر نے تو باطل ہے۔ فقہانے بعض الفاظ کو معلوم کر لیا ہے۔ ان کے معانی و غایت میں تدبر نہیں کیا۔ قانون کے اس مسئلہ کا نام قرآن حدود اللہ رکھتا ہے اور ان قوانین سے جو تجاوز کریں ان کے متعلق آیا ہے تلک حدود اللہ تا الظالمون تو جو قوانین دولت اور حکومت مملکت کے لئے بنائے گئے ہیں ان کی پابندی ضروری ہے، ان سے تجاوز کرنا فساد عظیم ہے۔ ان قوانین کی بنیاد سے اعتدا۔ حدود اللہ فی البیوت کے اعتدار پر ہے۔ یعنی جس طرح حدود اللہ فی البیوت سے تجاوز کرنا ظلم کے مترادف ہے۔ اسی طرح قوانین حکومت سے تعدی کرنا بھی ظلم ہے۔

تنبیہ:۔ مرد و عورت طبعی طور پر امور مخصوصہ کے لئے صلاحیت رکھتے ہیں۔ بعض اعمال سے مردوں کی جبلت مناسب ہے۔ جیسے اکتساب معاش کے سلسلہ میں مشقتوں کو برداشت کرنا۔ اور بعض اعمال کے مطابق عورتوں کی جبلت موافق ہے۔ مثلاً اولاد کی تربیت وغیرہ۔ اعمال بیت وغیرہ فطرت کی مناسبت پر ہیں۔ یہی عدل و تقویٰ ہے ــــــ وہ عدل جس پر اجتماعیت صالحہ مبنی ہے، وہ طویل زمانہ سے تمام ممالک اور تمام اقوام میں مروج اور معروف ہے اور ایسے اصول پر ہے جو فطرت کے قریب ہیں مگر سو سال سے جب کہ طبعی نوامیس کا انکشاف اور مشینوں کی ساخت ہوئی ہے۔ تمام ممالک میں نظام بیوت و عائلہ میں زبردست تغیر و انقلاب واقع ہو سرمایہ دار جو مشینوں کے مالک ہیں انہیں کوئی سروکار نہیں وہ صرف مال کمانا چاہتے ہیں۔ ان کے ہاں کمزوروں، طاقتوروں کا لحاظ نہیں۔ نہ انہیں مظلوم کے لئے رحم ہے۔ اس لئے وہ آخر تک سوسائٹی (اجتماعیت) پر تلے رہتے ہیں۔ یہ انقلاب جو آج ہم یورپ میں دیکھتے ہیں۔ یہ ایک وبائی مرض ہے۔ اس کا ایک بار تمام ممالک پر اثر پڑے گا۔ پھر اپنی اصلی فطرت کی طرف آہستہ آہستہ لوٹیں گے۔ تو اشتراکیت سرمایہ داری

کے مظالم کے جواب میں قائم ہوئی ہے۔ یہ سرمایہ داری کے پیچھے پیچھے چلتی رہیگی۔ آخر کار اشتراکیت کامیاب ہو کر رہے گی۔ اور سرمایہ داری پر کامیابی کے بعد لوگ قانون فطرت کی طرف رجوع کریں گے۔ یہ ہمارا خیال ہے۔ ہم مایوس نہیں قرآن کی رو سے بھی کیوں کہ یہ مرض عارضی فساد عارضی ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اجتماعیت قرآن منسوخ ہو جائے گی۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سرمایہ داروں کی پیدا کردہ حالت کو تباہ کیا جائے۔ جو انہوں نے مظالم پیدا کئے ہیں۔ سرمایہ داروں کے پیدا کردہ حالات کو تباہ کرنا آسان نہیں۔ بلکہ ایک طرح قیامت جیسے تغیرات اور ہولناکیاں پیدا ہوں گی۔ ہم جانتے ہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا پر غالب آچکے تھے۔ اور وہ بھی سرمایہ پرست تھے۔ تب قرآن ان پر انقلاب بپا کرنے کے لئے آیا پس ایران اور روم پر عراق و شام پر ایک قسم کی قیامت آئی۔ قرآن کی اکثر آیات کو ہم اس قیامت پر محمول کرتے ہیں۔ اور ان قیامتوں کے گذرنے کے بعد قرآن کے حکم پر اجتماعیت منظم ہوئی۔ ایک ہزار سال تک قائم رہی۔ سرمایہ داروں نے اس عرصہ میں حکم الہی میں زیادتی کی۔ اور فساد کیا اب ان مظالم کے رد کے لئے بھی ایک قیامت آئے گی۔ اور اجتماعیت کو پلیدیوں سے پاک کرے گی۔ ہم اس کے بعد امید کرتے ہیں کہ اجتماعیت دوسری بار منظم ہو گی۔ جب تک خدا کو منظور ہوگا۔

ہمیں پورا پورا یقین ہے کہ حکم قرآن اس آنے والی اجتماعیت میں بھی غالب ہو کر رہے گا۔ لیکن قرآن کی تفسیر امام ولی اللہ والی اگر ملحوظ خاطر رکھی جائے تب۔ پس اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ وہ اس انقلاب میں نہ مریں تو وہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑیں۔ امام ولی اللہ کی تفسیر کے مطابق۔ یا ایسے طریقہ پر جو اس کے قریب ہو۔ اور حیرت و وہم نہ کریں کہ فطرت کا حکم تیسری بار باطل کیا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ انسان بہلانے بنائے۔ اور عورت کو مہمل چھوڑ دے۔ اور اسے تین طلاق نہ دے۔ اور اس سے فائدہ اٹھائے کیوں کہ وہ عورت پر حاکم ہے۔ یہ قانون بنا دیا گیا ہے۔ آیت نمبر ۲۳۱ میں ہے

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں اپنی عدت تک تو رکھ لو ان کو موافق دستور

أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا

یا چھوڑ دو ان کو بھلی طرح سے اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے تاکہ ان پر زیادتی کرو

وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ

اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو

اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ

ہنسی اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو جو اتاری

عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

تم پر کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے اسکے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾

اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

ہم متنبہ ہوئے ہیں کہ یہ قانون کی مثالیں ہیں۔ یہ اس لئے ذکر کی گئی ہیں کہ مسلمان مصالحہ مرعیہ پر قادر ہوسکیں جو اجتماعیت میں ہونی چاہئیں۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا کیوں کہ امی قوم کاکلیات پر حفاظت نہیں رکھ سکتی۔ شخصیات مفقود نہیں ہیں۔ بلکہ چاہیئے کہ لوگ نصیحت حاصل کریں جیسے کہ اشارہ ہے وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ۔ جب استاذ کسی قاعدہ کی تعلیم دے اور شاگرد توجہ نہ کرے تو اسے مزید توجہ دلائی جاتی ہے۔ واذکروا نعمۃ اللہ کتاب قانون ہے اور حکمت ہے، نبی معلم موجود ہے تاکہ تم تعلیم حاصل کرو ہم کہتے ہیں کہ ان آیات کا حکم حقوق البیت میں ہے لیکن خلافت کبریٰ میں اس کی رعایت ہوجاتی ہے۔

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ نکاح کریں

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ

اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور کے یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کہ

كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ

تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اس میں تمہارے واسطے بڑی ستھرائی ہے اور

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

اس پر فصل اول ختم ہوئی۔ اس کے بعد تدبیر منزل کے احکام دوسری نوع سے آئیں گے۔ ——— **فصل ثانی**

بعثت نبویہ کا آغاز حجاز کے لئے۔ اور بالواسطہ تمام دنیا کے لئے گھر کے احکامات حکومت کے نمونہ کے طور پر ہیں بعثت ثانیہ مثلاً خازنہ خادمہ مولاہ عورتیں ریاست حکماء کے تحت آجاتی ہیں۔ اس سے ارادہ تہذیب اولاد اور دوسری امتوں کو قریش اور عرب کی تعلیم سے نکالنا ہے۔ اس کے لئے انواع آخر کی ضرورت ہے اور یہ

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ

اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے

أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

کہ پوری کرے دودھ کی مدت اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ

تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جائے ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو جس کا وہ بچہ

لَّهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

یعنی باپ کو اسکے بچہ کی وجہ سے یہ اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے پھر اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑالیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

مشورہ سے ان پر کچھ گناہ نہیں

ور مولود لہ ان کا خرچ برداشت کرے یہ تمام والدات اور مولود لہ کے حالات کے مناسب ہے۔ اور عربی قوم اس قسم کی تربیت سے نشوونما پاتی ہے۔ اس کے بعد وا

وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا

اور اگر لوگ چاہو دودھ پلواؤ کسی دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جب کہ حوالہ کر دو جو (۲۳)

آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے

والدات کے علاوہ ان کے لئے بھی اس قسم کے احکام ہیں تنفقون علیھن بالمعروف دوسری عورت سے دودھ پلوانا (استرضاع) عربی مرد کو تبلیغ دین کے اہل بنا سکتی ہے اور دوسری قوموں کی طرف دشمنانہ نظر نہ رہے گی۔ یہ مصلحت حربیہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جو قومیں بھی مسلمانوں کی حکومت میں داخل ہوں گی ان کی تربیت کر سکیں گے۔ کیوں کہ تربیت اولاد اور ان سے خدمت لینے کی انہیں صلاحیت ہو گی۔ میں اپنے گھر سے نکل کر مشائخ کے پاس آیا انہوں نے میرے ساتھ اولاد کی طرح سلوک کیا۔ اس لئے میں مسلمانوں کی طرح کتاب اللہ سمجھنے کے قابل ہو سکا۔ میں جانتا ہوں کہ کفر کا معاشرہ مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اگر میرے مشائخ میرے ساتھ اولاد کی طرح سلوک نہ کرتے تو میں بھی سائلین کی طرح بازاروں میں پھرتا ہوتا۔ بہت سے لوگ ہماری جنس سے مسلمان ہوئے اور بازاروں میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ یہ فراخدلی میں اپنے مشائخ کی دیکھ کر اسلامی تربیت کا نتیجہ سمجھتا ہوں پس تحقیق

وہ بہت عورتوں سے شادی کرتے ہیں۔ بہت اولاد ہوتی ہے مختلف عورتوں سے پھر ان کی تربیت کرتے ہیں۔ اور ان کی فطرت وسیع ہو جاتی ہے اولاد کے بارے میں پھر وہ ان کے ساتھ عاطفانہ سلوک روا رکھتے ہیں وہ یہ نہیں چاہتے کہ اولاد کی ہر چیز ان کی طرف واپس آئے۔ یہ چیز مسلمانوں کی اجتماعیت صالحہ کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کا بچہ ہے ایک بیوی سے اسے چند دنوں کے بعد طلاق دیتا ہے مگر طلاق کے بعد اس کا خرچ ادا کرتا رہتا ہے۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جدا ہونے کے بعد اس کے لئے خازنہ مقرر کرتے ہیں وہ بھی اس بچے کیلئے ماں کے مثل ہوتی ہے اور مرد بیوی کے مانند اس کے اخراجات ادا کرتا ہے۔ پس اس طرح سے اس کی نظر رحمت وسیع ہو جاتی ہے۔ کسی ایک صورت سے مقید نہیں رہتی۔ یہ ایک امر اجمالی اور دقیق ہے۔ ممکن ہے کوئی دوسرا اچھی چیز اس سے استنباط کرے۔ میں اپنے حالات کے مطابق اسے اسی طرح سمجھ سکا ہوں۔ ہندوں کے ایک طبقہ نے اپنے مذہب کے لئے مسلمان لڑکوں میں تبلیغ کی لیکن وہ اپنی اولاد کی طرح اپنے معاشرے میں منظم نہ کر سکے۔ آخر انکے تجربہ کار لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہم مسلمانوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ بلکہ الٹا ہمارے بچے مسلمانی رنگ میں منصبغ ہو جاتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی اجتماعیت کی خوبی ہے۔ یہاں سے میں دو مسئلے نکالتا ہوں

(۱) جو قومیں اسلام میں داخل ہو جائیں ان کی تربیت اور مراد غیر محاربین ہیں۔ یہ عربی قوم پر فرض ہے جو تربیت قرآن و نبی سے نشوونما پانے یہ بغیر حکومت کے کوشش کے آسان کام نہیں۔ بلکہ اس کا معاملہ اہم ہے جب ہم حکومت کے لئے تدبیر منزل کے ایک قانون کا استنباط کر چکے تو طبیعت نے چاہا کہ تربیت اقوام غیر محاربہ کے لئے بھی کوئی قانون ہے اور اسے مسئلہ رضاع کے متشابہ پایا۔ پس اس طرح میں نے تعبیر کی۔

(۲) ایک شخص وفات پا جاتا ہے۔ مثلاً کوئی حاکم۔ اس کے لئے مخصوص احکام ہیں۔ طلاق اور وفات کے احکام جداگانہ ہیں۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ

اور جو لوگ مر جاویں تم میں سے اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار

بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ

میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں قاعدے کے موافق

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٣٤﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا

اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے — اور کچھ گناہ نہیں تم پر — اس میں

عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ

کہ اشارہ میں کہو — پیغام نکاح ان عورتوں کا — یا پوشیدہ رکھو — اپنے دل میں

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ

اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ ان عورتوں کا ذکر کرو گے — لیکن ان سے نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو

سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ

چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو کوئی بات رواج شریعت کے موافق — اور نہ ارادہ کرو نکاح

النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

کا — یہاں تک کہ پہنچ جاوے عدۃ مقررہ اپنی انتہا کو — اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے

مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٣٥﴾

جو کچھ تمہارے دل میں ہے سو اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنے والا ہے

آیۃ نمبر ۲۳۴ اور ۲۳۵ میں ہم ان احکام سے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونے کی تعبیر کرتے ہیں۔ بیت حاکم پر بغاوت کرنا حکم منتقل کرنے کے لئے یا پوشیدہ سازش حکومت منتقل کرنے کے لئے پسندیدہ نہیں ہے لیکن حاکم اول کی موت کے بعد حقیقۃً یا حکماً آدمی امت یا قوم کی طرف بڑھتا ہے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں تو وہ حکم کرے عورتیں جن کے خاوند مر جائیں انہیں حق ہے کہ معروف طریقہ سے ان کے ساتھ معاہدہ کیا جائے اور پوشیدہ طور پر وعدہ کرنا جائز نہیں اور وقت مقررہ سے پہلے عزم عقدۃ نکاح حرام ہے اسی طرح امت جب جان لے کہ حکومت کمزور ہو گئی ہے وہ اپنی ذات کی طرف رجوع کرے اور حاکم کو چن لے اور پوشیدہ سازش انسانیت کے منافی ہے

تنبیہ: ہمیں علم ہے کہ ان رموز و اشارات پر عمل جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں ممکن نہیں۔ مگر جمہوریت میں ممکن ہے رئیس جمہوریت مر جائے یا کمزور ہو جائے تو اہل حل و عقد جمع ہو کر دوسرا رئیس منتخب کر لیں۔ غیر جمہوری طرز حکومت میں ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف حکومت کا منتقل کرنا ممکن نہیں فقط پوشیدہ سازش یا جنگ سے ممکن ہے۔ ہم پہلے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ امت کا معاملہ حاکم کی تعیین کے سلسلہ میں جمعیت مرکزیہ کی طرف رجوع کرنا ہے بالفاظ دیگر ارباب بست و کشاد کی طرف۔ اور وحی یا تعیین نبی کی طرف اس کا رجوع نہیں بلکہ امت یا قوم انتخاب کرے۔

جیسے عورتیں اپنے خاوندوں کے مرنے کے بعد مرد اختیار کرتی ہیں۔ پس ظلم و استبداد اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف حکمرانی سازشوں سے منتقل کرنا ہمارے نزدیک جاہلیت کی باتیں ہیں۔ یہی باتیں آج مسلمانوں میں باقی ہیں اور قرآن کی تعلیم کچھ نہیں رہی اور شوریٰ کی تفسیر میں اس سے بھی اچھا مقصد ہم نے متعین کیا ہے۔ لیکن اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم قرآن سے ایسی باتیں سمجھیں کہ اسلام کے احکام فطری ہیں جن کی سند ہم ان اشارات سے اخذ کرتے ہیں۔ ہم ان اشارات سے احکام اسلام کی فطرت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ مرد عورت گھر میں حاکم و محکوم کی طرح ہیں۔ اس کے بعد کون ہے جو مسلمانوں میں اس کے خلاف کوئی کلمہ کہے۔

اب ہم اس فطرت کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں جو ہمارے اذہان میں جڑ پکڑ چکی ہے کہ ہمیں چاہیئے ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف حکم منتقل کرتے کے وقت یا ایک عورت کو مرد اختیار کرنے کے لئے آزادی دیں اور پوشیدہ رازداری اور سازش بازی سے کام نہ لیں۔ اور عورتوں کی فطرت کو متغیر نہ کریں۔ اور یہ بات جسے ہم نے مستنبط کیا ہے دوسری آیات یا دوسری سورتوں میں بھی ثابت ہے لوگ شوریٰ کے وجوب کو نہیں سمجھتے ابوبکر رازی نے بہت اچھی طرح ان کا رد کیا ہے۔ اور شوریٰ کا متعین کرنا یعنی ارباب بست و کشاد کا باہمی مشورہ قرآن میں ثابت ہے لوگ تدبر قرآن سے غافل ہیں۔ خاص کر مسئلہ حکم میں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا

کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا اور نہ مقرر کیا

لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ

ہو ان کے لئے کچھ مہر اور ان کو کچھ خرچ دو مقدور والے پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اسکے

قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ

موافق جو خرچ کہ قاعدے کے موافق ہو لازم ہے نیکی کرنے والوں پر اور اگر

طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً

طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم انکے لئے مہر

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ وَاَنْ تَعْفُوْٓا

تو لازم ہوا آدھا اسکا کہ تم مقرر کر چکے تھے مگر یہ کہ درگذر کریں عورتیں، یا درگذر کرے وہ شخص کہ اس کے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی

أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾

یعنی خاوند اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلاؤ احسان کرنا آپس میں بیشک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے

مسئلہ اُخریٰ:۔ عورتوں کو جب طلاق مل جائے تو متعہ محسنین کے لئے حق ہے۔ اسی طرح جب لوگ معاہدہ نکاح سے استفادہ نہ کریں تو وہ پورے مال کی ادائیگی کے لئے مجبور نہیں ہیں۔ بلکہ نصف سے قانون کی رعایت رکھتے ہوئے فقط۔ اور قانون اس کے لئے شخصیت بنیا ہے۔ جیسے کسی قبیلہ کی شخصیت پس اعتبار مصلحت اس معاملہ میں بہتر ہے یعنی عفو نکاح معاہدہ مرد عورت میں ایک مخصوص تقریب کے لئے ہے۔ جب یہ باطل ہو جائے تو نفرت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مگر قانون اس کا بھی رد کر رہا ہے اور حکمت منع کر رہی ہے کیونکہ وہ اجتماعیہ مسلم کے دو افراد ہیں اجتماعیت کیلئے تالیف و تودد ضروری ہے اور معاہدہ سے حق تو دد پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ جب باطل ہو جائے معاہدہ تو اجتماعیت اسلامیہ باطل نہیں ہو گی۔ اس کی رعایت ضروری ہے۔

اس واسطے ۲۳۹ میں حکم ہے متعوھن اور ۲۳۴ میں عفو مہر ہے و لا تنسوا الفضل بھی اشارہ ہے کہ جب اجتماعیت اسلامیہ کی محافظت کریں پورے لوازمات سے تو یہ ممکن ہے کہ وہ حکومت جمہوریت قائم کرنیں۔ بغیر حکام کے تبادلہ کے اور بغیر قتال کے لیکن جب اجتماعیۃ اسلامیہ کو بھول جائیں تو جمعیت مرکزیہ باقی نہیں رہے گی اور اہل حل وعقد قائم نہ ہونگی نہ وہ مشاورت کریں گے۔ بلکہ وہ فرضی ہو گی

مسئلہ اُخریٰ

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلّٰهِ

خبردار رہو سب نمازوں سے ۔ اور بیچ والی نماز سے ۔ اور کھڑے رہو اللہ کے آگے

قَانِتِينَ ﴿٢٣٨﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا

ادب سے ۔ پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو

اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾

اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے

مسئلہ محافظت صلوات احکام بیت کے وسط میں آیا ہے ہم اس سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ احکام بیت کی محافظت اسی طرح فرض ہے جیسے محافظت صلوات۔ صلوۃ احسان اور ذکر الٰہی کی اساس ہے اور احکام تدبیر منزل عدل کی اساس و بنیاد ہیں۔ دونوں فرضیت میں برابر ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًاۚ وَّصِيَّةً

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وہ وصیت کر دیں

لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ

اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جائیں

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰهُ

تو کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾

زبردست ہے حکمت والا اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق لازم ہے پرہیزگاروں پر

۲۴۰، ۲۴۱ میں احسان کا ذکر ہے ان عورتوں کے ساتھ جن کا خاوند مر جائے۔ سوسائٹی پر ضروری ہے کہ اسے سال تک نہ نکالیں اگر عدت کے بعد وہ چلی جائیں تو حرج نہیں۔ اہل اجتماع سال تک نہیں نکال سکتے یہ حق نکاح نہیں حق اجتماعیت ہے۔ کیوں کہ مرد عورت الگ الگ نہیں بلکہ ایک کنبہ قبیلہ کے اعضاء ہیں۔ جیسا کہ قرآن نے پہلی دو آیتوں میں محافظت صلوٰت کا ذکر کیا ہے۔ اور حکم دیا ہے اجتماعیت کی رعایت کے ساتھ اسی طرح قرآن نے دوسری دو پچھلی آیتوں میں اجتماعیت کی رعایت کا حکم دیا ہے۔ پہلا حکم ازواج کے لئے تھا۔ یہ حکم اہل ازواج کے لئے ہے۔ یہ اجتماعیت خالصہ ہے۔

اور اسیطرح مطلقات کے لئے متاع ہے اگر زوج قادر نہ ہو سکا تو اہل زوج ادا کریں۔ تو امر اجتماعیت کا تدبیر منزل میں یا تدبیر منزل کو اجتماعیت اسلامیہ کی طرف ڈھالنے میں ایسی بات ہے جیسے نماز کو اجتماعیت اسلامیہ میں۔ گویا اجتماعیت انسانیہ تدبیر منزل کو ضروری قرار دیتی ہے پھر وہ آگے چل کر محافظت صلوٰت کو ضروری قرار دیتی ہے۔ یہ برابر برابر نوعیت کا حکم ہے۔

۲۴۲ میں ہے کہ ہم تدبر سے قرآن پڑھیں۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے واسطے اپنے حکم تاکہ تم سمجھو

کیا ہم قصوں کہانیوں سے اکتفا کریں یہ جائز ہے؟ نہیں۔ ہم نے بڑی محنت سے اس معاملہ میں کوشش کی ہے۔

جب اہل علم اس محنت سے قرآن سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ایسی تفسیر لائیں گے جو اس سے بھی اچھی ہو انشاء اللہ۔ ہم آیات سے تغافل کی تردید کرتے ہیں۔ واللہ ھو الموفق

مسلمت ازدواجی ختم ہوئی اسی کے ساتھ اجتماعیت متوسطہ کا باب بھی ختم ہوا۔ اب ایک فصل باقی رہ گئی ہے وہ مسئلہ ہے بادشاہ قائم کرنے کا جو اس اجتماعیت پر ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام ولی اللہ نے حجۃ البالغہ میں باب ارتفاقات میں فرمایا ہے کہ ارتفاقات کی حدود میں دو حدیں ہیں حد ثانی وہ ہے جس میں آباد شہر صالح اقالیم کے شامل ہیں۔ وہ صالح اقالیم جو حکماء کی نشأۃ کے مستوجب ہیں اور اہل اخلاق فاضلہ کی نشأۃ کے موجب ہیں۔ اس طرح کے اجتماعات اب بہت ہو چکے ہیں اور ضروریات بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں تجربے کثیر ہو گئے ہیں۔ لہٰذا بہت سے طریقہ جات انہوں نے استنباط کر لئے ہیں۔ اور ان پر سختی سے پابند ہیں۔ اس حد کی طرف اعلیٰ وہ ہے جو ملوک اہل رفاہیہ میں مروج ہے اور ان ملوک کی تردید کے لئے جو رفاہیت کے حامل ہیں۔ حکماء پیدا ہوتے ہیں اور وہ اچھے قواعد و ضوابط زندگی کے وضع کرتے ہیں۔ اس کا نام ہم ارتفاق ثانی رکھتے ہیں"۔

قُلْتُ (مولانا سندھیؒ) ارتفاق ثانی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ طرف اعلیٰ وہ ہے جو ملوک اور بادشاہوں میں متعامل و معمول ہے طرف ادنیٰ جو قری عامرہ کی باقی آبادی میں معمول ہے۔ ارتفاق کی طبیعت عدل کو مستلزم ہے اور طرف اعلیٰ کی موجب ہے۔ اس ارتفاق ثانی کی طرف اول طرف اعلیٰ کو مستلزم ہے یعنی جو ملوک کے اندر تعامل ہے۔

ہم اہل حضر و قری عامرہ کے تعامل سے متعلقات سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اس کی تصریح امام صاحب نے بدور بازغہ میں کی ہے کہ حجاز میں ارتفاق ثانی تھا۔ یعنی قری عامرہ جو مستلزم ہے طرف اعلیٰ کو آج ہم اسی کا ذکر کرتے ہیں۔

فصل اس بیان میں کہ قری عامرہ اور امصار متوسطہ میں جو تمدن ناقص کا تعامل ہوتا ہے وہ ضرورت کے موافق ہوتا ہے جو ان میں مصطلح ہوتی ہے اور اس میں ہر صناعت کے اعلیٰ لوگ ہوتے ہیں، لوگ ان کی رائے پر چلتے ہیں۔ یا قوم کے عقلاء کا ایک اجتماع ہوتا ہے۔ ان پر کفایت کرتے ہیں۔ اس کو بھی امام صاحب نے بدور بازغہ میں صراحۃً ذکر فرمایا ہے۔ اور ان میں ملوکیت منعقد ہوتی ہے جب وہ کچھ آگے بڑھنے اور ترقی کی طرف دھیان دیتے ہیں جو مباحث ہم لیس البر سے ۲۴۳ تک پڑھ آئے ہیں ان سب کا تعلق اجتماعات ناقصہ کے ساتھ ہے جن کا وجود ام القری اور مدینہ میں تھا۔ ان اجتماعات ناقصہ سے انعقاد ملوکیت کی بنیاد پڑتی ہے۔ یہ ہی طرف اعلیٰ

ہے ارتفاق ثانی کی۔ ہم اس فصل میں ۲۴۳ سے ۲۵۲ تک بحث کریں گے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ

کیا نہ دیکھا تونے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے موت کے

الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو

ڈر سے پھر فرمایا ان کو اللہ نے کہ مرجاؤ پھر ان کو زندہ کردیا بیشک اللہ فضل

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۲۴۳﴾

کرنے والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۴۴﴾

اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بیشک اللہ خوب سنتا جانتا

اس میں قتال فی سبیل اللہ پر ثابت قدم رہنے کا ذکر ہے۔ ایک واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جو بنی اسرائیل میں ہوا تھا کہ وہ موت سے بھاگے پس ایک ایسا حادثہ آن پڑا جس میں وہ مر گئے۔ مثلاً مرض میں سکتہ کی وجہ سے یا جو قوۃ برقیہ کی تاثیر سے پیش آتا ہے۔ کہ وہ حقیقی موت نہیں ہوتی بلکہ اگر وقت پر دوا پہنچ جائے تو زندگی لوٹ آتی ہے۔ اسی طرح انہیں قوت برقیہ پہنچی وہ مر گئے۔ پھر ایک نبی آیا اور قوت مثالیہ کی تاثیر سے ان کی زندگی دوبارہ لوٹا دی گئی۔

اللہ کی قدرت میں ہے ہر مردہ کو حیات جدیدہ سے انشار کرنا جبکہ تمام رشتے جدا ہو جائیں۔ اور جب کہ ہزار سال گذر جائیں۔ لیکن یہ تمام حکمت کے تقاضے کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور اسباب کے ماتحت ہوتا ہے جو اس حکمت کے موجب ہوتے ہیں۔ عام واقعات جو موت وحیات کے واقع ہوتے ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ اصل حیات ختم و منقطع نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ قرب موت تک ضعیف ہو کر پہنچ جاتا ہے۔ اور اس بقیہ قلیل حیات سے انسان کی زندگی دوبارہ آجاتی ہے جبکہ اسے قوئی طبیعہ اور قوئی مثالیہ سے مدد آپہنچے۔ لیکن ان واقعات کا تعلق اس حیات سے ہے جو تمام اوصال ورشتے متفرق و منقطع ہونے کے بعد اور کئی سال گذرنے کے بعد ہوئی اور وہ صرف خلق جدید ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن جب کہ وہ مادہ اولیٰ سے حیات ہوئی اور حیات اولیٰ کی تتمہ کے طور پر ہوئی تو اس کی صورت بھی احیاء میت کے برابر ہوئی۔ واقعہ جو بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا ہے وہ قسم اول جیسا ہے۔ اور جب وہ زندہ ہو کر کھڑے ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ انسان جب اپنی زندگی اللہ کے سپرد کر دے اور موت فی سبیل اللہ کے لئے

تیار ہو جائے۔ تو وہ موت معدوم نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ حیات کی تجدید ہوتی ہے۔ اور حیات اولیٰ سے وہ کامل ترین ہوتی ہے۔ اس طرح ان کے لئے قتال فی سبیل اللہ سہل ہو جاتا ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا

کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض پھر دوگنا کر دے اللہ اس کو کئی

كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾

گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور وہی کشائش کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے

اور جو آیت اس کے بعد ہے اس انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔ من ذا الذی یقرض جب قوم ارتفاق ثانی کے لئے تیار ہو گئی۔ اپنے تجارب کے بعد تو وہ طرف ادنیٰ کے بعد طرف اعلیٰ قتال فی سبیل اللہ اور انفاق سے حاصل کریں گے یعنی اپنے لئے ایک بادشاہ نصب و مقرر کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا

کیا نہ دیکھا تو نے ایک جماعت بنی اسرائیل کو موسیٰ کے بعد کی جب انہوں نے

لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ

کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں پیغمبر نے کہا کیا تم سے

عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا

یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تو تم اس وقت نہ لڑو وہ بولے ہم کو

لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ

کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم تو نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور

اَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ

بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا ان کو لڑائی کا تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے ان میں کے

وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾

اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گنہگاروں کو۔

کہ موسیٰ کے بعد ایک بنی اسرائیلی جماعت نے اپنے نبی سے کہا۔ وابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل اللہ امن اور رفاہیت میں جماعت کی ریاست سے ہی گذر نا ممکن ہے لیکن حالت حرب میں صرف ایک طرف رجوع کرنا بہتر یا ضروری ہے۔ حسب تقاضائے حالات بنی اسرائیل نے جب قتال کی ضرورت پائی تو ایک بادشاہ کو بھی انہوں نے ضروری سمجھا ورنہ اس سے پہلے ہر قریہ میں قاضی تھے جو فیصلے کرتے تھے لیکن قتال اس بات کو ضروری کر دیتا ہے کہ تمام معاملہ ایک شخص کے ہاتھ میں ہو۔ اس واسطے انہوں نے اس نبی سے ایک بادشاہ مقرر کرنے کی درخواست کی۔

نبی نے وعدہ لے لیا کیا تم قتال چاہتے ہو؟ ممکن ہے جب ہم بادشاہ مقرر کر دیں تو تم جنگ سے روگردانی کر جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا ہم پکا وعدہ کرتے ہیں کہ ہم جنگ کریں گے۔ کیونکہ ہم اپنے شہروں اور اپنی اولاد سے نکال دیئے گئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ لوگ قتال کی ضرورت محسوس اس وقت کرتے ہیں جب کہ وہ اپنے شہروں اور اپنی اولاد سے نکال دیئے جائیں لیکن ان سب باتوں کے بعد جب جنگ ان پر فرض کر دی گئی وہ پھر گئے۔ مگر تھوڑے باقی رہے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ قتال کی طرف اقدام کرنا شجاعت چاہتا ہے اور یہ صفت صرف عدل کی محبت جو ظلم پسند کرتا ہے اس کے ہاں شجاعت نہ ہوگی۔ ہمیں یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے جو عزت دنیا کا طالب ہو وہ حکومت کی تاسیس کے لئے تگ و دو کرے۔ اور ایسے قانون کے تحت کرے جس کے متعلق اسے یقین ہو کر وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اور یہ تگ و دو اس شخص سے موجود ہو سکتی ہے۔ جو محب عدالت ہو اور جب کسی قوم میں اقامت عدل پر اجتماع ہو جائے۔ وہ دنیا میں کامیاب ہو کر رہتی ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ

اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ

قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ

کہنے لگے کیوں کر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے

مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ

اس سے اور اس کو نہیں ملی کشائش مال میں پیغمبر نے کہا بے شک اللہ نے پسند فرمایا اس کو

عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ

تم پر اور زیادہ فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا جس کو

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾

چاہے اور اللہ ہی فضل کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

اوصافِ ملک کی بحث ہے کہ جو علم و جسم کے لحاظ سے باقی لوگوں سے زائد تر ہو۔ وہ ہی حقدار ہے کہ لوگوں کی کمان سنبھالے
زیادت فی الجسم، زیادت فی العلم کے لئے شرط ہے کیوں کہ بغیر صحت کے نہ قوت ہوگی نہ علم ہوگا جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور
مال حکومت کے لئے یعنی حکم چلانے کے لئے شرط نہیں رکھی گئی۔ اس کی طرف اشارہ ۲۴۸ میں۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ

اور کہا بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ

کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑ گئے تھے موسیٰ اور

هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾

ہارون کی اولاد اُٹھا لاویں گے اس صندوق کو فرشتے بیشک اس میں پوری نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو

اس بات کا بیان ہے کہ جب ملوکیت کسی صالح انسان میں مستقر ہو جائے تو آسمان سے برکات نازل ہوتے ہیں
بنی اسرائیل سے تابوت سکینت سلب کر لیا گیا تھا۔ جب وہ قتال پر رضامند ہو گئے۔ اور بادشاہ پر بھی۔ تو
انہیں دشمنوں نے بغیر کسی مشقت کے تابوت واپس کر دیا۔ یہ ملاء سافل کے ملائکہ کی تاثیر تھی۔ اور بیل گاڑی
کے ذریعے کہ راستہ بھی نہ بھولے۔ اس کا ذکر تورات میں ہے لیکن ملائکہ کا ذکر نہیں۔ ہم نے شاہ صاحب کی
حکمت کے ذریعہ یہ بات جانتے ہیں کہ ملاء سافل کے ملائکہ حیوانات کے دلوں پر ایسے حالات میں الہام کرتے ہیں
حتیٰ کہ اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہتا ہے حجۃ اللہ البالغہ میں ملاء اعلیٰ کے ذکر میں امام صاحب نے کہا ہے کہ ان سے کم
بھی ایسے نفوس ہوتے ہیں جنہیں اولین کے مطابق سعادت نہیں ملی گویا ان کا کمال یہ ہے کہ وہ اوپر کے
ترشحات کو نشر کرنے سے فارغ رہیں۔ جب اوپر سے کوئی چیز مترشح ہوتی ہے تو وہ ایسے اڑتے ہیں جیسے
پرندے اور بہائم طبعی تقاضوں کے مطابق وہ انسانوں کے دلوں اور حیوانوں کے دلوں پر برابر
کا اثر کرتے ہیں ———— ان کا ارادہ وہی بن جاتا ہے جو ان نفوس کا منشا ہوتا ہے
جو ملا سافل کا حال امام صاحب نے ذکر فرمایا ہے ہمارا اعتقاد ہے کہ بیل جو تابوت اٹھاتے ہوئے تھے
انہیں ان ملا سافل کے ملائکہ کے ذریعہ تاثیر ہوئی ہوگی۔ یہی معنی تحملہ الملائکہ کا ہے

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُم

پھر جب باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا بیشک اللہ تمہاری آزمائش کرتا ہے

بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ

ایک نہر سے سو جس نے پانی پیا اس نہر کا تو وہ میرا نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بیشک

مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا

میرا ہے مگر جو کوئی بھرے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اس کا پانی مگر تھوڑوں نے

مِّنْهُمْ ۭ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا

ان میں سے پھر جب پار ہوا طالوت اور ایمان والے سب ساتھ اسکے تو کہنے لگے طاقت

طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ

نہیں ہم کو آج جالوت اور اسکے لشکروں سے لڑنے کی کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ

اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ

ان کو اللہ سے ملنا ہے بارہا تھوڑی جماعت غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٢٤٩﴾

اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

۔پھر ضروری ہے بادشاہ پر کہ وہ لشکروں کو خبر دے۔ یہ اختیار ۲۴۹ میں مذکور ہے یہ اختیار ایک طریقہ پر واقع ہوا تھا۔ فشربوا منہ جب انہوں نے دشمنوں کے لشکر کو زیادہ تعداد میں دیکھا تو ڈرے پھر نیک لوگوں نے یقین کیا کہ غلبہ قوت منظمہ فعالہ کو ہوگا۔ کثرت پر مدار نہیں۔ ہم اللہ سے امید کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اندر برکت پیدا کرے۔ تاکہ ہم غالب آسکیں۔

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

اور جب سامنے ہوئے جالوت کے اور اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر

وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٥٠﴾

اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر

وہ جالوت اور اس کے لشکروں پر ٹوٹ پڑے باوجود اپنے لشکر کے قلیل تعداد ہونے کے۔ رب سے دعا کی یعنی اظہار عزم کیا۔ سبیل الحق پر مرنے کا یہ ۲۵۰ میں ہے۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَ

پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا د

داؤد موسٰے علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کا خلیفہ ہے اللہ نے ذکر کیا

وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّ

اور دی داؤد کو اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا ان کو جو چاہا

یہ بنی اسرائیل کا سنہری دور تھا۔ اور داؤد کے بعد سلیمان۔ پس ارتقاء ارتفاق ثانی میں ادنٰی سے اعلٰی کی طرف یہاں تمام ہوتا ہے ذکر ہے ۲۵۱، ۲۵۲ میں

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ

اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے تو خراب ہو جاتا ملک لیکن

اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ

اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر ٭ یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں ٹھیک ٹھیک

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٥٢﴾

اور تو بے شک ہمارے رسولوں میں ہے ٭

اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اس طرح تیری قوم میں واقع ہوگا۔ ارتفاق ثانی کا باب اس آیۃ پر ختم ہوگیا۔

ارتفاق ثانی کی قسم اعلیٰ

جو وسیع مفہوم میں آکر ارتفاق ثانی کہلاتا ہے

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ

یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا

اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دئے ہم نے عیسٰی مریم کے بیٹے کو

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ

معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبرئیل سے ٭ اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ

الَّذِينَ مِن بَعْدِهِم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَٰكِنِ

جو ہوئے ان پیغمبروں کے پیچھے بعد اس کے کہ وہ پہنچ چکے ان کے پاس صاف حکم لیکن

اخْتَلَفُوا فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

ان میں اختلاف پڑ گیا پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر رہا اور اگر چاہتا اللہ

مَا اقْتَتَلُوا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿٢٥٣﴾

تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہے

۲۵۳ اشارہ ہے ملوک اور اقوام کے باہمی تقاتل کا۔ جب کہ وہ ارتفاق ثالث میں توسع اختیار کرتے ہیں۔ ہر قوم کا بادشاہ ہوتا ہے۔ یا وہ بادشاہ نبی کی صورت میں ہوتا ہے۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام۔ یا بادشاہ دوسرا ہوتا اور نبی صرف اس کی تائید کرتا ہے۔ پس ان نبوتوں اور بادشاہتوں میں مختلف اقوام ابھرتی ہیں اور اس آیۃ میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں فضائل گوناگوں ہیں اور منتشر ہیں ان میں انتشار عموم و خصوص من وجہ کا ہوتا ہے (یعنی کوئی نبی کسی پہلو سے فضیلت رکھتا ہے اور کسی طرح کی)

امثلہ (۱) ان میں سے ایک وہ ہیں جن سے اللہ میاں ہم کلام ہوئے جیسے موسےٰ علیہ السلام۔

(۲) بعضوں کے درجات بلند ہوتے ہیں جیسے حضرت محمد تمام جہانوں کے لئے مبعوث ہوئے۔

(۳) ابراہیم تمام انسانیت کے لئے امام بنائے گئے۔

(۴) عیسےٰ کو بینات دئے گئے روح القدس سے ان کی تائید کی گئی۔ یہ چاروں ایک دوسرے کسی نہ کسی نوعیت میں افضل ہیں۔ اور انبیاء کی تاثیر بعض بادشاہانہ حالت میں اور بعض امتوں میں آکر اختلاف اقوام پیدا کرتی، ہر قوم افضلیت کا دعویٰ کرتی ہے اور چاہتے ہیں کہ باقیوں کو ملکی طاقت سے تابع کرلیں۔ اس لئے نتیجۃً وہ اقتتال کرتے ہیں یہ اقتتال و تقاتل انبیاء کو ایک دوسرے سے فضیلت دینے سے ہوتا ہے۔ اور اس میں بھی حکمت ہے کہ انسانیت حکومت عالیہ کے لئے ترقی کرے۔ اگر یہ حکمت مضمر نہ ہوتی تو وہ آپس میں جنگ و جدال نہ کرتے اسی بات کا اشارہ ہے۔ ولو شاء اللہ ما اقتتلوا ولکن اللہ یفعل ما یرید۔ تو مسلمان ارتفاق رابع قائم کرنے کے لئے مامور ہیں۔ وہ ایسی اجتماعیت ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کو باہم جمع کر دیتی ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ انفاق کثیر ہو اور انفاق اموال کے تحت انفاق فضائل بھی ہو اور اجتماعیت صالحہ تمام لوگوں کو ایک کلمہ پر منتظم کر دے۔ اس بنیاد پر کہ حکم اور ملک اللہ واحد کے لئے ہے۔ یعنی اللہ کی کتاب کے لئے اسی بات کا اشارہ ہے۔

۲۵۴ میں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ

اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی پہلے اس دن کے

أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ

آنے سے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ہے

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٥٤﴾

اور جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم ہے

اور مراد کافر ظالم سے وہ لوگ ہیں جو اجتماعیت عامہ قائم کرنے میں مخل و مانع ہوں، تمام شد

باب خامس باب الخلافۃ

اس کی ابتدا آیۃ الکرسی سے ہے اور اختتام آخر سورۃ تک ہے۔ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ہمارے نزدیک تقسیم نرالی ہے۔ ہم اس تقسیم کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لئے کہ ہر باب میں ذکر اللہ ایمان باللہ اور حظیرۃ القدس کی طرف توجہ والی آیات سے ہوتا ہے۔

۱:۔ باب الاخلاق ———— فاذکرونی اذکرکم

۲:۔ باب ثانی ———— والٰھکم اللہ واحد

۳:۔ باب ثالث ———— لیس البر ان تولوا وجوھکم

۴:۔ باب رابع ———— اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم

۵:۔ باب خامس اثبات ضرورۃ نزول قرآن اس کے لئے مقدم ہے۔

ہمارا نظریہ جو باب الخلافہ میں ہے وہ یہ ہے کہ ۱ خلافت بغیر جماعت کے قائم نہیں ہوتی ۲ رئیس اور ریاست امم پر وہ بھی اسی جماعت کا کام ہے ۳ جماعت ان قوموں کیلئے نصب رئیس اور انتخاب رئیس کرے رئیس قائم کرنا ڈائرکٹ قوموں کے ذریعہ جائز نہیں۔

یا بالفاظ دیگر اس کی ضرورت ہی نہیں کہ وہ اقامت ریاست میں مداخلت کریں کیوں کہ اس کا نتیجہ آخر کار نزاع و فساد ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں اسی طرح کا معاملہ ہو رہا ہے۔

(ہونا ایسا چاہیئے) کہ اہل اسلام کی ہر قوم ایک آدمی کو پیش کرے جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو اور سنت نبوی اور خلفاء راشدین کے معمولات کا عالم و عامل ہو اور وہ آدمی اسی قوم کے مثل ہو۔ نفع ذاتی اسے ملحوظ

نہ ہو۔ اس طرح کا آدمی قوم مرکز تک پہنچائے۔ اس طرح سے مرکز میں تمام اقوام کی اجتماعیت جمع ہو جائیگی۔ وہ اجتماعیت کتاب اللہ کے قیام کے لئے مرکز امم کا درجہ رکھیگی۔ اگر مرکز میں اجتماعیت کل اقوام کی جمع ہو جائے اور اس اجتماعیت پر اقوام کا اعتماد بھی ہو کیوں کہ ہر قوم کے مصالح کی رعایت ضروری ہوگی، تو پھر ہر قوم سے بھیجے ہوئے نمائندوں کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور لبسا اوقات اس جماعت کی طرف داعی اللہ کی طرف سے رجل جعین ہوگا تو اجتماعیت جو اس کی تعلیم و دعوت سے پیدا ہوگی۔ اس پر تمام اقوام و امم اعتماد کریں گے، موجودہ زمانہ کے اصطلاحات کے لحاظ سے ہم اس کا نام جمعیۃ مرکزیہ رکھتے ہیں۔ جب ہم نے قوموں کی سیاسیات کو تلاش کیا تو ہم نے اس زمانہ میں کسی قوم کی بھی مملکت کسی دولت اور حکومت میں قوت نہیں دیکھی مگر اس وقت جب کہ قوم کسی جماعت صالحہ پر اعتماد رکھتی ہو۔ ان کاموں کے متعلق جو اس کے ذمہ پر کئے گئے ہوں اس کا نام آج کی اصطلاح میں "پارلیمنٹ" ہے۔ یعنی جماعت مرکزیہ جس میں تمام اسامی برابر ہوتے ہیں، اور جس میں یہ قوت مفقود ہو تو وہ قوموں کی منڈی میں کوئی قیمت نہیں رکھتی خواہ وہ اپنی تاریخ یا اپنی خواہشات کے گھمنڈ میں رہے۔ جب ہمیں یہ یقین ہو گیا تو ہم نے کتاب اللہ میں نظر کی اور سنت نبویہ اور طریقہ خلفاء راشدین میں نظر دوڑائی پس جس چیز سے طبیعت مطمئن ہوئی وہ اللہ کا قول یہ ہے۔ السابقون الاولون من المهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اس میں اس اجتماعیت مرکزیہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حکم قرآن کے قیام کے لئے کوشش کی جو تمام اقوام پر جاری و ساری ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس میں کامیاب ہوئے۔ یہی اللہ کی زمین پر اللہ کے خلفاء ہیں۔ اور یہ جماعت اگر رئیس مملکت کی ضرورت محسوس کریں تو اس کا انتخاب کریں۔ اس کا نام ہم خلیفہ رکھتے ہیں۔ اور یہ رجل رئیس نائب ہے کہ خلیفۃ الخلفاء کے نام سے موسوم کیا جائے اور جب یہ رئیس وفات پا جائے تو اس کا جانشین دوسرا ہوگا۔ اور امت کو انتخاب رئیس میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

البتہ امت کو اس جماعت کی تنظیم کا حق ہے۔ یا اس طرح کہ امت اس جماعت کے موجودہ شخص پر راضی ہو یا اپنے میں سے کوئی مبعوث بھیج کر۔ پس جب اجتماعیت مرکزیہ منظم ہو جائے تو اقوام کے لئے اس جماعت کے رئیس کے انتخاب کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اب اگر اس جماعت کا نام جماعت خلفاء رکھیں تو وہ ہماری مراد کی وضاحت کے لئے زیادہ موزون ہوگا۔ ہر قوم اجتماعیت مرکزیہ میں خلیفہ نصب کرتی ہے لیکن خلیفۃ الخلفاء کے لئے اقوام کو کوئی حق نہیں۔

ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقین اولین الخ میں سے ایک فرد گردانتے ہیں. اور تادم زیست وہ خلیفۃ الخلفاء ہیں پھر اس جماعت نے اپنا خلیفہ ابوبکر صدیق کو منتخب کیا. پھر فاروق کو پھر عثمان کو نصب خلفا کا حق انہی کو تھا. اور انہیں عزل یعنی برخواست کرنیکا بھی حق ہا البتہ اس مرکزی جماعت کی تنظیم کا کام تمام اقوام کے سپرد ہے. بشرطیکہ وہ کتاب کے قیام کا ارادہ رکھتے ہوں. ہندوستان، افغانستان توران عرب تمام آج تک شیعی حکومت اپنے پر پسند نہیں کرتے لیکن وہ اس کے قیام کے لئے بھی کوئی راہ نہیں ڈھونڈھتے.

اور آج بھی قرآن کریم کی سلطنت ممکن ہے کہ اقوام اسلامیہ پر قائم کی جائے. لیکن یہ تب ہی ممکن ہے کہ ہم عمال افراد (اعلیٰ) گورنرز کی طرح اجتہاد کریں. لیکن اگر ہم اجتہاد نہ کریں تو کچھ نہ ہوگا اور عدم اجتہاد سے اور اجتہاد سے مایوس سلاطین اور ان کے معاونین سے پیدا ہوتی ہے. وہ معاونین علمار آرام پرست ہیں. اس نظریہ پر ہم اس باب کی تشریح کرتے ہیں سورۂ بقرۃ سے اور جو چیز ہم نے اپنے اہل عصر سے دریافت کی ہے وہ وہی ہے جس کی تحقیق امام ولی اللہ اپنی کتاب ازالۃ الخفار میں کر چکے ہیں وہ خلیفۃ الخلفا کو جماعت خلفاء سے اقوی مانتے ہیں. وہ اپنی جگہ حق و صادق بات ہے لیکن اس کا اطلاق زمانہ نبی پر ہوتا ہے. اس کے بعد کے خلفار کے متعلق یہ نظریہ لوگوں نے جو قائم کیا ہم اسے قبول نہیں کرتے. اس کے بعد یعنی زمانہ نبی کے بعد تو حقیقت یہ ہے کہ جماعت خلفار خلیفہ خلفار سے زیادہ قوی ہے. یہ بات زمانہ فاروق سے معلوم ہوتی ہے جب یہ جماعت سے وہ سوال کرتے ہیں کہ اگر میں خلاف اصول چلوں تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کروگے؟ تو سب نے جواب دیا ہم تیری گردن اڑا دیں گے. (یا تلوار سے تجھے سیدھا کریں گے) اس کے بعد حق جماعت سے آنکھیں بند کرنا کسی کے لئے روا نہیں. ورنہ یہ ظلم سمجھا جائے گا.

ہم سورۂ ہذا کا آخری حصہ اس مطلب کی تکمیل کے لئے پیش کرتے ہیں. پھر ماں بقی کی تکمیل کریں گے۔ ۲۸۴

بیش لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ. اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت بادشاہت ملک صرف اللہ واحد کا ہے. صرف اسی مقصد کے لئے نبی صلعم مبعوث ہوئے. اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کا حکم تمام زمین پر نافذ ہو اور اللہ کی حکومت آسمانوں زمینوں میں پوری ہے جو اس کی مخالفت کریں یعنی کتاب اللہ کے قیام کی ان سے اللہ میاں خاص طرز سے حساب لے گا. عام طرز سے حساب ان سے نہ ہوگا.

اس کا اشارہ ہے وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ الخ یہ آیت خاص طور پر خلفار اللہ کے لئے ہے. کہ اگر وہ کسی فرد یا قوم کے حق میں خلاف امر کتاب اللہ کوئی چیز چھپا رکھیں گے تو اللہ ان سے حساب لیگا. پھر اسے بخشے گا. جس کی حسنات (نیکیاں) غالب ہوں گی اور اسے عذاب دے گا جس کی سیئات (برائیاں) غالب ہوں گی

وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

یعنی مغفرت و عذاب پر۔ یہی مطلب ہے یعذب من یشاء کا، کہ شرف خلافت اس قوم سے اللہ تعالیٰ سلب کر لیتا ہے۔ جو اسکے میثاق کی مخالفت کرے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اسکے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی

رسل اور مومنین جماعت واحد ہیں۔ مومنین خلیفہ ہیں اور رسول خلیفۃ الخلفاء ہے۔ ہر ایک نے اس عہد و پیمان کو تسلیم کیا اور اس پر ایمان لے آئے۔ اس کی تصریح بعد والی آیت میں ہے

کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اسکے رسولوں کو

یہ خطیرۃ القدس کا عنوان ہے۔

لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اسکے پیغمبروں میں سے

شعار حنیفیت کی تصریح ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو انسانیت کا امام بنایا تو ان پر واجب ہے کہ وہ ہر رسول کی تصدیق کریں جو اقوام دنیا میں سے کسی قوم کی طرف آیا۔ یہ اجتماعیت کا ایمان جو دنیا کے تمام انبیاء پر ہو۔ دعوت ابراہیم ہے۔ پس جن لوگوں نے ہمارے فقہا میں سے اپنی قومیت کا تعصب کیا اور دوسرے انبیا کی تردید کی وہ ہم میں سے نہیں۔ فلاح ہرگز نہ پائیں گے تاوقتیکہ وہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑیں اور نیز یہ کہیں کہ تمام انبیاء کا دین ہے وہ حق پر ہیں۔ خواہ وہ تفاصیل سے واقف نہ ہوں۔ لیکن وہ لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ وہ اپنے فقہا کے طائفہ کے

لئے تعصب کرتے۔ اور باقی تمام اقوام کے انبیاء کا انکار کرتے ہیں۔ اس فساد کو قہار کے دلوں سے نکالنے کے لئے ہم علوم حدیث و فقہ کی دعوت دیتے ہیں شاہ ولی اللہ کی اتباع کے ساتھ۔ جیسے کہ ہم انہیں تفسیر قرآن اور علوم حکمت کے لئے شاہ صاحب کی حکمت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص امام ولی اللہ کا مقام حاصل کرے ہم اسے امام مذکور کا مساوی درجہ ضرور دیں گے۔ اب تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ اور مومنین نے کہا۔

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾

اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا

یعنی اگر ہم کسی چیز کو عزم سے بھلا دیں اور غافل ہو جائیں۔ تو اس کا مواخذہ ہوگا۔ لیکن اگر ارادہ نہیں تو یا اللہ تیری مغفرت کے امیدوار ہیں۔ اللہ نے ان کی یہ دعا منظور فرمائی اس کے بعد کی آیت میں انکی دعا مقبولیت کا اشارہ ہے

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے

یہ قاعدہ کلی ہے جس کی خلاف شدتی کبھی نہ ہوگی۔ اسی تکلیف سے مواخذہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انسان اگر کوئی کام مرضی سے کرتا ہے۔ اور اختیار سے تو اس کا نفس اس عمل کی روح کو جذب کر لیتا ہے اگر وہ نیک کام ہے تو اس کے فائدہ کے لئے ہے اور اگر وہ بد ہے تو اس کی پاداش اس پر ہے۔ اس کا اشارہ ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

اسی کو ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا

مواخذہ اس کے ارادہ و عزم پر جاری ہوتا ہے اور عزم مومنین ان کی دعا میں ظاہر ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ج

اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں

کیوں کہ نسیان وخطاء ارادہ کے تحت شامل نہیں ۔ وہ چاہتے کہ مغفرت کئے جائیں ۔ اللہ نے انکی دعا منظور فرمائی ۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا

اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے لوگوں پر

جو کچھ ہمیں معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ ہم پر دو حکومتیں نہیں ہوسکتیں ۔ یعنی ایک تو قرآن کی حکومت ہو دوسری اس کے اوپر دوسری قوم کی حکومت ہو ۔ جب ہم پر ہماری حکومت ہو تو ہم بیشک اقامت حکم قرآن کے متعلق ذمہ اور مسئول ہیں ۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ

اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم کو طاقت نہیں

یعنی جس کی ہمیں طاقت نہیں ۔ بلکہ مشقت وتکلیف ہے وہ ہم پر محمول نہ کر ۔ بلکہ ارتفاقات ہیں تیسیر وسہولت ہو ۔

وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ

اور درگذر کر ہم سے اور بخش کر ہم کو اور رحم کر ہم پر

یعنی مدارج خلافت عمومیہ کی تکمیل میں ۔

أَنتَ مَوْلَىٰنَا

تو ہی ہمارا رب ہے

فقط تو ہمارا سردار ہے کوئی دوسری شخصیت یا انسان نہیں ۔

فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

مدد کر ہماری کافروں پر

یعنی معاندین پر فتح دے ۔ آمین ،

فطرت انسانیہ کے موافق ہے اور یہ بات ظاہر ہو چکی ہے

لِلّٰہِ مَا فِی السموات وَ الارض اس میں اشارہ آیۃ الکرسی کی طرف تفصیل سے ہے۔ یہ شرح ہے اس بات کی کہ تمام جو آسمانوں زمینوں میں ہے وہ اللہ کے لئے ہے۔

آیت ۵۰۰ میں آیۃ الکرسی میں خلفا کا مفصل بیان ہے۔ اور حظیرالقدس کی پوری شرح ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۵

اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا ہے

تجلی اعظم کی تعبیر ہے۔ الحی القیوم حیات عالم کی صورت کبریٰ اور اس کا مرجع القیوم تمام مادہ کا مرجع

لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ط

نہیں پکڑ سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند

اس سے تمام اسکی مخلوق جدا ہو گئی۔

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

بادشاہت حکومت اور ملک آ گیا۔ تفصیل بعد میں ہے۔

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ط

ایسا کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اجازت سے

یہ پورا ملک اور پوری بادشاہت کا ذکر ہے۔

یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ

جانتا ہے جو کچھ خلقت کے روبرو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اس کی

عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج

معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہ چاہے۔

احاطہ علمیہ صرف اللہ کو ہے وہی موجب ہے کہ ہر چیز اسی کی ہے

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

گنجائش ہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں اور زمین کو

کرسی اور عرش میں فرق نہیں۔ اس کے دو اعتبار (پہلو) ہیں۔ ایک اعتبار سے عرش ایک اعتبار سے کرسی۔ جیسے فرض کرو ایک جسم عظیم ہے کرہ محیط ہے جمیع اجسام کو۔ لازماً اس کے لئے دو سطح ہوں گی۔ ایک بالائی ایک نشیبی۔ نشیبی حصہ لازماً چھوٹا ہوگا مضبوطی اور سختی کے لحاظ سے اور موٹاپے کے لحاظ سے اگر ہم کرسی کو تحتانی حصہ قرار دیں اور فوقانی لحاظ سے عرش قرار دیں تو ہمارے مفہوم کے یہ بات مخالف نہیں وسع کرسیہ السموات الخ یعنی سموات وارض کو محیط ہے اور اعظم و اقویٰ ہے۔ سموات سے اسی طرح قوت بڑھتی جائے گی جوں جوں امرار تقا پذیر ہوتا جائے گا۔ مثلاً تجلی اسی عرش پر قائم ہے اور اس کو برابر برابر احاطہ کئے ہوئے ہے تو یہ تجلی عرش سے اقوی ہوگی۔ اگر ہم تجلی کی مثال صورت لیں جو ہم شیشہ میں ظاہر دیکھتے ہیں مثلاً۔ تو سوچنے والا سوچے گا کہ تجلی مظہر سے یعنی شیشہ سے کمزور ہوگا۔ کیوں کہ شیشہ ہماری صورت سے زیادہ قوی ہوتا ہے تو یہ مثال نہیں فقط سمجھانے کے لئے ایک مثال ہے پھر جو صفت اللہ کے عرش پر تجلی پذیر ہے وہ تجلی سے زیادہ قوی ہے۔ پھر اللہ کی ذات جسے ہم کلمہ اللہ کا مصداق سمجھتے ہیں۔ وہ تمام صفات سے قوت میں زیادہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس طریقہ سے انسان اللہ کی عظمت سمجھ سکتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے

وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ لَا إِكْرَاهَ

اور گراں نہیں اس کو تھامنا ان کا اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا نہیں زبردستی

فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

دین کے معاملہ میں بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے

تو خلافت الٰہیہ ان اقوام کی مرضی سے ہوگی۔ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور وہ جماعت مومن اقوام میں ہوگی۔ کافر اقوام میں نہیں۔ اور یہ اکراہ نہیں سب کو رشد غی سے چھٹ جائے۔ کیونکہ دعوت قرآنیہ

اور انسان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ اسکی اتباع کرے۔ اور انسانیت کے لئے اسکی اتباع ترک کرنا جائز نہیں ہاں البتہ جب وہ فطرت سے منحرف ہوجائے۔ اور اسی طرح وہ اکراہ جو انسانیت پر خلافت واجب اور قائم کردینے کا ہوگا۔ وہ اکراہ نہ گردانا جائے گا۔ اور جو اس آیت کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ انسان مہمل چھوڑ دیے جائیں۔ خواہ ہدایت کا قانون اپنی ظاہر ہدایت سے بھی واضح ہوجائے اور لوگ کسی بات کے مکلف نہیں جو چاہیں کریں۔ تو یہ تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ آج کل مغربی لوگ اس آیت کو اپنی آزاد خیالی کے لئے پڑھ دیتے ہیں حالانکہ مغربی لوگوں کی منشا بھی صرف یہ ہوتی ہے کہ مسلمان ان کے معارض نہ آئیں اور حکم یورپ کے سامنے سر تسلیم خم کردیں۔

فتح الرحمٰن میں اس آیت کا ترجمہ یہ کہ "نیست جبر کردن برائے دین" یعنی حجت اسلام ظاہر شد۔ پس گویا جبر کردن نیست اگرچہ فی الجملہ جبر باشد، ہر آئینہ ظاہر شدہ است راہیابی از گمراہی" کسی مفسر کی ایسی تفسیر ہم نے نہیں دیکھی۔ ہمارا یقین ہے کہ مغربی لوگ قرآن کے سامنے جھک رہے ہیں۔ لیکن ہم ان کے دین کے سامنے جھک رہے ہیں۔ کیا اس طرح اجتماعیت ہماری تمام ہوسکتی ہے؟

تنبیہ:۔ جنگ عظیم کے بعد جب تمام قوموں کی جماعت بنی ہمارے تو بہت سے بھائی لوگ خوش ہوئے لیکن میں ان کی جماعت الاقوام کی غرض سمجھ گیا کہ یہ تقسیم غنیمت کے لئے جماعت بن گئے ہیں جو کہ انہوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں سے حاصل کیا تھا۔ ان کا حکم لازمی طور پر تمام مغلوبین کے لئے ضروری ہوجانا سلکے میں اس کی رخصت نہیں دیتا تھا۔ ہمارے ساتھی مہندر پرتاب اپنے رفیق سے جب ملے تو اس نے ہماری بات کو پسند نہ کیا ——— اور پھر سال دو سال کے بعد ہم ملے تو اس نے ہماری رائے کو صحیح قرار دیا انسانیت قائم نہیں رہ سکتی مگر فطرت کے مطابق ہوکر۔ پس جو قومیں ایک بہتر اور تندرست نظام پر متفق ہیں اور وہ دنیا میں موجود ہیں۔ وہی دوسروں پر غالب رہ سکتے ہیں۔ کیا اس کے بغیر انسانیت سکون یا ترقی حاصل کرسکتی ہے؟ نہیں۔ تو ہم اہل قرآن پر ضروری ہے کہ ہم دنیا کی تمام اقوام پر ثابت کردیں کہ انسانیت کے ہاتھ میں قرآن سے بہتر کوئی نظام نہیں اور پھر ہم قرآن کے ماننے والوں کی اجتماعیت منظم کریں سب قومیں برابر ہیں (لحاظ صرف ایمان بالقرآن کا ہے) پس وہ جماعت مخالف قوموں پر غالب آکر رہیگی۔ صرف حکومت کے لحاظ سے ہی نہیں۔ بلکہ ارشاد و ہدایت کے اعتبار سے بھی جیسے کہ والد اولاد پر غالب ہوتا ہے اس کے بعد جو اسکے خلاف کھڑا ہوا وہ قتل کردیا جائے فقط۔

میں عصبۃ الاقوام کے بارہ میں یہی کہتا تھا کہ اگر وہ حق قائم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہیں چاہیئے

کہ عصبیت الامم کے لئے قوت عسکری مہیا کریں جو عصبیۃ الامم کے حکم کے مخالفین سے جنگ کرسکے ہم کہتے ہیں کہ ہماری مراد یہ ہے کہ جسے حق سمجھتے ہیں اسے قائم کریں لیکن جب ان کے ہاتھ میں قوت عسکری نہ ہوگی تو وہ فقط دوسری قوموں کے لئے جنگ کرتی رہے گی۔ ورنہ پس مغلوب اپنے ملک پر انکے مالک و قابض ہونے پر راضی رہیں گے۔ پھر وہ مہندر پرتاب دو سال کے بعد مجھ سے ملا اور اس نے کہا کہ متفکرین عصبۃ الامم کے لئے قوت عسکری چاہتے ہیں لیکن اس پر سوائے انگریز کے کوئی راضی نہیں۔ ہماری غرض یہ ہے کہ بغیر قوت کے عدل و حق کو قائم کرنا ممکن ہی نہیں۔ یہ خلاف فطرت ہے بغیر قوت کے دعوتِ حق تو دی جاسکتی ہے مگر اس کی نشاۃ جمع قوت جمع کرنا ہوتی ہے۔ لیکن سرے سے لزوم قوت کی نفی یہ فطرت کا ابطال ہے۔ جس نے دعوت مسیح و بدھ کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ سرے سے قوت کی نفی کرتے ہیں اس نے غلط تشریح کی ہے۔ اور کلام مسیح و بدھ کی تحریف کی ہے۔ البتہ اجتماع قوت کے لئے دعوت قوت کے ذریعہ نہیں ہوتی لیکن جب قوت منظم ہوجائے تو دعوت کی وہ تائید کرتی ہے۔ لیکن جب دعوت کی بنیاد رشد پر ہو اور اس کے مقابلہ میں کوئی صالح نظام نہ ہو تو قوت کی تائید سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ لا اکراہ فیہا۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لاوے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۚ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾

حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

فطرت کو مضبوطی سے پکڑنا۔ اور اس دین کو جو فطرت کے موافق ہو۔ اسے تمسک بالعروۃ الوثقٰی کہتے ہیں اور دعوت قرآنی فطرت انسانی کے موافق ہے۔ اس کی اساس حجۃ اللہ البالغہ میں مستحکم ہے۔ پس صاحب علم کو چاہیئے کہ وہ اس رشد کی تلاش کے لئے اس کے گرد جمع ہوں اور رشد حاصل کریں۔ جو غی سے جدا ہوا۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ

اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ

كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ

کافر ہوئے ان کے رفیق ہیں شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥٧﴾

یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایمان باللہ اللہ کی دوستی سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ نے جیسے فطرت کو پیدا کیا ہے ویسے ہی لوگوں کے لئے یہ بھی آسان کر دیا ہے کہ وہ اسکی موافقت کریں۔ پس جب انسان اقامت فطرت کا صحیح ارادہ کرلے تو اللہ بھی اس کی تائید کرتا ہے اور جب اس کا ارادہ اتباع فطرت سے منحرف ہو تو اللہ اسکی تائید نہیں کرتا۔

اس کا اشارہ ۲۵۷ میں ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ

کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے رب کی بابت اسی وجہ سے کر دی تھی

اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَ

اللہ نے اس کو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور

يُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ

مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے

فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ

کہ بے شک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اس کو

الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥٨﴾

مغرب کی طرف سے تب حیران رہ گیا وہ کافر اور اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو

اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و ولایت ذکر ۲۵۸ میں کیا ہے۔ احتجاج ابراہیم اللہ نے اس کی تائید کی اور کافر مبہوت رہ گیا۔ اسی طرح اللہ ہمیشہ تائید کرتا رہتا ہے۔ یہ تائید صرف ابراہیم کے ساتھ خاص نہیں۔ واللہ لایہدی القوم الظلمین۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتباع فطرت سے مقصد اقامت عدل ہے اور دفع ظلم ہے پھر ۲۵۹ میں ولایت الٰہی کی دوسری مثال ہے۔ ایک شخص آیا جسے شبہ تھا کہا۔ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ گویا اس طرح حق واضح کیا سو سال کے بعد اسے اٹھایا۔ فلما تبین لہ قال اعلم الخ یہ بات لوگوں کے لئے آیت بن گئی

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا ج

یا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ وہ گزرا ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر

قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ

بولا کیوں کر زندہ کرے گا اس کو اللہ مر گئے پیچھے پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ط قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ

سو برس پھر اٹھایا اس کو کہا تو کتنی دیر یہاں رہا بولا میں رہا ایک دن یا ایک دن

يَوْمٍ ط قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَ

سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور

شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ج وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ

پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ

آيَةً لِّلنَّاسِ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا

بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر

لَحْمًا ط فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۲۵۹)

ان پر پہناتے ہیں گوشت پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ اٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تنبیہ :- میں نے حجۃ اللہ البالغہ کے صفحات میں بہت غور و فکر کیا ہے تو شیخ اس وقت تک حکمت نہیں لائے جب تک کہ اسے خود تجربہ نہ کرلیں یا کوئی دوسرا شخص تجربہ نہ کرے جسے شیخ جانتا ہو۔ اور اس کا تجربہ بھی شیخ کے تجربہ کے مثل ہو کیوں کہ دونوں کا ذوق متحد ہے۔ میں اس حکمت سے متاثر ہوا۔ اور میں نے دیکھا ہے جب میں نے سخت منکرین کو بھی یہ بات پیش کی ہے وہ اس کے انکار پر قادر نہ ہو سکے۔ تو کلمہ حکمت جو کتب میں درج ہو وہ انسان کے لئے موثر نہیں ہوتی مگر جب کہ اس کا زندگی میں تجربہ ہو چکا ہو۔ ہم غالب قوموں کو دیکھتے ہیں تو وہ ہر حکمت کے تجربہ کی طرف توجہ کرتے ہیں اپنی ذات پر اور فوراً ترقی کر جاتے ہیں۔ اسیطرح قرآن لوگوں کے لئے حکمت پیش نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ اس طائفہ کے نفوس میں مجرب نہ ہو جنکے ذوق متحد ہوں۔

مسئلہ :- احیاء الموتٰی قرآن کریم کے مسائل بنیادی میں اہم ہے۔ اگر یہ مجرب نہ ہو تو دلوں کو زندہ نہیں کر سکتا

ہم نے بیان کیا ہے شیخ ولی اللہ کے عم محترم کے متعلق کہتے ہیں کہ احیاء موتی کا دفعہ لطیفہ میں تجربہ بڑھتے بڑھتے سو سال تک ہو سکتا ہے۔ اور تاثیر ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ بات ہمارے ہاں قابل انکار نہیں۔ یہ بات ذوق کے موافق ہے۔ میرے پاس اب وہ کتاب نہیں۔

لیکن ایک دوسری حکایت ہے احیاء موتے کے بارہ میں، ہمارے سلسلہ میں موجود ہے۔ میں نے شیخ محمد صدیق سندی کے دست مبارک پر بیعت کی ہمارا شیخ کامل و مکمل تھا۔ دو واسطوں سے اس کے شیخ المشائخ سید محمد لقا سندھی ہیں انہوں نے طریقہ قادریہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے لیا۔ اس کا نام بھی عبدالقادر ہے جو پنجاب کا ہے[1] اس کی دعا سے اللہ نے ایک مردہ کو زندہ کیا جو تھوڑی دیر پہلے مرا تھا۔

اس شیخ نے اس میت کو دیکھا جس کو دوسری بار لکھنؤ کے کسی شیخ نے زندہ کیا وہ طائفہ وجودیہ کے ائمہ میں سے تھا۔ یہ شخص شیخ ابوالرضا محمد کا معاصر تھا۔

جب اس طرح کے واقعات احیاء جاری ہوتے ہیں تو یہ آیات مسئلہ احیاء موتے کو ثابت کرتی ہیں۔ موافق مخالف دلیلیں متعارض ہیں۔ اور اسباب اعادہ الحیاۃ کے اتنے ہیں جن کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔ لیکن جب واقعہ واقع ہو جائے تو ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے۔

علم طبیعی کے ایک شخص نے ہم سے بیان کیا کہ اطبا احیاء میت قریب کے لئے کوشش کرتے کرتے کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ بعض اوقات بعض صورتوں میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ وہ طبیعین کی فضیلت حکماء عصر کے مقابلہ میں بڑھا رہا تھا۔ میں نے اسے کہا کیا یہ ممکن نہیں؟ وہ حیران رہ گیا حالانکہ پہلے وہ اس کا قائل نہ تھا۔ ہمارے نزدیک ان باتوں کا تعلق ادلہ سے نہیں بلکہ آیات واقعہ سے ہے۔ اسی واسطے قرآن میں آیا ہے۔ دلنجعلک آیۃ للناس ۲۵۹ میں ولایت مومنین کی دوسری مثال ہے

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى

اور یاد کر جب کہا | ابراہیم نے | اپنے پروردگار یا میرے دکھلا دے مجھ کو کہ کیونکر زندہ کرے گا تو مردے

قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ

فرمایا کیا | تو نے یقین نہیں کیا | کہا کیوں نہیں | لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جائے

قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ

میرے دل کو | فرمایا تو پکڑ لے | چار | جانور اڑنے والے | پھر ان کو ہلا لے

[1] آپ کا مزار کوٹ پر سدھانہ ضلع جھنگ میں ہے

إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا

ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ

پھر ان کو بُلا چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے اور جان لے کہ بیشک

اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾

اللہ زبردست ہے حکمت والا

ان آیات کی تاویل جس نے معنی مجازی کے طور پر کی ہے کہ وہ حیات نہیں اور حیات کو بطریق تشبیہ قرار دیا ہے ہم اس طائفہ کو طریقۂ انبیاء سے دور سمجھتے ہیں اگرچہ وہ تاویل کی فساد کا ارادہ نہ بھی رکھتے ہوں۔

تنبیہ۔ اعادۂ حیات کا نباتات کے حق میں جنگلوں، دیہاتوں میں آنکھوں سے مشاہدہ ہوتا ہے۔ خشک ہوتے ہیں پھر بارش کے بعد زندہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں کئی بار ہے کیف یحی الارض بعد موتھا۔

آج سے دو ہفتے پہلے ہندوستان کے حکماء میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا ہے جس نے حیوان ونباتات میں حیات کے ہم جنس ہونے کو ثابت کیا ہے الطبیعی دلیلوں کے ذریعہ اور وہ تجربہ کے قابل بھی ہیں۔ کیا یہ دلیل اس بات کی نہیں کہ حیات حیوان کا اعادہ ہو سکتا ہے۔

انسان حیات کے اعادہ کا انکار کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ ختم شد، یہ امر دلیل ہے اس شخص کے حظیرۃ القدس کے تقرب کی۔ اور مقرب حظیرۃ القدس سے وہ انبیاء محدثین کا طبقہ عالیہ ہیں۔

نیاز جوان سے حکماء ربانی میں قریب ہو وہ حظیرۃ القدس کے مقرب ہیں حکماء ربانی وہ جو اپنی شہادت قلوب سے معارف انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں، وہ زمین پر اللہ کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ ختم ہوا۔

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا

عنایت کرتا ہے سمجھ جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی

كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل رکھتے ہیں

اللہ کی کتاب میں ہم دو کلمے پاتے ہیں ایک چیز جس کا معنی مال ہے ۲ خیر کثیر اس کا معنی حکمت ہے۔ ۲۶۱ سے ۲۶۵ تک
انفاق و خیر کے ہیں۔ اداب و رعایات انفاق خیر کے ذکر کیے گئے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ
مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک
حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ
دانہ اُس سے اُگیں سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے
وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ
اور اللہ بڑھاتا ہے جسکے واسطے چاہے اور اللہ نہایت بخشش کرنیوالا ہے سب کچھ جانتا ہے۔ جو لوگ
یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَآ
خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے
اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ
ہیں اور نہ ستاتے ہیں اُنہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ
اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہوں گے جواب دینا نرم
وَّمَغْفِرَةٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ یَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِیٌّ
اور درگذر کرنا بہتر ہے اُس خیرات سے جس کے پیچھے ہو ستانا اور اللہ بے پرواہ ہے
حَلِیْمٌ ﴿۲۶۳﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ
نہایت تحمل والا اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر
وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ
اور ایذا دے کر اُس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کو دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے
بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ
اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی ہے کچھ مٹی
فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ ﴿۲۶۴﴾
پھر برسا اس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس

مِمَّا كَسَبُوْا ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٥﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ

اس چیز کا جو انہوں نے کمایا اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو اور مثال ان کی جو

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو اور اپنے دلوں کو ثابت رکھ کر

كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ

ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اس پر پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دوچند اور اگر

لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٦٦﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ

نہ پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے کیا پسند آتا ہے تم میں سے

اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

کسی کو یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی ہوں نیچے اس کے نہریں

لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ ۖ

اس کو اس باغ میں اور بھی سب طرح کا میوہ حاصل ہو اور آگیا اس پر بڑھاپا اور اس کی اولاد ہیں ضعیف تب

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

آپڑا اس باغ پر ایک بگولہ جس میں آگ تھی جس سے وہ باغ جل گیا یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٦٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ

تاکہ تم غور کرو اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی

طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ

کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے زمین سے اور قصد نہ کرو گندی چیز

مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۗ وَاعْلَمُوْٓا

کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لوگے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ اور جان رکھو

اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿٢٦٨﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ

کہ اللہ بے پروا ہے خوبیوں والا شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگدستی کا اور حکم کرتا ہے

بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٩﴾

بے حیائی کا اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے

اس کی قدر عرب جانتے ہیں جو قحطوں سے کئی بار نبٹ چکے ہیں۔

پس جب کوئی تنظیم پیدا ہو تو اس کے ذریعہ انفاق اموال ارباب اموال ضروری ہوگی۔ عرب اسے رحمت سمجھیں یا نہ؟

اسی طرح حکمت کے مفلسین ہیں جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ تمام اقوام ہیں موجود میں اللہ نے تدریج حکمت کے منظم کرنے کا تمام زمین میں مسلم سلسلہ پیدا کیا۔ حظیرۃ القدس سے قرآن نازل کیا۔

اور قرآن کی برکت سے خلفاء پیدا کئے جن کا کام انفاق اموال ہے ان لوگوں میں جو اموال کے حاجت مند ہیں اور انفاق حکمت ہے ان لوگوں میں جو حکمت کے محتاج ہیں اور ان آیات ۲۷۰ تا ۲۷۱

وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ

اور جو خرچ کرو گے تم خیرات یا قبول کرو گے کوئی منت تو بیشک اللہ کو

يَعْلَمُهُۥ ۗ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ إِن تُبْدُوا۟ ٱلصَّدَقَٰتِ

سب معلوم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اگر ظاہر کر کے دو خیرات

فَنِعِمَّا هِىَ ۖ وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا ٱلْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ

تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے

عَنكُم مِّن سَيِّـَٔاتِكُمْ ۗ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٢٧١﴾

گا کچھ گناہ تمہارے اور تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے۔

میں اشارہ ہے کہ انفاق حکمت میں جو قیود ہیں اس کے پابند ہونا چاہیئے۔ اللہ کے ہاں حساب ہوگا۔ پس پابندی ان قیود کی لازمی ہے۔ لیکن اس تفسیر کی ہدایت اللہ اسے کرتا ہے جسے وہ چاہتا ہے۔ تجھ پر ان کی ہدایت نہیں۔

لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَىٰهُمْ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِى مَن يَشَآءُ ۗ وَمَا تُنفِقُوا۟

تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لادے جس کو چاہے اور جو کچھ خرچ کرو گے

مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ٱبْتِغَآءَ وَجْهِ ٱللَّهِ ۚ وَمَا

تم مال سو اپنے ہی واسطے جب تک کہ خرچ کرو گے اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ

تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٢﴾ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ

کچھ خرچ کرو گے — خیرات سو پوری ملے گی تم کو — اور تمہارا حق نہ رہے گا — خیرات ان فقیروں کے لیے ہے

أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ

جو رُکے ہوئے ہیں — اللہ کی راہ میں — چل پھر نہیں سکتے — ملک میں

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُم

سمجھے ان کو ناواقف — مال دار — ان کے سوال نہ کرنے سے — تو پہچانتا ہے ان کو

بِسِيمَاهُمْ ج لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا وَمَا تُنفِقُوا

ان کے چہرہ سے — نہیں سوال کرتے لوگوں سے — لپٹ کر — اور جو کچھ خرچ کرو گے

مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٢٧٣﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ

کام کی چیز — وہ بیشک اللہ کو معلوم ہے — جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی

أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ

راہ میں — رات کو اور دن کو — چھپا کر اور ظاہر میں تو ان کے لئے ہے

أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

ثواب ان کا — اپنے رب کے پاس — اور نہ ڈر ہے ان پر — اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۲۷۳، ۲۷۴ توجیہ ہے انفاق اموال کی اس پر جو انفاق حکمت پر اپنے کو محبوس کرے پس جب لوگ ان پر انفاق اموال کریں اور جن پر انفاق اموال ہو وہ انفاق حکمت کریں تو وہ سب کامیاب ہو جائیں گے۔ ایجاد قوت، انفاق اموال اور انفاق حکمت' اس خلافت کا مقصد ہے جسے قرآن قائم کرنا چاہتا ہے۔

پس سود سراپا انفاق کا مخالف ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ قرآن کریم کی خلافت میں جائز قرار دیا جائے۔ گویا اسے جائز کرنا نور و ظلمت کے جمع کرنے کے مترادف ہوگا۔

سود نفس میں خباثت پیدا کرتا ہے کہ نفس دانہ بھی خرچ نہ کرے اور اپنے لئے جمع ہی کرتا چلا جائے۔ اور جو خرابی سود سے پیدا ہوتی ہے وہ بذات خود سود سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے۔

قرآن حکیم سود مٹاتا ہے۔ صفحۂ زمین سے کیونکہ سود فطرت انسانی کو برباد کر دیتا ہے اخلاق کے لحاظ سے۔ اور وہ اقتصادیات میں انسانوں

پر تنگی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ منع کیا گیا ربوا (سود)! پند و نصیحت سے یہ جنگ سے یہ وہ بنیاد ہے جو تعلیم قرآن کے ذریعہ محکم کی گئی ہے۔ یہ اکراہ کیسے تصور کیا جائے؟ سود جنگ سے ختم ہو سکتا ہے لیکن یہ جبکہ اللہ واضح ہو کر آ جائے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اللہ کے منافی و متضاد ہے تو ایسا ثابت ہوا کہ اسے ختم کرنے میں کوئی اکراہ اکراہ نہیں۔

سود کو بڑی بڑی حکومتیں پیدا کرتی ہیں اور قرآن اس کی دیواریں منہدم کرتا ہے، بڑی حکومتیں سود کو اللہ رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار کرتی ہیں۔ یہ نکتہ ہے مسلمانوں کے لئے کہ وہ دنیا بھر میں انقلاب بپا کریں۔ لیکن جو لوگ مسلمانوں کو سود مٹانے سے روکیں وہ یا بزدل[۱] ہیں جو انسانیت میں شمار ہونے کے قابل ہی نہیں یا قرآن سے جاہل[۲] ہیں جو تدبر نہیں کر سکتے یا وہ[۳] قرآن کی عزت کے بدترین دشمن ہیں۔

۱۔ بزدلوں کے لئے تو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اپاہجوں کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

۲۔ جاہل کو ہم تعلیم دیتے ہیں۔

۳۔ معاندین کو ہم قتل کرتے ہیں کیسے باشد مسلمانوں کا سلطان ہو یا دین کا امام ہو، ہم سب کو قتل کریں گے۔

ایسا انقلاب صرف مسلم ہی برپا کر سکتا ہے۔ ہمارے ہاں اللہ کی حدود میں سرکشی کرنا ہرگز جائز نہیں ہم ذوی الارحام میں بھی فرق نہیں کریں گے، ہم انہیں کفر رحمان کا حکم بھی نہیں دینے۔ کون ہے جوان مردوں کے پاس جمع ہو گا؟ یہ (۲۸۱) تک ہے۔

سود کی ضرورت لوگ اس وقت محسوس کرتے ہیں جبکہ قرض وقت پر ادا نہ ہوتا ہو، مسلمانوں پر ضروری ہے کہ جب کوئی لین دین کریں لکھ لیں اور وقت پر ادا کریں۔ تاکہ لوگ سود لینے پر مجبور و مضطر نہ ہوں اور جو شخص صاحب معاملہ قرض لے یا دے اس پر ضروری ہے کہ وہ لکھنا پڑھنا اس زبان کی جانتا ہو، اس لحاظ سے مرد و عورت دونوں برابر ہیں تاکہ لوگ اپنے اموال کی حفاظت کر سکیں اور قرضے وقت پر ادا کر سکیں۔

الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ

جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس

الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا

کھو دیئے ہوں جن نے لپٹ کر یہ حالت ان کی اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ

جیسا سود لینا حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو پھر جس کو پہنچی نصیحت

مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَنْ عَادَ

اپنے رب کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو

فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ اللَّهُ

کوئی پھر سود لیوے تو وہی لوگ ہیں دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے مٹاتا ہے اللہ

الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ

سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ خوش نہیں کسی ناشکر گنہگار سے

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا

جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو اور دیتے

الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

رہے زکوٰۃ ان کے لئے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو خوف ہے اور

يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ

نہ وہ غمگین ہوں گے اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا

مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٧٨﴾ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ

ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو

مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا نہ تم

تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿٢٧٩﴾ وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ

کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر اگر ہے تنگ دست تو مہلت دینی چاہیے

مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾ وَاتَّقُوا

کشائش ہونے تک اور بخش دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو اور ڈرتے رہو

يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ۖ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٨١﴾

اس دن سے کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا دیا جائے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

تنبیہ:۔ ہم نے ہندوؤں کے بعض طبقوں میں دیکھا ہے کہ ان کا سارا کاروبار سود پر مبنی ہے ان کے چھوٹے بڑے لکھائی پڑھائی حساب کتاب جانتے ہیں پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ وقت پر قرض ادا کر سکتے ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ جو قوم لین دین میں حساب لکھنا پڑھنا جانتی ہے اس کی عادت ادائیگی کے معاملہ میں نادہندگی اور ٹال مٹول کی نہیں رہتی۔ ہم مسلم پر یہ لکھائی پڑھائی جبری کرانا چاہتے ہیں۔ یہ آج آسان ہے۔ زمانہ نبی میں اس کی سہولت نہ تھی۔ ہم اس ٹال مٹول کو ادائیگی کے معاملہ میں اخلاق مسلمین سے بالکل نکال دینا چاہتے ہیں۔

پس کوئی عذر و حیلہ نہ چھوڑیں گے جس سے سود کی ضرورت روئے زمین پر باقی رہے خاص کر ہم اپنی حکومت میں یہ بات یعنی سود باقی نہیں رہنے دیں گے۔ لوگ اس انقلاب کو بھول چکے ہیں جو قرآن نے برپا کیا تھا۔ یہ بات ان کے عدم تدبر اور قرآن چھوڑنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى

اے ایمان والو جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک

فَاكْتُبُوهُ ۚ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ

تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے اور انکار نہ کرے لکھنے والا

أَن يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ ۚ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اس کو چاہیئے کہ لکھ دے اور بتلاتا جائے وہ شخص کہ جس پر قرض ہے

وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ

اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور کم نہ کرے اس میں سے کچھ پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے

سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ

بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا تو بتلا دے کارگزار اس کا

بِالْعَدْلِ ۚ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا

انصاف سے اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں

رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ

پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں

أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ وَلَا يَأْبَ

تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلائے اس کو وہ دوسری اور انکار نہ کریں

الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ

گواہ جس وقت بلائے جائیں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا

كَبِيرًا اِلَى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ

بڑا اس کی میعاد تک اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے

وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا

گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو۔ مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے ہوئے اس

بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا

کو آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو اور گواہ کر لیا کرو

اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا

جب تم سودا کرو۔ اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو

فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ

یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ تم کو سکھلاتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ہر چیز کو جانتا ہے

۲۸۲ تک مسئلہ کتابت ہے فقط۔ پھر ۲۸۳ میں مسئلہ رہن ہے اگر لکھائی موجود نہ ہو۔ یعنی کتاب

بہی کھاتہ کی موجود نہ ہو۔ یا ایسا موقع نہ ہو۔

غرضیکہ عدم ادادین بروقت جرم عظیم ہے کیونکہ یہ سودگیری کا ذریعہ ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ

اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو ہاتھ میں رکھنی چاہئے

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ

پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہیئے کہ پورا ادا کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا

امانت کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اس کا اور مت چھپاؤ گواہی کو اور جو شخص اس کو چھپاوے

فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

تو بیشک گنہگار ہے دل اس کا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔

قرض بغیر معاملہ یا بغیر رہن کا نام اللہ تعالیٰ نے امانت رکھا ہے ہم اس سے ایک فقہی مسئلہ اخذ کرتے ہیں جس کی ہمارے فقہاء مخالفت کرتے ہیں۔

اور وہ نقود کا مسئلہ ہے کہ نقود ہمارے ہاں امانت میں شامل ہیں اس مسئلہ کو ہم آیت بالا کے ایماء و اعتبار سے اخذ کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرض کا نام امانت رکھا ہے اور اس امانت کی ادائیگی بعینہٖ[1] ہو یا بمثلہ[2] ہو

اس سے ہم حوالہ مع اجرہ جائز سمجھتے ہیں اور سود میں شمار نہیں کرتے۔ اس لئے کہ مالی معاملات اس زمانہ میں ممکن ہی نہیں بغیر اس نظریہ کے ہم نے امام صاحب کو اس کا قائل پایا۔ اور اس سے یہ بات اخذ کی۔ اور ہم نے بہت سے معاملات کی الجھن سے نجات پائی۔ الحمد للہ میں مطمئن ہوں ان دو کلموں سے۔

ع ۱:۔ سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ جو شخص یہ کلمہ کہے وہ ہماری جماعت میں ہے۔ یہ کلمہ تمام امور میں کافی ہے

ع ۲:۔ سود کو حرام کرنا اور اسے ہر قوت و حرب سے روکنا یہی اسلام ہے اور مسلمان سود کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا

تمت سورۃ البقرۃ الحمد للہ

سورۃ آل عمران

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝١ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝٢ نَزَّلَ عَلَيْكَ

اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا اتاری تجھ پر

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ

کتاب سچی تصدیق کرتی ہے اگلی کتابوں کی اور اتارا

التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝٣ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ

توریت اور انجیل کو اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور

اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ

اتارے فیصلے بیشک جو منکر ہوئے اللہ کی آیتوں سے ان کے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝٤ اِنَّ اللّٰهَ

واسطے سخت عذاب ہے۔ اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا اللہ پر

لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ

چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں وہی

الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٦

زبردست ہے حکمت والا

یہ سورہ اہل کتاب پر اتمام حجت ہے۔ اہل کتاب کے پاس تورات ہے۔ تورات کے متعلق

سورۃ بقرہ میں بحث گذر چکی ہے۔ سورہ بقرہ توریت سے اونیٰ اور اجمع ہے۔ یہ بات ہر غور و فکر کرنے والے کے لئے عیاں ہے۔ بنی اسرائیل کے ہاں موسیٰ علیہ السلام کے بعد حواریوں کا دور جدید ہے۔ وہ زمین پر حاکم تھے۔ اور رومن نصرانی تھے۔ پس بقرہ کا تمہ نصاریٰ کی غلطیوں کا انکشاف ہے۔ جو انہوں نے تورایت کی اتباع میں رہ کر کیں۔ یہ سورۃ انہیں حکومت عالیہ کے لئے دعوت دیتی ہے۔ اور اس بات کا اثبات ہے کہ عالمی حکومت تمام نہیں ہو سکتی مگر دین ابراہیم پر چل کر۔ نہ یہودیت کام آسکتی ہے نہ نصرانیت قرآن حکیم اس دعوت اور خلافت کے قیام کا ذمہ دار ہے۔ لہذا نصاریٰ پر ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں۔ اور جو مسلمانوں کی مخالفت کرے گا وہ مغلوب ہو جائے۔ اور حجت دینیہ نصاریٰ پر غالب وظاہر ہے۔ اس لئے کہ ان کے پاس کوئی ایسا فلسفہ نہیں جو حنیفیت کی بنیاد باطل کر سکے۔ مسلمانوں کے پاس ترقی کا مفصل پروگرام ہے وہ سیاست میں ترقی کر سکتے ہیں۔ اس بات کی بحث احد کے واقعہ میں شکست کے متعلق مذکور ہوتی ہے۔ اور ان کی غلطیوں کے متعلق بھی انکشاف کیا گیا ہے۔ ان مسلمانوں کا پروگرام آیۃ نمبر ۹۵ میں متعین ہوتا ہے۔ قُلْ صَدَقَ اللهُ سے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور اس آیت سے پہلے آیت نمبر ۶۴ میں ابراہیم اور حنیفیت کی طرف نصاریٰ بلائے گئے ہیں۔ اس قول کے ساتھ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ یہ فصل نصاریٰ کو اتباع ابراہیم وحنیفیت کی دعوت دیتی ہے۔ اور ع ۳۳ سے إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى العالمین، تا (۶۳) فَإِنْ تَوَلَّوْا سے فَإِنَّ اللهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ تک

فصل ہے نصاریٰ کے عقائد کی تصحیح و اصلاح کے بیان میں جو مسیح علیہ السلام کی شان میں ہیں۔ اس سے پہلے سورۃ کے آغاز سے آیۃ نمبر ۳۱ تک کتب الہیہ کے نازل کرنیکا مقصد ہے۔ جو لوگ ان کو امامت فی الدین سے نکالتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں ان کے متعلق آیت نمبر ۳۱ تک قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ) اس بات کا اظہار ہے کہ نبی کتاب اللہ یعنی تورات انجیل سمجھنے میں حجت ہے) کیوں کہ کتب الہیہ فقط الفاظ وصیغہ لغویہ کے ذریعہ نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ ان کے سمجھنے کے لئے ایک خاص ملکہ کی ضرورت ہے، جس کی تعبیر فرقان کے لفظ سے کی گئی ہے۔ فرقان اس قوت قدسیہ کا نام ہے۔ جو انسان میں ہے۔ وہ قوت اس انسان کا مزاج ملأ اعلیٰ کے ملائکہ کے مزاج کے مطابق کر دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ ہر اس چیز کو سمجھ لیتا ہے جو حظیرۃ القدس میں مقرر ہو چکی ہے۔ اور روئے زمین

پر نبی کے زمانہ میں کوئی ایسا نہیں جو کتب اللہ کے سمجھنے کے بارہ میں نبی کے مماثل ہو یہ مراد ہے فصل اول اور اسکے عنوان سے اور فصل اول کا مفہوم آیۃ ۱۸ میں متعین ہوتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰه تا الحکیم اس سے پہلے فصل اول کی تمہید ہے۔

الٓمّٓ اس کا معنی سورۃ البقرۃ میں متعین ہو چکا ہے۔ سورہ بقرہ میں یہ بات تھی کہ قوت عالیہ دو انقلابوں کے بعد ہے۔ لام میم انقلاب حضرت عمرؓ و انقلاب حضرت معاویہ مسلمان کو روئے زمین پر مضبوط بنا دیں گے۔ پس جب مسلمانوں سے کوئی مخاطب ہو اور ان کا کلام سمجھ جائے تو اس کے بعد وہ مسلمانوں کے کلام کے بغیر ادیان سابقہ سے کسی طرف متوجہ ہو گا۔ اور نہ اس سے اس کا دل مطمئن ہو گا۔

سورۂ ال عمران میں فلسفہ تحت الکتاب کی طرف توجہ کی گئی ہے سیاست کے لئے زمانوں کے بدلنے کے مطابق کئی طریقوں کا استخراج ممکن ہے۔ یہ فلسفہ حکماء ربانیین کی طرف رجوع کرتا ہے۔ کیونکہ انہیں حظیرۃ القدس سے اتصال ہوتا ہے۔ اور انہیں ان تبدلات و تغیرات کا علم ہوتا ہے۔ جو وہاں ہوتے ہیں اور وہ تبدلات کے قواعد بھی جانتے ہیں اور ایک دوسرے پر منطبق کر سکتے ہیں۔ یہ علم مسیح ابن مریم کے خواص میں سے ہے۔ اور دو انقلابوں کے بعد یعنی لام میم کے بعد کوئی شخص ادیان کے عارفوں میں قادر نہیں نہ ہی کوئی حکیم سیاسی جو مسلمانوں کو پہچاننے کے بعد دوسروں کی طرف توجہ دے۔

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حی قیوم تجلی اعظم کی تفسیر ہے جو نفس کلیہ پر قائم ہے جو کہ عرش کے اوپر ہے۔ اس طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اللّٰہ اسم ہے جو عرش کی تجلی قائم پر ثابت ہے جو رحمٰن بھی ہے۔ لیکن اس کی بنیاد اور اس کا منبع وہ تجلی ہے جو نفس کلیہ پر قائم ہے۔ پس جب کہا جائے اللّٰه مِنْ حَيْثُ هُوَ هُوَ تو تجلی کی طرف اشارہ ہو گا۔ جو قائم ہے نفس کلیہ پر اور جب کہا جائے اللّٰہ تو مراد تجلی قائم علی العرش ہو گی۔ جس کی تفسیر اسماء حسنیٰ سے ہے

حی قیوم صورت وہ مادہ کے اعتبار سے دو اسم ہیں۔ نفس کلیہ تمام صورتوں کا منبع اور جڑ ہے۔ اور نفس رحمانی تمام مواد کا منبع ہے۔ نفس کلیہ حیؔ سے نکلتا ہے۔ نفس رحمانی قیوم سے نکلتا ہے۔ یہ دونوں اسم ذات اللہ کی شاخیں ہیں لیکن یہ اعتبار رجوع الی التجلی الاعلیٰ کے ہے وہ تجلی اعلیٰ جو مواد سے صورتوں کے نکلنے سے بھی پہلے ہے۔ اور اسے عماء بھی کہا جا سکتا ہے۔ پس جو تجلی عماء میں پوشیدہ ہے اس سے حی قیوم نکلتے ہیں۔ لیکن اسماء الٰہیہ استوار علی العرش سے پہلے مستقر نہیں ہوتے۔

پس رحمان جو اسم ذات کی فرع ہے وہ عرش پر مستقر ہے۔ پھر اس کے بعد تمام اسماء الٰہیہ مستقر ہوتے ہیں۔ حظیرۃ القدس کے سمجھنے کے لئے۔ اور حظیرۃ القدس بھی اسم ذات کو بغیر استواء الرحمان علی العرش کے نہیں پہچان سکتے۔ گویا رحمٰن تمام اسماء کی معرفت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ لیکن ملأ اعلیٰ کے خواص اصل تجلیات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو تجلی رحمان سے بھی بالا ہوتی ہیں۔ اور تجلی قائم علی النفس الکلیہ کے مثل ہوتی ہیں۔ اگر اس کے بعد ہو تو تجلی قائم بالعماء کی طرف رجوع کا کوئی وسیلہ بھی نہیں رہتا۔ صرف اعتماد علی التجلی القائم علی النفس الکلیہ رہتا ہے۔

تجلی قائم علی النفس الکلیہ کی تشریح امام محمد اسماعیل شہید نے طبقات میں یوں کی ہے۔

من التجلیات تجل علی النفس الکل وھو اول التجلیات وادفعھا اور میرا گمان یہ ہے کہ اہل نظر کے لئے انتہائی امکان رب کی معرفت کا وہ اس تجلی کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اور جو حدیث میں آیا ہے انّ الربّ کان فی عماء وہ اس تجلی کا اشارہ ہے۔

قلت:۔ صدر شہید نفس کلیہ اور نفس کل میں فرق کرتے ہیں۔ طبقہ دہم میں وہ لکھتے ہیں" قیّوم حقائق الکلیہ کے لئے ایک شخص ہے۔ اور قیّوم ظاہر الوجود کا مسمی ہے۔ اور وجود تمام ہیاکل موجودات نفس رحمانی اور نفس کلیہ پر منبسط ہے۔ اور نفس کل کے علاوہ ہے۔ اس نفس کل کے علاوہ جو عرش سے متعلق ہے" تجلیات کی بحث میں لکھتے ہیں"۔ من التجلیات تجل علی النفس الکُل وھو اوّل تجلی یعنی تجلیات میں ایک تجلی نفس کل پر ہے اور وہ پہلی تجلی ہے۔ گویا صدر شہید نفس کلیہ کو مظہر تجلیات نہیں بناتے۔ تو ہمارے نزدیک پہلی تجلی قائم علی النفس الکلیہ ہے۔ اور تجلی قائم علی النفس الکلیہ ہے۔ اور تجلی قائم علی النفس الکلیہ بغیر تجلی قائم علی النفس الکل پہچانی نہیں جاسکتی۔ اور تجلی قائم علی النفس الکل تجلی رحمٰن کی فرع ہے۔ امام ولی اللہ صاحب کے کلام کو سمجھنے کے لئے ان باتوں سے واقف ہونا ضروری ہے پس حیّ قیوم نکلتے ہیں، باعتبار تجلی قائم علی النفس الکلیہ کے اور وہ نفس رحمانی ہے۔ لیکن جیساکہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔ عرش و کرسی کی تطبیق میں کہ وہ ایک جسم کی دو سطح ہیں۔ اسی طرح نفس کلیہ اور نفس رحمانی ایک چیز کے مختلف جہات ہیں۔

پس حیّ متفرع ہوتا ہے قیام تجلی علی جہۃ النفس الکلیہ سے۔ اور قیوم متفرع ہوتا ہے جہۃ قیام تجلی علی النفس الرحمان سے۔ اور معرفت اسماء الٰہیہ (حیّ وقیوم) ملاء اعلیٰ کی اصلی معرفتوں سے ہے

شاید مسیح نے اس معرفت کے متعلق حواریوں کو ذکر کیا تھا۔
تو طبقہ اولی اس معرفت کو اچھی طرح سمجھ گیا اور طبقہ ثانیہ نے تردید کی۔ طبقہ ثالثہ نے انہیں کلام فلاسفہ سے خلط ملط کر دیا۔ تاکہ مسیح کی فضیلت انبیاء بنی اسرائیل پر ثابت ہو سکے۔ پس ان کا کلام خلط ملط ہو گیا۔ اور اس سے بہت خرابیاں پیدا ہوئیں۔ جب امام صاحب نے ائمہ حظیرۃ القدس کی طرف نصاریٰ کی غلطیاں بیان کرنے کے لئے توجہ کی تو اس دل میں معرفت حقیقیہ ظاہر ہوئی۔
اب اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ پڑھے اور معنی سمجھے۔ تو مطلب صاف ہو گا۔ کیوں کہ قلوب عارفین میں ان الفاظ سے اطمینان پیدا ہوتا ہے اور اصل اسی تجلی قائم کا ذرہ مجرد بحث میں ہے۔
نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ تو اہل کتاب کی مشکلات حل کرنے پر قادر ہے۔ اور کتب الٰہیہ کا مصدق ہے۔ دین حنیفی تمام ادیان کو جمع کرتا ہے اور جو کتاب نبی پر نازل ہوئی ہے وہ اس معرفت سے بھری ہوئی ہے مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ سے مراد تمام ادیان عالم ہے۔ ہم یہود و نصاریٰ کو تمام ادیان کا مرجع مانتے ہیں بعض ادیان یہود کے مشابہ ہیں بعض نصاریٰ کے۔ اور بعض یہودیت نصرانیت سے ملتے جلتے ہیں جب قرآن اس چیز کا مصدق ہے جو تمہارے ہاتھوں کے درمیان ہے۔ اور وہ یہودیت اور نصرانیت ہے تو گویا تمام ادیان جو عالم میں موجود ہیں ان کا مصدق ہوا۔ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ الخ تورات حکومت عالیہ کے لئے اتری بطریق ابراہیم اور ابراہیم کی امامت کی مصدق تھی۔ اسی طرح انجیل کا مقصد بھی امامت ابراہیم کا قیام تھا۔ جس کی بنیاد توراۃ پر ہو۔ اس آیت بالا میں اسی کا اشارہ ہے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ انہوں نے اتباع پوری نہ کی۔ قرآن بھی صرف اس مقصد کے لئے آیا ہے۔ اس مقصد کو اللہ نے ہمارے نبی کے ہاتھوں پورا کیا۔ کیوں کہ امت امیہ معارف انبیاء کے معارض نہیں ہوتی۔ جیسے کہ بنی اسرائیل ہوئے اور وہ اپنے زمانہ کے انبیاء کے معارض ہوتے تھے۔ اور تکمیل حکم الٰہی نہ کرتے تھے۔ اس کی مثال آج مسلمانوں میں ہے۔ کیوں کہ جو شخص بھی تجدید دین کا کام کرتا ہے لوگ اور اہل علم اس کے مقابلہ پر آ جاتے ہیں۔ اور وہ مجدد ایک طبقہ عوام میں سے لیکر ان کی تربیت کرتا ہے۔ اور بہت تھوڑے اہل علم اس سے ملتے ہیں۔ لیکن مدار اس تجدید کے طریقہ کا وہ لوگ ہوتے ہیں جو شروع میں ملتے ہیں۔ اور اس کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو نبی نے ان کی حل مشکلات اور تصحیح اغلاط کا کام کیا ہے وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ وصف مسیح میں أَيَّدَهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ آیا ہے۔ یہ فرقان اور روح القدس ایک چیز ہے۔ وہ نور ہے حظیرۃ القدس کا اس نور میں تمام ملاء اعلیٰ کا نسب ملا ہوتا ہے۔ یہ نور جب کامل کے حجر بحث

پڑتا ہے تو خطیرۃ القدس کی اسے تجلی ہوتی ہے۔ مثال اس کی ایسے ہے جیسے سورج آنکھ پر تجلی کرتا ہے۔ جب کہ سورج کا نور آنکھ پر پڑتا ہے۔ فرقان فرق کرتا ہے۔ معانی حقہ اور معانی باطلہ میں۔ جب کوئی کتاب الٰہی کی معرفتوں میں کلام کرے۔ اور اس کے پاس فرقان نہ ہو تو کبھی درست سمجھتا ہے کبھی غلط۔ اس میں اختلاط ہوتا ہے تو جو لوگ ان شخصوں پر اعتماد کرتے ہیں جن کا کلام غلط درست سے ملا جلا ہے۔ اور اہل فرقان کے وہ معاند ہیں۔ پس وہ مومن نہیں۔ اگرچہ وہ زبان سے اپنے آپ کو مومن کہیں

تنبیہ :۔ جاہل لوگ کلام سلف کی باتیں کرتے ہیں۔ اور ان کے پاس فرقان نہیں ہوتا۔ الٹا اہل فرقان سے وہ عناد رکھتے ہیں۔ وہ حق پر نہیں   ہم ایسی جماعت بھی جانتے ہیں جو اتباع امام ولی اللہ میں شامل ہوئی لیکن وہ جاہل لوگوں کی طرح کلام کرتے ہیں۔ اور معانی نہیں سمجھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذی فرقان سے کلام نہیں لیتے۔ ان کے پاس سوائے فلسفہ اور لغت کے کچھ نہیں۔ اور وہ اپنی خواہشات پر ڈٹے ہوتے ہیں وہ اہل حق کے معاند ہیں۔ ٹھیک یہ مثال یہود و نصاریٰ کی ہے۔ جو زمانہ نبوی میں تھے۔ جو سلیم الذہن لوگ ہو گئے وہ اسلام میں داخل ہوں گے اس کے برابر کسی کو نہ دیکھیں گے۔ جو ذی فرقان کی اتباع نہ کرے گا۔ وہ دنیا پر غالب اور انبیاء کا معاند بنے گا اور کافر ہو جائیگا اسکا اشارہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ میں ہے اس جماعت کی غلطیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں جس کے پاس فرقان ہو اور کلام اللہ کے معانی حقہ کو سمجھتا ہو۔ خواہ کتب میں بحث کرنے والے علماء کی اصطلاحات کا علم اُسے نہ ہو تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ الوہیت اس پر نازل ہوتی ہے۔ اگر اسے کامل دیکھتے ہیں تو معبود اور خدا مانتے ہیں۔ یا اس میں الہیت کی کسی چیز کا دعویٰ کر دیتے ہیں۔ حالاں کہ اس میں کچھ نہیں ہوتا۔ صرف اس کے دل میں فرقان نازل ہوتا ہے۔ اور خطیرۃ القدس میں اور الوہیت کی صفات لازمہ میں سے یہ بات ہے کہ جن کا ذکر خدا نے اپنے اس قول میں کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ سے هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ تک یہ اس کا علم اور قدرت ہے کیا اس میں کوئی ایک اسکا شریک ہے ان صفات سے الوہیت پہچانی جاتی ہے۔ شریک کر کے جو خطیرۃ القدس کے فعل سے۔ جب یہ حقائق کسی آدمی کے نزدیک ثابت ہو جائیں تو کیا ممکن ہے کہ اس پر کوئی چیز مشتبہ ہو۔ اور یہ کہ مخلوق کے بارے میں یہ گمان کرنے لگے کہ الوہیت کی صفات سے کوئی چیز اس میں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کتب الٰہیہ کا علم دو قسموں پر مشتمل ہے۔

ا :۔ پہلی قسم تمام انسانیت کے لئے۔ سلیم الذہن اس کلام کے ترجمے سے بداہتہً مفہوم پالے گا۔ انسانیت سے مراد یہاں اجتماعیت متوسط ہے۔ یہاں اس سے اعراب بادیہ مراد نہیں وہ مثل اطفال کے ہیں۔ تو

جز اجتماعیت متوسطہ میں رہنے والا انسان ہے وہ اصول انسانیت اپنے تجربہ سے پہنچاتا ہے۔ اور اکثر اصول انسانیت کی تصدیق کرتا ہے۔ کیوں کہ اسے ان کی طرف احتیاج کا احساس ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگ صرف ترجمہ سے مفہوم پالیتے ہیں۔

۲:- کتب الٰہیہ علوم کی دوسری قسم علم کی وہ نوع اول کے اصول اور اصول اصول نوع اول، اور اصول اصول اصول نوع اول ہوتے ہیں۔ یہ قسم بغیر اساتذہ کی مدد کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ اور استاذ ماہر وہ ہو جس کا تعلق حظیرۃ القدس سے ہو۔ جس کا لطیفہ حجر بحت بیدار ہو۔ علم کی اس قسم میں تفکر کے وقت اگر باقی علوم کی طرح سمجھا جائے۔ تو مراد مشتبہ ہو جاتی ہے۔ نوع اوّل کو محکمات اور نوع ثانی کو متشابہات کہا جاتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے خدا کے قول کی طرف۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ

وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں وہ اصل

الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ

ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں مشابہ جن کے معنی معلوم یا معین نہیں سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے

مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ڤ وَمَا يَعْلَمُ

ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی

تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

نہیں جانتا۔ سوائے اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا

سب ہمارے رب کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے اے رب

لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت

اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا

تو ہی ہے سب کچھ دینے والا اے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں

رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ بیشک جو لوگ کافر ہیں

لَنْ تُغْنِيَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ

ہرگز کام نہ آئیں گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد اللہ کے سامنے

شَيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ

کچھ اور وہی ہیں ایندھن دوزخ کے جیسے دستور فرعون والوں کا اور

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَھُمُ اللّٰهُ

جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو پھر پکڑا ان کو اللہ نے

بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ان کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے کہہ دے کافروں کو کہ

سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

اب تم مغلوب ہو گے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا برا ٹھکانا ہے

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنی بنیاد دعوت اور بنیاد قانون۔ جسے انسان اپنی فطرت سے سمجھ لیتا ہے۔ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ دوسری قسم متشابہات کی جس کے حل کیلئے استاذ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً پہلے میں نے فقہ حنفی پڑھی اس کے فروع و اصول پڑھے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ بس کافی ہے کیوں کہ ہماری تمام اجتماعیت اسی پر مبنی ہے۔ اس کے بعد ماہرین اساتذہ سے اصول وفروع پڑھے۔ جن میں محقق استاذ بھی تھے۔ اور اطمینان خاطر ہوا۔ جب فقہ سے فارغ ہوئے تو حدیث میں مشغول ہو گئے۔ تو ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگ احادیث کو فقہ حنفی کی تائید کے لئے پیش کرتے۔ اور بعض لوگ فقہ حنفی کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس کا حل مشکل ہو گیا کتب احادیث کے مطالعہ کی طرف رجوع کیا۔ تو اس میں بھی حیران ہوا۔ لیکن ایک بات دل میں تھی کہ شیخ کے قلب میں حیرت نہیں۔ اس کے پاس بڑا علم ہے جس کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔ مجھے معلوم ہوا کہ بغیر امداد استاذ کے اصل مطلب پالینا مشکل ہے۔ اور اساتذہ کے رستہ پر آسان ہے۔ سات سال تک اس طریقہ پر میں مشغول رہا حتی کہ بحمداللہ میں ہدایت پا گیا۔ اس کے مقابلہ میں دو گروہ ہیں۔ ایک وہ جو مشکلات کو تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کیوں کہ وہ تقلید سے مطمئن ہیں۔ اور وہ فقہ کو فلاح حیات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

دوسرا گروہ جو حیران و متشکک ہے۔ آخر تک حیران رہتے ہیں۔ پس اللہ کے فضل سے مشائخ کی جماعت سے حل مشکلات پر میں قادر ہو سکا۔ اس کی ایک مثال ہے۔ جس وقت میں مسلمان ہوا تو مجھے میری طرح کا ایک نو مسلم ملا۔ وہ میرے وطن کا تھا۔ میرے اور اس کے گھر میں بیس میل کا فاصلہ ہے۔ ہمیں آپس میں اُنس پیدا ہوا اور ہم جس لٹریچر سے اسلام لائے تھے۔ وہ بھی قریب قریب ایک تھا۔ وہ مجھ سے دو سال بڑا تھا۔ اس کا نام عبدالہادی تھا۔ لیکن ہم نے علم حاصل کرنے کے راستے الگ الگ لئے وہ اہل حدیث کے علماء کی طرف گیا میں دیوبند کی طرف اس کے علمائے اہلحدیث قاضی شوکانی نواب صدیق حسن خان سید نذیر حسن کی طرح کے علماء کے اتباع میں سے تھے۔ سید نذیر حسن شیخ اسحاق کے تلامذہ میں سے تھے۔ وہ تارک حنفیت تھے لیکن سید نذیر حسن اور قاضی شوکانی کے درمیان فرق واضح ہے۔ دوسرا طبقہ علماء اہل حدیث کا دونوں مسلکوں میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ عبدالہادی اسی دوسری قسم کے اہل حدیث علماء کے پاس گیا۔ جب تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کا دل مطمئن نہ ہوا۔ اور وہ لاہور میں انگریزی علوم کی طرف مشغول ہو گیا۔ اور عربی فارسی میں رتبہ عالیہ حاصل کیا حتیٰ کہ وہ سرکاری مدرسے میں ملازم ہو گیا۔ اسے ایک آدمی ملا وہ اہلحدیث جماعت کا تھا لیکن علمائے اہلحدیث کی طرز کا نہ تھا اس نے اپنی لڑکی سے اس کا رشتہ کر دیا۔ اور مالی امداد دی۔ غرضیکہ وہ متوسط طبقہ کا رئیس بن گیا۔ جب میں دیوبند سے فارغ ہو کر آیا وہ شخص اپنے اشکالات کے حل اور شکوک و اوہام کے ازالہ میں کوشش کر چکا تھا اور مجھے ولی اللہی طرز پر اطمینان نصیب ہو چکا تھا۔ تو ایک بار اس سے میری سفر میں ملاقات ہوئی۔ ہم ملتان میں ایک شخص کے پاس اُترے۔ عبدالہادی سے تعارف نہ ہوا تھا۔ جب ہم نے تبادلہ خیالات کیا اور نام بتائے تو ہمارا تعارف ہو گیا۔ اور کئی بار ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ جب وہ احتیاج معاش سے فارغ ہوا تو قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ سلیم الطبع اور ذی فہم تھا۔ اور مبادی قرآن سے واقف ہو چکا تھا۔ آخر کار اس نے اپنی زندگی کا مقصد فہم قرآن بنا لیا۔ جب عبدالہادی نے تفاسیر کو سمجھنے کی کوشش کی تو ان سے وہ کچھ نہ سمجھ سکا۔ پھر اس نے سرسید کی تفسیر کا مطالعہ کیا بعض تحقیقی چیزیں اس نے حاصل کیں۔ جب وہ اس سے بھی مایوس ہو گیا تو قرآن کا ترجمہ اجتہاد سے سمجھنے لگا۔ اور ترجمہ لکھنا بھی شروع کیا۔ پہلے سپارے کا ترجمہ لکھا اور اسے چھپوایا اور ایک ایسے مسلک پر اس کی کوشش منتج ہوئی۔ کہ جس کا نہ کوئی نظام ہے نہ اصول۔

ایک بار پھر اس عثمانی کے گھر میں میری عبدالہادی سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے قرآن کے اشکالات اس نے دریافت کئے۔ میں نے اس کی مشکلات کو سمجھ لیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اگر دو گھنٹے میری بات

سننے پر قدرت رکھتے ہو تو میرے افکار سنو اور درمیان کلام میں کوئی معارضہ نہ کرنا اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے اسے امام ولی اللہ کے کلام سے بہت کچھ سنایا کہ اسلام تمام دنیا کے مذاہب کی اصلاح کے لئے آیا ہے اور اس کی تعلیم کے دو درجے ہیں۔

۱:- پہلا درجہ امی عرب قوم کے لئے ہے۔

۲:- دوسرا درجہ تمام اقوام عالم کے لئے ہے اور تمام دنیا کے لئے ہے۔ میں نے عام مذاہب فاسدہ کے متعلق چند چیزیں سنائیں۔ اور وہ تمام مذاہب فاسدہ ایک ہی منہاج و طرف کے ہیں۔ آخر کار اس نے کہا کہ میں محسوس کرتا ہوں اگر ایک مہینہ آپ کی صحبت میں رہوں تو میرے تمام شکوک ختم ہو جائیں گے اور مشکلات حل ہو جائیں گی۔ میں نے یہ بات بطور فخر کے ذکر نہیں کی۔ آیاتِ متشابہات تمام کے تمام محکمات کی کی طرح ہو سکتے ہیں۔ جبکہ انسان کو کسی ایسے شخص کی صحبت میسر ہو جس کا تعلق خطیرۃ القدس سے ہے۔ اور خطیرۃ القدس سے جس کو تائید بھی حاصل ہے۔

نیز روح القدس بالفاظ دیگر فرقان سے جسکو تائید حاصل ہے۔ اس قسم کے لوگ میرے نزدیک راسخین فی العلم ہیں۔ پس اگر طالب حق کتب الٰہیہ کے سمجھنے کے لئے تمام مواد لازمہ کو جمع کرتا ہے اور راسخین فی العلم سے اسے تعلق اور صحبت نہیں تو اس کے شکوک کا حل ہونا آسان نہیں۔ اور لغزشوں سے وہ بسہولت نہیں نکل سکتا۔

فاما الذین فی قلوبہم زیغ سے وابتغاء تاویلہ تک، یعنی بغیر الراسخین فی العلم کی امداد کے وہ متشابہات کی اتباع کر کے یا اجتہاد کر کے ایک فتنہ کی طرف پہنچ جائیں گے۔ اور صحیح تاویل پر انہیں اعتماد کبھی نہ ہوگا۔ البتہ جب فرقان اللہ کی طرف سے میسر ہو جائے۔ یا صحبت راسخین فی العلم میسر ہو جائے تب صحیح تاویل پر اعتماد میسر ہو سکتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے۔ ابتغاء الفتنۃ الخ

قولہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ تنبیہ ایک گروہ مشتغلین فی العلم کا ایسا ہے جو متشابہات کی تاویل کو مراد الٰہی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اور مسئلہ کی تفصیل میں نہیں پڑتے۔ یہ اہل حق کا گروہ ہے یہ صرف محکمات فی الدین پر عمل کرتے ہیں پھر اتفاقات کے فرائض میں آجاتے ہیں۔ یہ طبقہ اولیٰ ہے۔

طبقہ ثانیہ :- متشابہ کو حسب مراد الٰہی مانتا ہے۔ ایمان رکھتا ہے۔ لیکن ان کے دلوں میں اوہام پائے جاتے ہیں۔ وہ بوقت موقع لوگوں کے سامنے اظہار کرتے ہیں اور اپنے مخالفین سے مقابلہ کرتے ہیں یہ اہل حق نہیں۔ طبقہ ثالثہ ان سے ادنیٰ ہے۔ وہ اپنے اوہام کو تحقیق سمجھ لیتے ہیں۔ اور لوگوں کو اپنی

طرف بلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ مذہب سلف صالحین کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی علم کی نظر میں کوئی قیمت نہیں یہی وہ لوگ ہیں جو عبد الہادی کی طرح گمراہ کرتے ہیں۔ (تنبیہ ختم شد)

قولہ یَقُوْلُوْنَ اٰمنا بہ کُلٌّ مِن عندِ ربنا یعنی راسخین فی العلم پر کوئی چیز مشتبہ نہیں رہتی۔ بلکہ ہر چیز دوسری سے ان کے ہاں منطبق ہو جاتی ہے۔ پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ راسخین فی العلم متشابہات کو کچھ نہیں جانتے اگر ان کی منشا یہ ہے کہ لوگ متشابہات میں نہ الجھیں تو یہ دینی مسئلہ ہے۔ اور قابل قبول ہے۔ لیکن اگر ان کی مراد یہ ہے اور اعتقاد یہ ہے کہ متشابہات کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔ تو یہ جاہل لوگ ہیں جو ائمہ کی مراد تک نہیں پہنچ سکے۔

بعض لوگ اِلَّا اللہ پر وقف کرتے ہیں، احناف اور حنابلہ میں سے وقف نہ کرنے والوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ غلطی پر ہیں۔ (اس سے راسخین فی العلم علم متشابہات سے خارج ہو جاتے ہیں) حالاں کہ حنفیت کے عارف عالم اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ متشابہات کا علم راسخین فی العلم کو ہے بطور بخشش الٰہی کے۔ اگرچہ وہ علم بطور نظر و استدلال کے نہیں ہوتا۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ انہیں علم متشابہات کا ہے۔ لیکن جب انہوں نے اپنے صاحبزادہ کامل شیخ محمد معصوم سے بیان کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے خلوت میں بلا کر بتایا اور پردہ میں بتایا تاکہ کوئی سن نہ سکے۔ اس بات کی تصریح شیخ عبد العلی نے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں کی ہے۔ اسی طرح ائمہ حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سورۂ اخلاص کی تفسیر میں اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں کئی بار اس بات کی تصریح کی ہے کہ علم متشابہات کا راسخین فی العلم کو ہے۔ اور منکرین کا رد کیا ہے۔

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی جو لوگ تنظیم انسانیت میں غور و فکر کریں وہ بہت سے اشکالات پاتے ہیں۔ پس جب وہ کتب الہیّہ کا مطالعہ کریں گے تو وہ انہیں حل اشکالات کی طرف رہنمائی کریں گی۔ پس وہ نصیحت حاصل کریں گے۔ اور اس طرح وہ کتاب کا کچھ حصہ متن مقرر کریں گے۔ اور کچھ حصہ شرح متن، شرح اور متن کے درمیان تقرر راسخین فی العلم کے لیے حسب فضیلت باہمی ہے۔ جب ان کا تفکر منطبق ہو جائے اور کتاب اللہ میں امر واحد پر متفق ہو جائیں تو وہ کتاب اللہ سمجھنے کے اہل ہوں گے۔ اور اگر ان کا تعلق حظیرۃ القدس سے ہو جائے وہ راسخین فی العلم شمار ہوں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو علم میں راسخ ہیں۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ یعنی جب تو نے محکمات، متشابہات کے توافق

کی ہدایت کی تیری مدد کے ذریعے گویا کہ ہم تجھے دیکھ رہے ہیں اور خطیرۃ القدس سے متصل ہوگئے ہیں۔ پس شکوک کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ ربنا انک جامع الناس سے المیعاد تک، وہ متشابہات کی محکمات کے ساتھ تطبیق پر اعتماد کرتے ہیں کہ خطیرۃ القدس کسی نہ کسی دن تمام لوگوں کو اپنی طرف کھینچے گا۔ جس تاویل کی خطیرۃ القدس میں موجودگی اور ثبوت نہیں وہ باطل ہے۔ ہم کسی ایسی چیز پر عمل نہ کریں گے جس کی غلطی ثابت ہو جائے۔ ربنا انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ بلکہ ہم اپنے فرائض ادا کریں گے۔ محکمات کے مطابق۔ اور متشابہات کو محکمات کی تطبیق میں اپنے خوشی کا سبب کریں گے۔ پس جس طرح تو نے ہمیں ہدایت کی محکمات و متشابہات کے جمع کرنے کے لئے ہم پر فضل کر کہ ہم دوسروں پر فوقیت لے جائیں۔ تاکہ لوگوں سے زیادہ عدل کریں۔

پس محکمات و متشابہات پر عمل کی صورت میں کتاب اللہ کی تعمیل اور اقامت عدل و احسان یہ دونوں باتیں فرقان کی علامت ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو انبیاء کی ہدایت کے مطابق ہدایات یافتہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے شَیْئًا تک، یہ تیسرا طبقہ ہے جو صحیح و غلط میں اختلاط کرتا ہے اور انہیں اموال و اولاد سیاست باطلہ کی قوت سے حاصل ہوا ہے۔ اور انبیاء کے نام پر سیاسی پروگرام بناتے ہیں۔ حالاں کہ فقط اپنی خواہشات کی تکمیل ان کا مقصد ہوتا ہے۔ جیسے نصاریٰ روم کی سلطنت کہ وہ تثلیث کفارہ اور فدآء کا اعتقاد رکھتے تھے تاکہ لوگوں کے لئے ان کی سیاست کا اتباع آسان ہو جائے۔ حالانکہ فی الحقیقت وہ انبیاء کا کفر و انکار کرتے تھے۔ اُولٰٓئِکَ ھُمْ وَقُوْدُ النَّارِ تا وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ، فراعنہ اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے فراعنہ نے اپنا طریقہ لیا ایسے ہی انہوں نے اپنا راستہ اختیار کیا۔ اور اسی کا اشارہ ہے (۱۲) میں۔ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَھَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِھَادُ یہ روم کو ڈرانا ہے اور ان کے لئے دھمکی ہے۔ یعنی مسلمانوں کی کمزوری سے تمہیں دھوکہ نہ ہونا چاہیے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِیْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِیْ سَبِيْلِ

ابھی گذر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ

اور دوسری فوج کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دوچند صریح آنکھوں سے اور اللہ

يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ (۱۳)

زور دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ

فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے

الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ

جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی

وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ

اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دُنیا کی زندگی میں اور اللہ ہی کے پاس ہے اچھا

الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ

ٹھکانا کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب

رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ

کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ

عورتیں ہیں ستھری اور رضا مندی اللہ کی اور اللہ کی نگاہ میں ہیں

بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

بندے وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ، ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ

اور بچا ہم کو دوزخ کے عذاب سے وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے اور حکم بجالانے والے

وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ

اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں اللہ نے گواہی دی : کہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی وہی حاکم انصاف کا ہے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا

اشارہ ہے بدر میں مسلمانوں کی امداد کی طرف باوجود ان کی قلت وضُعف کے اور کفار کے بدک جانے کا

کثرت قوت کے۔ یہ لوگ جو کفر پر سیاست کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ انہیں دنیا میں سوائے شہوات کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ باطل حکومتوں کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں یہ حاصل ہوتا ہے۔ اور آخرت میں عذاب ہے اس کا اشارہ ۱۴ میں ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ یہ پہلی آیت کا نتیجہ ہے۔ اور جو لوگ صاحب عقل ہیں راسخین فی العلم ہیں وہ سیاست باطلہ کی مخالفت کر رہے ہیں کیوں کہ سیاست باطلہ اپنے ماننے والوں کے لئے مال اور شہوت لے آتی ہے۔ اور اولی الالباب صاحب عقل ایسی سیاست پر عمل کرتے ہیں جس کا مقصد لوگوں کے درمیان انصاف قائم کرنا ہوتا ہے۔ اس کا اشارہ ہے قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ۔۔۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ اب آیات ۱۶، ۱۷، ۱۸ یہ ہیں۔ ان کے حالات کا بیان ہے جو کہتے ہیں اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ۔۔۔ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ یعنی حق کے ساتھ ایمان لائے اور باطل کو رد کرتے ہیں۔ پس اگر ہم سے خطاء صادر ہوئی جس کی وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچا یہ گناہ ہے مگر چونکہ ہم نے قصدًا نہیں کیا وہ بھی بخش دے۔ اَلصّٰبِرِيْنَ الخ یعنی باطل کے مقابلہ میں صابر ہیں اور حق قائم کرنے کے لئے صدق دل سے لگے ہوئے ہیں، یہ لوگ جو کفر پر سیاست کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ انہیں دنیا میں سوائے شہوات کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور جو لوگ صاحب عقل و راسخ فی العلم ہیں۔ وہ سیاست باطل کی مخالفت کر رہے ہیں۔

اَلْقٰنِتِيْنَ یعنی وہ خطیرۃ القدس سے اتصال رکھتے ہیں۔ اَلْمُنْفِقِيْنَ اہل حاجت کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ یعنی وہ جمع اموال کا ارادہ نہیں رکھتے۔ بلکہ انفاق چاہتے ہیں۔ اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ یعنی سحور کے وقت استغفار کرنیوالے۔ کیوں کہ وہ تقرب الی اللہ کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ سے مغفرت کرتے ہیں۔ اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور جو عمل کرتے ہیں اس کا محاسبہ کرتے ہیں یعنی توبہ کرتے ہیں کہ آئندہ نہ کریں گے۔

استغفار بالاسحار کا یہی معنی ہے۔ یہی اہل علم لوگ ہیں۔ اور یہی عدل قائم کرتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ کی منشا ہے اور خطیرۃ القدس کی مرضی ہے یہی اہل علم اولوالالباب ہیں۔ راسخین فی العلم ہیں عدل قائم کرتے ہیں اس کی طرف اشارہ ۱۸ میں ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔۔۔ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یہ توحید ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یہ تمام ادیان کی بنیاد ہے اور معرفت کی انتہا ہے۔ اس سے غرض فلسفہ ایجاد کرنا یا مال جمع کرنا نہیں۔ اللہ اسکے ملائکہ اور اولی العلم گواہ ہیں کہ توحید قسط قائم کرنے کے لئے ہے جو کہ عدل ہے۔

قَآئِمًا بِالْقِسْطِ نسفی اس کا ترجمہ یوں کرتا ہے مقیماً بالقسط یہ اہل علم کی صفت ہے۔ یہ شہادت اقامت قسط کے لئے ہے۔ اس شخص نے لوگوں پر ظلم کیا ہے جس نے اس آیت کی تحریف اپنے فلسفہ و بلاغت کے زور سے کی ہے۔

کتاب دو قسموں پر منقسم ہے محکمات متشابہات اور جس نے فلسفہ اور معرفت فی المتشابہات کا دعویٰ کیا اور دین کو لوگوں میں اقامت عدل کرنے سے خارج کیا۔ اس نے ہر قانون و حکم کا مرکز اپنے متعین کردہ حاکم کو بنایا ہے کہ جو کچھ وہ کرے اور حکم کرے اس کا مواخذہ نہیں یہی معنٰی ہے سلطان کا۔ قیصر کا۔ زار کا۔ کسریٰ کا امپریلزم کا۔ تمام میں ایک حقیقت ہے، اور نام مختلف ہیں۔ اس کی ترویج بغیر باریک بینی کے ممکن نہیں مثلاً فلسفی کے ذریعہ۔ یہ تمام باطل پسند ہیں اور علم دین سے خیانت کے طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مال جمع کرتے ہیں۔ لشکر، چاندی، سونا، عورتیں اولاد جمع کرتے ہیں۔ جو ان کی مرضی سے دین چلائے وہ بھی ظالم ہے۔

قیصریت کو برباد کرنے کے لئے اور ان مذاہب کو برباد کرنے کے لئے جن کی بنیادوں پر قیصریت قائم ہوئی، قرآن کریم نازل ہوا۔ مسلمان جب کتاب الٰہی کو بھول گئے تو انہوں نے بھی باطل پسند لوگوں کے طریقوں پر اپنی حکومتیں قائم کرلیں۔ قرآن کریم کی دعوت وہی ہے جو پہلے ادیان کی دعوت تھی۔ یہ کوئی دوسری دعوت نہیں ہے جو دوسرے ادیان کی دعوت کے مخالف ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ہر دین اللہ کے احکام کو تسلیم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اسے اسلام کہا جاتا ہے۔ جب تمام ادیان کا مرکز دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام تمام ادیان کے درمیان مشترک ہے۔ اور دین کی یہ قسم جو انہوں نے مرتب کرلی ہے۔ یہ بدعات کا مجموعہ ہے اور یہ قیصروں کی حکومتوں کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور اسلام کے مخالف ہے۔ اور اس کا جھوٹ و رسوائی ثابت ہو چکی ہے۔ اگر وہ ہماری اس معاملہ میں مخالفت کریں تو ہم آخر زمانہ تک ان کے ساتھ بحث کرنے کے لئے قادر ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا بطلان اور جھوٹ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۹ تا ۲۵ میں۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ تف وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْ

بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکمبرداری اور مخالف نہیں ہوئے کتاب والے

الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ

مگر جب ان کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد اور حسد سے اور جو کوئی

يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَاِنْ

انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ جلدی حساب لینے والا ہے پھر بھی اگر

حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ

تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں اور کہہ دے

لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا

کتاب والوں کو اور ان پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہوئے

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ

تو انہوں نے راہ پائی سیدھی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑳ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

کی نگاہ میں ہیں بندے جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں

النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ

پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا

مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉑ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

لوگوں میں سے سو خوشخبری سنا دے ان کو عذاب دردناک کی یہی ہیں جن کی

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَھُمْ مِّنْ

محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا

نّٰصِرِيْنَ ㉒ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ

مددگار کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو ملا ہے ایک حصہ کتاب کا

يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَھُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ کتاب ان میں حکم کرے پھر منہ پھیرتے ہیں بعض

مِّنْھُمْ وَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا

ان میں سے تغافل کر کے یہ اس واسطے کہ کہتے ہیں وہ تم کو

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي

ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے اور بہکے ہیں اپنے

دِينِهِم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ

دین میں اپنی بنائی باتوں پر پھر کیا ہوگا حال جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک دن

لَّا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

کہ اس کے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کیا اور ان کی

لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾

حق تلفی نہ ہوگی

اس سے مراد یہ ہے کہ امر مشترک تمام ادیان میں اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا ہے۔ جو ادیان کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہے اس کے لئے یہ بات بہت بڑی بدیہی ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ لوگ طبعاً متمدن ہیں۔ اور ہر اجتماعیت حاکم کے لئے محتاج ہے۔ اور احکام میں کبھی اختلاف واقع ہوتا ہے۔ ایک گروہ ایسے لوگوں کو حاکم بناتا ہے جن کا اتصال خطیرۃ القدس سے ہے۔ اور وہ امرِ الٰہی کا حکم دیتے ہیں۔ جو امر کہ فرشتوں کے پاس بھی ثابت اور متقرر ہوتا ہے۔ اور وہ امرِ الٰہی کو تمام احکام پر مقدم رکھتے ہیں، یہ دین ہے جس کے لئے تمام انبیاء آئے۔ دوسری جماعت ایسے لوگوں کو حاکم بناتی ہے۔ جو صرف حکومت کے لئے نصب کئے جاتے ہیں۔ اور یہ صاحب دین نہیں ہوتے۔ پھر صاحب دین میں بھی ایک ایسی جماعت پیدا ہوتی ہے جو دین کے خلاف بغاوت کر دیتی ہے اور بے دین حکام کی آراء کی حمایت کرتی ہے۔ اور دین میں دو راستے ہیں۔ (۱) امر الٰہی کا اتباع بذریعہ انبیاء (۲) لادین حکام کے احکام کا راستہ اس دوسرے کا اشارہ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ ۔۔۔۔ بَغْيًا بَيْنَهُمْ میں ہے۔

ان کا اختلاف اس بات میں ہے کہ آیا امر الٰہی کی اطاعت ہر معاملہ میں ضروری ہے یا نہیں۔ یہ اختلاف فی الدین حادث ہے۔ اور یہ اصل دین واقع نہیں ہوتا۔ ہماری مراد یہ نہیں کہ جو لوگ بوقت اختلاف ایسے لوگوں کو حکم بناتے ہیں جن کا تعلق خطیرۃ القدس سے ہو وہ اجتماع و تمدن کی مصلحت کی رعایت نہیں کرتے جیسا کہ جاہلوں کا گمان ہے بلکہ دعویٰ اس بات کا ہے کہ جو حقیقت اجتماع اور حقوق اجتماع کی رعایت کرتے ہیں وہ اپنے مدارج کے مطابق تمام بنی آدم کے حقوق کی رعایت کرتے ہیں۔

لیکن یہ حکام صرف اپنے گروہ کی رعایت کرتے ہیں۔ اور امر فارق ان دونوں یعنی اہل ادیان اور لادینوں میں یہ ہے کہ عدل زیادہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور کامل ہے۔ اتباع دین میں اور ظلم اتباع میں ظاہر ہوتا ہے جو لوگ کے غیر متدین ہوں پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اہل دین کا باغی گروہ اہل دین پر غالب آجاتا ہے اور ان کا ظلم و تو دین کے نام سے مشہور ہو جاتا ہے اور ان کا فساد و ظلم اکثر غیر متدینوں سے زیادہ شرمناک ہوتا ہے۔ پس وہ فساد دین کی جانب سے نہیں ہوتا۔ بلکہ ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے جو دین کے باغی ہوتے ہیں۔ یہی لوگ درحقیقت آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں اس کا اشارہ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللهِ فَإِنَّ اللهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ میں ہے۔ یعنی ان سے بنام دین حکومت چھین لی جاتی ہے۔ اور غیر متدین غالب آجاتے ہیں۔ یہ حساب فی الدنیا ہے۔ اور ہر نبی کے زمانہ میں نصاریٰ پر احتجاج اس معنی میں تھا اور اسی طرح قریش پر احتجاج تھا کہ وہ اتباع ابراہیم کا دعویٰ کرتے تھے منہ میں اس کی طرف اشارہ ہے فَإِنْ حَاجُّوكَ..... بصیر بالعباد ہ اسلمت وجہی للہ ومن اتبعن نحن یعنی نبی اور اس کے متبعین اللہ کی تابعداری کرتے ہیں۔ یعنی تمام ادیان ارضی کی جو خدا کی جانب سے آئے۔

یہ بات لوگوں پر ثقیل نہ گزرے کیوں کہ اللہ کے تمام ادیان اختلاف نہیں رکھتے۔ دعوت ابراہیم کی یہی بنیاد ہے۔ جب ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ ہم اللہ کے تمام ادیان کی اتباع کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم راسخین فی العلم ہیں۔ اور تمام ادیان کا علم رکھتے ہیں۔ اور وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے ہاں دین متشابہات کا ہے۔ ہم تمام ادیان کی تطبیق کر سکتے ہیں۔ اور جمع کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک دین محکمات کا ہے۔ یہی حنیفیت ہے۔ اس کا اشارہ ہم نے عبدالہادی کی مثال میں کیا ہے۔ آج کوئی بھی قادر نہیں کہ وہ چاروں مشہور مذاہب میں تمام احادیث پر عمل کر سکے۔ وہ تمام متشابہات کا مذاہب بن جاتا ہے۔ اور جہالت کی وجہ سے وہ تقلید بھی نہیں کرتے۔ ہم اس معنی میں امام ولی اللہ کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اور میں اپنے اعتماد سے حجۃ اللہ البالغہ کی وجہ سے تمام صحیح احادیث پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور اس ذریعہ سے میں قرآن کی سمجھ بھی رکھتا ہوں مجھ پر کوئی چیز مختلف نہیں۔ عبدالہادی نے جب فقہ حنفی چھوڑی اس خیال سے کہ فقہ حنفی احادیث کے مخالف ہے، اور اس نے اپنے مشائخ پر اعتماد کیا کہ وہ احادیث کے متبع ہیں لیکن جب انہیں دیکھا کہ وہ بھی ترک احادیث کرتے ہیں۔ ایک کو دوسری پر ترجیح دے کر تو اس کے ہاں علم حدیث مشتبہ ہو گیا۔ اور اس طرح اسکے شکوک کتاب الٰہی میں واقع ہو گئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انسان اس مسئلہ پر یقین قائم کرے۔ کیوں کہ ہم اس حالت کی قیاس پر تمام جہانوں سے معاملہ کرتے ہیں۔

کیوں کہ اسلام جس کی تعلیم ہیں نبی نے دی ہے یا تو وہ خصوصیت سے عرب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور یا تمام جہانوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تمام ادیان کی طرف قبول اسلام کے اس معنیٰ میں لوگوں کا تنازع ہے۔ حکمت ادیان کے بارہ میں ہم نے شیخ کی کتابوں سے تحقیق کی ہے۔ جیسا کہ بدور بازغہ اور تفہمات، جیسے کہ تعلیم نبی کے متعلق ہم نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحقیق کی ہے۔ ہم نے حقیقت ادیان؟ اور ان کی حجت پہچانتے ہیں۔ وہ ادیان خواہ صابی ہوں یا حنفی۔ لیکن جو مقدار ان پر نازل ہوئی ہے۔ وہ مذاہب حقیقی معنول میں ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف احادیث میں صحیح وضعیف کی طرح ان میں بھی آمیزش ہے۔ ان ادیان کے اختلاف کو ہم مختلف احادیث کے اختلاف کی طرح سمجھتے ہیں۔ ہر دین کی دینی کتابیں زمین پر زندہ موجود ہیں۔ ان کے درجات کتب احادیث سے کم نہیں ہو جاتے۔ آج بھی ہم تمام ادیان کو ان کی موجودہ کتابوں کی رُو سے جمع کر سکتے ہیں۔ اور ہم ہم چھپوا کر انہیں بلائیں گے۔ کیا وہ اپنے ادیان کی اتباع کرتے ہیں۔ اگر وہ انکار کریں گے تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ ادیان الٰہی کے منکر ہیں۔ ورنہ تکافر وتکفیر سے کوئی فائدہ نہیں۔ سورہ بقرہ میں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ یہود نے کہا کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ (۱۱۳) کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو کافر بنا رہے ہیں۔ اور لوگوں میں حقیقت ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اسواسطے اللہ نے کہا فَاللّٰہُ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ہم چاہتے ہیں کہ حقیقۃً دنیا میں ثابت ہو جائے اسکا راستہ سوائے اسکے کوئی نہیں کہ ہم تمام ادیان کی کتب منزلہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور رسوخ فی العلم کی رُو سے تطبیق کر سکتے ہیں جو کچھ خلاصہ نکلے گا وہ حنیفیت ہوگی۔ اور اسکی دعوت قرآن دیتا ہے اور اس کی طرف اشارہ ہے فَاِنْ حَاجُّوْکَ الخ یعنی اللہ کی تمام منزلات پر ہم ایمان لاتے ہیں۔ اور اسکے رسولوں میں تفریق نہیں کرتے۔ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ الخ وہ نصاریٰ ہیں وَالْاُمِّیّٖنَ عرب اور فارس ہیں۔ ءَاَسْلَمْتُمْ سے مراد ہے۔ کیا اس طرح تم اسلام لائے۔ کہ آیا تم تمام اختلافات ترک کرتے ہو اور جس پر انسانیت مجتمع ہے۔ اس پر جمع ہوتے ہو۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو سمجھ لو ہدایت پاگئے اور وہ تمہارے رفقا ہونگے۔ اگر وہ پھر جائیں تو تیرا کام صرف بلاغ وتبلیغ ہے۔ یعنی ان سے حکومت چھین لی جائے گی اور عادل قوم کو عطا کی جائے گی واللہ بصیر بالعباد۔ اس باب میں اہل کلام، اہل تفسیر، اہل فقہ تمام پریشان ہوئے ہیں۔ کیوں کہ وہ نبیؐ کے دونو درجوں میں خلط کرتے ہیں۔ ایک درجہ عرب کے لئے دوسرا درجہ تمام اقوام عالم کے لئے اس کی تفصیل امام ولی اللہ نے کی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں۔ اور یہ تفسیر وفقہ وکلام سے علماء باقی تفصیل نہیں کرتے۔ بلکہ وہ جو کچھ عرب کے واجبات سمجھتے ہیں وہ تمام اقوام عالم کے لئے واجب کر مانتے ہیں۔ لہٰذا وہ شرح دین حکمت سے نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ قوت وحکومت کے ذریعہ دین نافذ کر سکتے ہیں۔ یہی وہ بات ہے جس میں عبدالہادی متحیر ہو گیا تھا

جو فقہ اس نے اہل حدیث سے لی وہ تمام اقوام عالم کے لئے کیسے دین ہو سکتی ہے۔ وہ تو یہ سمجھے گا کہ یہ بات تمام دینوں میں موجود ہے۔ اور جب میں نے اسے دو درجوں پر زمی سے متنبہ کیا تو وہ متنبہ ہو گیا۔ اور اس نے کہا اس مسئلہ کا احاطہ ایک مجلس میں ممکن نہیں۔ بلکہ کئی مجلسوں میں کئی صحبتوں میں۔ ہم بحمد اللہ جیسے اس بات کو سمجھ چکے ہیں کہ تعلیم احادیث میں اختلاف نہیں۔ اسی طرح ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ قرآن اور تورات میں بھی اختلاف نہیں۔ اور مقدار وہ ہے کہ جس میں تمام گروہوں کے اہل علم مشترک ہیں۔ پھر ہم ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں کہ حنفاء اور صابی بھی متحد ہیں۔ یہ بات صرف امام ولی اللہ کے پاس ہے یا الف ثانی کے علماء ہند کے پاس ہے اور عام بلاد مسلمین غافل ہیں اس بات سے۔ پس وہ اس بات کے اثبات پر قادر نہیں کہ اسلام عام ہے تمام روئے زمین پر البتہ وہ دلائل فقیہہ کے ذریعہ قادر ہیں مگر اعتراض کا امکان پھر بھی رہتا ہے۔ اور وہ حکمت کی طرف رجوع نہیں کرتے کسی بات پر وہ قادر نہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔

حکایت شیخ محمد افضل دہلوی علوم حدیث میں امام ولی اللہ کے استاذ ہیں۔ اور شیخ مظہر جان جاناں کے استاذ طریقت ہیں۔ قول جمیل کے خاتمہ میں امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ استاذ مذکور نے مشکوٰۃ المصابیح صحیح بخاری اور دیگر صحاح ستہ کی اجازت دی۔ استاذ مذکور نے شیخ عبد الاحد کے واسطے سے اس نے اپنے والد شیخ محمد سعید کے واسطے، شیخ محمد سعید نے اپنے جد امجد کے واسطے سے جو شیخ طریقت تھے یعنی شیخ احمد سرہندی۔ اس کے بعد سند طویل ہے جو اپنے مقام پر مذکور ہے

شیخ مظہر نے خط میں جو اس نے کسی مستفید کی طرف لکھا۔ اور حدیث لکھی۔ اس خط میں یہ لکھا "در خدمت ہادی محمد افضل السیالکوٹی تلمیذ شیخ المحدثین الشیخ عبد اللہ بن محمد سالم المکی گذرانیدیم" یہ شیخ محمد افضل سیالکوٹ کے تھے۔ اس کے بعد وہ دہلی چلے گئے۔ اس نے مقامات مظہریہ میں ذکر کیا ہے۔ جو شیخ محمد افضل کے ترجمہ میں ہے۔ کہ انہوں نے خواب میں ایک شخص دیکھا۔ آگ شعلے نکال رہی ہے۔ اور کرشن آگ کے درمیان کھڑا ہے۔ رام آگ سے باہر اہل مجلس میں کسی نے کہا کہ کفر کے امام تھے آگ میں داخل ہو گئے۔

شیخ مظہر نے فرمایا میرے نزدیک اس کی تعبیر دوسری ہے کہ رام ابتدائی خلیفہ کے درجہ میں تھا اور اللہ کی طرف دعوت عقلیت کے ساتھ دیتا تھا۔ اور کرشن آخری خلیفہ میں تھا۔ اور دعوت الی اللہ محبت کے ساتھ دیتا تھا۔ التھاب نار سے مراد اس کی محبت الہٰی کا ظہور اور شوق الہٰی کا ظہور ہے۔ شیخ افضل نے اس تاویل کو پسند فرمایا۔

یشخ محمد افضل کا دوسرا خط بھی ہے جو اس نے کسی کی طرف لکھا جس میں ہندوؤں کی دینداری کی توجیہ کی ہے وہ خط اس کے مجموعہ مکتوبات میں چھپا ہے آخری حکم اس خط کا یہ ہے "اعتقاد تناسخ مستلزم کفر نہیں ہے" اور جو بات ہم نے حکمت و الی اسی میں حاصل کی ہے ادیان صابی اور حنیفی کے جمع میں نہیں بلکہ الف ثانی کے حکماً ہند عام طور پر اسی بات کا اقرار کرتے ہیں۔ پس جو لوگ اہل کتاب میں اس دعوت قرآنیہ کے مخالف ہیں اس کی طرف اشارہ ۲۱-۲۲ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ... وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ یعنی جو اس دعوت کے مخالف ہیں ان کے یہ حالات ہیں جن کا ہم ذکر چکے ہیں۔

تنبیہ یہ بات ہم نے فقہا ر اسلام کے اندر بھی دیکھی کہ وہ اپنے مخالفین کو قتل کرتے ہیں تو اس قسم کا تشدد فقہا کو مخالف کو قتل سے نہیں چوکتے یہ کفر کا مستلزم ہے۔ یعنی کفر باٰیات اللہ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۳ میں اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ ... وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ای کتاب اللہ۔ یہ دوسرا الزام ہے ان پر۔ پہلا یہ تھا کہ جس پر تمام انبیاء متفق ہیں اس کی طرف انہیں دعوت دی جاتی ہے تو وہ انکار کرتے ہیں اور حجت یہ لاتے ہیں کہ وہ صرف اپنے دین کی اتباع کرتے ہیں۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ اگر انہیں یہ دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی کتاب کی اتباع کریں تو اس کا بھی وہ انکار کرتے ہیں۔ کیوں کہ وہ اپنی خواہشات فقہا کے متبع ہیں۔ وہ فقہا جو کتاب اللہ کے باغی ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۔اَلَمْ تَرَ میں ہے مُّعْرِضُوْنَ تک۔

تنبیہ :- ہمارے ملک میں بھی یہ بات ہے کہ ہمارے فقہا کا ایک گروہ ایسا ہے کہ اگر انہیں ہم کتاب اللہ اور سنت کی طرف دعوت دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں ہم فقط اپنے فقہار کا اتباع کرتے ہیں اور حنفیوں کے علاوہ فقہار اہل حدیث ان کو ساکت کر دیتے ہیں۔ اور ان پر اعراض کتاب اللہ اور اعراض سنت کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ البتہ ہم فقہار حنفیہ محققین کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ مگر وہ فقہا اہل حدیث ان کتابوں کا انکار کرتے ہیں اور فتاویٰ ضعیفہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور جب جہالت کے اس درجہ تک وہ پہنچ جاتے ہیں تو ان کا نام اہل ادیان سے ساقط ہو جاتا ہے اور وہ دین کے نام سے افترا کرتے ہیں۔ اور وہ جہنم میں چند دن ہی ٹھہریں گے۔ کیوں کہ انہیں اس دین کے فضائل ثابت ہو چکے ہیں۔ اور وہ اس درجہ والوں میں اپنے آپ کو شامل کر کے غلطی کھا رہے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّغَرَّهُمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ. ان کی غلطی قیامت کے دن معلوم ہو جائے گی۔

لیکن دنیا میں انہیں معلوم نہیں ۔ اس کا اشارہ ہے (۲۵) میں فَكَيْفَ ... لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ اس گروہ سے حکومت اس وقت سلب کر لی جائے گی جب ان کے مقابلہ میں کوئی ان سے اچھی دوسری جماعت قیام عدل کے لئے کھڑی ہو جائے گی ۔ ایسا ہوتا ہے کہ ظالم حکومت قائم رہتی ہے جب کوئی اسکے مقابلہ میں کھڑا ہو جائے تو وہ کچھ دیر نہیں ٹھہرتی ۔ تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ دعوت دے، اللہ ان سے حکومت چھین لے گا ۔ اور دوسروں کے سپرد کر دے گا ۔ تو ان سے ملک چھینتا ہے ہمیں عطا کرتا ہے کیوں کہ ہم نے ثابت کر دکھایا ہے ہم قیام عدل کرنے میں امر الٰہی کو تسلیم کرنے کے زیادہ مطیع ہیں ۔ اور ہم متعدد ہیں ۔ اسکے بعد اگر اہل کتاب یا امیوں سے جنگیں ہوں تو مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ ان کی طرف میلان کرے ۔ بلکہ ضروری ہے کہ وہ جماعت نبی کی اطاعت کرے جماعت دینی سیاسی حزب ہوگا ۔ یہ حزب تمام ادیان کو حنیفیت کی طرف دعوت دیگا ۔ اور ان کے ملک ان سے چھین لیگا اسکی طرف اشارہ ہے ۲۸ تا ۳۲ میں ۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

لیوے جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے

بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۲۶) تُوْلِجُ الَّيْلَ

تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات

فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

کو دن میں اور داخل کرے دن کو رات میں اور تو نکالے زندہ

الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ

مُردہ سے اور نکالے مُردہ زندہ سے اور تو رزق دے جس کو چاہے

بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲۷) لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ

بے شمار نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست

مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ

مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اسکو اللہ سے

فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ

کوئی تعلق مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم ان سے بچاؤ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے

اللّٰہُ نَفْسَہٗ ؕ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ

اپنے سے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو کہہ اگر تم چھپاؤگے اپنے جی کی

صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

بات یا اسے ظاہر کروگے جانتا ہے اسکو اللہ اور اس کو معلوم ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں

وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ

میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن موجود

کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۚۛ وَّمَا عَمِلَتْ

پائے گا ہر شخص جو کچھ کر کی ہے اس نے نیکی اپنے سامنے اور جو کچھ کر کی ہے اس نے

مِنْ سُوْٓءٍ ۚۛ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَہَا وَبَیْنَہٗٓ اَمَدًا بَعِیْدًا ؕ

برائی آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑجا ہے دور کا

وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ؕ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ قُلْ

اور اللہ ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ بہت مہربان ہے بندوں پر تو کہہ

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ

اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے

لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِیْعُوا

گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تو کہہ حکم مانو

اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے

اس کا معنٰی یہ ہے کہ مومنین کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مومنوں کے بغیر کافروں کو دوست پکڑیں مگر جب مجبور ہوں یہ مثال مضطر کی ہے جیسے مضطر حرام بھی کھا سکتا ہے۔ یعنی اضطراری حالت میں حکم اس کے سپرد ہوگا۔ اور دفعتاً اللہ ان سے حساب لے گا۔ کیوں کہ اللہ اور اس کے درمیان معاملہ ہے۔ قاضی اور مفتی کا دخل نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس پر کوئی محاسبہ ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ... وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ۲۸، ۲۹، ۳۰، اور تین ان تمام آیات میں محاسبہ بین اللہ و بین عبدہ کا ہے۔ جسے اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔

دوسرا معاملہ مومن کے جماعت نبی کے ساتھ انضمام کا ہے۔ کفار سے بچنے اور جماعت نبی میں منظم ہونے کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (۳۱) یعنی جو نبی کی سیاست کی مخالفت کرے گا۔ اس کے لئے خطیرۃ القدس میں کوئی مقام نہیں۔ بلکہ وہ کفار کی طرح ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ..... لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ (۳۲)

آلِ عمران کی فصلِ اوّل تمام ہوئی

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان پر اتمام حجت دینیہ کی جاتی ہے۔ اس طرح کہ ان کے اختلافات کی تردید کی جائے گی۔ اور انہیں اس بات کی دعوت دی جائے گی جو ان کے پاس حق میں سے کچھ ہے۔ اگر وہ اس سے بھی اعراض کریں گے۔ تو انہیں روئے زمین پر ان کے دین کے نام سے حکم کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ ان سے دونوں مسجدوں کی زمین حکومت سلب کر لی جائے گی۔ مسجد قدس جس کے متعلق اس سورہ میں بحث کی جا رہی ہے۔ جس طرح کہ قریش سے مسجد حرام کی حکومت سلب کر لی جائے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ

بیشک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ

سارے جہان سے جو اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ

جاننے والا ہے جب کہا عمران کی عورت نے کہ اے رب میں نے نذر کیا تیرے

مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ

جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بیشک تو ہی ہے اصل سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰى ؕ

جاننے والا پھر جب اس کو جنا بولی اے رب میں نے اس کو لڑکی جنی

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَ

اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی اور

اِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّيْۤ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا

میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو

مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ

شیطان مردود سے پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح قبول اور

اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا

بڑھایا اس کو اچھی طرح بڑھانا • اور سپرد کی زکریا کو جس وقت آتے اس کے پاس

زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ

زکریا حجرے میں پاتے اس کے پاس کچھ کھانا کہا اے مریم

اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ

کہاں سے آیا تیرے پاس یہ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ رزق دیتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

جس کو چاہے بے قیاس

سورۂ آل عمران کا فصل ثانی ۳۳ سے ۶۳ تک ـــــ نصاریٰ کے مذہب کی ابتدا مسیح ابن مریم سے اور ان کی حکومت کی ابتدا، روم سے ہوئی۔ مقصد اس سورۃ کا انہیں ان کی غلطیوں کی اصلاح کرنے کی دعوت دینا ہے پھر ان کی حکومت کی اصلاح کرنا ہے کہ وہ ظلم کو نکالیں۔ اس طرح فارسیوں کی اصلاح بھی قرآن کریم کا مقصد ہے۔ پھر ان دونوں کو جمع کرنا ہے۔ اور یہ مجموعہ مرکز عالم ہو جائے گا۔ پھر یہ دین دین ابراہیم ہو جائے گا

فصل اول میں ان کی دینی غلطیوں کا اظہار کیا گیا تھا۔ پھر دوسرا عمل یہ تھا کہ دین کا درجہ نازلہ دین مخلط بالحق کے ساتھ بنایا گیا۔ گویا اصلاح حکومت اصلاح دین کے بعد کی گئی ـــــ یہ فصل اول کا خلاصہ ہے۔

دین نصاریٰ میں فساد جو واقع ہوا ہے۔ وہ الوہیت مسیح ہے۔ یہ بنیاد ہے اس فلسفہ کی اور اس خبیث فکر سے الوہیت ملوک۔ فرعونیت۔ الوہیت رہبان و احبار متمدن کی آہستہ آہستہ شاخیں نکلتی ہیں جب ہم اقوام متمدنہ اور انکے ادیان میں تامل کرتے ہیں تو ہمیں تمام ادیان میں یہ فساد ظاہر معلوم ہوتا ہے۔ بعض ان میں وہ ہیں جو صراحۃً کہتے ہیں کہ عیسیٰ ہی خدا ہے۔ بعض دوسرے ہیں جو اس صراحت والی شر میں شامل ہیں۔ بعض توریہ کرتے ہیں۔ ان کا قول بھی ٹھیک اس طرح ہوتا ہے۔ جیسے یہود بطریق توریہ کہتے ہیں۔ نصاریٰ کے ساتھ بحث اصولی ہے۔ جس کا مقصد تمام قوموں کے تمام گروہوں کی تہذیب و اصلاح ہے۔ کیونکہ صابئۃ الہنود کے دو طائفے ہیں۔ ایک طائفہ مثل نصاریٰ کے دوسرا مثل یہود کے۔ فصل ثانی میں نصاریٰ کی غلطیوں کی ابتدا

کا بیان ہے ۔ اور انہیں اصلاح کی دعوت دینا ہے ۔ اور غلطیاں تمام قوموں میں ایک جیسی طرح وارد ہوتی ہیں گویا اصلاح نصاریٰ دراصل اصلاح اقوام
عالم ہے سوائے حکیم کے ۔ اس طرح قرآن میں نظر کرنا کسی کا کام نہیں ۔ حکیم کسی قوم کے ساتھ قرآنی بحث کو تمام اقوام کی اصلاح
کے لئے نمونہ سمجھتا ہے ۔ بلکہ حکماء تو قرآن میں ایک شخص کی بحث کو شخصیات اقوام پر محمول کر کے نظر کرتے ہیں
اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی . . . . عَلَی الْعٰلَمِیْنَ (۳۳) قرآن میں قطعہ علی الارض ۔ مشرق بحر روم سے جبال چین تک یعنی مشرق
ہند زمین کے تمام قطعات میں سے افضل ہے ۔ اس میں کوئی خطاب نہیں ۔ صرف افغانستان کی حدود پر پہاڑات میں
ان پہاڑوں کی دو قسمیں ہیں ۔ (۱) قطعہ شرقیہ شمال الہند (۲) قطعہ غربیہ ایران ، سوریا ، اناطول عراق یہ تمام اس میں
داخل ہیں ۔ جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن کی مراد اس قطعہ سے ہے ۔ اس کی کئی وجوہ ہیں (۱) تمام آباد جہاں
کا مرکز ہے ۔ (۲) آب ہوا متبدل ہونے کے لحاظ سے اور زراعت کے لحاظ سے بہترین قطعہ ہے ۔ اگر اہل ہند
اس کے مشرقی علاقوں میں ہوں تو وہ ایک وطن سمجھتے ہیں ۔ اور ملی جلی زبانیں بولتے ہیں ۔ اسی طرح اہل ہند غربی
اور ایران ان کی زبانیں اور طبائع بھی موافق ہیں ۔ جب ہم اناطول عراق سوریا اور قطعہ ہذا کے متواصل اقوام
شمال بحر روم ، یونان اور جنوب بحر روم مثلاً مصر کو دیکھتے ہیں تو وہ بھی عراق سوریا اور اناطول کے ہم جنس نظر آتے
ہیں ۔ عراق سوریا اور اناطول کے پھر اس قطعہ سے کئی قبیلے کئی گروہ کئی شاخیں کئی گھاٹیاں کئی پہاڑیاں نکلتی ہیں
جیسے سوریا اور عراق جنوب جزیرہ عرب تک ہند سے جنوب ہند دکن تک اناطول سے قفقاسیا تک
ایران سے توران تک ۔ تو یہ شاخیں اس ارض مقدسہ مرکزیہ کے ارد گرد ہیں ۔ گویا انسانیت کی بنیاد ان اراضی
میں منحصر ہے ۔ زبانوں کی طوالت اور قدامت کے باعث ہم اول و ثانی کا تعین نہیں کر سکتے ۔ لیکن ہم دیکھتے
ہیں کہ انسانیت اپنی لمبی عمر میں فقط ارض کے شہروں میں اجتماعیت کے مرکز کی طرف منتقل ہوتی رہی ۔ البتہ
آخر میں نیل و فرات کے درمیان زمین باقی قطعات سے ارجح ہوئی ۔ ایسا نوح کے بعد ہوا لیکن اس سے پہلے
تمام قطعات برابر مرکز انسانیت تھے گویا اگر اب یہ کہا جائے کہ حضرت آدم ہند میں ہوئے یا ایران میں یا سوریا
میں یا جزیرہ میں تو ہمارے نزدیک یہ اختلاف نہیں ۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آدم کی عمر طویل تھی اور
یہ زمین ایک مملکت کی طرح تھی ۔ اور حضرت آدم ہر علاقہ میں پھر کر اپنی اولاد کے لئے مرکز اجتماعیت کی بنادیں
رکھتے رہے ۔ اور اس کے بعد حضرت نوح بھی ایسا کرتے رہے ۔ اس کے بعد ان کا اصلی وطن ہمارے نزدیک
جبال افغان کا مغرب مرکز تھا ۔ گویا انہوں نے ہند کو چھوڑ دیا تھا ۔ اب تک ہم (لامک) دیکھتے ہیں ۔ اس
کا اصل "لمک" ہے جو اس کے آبا میں سے تھا ۔ افغانستان میں ایک قطعہ ہے اس کا نام لمکان ہے جو لمک

کی طرف منسوب ہے۔ ایران میں حضرت نوح کی طرف منسوب شہر ہیں جیسے نہاوند۔ ان کی عمر طویل تھی وہ حضرت آدم کی طرح وہ زمین میں گھوم پھر کر اپنی اولاد کے مراکز بناتے ہوں گے۔ پھر حضرت ابراہیم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فرات اور نیل کے درمیان کی زمین ان کی اولاد کا مرکز بنائے۔ جس طرح ہند اولاد نوح سے خارج ہوا۔ اسی طرح ایران اولاد ابراہیم سے خارج ہوا۔ اور ان کا مطلب کچھ اور نہیں۔ صرف مرکزیت اجتماع کی جگہ یا اجتماع مرکزیت کی تاثیر ہے جو تمام زمین میں ہند سے یونان تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جو لوگ اقوام کے مختلف ہونے کے اعتبار سے ان ملکوں کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ اور پھر ان کے انبیاء میں اختلاف کرتے ہیں۔ اور ان کی اجتماعیت میں اختلاف کرتے ہیں۔ یہ ان کی نظر کا قصور و کوتاہی ہے۔ ان کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے اسلامی فرقوں کی۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو اسلام کا حامل سمجھتا ہے۔ اس بات کی صحت من وجہ ہوتی ہے من وجہ نہیں ہوتی۔ ہمارے نزدیک ان اختلافات کی قیمت دانہ برابر نہیں کہ آدم ہند میں تھا یا ایران میں یا سوریا یا حجاز میں۔ ہمارے نزدیک سب برابر ہیں۔ تمام ملک اس کے ملک تھے۔ وہ کسی گھر میں محبوس و منحصر نہیں تھا۔ انسان غور کرے کہ آج کل عمر سو برس کے قریب ہوتی ہے۔ بیس سال ابتدائی اور بیس آخری سال حذف کر کے ساٹھ سال رہتے ہیں۔ اس عمر میں انسان عمل کرتا ہے۔ جب ہم فرض کریں کہ کوئی عظیم قوی الجثہ، سلیم الدماغ اولی العزم شخص ہو تو کیا وہ ساٹھ سال ایک گھر میں منحصر رہے گا۔ یا ایک شہر اور ایک علاقہ میں گھرا ہوا رہے گا۔ کیا وہ ملک کے ارد گرد کہیں چلے پھرے گا نہیں؟ کیا وہ اپنے افکار کے تاثرات تمام ملکوں میں نہیں پھیلائے گا کیا وہ اپنی مملکت کے علاوہ دوسرے ممالک میں نہیں گھومے گا؟ جب وہ بڑا آدمی مر جائے گا تو اس کی تاریخ مدون نہیں ہوگی۔ کیا ہر قوم اس کی تاریخ نہیں لکھے گی۔ کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص تھا۔ اور دوسری قوم کا اس سے کوئی تعلق نہیں؟ یہ تمام خرافات ہیں۔ پس جب اتفاق کر لیا جائے کہ مرکز اراضی یہی قطعہ ہے۔ اور چین کو اس زمین شعوب منشعبہ سے سمجھ لیا جائے۔ تو انسان اس بات میں ہماری موافقت کرے گا کہ انسانیت آغاز سے آج تک نہیں بدلی۔ صرف اجتماع کے مرکزیات بدلے ہیں۔ لوگ جانتے ہیں کہ مرکزیت ان قطعات میں گھومتی پھرتی رہی ہے۔ اور یہ منبع ادیان ہے جیسے نیل و فرات کے درمیان کی زمین منبع ادیان ابراہیمیہ ہے۔ اسی طرح ایران کو اور اس کے ارد گرد کو منبع ادیان توحیدیہ کہا جاتا ہے۔ پھر ہند کو منبع ادیان آدمیہ کہا جاتا ہے۔ ہند کو مرکز ادیان برہمنیہ اور بدھیہ سے خارج کرنا کیا یہ نظریہ ارتقاء تاریخ کے لحاظ سے قابل تسلیم ہے؟ یا ایران کو مرکز مجوسیت سے خارج کرنا قابل تسلیم ہے؟ لیکن جب

سندھ کو ہند کے ساتھ ہم شامل کرتے ہیں اور ایران کو توران کے ساتھ تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں

قرآن کریم نبوت کے سلسلے اور دین اجتماعی کے سلسلے حضرت آدم سے شروع کرتا ہے۔ اور حضرت آدم کو حنیفیت کے ادیان کا مخرج سمجھ لیا جائے تو برہمنیت اور بودھ ازم کا مخرج کوئی دوسرا آدم بنانا پڑے گا کیا یہ درست ہے؟ —— اگر ایسا نہیں تو متعلمین مدرسہ عربیہ عربی تعلیم سے متاثر ہو کر عربیت یا ابراہیمیت کی رعایت کرتے ہیں۔ اور تمام کمالات انسانیہ کو اس مرکزیت میں محصور کرتے ہیں۔ اور باقی تمام کے تدین اور اجتماع کا انکار کرتے ہیں۔ وہ قرآن سمجھنے سے لوگوں کو دور کرتے ہیں اور انہیں ایسے قصوں پر ایمان لانے کے قریب کرتے ہیں جو واہیات ہیں۔ بحر قلزم کے کنارہ پر ایک شہر اسلام کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام جدہ ہے اس میں حوا کی قبر بنائی ہوئی ہے اس مناسبت سے کہ وہ بنی آدم کی دادی ہے اس طرح کی خرافات کثیر کتب سیرت اور تفاسیر اور کتب تاریخ میں پائی جاتی ہے۔ اور ان خرافات کی وجہ سے کوئی شخص قرآن نہیں سمجھ سکتا۔ ۳۳ - میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ اصطفٰی آل ابرٰھیم کیوں کہ آل ابراہیم اولاً بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی عظمت کا مرکز ہیں۔ جب ہم تورات پڑھتے ہیں۔ تو پہلا صحیفہ سفر اولیٰ کا ہے۔ جس میں حضرت ابراہیم کے متعلق بحث ہے۔ اور دوسرا صحیفہ سفر ثانی کا ہے جس میں حضرت موسیٰ کے متعلق بحث ہے۔ پھر اس کے بعد آل عمران کا عہد جدید ہے۔ اسی طرح اللہ نے آل ابراہیم سے پہلے نوح کو تمام جہانوں پر چن لیا۔ اور اگر اور قومیں نہ ہوں تو حضرت نوح کا تمام عالم پر چن لینے کا کیا معنیٰ تو مطلب یہ ہے کہ اور قومیں موجود ہیں نوح ان میں اعلیٰ ہیں۔ اسی طرح حضرت آدم کو تمام اقوام عالم پر چن لیا اور قومیں ان سے پہلے موجود تھیں۔ پس بشریت اور انسانیت کا منبع آدم ہے اور وہ وہ مخلوقاتِ ارض پر فضیلت دار ہے۔ اس طرح سے صحیح نظریہ ارتقاء خلق کا قائم ہوتا ہے۔

لیکن فقیہ قرآن پڑھتا ہے اور فیصلہ کر لیتا ہے کہ جو حنفی یا شافعی کے علاوہ ہے۔ وہ دین دار نہیں۔ اور انسان بھی نہیں۔ یہ ذہنیت مضر ہے۔ آیت ۳۳ اہل کتاب کے صحیفوں کا خلاصہ ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ کے صحیفوں کا۔ کتاب کا مبدأ اوّل آدم ہے۔ طوفان کے بعد مبدأ ثانی نوح ہے۔ پھر آل ابراہیم یعنی بنی اسرائیل پھر انجیل آل عمران یہ کتابوں کا خلاصہ ہے۔ اس میں تاسیس فکر ہے۔ کہ فضائل انسانیہ متوارث و متفاضل ہیں۔ جب کوئی یہ نظریہ تحقیق کرلے تو وہ کسی انسان کو تمام انسانوں پر تمام اوصاف کے لحاظ سے فائق نہیں سمجھے گا۔ بلکہ فضیلت منقسم ہوگی کہ ایک وجہ سے فضیلت دار ہوگا۔ تو دوسرا کسی دوسری

وجہ سے فضیلت دار ہوگا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اولاد ابراہیم سے عظیم ہیں۔ لیکن کیا حضرت ابراہیم کو کسی دوسری وجہ سے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہیں۔ اسی طرح کیا حضرت آدم کو اپنی تمام اولاد پر ایک وجہ سے فضیلت نہیں؟ جب اولاد بشر کے لئے ممکن نہیں کہ وہ تمام انسانوں پر فضیلت دار ہو تو کیا ان میں کوئی الٰہ ہو سکتا ہے؟ یہ آیت ۳۲، ۳۳ اس فکر کی بنیاد ہے۔ ۳۴ میں ذُرِّیَّةً بعضہا من بَعْضٍ ... سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔
پھر اللہ تعالیٰ نے عمران کی بیوی کی دعوت کے بیان میں اور مریم کے پیدا ہونے کے بیان میں آغاز کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مریم اگر زمانہ صورت میں تھی اور اس کے والدین کے اسباب کی تاثیر تھی۔ لیکن انکے پیدا ہونے کے بعد انکی ماں نے مردوزن کی قوت میں ہونے کی دعا کی۔ وہ باعتبار روحانیت کے دونوں قوتوں کی جامع ہوگئی۔ پس چوں کہ قوت روحانیہ سے وہ متاثر ہوگئی۔ اور اس پر مردمی غالب آگئی تو اس لئے اس نے مرد جنا اور تاریخ اور واقعات میں ایسا بہت مشہور ہے کہ انسانیت میں یہ بات کئی بار ہوئی ہے۔ اور ایسی کہانیاں ہند میں بھی بیان کی جاتی ہیں غلام احمد قادیانی نے بھی دعویٰ نبوت سے پہلے کتاب لکھی تھی جس کا نام سرمہ چشم آریا ہے یہ اس باب میں اچھی کتاب ہے۔ اس میں اس قسم کے شواہد بیان کئے ہیں۔ تو امرءۃ عمران کا قصہ حضرت زکریا کے قصہ سے زیادہ قوی ہے۔ ایک درجہ میں دعوت زکریا میں ان کی مشابہت ہے۔ ہم نے اس کے متعلق سورۂ مریم میں زیادہ بیان کیا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ

وہیں دعا کی — زکریا نے اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اولاد — پاکیزہ — بیشک تو — سننے والا ہے دعا کا — پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے

وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

جب وہ کھڑے تھے — نماز میں — حجرے کے اندر — کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی

مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا

جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی — اور سردار ہوگا — اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور نبی

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ

ہوگا صالحین سے کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور

قَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ

پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے

يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ

جو چاہے کہا اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی فرمایا نشانی تیرے لئے

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ

یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے اور یاد کر

رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ

اپنے رب کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح اور جب فرشتے بولے

الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ

اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ

سب جہان کی عورتوں پر اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر

وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾

اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ حضرت مریم علیہا السلام عورتوں میں انبیاء کے مانند تھیں۔ امام ولی اللہ کے اتباع نے حضرت مریم کا درجہ نبوت میں شمار کیا ہے۔ یہ مشہور درجہ نہیں رکھا۔ جو نبوت کا واقعی ہوتا ہے۔ بلکہ صدیقیت کی ایک قسم ہے جو نبوت کے مشابہ ہوتی ہے۔ اور جو مشہور ہے کہ مرد ہر لحاظ سے عورت پر فضیلت رکھتا ہے یہ صحیح نہیں۔ اُمہات کو اپنی اولاد پر فضیلت ہوتی ہے۔ لوگ اس بات کو بالکل بھول جاتے ہیں اس طرح سے حکمت باطل ہوجاتی ہے۔ حضرت مریم کو اس لئے فضیلت نہیں تھی کہ ان نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جنا بلکہ اس لئے کہ صاحبہ نفس کاملہ تھیں۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

یہ خبریں غیب کی ہیں جو ہم بھیجتے ہیں تجھ کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب

يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ

ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پرورش میں لے مریم کو اور تو نہ تھا ان کے پاس

اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (٤٤) اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ

جب وہ جھگڑتے تھے جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي

اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسے مریم کا بیٹا مرتبہ والا

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (٤٥) ۙ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي

دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ

الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (٤٦) قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ

ماں کی گود میں ہوگا اور جب کہ پوری عمر کا ہوگا۔ اور نیک بختوں میں ہے بولی اے رب کہاں سے ہوگا میرے

وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ

لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے۔

اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (٤٧) وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ

جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے اور سکھا دے گا اسکو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (٤٨) ۚ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

اور تہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور کرے گا اس کو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ

بیشک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر تمہارے رب کی طرف سے کہ میں بنا دیتا ہوں تم کو گارے سے

كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

پرندے کی شکل پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ کر آؤ اپنے گھروں میں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾

اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ

اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو توریت ہے اور اس واسطے کہ حلال

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ

کردوں تم کو بعضی وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ

لے کر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو بیشک اللہ ہے

رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾

رب میرا اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْھُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى

پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ

اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ

میں کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کی ہم یقین لائے اللہ پر اور تو گواہ رہ

بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

کہ ہم نے حکم قبول کیا اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

لے ہم کو ماننے والوں میں اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے

ذلک من انبیاء الغیب اشارہ ہے کہ اناجیل میں کوتاہی ہے کہ اس نے مریم کے متعلق کچھ کلام نہیں کیا۔

نصاری کی تعلیم میں یہ بنیادی غلطی ہے ویکلم الناس فی المھد وکھلاً کلام فی المھد کی فضیلت ظاہر ہے ویکلم الناس فی المھد وکہلاً لوگوں نے اس کی حکمت نہیں سمجھی انہوں نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دوسری بار نزول کر کے یہ کلام کریں گے۔ ہمارے نظریہ میں یہ بات صحیح نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں کہولت تک باقی رہے۔ اور لوگوں کو اپنا طریقہ ہمیشہ سکھلاتے رہے۔ اس کا ذکر سے اناجیل کی کتابیں غافل ہیں۔ اور یہ جو ذکر کرتے ہیں کہ پولس نے اسے خواب میں دیکھا یہ تحریف ہے۔ بلکہ اس نے بیداری میں دیکھا۔ اور بیداری میں تعلیم دی نہ کہ خواب میں اور بحالت کہولت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ یہ بھی اللہ کی قدرت کے عجائب میں سے ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے نہیں پکڑا۔

فانفخ فیہ فیکون طیرا ۴۹ اس روحانی قوت کے ہم معترف ہیں اور مقربین کے لئے ہے۔

ہم مانتے ہیں ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ وانبئکم مما تاکلون۔ یہ کشف کونی ہے جو مقربین میں ہوتا ہے۔ جو کچھ کسی نے کھایا یا جمع کیا مقرب ہر بات کی خبر دے سکتا ہے۔ اشیاء محسوسہ جو کسی خاص شخص کے ساتھ متعلق ہوں۔ مثلاً کھانا پینا، گھر میں ذخیرہ اندوزی کرنا اس کا معلوم کرنا آسان نہیں، اس لئے جب کوئی ان باتوں کی خبر دیتا ہے تو لوگ معلوم کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی بخشش کردہ قوت ہے۔ اس طرح کی واقعی جسے حظیرۃ القدس میں مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے علم وارادہ میں کشادگی پائی جاتی ہے۔ اور روح القدس کی تائید ہوتی ہے وہ نور ہوتا ہے جو حظیرۃ القدس سے اس پر نازل ہوتا ہے۔ یہ معاملہ صنفی ہوتا ہے شخصی نہیں ہوتا۔ پس اسطرح کی خبر دینوالے کو الٰہ نہیں سمجھنا چاہیئے صوفی طریقوں کے ائمہ ایسی تعلیم دیتے ہیں۔ ایسی تعلیم سے جس کے قلب میں ان حالات کی استعداد پیدا ہو جائے۔ اسے ولایت عیسویہ کہتے ہیں۔ جیسے فنون حکمت میں آج ہر شخص برابر فائدہ حاصل نہیں کرتا اس طرح اسکی مثال ہے۔ یعنی ذکر الٰہی کے اشتغال کی۔ کہ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ائمہ طریقت نے انکی ترتیب دی ہے کہ اس سے متاثر وہی ہو سکتا ہے جس میں اس کی استعداد ہو۔ لیکن اہل استعداد سب برابر ہیں اور ان پہ لوگوں کے حالات خصوصیت ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ کسی چیز میں پھونکتے ہیں اور حیات اس میں آجاتی ہے۔ پس اگر اسی طرح امت محمدیہ میں یہ فنون آجائیں تو کیا ان حالات والے کو ہم الٰہ کہیں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ یہ اس طریقہ کی بنیاد ہے۔ اس بات پر سب متفق ہیں کہ حظیرۃ القدس سے اتصال اور عبادت اللہ صراط مستقیم ہے۔ ہم امام ولی اللہ کی حکمت سمجھنے کے بعد ایک مخصوص طریقہ کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ جو قرب الی اللہ کا ہے اسکو بیان کرتے ہیں۔ جو قرب الٰہی کا کوئی درجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً جبرائیل کا درجہ عالیہ اگر اس پر ہمیشگی رکھے اور ادھر اُدھر نہ پھرے تو وہ

درجہ عالیہ کسی نہ کسی دن حاصل ہو جائے گا۔ خواہ کئی سال کے بعد ہو۔ یہی صراط مستقیم ہے۔ ہر ایک کیلئے برابر ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ جو حکایت عیسٰی بیان کی ہے اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم استمرار رکھو گے۔ اللہ کی عبادت پر اور اللہ سے اس فضل کی تمنا رکھو گے تو تم پالو گے۔ اللہ تعالیٰ مداومت عبودیت انسانیت کا تمام کمال بخش دیتا ہے۔ اس باب کا افتتاح عیسٰے نے کیا۔ فَلَمَّآ اَحَسَّ الخ یعنی یہود سے کفر معلوم کیا۔ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ یعنی یہود کے علاوہ کون انصار ہے۔ یہ تمام اناجیل ہیں جن کے ماسوا یہود ہیں۔ عیسٰے کی تعلیم یہود میں منحصر نہیں رہی بلکہ اس نے بنی اسرائیل کے علاوہ بھی انصار لئے۔ وہ موسٰی اور محمد کے درمیان واسطہ بنا۔ مَکَرُوْا یہود نے دعوت اللہ کو رد کا اللہ نے اس کا بدلہ دیا کہ یہود سے دین نکال دیا۔ امامت دینیہ ان سے سلب کر لی گئی۔ وَمَکَرَ اللّٰہُ یعنی اللہ نے یہ بدلہ دیا۔ ہمارے نزدیک عیسٰے کی تعلیم یہود کے علاوہ دوسری اقوام میں قائم ہوئی اس واسطے اس میں صابی فلسفیوں کی غلطیاں شامل ہو گئیں۔

اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ

جس وقت کہا اللہ نے اے عیسٰے میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی

کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں

یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْهِ

قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کر دوں گا تم میں جس بات میں تم

تَخْتَلِفُوْنَ ۝٥٥ فَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا

جھگڑتے تھے سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا سخت عذاب

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝٥٦ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام

الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝٥٧

نیک کئے سو ان کو پورا دے گا ان کا حق اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف

ذٰلِکَ نَتْلُوْهُ عَلَیْکَ مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ ۝٥٨ اِنَّ مَثَلَ

یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں اور بیان تحقیقی بیشک عیسٰے

عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ

کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو کہ

كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

ہو جا وہ ہو گیا حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک لانے والوں میں سے

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا

پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ آ چکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ

نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا

بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان

وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾

اور تمہاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ

بیشک یہی ہے بیان سچا اور کسی کی بندگی نہیں ہے سوا اللہ کے اور

اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اللہ جو ہے وہی ہے زبردست حکمت والا پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو

عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾

معلوم ہیں فساد کرنے والے

یعنی مُمِیتُکَ تجھے مارنے والا ہوں۔ یہ جو حیاتِ عیسٰی لوگوں میں مشہور ہے یہ یہودی کہانی۔ نیز صابی من گھڑت کہانی ہے۔ مسلمانوں میں فتنہ عثمان کے بعد بواسطہ انصار بنی ہاشم یہ بات پھیلی اور یہ صابی اور یہودی تھے۔ علی بن ابی طالب کے مددگار تھے۔ ان میں حب علی نہیں تھا بغض اسلام تھا۔ یہ بات ان لوگوں میں پھیلی جن نے ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْھُدٰی کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس بات کا حل اجتماعیت عامہ کی معرفت پر مبنی ہے۔ جو لوگ اس قسم کی روایات پیش کرتے ہیں وہ علوم اجتماعیت سے بہت دور ہیں۔ جب وہ اس آیت کا مطلب نہیں سمجھتے تو وہ ان روایات کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور متاثر ہو جاتے ہیں۔ اسلام میں علمی بحث کا پہلا مرجع قرآن ہے۔ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ عیسٰی نہیں مرا

اور وہ زندہ ہے۔ اور نازل ہوگا۔ یہ استنباطات ہیں۔ اور اس میں شکوک و شبہات ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ اس پر عقیدۂ اسلامیہ کی بنیاد رکھی جائے قرآن کے بعد اصح الکتب ہمارے نزدیک مؤطا امام مالک ہے، اس میں اس پر دال کوئی چیز نہیں۔ عام اہل علم کے ہاں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے۔ ہمارے نزدیک وہ مؤطا کے بعد بیشک اصح ہے۔ حدیث لینزلن ابن مریم اس میں موجود ہے لیکن اس حدیث کا کیا معنی ہے؟ اس کے متعلق بخاری نے کوئی مؤید چیز پیش نہیں کی بلکہ اس کے مناقض پیش کی ہے۔ لوگ بخاری کے تراجم میں تدبر نہیں کرتے اور یہ بات اہل علم میں مشہور ہے کہ بخاری کی فقہ اس کے ابواب میں ہے۔ پس اگر امام بخاری فکر عامہ کی اپنی جامع میں تضعیف کر دے تو وہ ہمارے نزدیک اس حدیث کی تضعیف ہے۔ یا اس کے اعلال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی حدیثیں بخاری میں متعارض ہیں جن کو وہ ہر متفکر و مجتہد کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اس پر اہل علم کا اتفاق ہے کہ یہ کوئی مضر نہیں ان احوال کے لئے جو کسی کتاب کو بعد کتاب اللہ اصح بناتے ہیں (یعنی اس سے بخاری کے اصح ہونے پر سقم نہیں آتا۔ (عبدالرزاق)

حافظ ابن حجر کتاب اللہ کو تمام کتب احادیث پر مقدم کرنے کے لئے مُصر ہے اور نخبۃ الفکر میں تصریح کرتے ہوئے کہتا ہے۔ "بعض دفعہ احاد میں ایسی حدیث ہوتی ہے جو قرائن سے بعض دوسری پر علم نظری کے لحاظ سے مفید ہوتی ہے"۔

پھر صاحب نخبۃ الفکر کہتا ہے "جو خبر (حدیث) قرائن سے قوی ہو اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جسے شیخین (بخاری مسلم) نے بیان کیا ہو۔ اور حد تواتر کو وہ نہ پہنچی ہو اور صرف قرائن نے اسے تقویت دی ہو قرائن دو ہیں (۱)، اسکی شان میں پائیدار وقعت و عظمت ہو۔ (۲) اہل علم نے اسے قبول کیا ہو اور یہ تلقی قبولیت بھی افادہ علم کے لحاظ سے زیادہ قوی ہوتی بنسبت ان کے جس کے طرق بہت ہوں۔ لیکن تواتر کو نہ پہنچے ہوں (مگر یہ کہ خاص ہے اس قسم کے لئے جس کو حفاظ میں سے کسی نے نہ پرکھا ہو۔ دو کتابوں (بخاری و مسلم) کی حدیثوں میں سے) یہی استثنائیہ فقرہ مطلوب ہے۔ کہ جب دونوں کتابوں میں تخالف واقع نہ ہو تو ترجیح محال ہو جاتی ہے کہ ان کی صداقت کا علم نہیں جو تناقضات کے لئے مفید ہو۔ ایک کو دوسری حدیث پر ترجیح نہیں ہوتی۔ اس کے ماسوا اجتماع اس کی صحت کو تسلیم کرنے پر مائل ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں (علامہ سندھی) حافظ استثناء کر رہا ہے اس کا جسے حفاظ میں سے کسی نے پرکھا ہو۔ اس طرح کی سو حدیثوں سے زیادہ ہیں جسے ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں بیان کیا ہے۔

اور استثناء کا تعلق تخالف والی حدیثوں سے ہے کہ وہ بعد کتاب اللہ اصح نہیں ۔ جب ایسی حدیث ہو جیسے بخاری نے بیان کیا ہوا اور دوسرے باب میں اس کے خلاف تصریح کی ہو تو کیا وہ علت والی حدیث کی طرح شمار نہ کی جائے گی۔ اس قسم کے نکتہ پر سوائے خاص اہل علم کے متنبہ نہیں ہو سکتے

فصل ۔۔۔ سورۃ مائدہ (۱۱۶) میں ۔۔۔

واذ قال اللہ یٰعیسیٰ الخ اس کا جواب عیسےٰ نے دیا ۱۱۷ میں وکنت علیکم شہیدا مادمت فیھم الخ جب تک میں زندہ رہا میں گواہ تھا جب تو نے مجھے وفات دی پھر تو ہی ان کا رقیب اور نگہبان رہا۔ ہمیں اس آیت میں غور کرنا چاہیئے۔ سوال کا رجوع اس زمانہ کی طرف ہے کہ عیسےٰ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اسے خدا بنا لیں اور یہ قول بھی نصرانی تاریخ کے پہلی صدی ہوا۔ کیوں کہ یہ عقیدہ اس صورت میں صدی کے بعد ہی ہوا ہے ۔ عیسےٰ نے اس کے جواب میں انکار کیا ۔ کہ اس کی زندگی میں یہ واقعہ نہیں ہوا۔ اور کہا کہ میں اس وقت تک گواہ تھا۔ جب تک میں ان میں موجود رہا یعنی اس قول کی ذمہ داری میری موجودگی میں ہو سکتی ہے۔ اور میری موجودگی میں یہ بات نہیں ہوئی وکنما توفیتنی یعنی مسئولیت مجھ پر واقع نہیں ہو سکتی۔ یہ قول میری وفات کے بعد ہوا ہے۔ اگر ہم یہ تفسیر نہ کریں تو جواب سوال کے مطابق ہو ہی نہیں سکتا۔

اب ہم بخاری کی کتاب تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو سورہ مائدہ کی تفسیر میں کہا کہ بات ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ۔ ۔ ۔ ۔ وکنت علیھم شھیدا الخ کے باب سے پہلے بیان کیا ہے۔ باب اول میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوفیک کا معنی ممیتک کرتے ہیں اور فلما توفیتنی سے یہی تفسیر یعنی موت مراد لی ہے۔ اور اس وفات کو وہ نہیں سمجھا سکتا۔ جو عام لوگ وہم کرتے ہیں کہ کئی ہزار سال کے بعد وہ نازل ہوگا پھر مرے گا۔ کیوں کہ وفات بعد نزول نگہبانی کے بھی خلاف پڑتی ہے۔ اور مسئولیت سے بھی عیسےٰ نہیں بچ سکتا۔ حالانکہ وفات بنی اسرائیل کی نگہبانی سے ذمہ داری ہٹا رہی ہے۔ اور عدم مسئولیت کے لئے وفات کو دلیل بنا کر پیش کیا جا رہا ہے

اور یہ پہلی صدی کے بعد واقع ہو گیا تھا۔ ہزاروں سال کے بعد تو یہ قول واقع نہیں ہو رہا۔ گویا اس سے ثابت ہوا کہ پہلی صدی ختم ہونے سے پہلے ہی موت واقع ہو گئی۔ یہ امام بخاری کا تفنن ہے کہ اس نے ابن عباس کی تفسیر کو آل عمران میں نقل نہیں کیا۔ کیوں کہ لوگ اماتت بعد نزول مراد لیتے ہیں۔ اور متوفیک مقدم کو مؤخر کر دیتے ہیں امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ اس تفسیر کی تحریف نہ کریں اسئے ابن عباسؓ کا قول سورۂ مائدہ میں نقل کیا تاکہ بعد نزول پر اماتت محمول نہ کریں ۔

تو اس اشارہ سے امام بخاری کا معنی یہ ہے کہ مُتَوَفِّیکَ سے مراد مُمِیتُکَ ہے، اور ربانیہ اولیٰ ایس واقع ہوگئی ہے۔

ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ کیا اسے متفق علیہ اصول میں سے بنایا جا سکتا ہے؟ بلکہ وہ حدیث ایسی ہے۔ جس کا انہوں نے ضعف ذکر کیا ہے۔ اگرچہ یہ اس سے ہے جس پر علم حدیث کی ورق گردانی کرنے والے متنبہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں اس کی قدر وہ سمجھتے ہیں۔ جو بخاری کو مؤطا امام مالک کی شرح سمجھ کر پڑھتے ہیں، امام مالک نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں بیان نہیں کیا۔ اور حدیث طواف فی الرویا کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ وہ فی المعنی صعیف ہے اور تعجب یہ ہے کہ اشاعرہ کے محققین نزول مسیح و مہدی کو اہل سنت کے ضروری اعتقادات میں شامل کرتے ہیں۔ حالاں کہ نہ صاحب مواقف نے بیان کیا ہے۔ نہ شارح نے اس کی تنقید کی ہے۔ عضدیہ نے ذکر نہیں کیا نہ اس کے شارح دوانی نے کوئی اس کی تنقید کی ہے۔ غرضیکہ یہ مسئلہ غیر متدبر لوگوں کے ہاں ہے واللہ اعلم،

اِنِّی مُتَوَفِّیکَ ابن عباس اس کا معنی مُمِیتُکَ کرتا ہے۔ بخاری نے مائدہ میں بیان کیا ہے۔ اس کی تفسیر اس طرح ممکن نہیں جس طرح عام لوگ کرتے ہیں۔ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی علم و مرتبت میں جیسے ادریس کو رفعت دی گئی۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ادریس کے علوم ریاضی اور طبعی فطرت انسانی کی طرح ہوگئے۔ اور ہر علم میں درجہ رفیعہ ہے۔ اسی طرح علوم مسیح لوگوں کی فطرت ہوگئے۔ اور یہ فطرت متمکن ہوگئی کہ اس کی تصریح حنیفیت کے ایک عظیم نبی نے کی ہے۔ اور لوگوں کے ذہنوں پر وہ غالب آگئی ہے۔ یہ عیسےٰ علیہ السلام کا بلند مرتبہ ہے۔ صابی ذہنوں تک حنیفیت پہنچی یہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم کا اثر ہے۔ یونان اور روم نصرانیت میں داخل ہوگئے۔ یہ ظاہر ہے۔ اور وہ صابیت کے رکن ہیں اسکے بعد ایران اور ہند حنیفیت کے مشابہ متاثر ہوا جو صابی تھا۔ وہ موسیٰ اور تورات کی عظمت کا قائل تھا۔ یہ تمام عیسےٰ کی تعلیم کا اثر ہے گویا ان کے لئے فطرت طبعی ہوگئی۔ یہ تمام وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کا معنی ہے۔ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا انہوں نے ایسی تہمت لگائی تھی جس کا ادنیٰ لوگ بھی ذکر گوارا نہیں کرتے۔ یہ سب ان کی جامد ذہنیت کی وجہ سے ہوا تھا۔ کہ وہ جسم کو بغیر جسم کے پیدا ہونا نہیں مانتے۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ روحانیت یا جمعیت لطیفہ جمعیت کثیفہ میں مؤثر نہیں ہوتی۔ جو اس طرح کا قاعدہ سمجھ لے اور تاثیر کے امتناع کا مائل ہو۔ وہ یہودی کی طرح ہے کہ یہودیوں نے عیسےٰ علیہ السلام کی ولادت کو صحیح نہیں سمجھا تھا۔ اور جو اس نظریہ کا قائل ہو کہ روحانیت موجودہ طبقات عالیہ میں ملحق ہو سکتی ہے، جیسے معراج نبی یا طبقات عالیہ کی تاثیر قوی الانسانیہ میں ہو سکتی ہے

تو ایسے یہ بات بدیہی معلوم ہوگی جن سے الہیات سے تعلق پیدا کرلیا۔ اور اس نظریہ کو قبول کرلیا۔ وہ ابن مریم کی طہارت کا قائل ہوگا۔ پہلے اس کے علم وتعلیم اور اس کے اعمال صالحہ کے ذریعہ قائل ہوگا۔ پھر نسبت کاذبہ سے اسے پاک سمجھا جائے گا۔ اور اسے وجیہہ عند اللہ سمجھا جائے گا۔

وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ الخ وہ نصاریٰ اور مسلم ہیں۔ اور اقوام صابی ہیں جو اس کی تطہیر تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں پر حاکم ہوں گے۔ جو اس پر تہمت لگاتے ہیں اگر بنی اسرائیل سب وشتم ترک کردیں اور اُسے حرام سمجھیں، مسیح کو فضیلت دار سمجھیں تو وہ اسکے دین میں داخل نہیں ہوں گے۔ بلکہ اس کے اتباع ہوں گے ہمارے ہاں مسلم بھی اس کے اتباع ہیں۔ مگر نصاریٰ کی طرح اتباع نہیں پس جب صابی اور یہودی اس تعلیم کریں گے تو وہ بھی اتباع میں شمار ہوں گے۔ یہ حکم دنیا میں ہے آخرت میں ان کا انجام ظاہر ہے۔

(۵۶ ، ۵۷) ذٰلِكَ نتلوہ علیكم من الآیات نصرانیت کی صحیح بنیاد یہی ہے۔ جن لوگوں نے خرافات و کفریات بڑھا دیں ہیں وہ تعلیم قرآن کی رو سے باطل ہیں۔

ان مثل عیسٰی عند اللہ كمثل آدم یعنی آدم بھی خلق اوّل کی مخلوق ہے لیکن انقلاب کے بعد ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون اس قسم کی آیات کے متعلق عام لوگ سمجھتے ہیں کہ آدم پہلی بار ہی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اور اس میں سلسلۂ مخلوقات سابقہ نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بات اصول حکمت کے خلاف ہے۔ بلکہ تراب سے مُراد وہ مٹی ہے جس سے انسان پیدا ہوتا ہے جس طرح یہ پانی جس سے تولد ہوتا ہے۔ یہ اسطرح کا پانی نہیں جو کنوؤں اور چشموں میں ہوتا ہے۔ اسطرح یہ تراب (مٹی) بھی وہ نہیں جو عام دیکھنے میں آتی ہے۔ بلکہ اس خاص تُراب میں تاثیر خلق متقدم کی بڑی استعداد موجود ہوتی ہے۔ پھر قوت فعالہ کی تاثیر ہوتی ہے۔ قدرت الٰہیہ کی جانب سے خَلق آدم جس طرح آدم کو پیدا کیا اس طرح مسیح کا مادہ مریم کے پانی سے ملا۔ وہ مادہ ویسے ہے جیسے تُراب کا۔ اور اس میں قدرت الٰہیہ کی تاثیر فعالہ ہے۔ لہٰذا مسیح بھی مثل آدم ہے۔ وہ خاص طریقہ سے مخلوق ہوا ہے۔

اس سے زیادہ کوئی بات نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے وہ یہیں الحق من ربك فلا تكونن الخ۔ ثم نبتهل فنجعل الخ۔ سلیم الفطرت انسان جب کہ حواس ظاہر و باطنہ کا استعمال کرے۔ وہ یقین سے یہ عقیدہ رکھے گا کہ یہ مخلوق عام ہے اور انسانیت خاص ہے نظام مخصوص پر پیدا کی گئی ہے۔ پس ہر مصنوع صانع کی نشانی ہے اور مصنوع کو صانع بنا دینا یہ باطل ہے۔ جب اصل نظام حق کی طرف رجوع کرے گا۔ تو باطل جم نہ سکے گا۔ اور جب اہل حق فی الارادۃ اہل باطل سے مباہلہ کرے گا۔ تو اہل حق کامیاب ہوگا۔ گویا مباہلہ صرف قوت

ارادیہ کا مقابلہ ہے تو جو قوت ارادیہ حق پر مبنی ہے ۔ وہ باطل پر غالب بھی لازمی طور پر ہوگی۔ اس بات کا یقین ہر وہ شخص کرے گا۔ جو حظیرۃ القدس پر یقین رکھتا ہو۔ اور اس نظام کی مضبوطی کا ہو —— پس اللہ جل جلالہٗ نے اس مباہلہ میں اپنے نبی کو فتح دی۔ اور مخاصمین نے اس کی حقیقت کا اعتراف کیا اور اس کی اتباع کی۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۶۲) میں ان ھذا لھو القصص الحق یعنی جو کچھ اللہ نے خلق عیسےٰ کا ذکر کیا ہے۔

وہ حق ہے۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ عیسےٰ خدا نہیں ان اللہَ ھُوَ العزیز الحکیم اللہ وہ ہے جو تمام ادیان پر غالب اگر رہے گا۔ فان تولوا حق پہنچان کر پھر گئے فان اللہ علیم الخ انہیں مغلوب کرے گا۔ انشاءاللہ،

فصل ثانی ختم ہوگئی۔ اس میں دیانت مسیحت کی اصلاح کا ذکر تھا۔ دین مسیح کو اگر قبول کریں گے تو ان کی حکومت ہوگی اور قبول نہ کرینگے تو اُن سے حکومت سلب کرلی جائےگی۔ نصاریٰ کو ۶۴ سے ۹۵ تک اتباع حنیفیت کی دعوت ہے

فصل ثالث

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا

تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ

نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا

مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرادیں اس کا کسی کو اور نہ بنادے کوئی کسی کو

اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا

رب سوا اللہ کے پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو

مُسْلِمُوْنَ ۝۶۴ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

حکم کے تابع ہیں اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت

وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا

اور بندگی نہ کریں ہم تورات اور انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم

تَعْقِلُوْنَ ۝۶۵ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ

کو عقل نہیں سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خبر تھی

فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ

اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو کچھ خبر نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا

نہیں جانتے نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی

وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾

لیکن تھا حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا

لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے اور اس

النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ

نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا آرزو ہے

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ

بعض اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو اور گمراہ نہیں کرتے

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ

مگر اپنے آپ کو اور نہیں سمجھتے اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ

اللہ کے کلام کا اور تم قائل ہو اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ میں

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ

جھوٹ اور چھپاتے سچی بات جان کر اور کہا بعضے اہل کتاب نے

الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا

مان لو جو کچھ اترا مسلمانوں پر دن چڑھے اور منکر ہو جاؤ

اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ ۚ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ

آخر دن میں شاید وہ پھر جاویں اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے

دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ

تمہارے دین پر کہہ دے کہ بیشک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو

مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِندَ رَبِّكُمْ ۗ قُلْ إِنَّ

بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب کیوں آگئے تم پر تمہارے رب کے آگے تو کہہ

الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٧٣﴾

بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ بہت گنجائش والا ہے خبردار

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِن تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَ

اور بعضے اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو ادا کر دیں تجھ کو اور

مِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ

بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے

عَلَيْهِ قَائِمًا ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ

اس کے سر پر کھڑا یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر امی لوگوں کے حق لینے میں

سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٧٥﴾ بَلَىٰ مَنْ

کچھ گناہ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ جانتے ہیں کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے

أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٧٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ

اپنا اقرار اور پرہیزگار رہے تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے جو لوگ

يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ

مول لیتے ہیں اللہ کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول ان کا کچھ حصہ نہیں

لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ

آخرت میں اور نہ بات کریگا ان سے اللہ اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف

الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ مِنْهُمْ

قیامت کے دن اور نہ پاک کریگا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک اور ان میں

لَفَرِيقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ

ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تاکہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے

وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ

اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ ہے اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ

عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر

اس میں اہل کتاب کو ملت ابراہیم کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ وہ ملت حنیفیہ کی اتباع کریں ابراہیم عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہے۔ اجنبی امتوں کو دعوت بنی اسرائیل میں داخل کرنے کا باب اس معاملہ میں حواریوں نے آغاز کیا۔ پہلے انہوں نے اختلاف کیا کہ آیا وہ غیر بنی اسرائیل اپنی جماعت میں داخل کریں یا نہ کریں۔ اتفاق اس پر ہوا کہ نہ کریں اس کے بعد پولس اپنی محبت سے دعوت مسیح کو عام کرنے کے لئے تیار ہوا اور تمام اقوام کو شامل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ کتاب مرسل کے اعمال پر مشتمل ہے اور اناجیل کا تتمہ ہے۔ ہم نے حکمت ولی اللہ سے اچھی طرح سمجھا ہے کہ وہ خلفاء راشدین کا زمانہ فتنہ تک شمار کرتے ہیں کہ وہ اعمال نبی کا اتمام وہاں تک سمجھتے ہیں۔ دعوتِ مسیحہ بھی پولس کے بعد ایسی ہے جیسے اسلام فتنہ کے بعد کہ اس میں غیر صحیح اشیا شامل ہو جاتی ہیں۔ لیکن دعوت وسیع ہو جاتی ہے اور اصل دین کے ساتھ فطرت ظاہر ہوتی ہے۔ پس جب لوگ ایک مسلک پر جمع ہو جائیں اور اس میں کثرت تامہ پائی جائے تو فطرت اپنی حقیقت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ اگر اس میں اغلاط واقع ہو جائیں تو وہ بخش دی جاتی ہیں۔ اس طرح دعوتِ مسیحہ نے ترقی کی حتیٰ کہ روما شرقیہ کو نصرانیہ میں داخل کر لیا یہ مسیحیت کا انقلاب جدید تھا اور اس میں اغلاط واقع ہوئی ہیں اور حرکت آگے بڑھتی ہے۔ دنیا میں کتاب اللہ معظم ہو جاتی ہے۔ یہود کے زوال کے بعد اس میں اضطراب آگیا اور سلطنت دینیہ میں ضعف آگیا۔ پس اس دین کی تجدید جسے مسیح علیہ السلام لے کر آیا تھا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ ہونی تھی۔ پس بنی اسماعیل سے ایک نبی آگیا ہے۔ لہٰذا یہ تجدید ملت ابراہیم پر ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ اس نبی کا نسب بنی اسرائیل کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتا مگر موسیٰ کے بعد، اس لئے موسیٰ علیہ السلام کا تعارف کرایا گیا۔ اور اجتماع منسوب نہیں ہو سکتا مگر اسمٰعیل اور اسحاق کے درمیان ابراہیم تک کیوں کہ ملت ابراہیمیہ پہلی زندگی میں یوسف علیہ السلام کے زمانہ تک چاروں اماموں یعنی ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب کے جامع طریقہ پر تھی۔ یہی ملت حنیفیہ ہے۔

بنی اسمٰعیل میں اس نبی کے آنے کے بعد سوائے اس ملت کے اور کسی طریقہ کی طرف دعوت نہیں ہو سکتی۔ پس جمیع انسانیت کو شامل ہوگی اور مرکز وہی چار ائمہ ہیں۔ لیکن رجوع یہود کی ان خصوصیات کی طرف جو مسیح سے پہلے تھی تو یہ بہت برا ہے۔ اور انسانیت پر ظلم کے مترادف ہوگا۔ گویا ملت تمام انسانیت پر مشتمل ہے۔ اور اس کا مرکز فقط ائمہ اربعہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یہ دعوت اور اس دعوت کی وضاحت اس فصل کا مقصد ہے۔

حنفیت کا مستقل امام ابراہیم ہے اور اس کے ائمہ مجتہدین اسمٰعیل اسحاق یعقوب ہیں۔ جس فعل کے یہ تینوں ائمہ مذکورہ مرتکب ہوں گے۔ وہ طریقہ ابراہیم کی شرح و تکمیل متصور ہوگا۔ اور ملت میں وہ داخل ہوگا۔ اور جو کچھ ان شخصیات کے علاوہ کسی طرف رجوع ہوگا۔ وہ ملت میں شمار نہ ہوگا۔ خواہ وہ مقدس اور معظم ہی کیوں نہ ہو۔ پس نبی لوگوں کو فقط اس طریقہ کی دعوت دینے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ اور یہ بات سورۃ بقرہ میں بیان ہو چکی ہے آیت ۱۳۳ میں اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ الخ یہ طریقہ ابراہیم کی شرح متصور ہوگا۔ یہی چیز جس کو نبی حجت بنا کر تسلیم کرتا ہے۔ شہادت ہے۔ بنی اسرائیل میں سے کوئی اس بات پر قادر نہیں کہ اسے ترک کرے اس طریقہ کی اساس حضرت ابراہیم کا یہ قول ہے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ جو کچھ اللہ نے تمام اقوام کی طرف وحی کی ہے ابراہیم ان سب باتوں کو تسلیم کرتا ہے اور بعض کو بعض سے تطبیق دیتا ہے۔ جیسے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ اس لحاظ سے انسانیت میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کے لئے طریقہ ابراہیمی سے اعراض ممکن ہو۔ جیسے کہ سورۃ بقرہ میں تصریحاً ذکر ہو چکا ہے۔ آیت ۱۳۰ میں یعنی وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ الخ میں۔

پس مسیح کے بعد دعوت صحیح اور تام نہیں ہو سکتی۔ مگر صرف اس طریقہ سے ہو سکتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۶۴ میں قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ ہم بنی اسمٰعیل اور تم بنی اسرائیل اس بات پر متحد ہیں سوائے خدا کے کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اور شرک نہ کریں گے۔ احبار رہبان ملوک کو خدا کے ساتھ شامل نہ کریں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا پس اگر بنی اسرائیل راضی نہ ہوں، تو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی خصوصیات ترک کر دیں، اور تم مستقیم رہو اور ترک مت کرو۔ اس کی طرف اشارہ ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ اس کے بعد وہ آیات ہیں جن میں اشکال نہیں۔ اصل مسئلہ پر ہم نے کلام کر لی ہے۔ اب ہم پڑھتے ہیں يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ الخ ۶۸ تک۔ میرے نزدیک ہمعصر لوگوں کے حق میں اسی طرح کی بات ہے۔ نبی اور اس کے خلفاء دین پر قائم رہے۔ اس کے بعد الف ثانی میں تمام لوگوں سے بہتر ہمارے آئمہ میں سے دین کے بارہ میں امام ولی اللہ اور اس کے اصحاب ہیں لیکن یہ بات فقط نظری طور پر ہے۔ باقی رہے اعمال پس اس میں قصور اور

اور اعذار ہوتے ہیں۔ پھر استاذ نے ہمعصر ائمہ اسلام کے سامنے یہ آیت پیش کی و دّت طائفۃ الخ وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں امر جامع سے پھیر دیں اور اپنی خصوصیات کی طرف لے جائیں جن میں وہ خود بھی جھگڑا کر رہے ہیں۔ اور دوسر عمل سے یہ کوشش کرتے ہیں۔ جیسے سیاسی لوگ پروپیگنڈہ کرتے ہیں یٰاَہْلَ الْکِتَابِ الخ ۷۴ تک نصرانیت نے مسلمانوں کی زمین پر ترقی سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کا عملی طریقہ سیکھا۔ جب مسلمانوں میں ضعف آگیا تو نصرانی مسلمانوں کے اعمال پر کاربند ہو گئے۔ لیکن یہ اعمال کی مسخ صورت کے بعد ہوا۔ تاکہ نصرانیوں کے متعلق کوئی یہ نہ کہے کہ یہ مسلمان قوم کے مقلد ہیں۔ اور اس بات کی کوشش شروع کی کہ مسلمانوں کو قوی طریقہ سے لوٹائیں۔ اور اپنی جگہ پر لے آئیں۔ اور وہ آج تک یہ کوشش وہ کر رہے ہیں۔ لیکن جو متانت اسلام کے مسلمانوں کے سامنے آچکی ہے۔ ولی اللہ کی حکمت میں وہ مسلمانوں کو قرآن سے مضبوط پکڑنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اور وہ اسی اسلام کی طرف لوٹاتی ہے جو فتنہ سے پہلے قرون اولیٰ میں تھا۔ اور یہ حکمت ہے جسے اگر مسلمانوں نے سمجھ لیا تو اس کے ذریعہ نصاریٰ کے تغلب سے نجات حاصل کر سکیں گے۔

میرے نزدیک یہ مناسب ہے کہ اہل اسلام کا ہر گروہ منفرد ہو کر کام کرے۔ یہاں تک کہ جب اسلام کے سب گروہ طاقت پکڑ جائیں تو جمع ہو کر دین کو زندہ کریں۔ لیکن ہر قوم کے بیوقوفوں کو اسلام کے غلبہ اور ملت کے قیام کے لئے جمع کرنا بے فائدہ بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

استاذ نے نصرانیت کی سیاست اور ان کے طریق مقابلہ میں اللہ کا یہ قول پیش کیا۔ اھل الکتٰب.... .... قائمًا یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا تھا۔ لیس علینا فی الامیین سبیل ۷۵ تا ۷۶، اِنَّ الَّذِیْنَ ۷۷ یہ تینوں آیات ایسی ہیں کہ جس سے آج بھی اہل اسلام استفادہ کر سکتے ہیں۔

ایک مسئلہ یہ ہے (۱) عام فقہا نے اہل اسلام کو گمراہ کیا کہ غیر مسلم تمام ملتوں کے باطل پر ہیں۔ حالانکہ وہ ان کے نزدیک اگرچہ جاہل ہیں مگر مسلمانوں سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ وہ زمین پر سیاحت کر کے آپنے آپ کو اور اپنی قوم کو نفع پہنچاتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی اور وہ تفکر فی الانسانیت سے کوسوں دور ہیں۔ انسانیت انکے نزدیک حجروں، مسجدوں اور مدرسوں میں محصور ہو کر رہ گئی ہے۔ اور یہ غیر قوموں کا ادنیٰ فعل ہے کہ وہ ہماری زمینوں یعنی ملکوں میں آتے ہیں۔ اور علم تاریخی سے وہ استنباط کرتے ہیں۔
ہم ان قوموں کی تاریخی غلطیاں دیکھتے ہیں مگر اس کی تحقیق و تصحیح نہیں کرتے مجھے تاریخ کا بہت شوق ہے۔ میری اکثر زندگی ہند کے شمال غربی علاقہ میں گزری ہے۔ پس جو کچھ لوگوں کی پہلی کہانیاں ہم نے سنی تھیں اس

کی روزانہ غلطیاں آج ہم پر واضح ہو رہی ہیں۔ اور حق اس کے خلاف دکھتا ہے۔ ہندو اور انگریز تنگ و دو کر رہے ہیں۔ اور سندھ کے مسلمان محمد ابن قاسم ثقفی پر فخر کرتے ہیں۔ اور بنی امیہ کی تاریخ ذرا بھر نہیں جانتے اور اس بہادر مذکور کی سیرت بھی پوری نہیں جانتے۔ صرف چند کلمے کذب کے ساتھ ملے جلے ہوئے انہیں معلوم ہیں۔ اسی طرح اسماء رجال پر فخر کرتے ہیں حالانکہ وہ انہیں اچھی طرح نہیں جانتے۔ نہ ہی ان کے اعمال سے وہ واقف ہیں۔ مسلمان تعیین اسماء رجال پر قادر نہیں رہے۔ اور سیاسی ارتقاء کی وجہ سے جو ان کے اسلاف کے حکم سے ہو رہا ہے۔ تعیین پر قادر نہیں۔ غالباً تمام اسلامی طبقے اسی طرح ہیں۔ میں خود اگر غیر مسلم قوم کا فرد نہ ہوتا اور ساتھیوں کو ترقی کرتا ہوا نہ دیکھتا تو میں بھی حجرہ میں بیٹھا رہتا لیکن غیرت تسابق یعنی سبقت کے رشک اور غیرت نے مجھے حجرہ کی زندگی چھوڑنے پر مجبور کیا۔ استاذ نے مسلمانوں کی تنزلی دیکھی اس لئے میں بھی اپنے ساتھیوں کو دین اور سیاست میں زیادہ عالم دیکھ کر اکیلا نہیں بیٹھ سکتا۔ ہر شخص مجھے اس چیز سے منع کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ماں باپ بہن مگر میں ان کے خلاف چلتا رہا۔ یہ تکمیل انسانیت کا راستہ ہے۔ یعنی تسابق بین الاقوام۔ قرآن اسی بات کے متعلق ۱۴۸ میں کہتا ہے وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ الخ اسی کے متعلق سورۃ تغابن میں تنبیہ کی ہے یَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ۔ یہی یوم تغابن ہوگا۔ ہمارا فکر یہ ہے کہ مسلمان اپنی قوم کے علاوہ سب کو باطل پرست سمجھتا ہے۔ یہی بات ہے کہ مسلمان قوم کو اس خیال نے تسابق یعنی سبقت لے جانے سے محروم رکھا ہے حالاں کہ قرآن صراحۃً کہہ رہا ہے کہ اہل کتاب سب برابر نہیں ان میں صالح لوگ بھی ہیں اور ان میں باطل پرست بھی ہیں اور اسی طرح ہر قوم میں ہوتے ہیں۔ تسابق صالحین کے ساتھ ہوتا ہے۔ اجتناب باطل پرستوں کے اخلاق سے ہوتا ہے۔ اس طرح انسان نیک اور بد لوگوں کے درمیان تمیز کر سکتا ہے اور اس کے دل میں حق مستقر ہو سکتا ہے۔ اور اللہ کی جانب سے اس کے دل میں نور آ سکتا ہے۔ وان منہم لفریقًا الخ۔ اس آیت سے اہل علم استفادہ کر سکتے ہیں۔ قرآن عظیم اللہ کے فضل سے ہمارے نزدیک محفوظ ہے۔ اور فقہاء کے ہاں یہ بات بھی مسلم ہے کہ تفسیر الفاظ سے نکالنا ٹھیک نہیں بلکہ جو کچھ نبی سے تواتر اور شہرت سے ثابت ہو اور شہرت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ قرون راشدہ کے بعد تواتر باقی رہے۔ یعنی فتنہ کے بعد۔ فرق اس بات سے یہ ہوگا کہ زمانہ خیر میں تواتر نہ رہا ہو۔ یعنی جو اصل میں آحاد کے درجہ پر ہو اور قرن اول کے بعد تواتر ہوا ہو وہ مشہور ہے۔ رازی کی احکام قرآن میں یہی تفسیر ہے۔ اور جو کچھ بھی اس کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ وہ اصطلاحات اختراع کرتے ہیں فقط مذاہب پر غلبہ کے خیال سے۔ پس ہمیں قرآن کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیے اور

اور اس پر ظاہر کتاب کی تفسیر نہیں ڈال دینی چاہیئے ہاں جو متواتر اور مشہور ہو وہ درست ہے آج ہم حق کے تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے علماء جہاں بھر کی خرافات قرآن کی تفسیر میں جمع کردیتے ہیں۔ اور اس کے بعد ثبوت کے طور پر اسے مسلمان پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ بات قرآن اور تفسیروں میں موجود ہے۔

اور تمام مسلمان بیچارے خیال کرتے ہیں کہ جو کچھ تفسیروں میں موجود ہے وہی قرآن کی مراد ہے۔ اس طریقے سے ہم قرآن میں باطل چیزیں داخل کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام ولی اللہ کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہمیں اس بات کی ہدایت کی۔ اور متنبہ کیا۔ مگر ہم مسلمانوں کو اس بات میں ملوث دیکھتے ہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے

ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر لیکن

كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ

یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ

تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ

بھی پڑھتے تھے اور نہ یہ کہے تم کو کہ ٹھہرا لو فرشتوں کو اور نبیوں کو

اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨٠﴾

رب کیا تم کو کفر سکھاتے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو

ہمارے نزدیک طریقت کے اکابرین میں سے امام عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مقبول ہے۔ اور جو کفر ہندوؤں میں موجود ہے وہ اس شیخ کے نام سے جاہل فقراء مسکین اور زاہدوں نے مسلمانوں میں پھیلا دیا ہے، جب ہم نے اس کی کتاب فتوح الغیب پڑھی تو ہم حیران ہوئے کہاں یہ شیخ اور کہاں یہ کفریات جو لوگوں نے اس کے نام پھیلا دی ہیں۔ اور تقریباً اسی طرح تمام اقوام اسلام میں یہ بات موجود ہے۔

پس اس حالت پر صبر کرنا دین کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اور جو مصلح کا منتظر ہے کہ کوئی مصلح آئے گا۔ اور ان امور کی اصلاح کرے گا۔ وہ شاید اس لئے منتظر ہے کہ ہم انتہائی درجہ تک فساد پھیلا چکے ہوں گے۔ اور کوئی آکر اصلاح کرے گا۔ ہم نے شیخ ولی اللہ اور ان کے متبعین کی کتب

طریقت کا مطالعہ کیا ہے۔ قول جمیل، صراطِ مستقیم، ہمعات، عبقات اور اسی طرح کی اور، تاہیں تو ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ اولیاء امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر خرافات ان کے ساتھ منسوب کرکے پھیلائی جائے۔ اور ہم مان لیں ہم نے مصلحین کی ایسی جماعت بھی دیکھی ہے جو بالکل صوفیا کے طریقوں کے منکر ہیں اور ایسے لوگوں کو نہیں مانتے جن کا حظیرۃ القدس سے تعلق ہے اور وہ مصلحین پر طریقت سے منسوب شخصیت کو باطل قرار دیتے ہیں، ہم بحمد اللہ ان میں سے بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ہمیں فرقان کے ذریعہ امام ولی اللہ کی اتباع سے ہر چیز حاصل ہو چکی ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ

اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور

حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ

علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان

بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ

لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس شرط پر میرا عہد قبول

اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ

کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ

الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ

ہوں پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ

نافرمان اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوا دین اللہ کے اور اسی کے حکم میں ہے جو کوئی

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْھًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے اور اسی کی طرف سب پھر جاویں گے

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ وَ

تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اترا ہم پر اور جو کچھ اترا ابراہیم پر اور

اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ

اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا

مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ

موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہم جدا نہیں کرتے

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَمَنْ

ان میں کسی کو اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں اور جو

يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ

کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ

فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٨٥﴾

آخرت میں خراب ہے

(۸۱، ۸۲) انبیاء کا قرب میں ایک درجہ ہوتا ہے۔ لیکن ان کے پاس انتہا نہیں ہوتی، تمام معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہر نبی خواہ کتنا عظیم ہو جیسے موسیٰ بنی اسرائیل میں یا خاتم الانبیاء یہ تمام اللہ کے امر کے تحت ہیں اور خود مستبد نہیں، اللہ نے ان سے عہد لیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی آئے تم اس پر ایمان لے آؤ۔ انہوں نے اس بات کا اقرار کیا اور ایمان لے آئے، اس میں ایک حکمت ہے کہ جو شخص انتہا یا کمال کو پہنچ جائے وہ عام لوگوں کے نزدیک رب سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک سے عہد لیا گیا کہ وہ حکم الٰہی کا اتباع کریں۔ یہ اللہ کا ذکر ہے اللہ نے ان کو تکریم دی۔ لیکن لوگ اپنے نبی کی اتنی تعظیم کرتے ہیں کہ اسے انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اسی واسطے قوم اس شخص کے گرد لپٹ جاتی ہے۔ ہم نے اس کا تجربہ جماعت دیوبند میں کیا ہے کہ ہمارے شیخ کے شیخ نے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا ذکر کیا ہم نے ان سے یہ چیز لے کر عام مجموں میں بیان کی تو لوگ ہمارے ارد گرد جمع ہو گئے۔ تو ہمارے مشائخ اس کو تعریف سمجھتے ہیں۔ ہم پر شاہ اسمٰعیل کے زمانہ سے اس کی تصریح ہوئی کہ اللہ ہمارے نبی سے کئی حصے اعظم ہے اور وہ قادر ہے کہ اس طرح کے سینکڑوں انبیاء پیدا کرے اگرچہ یہ بات باطل پرستوں کو بری لگے۔ لیکن مبالغہ مدح انبیاء میں جاہلوں کے لئے تحریف دین کا سبب بن جاتا ہے۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ اطاعت اور امر تمام کا تمام فقط اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تعجب ہے اس قوم پر جو ابوحنیفہ اور شیخ عبدالقادر اور نقشبندی کی تعظیم اتنی کرتے ہیں کہ اس کے بعد ان کے ہاں کوئی درجہ ہی نہیں رہتا۔ اور یہ تحریف کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

۲۵،۸۴ حنیفیت کے مفہوم کی شرح ہے قُلْ اٰمنا . . . مسلمون۔ انبیا اگرچہ غیر خلفا ہیں سے ہوں ان کے درمیان فرق نہیں کرنا چاہیئے۔ اور یہی اسلام ہے اور جو اسے چھوڑ دے وہ اہل حق نہیں۔ گویا نصاریٰ اور یہود کی حالت اس دعوی کے غیر موافق ہے۔ البتہ چند لوگ ان میں مستثنیٰ ہیں، آیۃ ۹۱ میں اشارہ ہے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا

کیونکر راہ دیگا اللہ ایسے لوگوں کو کہ کافر ہوگئے ایمان لاکر اور گواہی دے کر

اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

کہ بیشک رسول سچا ہے اور آئیں ان کے پاس نشانیاں روشن۔ اور اللہ راہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ

ظالم لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر

لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيْنَ

لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہیں گے

فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ لا

اس میں نہ ہلکا ہوگا اُن سے عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ

مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کیئے تو بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ

غفور رحیم ہے جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر

ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

بڑھتے رہے انکار میں ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ

جو لوگ کافر ہوئے اور مرگئے کافر ہی تو ہرگز قبول نہ ہوگا کسی

أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ

اُن میں سے زمین بھر کر سونا اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر سونا ان کو

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾

عذاب درد ناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار

یہ کفر وہ ہے جو ارتداد بعد الایمان ہوتا ہے۔ من اہل الکتاب۔ جب نبی کو پہلی بار دیکھتے ہیں اور وہ بنی اسرائیل کے انبیار کی تصدیق کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ رسول حق ہے اور بینات کی تصدیق کرتے ہیں لیکن ان کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ نبی اپنی قوم کی ہدایت پر اکتفا کرے گا اور ہمیں اپنی اتباع کی دعوت نہ دے گا۔ یعنی دعوت اسلامیہ کو درجہ اولیٰ پر سمجھتے ہیں پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ دعوت تو جمیع اہل ارض کے لئے عام ہے تو کفر کرتے ہیں اس لئے یہ حق سے مرتد ہو جاتے ہیں۔ اور جو لوگ شروع ہی سے ملاحدہ تھے وہ حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے وہ بھی کافر ہیں اور جب ان سے دین کی امامت سلب کر لی جائے تو ان کا کوئی مددگار نہیں، اور رسول اللہ کی تصدیق سے مانع انہیں حُبّ دنیا اور حبِ اموال ہے۔

اس کا اشارہ ۹۲ میں ہے۔

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ اور جو چیز خرچ کرو

شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي

گے سو اللہ کو معلوم ہے سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی

إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ

اسرائیل کو مگر وہ جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنے اوپر توریت نازل

أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن

ہونے سے پہلے تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اگر

كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن

سچے ہو پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ اس

بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ

کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٥﴾

اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والا

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ

بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور

هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ

اور ہدایت جہان کے لوگوں کی اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم

وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ

جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہان کے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ

لوگوں کی تو کہہ اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے

وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

اور اللہ کے روبرو ہے اور جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں

تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ

روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والوں کو کہ ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور

اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٩﴾ يٰٓاَيُّهَا

تم خود جانتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

ایمان والو اگر تم کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا

يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَٰفِرِينَ ﴿١٠٠﴾ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ

تو پھر کر دینگے وہ تم کو ایمان لانے پیچھے کافر اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر

تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتُ ٱللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُۥ ۗ وَمَن يَعْتَصِم

پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو کوئی مضبوط پکڑے

بِٱللَّهِ فَقَدْ هُدِىَ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾

اللہ کو تو اس کو ہدایت ہوئی سیدھے رستے کی

لیکن ان کا یہ کہنا کہ وہ بنی اسرائیل کے طریقہ پر نہیں کہ وہ اونٹ کو حلال کرتا ہے تو یہ باطل ہے اس کی طرف اشارہ ہے ۹۳ میں کُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا سے صادقین تک، فمن اعتدیٰ تا ظٰلمون ۔ ان کی غرض تکذیب سے یہ ہے کہ وہ اسے نبی موعود نہیں مانتے ۔ یہ افترا ہے اور انسانیت پر ظلم عظیم ہے

فصل ثالث تمام شد

الفصل الرابع:۔ آیت ۹۵ سے ۱۱۷ تک اس بات کے ذکر میں ہے کہ مومنین قرآن کے ساتھ لوگوں کو ملت حنیفیت میں داخل کرنے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں جو کہ ملت عامہ ہے ۔ قل صدق اللہ (۹۵) یہودیت اور نصرانیت نے اصل نہج ابراہیم کو باطل کر دیا ہے اور انہیں ملت ابراہیم کی اب کوئی اچھی بات باقی نہیں رہی جس کا اتباع لوگ کریں ۔ یہ بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کے پاس محفوظ ہے ۔ اور اس کا مرکز مسجد حرام ہے اس کی طرف اشارہ ۱۹۶ میں ہے اِنَّ اوّل بیتٍ وُّضِع تو حرکت عالمیہ کا مرکز اول وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے پہلے کوئی بیت اللہ نہ تھا ۔ یا اس سے پہلے کوئی عالمی مرکز نہ تھا جو حرکات قومی کے ضمن میں تعلیم و تذکیر کرے ۔ البتہ حرکت عالمی کے لئے کوئی مرکز ہے تو وہ یہ بیت ہے ۔ اس سے پہلے کوئی ایسا بیت اللہ نہ تھا ۔ دوبارہ بیت کی تلاوت کی یعنی پھر اس کے چالیس سال بعد وہ بیت ہے جسے ابراہیم علیہ السلام نے وضع کیا ۔ یہ دونوں مسجدیں ابراہیم کی ہیں ۔

البیت ا البیت ان دونوں گھروں میں اول بیت یہ ہے دوسری مسجد قدس، تیسری مسجد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے ۔

اسس علی التقوٰی من اول یوم جس نے یہ کہا کہ وہ مسجد قبا ہے اسنے غلط تفسیر کی ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی خدا نے مدح کی ہے با فہم یحبون ان یتطہروا و اللہ یحب المطہرین ۔ اگرچہ وہ اہل قبا میں

میں سے تھے مگر وہ ہر جمعہ کو نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے تھے۔ اور نماز سے فراغت کی حالت میں بھی مسجد نبوی میں اجتماع کرتے تھے یعنی جمعہ کے علاوہ بھی یہ صادق آتا ہے کہ وہ مسجد نبی میں ہوئے تھے۔

قولہ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا۔ یعنی اہل قبا جو مسجد نبی میں نماز ادا کرتے ہیں۔ نہ کہ مسجد قبا میں مسجد قبا وہ مسجد ہے جو نبی کے راہ ہجرت میں باقی مساجد کے علاوہ ایک مسجد ہے وہ مسجد نبی نہیں بلکہ وہ مسجد قبا ہے۔ پس وہ مسجد جسکی تقویٰ پر بنیاد ڈالی گئی وہ مسجد نبوی ہی ہو سکتی ہے۔ تو یہ تینوں مسجدیں حرکت دینیہ عالمیہ کے مراکز ہیں۔ انہی کا ذکر قرآن میں ہے۔ اور مرکز عالمی کے لئے سفر صرف ان تینوں مسجدوں کے لئے ہوتا ہے۔ پس شد رحال کے بارہ میں جو جھگڑے پیدا ہوئے اور پھیل گئے ان میں دعوت کے دونوں درجوں کا التباس نہیں، بلکہ ممنوع یہ ہے کہ شد رحال مرکز عالمی کے لئے ان تینوں کے علاوہ نہ ہو۔

اور شد رحال مراکز قومیہ کی طرف بھی منہٰی میں داخل نہیں۔ بہت سے اہل علم دونوں درجوں میں فرق نہیں کر سکتے۔ یہ مسئلہ بھی قرآن کے ترجمہ کرنے کی طرح متنازعہ ہے۔ اقوام عظیمہ کے لئے عجمی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ ایک جماعت سرے سے جائز نہیں سمجھتی۔ اور کہتی ہے کہ متن عربی کا حفظ تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ تاکہ حرکت عالمیہ محفوظ رہے۔ لیکن قرآن کا ترجمہ کسی قوم کی زبان میں حرکت قومیہ کے لئے کیا جائے تو یہ جائز ہے ممنوع نہیں۔ اہل ہند قرآن کا ترجمہ اپنی زبان میں کرتے ہیں تو مسلمانوں کو اس سے کیا ضرر ہے۔ بلکہ ان کے لئے قرآن سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر ہم بہت سے اہل علم سے یہ سوال کریں کہ ترجمہ کیا جائے تو وہ اس کی اجازت نہیں دیتے اور اسے جائز نہیں سمجھتے یہ اس لئے کہ وہ بعثت کے دو درجوں میں فرق نہیں کرتے

فیہ آیات بینٰت یعنی جس کے لئے ایسا قلب میسر ہو وہ بحالت اتصال باللہ اور اتصال بحظیرۃ القدس کی حالت میں وہ محل مبارک میں مجرد ورود سے آیات بینات دیکھتا ہے البتہ وہ خرافات جو جہلا کیلئے وضع کی گئی ہیں ہم ان کی تصدیق نہیں کرتے۔ مقام ابراہیم یہ پتھر بھی آیات بینات میں سے ہے۔ اسی طرح حجر اسود بھی شعائر اللہ میں سے ہے۔ اس وقت جب وہ لوگ آپس میں عہد و قسم کرتے تھے تو وہ پتھر رکھ دیتے تھے۔ لہٰذا اس عادت جاریہ کے مطابق حضرت ابراہیم نے بھی مسجد میں پتھر رکھ دیا اور وہ محفوظ ہے جس نے اس پتھر کو چھو لیا گویا وہ عہد ابراہیم میں شامل ہو گیا۔ اور اس سے زیادہ جو صحاح اربعہ جو یشوع کے سفر آیت (۲۶) اور س ۲۲ میں ہے یشوع نے قبائل کے لئے عہد قطع کیا اس دن ان کے لئے فرض اور حکم بنا دیا" یہ بات یشوع نے اللہ کی شریعت کے سفر میں لکھی ہے۔ اور

ایک بڑا پتھر لیا اور وہاں اسے نصب کر دیا بلوطہ کے نیچے جو مقدس رب کے نزدیک ہے پھر یشوع نے تمام قبائل سے کہا کہ یہ پتھر ہم پر شاہد ہے اس لئے کہ اس نے رب کا کلام سنا ہے جو کہ ہم نے تکلم کیا ہے پس یہ تم پر شاہد ہوگا تاکہ تم اپنے خدا کا انکار نہ کرو" (۲۸) اور اسی طرح زمانہ ابراہیم میں عادت تھی اور یشوع کے کلام کا معنی یہ ہے کہ یہ پتھر خدا کے نزدیک ہماری شہادت کی علامت ہے۔ ومن دخلہ الخ یہ حرم پر اس شخص کے لئے واجب ہے جو ابراہیم پر ایمان لایا اور یہ اسے آمِن یعنی صاحب امن بنا دیا گیا پس لوگوں کی عاجزی کے باعث اور ابراہیم کی اتباع کے باعث وہ امن والا ہو جائے گا۔

الامن

وللہ علی الناس حج البیت الخ لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے۔ حرم حرکت عالمیہ کا مرکز ہے۔ اور جو کفر کرے گا پس اللہ غنی ہے۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ کے شعائر کی تعظیم ایمان کے اجزا میں سے ہے (۹۷) تمام شد۔

اس کے بعد چار آیتیں ہیں جو اہل کتاب کی نہی کے لئے آئی ہیں۔ کہ وہ حج سے مت روکیں کیونکہ یہ مرکز ابراہیمی ہے کیا بنی اسرائیل میں سے کوئی قادر ہے کہ شعائر ابراہیم کا انکار کرے۔ یہ بات (۱۰۱) تک ہے۔ اس کے بعد بیان ہے اس بات کا کہ جو مسلمانوں پر اس مرکز میں واجب ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیئے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر

مُسْلِمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ

اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت

بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ

دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر

شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ

ایک آگ کے گڑھے کے پھر تم کو اس سے نجات دی اسی طرح کھولتا ہے اللہ

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ

تم پر آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ اور چاہیے کہ رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے

اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اور وہی پہنچے اپنی مراد کو اور مت ہو ان کی طرح جو

تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف اور ان

لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٥﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

کو بڑا عذاب ہے جس دن کہ سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے منہ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

سو وہ لوگ کہ سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

اب چکھو عذاب بدلا اس کفر کرنے کا اور وہ لوگ کہ

ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾

سفید ہوئے منہ ان کے سو رحمت میں ہیں اللہ کی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ

یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجھ کو ٹھیک ٹھیک اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا

ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ

خلقت پر اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر کام کا تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی

لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ

ایمان لاتے ہو اللہ پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لیے بہتر تھا

مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ

کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر اور اکثر ان میں نافرمان ہیں وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر

اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دیں گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ

ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دست آویز اللہ کے

وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

اور دست آویز لوگوں کے اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور لازم کردی گئی ان کے اوپر

الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ

حاجتمندی یہ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں

الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ق

پیغمبروں کو ناحق یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے

لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ

وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں

اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور منع کرتے ہیں برے

الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

کاموں سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں پر اور وہی لوگ نیک بخت ہیں۔

وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾

اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی، اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ

وہ لوگ جو کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد اللہ کے آگے

اللّٰهِ شَيْئًا ۖ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾

کچھ اور وہ لوگ رہنے والے ہیں آگ میں دوزخ کی وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ

جو کچھ خرچ کرتے اس دنیا کی زندگی میں اس کی مثال جیسی ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا

أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ

جا لگی کھیتی کو اس قوم کی کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اس کو نابود کر گئی اور اللہ نے ان پر ظلم

اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾

نہیں کیا لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں

حق، تقویٰ کے معنی اقامت عدل ہے. اور اسلام کے معنی جمیع احکام الٰہی کی اطاعت ہے یہ دونوں امر مسجد حرام کے شعائر میں سے ہیں (۱) یہ کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے. (۲) اللہ کی نازل کردہ اشیاء میں سے کسی کا انکار نہ کیا جائے، واعتصموا الخ یہ تیسرا حکم ہے یعنی اللہ کی رسی مضبوط پکڑنا اجتماعی طور پر. اللہ کی رسی سے مراد قرآن ہے. وَلَا تَفَرَّقُوا الخ اس کی دو قسمیں ہیں قسم اول وہ فرقہ ہے جو قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑتا ہے. قسم دوم اعتصام بالقرآن کو ترک کرتا ہے. جیسا کہ اہلسنت اور خوارج ایک طرف ہیں اور شیعہ دوسری طرف ہیں، دوسری قسم یہ ہے کہ تمام اسلامی گروہ زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور اعتصام بالقرآن کا دعویٰ کرتے ہیں. لیکن تشریحات ادیان متفرقہ کی طرح ہوگئی ہیں یہ بھی پہلی قسم کی طرح ممنوع ہے. واذکروا نعمة الله .... تهتدون چوتھا حکم اس مسجد اور اس مرکز میں یہ ہے کہ ولتکن منکم: ۱۰۴ تا ۱۰۵) یہ اس بات کی تنبیہ ہے کہ وہ اعتصام بحبل اللہ میں اہل کتاب کی طرح اختلاف نہ کریں. ولا تکونوا.... تکفرون: کفر بعد الایمان ایسا ہے جیسا تفرق بعد الاجتماع. اور اختلاف بعد الاتفاق. اس بیت کو تمام اقوام عالم میں اقامت عدل کا مرکز بنایا گیا ہے. ولله ما فی السموات.... الامور اور اس کے بعد کنتم خیر امة اخرجت

للناس . . . عن المنکر یہ جماعت حرکت عالمیہ کو قائم کرنے والی ہے۔ کیوں کہ اس جماعت کے لوگ عدل قائم کرتے ہیں۔ اور ظلم کو ختم کرتے ہیں۔ تومنون باللہ یعنی اعتصام بحبل اللہ کرتے ہو پھر اہل کتاب کا حال ذکر کیا گیا ہے۔ بمقابلہ مومنین کے۔ اور یہ سب کچھ مومنوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ ان کی طرح نہ ہو جائیں۔ خدا نے مومنین پر یہ انعام کیا ہے کہ جو قسم بھی تعلیم کی لائے گا اس کے دوسرے پہلو میں اہل کتاب کی حالت بھی لائے گا۔

ولو امن اهل الکتاب . . . . کانوا یعتدون یہ آیت ہم بقرہ میں شرح سے بیان کر چکے ہیں (۱۱۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود عصیان و عدوان قلیل درجہ سے کرتے کرتے ایسے درجہ تک پہنچ گئے ہیں کہ ان پر مسکنت اور ذلت لازم کردی گئی اور ان کے لئے کوئی حکومت باقی نہ رہی۔ اور دوسری اقوام کے ماتحت رہنے لگے۔ پس اگر مسلمان اعتصام بکتاب اللہ میں کوتاہی کریں گے تو بتدریج وہ بھی اس درجہ تک پہنچ جائینگے پھر اللہ تعالی نے صراحۃ فرمایا ہے کہ لوگ یہ خیال مت کریں کہ تمام اہل کتاب بدبخت ہیں۔ نہیں بلکہ وہ برابر نہیں۔ لیسو سواء . . . . علیم بالمتقین اسی طرح۔ ہر وہ قوم جس کے پاس اللہ کی کتاب پہنچی اور انہوں نے اس پر عمل کیا اور کفر نہ کیا۔ وہ متقی ہیں اللہ جانتا ہے۔ پس جب ہم دوسری قوموں کے نیک لوگوں اور اسکے ساتھ کو تسلیم کرلیا ہم پر اللہ کی نعمت نازل ہوئی کہ ہم حرکت عالمیہ کی مرکزیت سپرد کردی گئی ہے۔ اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم ان سے سبقت کریں ورنہ توازن باقی نہ رہے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۱۶ اور ۱۱۷ میں ان الذین کفرو . . . . انفسھم یظلمون یہ حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اہلکتاب میں سے کفر کیا ان کے لئے حسنات میں سے کوئی چیز نہیں اس کے ساتھ فصل رابع ختم ہوئی۔ جس میں ان واجبات کا ذکر ہے کہ حرکت عالمیہ کے قائم کرنے والے امور قائم کئے جائیں

الفصل الخامس

۱۱۸ تا ۱۲۰ اس بات کی تصریح ہے کہ اہل کتاب سے ان کے اعمال باطلہ میں اشتراک منع ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مسلمانوں اور اہل کتاب میں جنگ قائم ہوگی اس لئے ان سے قطع تعلق کرنا لازم ہے۔ یعنی باطل میں ان سے اشتراک مت کرو۔ اور اہل کتاب سے مراد یہود مدینہ ہیں۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ

اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا وہ کمی نہیں کرتے

خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ

تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو نکلی پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے

وَمَا تُخۡفِي صُدُورُهُمۡ أَكۡبَرُ قَدۡ بَيَّنَّا لَكُمُ الۡاٰيٰتِ إِنۡ كُنۡتُمۡ

اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے بتا دیے تم کو پتے اگر تم کو

تَعۡقِلُونَ ﴿١١٨﴾ هَاۤ أَنۡتُمۡ أُولَاۤءِ تُحِبُّونَهُمۡ وَلَا يُحِبُّونَكُمۡ وَتُؤۡمِنُونَ

عقل ہے سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو اور تمہارے دوست نہیں اور تم سب

بِالۡكِتٰبِ كُلِّهٖ وَإِذَا لَقُوكُمۡ قَالُوۤا اٰمَنَّا وَإِذَا خَلَوۡا عَضُّوا

کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کر

عَلَيۡكُمُ الۡأَنَامِلَ مِنَ الۡغَيۡظِ قُلۡ مُوتُوا بِغَيۡظِكُمۡ إِنَّ اللّٰهَ

کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ سے تو کہہ مرو تم اپنے غصہ میں اللہ کو خوب

عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ

معلوم ہیں دلوں کی باتیں اگر تم کو ملے کچھ بھلائی تو بری لگتی ہے ان کو

وَإِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَفۡرَحُوا بِهَا وَإِنۡ تَصۡبِرُوا وَتَتَّقُوا

اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو

لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡئًا إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعۡمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾ وَإِذۡ

تو کچھ نہ بگڑے گا تمہارا ان کے فریب سے بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

غَدَوۡتَ مِنۡ أَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ وَاللّٰهُ

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٢١﴾

سب کچھ سنتا اور جانتا ہے

یہ ایمان بالکتاب اسی طرح آج تک قائم ہے جیسے ہمارا ایمان کتب حدیث سے ہے یہ ایمان ایسا ایمان نہیں جیسے ہمارا ایمان بالقرآن ہے کیوں کہ اس ایمان سے ایسا نہیں ہوسکتا جیسے امام ولی اللہ ہمارے نزدیک ہیں

فصل سادس

۱۲۱ سے ۱۷۹ تک ان غلطیوں کا بیان ہے جو احد میں انہوں نے کیں اور وہ سستی و بزدلی کا سبب بنیں مومن جب قرآن پر ایمان لے آئے۔ عزم محکم کر لے تو اس کے فکر میں بزدلی نہ آئے گی۔ اور جب بزدلی کرے گا تو حیران ہو گا۔ حق یہ ہے کہ احکام کی رعایت نہ کرنے سے بزدل ہوتا ہے۔ اور اس کی سمجھ پوری نہیں ہوتی۔ حکیم، معلم عظیم انہیں علم جزئی سے واضح کرتا ہے۔ اور اس غلطی کا پتہ دیتا ہے۔ جس کو وہ کر چکے ہوتے ہیں۔ پھر تحصیل اجزا کرتا ہے۔ اس کے بعد سمجھ مستقیم ہو جاتی ہے۔

اگر بزدلی پیدا ہو تو اس کے اسباب کی تفتیش کرتا ہے۔ ہمارے شیخ نے قبل ازیں ہمیں خط لکھا تھا۔

ایمن مشو کہ مرکب میدان راہ را۔ در سنگلاخ بادیہ پیما بریدہ اند۔ نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش، ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند۔

فصل اوّل: فصل سادس کی فصول ثانویہ سے ۱۲۱ سے ۱۲۹ تک میدان قتال کے لشکر میں جب بزدلی واقع ہو جائے، تو پہلی بات یہ ہے کہ قائد کی تنظیم کو برا سمجھنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اس فصل میں نبی کی غلطی کی نفی کی گئی ہے واذ غدوت تبوی المومنین۔۔۔۔ علیم یہ اس بات کی تعیین ہے کہ نبی اس معرکہ میں جیش کا قائد ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى

جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ

پر چاہیے بھروسہ کریں مسلمان اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم

اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ

کمزور تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو

اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ ؕ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ

آسمان سے اترنے والے البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم

هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تو مدد بھیجے تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے

مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ

نشان والے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تسکین ہو تمہارے

قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾

دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا

تاکہ ہلاک کرے بعضے کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں

خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ

محروم ہو کر تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے

عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي

خدا تعالیٰ یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے بخش دے جس کو چاہے اور عذاب کرے

مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع

جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

پہلا فساد (خرابی) اس بات سے پیدا ہوا کہ لشکر میں جو منافق تھے وہ راستے سے لوٹ گئے اس سے جماعت کے عزم میں کچھ فتور آگیا۔ اذ ھمت طائفتٰن ..... المؤمنون ۔ اور اللہ کی مدد نبی کی قیادت میں ہے جیسا کہ بدر میں ہوا اس کی طرف اشارہ ہے ۱۲۳ میں ولقد نصرکم اللہ ببدر: ان آیات میں تین یا چار ہزار ملائکہ کی امداد کا وعدہ ہے۔ لیکن اُحد میں اس امداد سے وہ کیوں محروم کیے گئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات استعداد جنبش اور اطمینان قلب پر منحصر ہے۔ نیز یہ کہ اتباع امر اللہ میں فتور نہ ہو جب کسی امر عظیم کا ارادہ کریں اور عمل کا مصمم ارادہ کریں اور قوت کافی نہ ہو تو اس حالت میں تائید ملائکہ ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے انہیں پانچ یا سات ہزار کی ضرورت تھی نزول منزلین

ہیں اس بات کا اشارہ ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کی مدد عالم مثال سے نازل ہوئی۔ عالم مثال عالم عناصر سے اوپر ہے۔ جب عالم مثال سے کوئی چیز آئے اسے منزل کہتے ہیں۔ ہم اس بات سے دلیل پکڑتے ہیں کہ یہ مدد ملاء سافل کے فرشتوں سے آتی ہے۔ جب کوئی قوم اتباع اوامر کے لئے کھڑی ہو جائے اور وہ امر ملاء اعلیٰ سے بواسطہ نبی آئے اور عمل کا مصمم ارادہ کرلیں تو ملاء سافل کے ملائکہ فطرۃ مجبور ہوتے ہیں کہ ان کی امداد کریں اگر وہ اسکے ضرورتمند ہوں۔ اور ان کی امداد مومنوں کے دلوں میں فتح کے خیالات پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ نیز وہ ملائکہ کفار کے دلوں میں شکست کے خیالات ڈالتے ہیں۔ جب کہ امام غور کر رہا ہو یا آپس میں مشورہ کر رہے ہوں۔ تو مشورہ کرنے والوں کے قلوب میں تدبیر خاص کا الہام کرتے ہیں بایں شکل کہ وہ حق کے خیالات پیدا کرتے ہیں۔ اور خیالاتِ راست کو مزین کرتے ہیں یہ ملاء سافل کا عمومی حکم ہے۔ کبھی ملاء سافل کے فرشتے انسان متمثل ہو کر قتل و ضرب کے اعمال میں اُس وقت شریک ہوتے ہیں۔ اب قتل و حرب متعین ہو جائے۔ غرضیکہ ملائکہ کی تائید قوم کے ثابت قدم اور عامل ہونے کی صورت میں ہوتی ہے۔ بدر میں ایسا ہی ہوا تھا۔ اُحد میں اسکے خلاف تھے۔ مجاہدین کی جماعت میں بزدلی کے خیالات جاری ہو گئے۔ اس لئے وہ امداد ملائکہ حاصل نہ کر سکے۔ یہ قائد کی بدنظمی کے سبب سے نہیں تھا بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ایسا عمل کیا جس سے انسانیت کیلئے مستقل طریقہ جاری ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ لوگوں نے مشورہ کیا کہ کیا وہ مدینہ کے باہر چلے جائیں یا شہری دیوار کے اندر قتال کریں۔ لوگوں نے اختلاف کیا۔ عام طور پر جوانوں نے اور بوڑھوں کا گروہ جو بدر سے عدم علم کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے وہ شہر سے باہر جانے کے حق میں تھے۔ اور اکثر بوڑھے مدینہ کے اندر دفاع کا میلان رکھتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رائے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ کہ وہ اعلیٰ درجہ کے عزم ظاہر کرنے والے حصہ کی تائید کر سکیں۔ نیز یہ کہ دوسری جانب سے ان کے حریت کے افکار ظاہر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رجحان شیوخ کے ساتھ ظاہر کیا کیوں کہ وہ ضعف کی حالت میں تھے۔ تاکہ لوگ انہیں حقیر نہ سمجھیں۔ پھر بحث کے بعد اکثریت کی رائے خروج کے حق میں واقع ہوئی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ وسلم نے ان تصدیق کی مشورہ کا یہ طریقہ ہے اور سنت نبوی یہ ہے۔ اس دن جوانوں کی اکثریت غالب آئی۔ اور نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے ان کے ساتھ موافقت کی۔ اور پہلی رائے کو ترک کر دیا۔ روئے زمین پر اس سے بہتر مشورہ کا کوئی قانون نہیں۔

لیکن مسلمانوں کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مشورہ یعنی شورٰی اور اس کے قوانین سے اعراض کرتے ہیں۔ مسلمان شورٰی کی پرواہ نہیں کرتے جیسے کہ استنجا کے ڈھیلوں کی سنت کا خیال کرتے ہیں۔ یہ ہر فقہ وحدیث پڑھنے والے کو معلوم ہے۔ لیکن وہ حکومت سے جہالت ونسیان کی وجہ سے ذلیل ہو گئے اور معاملہ برعکس کر دیا۔ مسلمانوں کی اجتماعیت عام طور پر برباد ہو گئی۔ پھر شوری کی اس سنت کے خلاف جب منافق راستے سے لوٹ گئے تو لشکر میں بزدلی کے جراثیم پھیل گئے۔ اس حالت میں ملائکہ کی امداد کیسے ممکن تھی۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے ۱۲۶، ۱۲۷ میں وما جعله الله الا بشرٰی لکم ..... خائبین یہ امداد بشارت کے لئے اور اطمینان قلب کے لئے ہے۔ یہ بشارت اور یہ اطمینان دشمنوں کو قطع کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ جب تم قطع اعداء کا ارادہ ہی نہیں کرتے تو بشارت اور اطمینان کیسے ہو۔ پھر اس بات کی وضاحت ہے کہ حکم اللہ کا ہے اور اس میں بھی ایک حکمت ہے جو ہم نے سمجھا وہ یہ ہے کہ جس نے بزدلی اور شکست کا تجربہ نہیں کیا۔ اس کی رائے قیادت کبھی مستقیم ہو ہی نہیں سکتی عرب میں مثال مشہور ہے کہ وہ تجربہ کار ہی حکیم ہوتا ہے جس نے قتل و ہزیمت کا تجربہ کیا ہو" اور یہی مراد ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جرح واقع ہوا اور ارادہ کیا کہ ان کے لئے بد دعا کریں مگر انہیں اس سے منع کیا گیا۔ اس کی طرف اشارہ ۱۲۸ میں ہے۔ لیس لک من الامر شیء او یتوب..... فانهم ظلمون کیا قتل و ہزیمت کا تجربہ بغیر قائد کی تکلیف کے ساتھ اصابۃ آنے ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو نبی پر بار بار جو مصائب آئے وہ اس لئے کہ انہیں اصحابہ کو تجربہ ہو اور مستقیم ہوں۔ حتٰی کہ ان میں ایک سخت بات پھیلی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتول ہو گئے مگر اس کے باوجود بھی وہ سست نہ ہوئے۔ یہی فطرۃ مستقیم ہیں، اور وہ بھی ہیں جو متزلزل ہوئے۔ ان کا ظلم وگناہ ظاہر ہے لیکن وہ یا عذاب کے مستحق ہیں یا اللہ کی مہربانی کے۔ یہ کام اللہ کے سپرد ہے۔ نبی کا یہ کام نہیں۔ نبی نے ان کے ساتھ جنگ کی تو یہ اس کا حق ہے کیوں کہ وہ مدینہ پر لشکر کش ہوئے لیکن نبی کا یہ حق نہیں کہ انکے لئے بد دعا کرے اس طرح سے سب اللہ کے حکم کے ماتحت ہو گئے۔ اور نبی بھی ممکن ہے کہ بعض امور میں خطا کرے پس وہ خطا اللہ کی طرف منسوب نہ ہو گی۔ اور وہ خطا قانون اسلام کی شمار نہ ہو گی۔

لله ما فی السموات..... غفور رحیم تو حکم وحکومت کی تصویر سب اللہ کے لئے ہے تمام امر حکومت راجع الی اللہ ہے۔ تیرے لئے کوئی اختیار نہیں

فصل اول تمام شد

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ

اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی

لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾

کافروں کے واسطے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ

اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان

وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ

اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں

وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط

اور تکلیف میں اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ

اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ص

یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ قف وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا

اور کون ہے گناہ بخشنے والا سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کئے پر

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ

اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزاء ہے بخشش ان کے رب کی اور

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ

باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری

الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي

ہے کام کرنے والوں کی ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین

الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾ هٰذَا

میں اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا یہ

بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوْا

بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو اور سست نہ ہو

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾

اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

جب تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں تو تمہارے دلوں میں غالبوں کے بارہ میں انتقام و غضب نہ ہونا چاہیئے جو تمہیں ایذا دے چکے ہیں میں۔ یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے کہ جب انسان کسی کے مقابلہ میں انکسار برتے اگر وہ انکسار اپنے نفس کے قصور کی وجہ سے ہو تو حکمت اخلاقی اس بات پر مجبور کرے گی کہ انسان اس قصور کی تلافی کرے پھر اس کے بعد وہ اپنے حریف مقابل میں نظر کرے گا اگر اسے دشمن (حریف) کے مقابلہ میں غصہ ہے اور انتقامی جذبہ ہے اور اپنے قصور کے اصلاح کی کوشش نہیں تو اس دشمنی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا اور کبھی نجات نہ ملے گی۔

مسئلہ:- بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے مقتولوں پہ کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم آئندہ جنگ میں ایک کے مقابلہ میں دو قتل کریں گے۔ تو حکم آیا (۱۳۰) میں یا ایہا الذین امنو لا تاکلوا...... لعلکم تفلحون اس سے منع کیے گئے یہ بھی اخلاقی مسئلہ کے ضمن میں ہے۔ سود اضعافاً مضاعفاً اخلاق اور انسانیت کو برباد کرتا ہے۔ یہ عزم جس کا ارادہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے یہ بھی اسیطرح کا ہے اس فائدہ کا استفادہ ہم نے شیخ الہند سے کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے سوچا کہ یہ مسئلہ احد کے واقعہ میں کیوں آگیا تو ہم نے سمجھا کہ اس کا اشارہ اس طرف ہے۔ پھر فرمایا کہ ربط آیات میں غور کرنا امر عظیم ہے۔ اور تدبر طلب بات ہے۔ ہم نے اکثر تفاسیر ایسی دیکھی ہیں کہ وہ ربط آیات میں بہت بودی اور کمزور باتیں پیش کرتے ہیں۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ وہ ربط آیات کے متعلق کلام نہ کریں اور صرف آیات کے معانی پر ہی اکتفا کرلیں۔ اب مسلمانوں کی توجہ اس طرف کرائی جارہی ہے کہ وہ اپنے نقصان کی تلافی کریں۔

۱۳۱ واتقوا النار التی اعدّت للکٰفرین ، واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ..... لعلکم ترحمون مستقبل کے لئے کافروں کا کوئی صحیح پروگرام نہیں اسلئے وہ کوئی کام عزم مصمم سے نہیں کرسکتے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ آگ میں داخل ہوں گے۔ اور مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ کافروں کی حالت سے اجتناب کریں پھر اس کے بعد انہیں ارشاد ہے کہ ان یطیعوا اللہ اس امر سے کفار مؤمنوں سے ممتاز ہو گئے۔

تنبیہ عام طور پر اطاعۃ اللہ والرسول کا مطلب ادار امر الٰہی لیا جاتا ہے لیکن ہم اس تشریح کو ٹھیک خیال نہیں کرتے۔ ہمارے خیال میں یہ ہے کہ فہم حکمت کے بعد کہ حکم ہمارے نفع کے لئے ہے۔ ادار امر اطاعت کہلاتا ہے۔ یعنی جب انسان یہ سمجھے کہ اسکا فائدہ نہ اللہ کو ہوگا نہ رسول کو بلکہ صرف ہمیں ہوگا۔ اور ہم پر رحمت ہوگی۔ اگر یہ سمجھ کر ادار امر کیا جائے تو یہ اطاعت ہے، لعلکم ترحمون۔

ہم اس بات کا ایک اچھے استاذ میں تجربہ کرتے ہیں کہ کسی کاریگری شاگردوں کو حکم دیتا ہے۔ ان شاگردوں میں سے ذکی متعلمین پہلے سمجھ لیتے ہیں کہ اس امر کی حکمت کیا ہے۔ پھر اس پر اعتماد کرکے ادار امر کرتے ہیں۔ لیکن شریعت کی تعلیم کا کام غیر حکمار کے قبضہ میں آگیا ہے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں۔ اور بھلائی کے امیدوار ہوتے ہیں۔ اب قیامت کے انتظار میں رہتے ہیں افسوس کہ جب امر کسی نااہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کیجئے۔ وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم ..... المتقین ۱۳۳ یعنی اے لوگو تم ایسے اعمال کیساتھ مامور ہو جس کی تمہیں تعلیم دی گئی ہے کہ ہم تمہارے گناہ ان اعمال کے مقابلہ میں بخش دیں گے۔

وجنۃ عرضہا مجھے اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان جنت وجہنم میں اس مقدار سے ہوتا ہے جتنا کہ اس نے آسمان وزمین کی نعمت سے استفادہ یا اضافہ کیا جیساکہ سورۂ ہود سے سمجھا جاتا ہے۔ پھر جہنم سے نجات کی طرف آتا ہے اور جنت کے ذریعہ خطیرۃ القدس سے اتصال کرتا ہے جو کہ اس کا ٹھکانا ہے اس سے روح انسانی مابعد الموت سیر کرتی ہے۔ ہم ان لوگوں پر تعجب کرتے ہیں جو آیات و احادیث کی تنظیم پر قادر نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے ہاں متشابہات ہیں۔ پانچویں صدی سے اکثر متکلمین ایسے کرتے رہے پھر وہ جہان میں باہمی جنگ ایک دوسرے کے مذہب سے ٹھان لیتے ہیں۔ اور ان پر غلبہ کی کوشش کرتے ہیں اس کو اسلام بناتے ہیں جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں۔ اور اس میں نجات کو بند کرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں کوئی عقلمند ان کی طرف توجہ نہ دے گا۔ انہیں اسلام کی وکالت کا کوئی حق نہیں۔ البتہ صوفی اور فلسفی مستثنیٰ ہیں متکلمین عام طور پر اصلاح سے زیادہ افساد کرتے ہیں۔

الذین ینفقون فی السرآء الضرآ ۔ ۔ ۔ ۔ وھم یعلمون ۱۳۵ پس قرآن خوان کو معلوم ہو کہ نبی علیہ السلام قریش کی ہدایت کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے۔ لہذا اس قوم کو فنا کرنا مقصود نہیں لہذا مسلمانوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ اخلاق میں کامل ہوں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ یہ انتقام سے بہتر ہے وہ اپنا غصہ پئیں اور انہیں معاف کریں۔ بلکہ ضراء اور سراء میں قریش کے کمزوروں پر انفاق کریں واللہ یحب المحسنین۔ بعض اعمال کا نقصان صرف فاعل تک محدود رہتا ہے۔ اس کا اثر کسی دوسرے کی طرف تجاوز نہیں کرتا انسان کے لئے مناسب ہے کہ ان اغلاط کی اصلاح بھی کرے تاکہ اس کے تمام اعمال کامل ہوں اس کی طرف اشارہ ہے والذین اذا فعلوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فاستغفروا اگر انسان اخلاق فاسدہ کی اصلاح کی کوشش کرے تو اس کے لئے قوت روحانیہ کی ضرورت ہے اور یہ صرف اللہ کی جانب سے ہو سکتی ہے اس کی طرف اشارہ ہے ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا) اہل علم کا یہ فیصلہ ہے کہ انسان جب نقصان دہ کاموں سے رجوع کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اصرار کرتا رہا (اپنی جہالت کی وجہ کر کے) اس لئے جو اصرار کو ترک کر دے وہ مستحق مغفرت ہے۔ اسکی طرف اشارہ ہے۔ اولئک جزاؤھم ۔ ۔ ۔ ۔ اجر العملین ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ اعمال قیامت تک کے لئے مستوجب مغفرت ہیں۔ یہ تمام آیات وسارعوا الی مغفرۃ من ربہ کے متعلق ہیں۔

بقیہ ۱۳۶ اولئک جزاؤھم پس مومنوں کے اخلاق کی تکمیل پر توجہ کرو۔ نیز یہ کہ وہ تمام اقوام عالم میں انہار علوم و معارف کا مصدر ہیں۔ یہ تمام مقصد ہے۔ اور ان مکذبین کو توجہ دلانے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے۔ اس کی طرف اشارہ ہے قد خلت الخ کیا تمام مکذبین قتل کئے جائیں۔ کیوں کہ انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کی۔

۱۳۸ ھذا بیان للناس الخ گویا امر مقصود کی تعلیم کوتاہی پر متنبہ کرنے کے ضمن میں ہی اصل مقصود ہے اس فصل کا۔ اور یہ انواع تعلیم میں تاثیر کے لحاظ سے زیادہ کامل طریقہ ہے۔

فصل سادس کی فصلوں میں سے تیسری فصل)

فصل ثانی سے یہ نہ سمجھا جائے کہ قتال کفار کا امر معطل ہو گیا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ پہلے تم اپنے نقصان کی تلافی و تکمیل کرو اسکے بعد دوسرا کام کرو یعنی جہاد ہمیشہ کرتے رہو، ترقی کا یہی ذریعہ ہے ولا تھنوا ولا تحزنوا الخ غلبہ حق کو قائم کرنے میں سستی حرام ہے اور جو مصائب پہنچیں اس پر غم کرنا بھی ممنوع ہے کیوں کہ تم اپنے نقصان کی تلافی کر چکے ہو اور یہ نقصان فرح و سرور کا سبب بن چکا ہے۔ کیوں کہ ہم نقصان کے طفیل اپنی غلطیوں سے متنبہ کئے گئے ہیں۔ اس کی قدر ایک محقق ترقی خواہ ہی کر سکتا ہے پس کوئی باعث غم اندیشہ نہ ہو۔ وانتم الاعلون

فصل ثانی میں گذرا اس کی طرف اشارہ ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ اب دلوں سے اسباب حزن کے رفع کرنے کے متعلق بحث کی جائے گی تاکہ مستقبل میں خوشی پوری ہو سکے اس کی طرف اشارہ ہے۔

إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ

اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی زخم ایسا ہی اور یہ دن

نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ

باری باری بدلتے رہتے ہیں ہم ان کو لوگوں میں اور اس لیے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے تم میں سے

شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

شہید اور اللہ کو محبت نہیں ظلم کرنے والوں سے اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ

آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٤١﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ

ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٢﴾

اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت رہنے والوں کو

وَلَقَدْ كُنتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِن قَبْلِ أَن تَلْقَوْهُ فَقَدْ

اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے پہلے سو اب دیکھ لیا

رَأَيْتُمُوهُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ

تم نے اس کو آنکھوں کے سامنے اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے

خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ

اس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے

أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ

پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز نہ بگاڑے گا اللہ کا کچھ

وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تَمُوتَ إِلَّا

اور عنقریب دے گا شکر گزاروں کو اور کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم

بِإِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ

اللہ کے لکھا ہوا ہے ایک وقت مقرر اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا دیں گے ہم اس کو دنیا ہی سے

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اور جو کوئی چاہیگا بدلہ آخرت کا اس میں سے دیوینگے ہم اس کو اور ہم ثواب دینگے احسان ماننے والوں کو

کیوں کہ اس طرح پہلی قوموں کو بھی تکلیفیں ہوئیں۔ وتلک الایام نداولہا بین الناس الخ اجتماعیۃ انسانیہ طبعیت کی مقتضی ہے کہ ایک فریق نہ ہمیشہ غالب رہ سکتا ہے نہ مغلوب جسے فتح حاصل ہوتی ہے اسے زوال بھی آئیگا۔ یا شکست بھی

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

ولیعلم اللذین اٰمنوا فتح کے وقت تو ہر شخص مؤمن ہو جاتا ہے اصل مؤمن وہ ہے جو شروع میں اعتراف کرے اور انکسار کے وقت بھی وہ ایمانی حالت میں ممتاز ہے۔ ہند کے مسلمانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ سلطنت کے زوال کے بعد بھی حکمت اسلام اور علوم اسلام کا یقین رکھتے ہیں، اس لئے ان کا ایمان ظاہر ہوتا ہے اور ان سے خیر کی توقع ہے۔ ہم جب حرم پاک میں پہنچے تو ہمیں استاذ حمید الدین فراہی کی ملاقات ہوئی وہ سیاسیات سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ لیکن بعض علمی فنون میں ہم شریک ہیں۔ اور ہمیں ایک دوسرے سے محبت بھی ہے۔ اس نے مسئلہ خلافت میں مسلمانوں کی شکست اور جمعیت کے اعمال کے متعلق جو اس نے چند غیر پسندیدہ کام کئے ہیں ذکر کیا اور ہمیں سیاسی مشغولیتوں سے روکنے کی کوشش کی کہ ان کاموں سے کچھ نہیں ہوتا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے کہ جمعیت خلافت کے لیڈروں نے معاملہ بگاڑ دیا ہے۔ مگر عام مسلمانوں کی حالت دیکھو کہ وہ غلبہ دین کے لئے اپنے اموال تک خرچ کرتے ہیں کیا ان کی قربانی تم نہیں دیکھتے۔ اور انہوں نے افغانستان میں ہجرت بھی کی ہے اور مصائب برداشت کئے ہیں۔ کیا یہ سب کچھ اللہ کے لئے نہیں ہوا کیا یہ عمل رائیگان جائے گا تب اس نے اعتراف کیا۔ اور اس نے خود بھی ہندی مسلمان عوام کے متعلق واقعات سنائے کہ انہوں نے اس طرح اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ میں نے کہا کیا ان مسلمانوں کی قربانیاں رائیگان جائیں گی۔ ایسا ممکن نہیں۔

ہم بحمد اللہ اپنے مستقبل کے متعلق یقین رکھتے ہیں کہ وہ اچھا ہے۔ یہ سب کچھ ایمان کی دولت جمع کرنے کے لئے ہے اور جہاد کی تحریک ہندی مسلمانوں میں فقط امام ولی اللہ کے اتباع کے طفیل ہوتی۔ اور کسی قوم کو یہ میسر نہیں لیکن علوم اسلامیہ میں جو مسلمانوں کے ہاں ہیں اس میں ہندی غیر ہندی سب شامل ہیں۔ عجم کی کسی قوم نے قرآن کا ترجمہ یا حدیث کا ترجمہ یا اخلاق وحکمت کی کتب کا ترجمہ نہیں کیا۔ یہ ہندی مسلمانوں نے خود ترجمے کئے

اور جہاد کی حرکت کی بنیاد ڈالی۔ اب بھی ہمارے ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں جو صرف اپنی ہندی زبان میں ہی وہ امام غزالی کی حکمت کی کتاب احیاء العلوم جانتے ہیں اور عربی دان سے بہتر جانتے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ سکھ گروہ کا بانی بابا نانک نے غزالی کی کیمیا سعادت کا ترجمہ ہندی زبان میں کیا نہ کہ اردو میں۔ اور اس نے کتاب میں مسلمانوں کے نام حذف کر کے بعض صالحین کے نام سے مبہم کر کے اپنے مذہب کی اساس بنا لیا۔ کیا دنیا کی کوئی مسلم قوم حکمت غزالی پر اجتماع منظم کرنے پر قادر ہے؟ یہ صرف ہندی ہیں جو تمام اقوام عجم پر سبقت لے گئے۔ حالانکہ خلافت بھی ہند میں نہیں رہی یتخذ منکم...... واللہ لایحب الظالمین جب تمہارا ارادہ ہو کر دشمن کے مقابلہ میں تم کو فتح ہو تو اللہ کے سامنے ثابت کر و کہ تم مظلوم ہو اور یہ اثبات بصورت شہدا ہو گا۔ اس کے بعد تم ظالموں پر غالب آؤ گے۔ ولیمحص اللذین اٰمنوا منکم تمحیص سے مراد نسمہ کا تصفیہ ہے۔ ہند کے بعض عارفوں نے بیان کیا ہے انسان کے مقامات صحابہ کو جہاد میں ضربت سیف سے حاصل ہوتے تھے۔ نسمہ کے تصفیہ یہ مطلب ہم نے ان سے لیا ہے ویمحق الخ کیوں کہ کافر مسکینوں پر رحم نہیں کرتے بلکہ قوت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں یہی سبب ہے خدا کی رحمت سے ان کے بعید ہونے کا۔ ام آئک۔

۱۴۲ ام حسبتم جنت ایمان کے ذریعہ حاصل ہوگی۔ لیکن جنت کے درجات ہیں۔ تمام مومن درجات میں آگے پیچھے ہیں کیا وہ بغیر استحقاق کے مساوی ہو سکتے ہیں؟ حکمت میں یہ جائز نہیں مومنوں پر واقعات آئیں گے۔ جن سے صابروں کا پتہ لگے گا۔ اور جنت میں وہ خاص درجات کے مستحق ہوں گے۔ اسی طرح ان واقعات سے مجاہدوں کا پتہ بھی لگے گا۔ اور اس طرح وہ جنت میں خاص درجات حاصل کریں گے۔

مسئلہ ایمان باللہ اس بات کا مقتضی ہے انسان اپنی جان اور ہر ملکیت کو اللہ کے ہاتھ فروخت کر دے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ان اللہ اشتری میں جو عمل بھی اللہ کی جانب سے موت کے یقین کا ہمارے پاس آتا ہے بلا عذر ہم کرتے ہیں۔ اللہ نے یہود کا امتحان کیا سورۃ جمعہ میں ہے جن کی تفسیر سے مفسرین بڑے سٹ پٹائے ہم نے سمجھا کہ یہ ایمان کا معنی نہیں جانتے۔ اور قرآن کی تفسیر کرتے ہیں، آیات قرآنی تفسیر لوگوں کے لئے مضحکہ خیز ہو جاتی۔

ولقد کنتم تمنون الموت ۱۴۳ میں اشارہ ہے مؤمنوں کے ایمان کے متعلق ولقد کنتم تمنون بدریین جنہوں نے تخلف کیا تھا وہ کہتے تھے کہ کوئی دن بدر کی طرح آئے تاکہ اللہ ہمارے اعمال دیکھے۔ ان کلمات کی طرف اشارہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ سچا شخص احد میں شہید ہوا۔ ۱۴۴ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کسی فرد کی موت اتنی گراں نہیں ہوتی جتنی کہ اس کے کسی دوست کی موت گراں گذرتی ہے تو اس واقعہ میں مؤمنوں کا امتحان موت سے

مسلہ میں ہے۔ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا تھا۔ کہ نبی قتل کیا گیا۔ اس کے باوجود ایک قوم اپنے نظام اور پروگرام پر کاربند رہی۔ یہی سچے مومن ہیں ۔ تو یہ درجہ جنت میں اسی وقت ہی حاصل ہو سکتا ہے جب کہ امتحان لیا جائے۔ کہ اختیار و ابتلا کی حالت میں وہ قائم رہا۔ ۱۴۵ وما کان لنفس موت معین ہے ۔ اپنے وقت پر آتی ہے صرف ارادہ اور ایمان پر موقوف ہے۔ اس واقعہ میں اگرچہ بحمداللہ نبی قتل نہیں کیا گیا۔ لیکن مومنوں کا امتحان حاصل ہو چکا۔

وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ

اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾

اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا

اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی

فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

پھر دیا اللہ نے ان کو ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ محبت رکھتا ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نیک کام کرنے والوں سے اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے کافروں کا

يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ

تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان میں بلکہ اللہ

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے

۱۴۶ میں انبیاء سابقین کی حکایت ہے کہ جنگ جہاد میں مصائب کے باعث انہیں ضعف نہ آیا۔

سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا

اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا

بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ

اللہ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ برا

مَثْوَى الظَّالِمِينَ ﴿١٥١﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ

ٹھکانہ ہے ظالموں کا اور اللہ تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے ان کو

بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِنْ

اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی بعد اسکے

بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ ۚ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ

کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا

يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ وَلَقَدْ

آخرت تم کو الٹ دیا ان پر سے تاکہ تم کو آزماوے اور وہ تو تم کو

عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٢﴾

معاف کر چکا اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر

إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ وَالرَّسُولُ

جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا

يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلَا

تم کو تمہارے پیچھے سے پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے تاکہ تم

تَحْزَنُوا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ

غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ سے نکل جائے اور اس پر کہ جو کچھ پیش آجائے اور اللہ کو خبر ہے

بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾

تمہارے کام کی

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَىٰ

پھر تم پر اُتارا　تنگی کے بعد امن کو　جو اونگھ تھی　کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے

طَائِفَةً مِنْكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ

بعضوں کو تم　میں سے　اور بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی جان　کا　خیال کرتے تھے

بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ

اللہ پر جھوٹے خیال　جاہلوں جیسے　کہتے تھے کچھ بھی کام ہے ہمارے ہاتھ میں

مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا

تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ　وہ اپنے جی میں چھپاتے تھے جو تجھ سے

لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا

ظاہر نہیں کرتے　کہتے ہیں　اگر کچھ کام ہوتا ہمارے　ہاتھ

قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ

تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں　البتہ　باہر نکلتے

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي

جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا　اپنے پڑاؤ پر　اور اللہ کو آزمانا تھا　جو کچھ تمہارے

صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

جی میں ہے　اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے　اور اللہ جانتا ہے

بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾

دلوں کے بھید

نہ سستی. تم بھی اسیطرح جہاد آخر تک جاری رکھو ۱۴۷ دکاین باوجود تمام طاقت صرف کرنے کے ان کی توجہ اصلاح نقصانات پر رہی. اور اعداء پر غلبہ کے خواہاں رہے. صرف اللہ کا فضل چاہتے تھے.

۱۴۸ فاتاھم اللہ یعنی ثبات واستقلال کی وجہ سے اور دشمنوں کے قتال پر ہمیشگی کی وجہ سے دنیا وآخرت دونوں میں بھلائی انہیں حاصل ہو گی.

فصل رابع ۱۴۹ تا ۱۵۸

اس میں استقلال کی حکمت بیان ہو گی نیز جو اعتراضات اور خطرات جہاد اور اسکی اتفاقات سے تابع ہیں. ان کو دفع کیا جائے گا. نیز جو مستقل رہے گا. اس کی لغزش معاف کی جائے گی. خلاصہ کلام بعزم پختہ رکھنا ہی مقصود ہے. ۱۴۹ یاایھا الذین کفار کی اطاعت کے معنی کافروں سے صلح کرلو اور اپنا مقصد قائم نہ کرو. جیسے کہ قرآن کی پہلی سورت میں ہم نے تفسیر کی یہاں بھی یہی مراد ہے یعنی اگر کفار کا مقابلہ تم ترک کرو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے. یعنی جاہلیت کی طرف اور تمہیں نظام مخصوص نہ قائم کرنے دینگے جسکی حقیقت سے تم واقف ہو چکے ہو. یہ خسران کہ جب انسان حق سمجھتا ہے. اس پر ضروری ہے کہ اس کو غالب کرے. یہی چیز تمہارے استقلال کی باعث ہے بل اللہ مولیٰکم. ۱۵۰ اس میں مدد وفتح تائید کی بشارت اس کے لئے ہے جو ثابت قدم رہا. اور جہاد پر اس نے ہمیشگی کی. سَنُلْقِیْ فی قلوب الذین ...... علیم بذات الصُّدُور اللہ کی امداد کی یہ بھی ایک صورت ہے کہ کفار کے دلوں میں رعب ڈالدے یہ ملأ سافل کے ملائکہ کا کام ہے.

بما اشرکوا قضاء حاجات کے بارہ میں شرک کرنا اوہام وتقلید کی طرف ڈال دیتا ہے. انسان تحقیق امر کی طرف نہیں متوجہ ہوتا. بلکہ رسوم آباء ورسوم قوم کے پیچھے لگ جاتا ہے. اور جب موت واقع ہوتی ہے تو دل ٹٹولتے ہیں کیا کوئی پناہ ہے؟ شرکاء بچا سکتے ہیں؟ جواب نفی میں ہو گا! سوائے خدا کوئی پناہ نہیں. ملائکہ کا قلوب میں رعب ڈالنا آلہ حرب سے بھی زیادہ تاثیر رکھتا ہے. اس جنگ عظیم میں ہم نے عجیب باتیں دیکھیں ایمان اپنے نظام عسکری سے غالب آچکے تھے. اور اسلحہ بھی ان کے پاس زیادہ تھا. لیکن جب اشتراکیوں کا پروپیگنڈہ ان کے لشکر میں پھیل گیا. اور انہیں اپنی حقیقت کمزور دکھائی دینے لگی تو وہ فتح وغلبہ کے قریب ہوتے ہوتے بھی شکست پڑ گئے.

تنبیہ: پروپیگنڈہ کی قوت سے اشتراکی اور حکومت کے عمال عزم جیش کو کمزور کرنے سے آگاہ ہیں کہ یہ تضعیف تمام اسلحہ سے زیادہ قوی ہے. اس لئے انہوں نے یورپ کی ذہنیت کے مطابق پروپیگنڈے کو

مضبوط و منظم کیا اس طرح ان کے ممالک دشمنوں کے غلبہ سے محفوظ ہو گئے۔ ہم اس تجربہ کی بنا پر تعلیم قرآنی پر یقین رکھتے ہیں کہ اسلامی انقلاب باوجود ضعف مسلمین کے ایک دن ضرور کامیاب ہو کر رہے گا۔ خواہ امپیریلیزم ان کے مقابلہ میں قوی بھی ہے۔ اگر مسلمانوں میں تدبر فی القرآن میں یقین پیدا ہو گیا تو انشاءاللہ مسلمانوں کی ضرور بہتری ہوگی۔ اور اس معاملہ میں وہ خدا کے امام کی رعایت کا یقین بھی رکھیں تو۔

تنبیہ:۔ جب مومنوں میں مشرکین و کفار کے عزم کی طرح فتور آگیا تو وہ بھی ضرور مغلوب ہوں گے۔ اس حقیقت کو دکھانے کے لئے اُحد کا واقعہ ہوا اور مسلمانوں کا فشل یعنی سستی و بزدلی بھی بڑی نعمت ہے کہ انہیں آئندہ اس مسئلہ کا یقین حاصل ہو گیا۔ اس کی طرف اشارہ ۱۵۲ تا ۱۵۴ میں ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ الخ یہ اشارہ ہے اس فتح کی طرف جو مسلمانوں کو ان کے عزم کی بنا پر نصیب ہوئی تھی۔

حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ میدان حرب میں لشکر اپنے آپ کو ایک شخصیت سمجھے، حکمت حرب میں یہ محقق مسئلہ ہے اگر اس شخصیت میں عزم کی سستی واقع ہو جائے۔ کہ لشکر کا ایک حصہ کچھ خواہش کرے، دوسرا کچھ تو شخصیت واحدہ کا عزم باطل ہو جاتا ہے۔ اور شکست واقع ہونا ضروری ہے جیسے کہ مشرکین پر ہوا۔

ثم صَرَفَكُمْ الخ تم نے ان کی شکست دیکھی اور اس کا طریقہ بھی دیکھا۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ مومنوں نے اس واقعہ کو متعلمین کی طرح دیکھا ہے انہوں نے اپنے گناہ پر اصرار نہیں کیا، ان کی خطا ایسی ہے جیسے طالب حق سے ہوتی ہے جو پہلے تجربہ نہ رکھتا ہو۔ اللہ نے اس کو معاف کیا۔ تھوڑے ایسے بھی تھے جنہوں نے فی الحقیقۃ خطا کی اس کا اشارہ فمنکم من یرید الدنیا میں ہے۔ مگر عدم اصرار کی وجہ سے بچ گئے۔ ۱۵۳۔ اذ تصعدون الخ تنبیہ ہے کہ اللہ نے ان کے ساتھ ڈاکٹر کی طرح معاملہ کیا رفیقانہ معلمانہ ثم انزل علیکم امنۃ میں یہی اشارہ ہے۔

طَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حقیقت میں خطا کی ہے یعنی وہ قتل ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے

يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ مومن تعلیم قرآن کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جو کچھ اس مقام میں جاری ہے وہ حکمت الٰہی کا تقاضا ہے جو کہ ازل میں مقرر ہو چکی ہے۔ اور ہم اس کو بھی اس حکمت کے تابع بناتے ہیں۔ پس ان کے دل سے شرع اور قدر کا معارضہ دور ہو جائے گا۔ بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھیں گے کہ تکلیف بھی تقدیر سے پھٹتی ہے۔

یہ وہ بات ہے جیسے ہم نے تحقیق کے ساتھ حکمت امام ولی اللہ میں سے لیا ہے۔ پس جب کوئی واقعہ صادر ہو تو ہم نے تو یہ معلوم کیا ہے اور مومن بھی پہ جانے کہ اُسے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ تقاضا حکمت الٰہیہ تصور کرے اس کا رد نا ممکن ہے۔ اگر اس کے بعد کوئی یہ کہے کہ اگر ہم یوں کرتے تو ایسا ہو جاتا یہ حکمت الٰہی سے جہالت کا ثبوت ہے

جیسے کہ جاہلیت میں تھا۔ اب تم ایک مومن مرد دیکھتے ہو جس پر واجب ہو گیا کہ وہ صف قتال سے فرار نہ کرے خواہ قتل ہو جائے پس اگر اس واجب کی ادائیگی میں کسی کو غلطی ہے کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت اہم خیال کرے اور قتل ہونے سے بچائے تو یہ اس کی غلطی ہے پھر وہ فلسفے گھڑتے ہیں اور اپنی غلطی کو لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ مسلمانوں کو نفس کی تلبیسات پر متنبہ کیا گیا کہ اس موقعہ پر نفس طرح طرح کے حیلے بتاتا ہے۔ یظنون باللہ غیر الحق میں یہی اشارہ ہے۔ پھر تفصیل بیان کی ھل لنا من الامر شئی یعنی اپنی غلطی چھپانے کے لئے چالیں ڈھونڈتے ہیں قل ان الامر کلہ للہ یعنی یہ تمام جہان اللہ نے جرم بنایا یہ کلمہ صحیح ہے اس میں شک نہیں لیکن ان کی مراد بہانہ بنانے سے اور ہے۔ اس کے بعد خدا نے حکایت کی کہ وہ کہتے ہیں اگر ہمیں کوئی اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے یہ غلط ہے۔ حکمت حرب یہ ہے کہ جب مسلمان کفار کے مقابلہ صف آرا ہو جائیں تو فرار حرام ہے اور وہیں قتل ہونا فرض ہے۔ ان کی یہ تمام تعلیل باطل ہے۔ اگر اس احتیال کی ہم اجازت دیتے تو دنیا میں کوئی جنگ واقع نہ ہوتی اور ضرور قتال بھی نہ ہوتا۔ اس لئے اس مقرر اصول پر کوئی اعتراض نہ کرے اور عذر فرار نہ بنائے۔ اللہ نے ان کی غلطی اسی طرح بیان کی۔

قل لو کنتم فی بیوتکم جب تم یہ دیکھو کہ یہ آدمی یہاں قتل ہو چکا ہے تو تم خود سوچو کہ یہ واقعہ کیا بغیر اسباب کے یونہی ہو گیا؟ ہرگز نہیں حکمت میں یہ محال ہے

حکایت

ایک شخص جو کالج کا فارغ التحصیل تھا نظارۃ المعارف دہلی میں ہمارے پاس قرآن کریم پڑھتا تھا۔ اسے کسی روز اس کا کوئی کالج کے زمانہ کا ہم جماعت ملا جو اُن دنوں حکومت کا ملازم تھا۔ اُس نے حال احوال پوچھے جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ یہ قرآن پڑھتا ہے تو اسے تعجب ہوا اور کہا کیا یہ ممکن ہے کہ کالج کا فارغ شدہ قرآن پڑھے اور کیا مسلمانوں میں کوئی ایسا معلم ہے جو نئی روشنی کے لوگوں کو تعلیم دے سکے اِس نے کہا آؤ اور ہمارا استاذ دیکھو جب وہ میرے پاس آیا تو پہلا سوال اس نے تقدیر کے مسئلہ کے متعلق مجھ سے کیا۔ میں نے کہا میری بات غور سے سنو۔ ابھی ایمان باللہ، شرع اور تقدیر کے متعلق تم تمام عقائد ذہن سے نکال دو اور جو کالج میں تم نے یورپ کی تعلیمات پڑھی ہیں ذہن میں انہیں مستحضر کرو۔ پھر میں نے اُسے کہا کیا تم سلسلہ اسباب، تسلسل علل و معلولات کے قائل نہیں۔ اس نے کہا قائل ہوں۔ میں نے وہاں کی ایک بڑی قلم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ سلسلہ علل کے مدنظر بتاؤ کہ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ قلم اس جگہ موجود نہ ہو۔ اس نے کہا یہ ہرگز ممکن نہیں۔ میں نے کہا اب ایمان باللہ کے متعلق غور کرو۔ اللہ نے علل و معلول کا سلسلہ ایجاد کیا۔ کہ اس قلم کو اس جگہ پر رکھا جائے اور اس کے خلاف

ممکن نہیں۔ یہی تقدیر ہے۔
پس اس نے یقین کیا اور ہمیشہ بوقت فرصت مجھے ملتا رہا۔ اس سے خدا کے اس قول کا معنی بھی ظاہر ہوگیا۔
قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتال، ولیبتلی اللہ یعنی کیا تم اپنے لئے واجب سمجھتے ہو یا نہیں
ولیمحص تمہیں تمہاری غلطیوں پر انذار کرتا ہے تاکہ تم صفائی کرسکو واللہ علیم خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ
شریعت کے مبتدیوں کا ازالۂ شبہ کر رہا ہے۔ یعنی جو شبہ انہیں جہاد سے مانع ہے اس کا ازالہ کر رہا ہے۔
اس طرح یہ شبہ پوری طرح زائل ہوگیا۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ

جو لوگ تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں سو ان کو بھکا دیا

الشَّيْطَٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ

شیطان نے ان کے گناہوں کی شامت سے اور ان کو بخش چکا اللہ اللہ بخشنے

غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا

والا ہے تحمل کرنے والا اے ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے

وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ

اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کو نکلیں ملک میں یا ہوں جہاد میں اگر

كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً

رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ ڈالے اس گمان سے افسوس ان کے

فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾

دلوں میں اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ

اور اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اسکی

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾ وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ

بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے

تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا

اکٹھے ہوگے تم سب سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا انکو اور اگر تو ہوتا تند خو

غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ

سخت دل تو متفرق ہوجاتے تیرے پاس سے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ

وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ

اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ

اللہ کو محبت ہے توکل والوں سے اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا

وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى

اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون ہے جو مدد کر سکے تمہاری اس کے بعد اور اللہ

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۗ

ہی پر بھروسہ چاہیئے مسلمانوں کو اور نبی کا کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ

اور جو کوئی چھپا وے گا وہ لائے گا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے پھر پورا پاوے گا ہر کوئی

مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ

جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ کی مرضی کا برابر ہو

كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾

سکتا ہے اس کے جس نے کمایا غصہ اللہ کا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پہنچا

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾

لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ کرتے ہیں

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ

اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی

مِنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

میں کا پڑھتا ہے ان پر آیتیں اسکی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

انکو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے

مسئلہ: بعض وہ لوگ جو یوم اُحد میں فرار کر گئے تھے۔ ان کے گذشتہ اعمال صالحہ اس غلطی سے زیادہ وزنی تھے۔ لیکن چونکہ وہ منافقین کی صحبت میں آگئے تھے۔ اور منافقین نے شبہ اندازی سے انہیں متاثر کر دیا تھا۔ اس لئے غلطی کر بیٹھے۔ اس لئے ان کی سابقہ قربانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ غلطی معاف کی جاتی ہے۔ مثلاً حضرت عثمان مہاجرین حبشہ میں سے ہیں۔ ان کی سابقہ اسلامی قربانیاں بہت ہیں۔ اس غلطی کے مرتکب ہوئے مگر معاف کی جاتی ہے۔ یہی اشارہ ۱۵۵ ان الذین تولوا میں ہے۔

حاصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ غلطی آئندہ استمرار جہاد سے مانع نہ ہو یہ حکمت اخلاق میں ثابت ہے اور ہیئت والے اسے تسلیم کرتے ہیں کہ تباعد موت کے اسباب تلاش کرنا جہاد سے مانع ہوتا ہے۔

لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ یہ خیال دل سے نکال دے اور یقین کرے کہ موت وقت سے پہلے نہیں آسکتی، بلکہ موت سے فرار کی راہ ڈھونڈھنا تمہیں ہلاک کرے گی۔ اور موت مؤخر نہ ہوگی خواہ وہ قتال میں آئے یا فرار کرے یا گھر میں بیٹھے۔ اگر موت کا وقت ہی نہیں ہوا تو قتال میں بھی نہ آئے گی۔

پس اعمال حسب مختلف وجوہ کے ہیں تو انسان کو چاہیئے کہ وہ زندگی کی غالب مصلحتوں کو دیکھے جو عمل اکثر حالات میں موافق ہے وہ قبول کرے اور جو مخالف ہو رد کرے اگرچہ وہ ہزار مصلحتوں سے مرکب ہو۔ تو مومن کی غالب مصلحت اس وقت یہ ہے کہ مسلمانوں کا غلبہ ہو تو جو اُسے اسکی زندگی کے مقاصد سے روکے اس پر التفات ہرگز نہ کرے۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کے لئے یہی مصلحت ہو۔

اسکی طرف اشارہ ۱۵۶ میں ہے۔ یاایھا الذین امنوا لا تکونوا الخ نیز ۱۵۷، ۱۵۸ میں ولئن قتلتم .... یجمعون کہ موت تمہارا مقصود ہے تحشرون کہ موت تمہارا کوئی نقصان نہیں کر سکتی

(فصل رابع ختم ہوئی)

الفصل الخامس

جب انسان جہاد پر عزم مصمم کرلے تو پھر ڈٹ جائے۔ تو اسے رسول اللہ کی قدر معلوم ہوگی۔ نیز اُسے یہ معلوم ہوگا کہ اس راہ پر چلنا بغیر صحبت نبوی کے ممکن نہیں اس کا اشارہ ۱۵۹ میں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ الخ کہ شکست کے بعد استمرار علی الجہاد بغیر تدبیر و تعلیم نبی کے ممکن نہ تھا۔ اس لئے اللہ کی رحمت قلب نبی میں ظاہر ہوئی اور اس نے ان سے نرمی کا معاملہ کیا۔ ولو کنت فظاً حالات کی رعایت صاحب توفیق کرتے ہیں۔ پس تھوڑی سی غلطی سے بھی جماعت کو نقصان پہنچتا ہے۔ لہذا اللہ نے نبی کو حکم دیا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اس وقت یہ عفو جبلت کا تقاضا ہے وَشَاوِرْهُمْ یہ امر کا صیغہ ہے جو کہ فرضیت کے لئے آیا ہے جو لوگ اس امر کو استحباب و تالیف پر محمول کرتے ہیں۔ وہ حقیقت امر تک نہیں پہنچتے کیوں کہ وہ اجتماعیات سے واقف نہیں اور نفوس کاملین کی توجہ سے واقف نہیں کیا ہی اچھا کیا ہے ایک کامل فن نے کہ جو معارفت میں مشورہ کرے گا وہ مشورہ میں اشتراک نہیں کرے گا۔ غلطی کی بنیاد یہ ہے۔ کہ لوگ اجتماعی نہیں ہیں اور وہ تصور کرتے ہیں کہ نبی بھی اجتماعی نہیں تھا۔ اور وہ اس نبوت کو علی غیر الحکمۃ سمجھتے ہیں۔ جس کا تقاضا آغاز پیدائش سے انسانیت کرتی ہے۔ بلکہ امر کو وہ فقط صدقہ تک محدود سمجھتے ہیں اور اس مطلب کو لغو باتوں سے مخفی کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے نبی کی طاقت سے یہ کیا یعنی اللہ حکم نبی کے تابع ہے جیسے عاشق معشوق کی خواہش کی رعایت ڈھونڈھتا ہے۔ ان کے کلام کا خلاصہ یہی ہوتا ہے۔ یہ فہم نبوت سے بہت دور ہیں اور جو کچھ ہم نے حکمت ولی اللہی سے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ امر بالمشاورۃ اس لئے کہ لوگوں کو نبی کے بعد بھی اقامت امر کی طاقت ہو انہیں یہ تربیت دی جا رہی ہے۔ اور وہ نبی کے بعد بھی یہ سمجھیں کہ گویا نبی ہم میں موجود ہے۔ یہ تربیت بغیر اشتراک تام کے ممکن نہیں۔ میرے شیخ نے مجھے تربیت دی ہے۔ وہ جن باتوں کو جانتا تھا میرے سامنے اس طرح ظاہر کرتا تھا گویا وہ جانتا نہیں۔ اس طرح سے مجھے ان باتوں کے غور و خوض کا ملکہ نصیب ہو گیا۔ وہ مجھے میرے علم و قوت پر معتمد دیکھتا تھا۔ جب میں بیان کرتا تو وہ تصدیق کرتا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بطریق تالیف مصارفت سے حاصل ہو۔ ہمیں معلوم ہے کہ ایسے مفسرین کو حکمۃ شرعیہ ذرا بھی معلوم نہیں۔ اور ہم ان الفاظ کو اس جرأت سے نہ کہتے۔ اگر ہم ابو بکر رازی کی کتاب احکام نہ دیکھتے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے فقہاء و محققین اس مسئلہ کو اسی طرح سمجھتے تھے جیسے کہ آج ہم سمجھتے ہیں فاذا عزمت فتوکل الخ یعنی قانون اجتماعیت کے مطابق جب صحیح عمل کرے تو نتیجہ تیرے ذمہ نہیں جس چیز کا

حکمت تم سے ارادہ ہی نہیں کرتی اس کا گناہ بھی تم پر نہیں، جب تم اتباع حق کرتے ہو تو ہدایت بھی تمہارے
ساتھ لازمی ہے وضاحت آگے ہے۔ ان ینصرکم اللہ کسی مومن کے لئے روا نہیں کہ نبی کو اس کے درجہ سے
کم خیال کرے آپنے فرمایا ہے انما بُعِثتُ معلماً اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کام اس نے ہماری تعلیم کے لئے کیا تو یہ
حکمت و حق ہے مگر اگر کوئی یہ کہے کہ مطلب حاصل کرنا چاہتا ہے جیسا کہ بادشاہ کرتے ہیں تو یہ باطل ہے
اس بات کی نسبت نبی کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ یہ مسئلہ تقسیم اموال کا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ نبی نے اسے عطیہ
دیا کہ وہ مومنین کو نفع پہنچائے اور عطیہ سے زیادہ اسے علم دیا تو یہ امر جائز ہے۔ لیکن جو یہ کہے کہ اقارب
کو مال دیا تاکہ وہ نبی کے گھر لے آئے تو یہ بات نبی کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ اس بات کی تنبیہ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ
اَنْ يَّغُلَّ ۱۶۱ میں ہے۔ اَفَمَنِ اتَّبَعَ ..... وبئس المصیر ۱۶۲ میں نبی جیسے علم دیتا ہے ویسے ہی مال بھی دیتا
ہے۔ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ مومنین کے حسب معرفت مختلف درجات ہیں جتنی معرفت بالنبی ہوتی ہے اتنا
ہی درجہ ہوتا ہے۔ اور نبی کو پورے طور سے سمجھنا یہ ہی ہے کہ وہ مہربان نیک استاذ ہے انسان جس چیز
کا مقتضی و محتاج ہے اس کی وہ تعلیم دیتا ہے۔ خدا کی طرف سے نبی احسان ہے۔ اس کی طرف اشارہ
لقد من اللہ میں ہے، فصل خامس ختم شد،

فصل سادس من الفصل السادس

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ
کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس سے دوچند تو کہتے ہو یہ کہاں سے آئی

قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾
تو کہہ دے یہ تکلیف تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اور جو کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے اور اس واسطے کہ معلوم کرے

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ښ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم کرے ان کو جو منافق تھے۔ اور کہا گیا ان کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں

أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ

یا دفع کرو دشمن کو بولے اگر ہم کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ رہیں وہ لوگ اس دن کفر کے

أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ

قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ان کے دل میں

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٦﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا

اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ

لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن

رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے تو کہہ دے اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت کو اگر

كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٧﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

تم سچے ہو اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں

أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٨﴾ فَرِحِينَ بِمَا

مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو

آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا

دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے

بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٦٩﴾

ان کے پاس ان کے پیچھے سے اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

خوش وقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا

الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧٠﴾ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا

مزدوری ایمان والوں کی جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ

أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ

پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار ان کو ثواب

عَظِيمٌ ﴿۱۷۲﴾ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ

زبردست ہے — جن کو کہا لوگوں نے کہ مکہ والے — آدمیوں نے جمع کیا ہے

جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا

سامان تم — مقابلہ کو — سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور بولے کافی ہے ہم کو

اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ

اللہ — اور کیا خوب کارساز ہے — پھر چلے آئے مسلمان — اللہ کے — احسان اور فضل کے ساتھ

لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ ۙ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ

کچھ نہ پہنچی ان کو برائی — اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے — اور اللہ کا — فضل کے ساتھ

عَظِيمٍ ﴿۱۷۴﴾ إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ

بڑا ہے — یہ جو ہے سو — شیطان ہے کہ ڈراتا ہے — اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو

وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۷۵﴾

اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو

مومنوں سے غلطیاں یا تو سوء فہم یا قصور عمل یا نقصان فی الرفقا کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ یہ تمام جائز اور ممکن ہیں۔ مگر ان کی اصلاح ضرور چاہیئے لیکن ان باتوں میں سے کسی کو نبی کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں۔ لَمَّا أَصَابَتْكُمْ میں یہی اشارہ ہے۔ مسلمانوں نے بدر میں قیدیوں کو پکڑا اور قتل کیا پھر مشرکین اُحد میں بڑھ گئے پس مجموعی نظر سے مسلمان کامیاب ہیں کیوں کہ مشرکین کسی مسلمان کو اسیر نہیں بنا سکے۔ تو مسلمانوں کا معاملہ نبی کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسلمان باعتبار مجموعی کامیاب ہیں۔ اور تدبیر امیر کی خامی کلیات کے لحاظ سے شمار کی جاتی ہے۔ جزئیات میں شمار نہیں کی جاتی۔ لہٰذا جزئی نقصان کا واقع ہونے سے امام کے کمال تدبیر میں مؤثر نہیں ہوتا۔ لیکن تم یہ مسؤلیت بھی نبی کی طرف منسوب کرتے ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَقُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا یہ بات نبی کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے۔ قُلْ هُوَ الخ اور جملہ قُلْ هُوَ الخ کی تفسیر بعد کی دو آیتوں میں ہے ۱۶۷، ۱۶۸ میں اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جزئی نقصان مخصوص اسباب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور امام امیر صرف امور کلیہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس سے یہ فرق معلوم ہوگیا کہ کن باتوں کو نبی کی طرف منسوب

کیا جا سکتا ہے اور کن باتوں کو نہیں۔ وَمَا اَصَابَکُمْ ...... اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ جو نسبت نبی کی طرف کی جا رہی ہے
یہ نقصانِ جزئی ہے اور منافقین کی جانب سے ہوتی ہے۔ جن مومنوں کو حقیقت امر معلوم نہ تھی انہوں نے منافقون
کی اتباع کی۔ پس یہ شبہ مومنوں سے دلوں سے زائل کر دیا گیا۔ کہ جب انہیں کہا گیا۔ آؤ قتال کرو تو انہوں نے امرِ نبی
کی مخالفت کی۔ پس یہ نقصان اس مخالفت کی وجہ سے ہوا اس لئے کسی کے لئے روا نہیں کہ وہ منافق کی اطاعت
کرے۔ اس نقصان سے بھی فوائد معلوم ہوئے۔ لیعنی تجربہ ہوا اور مومنوں کے درجات میں امتیاز معلوم ہو گیا
فصل سادس ختم شد

فصل سابع من فصل السادس

۱۶۹، ۱۷۹) مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہوا جو جماعت مر گئی وہ شہید ہیں آخرت کے درجات میں فائز ہیں
وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اس کی طرف اشارہ ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱ میں ہے ولا تحسبن الذین جماعت کو
جو تکلیف و شکست حاصل ہوئی۔ اس میں بھی مسلمانوں کے لئے نفع ہے اکہ وہ کفار کا پیچھا کریں گے۔ زیادہ جوش
میں آئیں گے۔ یہ ایسی منزل ہے کہ شکست کے بعد انسان کو یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ آپس میں جمع ہوں اور اجتماع
کریں۔ یہ مسلمانوں کے صحیح نظام کی پہلی دلیل ہے۔ پھر اس اجتماع کے بعد قائم ہو گئے ڈٹ گئے۔ حالاں کہ ان
پر زخم ہیں، مصائب ہیں اور غالبوں سے بدلہ لینے کے لئے تُل گئے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی قریش کی فتح ہے
اس نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۱۲۸ تا ۱۸۵ الذین استجابوا الخ واقعہ مشہور ہے کہ تھوڑا سا نقصان
حاصل ہوا۔ منافقوں کی جماعت جدا ہو گئی اور لوٹ گئی۔ لیکن یہ بھی مسلمانوں کے لئے نافع ہے۔ جیسے کہ اشارہ
ہے ۱۷۶ میں

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ
اور غم میں نہ ڈالیں تجھ کو وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ دے آخرت میں اور ان کے لئے عذاب ہے

عَظِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ
بڑا جنہوں نے مول لیا کفر کو ایمان کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا

شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِىْ
کچھ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک اور یہ نہ سمجھیں کافر کہ ہم جو مہلت دیتے ہیں

لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ

ان کو کچھ بھلا ہے ان کے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں ان کو تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں اور ان کے لئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٧٨﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ

عذاب ہے خوار کرنے والا اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں کو اس حالت پر جس پر

اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

تم ہو جب تک جدا نہ کردے ناپاک کو پاک سے اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ

خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس کو

يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ

چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو

اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٩﴾

بڑا ثواب ہے۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الخ اگرچہ منافقوں کے حال کا بیان ہے۔ مگر
مؤمنوں کے لئے یہ بیان بھی نافع ہے جب کہ اس سے پہلے اُحد کے منافع حاصل ہو چکے ہیں اور ثابت ہو گیا
ہے کہ ان کی تعلیم وتربیت صحیح ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ نبی کی اتباع کرتے ہیں اگرچہ وہ انجام نہیں جانتے۔ کیونکہ
نبی بھی اپنی ذات کے لئے عمل نہیں کرتا اسے بھی خدا حکم دیتا ہے، اور وہ اللہ کی وحی اور حکمت کا امین ہے
اللہ کی حکمت بعض دفعہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مستقبل پر تمہیں اطلاع نہ دے۔ پس لازم ہے کہ تم
نبی کی اتباع کرو خواہ انجام کار نہ جانتے ہو۔ اس کا ذکر آخر آیۃ میں کیا گیا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ
یعنی اس میں بھی تمہارا نقصان تھا۔ یعنی افشا میں بھی نقصان تھا کہ اس طرح دشمن کو حکمت عمل معلوم
ہو جاتی اور وہ اس حکمت کی رد کی کوشش کرتا اور تمہیں ضرر پہنچتا البتہ نبی یا خواص اصحاب کا اس مستقبل
پر مطلع ہونا مضر نہیں اس لئے اللہ ان کو اطلاع دیتا ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ الخ اگرچہ نبی ایک ہے،

لیکن اس کے خواص اصحاب جو سابقین اولین مہاجرین وانصار تمام کے تمام اس کی حکمت نبوت میں شریک ہیں کے حکم میں ہیں۔ قرآن کریم پر نبی کی جماعت اور اس کے خواص اصحاب عامل ہیں۔ جو مہاجرین اور انصار میں سے سابقین ہیں۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ، رُسُلِہٖ سے مراد نبی اور وہ جماعت مرکزیہ ہے جو اس کے بعد قائم مقام ہے۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ تک یعنی خلافت دنیا میں حاصل ہوگی اور جنت آخرت میں اور اس کے بعد خطیرۃ القدس میں تمکن نصیب ہوگا۔

(۱۲۰) اس پر فصل خامس ختم ہوئی۔ یہ اس بات کی تفصیل ہے کہ اہل کتاب سے جُدا رہنا چاہیئے کیونکہ وہ حزب مشرکین میں مشرک ہیں اور مؤمنوں کے خلاف ہیں۔

فصل سادس ۱۲۱ سے ۱۷۹ تک

۱۷۹ تک ارتقار کی یقین ہے اور اجتماع سے نقائص کو دور کرنا ہے بنا بر تبصرہ غزوہ اُحد، کہ اس میں جو غلطیاں واقع ہوئیں۔

الفصل السابع

۱۸۰ سے ۱۸۸ تک باب پنجم میں اس بات کی تفصیل تھی کہ اہل کتاب سے قطع تعلقات کرنے چاہئیں، اہل کتاب سے مراد یہود تھے۔ اگرچہ اس سورت میں بحث نصاریٰ کے ساتھ ہے کیونکہ نصاری کی حکومت میں امامت دینیہ یہود سے سلب نہیں ہوتی تھی۔ اور ملت مسیحیہ میں امامت نہیں آئی تھی۔ پس جو عادات یہود میں جڑ پکڑ چکی تھیں ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اس لئے اہل کتاب سے میل جول کی ممانعت کی گئی۔ یہ فصل خامس کے متعلق ہے فصل سابع میں یہود کے فساد کی بنیاد بیان کی گئی ہے۔ حکومت یہود سے سلب کرلی گئی اور نصاری دنیا میں تورات کے نام سے حکومت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اصلاح مسیح بھی قبول کرچکے ہیں۔ لیکن یہود تو نصاری کا حکم تسلیم نہیں کرتے اور تحصیل حکومت کی کوشش کررہے ہیں اور وہ باوجود اپنی سُستی در ترقی کے اپنے انکار پر منجمد ہیں۔ یہ وہ مرض ہے جس کے متعلق فصل سابع میں تنبیہ کی جائے گی۔ حکمار اسلام نے حکمت الٰہیہ کے متعلق انتہائی ممکن حد تک بحث کی ہے اور ریاضیات میں بھی مشغول ہوئے۔ مگر الہیات سے کم اور طبعیات میں ریاضیات سے بھی کم مشغول ہوئے۔ طبعیات میں فن طب کے ذریعہ اکثر مشتغل ہوئے اور کیمسٹری میں اس سے کم مشتغل ہوئے۔ لیکن حکمت عملیہ ان کی آخری مبحث ہے۔ اخلاق میں الٰہیات کے ضمن میں مشغول ہوئے

اور تصوف میں ان کی بلند پایہ تصانیف ہیں۔ لیکن اخلاق من حیث الاجتماعیۃ میں ان کا خط یعنی حصہ بہت ہی تھوڑا ہے۔ اور جو اصول اجتماعیات کے لئے اسلام کے بعد یورپ کی ترقی میں منقح کئے گئے۔ اس کی طرف ایک یا دو آدمی متوجہ ہوئے۔ پس ان اصول سے ایک امپریلزم ہے اس کے مفاسد پر اور اس کے احتیاج بغرض تحصیل فوائد پر امام ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متنبہ کیا ہے۔ ان میں ایک سرمایہ داری بھی ہے جو امپریلزم کا مقدمہ ہے اس پر بھی امپریلزم کی طرح امام صاحب نے متنبہ کیا ہے۔ ہمارے زمانہ میں انسانیت کے دماغ میں ان دو اصلوں کی مرکزیت جم چکی ہے۔ تمام انقلابات اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اصول بھی قرآن کی تعلیمات میں مضمر ہیں۔ اس لئے کہ یہ اصول اجتماعیت انسانیت کی بنیاد ہیں۔ امام ولی اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اسلام اجتماعیۃ عالمیہ میں ان دونوں اصولوں کو منہدم کرنے کی ٹھانتا ہے۔

اس فصل سابع میں فقط سرمایہ داری پر تنبیہ ہے۔ جو کہ یہود کے پاس امپریلزم کے بعد باقی رہ گئی تھی یعنی اصول اجتماعیۃ سرمایہ دارانہ بادشاہانہ اور جس فصل کا بیان ہم آخر میں لائے اس میں شکست مسلمین در اُحد کا ذکر ہے۔ ان کی غلطیوں پر تنبیہات ہیں تاکہ وہ دوبارہ غلطیاں نہ کریں۔ وہ نصاریٰ حکام پر جب ہی غالب آئیں گے جب وہ اپنے نقائص دور کریں گے۔ جو کہ ان سے اُحد میں واقع ہوئیں۔ کیوں کہ کامیاب اور فتح مند نہ ہونے کی صورت میں وہ سرمایہ داری کی طرف میلان کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمام عیوب جو فصل سابع میں ہیں ان کا مدار و محور سرمایہ داری سے روکنے پر ہے۔ یہی فصل سابع کا مقصد ہے۔ **تنبیہ** ہم افسوس سے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مفسرین نے اخلاق انسانی کی اس خرابی پر توجہ نہیں کی۔ انہوں نے چند مباحث قرآنیہ قائم کئے۔ حالانکہ یہ بحث تمام مباحث میں اہم ہے اور قرآن میں بار بار یہ بحث آتی ہے۔ اور مختلف انداز سے آئی ہے۔ ہماری مراد اس سے ذکر اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بہت مقامات پر اس بحث کا ذکر کیا ہے۔ اور اجتماعی انسان مفسرین کی ان مباحث پر کما حقہ التفات نہیں کرتے۔ ذکر اللہ کی مباحث پر التفات سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ رہبانیت کی دعوت ہے۔ حالانکہ قرآن رہبانیت کی صراحۃ نفی کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ بات اس طرح پیدا ہوئی کہ انہوں نے اخلاق کے قاعدہ عظیمہ کو متحقق

نہیں دیکھا۔ وہ بیماری سرمایہ داری ہے جس کا علاج سوائے انہماک ذکراللہ کے اور کوئی نہیں۔ ذکراللہ سرمایہ داری کی مرض کی دوا ہے۔ اگر مفسرین اس حکمت پر خبردار ہو جاتے تو ان ضروری قرآنی مباحث کو مہمل نہ چھوڑتے۔ تنبیہ ختم شد۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے اُن کو دی اپنے فضل سے

هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ

کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ یہ بہت بُرا ہے اُن کے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا ان کے گلوں میں وہ مال

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا

جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن اور اللہ وارث ہے آسمان اور زمین کا اور اللہ جو

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ۱۸۰ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

کرتے ہو سو جانتا ہے بیشک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ

فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ

فقیر ہے اور ہم مال دار اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے

بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ۱۸۱ ذٰلِكَ بِمَا

انبیاء کے ناحق اور کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ کا یہ بدلہ اس کا ہے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ ۱۸۲

جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر

یہ سخت تہدید یعنی ڈانٹ ہے۔ مناسب ہے کہ اس آیت کے ہر حرف پر توجہ کی جائے۔ اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے دیا یعنی اشیاء ضروریہ ہم اپنی حاجات جانتے پہچانتے ہیں۔ پس مقصد یہ تھا کہ ہماری ضروریات سے جو زائد بچ جائے وہ ہم اپنے عزیز ضرورت مندوں میں تقسیم کردیں یعنی ذوی القربیٰ پر اس سے ہمارے اور ان کے اخلاق درست ہوں گے۔ اور اجتماعیت ایک چھوٹی صورت پر قائم ہو جائے گی۔ جو اللہ پر اعتماد

کرے گی۔ لیکن جن لوگوں نے اپنی فالتو ضروریات سے بخل کیا اور محبت کا رشتہ کاٹ دیا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کا حکم دیا تھا وہ بخیل ہیں۔ ان کی بیماری کی بنیاد کا نام ہم سرمایہ داری رکھتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ داری ان کے لئے خیر (بہتر) ہے۔ حالانکہ وہ ان کے لئے شر (بری) ہے بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ لَا تَحْسَبَنَّ سخت تاکید کا لفظ ہے۔ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جو اخلاق انہیں اس بخل کے ذریعے حاصل ہوئے انہیں کا وہ طوق پہنائے جائیں گے۔ وہ بخل ان پر طوق ہوگا۔ یہ تمام اخلاق بگڑنے کے بعد مثالی صورت میں آجائیں گے وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ یعنی جن اشیا سے لوگ بخل کرتے ہیں ان کو ایک بھی نہیں اٹھا سکے گا تمام کو اللہ کے لئے چھوڑ جائیں گے۔ اور ان کے ساتھ صرف ان کے فاسد اخلاق جائیں گے واللہ تا بما تعملون خبیر (۱۸۰) بعض یہودی کہتے تھے کہ کتب اللہ ہم پر انفاق ضروری کرتی ہیں گویا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں اور جس کی اسے حاجت ہوتی ہے۔ ہم دیتے ہیں۔ ان کے فاسد عقلوں کو ذرا دیکھو۔

یہ سامان جس کا استغناء وہ پیش کر رہے ہیں کیا اسے ایجاد بھی انہوں نے کیا تھا۔ ؟ اور کیا جس ہستی نے اس سر و سامان کو ایجاد کیا ہے وہی فقیر ہے ؟ کیا وہ اس طرح کی غیر متناہی اشیاء اور نہیں پیدا کر سکتا ؟ اس نے تو انفاق تم پر اس لئے ضروری کیا ہے کہ وہ اجتماع انسانیہ کی حکمت ہے۔ یہ نتیجہ ہے سرمایہ داری کی خباثت کا کہ انسان دیوانہ بن جاتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ذکر کیا ہے اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا) وہ اپنی خرابی عقل کے باعث حلال و حرام میں تمیز نہیں کر سکتے حکمت اجتماعیت میں یہ بات ہے کہ حلال و حرام لوگوں کے اپنے منافع و نقصانات کے لئے ہیں جو انہیں حیات اجتماعیہ میں پیش آتے ہیں۔ ان منافع و نقصانات میں سے کوئی چیز اللہ کے حق میں اثر انداز نہیں ہوتی۔ اور یہ مفقود العقل لوگ بیع کو جو تقویم اجتماعیت کا ذریعہ ہے۔ ربا یعنی سود کی طرح سمجھ رہے ہیں وہ سود جو اجتماع کا بدترین دشمن اور مفسد ہے۔ غرضیکہ وہ حلال و حرام میں تمیز ہی نہیں کر سکتے۔ سرمایہ داری کا یہ اثر ہوتا ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ . . . . . بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۱۸۲) سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا ان کے اخلاق کو ان کا یہ قول ثابت کریگا جو چیز وجود کے سلسلوں میں چند اسباب و علل کے ذریعہ واقع ہوتی ہے۔ اور پھر حکمت اسباب کے تحت معدوم ہو جاتی ہے وہ دراصل ایک جہان میں محفوظ ہو جاتی ہے۔ جہاں تمام کائنات کا محافظ ہوتا ہے۔ اس عالم حافظ سے وہ لوگ غافل ہیں جو حکمت کے

فن میں ناقص ہیں۔ لہٰذا وہ بہت سی باتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور حکمت الٰہیہ تامہ اس تک کامل نہیں ہوتی
جب تک کہ اس عالم کا وجود مستقل طور پر اس کے سر پر قائم نہ مانا جائے۔ کیا جس شخص کا حافظہ نہ ہو وہ اپنے کاموں
میں حکیم یعنی دانا ہوگا ؟ تمام حکماء عظام نے اس مسئلہ میں اتفاق کیا ہے اور ثابت کیا ہے۔ خواہ وہ اشراقی ہوں یا
مشائی ہوں۔ ان کا اختلاف اس مسئلہ میں نہیں۔ اور ان کا اختلاف تو صرف تعبیرات میں ہے۔ یہ حکیم نما جاہل
اس عالم کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا کہ وہ قول محفوظ ہوگا
عالم محافظ میں۔ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ یہ بھی اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ یہ فعل شنیع بھی یعنی قتل انبیاء
سرمایہ داری کے آثار میں سے ہے

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ
وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ کہ یقین نہ کریں کسی رسول کا جب تک

يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن
نہ لائے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ تو کہہ تم میں آچکے کتنے رسول مجھ سے

قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ
پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے اگر تم

صَادِقِينَ ﴿۱۸۳﴾ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ
سچے ہو پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلا دیں تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول

جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ
جو لائے نشانیاں اور صحیفے اور کتاب روشن ہر جی کو

ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن
چکھنی ہے موت اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت کے دن پھر جو کوئی

زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ
دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی

الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ

دُنیا کی مگر پونجی دھوکے کی البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں اور جانوں میں

وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا

اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بدگوئی بہت اور اگر تم

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ

صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں اور جب اللہ نے

مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ

عہد لیا کتاب والوں سے کہ اس کو پورا بیان کرو گے لوگوں سے اور نہ چھپاؤ گے

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا

پھر پھینک دیا اُنہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول

فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ

سو کیا بُرا ہے جو خریدتے ہیں تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے

اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ

کیے پر اور تعریف چاہتے ہیں بن کیے پر سو مت سمجھ ان کو

بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾

کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک

مسئلہ یہودی اس دین کے قبول کرنے سے بہانے پیش کرتے ہیں اسی طرح پہلے نصرانیت قبول کرنے سے بھی بہانے پیش کرتے تھے۔ اور اپنے بہانے شرعی رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن ان کی اصلی بیماری حُبّ مال اور حبِ سرمایہ داری ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے ۱۸۳ میں۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا .... صادقین۔ ہم نے اپنے ملک میں سرمایہ داری کا تجربہ کیا ہے کہ وہاں کے ہندو سرمایہ داروں کے ایک حصّہ کو بنیا کہا جاتا ہے۔ یمن میں ان کا نام بانیہ ہے۔ وہ یمن میں بھی موجود ہیں۔ ایک دوسری قسم ہے جسے مارواڑی ہاناں کہا جاتا ہے۔ ان دونوں گروہوں نے عام غریب لوگوں کی کمائیاں کھائی ہیں

اور ان کے دل میں کوئی محبت نہیں۔ نہ یہ اپنی اولاد سے نہ اپنے آبا ر اور ماؤں سے محبت رکھتے ہیں۔ نہ بیویوں سے انہیں محبت ہے۔ البتہ اس صورت میں ان سے محبت ہوتی ہے۔ اگر انہیں کوئی مالی فائدہ پہنچے ہمیں ان کا تجربہ تھا اور اس بات سے دکھ ہوتا تھا۔ لیکن تحقیق سے اصول حکمت میں ان باتوں کا منشا و منبع نہیں سمجھتے تھے۔ پر ہم نے یورپ کے پراپیگنڈوں میں پہلی بار پڑھا پھر ہم نے ان کے حکمار کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان کی باتوں کو امام ولی اللہ کے کلام سے ملتا جلتا پایا۔ پھر ہم امام صاحب کی حکمت سے متنبہ ہوئے۔ اس کے بعد اب دعوت قرآنیہ کی تنظیم پر قادر ہیں۔ اور اجتماعیت انسانیہ عالمیہ کے لئے دعوت دے سکتے ہیں یہ ایک اتنا بڑا البسیط مسئلہ ہے جس کی طرف ہم لوگ متوجہ نہیں ہوتے۔ اور اس ایک مسئلہ نے ہمارے تمام علوم کو برباد کر دیا ہے۔ ہم معانی حکمت سمجھنے اور ادراک پر قادر نہیں ہوئے جب تک ہم سطحی رہے اہل حکمت کے مانند چند کلمات کہتے رہے لیکن جب اجتماعیت کے ان اصول سے ہم واقف ہو چکے ہیں تو ہم نے اپنے ائمہ کے کلمات پر بصیرت حاصل کر لی ہے۔ اور خوب سمجھتے ہیں۔ پس جو آثار اہل کتاب سرمایہ داری کے مسلمانوں میں آچکے ہیں۔ کیوں کہ وہ آپس میں ملتے جلتے ہیں اور دعوت الی الحنیفیۃ میں مشترک ہیں ان سے مسلمانوں کو بیدار و خبردار کیا گیا ہے۔ اور ان کے نقصانات سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ اس فصل کا تتمہ ہے،

مسئلہ:۔ یہود سخت طرح سے نبی علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہ سب باتیں سرمایہ داری کی وجہ سے ہیں۔ جب نبی سرمایہ داری کے خلاف کوشش چھوڑ دے گا۔ تو وہ اسکے گرد جمع ہو جائیں گے اس لئے تلقین کی گئی کہ ان کی تکذیب کے باوجود بھی نبی ضرور صبر کرے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۸۴ اور ۱۸۵ میں فَاِنْ كَذَّبُوْكَ تا

مسئلہ:۔ یہود کی طرف سے عام مسلمانوں کے لئے مالی اور جانی امتحانات آئیں گے۔ اور وہ مسلمانوں کو بہت ایذا دیں گے۔ یہ سب اس لئے کہ مسلمان سرمایہ داری ختم کرنے کے لئے ثابت قدم ہو چکے ہیں۔ پس جب وہ سرمایہ داری کے خاتمہ سے دستبردار ہوں گے۔ تو ان سے وہ مصائب اٹھ جائیں گے۔ اس لئے دعوت قرآنی کے قیام کے لئے صبر و استقامت کی ضرورت ہے ۱۸۵ میں اشارہ ہے لَتُبْلَوُنَّ ۔۔۔۔ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

مسئلہ :۔ نبی اور مومن ان یہودیوں سے ایذا پانے میں برابر ہیں ۔ان کا ایذا دینے کا مقصد یہ ہے
کہ وہ تمہیں کتاب اللہ بیان کرنے سے روکتے ہیں کیونکہ اشاعت قرآن اور اس کے مقاصد انہیں ضرر دیتے
ہیں۔ اسلئے وہ اپنی تدابیر سے کتمان حق پر مجبور کرتے ہیں حیاۃ دنیا سے محبت کا یہ نتیجہ ہے ۔ انہیں جو حکم
دیا گیا تھا وہ ترک کر چکے ہیں ۔ ان کی عذاب الیم سے نجات نہیں ۔ دنیا و آخرت میں عذاب ہے ۔ ان کی کوشش
یہ ہے کہ وہ تمہیں ایذا دے کر اور تکذیب نبی کر کے تمہیں اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں ۔ اس کی طرف
اشارہ ۱۸۷ اور ۱۸۸ آیت میں ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۱۸۹

اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ

بیشک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا

لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝۱۹۰ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ

اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور

قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ

بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور فکر کرتے ہیں آسمان اور

الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا

زمین کی پیدائش میں کہتے ہیں اے رب ہمارے تونے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہم کو بچا

عَذَابَ النَّارِ ۝۱۹۱ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ

دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے جس کو تونے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کردیا

وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۱۹۲ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا

اور نہیں کوئی گنہ گاروں کا مددگار اے رب ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا

یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر سو ہم ایمان لے آئے اے رب ہمارے اب بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا

گناہ ہمارے اور دور کردے ہم سے برائیاں ہماری اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کیساتھ اے رب ہمارے اور دے ہم کو

مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ

جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطے سے اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن بیشک تو

لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

وعدہ کے خلاف نہیں کرتا

پھر فصل سادس کی آخری آیات میں تنبیہ ہے یہ کہ مسلمان ان کے مثل مت بنیں کتم حق اور عدم پر تعریف پسندی کے معاملہ میں۔ پس سرمایہ داری جب امامت دینیہ کے ساتھ جمع ہوجاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کتاب اللہ کی پابندی کے بغیر اموال جمع کرنے میں مشغول ہوجاتے اور کتاب اللہ چھپاتے ہیں اور اسے پس پست ڈال دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قانون ارتقا تمسک بالکتاب نہیں۔ بلکہ سرمایہ داروں کے استنباطات یعنی زیادہ فائدے جمع کرنے کے اصول و طریقے ہوتے ہیں۔ اور ساتھ وہ امامت دینیہ کی محافظت بھی کرتے رہتے ہیں۔ امامت دینیہ کا ذرا ابھرا نہیں علم نہیں ہوتا۔ لیکن وہ خواہشمند ہوتے ہیں کہ ان کو دینی القاب ملیں۔ یعنی خلیفہ امیر المومنین، مجاہد، محدث، فقیہ، زاہد، ولی اور اسی طرح کے القاب وہ چاہتے ہیں۔ القاب باقی رہ جاتے ہیں اور عمل کتاب اللہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اور القاب صرف القافات کو باقی رکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔ ایمان اور اسلام میں وہ ان کے مثل نہیں ہوتے۔ پس فصل ثامن ان امور کے بیان میں ہے جو سرمایہ داری سے مسلمانوں کا بچنا لازم کردیتے ہیں۔ اور یہ فصل ۱۸۹ سے آخر سورۃ تک ہے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسمیں اشارہ ہے کہ اتباع کتاب انسان کو خسران و نقصان میں نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی ترقی کا کفیل ہوتا ہے۔ کیونکہ آسمان اور زمین صرف اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ اس بات پر قادر ہے کہ اپنی کتاب کے متبع کو مفلح بنائے۔ اور اس یقین سے انسان کتاب کو مضبوطی سے پکڑتا ہے۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ الخ لوگوں میں ایک طبقہ اولی الالباب کا ہے۔ ان کی عقلیں سلیم ہیں وہ اپنے متقدمین کے افکار سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اپنے زمانہ کے حالات کے مطابق افکار کا استخراج کرتے ہیں اور اپنا مستقبل خود بناتے ہیں۔ یہی اولی الالباب ہیں۔ یہ خلق سموات و ارض اور اختلاف لیل و نہار سے استفادہ کرتے ہیں اور

مناسب ارتفاقات کا استنباط کرتے ہیں جسکی شرح ہم نے سورۂ بقرہ میں کی ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ یہ اولی الالباب ہیں ارتفاقات سے استفادہ کرتے۔ اور ذکر الٰہی پر قیام وقعود اور پہلو میں رہ کر مداومت کرتے ہیں۔ اگر یہ ایسا نہ کریں تو یہ استنباط انہیں سرمایہ داری کی مفسدِ انسانیت خرافات تک پہنچا دے۔ وَیَتَفَکَّرُوْنَ جب وہ غور وفکر کریں کہ خلق سمٰوات وارض میں حکمت یہ ہے کہ انسانیت نفع اٹھائے۔ اور ترقی کرے اور مرکز انسانیت یعنی حظیرۃ القدس کی طرف رجوع کرے اور اس راستہ سے جنت تک جائے۔ اور حظیرۃ القدس سے دور رکھنے والی چیزوں یعنی نار سے اجتناب کرے۔ سمٰوات وارض کی پیدائش میں ایک بار فکر کریں اور دوسری بار انسانیت میں تفکر کریں۔ اور ایک دوسرے کا اتصال کریں۔ پس اگر انسانیت میں فساد چلنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خلق سموات وارض کی حکمت میں بطلان واقع ہوگیا ہے۔ یہ سرمایہ داری جو ارتفاقی الارتفاقات کا نتیجہ ہے جب ذکر الٰہی میں خلل انداز ہو اور حظیرۃ القدس کی طرف توجہ کرنے سے بھی مخل ہو تو انسانیت فاسد ہو جاتی ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۱۹۲ سے ۱۹۴ تک ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ۱۹۴ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا الخ یعنی ہم نے ایک آدمی کو ایمان کی منذر دیتے ہوئے سنا تو ہمارے دلوں نے اس کی سچائی کی شہادت دی۔ کیوں کہ وہ ذکر الٰہی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور اجتماعیت انسانیہ میں تفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ساری بات ہمارے فکر کے موافق ہے۔ جس کی ہماری عقلوں نے گواہی دی۔ ہم نے اس کا اتباع کیا۔ بعض ایسی چیزوں کا اس نے ہمیں پتہ دیا ہے کہ ہم ان کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم تصدیق کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے طلب کرتے ہیں کہ تو ہمارا وعدہ پورا کر۔ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اس کے بعد ۱۸۵ میں وہ وعدے آئیں گے۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ

پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں

ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ

سے مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور

أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا

نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

البتہ دور کردوں گا میں اُن سے بُرائیاں اُن کی اور داخل کردوں گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ

بہتی ہیں نہریں یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے ہاں ہے

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي

اچھا بدلہ تجھ کو دھوکہ نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا

الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ

شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت برا

الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لئے باغ ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا

نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے اُن میں مہمانی ہے اللہ کے ہاں سے اور جو

عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ

اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کیواسطے اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو

يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو اُترا تمہاری طرف اور جو اترا ان کی طرف عاجزی کرتے

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾

مزدوری ہے ان کے رب کے ہاں بیشک اللہ جلد لیتا ہے حساب

یہ ثواب کی قسم ہے اور حسن ثواب غیر متناہی ہے۔ اور یہ ثواب نتیجہ اعمال ہے یہی وعدہ ہے کہ تم اس طرح کرو۔ اور نتیجہ اس طرح ملے گا۔ جو اعمال ان پر واجب تھے وہ یہ ہیں وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَقُتِلُوۡا نتیجہ یہ ہے لَاُکَفِّرَنَّ الخ وہ اس منادی پر ایمان لانے کے بعد اس کے احکام قبول کر چکے ہیں۔ اور اس کے نتیجہ کی امید رکھتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ فَاسۡتَجَابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ ۱۹۵ کے آغاز میں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اِنِّیۡ لَاۤ اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ پس جنت لازم ہے جمع کرنے کے لئے یعنی حکومت دنیا میں اس کے لئے ہے جو آخر فتوحات تک سالم رہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے حکم فی الدنیا کا ۱۹۶ تا ۱۹۸ میں لَا یَغُرَّنَّکَ ..... وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ یہ روم ہیں اور ان کے ساتھ فارسی ہیں۔ مَتَاعٌ قَلِیۡلٌ عنقریب مغلوب ہوں گے۔ یہ ملک بھی مومنین کے ہاتھ میں آئیگا۔ لٰکِنِ الَّذِیۡنَ مجاہدین سب ایک جماعت ہیں اور تمام مستحق جنت ہیں۔ شیخ عبدالرحیم سے ہم نے یہ استفادہ کیا ہے کہ نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ کی مراد یہ ہے کہ جنات النعیم کا مقدمہ ہے وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَیۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جن انعامات کا آج ذکر بھی ممکن نہیں وہ عظیم الشان انعامات ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مسلمان صرف ارتفاقات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ ذکر الٰہی اور اصلاح اجتماعیت انسانیہ کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ تینوں مقاصد کے لئے جامع نظام جب کسی نبی سے پایا جائے تو وہ اس کی اتباع کرتے ہیں پس حاصل ہوگا۔ انہیں دنیا اور آخرت میں جنت اور حظیرۃ القدس میں تمکن۔ ان تمام باتوں میں کامیابی تب بھی ممکن ہے جبکہ وہ سرمایہ داری کو ختم کریں۔ اور روئے زمین سے جہاد و قتال کے بعد اس کی جڑ اکھیڑ دیں۔ اس کے بعد آیت ۱۹۹ میں تنبیہ ہے کہ مسلمان اپنی اجتماعی شخصیت پر دھوکہ نہ کھائیں بلکہ دوسری اقوام سے بھی اتفاق کریں اگر وہ ان کے نظام پر کار بند ہو جائیں وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡکِتٰبِ۔

تنبیہ: دوسری قوموں کی فضیلت سے اہل علم متنبہ نہیں، ان کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ دوسری قومیں جب ہماری تصدیق کر کے ہماری جماعت میں شامل ہو جائیں تو ہم ان سے افضل ٹھہرے یہ ایک وجہ سے تو درست ہے لیکن ایک وجہ سے دوسری قومیں افضل ہیں۔ جیسے کہ صحاح ستہ میں حدیث ہے۔ جو شخص اپنے نبی اور ہمارے نبی پر ایمان لے آئے اس کے دو ثواب ہیں۔ نحوہ ایمان لانے والے اہل کتاب ہوں یا وہ دوسری قوموں کے کہ وہ اصلاح کا خیال لے کر کوشش کرتے

رہے۔ لیکن جب تک وہ ہمارے ساتھ نہ ملے کامیاب نہ ہوے۔ اب وہ ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔ اگر ہم انہیں حق تقدم دے دیں تو ہم ان کے برابر ہو گئے تمام معاملات میں اسی طرح ہم ان کی فضیلت کا بعض وجوہ سے اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جیسے ہمارے ہاں کچھ فضیلت ان پر ہے بعض وجوہ سے اس طرح اگر اہل حق بہت شامل ہو جائیں تو اجتماعیت درست ہو سکتی ہے۔ اب ہم نے دائرہ تنگ کر دیا ہے۔ البتہ صرف ان کو موقع دیتے ہیں جو ہماری تعریف کرتے رہیں۔ جیسے بادشاہ۔ اس بات پر ہر شخص قادر نہیں یہی زندگی قصاص اور مماثلت میں ہے۔ اگر کوئی اجتماعی آدمی دوسری قوم میں دیکھیں تو اس کا اکرام و احترام کریں۔ اس بات کے فوائد سے صرف تجربہ کار ہی واقف ہے۔ اس جماعت صالحہ کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح یہود فارسی۔ تورانی۔ ہندی، حبشی۔ فرنگی بھی شامل ہیں۔ اس طرح سے دعوت دینیہ عالمیہ منتظم ہو سکتی ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اصْبِرُوْا	وَصَابِرُوْا	وَرَابِطُوْا	وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اے ایمان والو	صبر کرو	اور مقابلہ میں مضبوط رہو	لگے رہو	اور ڈرتے رہو اللہ سے

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾
تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو

استقامت و دوام کا حکم ہے رابطوا دوسری قوموں کو اپنے ساتھ ملانے کا حکم ہے۔ اور وہ رابطہ اسلام کی حدود میں ہو گا۔ عام اہل علم رباط کی حکمت سے واقف نہیں۔ وہ دارالاسلام سے دفاع کرتے ہیں ہم اس پر ایک حکم بڑھانا چاہتے ہیں کہ جس نے دارالاسلام کی حدود میں صلح کی ہے وہ اسے اپنے ساتھ شامل کرے گا۔ جیسے کہ ہند میں صوفیہ کے واسطہ سے ہوا کہ انہوں نے رباطات کا عمل کیا۔ صوفیہ کے رباطات یہ ہیں کہ وہ ہر شخص کی خدمت کرتے ہیں بغیر کسی فرق کے یعنی مسلم و غیر مسلم دونوں کی اس طرح لوگوں پر اجتماعیات اسلامیہ میں تدبیر کرنا سہل ہو جاتا ہے۔ واتقوا اللہ العدل والاحسان اور تعظیم شعائر اللہ قائم کرنا یہ ہی مدار فلاح ہے۔ الحمد للہ سورۃ تمام شد

سورۂ آل عمران ختم ہوئی

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ

اور اسی سے پیدا کیا اسکا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں اور خبردار رہو قرابت والوں سے بیشک اللہ

كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا

تم پر نگہبان ہے اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور بدل نہ لو

الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ② وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ

برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ③ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي

یہ ہے بڑا وبال اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرسکوگے یتیم

الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ

لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرلو جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین

وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ

چار چار پھر اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرسکوگے تو ایک ہی نکاح کرو یا لونڈی

اَیۡمَانُکُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ؕ﴿۳﴾ وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِہِنَّ

جو اپنا مال ہے اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑوگے اور دے ڈالو عورتوں کو مہر ان کے

نِحۡلَۃً ؕ فَاِنۡ طِبۡنَ لَکُمۡ عَنۡ شَیۡءٍ مِّنۡہُ نَفۡسًا فَکُلُوۡہُ ہَنِیۡٓـئًا

خوشی سے پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا

مَّرِیۡٓـئًا ﴿۴﴾ وَ لَا تُؤۡتُوا السُّفَہَآءَ اَمۡوَالَکُمُ الَّتِیۡ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ

پچتا اور مت پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے

قِیٰمًا وَّ ارۡزُقُوۡہُمۡ فِیۡہَا وَ اکۡسُوۡہُمۡ وَ قُوۡلُوۡا لَہُمۡ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ﴿۵﴾

گذران کا سبب اور ان کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے بات معقول

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران گویا تورات و انجیل کا خلاصہ ہیں اور یہ سورۃ شریعت اور قانون ہے شریعت اور قانون اجتماعیت طبعیہ پر قائم ہوتا ہے۔ اور اجتماعیت کی اساس و بنیاد عورتیں اور مرد ہیں اور غذا اور اموال ہیں۔ سورۃ النسا اور سورۃ المائدہ دونوں اجتماعیت کے متعلق بحث کرتی ہیں کیوں کہ تمام اصول ان پر پڑتے ہیں۔ اور یہود و نصاریٰ اور صابیوں کی خرابیاں جو اجتماعیت میں واقع ہو گئی ہیں۔ ان کو خارج کیا جائے گا۔ ان سب گروہوں یعنی یہود و نصاریٰ و صابیوں کو عام طور پر مشرکین کہا جاتا ہے۔

سورۂ نسار کا حاصل یہ ہے کہ جو اجتماعیت رجال و نسار کے درمیان ربط کرنے کے لئے ہے۔ اس کے متعلق اوّلاً بحث کی جائے گی۔ اور جو اموال رجال و نسار میں ربط لیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ثانیاً بحث کی جائے گی۔ اور جو مسائل بھی اجتماعیت کے لئے بطور آئینہ کے ضروری ہیں۔ ان کے متعلق بحث کی جائے گی۔ اجتماعیت ان مسائل کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ یایھا الناس اتقوا . . . . کان علیکم رقیبا تورات کے صحیفہ اول میں آدم اور اس کی بیوی کے متعلق بحث ہے۔ اور یہ آیت اس کا خلاصہ ہے۔ یہ وحدت نوع کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے۔ اور یہ حکمت الٰہیہ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی نفس واحد کی طرف جو امام نوع کی صورت ہے۔ اور اس کی تاسیس ہے۔ نوع کی کئی قسمیں ہیں۔ مرد اور عورتیں۔ پس مردوں کا امام شخص ہوتا ہے اور عورتوں میں پہلی عورت ہوتی ہے۔

پس پہلا مرد اور پہلا شخص۔ اس میں سب سے پہلے امام نوع کی صورت متمثل ہوتی ہے۔ اس میں نسائ

کی صورت نکلتی ہے۔ اور مرد کی صورت باقی رہتی ہے گویا کہ وہ امام نوع کی صورت بمنزلہ ہے۔ پس نفس واحدہ اپنی وحدت کے لحاظ سے امام نوع کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جو معدن اول پر ہوتا ہے۔ جب اس سے زوجہ پیدا ہوتی ہے تو اسے اس حالت میں موطن ثانی کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جو کہ معدن اعلیٰ سے اوپر درجہ سے نازل ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ امام نوع دو قوتوں پر مشتمل ہے۔ (۱) فعلیہ (۲) انفعالیہ پھر موطن ثانی میں قوی قوت منقسم ہوتی ہیں۔ اور نوع کی صورت اپنی حالت پر قائم ہوتی ہے۔

ایک میں فعلیت غالب ہوتی ہے اور دوسری میں انفعالیت غالب ہوتی ہے۔ اس تقسیم میں قوت فعالیہ کا مرکز صنفوں کا مرکز ہوتی ہے۔ اور قوت انفعالیہ کی صنف اس سے کم ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مرکزیت صنف فعلیت کے لئے محفوظ ہوتی ہے۔ یہ امام فعالیہ ہے اور پہلا امام نوع ہے۔ دونوں قالب آدم میں جو دو جگہوں پر ظاہر ہوئے پہلے آدم کی پیدائش میں جب کہ جنت میں ہوئی۔ اس میں امام نوع کا ظہور تھا پھر امام فعالیت اس میں ظاہر ہوئی۔ گویا مرکز انفعالیت اس سے منفصل اور جدا ہو گیا۔

انفعال مرکز فعالیت ہے جو کہ امام نوع سے ہوا ہے نہ کہ امام فعالیہ سے۔ لیکن صورت واحدہ دو منزلت کو ممثل کرتی ہے (۱) امام نوع کو (۲) امام فعالیت کو۔ یہ امر مشتبہ ہو گیا۔ گویا یوں ہوا کہ عورتیں مردوں سے پیدا کی گئیں۔ اور درحقیقت وہ مردوں کی شقائق ہیں۔ جب آدم علیہ السلام کی صورت کے لئے دو منزلوں کا علاقہ ہو گیا۔ (الامین) تو اس لئے وہ عورتوں کے مصدر ہو گئے

وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً تمام بڑی قومیں آدم کو اپنا باپ سمجھنے میں متفق ہیں۔ اب یہ بات مشتبہ ہے کہ آدم ایک تھا یا کئی۔ ہمارا نظریہ اس معاملہ میں وہ نہیں جس طرح لوگ سمجھتے ہیں۔ آدم اور اس کی زوجہ زمین کے ایک ٹکڑے میں متمکن ہوتے ہیں۔ اور ان سے ان کی اولاد ظاہر ہوتی ہے۔ پس جب اولاد بھی صاحب اولاد ہو گئی تو وہ دوسری جگہ منتقل دیتے ہیں اور وہاں رہائش کرتے ہیں اور مکانات بناتے ہیں۔ اسی طرح آگے سلسلہ بڑھتا ہے۔ اس طرح انسانیت پھیلی اور ایک دوسرے سے دور ہوئے۔ اس لئے کہ اس کی طبیعت انسانیت کی مختلف اصناف کو جامع ہے۔ ایک قطعہ میں صنف مخصوص سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔ اور دوسرے قطعہ میں دوسری صنف۔ اس طرح ہر قوم کا نوع کے ابوین کیساتھ ربط درست ہو سکتا ہے۔ اور اس پر انطباق و اتفاق ہو سکتا ہے۔ تمام روایات کا۔ پھر اولاد میں بھی ایک دوسرے

سے افضل اولاد ہوتی ہے۔ اور وہ دوسری سے زیادہ روایات کی یادداشت رکھ سکتی ہے۔ یہ آدم اور اس کے بعد نوح علیہ السلام میں پھر آل ابراہیم میں موجود ہے۔ اور استقراء سے ان کا اجتماعیات میں دوسری قوموں سے اشرف اور افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ دوسری قوموں میں بھی فضائل کی حامل قومیں ہیں جن کی افضلیت دوسری قوموں سے زیادہ ہے۔ پس اللہ کی طرف رجوع کرنا انسان کو اپنے والدین کی طرف رجوع کرنے میں فطرۃً آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی نسبت والدین کی طرف حسب استعداد دماغ دس سو ہزار لاکھ تک بیان کی جائے گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ یعنی دو نفس سے۔ ایک دوسرے سے پیدا کی گئی۔ یا پیدائش ایک دوسری سے متاخر ہے۔ ان دونوں عبارتوں سے مقصد ایک ہے پھر اس میں اوہام اور معقلات اقوام کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ اور اس میں خرافات قصے کہانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن ہم نے جو تعداد بیان کی ہے۔ صرف یہی مقدار حق ہے۔ کہ انسان دو جوڑوں سے پیدا ہوا۔ اور وہ مختلف انواع نہیں۔ بلکہ ایک ہی نوع کے افراد ہیں۔ اس نے خنثیٰ مشکل کا وجود بھی ظاہر ہوتا ہے کہ صنفی جذبات متبدل ہو جاتے ہیں۔ اور شخصیت کی اختلاف کی وجہ سے وہ پہنچانا نہیں جا سکتا۔ یہ امر علمیہ انسانیت میں مجرب ہے کہ بعض خنثیٰ اول میں انثیٰ یعنی مادینہ ہوتے ہیں پھر قوت انوثیت ضعیف ہو جاتی ہے۔ اور وہ مرد بن جاتا ہے یا اس کے برعکس۔ اسی طرح آلات تناسل ایک دوسرے سے بدل جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذکر اور انثیٰ ایک ہی نوع سے ہیں جب یہ صنف دو صنفوں میں منتقل ہوتی ہے تو نام فعالیہ مرکز میں تقدم میں ہوتا ہے۔ اور جس نے یہ کہا کہ نر مادینہ برابر ہیں اس نے خرافات کہی ہیں۔ فعالیت اور انفعالیت مساوی نہیں ہیں۔ البتہ ان کی حیثیت باعتبار مصدر کے ایک ہے، ان میں سے ایک دوسری سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بغیر دوسرے کے قائم ہو سکے۔ اس لحاظ سے دونوں مساوی ہیں۔ اور لوگ فطرۃً اس معنی میں متحد ہیں۔ البتہ جو خرفات کہتے ہیں وہ متحد نہیں۔ زمین اور آسمان میں انسان فعالیت اور انفعالیت دونوں طاقتیں دیکھتا ہے۔ اس لئے ایک کا نام نر اور دوسرے کا نام مادینہ رکھتا ہے۔ روح اور مادہ میں قوت فعالیہ اور انفعالیہ ہے ایک کا نام نر اور دوسرے کا نام مادہ رکھتا ہے۔ کیا واقعۃً روح و مادہ اور زمین و آسمان میں ذکوریت و انوثیت ہے؟ نہیں!

انسانی فطرت نے فیصلہ کیا ہے کہ قوت فعالیہ کو وہ نر کہتا ہے اور قوت انفعالیہ وہ مادینہ کہتا ہے۔ لہذا

انسانیت اور اس کے علاوہ چیزوں میں نظام درست ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ دونوں قوتوں کی رعایت نہ رکھی جائے۔ پھر انسان اپنی فطرتی تقاضا سے والدین کے ساتھ تعلق بھی پاتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ یہ سلسلہ بہت لمبے عرصہ تک ترقی کرتا ہے۔

لیکن اس طول بعید کے تصور کی ضرورت نہیں۔ ہمارے آبا کی فطرت ہماری فطرت کی طرح ہے۔ جب فطرت سلیم ہو گئی تو ہم آسمانوں اور زمین کی ان چیزوں کی طرف توجہ کریں گے۔ جن کی ہمیں ضرورت و حاجت ہے۔ پھر ہماری عقل ہماری اس معاملہ میں رہنمائی کرے گی کہ زمین و آسمان کی پیدائش ایک خالق سے ہوتی ہے۔ اور اس کا شریک نہیں۔ گویا اب مسئلہ مشکل نہیں رہا۔ جیسے کہ بعض وسواسی لوگ سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ مدارس کے ہوں یا اجتماعیات میں ضعیف الادراک لوگ ہوں۔ اب صرف تین مقدمات کی ضرورت رہ گئی

(۱) ہم ابوین سے پیدا ہوئے۔ (۲) ہماری اور ہمارے آبار کی ضروریات آسمان و زمین میں ایک سی ہیں (۳) اور جو کچھ ہمیں زمین و آسمان میں غور و فکر سے معلوم ہو گا ان سب کا تعلق ایک خالق کے ساتھ ہو گا۔ گویا ہمارا وجود آسمان و زمین میں معلق ہے۔ اور وہ ہمارے تابع اور ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہمیں یہ بھی ادراک ہوتا ہے کہ وہ اب واحد ہے جو آسمان و زمین کی تدبیر کرتا ہے۔ اور اس کی جزئیات نازلہ کی تفاصیل میں بھی تدبیر کرتا ہے۔ اسے نہ اونگھ اور نہ نیند آتی ہے۔ اب اگر ہم خدا سے اتصال کا طریقہ پائینگے تو ان تشویشات سے نجات حاصل کریں گے۔

یایھا الناس عام اجتماعیت انسانیہ کو خطاب ہے۔ اتقوا یعنی بندہ کا اتصال خدا سے کئی طریقوں سے ہوتا ہے۔ اور اس کی کئی تعبیرات ہو سکتی ہیں۔ اور انسان متمدن کے لئے جامع تدبیر تقویٰ ہے۔ تقوی کی تحلیلات میں تین تعلقات نکلتے ہیں ۱ وہ لوگوں کا رب ہے ۲ لوگوں کا بادشاہ ہے ۳ لوگوں کا معبود ہے۔ سب سے پہلا ادراک جو انسان کو والدین سے ہوتا ہے۔ وہ ربوبیت کا ہے۔ دوسرا جب وہ بالغ ہو جاتا ہے اور گھر کی تنظیم کرتا ہے اپنے والدین کے گھر سے جزو کے طور پر، تو وہ ملوکیت معلوم کرتا ہے کہ اس کا باپ مثل بادشاہ کے ہوتا ہے۔ جو گھر میں تمام امور میں شاہانہ حکم کرتا ہے۔ نیز گھر کے تمام نزاعی امور میں باب حکم، فیصلہ اور صلح کرتا ہے۔ یہی ملوکیت ہے۔ جب انسان کامل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے مربی باپ سے محبت کرتا ہے جو اس کا بادشاہ بھی ہے یا وہ اپنی دودھ پلانے والی ماں سے یا ان کی اولاد سے ایسی محبت کرتا ہے،

کہ ایسی دوسرے سے نہیں ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کی الوہیت کی مثال ہے۔ اجتماعیات میں انسان ان تینوں صفات کو فطرۃً معلوم کرتا ہے۔ ان کا ادراک کرنے کے بعد جب بندہ رب سے اتصال پیدا کرتا ہے۔ تو اسے کوئی لفظ اس تعلق کی تعبیر کے لئے سوائے ان الفاظ سے جو ملتے جلتے ہیں۔ نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ اجتماعیات ان الفاظ کا عادی ہو چکا ہے۔ کہ وہ اس کا رب ہے۔ اس کا بادشاہ ہے اس کا معبود ہے۔ اس لئے ان اوصاف ثلاثہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے حقوق ادا کرے یا حکیمانہ زبان میں یوں کہا جائے گا کہ وہ اپنے نفس کے حقوق ادا کرے۔ کیوں کہ اس کا تعلق اسکے رب سے ہے۔ لہذا ان تمام حقوق کے لئے جامع لفظ تقوی ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ ہر قیمتی چیز اسے محبوب ہوتی ہے۔ پہلی بات جس کا خیال انسان کو ہوتا ہے وہ ہے کہ اسے ضائع ہونے سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب اس بات میں کامل ہو جاتا ہے تو وہ اس تمام طریقوں سے استفادہ کرتا ہے۔ اور مطمئن ہوتا ہے۔ جب حفاظت میں غافل ہو جائے تو اپنے نفس کو غیر مطمئن پاتا ہے۔ اور اسے استفادہ کا اطمینان نہیں ہوتا۔ گویا ضائع ہونے سے محفوظ کرنا تمام استفادات کا مرکز ہے۔ اور یہی روح کلمہ تقویٰ میں محفوظ ہے یعنی بندے کے تعلق کی خدا سے حفاظت یہ تقوی ہے۔ اس سے اعلیٰ کوئی لفظ نہیں کہ ہماری فطرت اس سے پوری طرح متنبہ ہو یہی معنیٰ ہے اِتَّقُوْا رَبَّکُمْ کا۔

رب کی معرفت ابوین سے دوسرے یا تیسرے درجہ پر حاصل ہوتی ہے۔ ذکی لوگ جب والدین کا تعلق سمجھ لیتے ہیں تو وہ اللہ کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور منتقل ہوتے ہیں۔ کہ والدین تمام حاجات کو پورا نہیں کرسکتے۔ اور رب ہی ایسا ہے کہ بغیر واسطہ والدین کے اور بغیر اس کی اپنی کوشش کے اس کی حاجات پوری کرتا ہے لہذا یہ باتیں اسے رب کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ اس طرح وہ ابوین کے تعلق سے زیادہ خدا کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ آسمان زمین کی اشیائیں منتقل ہوتا ہے گویا معرفت رب کا موجد حاسہ اس کے اپنے نفس ذکی میں موجود ہے۔ اور تفاصیل اسے والدین کے معاملہ کے بعد حاصل ہوتی جاتی ہیں۔ گویا اجتماعیات میں ترقی کا مدار رب سے تعلق محفوظ رکھنا ہے اسی طرح اپنے باپ دادا کی اولاد سے تعلق کی حفاظت ہے جہاں تک کہ اتصال ممکن ہے کیوں کہ یہ جماعت اس کی طبعی فطرت کے لحاظ سے ایک جماعت ہے۔ اجتماعیت اور جماعت میں ارتقا سوا اس طریقہ کے ممکن نہیں جس جماعت نے توحد و اتحاد قائم رکھا ہے وہ ترقی کر جائے گی۔ اور جس میں توحد و اتحاد نہیں وہ ارتقاء حاصل نہ کر سکیں گی۔

حفظ تعلق رب دراصل حفظ نفس ہے۔ یہ پہلی چیز ہے اس کا ذکر پہلے ضروری تھا اس لئے آیا۔

واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام دوسرا کلمہ یعنی ارحام تو اس کے لئے بھی اتقوا آیا یعنی اتقوا الارحام۔ شیخ عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ والدین سے نیکی کرنا لوگوں کے خیال میں مشکل ہے، اور حقیقت اس کے خلاف ہے۔ اس سے زیادہ تو کوئی آسان بات ہی نہیں۔ کیوں کہ والدین اولاد سے تھوڑی چیز پر ہی راضی ہو جاتے ہیں۔ ہم اس بات پر اضافہ کرتے کہ اجتماعی آدمی جو اپنے گرد جماعت کو جمع کر لے اس کے لئے یہ آسان بات ہے کہ وہ رشتہ داروں کو جمع کر لے۔ ان اللہ کان علیکم رقیبًا یہ فطرت تم میں ہمیشہ قائم ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو خالق سمٰوٰت وارض ہے اس نے نگہبانی کی ہوئی ہے کوئی اس بات پر قادر نہیں کہ وہ انسانیت کو طبعی منہاج سے تبدیل کر دے۔ یہ ہے اس سورت کا عنوان اجتماعیت سے بحث دو دعووں سے ہوگی۔ (۱) نفس انسان کا تعلق رب کے ساتھ (۲) انسان کا ذوی الارحام سے تعلق۔ نیز فطرت کو اپنی اصل پر قائم رکھنا اور ان باتوں کی تردید کرنا جو فطرت کے خلاف لوگوں نے پیدا کی ہیں۔ نبی علیہ السلام نے حنیفیت کی آسان روشن اور فیاض کے الفاظ سے تعبیر کی ہے۔ اس میں فطرت کے خلاف کوئی دعوت نہیں۔ ہر قوم ہر فرد اپنے آباء اور اپنے رب کی طرف رجوع کرے۔ اور جو فطرت کے خلاف ہیں وہ اسی فطرت سے لوگوں کو روکتے ہیں، اگر یہ لوگ دین کی شکل میں ظاہر ہوں تو یہ دجال ہیں۔ اگر حکومت کی شکل میں ظاہر ہوں تو یہ فرعون ہیں۔ لہٰذا اس سورت کا باب اول اجتماع طبعی ہے۔ یعنی مردوں اور عورتوں کے درمیان اجتماع۔ گھروں میں نکاح کے ذریعہ اور اولاد کی تربیت اور اپنی ضروریات کو جمع کرنا جس میں رزق کی ضروریات اور اموال جو اصلاحی صورت پر جمع کئے جائیں نیز فطرت سلیمہ کے مطابق ہوں۔

فطرت کے خلاف نہ ہوں یہ بات ۳۴ تک ہے۔ واتوا الیتٰمیٰ الخ احکام یتامیٰ میں ابوین کی تربیت کی قیمت معلوم ہوتی ہے یعنی اگر والدین کی تربیت کی قیمت اور برکات معلوم کرنا چاہو تو یتامیٰ کو دیکھو سب سے پہلی بات جس میں یتیم مبتلا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص بھی یتیم کا مال نگرانی میں رکھتا ہے وہ چاہتا ہے کہ کھا جائے یا ناقص چیز سے تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے یا یتیم کا مال اپنے مال سے ملا کر یتیم کا ہضم کرنے کا حیلہ کرتا ہے یا اس طرح کہ اپنے مال کو ضائع ثابت کرے جس میں کہ یتیم کا مال تھا اور اس طرح ملامت سے بچ جائے ان سب باتوں سے اگلی آیت میں منع کیا گیا ہے۔ ابوین (ماں باپ) کی

پہلی برکت یہ ہے کہ اولاد کی حاجات کیلئے اموال کی حفاظت ہوتی ہے۔ پھر دوسری بات جس میں یتیم مبتلا ہوتا ہے کہ یتیم عورتوں کے ساتھ نکاح میں عدل نہیں کیا جاتا۔ اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ (۲) آیت میں اگر تم یتامٰی کے ساتھ عدل کرنے پر قادر نہیں تو ان سے نکاح نہ کرو۔ اور یہ انسان کی نفسیات میں شامل ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے پھر اُسے چھوڑتا نہیں۔ البتہ اس سے کوئی خوبصورت ہے تب چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے صرف نکاح نہ کرنے کے لئے سرسری طور پر کیا ہی نہیں گیا بلکہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ نکاح کریں اس کی وضاحت۔ فانکحوا ما طاب لکم الخ سے ہوتی ہے کہ جب تم دوسری عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو۔ دو تین چار عورتوں تک تمہیں اجازت ہے تو پھر یتامٰی سے نکاح کرنے پر مصر کیوں ہو۔ جب کہ تم عدل بھی نہیں کر سکتے۔ مثنیٰ و ثُلٰث و رُبٰع جب یوروپین مسلمانوں کی ذہنیت پر غالب آگئے تو ان کو شکست سے بچنے کے لئے اہتمام کرنا پڑا۔ انہوں نے مسلمانوں پر اور ان کے ملکوں پر پوری طرح غالب آنے کے لئے پروگرام بنایا۔ دین کے مقابلہ کی طاقت تو رکھتے نہیں۔ اور جبراً و قہراً ملکوں پر بھی غالب نہیں آسکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی اجتماعیات کو اساس و بنیاد سے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اس مسئلہ کو اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے زیادہ قریب محسوس کیا اس لئے انہوں نے اس کو بہت پھیلایا اور اس پر بہت بحث کی اور دو صدیوں کے قریب وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رجال کی قوت مقابلہ طبعاً تین درجے رکھتی ہے۔

(۱) اعلیٰ۔ (۲) متوسط۔ (۳) ادنیٰ۔

پس ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ ایک حالت پر رہے اور ایک عورت سے شادی کرے اور اس کے علاوہ وہ کسی اور عورت کی طرف توجہ نہ کرے۔ متوسط یہ ہے کہ ایک عورت کے بعد اسے دوسری عورت کی تمنا ہوتی ہے۔ اور وہ زیادہ عرصہ ایک بیوی پر اکتفا نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ قسم یہ ہے کہ ایک حالت میں وہ کئی عورتوں کو جمع کر سکے یہ حالت فطریہ مردوں کی فعالیت میں کسی زمانہ میں تبدل نہیں ہوئی۔ پھر نکاح اموال و معاشرہ کا ضرورت مند ہے۔ بعض لوگوں پر مال و معاشرہ کا معاملہ آسان ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں پر مال و معاشرہ آسان نہیں ہوتا۔ جن پر مال و معاشرہ سہل ہوتا ہے وہ اپنی تمنا کے مطابق نکاح کرتے ہیں۔ متوسط اور اعلیٰ جس طرح ان کا ارادہ ہوتا ہے۔ جن پر مال و معاشرہ سہل نہیں ہوتا وہ

باوجود خواہش کے بھی ایک عورت سے زیادہ نکاح نہیں کر پاتے۔

پھر ان کی بھی دو قسمیں ہیں ایک فساق کی قسم ہے جو علانیہ طور پر یا خفیہ طور پر اپنی بیویوں پر اقتصار نہیں کرتے بلکہ وہ فاحشہ عورتیں رکھتے ہیں۔ اور ان سے بیویوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ پھر انہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ اجتماعیت میں پرانی رسم ہے اس سے کوئی قوم اور کوئی اجتماعیت خالی نہیں۔

پس یہ دعویٰ کہ آدمی ایک ہی عورت رکھ سکتا ہے یہ اس کے لئے ہے جو دنیاوی طبقہ میں ضعیف القوۃ ہو یا متقی آدمی ہو۔ جیسے فسق کی خواہش نہ ہو نہ ہی اسے مال و معیشت راست آئے۔ اس لئے وہ ایک عورت پر ہی اکتفا کرے گا۔ یہ طبقہ اجتماعیت میں کم ہے ورنہ عام طور پر ایک بیوی پر اقتصار نہیں کرتے اور جو لوگ عام طور پر فخریہ ظاہر کرتے ہیں کہ اجتماعیت میں یہ طبقہ زیادہ ہے۔ ان کی حقیقت نہیں۔ مسئلہ کی یہ ایک توجیہ تھی اب دوسری توجیہ یہ ہے کہ قبیلہ دار قوم اور اس میں بھی ایک قسم ایسی ہے جو فخر کرتے ہیں اور اپنی لڑکیاں دوسری قوم میں نہیں دیتے۔ صرف اپنے اکفا میں یعنی اپنے خاندان میں ہی رشتہ کرتے ہیں۔ پھر اکفا کی تفصیل میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن فطرت عام باعتبار عائلہ (کنبہ) یا قوم کے خود فیصلہ کرتی ہے اس رسم کی تحقیق کے بعد کئی زمانوں کے بعد قوم کثرت نساء میں مبتلا ہوگی۔ عورتیں زیادہ ہوں گی اور مرد تھوڑے اس لئے وہ ایک مرد کے لئے کئی عورتیں جمع کریں گے۔ پھر اگر ہم فرض کرلیں کہ وہ قوم دوسری قوموں پر فخر کرتی ہیں۔ اور اقوام پر سرداری کا گھمنڈ رکھتے ہیں تو وہ جنگوں کی طرف ضرورت سمجھیں گے اور مرد قتل کئے جائیں گے اس صورت میں بھی عورتوں کو اور اولاد کو بڑھانے کی وہ ضرورت سمجھیں گے۔ اور کثرت ازواج ان کے لئے ایک ضروری طریقہ ہو جائے گا۔ البتہ کمزور مرد مستثنیٰ بھی ہوں گے یہ ان کے حالات کا تقاضا ہوگا۔ کوئی انسانیت کے لئے عام قانون نہیں ہے۔

پس پہلی وجہ میں نظر کرنے سے کہ رجال و نساء میں فسق ہو اور اس کی وجہ یہ ہے ہو کہ مرد ایک ہی عورت کے ساتھ مقید ہے۔ اگر ہم کثرت نکاح تجویز کریں ان کی استعداد کے مطابق تو یہ ہم ان پر واجب اور ضروری نہیں کر سکتے۔ البتہ ان پر ترک فسق واجب کریں گے۔ تاکہ کثرت ازواج جائز ہو سکے۔ اگر مخصوص قوم کی مصلحت پر نظر کریں تو کثرت ازواج بھی بعض اوقات ان پر واجب کریں گے۔ پھر دوسری نظر اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کنبوں میں فساد واقع ہوتا ہے۔ اور باہمی حسد و بغض اولاد میں ہوتا ہے۔ اگر ہم اصلاح

پر قادر ہوسکیں۔ اور فساد کو کم کر سکیں تو کثرت ازدواج کا انکار نہ کیا جائے گا۔ اگر مفاسد کا احتمال ہو تو ترکِ کثرت ضروری ہوگا۔

جب کسی قوم میں قوت ارتقار غالب ہو تو کثرت اموال اور بعض ازدواج کا دوسری ازدواج سے اعتزال اور علیحدگی بھی کرنی ضروری ہوگی (لہذا) ایک عورت کی اولاد کو اموال کے ساتھ اشتغال کرنا ہوگا جو اس کے لئے کافی ہو اور دوسری عورت کی اولاد اس کے علاوہ اموال کے ساتھ مشغول کرنا ہوگا۔ اس صورت میں تعارض مع الاخوۃ بھی نہ ہوگا۔ اگر ایسی حالت ہو تو اصلاح مفاسد قوانین عامہ کی رعایت سے ممکن ہوگی۔ جب دو بیویوں میں ربط فاسد ہو جائے تو ہر ایک شخص ان کے افتراق پر بھی قادر ہوگا۔ ہر شخص مرد عورت اپنی رضا کے مطابق ڈھونڈلے گا۔ اور اجتماعیت میں ضرر پیدا نہ ہوگا۔

حاصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ کئی وجوہ پر مشتمل ہے ہر قوم میں یہ حالات مساوی طور پر ہیں۔ ان میں کثرتِ ازواج امر واجب نہیں۔ لیکن تجویز کثرت ضرورت کے وقت واجب ہے۔ اس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ ہر قوم کے بادشاہ زیادہ عورتوں سے شادیاں کرتے رہے ہیں۔ لیکن جب شریعت کا التزام کرتے ہیں۔ تو کثرت حرام ہو جاتی ہے۔ اور وہ متقی ہو جاتے ہیں۔ اور اس صورت کے علاوہ تمام بادشاہ شادی کرتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کیا جاتا۔ اور یہ شاذ ہے۔ اس لئے اس سے ہم بحث نہیں کرتے۔ پس جو خلاصہ ہے وہ یہ ہے کہ بعد از ملاحظہ اجتماعیات و شرائع محرمہ و مبیحہ کہ ایجاب مستحق نہیں مگر جب کہ نکاح ایک عورت سے ہو اور تکثیر نکاح میں وہ مخیر ہیں۔ بعض شرائط و حالات کے تحت اگر وہ شروط کی مراعات نہ کریں تو انہیں منع کرنا ہوگا۔ مجھے اس خاص مسئلہ کا کافی مطالعہ ہے میرے خیال میں اس پر کوئی متنبہ نہیں ہوا۔ اور جس بات پر مجھے تنبہ ہوا وہ پردہ اور عدم پردہ کا مسئلہ ہے۔ پردہ چند حالات کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن ریاکار اپنے دعویٰ کا تعصب کرتے ہیں۔ پردہ عام لوگوں پر واجب کرنا غیر ممکن ہے۔ اور جو لوگ تعصب کرتے ہیں ان سے مجھ کو دکھ ہوتا ہے۔ کیوں کہ جہالت انسان کو حق کی طرف نہیں لے جاتی۔ اور تعصب مع جہالت انسانیت کو تباہ کر دیتا ہے۔ ہم اس مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ کہ مسلمان عورتیں عام طور پر بستیوں اور شہروں میں کھلے منہ پھرتی ہیں۔ البتہ چند مخصوص گھرانے ہیں جو اپنی فضیلت و شرف کا دعویٰ رکھتے ہیں تو ان میں پردہ قائم ہے شریعت اسلامی کے مطابق۔ میں نے

ان کے حالات کو اچھی طرح معلوم کیا ہے۔ ہندوستان کے طول وعرض میں سنے ایک یا دو گھر فقط ایسے پائے ہیں۔ کیوں کہ شریعت اسلامیہ خاوند کے بھائیوں کو اسکی بیوی کے لئے اجنبی قرار دیتی ہے۔ حالانکہ کوئی گھر ایسا نہیں جو اپنی بیویوں کو اپنے بھائیوں سے پردہ کرائے۔ کیوں کہ ان کی اقتصادی حالت لازمی پردہ کے اخراجات کی متحمل نہیں اسی لئے وہ عورتیں اپنے ازواج کے بھائیوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ بلکہ ان کے علاوہ اغیار سے پردہ کرتی ہیں۔ اور شریعت کا یہ حکم ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ ریا ہے۔ عورتیں فخر باطل کرتی ہیں۔ اور دیہاتی کھلے منہ عورتیں عصمت کے لحاظ سے ان جھوٹی پردہ باز عورتوں سے اچھی ہیں۔ اگر وہ شرعی حکم کی رعایت کرتے تو حکمت کو ترک نہ کرتے کیوں کہ حکمت کا تحقق شرعی رعایت کو مستلزم ہے۔ اور اس مصنوعی پردہ میں حکمت ومصلحت کا وجود ہی نہیں۔ یہ رسم بادشاہوں اور امراء سے اس وقت آتی ہے جب کہ شریعت کی ہر چیز ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے اس مصنوعی پردہ کو بدلنا ضروری ہے۔ میں نے ہند کے اجتماعیات کا مطالعہ اس معاملہ میں یہ کیا ہے۔ اس ضمن میں مجھے دوسری قبائح کا علم بھی ہوا۔ اور قبیح فعل لواطت ہے۔ جن لوگوں میں عورتوں کا پردہ موجود نہیں وہاں زنا کا غلبہ ہے۔ مگر لواطت ان میں بہت کم ہی ہے۔ اور جن لوگوں میں پردہ رائج ہے وہاں لواطت زنا سے زیادہ ہے۔ جو لوگ عورتوں پر پابندی رکھتے ہیں اور خود فاسق ہیں ان میں لواطت زیادہ ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جب اجتماعیت کی اصل بنیادوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا۔ جو لوگ اپنی زندگی کی منزلیں حیوان کی طرح طے کرتے ہیں انہیں کچھ علم نہیں۔ اور احبار ورہبان جو اپنے آپ کو انسانیت پر مافوق سمجھتے ہیں وہ اجتماعیت کی طرف دھیان نہیں دیتے ان لوگوں کے متعلق ہم بحث نہیں کرنا چاہتے یہ دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، خدا نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اور اجتماعیت میں یہ حالت عام ہو چکی ہے۔ اب ہم اس دعوت کی طرف رجوع کرتے ہیں جن کی حنیفی انبیا نے دعوت دی ہے وہ دو باتوں سے منع کرتے ہیں (۱) آدمی اپنے ہاتھ سے کوئی چیز بنائے۔ اور یہ اس آدمی کے کمال کی دلالت ہے۔ اور وہ اپنی بنائی چیز پر فضیلت رکھتا ہے وہ ویسی ہزاروں چیزوں کو بنا سکتا ہے۔ پھر یہ معاملہ برعکس ہو جاتا ہے اور اپنی خود ساختہ چیز کو اپنا معبود بنا لیتا ہے۔ اور یہ خلاف فطرت ہے۔

البتہ اللہ کی بنائی ہوئی چیزیں اللہ کی آیت اور نشانی ہیں یہ حنیفیت میں ممنوع الفطرۃ نہیں،

مثلاً ہم پہاڑوں کو دیکھتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے ہیں۔ بجلی کو چمکتا دیکھتے ہیں تو خدا یاد آتا ہے۔ اُگنے والی چیزیں دیکھتے ہیں تو یادِ الٰہی تازہ ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ ہم اپنی جانوں کو مصائب سے بچا ہوا پاتے ہیں اور اس میں ہماری تدبیر کا دخل بھی نہیں ہوتا تو ہم خدا کو یاد کرتے ہیں۔ یہ امور پیدا کردہ ہیں ممکن ہیں۔ اور انہیں ہم رب کی تجلیات سمجھتے ہیں۔ اور یہ حقیقت میں ممنوع نہیں ہیں۔ البتہ ہم کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے بنائیں اور اسے معبود سمجھیں یہ ممنوع ہے۔ جن لوگوں نے عبادت اصنام کی ممانعت کا مدار اسے کیا ہے کہ وہ ممکنہ ہیں، وہ حق بات تک نہیں پہنچے۔ صنم سے اس لئے روکا گیا ہے کہ وہ فطرت کے خلاف ہے۔

(۲) اجتماعیت کا اساس نکاح ہے۔ لواطت فطرت کی ضد ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔

لواطت سے ممانعت زنا کی ممانعت کے مثل نہیں کیوں کہ لواطت فطرت کے خلاف ہے اور زنا قانون کے خلاف ہے۔ یہ پردہ باز لوگ زنا سے روکتے ہیں اور لوگوں کو لواطت کے لئے مجبور کرتے ہیں یہ ان کی حقیقت الامر سے جہالت کی وجہ سے ہے۔ اور جو لوگ ایک بیوی کی پابندی کی قید و شرط لگاتے ہیں وہ بھی لواطت کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ پس جو شخص لواطت کی نفی کرنا چاہے گا وہ اجتماع میں کھلے منہ رہنے کو اور کثرت نکاح کو جائز قرار دے گا۔ جس وقت فطرت اپنے منہاج پر قائم ہو جائے اس وقت وہ اپنے مطابق برابر کے قانون بھی تیار کرے گی۔ لہٰذا ان قوانین کی قیمت۔ اصول و اوقات کے اختلاف سے بدلتی ہے۔ قانون کی بنیاد یہ ہے کہ فطرت کو حاکم بنایا جائے۔ فقط پس حاصل کلام یہ ہے کہ اجتماعیت انسانیہ دو بنیادوں پر قائم ہے۔

(۱) معرفت رب اور تقوٰی۔ پہلی چیز جو اس کے مخالف ہے وہ یہ ہے کہ اپنی مصنوعات کو معبود سمجھنا۔ خواہ کسی صورت میں بھی ہو۔ اس صورت میں عمارات عظیمہ باطل ہو جاتی ہیں جو ہزاروں کی محنت سے بنی ہیں۔ اور انکے ذریعہ ہزاروں لوگ رزق پاتے ہیں۔ نیز انکے گرانے سے بھی ہزاروں لوگ فائدہ اور رزق حاصل کرتے ہیں۔ جب کہ یہ معابد اصنام ہوں۔ فطرت کی حاکمیت خلاص ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ہم نہر بنائیں اور خدا کی قدرت کا آئینہ سمجھیں یا ایسا پتھر جو خدا کی توجہ کا مرکز ہو اس کو ہم اپنے حال پر چھوڑ دیں گے۔ لیکن اگر ہم مصنوعات کو معبود بنالیں تو یہ انسانیت کی بربادی و تخریب کا سامان ہے۔ ان باتوں کی طرف دعوت دینے والوں کو اگر قتل کیا جائے تو ان سے ادنیٰ نقصان نہیں ہوتا۔

(۲) اجتماعیت کا دوسرا تقاضا نکاح ہے، اس صورت میں بھی استمتاع کو وسعت دی جائے۔ البتہ ایسی کی صورت میں جو کنبہ کے لئے فساد پیدا کرنے والی ہو ممنوع ہوگا۔ نکاح کے طریقہ کو ہم اسی طرح رہنے دیں گے تاکہ لواطت کا سد باب کیا جائے ہر ممکن طریقہ سے۔ یہ وہ بات ہے جس کی طرف اللہ نے دو تین چار نکاح کی بھی اجازت دی ہے۔

لطیفہ ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں جن کو عورتوں کی اصناف پہچاننے میں خصوصی مہارت ہے اور انہوں نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ یہ اسلام سے پہلے کی کتابیں لکھی گئی ہیں عورتوں کی انہوں نے چار قسمیں رکھی ہیں۔ اگر کوئی شخص تمام قسم کی ایک ایک عورت رکھنا چاہے تو یہ کثرتِ نکاح کا ادنیٰ نصاب ہے۔ کیوں کہ اگر وہ چاروں قسموں کی عورتوں سے استمتاع کرے گا تو وہ چار سے زیادہ کا حاجت مند نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اس فن میں مہارت ہوگی تو وہ چار پر اقتصار کرے گا۔ اس مسئلہ میں انبیاء کے نکاح کا مسئلہ اشکال نہیں رکھتا کیوں کہ وہ استمتاع کی غرض سے کثرتِ نکاح نہ کرتے تھے بلکہ ان میں دوسری مصلحتیں تھیں مثلاً وہ عورتوں کی تعلیم کے لئے کثرت نکاح کرتے تھے۔ عام اہل علم کے اعتبار سے یہ توجیہ ہے۔ میری ذہنیت کی توجیہ یہ ہے مردوں اور عورتوں دونوں کی تعلیم مقصود ہوتی ہے لہٰذا وہاں چار سے زیادہ کا نکاح استمتاع کے لحاظ سے نہ تھا۔ اور عورتوں کی چار قسمیں اگر مان لی جائیں تو ان چار پر اقتصار مصلحت کا نیہ ہے ہم اس میں حکمت پاتے ہیں جو کہ ربا کے باب میں ہے۔ اور یہ امام ولی اللہ کے اصول پر ہے ——— لطیفہ تمام ہوا

بیع اجناس کی تحریم میں جب کہ وہ بڑھ جائے اور اس کو سود سے ملانا۔ اسی طرح عورتوں کی اجناس مختلف ہیں اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ ہر جنس سے ایک لے۔ فان خفتم الخ اس میں اس بات کی دلالت ہے کہ کثرت نکاح چند شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اور حکیم اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ اس کی ضرورت صرف بعض حالات میں ہوتی ہے۔ او ما ملکت ایمانکم اس میں قوت خاصہ کے اعتبار سے دلیل ہے۔ ہر قوم اپنی قوم کے علاوہ بیوی کو مملوکہ کے مانند سمجھتی ہے۔ قومیات کا انکار کرنا اور انسانیت کو خرافات کے طبقہ پر محمول کرنا یہ بے قیمتی باتیں ہیں۔ اجتماع انسانی میں ان باتوں کی کوئی قیمت نہیں۔ اس کی مثال اجتماع انسانی میں نہیں۔ البتہ کوئی جماعت سطح ارض کو ہموار کرے تب۔ اب محنت بلا فائدہ ہے

فطرت انسانیہ ایسی ہے کہ ایک گھر کئی گھروں میں منقسم ہو جاتا ہے اور اس طرح معیشت اچھی صورت سے انتظام پاتی ہے۔ اگر ہم اس تمام کثرۃ کو ایک گھر میں جمع کر دیں تو زندگی اور معاشرہ خراب ہو جائے گا۔ جب یہ بات ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم قومیتوں کا انکار کریں۔ جو کرۂ زمین پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک ادنیٰ بات یہ ہے کیا ہم ایک زبان پر جمع ہو سکتے ہیں؟ ہم ہندوستانی قاف اور عین کو بھی ادا نہیں کر سکتے اور بڑے تکلف سے ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح سین صاد تا، اور طا میں بھی فرق بمشکل کر سکتے ہیں۔ اسی طرح عرب بھی ہندی کے ضخیم وثقیل حروف ادا نہیں کر سکتے۔ ایک شخص ان پڑھ اور سیاح تھا۔ ایک حرف بھی لکھ پڑھ نہ سکتا تھا۔ لیکن بڑا دانا اور تجربہ کار تھا۔ اس نے ہم سے ایک واقعہ بیان کیا کہ وہ گیا۔ عرب لوگ کہنے لگے ہندی مخارج سے حروف کی ادائیگی نہیں کر سکتے۔ اس نے کہا عرب بھی ہمارے حروف کی ادائیگی نہیں کر سکتے۔ عربوں نے کہا نہیں! ہم تمام حروف کی ادائیگی پر قادر ہیں۔ اس نے کہا اچھا ہندی الفاظ بولو گھوڑے کا لفظ بولو۔ عرب نہ بول سکے۔

غرضیکہ افکار پر مجتمع ہونا جو فطرت کے موافق ہوں اور ضرورت کے مطابق یہی مقصود ہے۔

وَذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ لَّا تَعُوْلُوْا یعنی ایک بیوی سے نکاح کرنا یا اپنی قوم کے علاوہ دوسری سے شادی کرنا یہ ادنیٰ درجہ ہے۔ مسئلہ یتامی عورتوں کے متعلق تھا۔ اور وہ ان کے مہر میں کمی کرتے تھے۔ اس سے انہیں منع کیا گیا۔ اور مراد تنگ کرنا نہیں۔ کیوں کہ عورتیں اگرچہ یتیم ہوں۔ اور مہر لینے کے بعد وہ خوشی سے پھر اپنے خاوندوں کو دیں۔ تو اس میں حرج نہیں اس کی طرف اشارہ ہے (۴) میں واٰتوا النساء

مسئلہ یتامی کو ان کے اموال دینے کا مسئلہ شرح کا محتاج ہے پس آیات ۵ اور ۶ اسکے قول واٰتوا کی شرح ہے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ ...... جعل الله لكم قيامًا اس میں ایک حکمت بیان کی گئی ہے۔ یعنی اجتماعیت قائم نہیں رہ سکتی مگر اموال سے رہ سکتی ہے۔ پس جو شخص حساب نہ جانتا ہو اور وارد و صادر کا توازن قائم رکھنے پر قادر نہ ہو وہ بیوقوف ہے۔ اس کو اموال سونپنا جائز نہیں۔ کیوں کہ اشخاص کے اموال کا جزو ہے اور قوم اپنے افراد کی نگہبانی کرتی ہے۔ پس جو بے وقوف نگہبانی کی مراعات نہیں کرتا اس کے بقدر ضرورت ہی دیا جائے گا۔ پس اسلامی حکومتیں مالی نظام کیونکر بیوقوف بادشاہوں کی اولاد کو سونپ دیں؟ اور یہ حکم قرآن کے خلاف ہے۔

ہم نے بیوقوف اور جاہل فقہاء دیکھے ہیں جو قوموں پر بیوقوف بادشاہوں کی اولاد کی حکومت کا پروپیگنڈا کرتے ہیں اور زبردستی ان کی حاکمیت تسلیم کراتے ہیں۔ یہ بات افغانستان میں ہے۔ ہمیں اس بات سے بہت دکھ پہنچا ہے۔ بلکہ نکاح کے معاملہ میں فساد اجتماعیت سے بھی زیادہ ہمیں اس بات کا افسوس ہے۔ اس زمانہ میں ہم اس کا علاج سوائے جبری تعلیم کے نہیں پاتے جو انہیں ان کی اپنی اپنی زبانوں میں تمام مرد عورت کو دی جائے۔ اور جو اس حکم کو خلاف اسلام قرار دے وہ جاہل ہے۔

خان آنستم الخ اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منصب سونپنے سے پہلے ضروری معلوم ہونا چاہیئے کہ آیا مدرس قاضی یا امام یا کسی دوسرے ادارہ کا کوئی عامل اور حاکم اس منصب کا اہل بھی ہے یا نہیں؟
علما کی جماعت اس فرض کی ادائیگی کے لئے جمع ہوں اور تعلیم واجب کریں اور افسروں کی جانچ پڑتال کی صلاحیت عوام میں پیدا کریں۔ یہ قومی فرض اہل علم طبقہ کے ذمہ ہے۔

اور صحیح بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے ترقی کے تمام مدارج اجتماعیات کے تمام گوشوں سے ختم کر دینے میں اس درجہ تک پہنچنے کے بعد بھی وہ بیدار نہیں ہوئے۔ بلکہ دوسری قوموں نے ان کا راستہ پکڑ لیا ہے۔ اور وہ منظم ہو کر بڑھ گئے ہیں۔ اور ان میں مسلمانوں سے زیادہ ترقی کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے
فمن کان غنیا الخ کسی خلیفہ راشد نے اس سے بڑے بڑے حکام کے وظیفہ کی بیت المال سے اجازت کا مسئلہ اخذ کیا ہے۔ لیکن لوگوں نے بعد میں بیت المال کا مسئلہ فاسد کر دیا ہے۔ اب یہ اس طرح ممکن ہے کہ وہ لکھنے پڑھنے کے ذریعہ بیدار ہوں اور بیت المال کے اموال کی میزانیت کی محافظت کریں۔ اور اپنے عقلمند لوگوں کے ذریعہ کسی کو بیت المال پر غالب نہ آنے دیں اور چالاک لوگوں کا غلبہ اسی وقت ختم کیا جا سکتا ہے جب کہ لوگ بیدار ہوں تعلیم کے ذریعہ۔ اور اپنے حقوق پر غور و فکر کریں اور مساوات حقوق سمجھیں۔ ہم نے اس بات کو ولکم فی القصاص حیوۃ میں ثابت کیا ہے جیسے کہ امام ولی اللہ نے اس کی تفسیر و ترجمہ کیا ہے۔

مسئلہ:۔ کیا یتامیٰ جو مال اپنے آباء سے لیں گے وہ ان کے لئے ہی خاص ہو گیا؟ جواب نہیں!
اسکی شرح مفصل آئے گی اور اس کا اجمال آیت ۓ میں ہے للرجال ..... وللنساء ......
قولہ مفروضا یہ تہذیب وثقافت کی ارتقائی قسم ہے۔ اور جو مالی جھگڑے کنبوں اور گھروں میں ہوتے

میں انہیں کم کرنے کے لئے ہے۔ ہر ایک کا حصہ کنبہ میں عدل کے ساتھ متعین ہونا چاہیئے۔ اس کی طرف اشارہ ہے نَصِيبًا مَّفْرُوضًا میں ہے۔ جب عدل کے مقرر کیا جائے اور امت اسے سونپ دے تو اسے بہت سے مسائل سے نجات مل جائے گی۔ جو قانون اسلامی عنقریب آنے والا ہے وہ عدل پر مبنی ہے۔ ہم نے کوئی حکیم نہیں دیکھا فقہاء امت میں سے جس نے حجۃ اللہ البالغہ کی طرح تقسیم میں حکمت کو ملحوظ رکھا ہو۔ ہمیں استنبول میں ایک ترکی شخص نے حکایت بیان کی کہ اس نے اس کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کیا۔ اور فرانس کسی حکیم کے پاس لے گیا تو اس فرانسیسی حکیم نے کہا کہ اس ترکی عالم فرانسیسی ڈاکٹر پر ظلم کیا ہے۔ ترکی عالم نے کہا قانون اسلام کی شرح تم اس طرح کیوں نہیں پیش کرتے تم الحکایہ۔

تو جس طرح ہم نے دیکھا کہ اس نے حکمت کی شرح کی تھی اس طرح اسے یورپ دیکھتا ہے۔ لیکن ان کو اسلام کی تعلیم کون پہنچاتا ہے۔؟ وَإِذَا حَضَرَ الخ (۸) اس آیت پر عمل کرنے سے فقہا نے غفلت برتی ہے۔ حالاں کہ یہ تقسیم کے تتمہ میں سے ہے۔ اور اس بات کی ہدایت دیتی ہے کہ مال دراصل امت کا ہے خاص گھر اور خاص کنبہ کا نہیں۔ پس اموال کے مستحق لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ پہلی قسم وہ ہے جن کیلئے حصہ مقرر ہوا اور تقسیم کے وقت وہ لوگ آجائیں جن کا حصہ مقرر نہ ہو وہ لوگ رشتہ دار ہوں۔ کنبہ والے ہوں یتیم۔ مسکین۔ یہ قوم اور امت میں ہیں۔ اور ۲ دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن پر تقسیم ہوتی ہے۔ انہیں تقسیم کی حکمت بیان کی جارہی ہے تاکہ تقلیل عطایا کے لئے عذر ہو سکے۔ یہ بات ان میں ہر شخص کے دل میں حسن اشتراک کا مادہ پیدا کرے گی۔ پس جب کنبہ میں ایسا آدمی دیکھیں جو مال تباہ کرتا ہے اس سے لے لیں۔ کیوں کہ ان کے لئے بھی اس مال میں حق ہے۔ ہمارے فقہا نے اس بات سے غفلت برت کر اور اسے مندوب کے باب میں شامل کر کے اشتراکیت حقہ کے ذکر سے محروم ہو گئے ہیں پس یہ گناہ عدم تدبر قرآن کے سبب ہوا ولا تاکلوھا اسرافًا الخ یہ اس بات کی رہنمائی کرتی ہے کہ بیوقوفی اور اسراف یتامی کا خاصہ نہیں بلکہ صاحب معاملہ لوگ موجود رہیں جو حفاظت اپنے ذمہ میں لیں، اور امت پر واجب کہ وہ افراد کے اموال کی نگہداشت رکھیں۔ اگر ان یتامی سے اسراف و منہات دیکھیں تو انہیں روکیں۔ اور ان پر کنٹرول کریں۔ حکومت اس قسم کے فرائض ادا کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ اسی قسم کے وظائف اور ڈیوٹیاں حکومت کے ذمہ ہیں اگر ان امور کے والی اس چیز سے غافل ہوں تو انہیں معزول کرنا ضروری ہے۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ

اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری

رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّ

تو حوالہ کر دو ان کے مال ان کا اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور

بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ

حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں اور جس کو حاجت نہ ہو تو مال یتیم سے بچتا رہے اور جو کوئی

كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے پھر جب ان کو حوالہ کرو ان کے مال

فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

تو گواہ کر لو ان پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو

تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ

چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں

الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا

ماں باپ اور قرابت والے تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ

مَّفْرُوْضًا ۝ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

مقرر کیا ہوا ہے اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم

وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

اور محتاج تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے اور کہہ دو ان کو بات معقول

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوا

اور چاہیئے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں سے اپنے پیچھے اولاد ضعیف توان پر

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ⑨ إِنَّ

اندیشہ کریں یعنی ہمارے پیچھے ایسا ہی حال ان کا ہوگا تو چاہیئے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی جو

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ

لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر

نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ⑩ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ

رہے ہیں اور عنقریب داخل ہونگے آگ میں حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں

لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ

کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ

فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَ

تو ان کیلئے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا اور اگر ایک ہی ہو تو اس کیلئے آدھا ہے اور

لِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ

میت کے ماں باپ کو ہر ایک کیلئے دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اس مال سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کی

لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ

اولاد ہے اور اگر اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي

پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا ہے چھٹا حصہ بعد وصیت کے جو کر مرا یا بعد

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

ادائے قرض کے تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں کون نفع پہنچائے

لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ⑪

تم کو زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے بیشک اللہ خبردار ہے حکمت والا

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ

اور تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو ان کے اولاد

فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ

اور اگر ان کے اولاد ہے تو تمہارے واسطے چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد

وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

وصیت کے جو کر گئیں یا بعد قرض کے اور عورتوں کیلئے چوتھائی مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم

إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

اگر نہ ہو تمہارے اولاد اور اگر تمہارے اولاد ہے تو ان کیلئے آٹھواں حصہ

مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ

ہے اس میں سے کہ جو کچھ تم نے چھوڑا بعد وصیت کے جو تم کر مرو یا قرض کے اور اگر

رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗٓ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

وہ مرد کہ جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا یا عورت ہو ایسی ہی اور اس میت کے ایک بھائی ہے یا بہن ہے تو دونوں

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوٓا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ

میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو سب

شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصٰى بِهَآ أَوْ دَيْنٍ ۙ

شریک ہیں ایک تہائی میں بعد وصیت کے، جو ہو چکی ہے یا قرض کے

غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾ۭ

جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو یہ حکم ہے اللہ کا اور اللہ ہے سب کچھ جاننے والا تحمل کرنیوالا

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ

یہ حدیں باندھی ہوئیں اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کریگا جنتوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ۗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا

اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جائے اس کی حدوں سے ڈالے گا اس کو آگ میں

خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے

مسئلہ :۔ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ یتامی کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں جیسے کہ وہ اپنی اولاد سے کرتے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے آیت نمبر ۹ میں ولیخش الخ

مسئلہ یتامی پر ظلم بزدلی پیدا کرتا ہے یعنی مال کی حفاظت سے بزدلی پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ جب آدمی مطمئن ہو گا کہ جب وہ مرگیا تو اس کی قوم اور اولاد مال کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرے گی تو وہ بہادر ہو گا جہاد وغیرہ فرائض ادا کرتے ہیں۔ اور جب اسے یہ علم ہو گا کہ وہ مال ضائع کردیں گے تو وہ قتال کے لئے تیار ہو گا گویا یتامیٰ پر ظلم قوم پر ظلم ہے اور اخلاق تباہ کرنے کے مترادف ہے اور قومی لوگوں کے اخلاق بھی اس طرح بگڑ جائیں گے۔ اسی کی طرف اشارہ آیۃ نمبر ۱۰ میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الخ اس کے بعد فرائض کے احکام ہیں یُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ (۱۱) فرائض تمام کے تمام ان دو آیتوں میں آگئے ہیں۔ اور ایک آیت سورۃ کے آخر میں ہے اور یہ ہے یستفتونک الخ (۱۷۶) پس تین آیتوں نے اصحاب فرائض کا استیعاب کرلیا ہے۔ اس کے بعد یہ اجتماعیت اسلامیہ جس نے ان آیات کی شرح میں ایک یا دو فرض واجب کئے غرضیکہ فروض کے مسائل ان تین آیات اور تین چار احادیث میں محصور اور محصاۃ ہو گئی ہیں۔ پس اس کے بعد حساب دان میراث کے متعلق تمام احادیث سے واقف ہو سکتا ہے۔ اور وہ مجتہد ہو سکتا ہے یہ نمونہ ہے مسائل میں اجتہاد کا۔ اس کی تحصیل قیامت تک ہر زمانہ میں ممکن ہے۔ اسی واسطے صحابہ میں فقہا طبقہ اس کی طرف بہت زیادہ متوجہ تھا۔ اور یہی مسائل فقہیہ اور غیر فقہیہ کے درمیان حد فارق ہے

تنبیہ :۔ میں نے اجتہاد کی تعلیم اور اس باب کی تعلیم مقدم سمجھی ہے پہلے قرآن اور مختصر حدیثیں سوئی بس پڑھیں پھر حساب جاننے کے بعد انہیں کوئی حاجت نہیں رہتی۔ اس سے اجتہاد پائیں گے۔ اور اس شخص کی تردید کریں گے جو یہ کہتا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہے۔ اس کے بعد وہ حکمت لینے کے اہل ہو جائیں گے۔ جو اس پر قادر نہیں تو یہم تھا کی کوئی وجہ نہیں دیکھتے۔ اور میں نے الحمد للہ حساب مکتب میں سیکھ لیا تھا پھر اس کے بعد میرے استاذ نے فرائض کے چند ابیات یاد کرنیکا حکم دیا

میں انکے ساتھ چلتا رہا تھا اور وہ مجھے ایک دو شعر یاد کراتا رہتا تھا۔ جب میں فرائض یاد کرنے سے فارغ ہوا تو میں نے کہا اسکے علاوہ اب ضرورت نہیں۔ اس سے پہلے ہم نے انگریزی مدارس میں ایک مدرس دیکھا تھا جو حساب میں سست تھا میں نے کہا میں اس جیسا نہیں، تمہاری مرضی جو کچھ چاہیے تو مجھ سے پوچھو۔ میں صُغریٰ میں ماہر تھا پس اس نے چند مسائل میرے سامنے رکھے میں نے سب استخراج کرکے بتا دئے۔ اس کے بعد اس نے میری بات تسلیم کی پھر مغرب کے بعد میں نے سراجی دو گھنٹے میں پڑھی اور اسے ایک ہی جلسہ میں ختم کیا۔ بعدہ مصفّٰی میں مشتغل ہوگیا۔ اور اس میں مناسخات شبکہ کی بحث معلوم کی۔ بعدازاں حجۃ اللہ البالغہ پڑھی اور اسے مضبوطی سے پکڑ لیا۔

حکایت

مجھ سے ایک ہندو نے دریافت کیا جو تازہ مسلمان ہوا تھا۔ کہ ہندو قانون آبائی کے مال میں بیٹیوں کا حق مقرر نہیں کرتا اور قانون اسلام لڑکیوں کے لئے حق مقرر کرتا ہے۔ ان میں فارق کونسی چیز ہے؟ میں نے کہا ہندی قانون لڑکیوں کو خاوندوں کے گھر میں اس طرح شامل کرتا ہے کہ وہ ان گھروں کو چھوڑنے پر قادر نہیں رہتیں۔ انہیں ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ وہ بھائی کے گھر کچھ لے سکیں۔ اور اسلام نے طلاق کو مباح کیا ہے اس لئے انہیں خاوند کے گھر میں ہمیشہ قرار رکھنا ضروری نہیں رہتا۔ لہٰذا ان کے لئے باپ کے مال سے حصہ ہے۔ اس نے اس جواب کو بہت سراہا۔ اس نے کہا اسلام کے لئے آپ جیسے معلم ہونے چاہئیں۔ میں نے اسے یہی کہا جس کا میں نے اشارہ کیا ہے کہ ادیان کی شریعتیں میں ایسا ہی اختلاف ہے جیسے احادیث کی کتابیں اس لئے اجتہاد کرکے حکم قرآن کے مطابق تطبیق دینی چاہیئے۔

(۱۳) تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ تا ۱۴۔ ان حدود سے تعدی کرنے والے کو سختی سے مخاطب کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان حدود سے خانگی جھگڑے ختم ہوجاتے ہیں اور انہی باتوں پر قومی صالح حکومتوں کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے بعد قرآن تمام اقوام پر حکومت کر سکتا ہے۔ اسلئے ان احکام حدود سے تعدی اس بنائے عظیم کے گرانے کے مترادف ہے۔ فرائض کا بیان ختم ہوا۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر

اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى

چار مرد اپنوں میں سے پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک

یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ

کہ اٹھا لیوے ان کو موت یا مقرر کردے اللہ ان کے لئے کوئی راہ اور جو دو

يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا

مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ دونوں توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کا خیال

عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ

چھوڑ دو بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور تو

لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

ان کی ہے جو کرتے ہیں براکام جہالت سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَ

تو ان کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا اور

لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ

ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برے کام یہاں تک کہ جب سامنے آجائے

اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ

ان میں سے کسی کی موت تو کہنے لگا میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو کہ مرتے ہیں حالت

وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾ يٰٓاَيُّهَا

کفر میں ان کے لئے تو ہم نے تیار کیا ہے عذاب دردناک اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا

ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی اور نہ

تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ

روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ اپنا دیا ہوا مگر کہ وہ

يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ

کریں بے حیائی صریح اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر

كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا

وہ تم کو نہ بھاویں تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ نے رکھی ہو اس میں بہت

كَثِيرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ

خوبی   اور اگر بدلنا چاہو   بدلنا چاہو   ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو   دے چکے

إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا

ہو ایک کو بہت سا مال   تو مت پھیر لو   اس میں سے کچھ   کیا لیا چاہتے ہو اس کو ناحق

وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ

اور صریح گناہ سے   اور کیونکر اس کو لے سکتے ہو   اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے

بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ

تک   اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد پختہ   اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں

آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَ

کو نکاح میں لائے تمہارے باپ   مگر جو پہلے ہو چکا   یہ   بے حیائی ہے   اور

مَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَ

کام ہے غضب کا   اور برا چلن ہے   حرام ہوئی ہیں تم پر   تمہاری مائیں   اور بیٹیاں

خَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ

اور بہنیں اور پھوپھیاں   اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا   اور دودھ کی بہنیں

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي

اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن کو جنا ہے تمہاری ان عورتوں نے جن سے

دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

تم نے صحبت کی   اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی   تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس نکاح میں

وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی   جو تمہاری پشت سے ہیں   اور یہ کہ اکٹھا کرو   دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٢٣﴾

بہنوں کو   مگر جو پہلے ہو چکا   بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اجتماعیت مرد و عورت پر مبنی ہے نیز ان کے ربط. اور اموال پر مبنی ہے۔ اور اجتماع میں اموال کی بہت اہمیت ہے اور ربط قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اشتراک نہ ہو اور میلان طبعی حیوان اور انسان میں برابر مشترک ہے لیکن حیوان اشتراک فی الاموال تک ہدایت اور راہ نہیں پا سکتا۔ اس لئے ان کی اجتماعیت بھی قائم نہیں ہو سکتی اور انسان چوں کہ اموال میں اشتراک پر قابو پا گیا اس لئے وہ ملائکہ سے بھی فوقیت لے گیا۔ اس لئے اموال کی بحث مقدم کی گئی اور اب رجال اور نساء کے درمیان ارتباط کی ایسے نصاب سے بحث کی جائے گی جس کے بعد اختلاف پیدا ہو نہیں سکتا۔ پس ارتباط میں فساد ہونے کا موجب عہد کی مراعات نہ کرنا ہے وہ عہد جو کہ عقد کے ذریعہ قرار پایا۔ جس کا دوسرا نام نکاح ہے۔ کیوں کہ نکاح منافع حیات میں اشتراک کا نام ہے اور ایک دوسرے سے استمتاع طبعی کا نام ہے۔ لہٰذا جب عورت اس معاہدہ سے مخالفت کر کے خارج ہو جائے۔ قانون کے بحث نقض عہد کے بغیر، تو وہ عقد کو فاسد کرنے والی ٹھہری۔

اس لئے تعزیر مقرر کی گئی کہ آخر زندگی تک گھروں میں بند کرنا۔ یا دوسرا قانون جو ایک مدت کے بعد نافذ ہوا کہ الزانیۃ والزانی الخ اس آیت کو بعض اہل زمانہ نے سحاق بین النساء پر محمول کیا اور قرینہ بعد والی آیت کو بنایا ہے۔ واللذان یاتیانہا (۱۶) عام اہل علم نے اس آیت کو بھی زنا کے متعلق بنایا ہے۔ لیکن امام ولی اللہ نے اسے لواطت پر محمول کیا ہے۔ یہ بدفعلی دو مردوں کی اس کے لئے حد مقرر نہیں ضرب و اہانت کافی ہے فان تابا اس فاحشہ کو دوبارہ یا دمت کردکہ انہوں نے کی ہے۔

میرے نزدیک اس کے متعلق کچھ اور بات ہے جو کہ میں نے تلامیذ شیخ اسحاق سے لیا ہے کہ دو مردوں سے فاحشہ کا ظاہر ہونا مثلاً صدقہ۔ اس کا حکم ہے کہ اگر وہ عادی ہو جائیں تو ان کی سزا قتل ہے۔ جیسے کہ حدیث میں اسی پر پہلی آیت محمول ہے۔ اسی طرح زنا پر بھی محمول ہے جو ایک بار صدقہ سے پیدا ہو اور سو دُرّوں کی سزا ان کے لئے جو فاحشہ کے عادی ہو جائیں۔ ہم نے فقہاء کو دیکھا ہے جنہوں نے تعزیرات میں شدت برتی ہے۔ خلفاء راشدین سے انہوں نے اخذ کیا ہے۔ لیکن انہوں نے خلفا کی مجموعی سیرت سے واقفیت حاصل نہیں کی۔ وہ بعض موقعہ میں سختی برتتے ہیں۔ اور دوسری جگہ تسامح سے کام لیتے ہیں اور اس پر ائمہ تبع تابعین کا انکار بھی ظاہر نہیں۔ البتہ واقعہ تشدید فی التعزیر سے وہ متاثر ہوئے اور قوانین تعزیرات میں سختی برتی ہے۔ شاید انہوں نے اس میں خطا کی ہے۔ اس کا انجام ان تعزیرات کا مطلق

ترک نکلا۔ اگر یہ اعتدال پر ہوتا اور فطرت کے مطابق ہوتا۔ تو مسلمان آج تک اسے کبھی نہ چھوڑتے۔ وہ دوسری قوموں کی نسبت فاحشہ میں قلیل ہیں۔ لہذا اگر مصلحت شرعیہ ملحوظ رکھی جاتی تو تعزیرات اقوام مسلمہ کی طبیعت بن جاتی۔ ہم زانی اور سارق کے کلمہ کا اطلاق صرف اس پر کرتے ہیں جو ان کا عادی ہو نیز عادی مجرم اور اتفاقی مجرم میں فرق کا خیال قانون کی رو سے ہونا چاہیئے۔ ورنہ اخلاق تمام بگڑ جانے کا اندیشہ ہے اس وجہ سے تعزیرات کے متعلق جو فقہا نے استنباط کیا ہے اس پر نظر کرنی چاہیئے۔ اور کتب فقہا کو حدود تعزیرات کے معاملہ میں اسلام سے منسوب نہ کرنا چاہیئے اور تحقیق کے بعد فیصلہ کرنا چاہیئے۔ ہماری غرض احکام الٰہی کی تبدیلی نہیں لیکن ہم بعض استنباطات میں تغافل دیکھتے ہیں۔ مثلاً رجم کو انہوں نے حدود میں شامل کیا ہے۔ حالاں کہ وہ تعزیر ہے اور تورات سے ماخوذ ہے۔ پس جن حدود کا اللہ تعالیٰ نے کتاب میں ذکر کیا ہے ان کے متعلق اہل اسلام کے لئے تساہل جائز نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں جو ایک بار تھوڑی سی چیز چرا لے اس کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اپنی اولاد و اقارب اور قوم میں یہ حکم نافذ نہیں کرتے۔ گو یا کہ ان کی قوم میں یہ واقعہ پیش ہی نہیں آتا! ظاہر اور باطل پرستی مسلمانوں کو فائدہ نہیں دے سکتی۔ عادی مجرم اور اتفاقی مجرم میں فرق کا اشارہ ہے ۱۷ اور ۱۸ میں اِنَّمَا التَّوْبَۃُ الخ اور لیست التوبۃ الخ پس عذاب الیم ہے ان کے لئے جو سیئات کے عادی ہوں اور قطع ابدی سے بڑھ کر کیا عذاب ہو سکتا ہے۔ یا رجم بالحجارۃ سے بڑھ کر کیا عذاب ہو سکتا ہے۔ پس یہ دونوں سزائیں عادی مجرم کے لئے ہیں۔ جب ہم نے نوجوانوں سے عمل بالقرآن کے متعلق کیا تو انہوں نے جواب دیا کیا قطع ابدی اور رجم آج کے زمانہ میں ممکن ہے۔ تو میں نے کہا رجم قرآن میں نہیں ہے اگر تم عادی زانیوں کو رجم نہیں کرنا چاہتے تو ہم مجبور نہیں کرتے خواہ ہم اسے عادی بھی پائیں گے اور شرط زوجہ کا وجود ہے۔

فقہا احصان کے معنے میں تشدد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کوئی ایک بار شادی کر لے خواہ وہ عورت مر جائے یا جدا جدا ہو جائیں وہ محصن ہیں اور یہ ہیں تفسیر ہے۔ اور غلط ہے۔ اور شرط پورا کرنے میں نقص ہے۔ شادی شدہ مرد جس کی زوجہ موجود ہے وہ محصن ہے اور پھر وہ زنا کا عادی بھی ہو جائے تو اسے رجم کیا جائے گا۔ تعزیرا۔ اگر اس میں بھی مسلمان مصلحت دیکھیں اور رعایت

کریں یہ عدم رجم اولیٰ ہے تو انہیں ایسا کرنا چاہیئے۔ لیکن سارق کے لئے قطع ید میرے نزدیک واجب و فرض ہے اس کا ترک جائز نہیں لیکن فقہاء نے سارق کی تفسیر میں بھی تشدد برتا ہے۔ اور سارق کا معنٰی یہ ہے کہ وہ عادی ہو۔ اور چوتھی بار کے بعد چوری ثابت ہو۔ پھر چُراتے ہوئے مال کے متعلق بھی ہم ایک مخصوص مطالعہ رکھتے ہیں کہ شارع نے سونے کی چوری کے متعلق یہ حد مقرر کی ہے اور سونے کے علاوہ اس حد کو عام کرنا سب غیر شرعی ہے۔ کیوں کہ سونا ایسی چیز ہے جسے انسان طبعاً انتہائی محفوظ رکھتا ہے۔ لہٰذا اگر چور سونا چوری کرے اور مسلمانوں کی آخری حفاظت کو تباہ کرے۔ پھر وہ عادی بھی ہو جائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پس جو سختی فقہا نے برتی ہے۔ اگرچہ بظاہر اچھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن انجام بُرا ہے۔ کہ لوگ حد قرآن کو ترک کر چکے ہیں۔ اور یہ مرض ایسا پھیلا کہ تمام حدود کو ترک کر بیٹھے۔ اور اس طرح فقہا نے مسلمانوں کی ذہنیت قرآن سے حاصل کرنے سے روک دی۔

میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے جب میں نے ہندی نوجوانوں کو یہ بات کہی تو انہوں نے بھی قطع و رجم کے متعلق تنقید کی اسی طرح استنبول کے جوانوں نے بھی قطع و رجم کے متعلق تنقید کی البتہ جب میں نے دونوں جگہ معاملہ اچھی طرح واضح کیا تو انہوں نے میری بات قبول کی۔ پس میں تعزیرات کے متعلق فقہا کی رائے کو تفسیر قرآن میں مطلقاً قبول نہیں کرتا اور اقوال فقہا اس بارہ میں واجب نہیں سمجھتا۔ بلکہ انسان کے لئے ضروری کہ قرآن و حدیث کے مقاصد میں غور کرے اجتہاد کرے۔ پھر قوانین کے اہل نظر کے سامنے اپنی رائے کو ظاہر کرے اگر اتفاق حاصل ہو جائے تو وہ تفسیر احق ہوگی۔ **مسئلہ**:۔ نکاح میں مہر واجب ہے، یہ بات اجتماع میں مردوں کی سیادت کی نشاندہ ہے۔ پس جب ارتباط فاسد ہو جائے اور وہ یہ چاہیں کہ جُدا جُدا ہو جائیں تو مہر کی ادائیگی میں فکر نہ کریں۔ کیوں کہ وہ شرط عقد میں سے ہے۔ خواہ معاہدہ سے استفادہ تھوڑا کیا ہے۔ مگر شرط کو پورا کرنا ضروری ہے اور مہر واپس کرنے میں حیلہ مکر روا نہیں۔ نیز اس طرح انسان عقد کے تاکد پر مطمئن ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ خاوند عقد کے بعد بیوی پر حرام کر دیتا ہے کہ وہ خاوند کے علاوہ کسی دوسرے سے استمتاع نہ کرے اور یہ تحریم عقد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور عقد اپنی پوری شرائط کے ساتھ منعقد ہوتا ہے اگر مرد شرائط میں تساہل کریں تو وہ عورتوں پر تحریم استمتاع کیسے واجب کر سکتے ہیں۔ پس جب اپنے پر واجب شدہ حق کو بغیر چالاکی کے ادا کر دیں تو وہ حق دار ہیں کہ اُسے استمتاع بغیرہ حرام کریں اور اگر

زنا صادر ہو تو مواخذہ کریں۔ یہ تمام باتیں صحت عقد کے نتائج ہیں اور مہر کی عدم ادائیگی قانون کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۱۹، ۲۰، ۲۱ میں ہے۔ اس مسئلہ کا نام ہم تاکد عقد رکھتے ہیں یعنی عقد کی پابندی۔ اسکے بعد اس پر اجارہ وغیرہ کے مسائل قیاس کئے جا سکتے ہیں یاایھا الذین اٰمنوا مہر عقد میں مشروط ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع بغیر مال کے قائم نہیں ہو سکتا۔ پس جن لوگوں نے مال کی اہمیت نہیں سمجھی اور قرآن کی تفسیر کی اور اسلام کی بنیاد اخلاق مہذبہ پر رکھی انہوں نے حق قانون نہیں سمجھا اور ان کے استنباط کو قرآن اور اسلام کا منشا سمجھنا بالکل غلط ہے۔ ہم اشتراط مال کی حکمت سمجھنے میں خاص مطالعہ رکھتے ہیں۔ پہلی مصلحت یہ ہے کہ عورت اپنے باپ کے گھر کے اجتماع سے ہے اگر ہم اسے خارج کر دیں تو اجتماع میں نقص واقع ہو جائے گا۔ اس واسطے ہم اس عورت کے لئے مال کا حصہ مقرر کرتے ہیں اور اسے دیتے ہیں۔ نیز اس سے خاوند کی سیادت گھر میں قائم رہتی ہے۔ اور اثبات سیادت کے لئے عطیہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اجتماع کو طبعی میل سے قانون میں کوئی دلچسپی نہیں جب تک کہ مالی معاملہ نہ ہو۔ اور اس طرح سے میل وارتباط طبیعی امر محسوس بن جاتا ہے اور اہل رائے اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں۔

پس اگر مرد کو میلان ورغبت نہ ہو تو اسے وہ مال نہ دے گا۔ اسی طرح اگر عورت کو میلان نہ ہو تو وہ مرد سے مال قبول نہ کرے گی جس مال سے کہ خاوند کی سیادت ظاہر ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ربط طبیعی کو قائم رکھنے کے لئے یہ حکم مقرر کیا گیا ہے۔ لہذا تمام مصالح کے پیش نظر مہر نہ ادا کرنا جائز نہیں جب وہ اس معاہدہ کے نسخ کا ارادہ کریں۔ یہ بات ختم ہوئی۔ اس کے بعد ان محرمات عورتوں کا ذکر ہے جن سے معاہدہ نہیں ہو سکتا یہ نکاح کی شرط ثانی ہے۔ اور محرمات کا تقرر بنی آدم میں بہت مصلحتوں کی بنا پر ہوا ہے (آیت ۲۲ تا ۲۵) میں محرمات کا ذکر ہے۔ ہم احصان کا معنی ذکر کر آئے ہیں اور اسکی طرف اشارہ ہے۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ	مِنَ النِّسَآءِ	اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	كِتٰبَ
اور خاوند والی	عورتیں	مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ	حکم ہوا

اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَاُحِلَّ لَكُمْ	مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ	اَنْ تَبْتَغُوْا	
اللہ کا	تم پر	اور حلال ہیں تم کو	سب عورتیں ان کے سوا	بشرطیکہ طلب کرو ان کو اپنے	

بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ

مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو پھر جس کو کام میں لائے تم ان عورتوں میں سے

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ

تو ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے اور گناہ نہیں تم کو اس بات میں کہ ٹھہرا لو تم دونوں

بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَ

آپس کی رضا سے مقرر کیے پیچھے بیشک اللہ ہے خبردار حکمت والا اور

مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

جو کوئی نہ رکھے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

تو نکاح کر لے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں جو کہ تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان اور اللہ کو خوب معلوم

بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ

ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں ایک ہو سو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ

اور دو ان کے مہر موافق دستور کے قید میں آنے والیاں ہوں نہ مستی نکالنے والیاں

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ

اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں پھر جب وہ قید نکاح میں آ چکیں تو اگر کریں بےحیائی کا کام

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ

تو ان پر آدھی سزا ہے بیبیوں کی سزا سے یہ

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

اس کے واسطے ہے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ

بخشنے والا مہربان ہے اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو پہلوں کی راہ

الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦﴾

اور معاف کرے تم کو اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا

وَاللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۚ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو لگے ہوئے ہیں

الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيدُ اللَّهُ أَن

اپنے مزوں کے پیچھے کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ

يُخَفِّفَ عَنكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ﴿٢٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

ہلکا کرے اور انسان بنا ہے کمزور اے ایمان والو

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ

نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ

تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ۚ إِنَّ

تجارت ہو آپس کی خوشی سے اور نہ خون کرو آپس میں بیشک

اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ﴿٢٩﴾ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ عُدْوَانًا وَ

اللہ تم پر مہربان ہے اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی سے اور

ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ

ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ اللہ پر

يَسِيرًا ﴿٣٠﴾ إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ

آسان ہے اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کر دیں گے تم سے

سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا

چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے تم کو عزت کے مقام میں اور ہوس مت کرو جس

فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا

چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر مردوں کو حصہ ہے

اكْتَسَبُوْا ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۖ وَاسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۖ اِنَّ اللّٰهَ

اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل . بے شک اللہ کو ہر چیز

كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ

معلوم ہے اور ہر کسی کے لیے ہم نے مقرر کر دیئے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور

الْاَقْرَبُوْنَ ۖ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ اَیْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ

قرابت والے اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دیدو

نَصِیْبَهُمْ ۖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدًا ﴿۳۳﴾

ان کا حصہ بے شک اللہ کے رو برو ہے ہر چیز

روایات میں آیا ہے کہ لوگ ان عورتوں سے نکاح کرنے میں عظمت سمجھتے تھے جن کے خاوند ہوں اسلئے والمحصنات کا لفظ نازل ہوا۔ مُحصنہ وہ عورت ہے جس کا خاوند موجود ہو۔ اس سے ہم ایک دوسرے مسئلہ کا استنباط بھی کرتے ہیں کہ عقود اجتماع کے حکم کے ماتحت ہے۔ جب اجتماعیت بدل جائے تو عقود کا حکم بھی نہیں رہتا۔ لہذا گھر کی تبدیلی حکم عقود کو باطل کر دیتا ہے ومن لم یستطع الخ فقہا نے اس شرط کی تاثیر میں اختلاف کیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک مرد حرّہ عورت کے باوجود بھی آمار (باندیوں) کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔ لیکن شافعیوں کے نزدیک آمار کے ساتھ نکاح جائز نہیں جب کہ حرّہ کے ساتھ نکاح کرنے پر قادر ہو۔ پس ظاہر آیت کا شافعی کے قول کے مطابق ہے۔ ہم نے اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ اپنی قوم کی عورتوں سے نکاح کرنے کی رعایت رکھی گئی ہے۔ اور غیر قوم کی عورتوں سے تقدیم کی حکمت اس آیت میں ظاہر کیگئی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی نظر اسلام کی اجتماعیت عالمی کیطرف تھی۔ اس مرتبہ میں تمام اقوام مساوی ہو جاتی ہیں۔ لیکن میرے نزدیک اسلام کی اجتماعیت عالمی کا مفہوم یہ نہیں۔ ہر قوم اپنی قومیت سے وابستہ ہے۔ اور اسلام تمام قومیتوں کے لئے جامع ہے، قرآن اسی درجہ کا اشارہ کر رہا ہے۔

جو لوگ امام ابو حنیفہ کے اس قول اور اس فقہ سے قومیت کا انکار مستنبط کرتے ہیں میں ان کی تائید نہیں کرتا۔ اور البتہ جب وہ اپنی ذاتی رائے کی طرف راجع ہوتے ہیں تو یہ مفہوم امام اعظم کے قول سے لیتے ہیں۔ ایک شخص اپنی قوم اپنا وطن چھوڑ کر دوسری قوم میں شامل ہو جاتا ہے اس کے لئے یہ جائز ہے۔

لیکن قومیات کا انکار اور عمومی قومیت کا وجود میرے نزدیک صرف لفظی اور محض نام کے طور پر ہے۔ اور قرآن کی مراد یہ نہیں ہے۔ ہر قوم اپنی قوم میں نکاح کرے البتہ ضرورت کے وقت استثنا ہے۔ یہ اُس کی تائید ہے جس کی طرف امام شافعی گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مراتب کی تمیز کرتا ہے۔ یہ محرمات تورات کی تعلیم کے مطابق و موافق ہیں یرید اللہ الخ ان محرمات کا وجود تورات کی تعلیم میں ہے۔ اور قرآن تورات کی تصدیق کر رہا ہے۔ پھر تورات میں محرمات کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ اولاد ابراہیم میں بھی یہ بات ثابت ہے۔ قریش کے فساق عرب کے فساق کی طرح نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے امر کو اپنے اصل کی طرف لوٹایا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۴ سے ۲۷ تک۔ یرید اللہ الخ ویرید اللہ ان یخفف الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لئے جائز ہیں۔ یہی تخفیف ہے۔ جب گھر کی مشترک معاملہ کی حاجت محسوس کریں۔ تو یہ تبادل رضامندی کے طریقہ پر ہوگا۔ ورنہ ثبوت اور ان کا نظام باطل ہو جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے یا ایھا الذین امنوا (۲۹) میں تراض منکم x ولا تقتلوا انفسکم یعنی نکاح میں قانون محرمات کو ترک کرنا اور تبادل احوال رضامندی کے علاوہ ہونا اجتماعیت برباد کر دے گا۔ اور تم آپس میں قتل کرو گے۔ فمن یفعل ذٰلک الخ ترک قوانین اجتماع انسان کو دنیا اور آخرت میں ہلاک کرتا ہے۔ پس اتباع قانون کا مطلب کبائر سے بچنا ہے یعنی محرمات جن کی نص آچکی ہے ان سے بچنا۔

پھر جو محرمات مستنبطہ کسی قوم میں ہیں اور دوسری قوم وہ محرمات تسلیم نہیں ہوتیں تو ان کے متعلق مواخذہ منصوصہ محرمات کی طرح نہ ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۲۱ میں ۳۱ تک ان تجتنبوا ۔ ۔ ۔ ۔ کریما

مسئلہ نظام اجتماعی محتاج ہے ایک رئیس کے لئے اگرچہ وہ رئیس دو سے مرکب ہو۔ یہ اجتماع مرد عورت کے درمیان ہے مرد عورت ایک رئیس بمعنی سردار کے محتاج ہیں۔ اور وہ رئیس قانون عمومی کے ماتحت ہو۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ رئیس کون ہو؟ اس کا جواب آیت ۳۴ میں ہے۔ اور ۳۲ و ۳۳ حکمت تمہیدیہ ہے اور اس مسئلہ کی توضیح کے لئے آتی ہے۔

للرجال نصیبٌ الخ پس جو فضائل کہ مردوں اور عورتوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مناسب ہے، کہ وہ بقدر اکتساب ہوں۔ مرد کام کرتا ہے اور طبعاً وہ مصائب و مشقتوں کا متحمل ہے۔ اور اکتساب اموال کرتا ہے۔ اور اموال پر محافظت بھی کرتا ہے۔ اور دفاع کے لئے قتال پر تیار رہتا ہے۔ یہ فضیلتیں مرد کے لئے مسلم

ہیں۔ پھر عورتیں طبعاً اولاد کی دیکھ بھال پرورش اور دودھ پلانے کے لئے مائل ہیں۔ اس لئے وہ گھر بیٹھنے کے لیئے خواہشمند نہیں۔ اور اپنی طبیعت کے مطابق وہ ان فضائل کا اکتساب کرتی ہیں۔ ان کے لئے ان اعمال و وظائف میں فضیلت دحق ہے۔ اگر عورتیں مرد اپنی طبیعت کے تقاضا کے خلاف خروج کریں اور ادعار فضل خلاف مقتضی کریں تو ان کے لئے یہ غیر محمود وغیر مستحسن ہے۔ اور حکمت کی رو سے جائز نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے آیت کے آغاز میں ولا تتمنوا ما فضل اللہ الخ اس کے بعد للرجال نصیب الخ یعنی خلاف طبیعت ادعار فضل غیر محمود ہے۔ ہر فرد اپنی طبیعت کے موافق فضائل کی تکمیل کرے۔

فائدہ:۔ حجۃ اللہ البالغہ میں غنیہ مانعہ من السوال کے متعلق ہے کہ وہ چند اوقیہ ہیں یا پچاس درہم ہیں۔ اور یہ بھی آیا ہے غُنیہ سے مراد صبح شام غذا مہیا کردے یہ احادیث مخالف نہیں کیوں کہ لوگ مختلف منازل پر ہیں۔ ہر شخص کے لئے کسب ہے۔ جس سے وہ تحول نہیں کرسکتا۔ یعنی امکان تحول نہیں یعنی سیاست مدنیہ کے علوم کے متعلق یہ امکان مراد ہے۔ تہذیب نسمہ کے علم میں یہ امکان مراد نہیں۔ پس جو پیشہ ور ہیں وہ آلات حرفت کے ضرورت مند ہیں اور جو کاشتکار ہیں وہ آلات زراعت کے ضرورت مند ہیں اور بغیر آلات کے معذور ہیں اور تاجر پونجی اور سرمایہ کا ضرورمند ہے۔ اور مجاہد پر ہوگا۔ وہ غنائم پر صبح شام گذارہ کرے گا۔ جیسے کہ یہ رواج اصحاب میں موجود تھا۔ پس ان کے لئے ضابطہ اوقیہ اور پچاس درہم کا ہے۔ لیکن جو لوگ باربردار ہیں یا لکڑی اٹھا کر بیچنے کا کام کرتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسری مزدوریاں ہیں ان کے لئے ضابطہ غذا صبح شام کی ہے پس حکمت یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنی طبیعت کے مطابق مشغولیت دیئے جائیں۔ لہذا جب عورتیں مردوں کے کاموں کا ارادہ کریں یا مرد عورتوں کے کاموں کا ارادہ کریں تو یہ خلاف حکمت ہے۔ ہمارے نزدیک فرع فرع قوانین میں یہی مراد ہے۔ اور امام صاحب غنی کے متعلق قریب قریب یہی معنی لیتے ہیں۔ نیز ان کی عدم تحول ذی حرفہ عن حرفہ سے یہی مراد ہے اور عقلمند پر پوشیدہ نہیں کہ اضطراری حالت ان سب سے مستثنیٰ ہے۔ امور اضطرار یہ حکمت کی نظر میں اصول نہیں بنائے جاتے۔

فائدہ:۔ لوگوں میں اکتساب کا مفہوم جیسے کہ اشتراکی مبالغہ کہتے ہیں اگر حالت اضطراری میں ہو تو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن اگر حالت استقرار میں ہو تو فریب ہے، اور باطل ہے اور کہنے والے کے منہ پر یہ بات پھینکنی چاہیئے خواہ وہ افلاطون ہو یا اس کا باپ۔

تتمہ تلک الفائدۃ:۔ عورتوں کو معامل و مصانع یعنی کارخانوں میں ضرورت کی بنا پر داخل کرنا جب کہ مرد جنگ کے میدان میں ہوں تو جائز ہے۔ لیکن بحالت امن و اختیار یہ بنیاد ڈالنا صحیح نہیں۔ اور جب استمرار کیا جائے تو استثنا کی ضرورت ہے مثلاً عورتوں کو بوقت حمل اور بوقت ارضاع اعمال سے فراغت دی جائے گی۔ اگر کاموں سے ان حالات میں بھی فراغ نہ دیا گیا تو یہ غیر فطری ہونے کی دلیل ہے۔ پس جس غیر فطری چیز کا التزام ضرورت تک محدود ہو تو اس میں حرج نہیں اور استمرار و ہمیشگی خلاف فطرت اور خلاف حکمت ہے۔

واسئلوا اللہ من فضلہ ہر شخص کے لئے طبیعت کے موافق کام کرنے میں ترقی کا میدان وسیع ہے لہٰذا طبیعت کے سنن سے نکلنے کی کیا ضرورت ہے؟ واسئلوا الذین من فضلہ کا یہ مطلب ہے۔ جس حکمت کا ہمیں اعتماد ہے اس میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہوں گے۔ ان کے لئے بھی انتہائی ترقی کا موقعہ ہے۔ پس انسان جس خاص قسم میں پیدا کیا گیا ہے وہ فطرت کے طریقوں سے تجاوز نہ کرے۔ ہم نے بڑے گھروں میں یہ بات دیکھی ہے کہ مردوں سے زیادہ عورتوں کو اولاد پر غلبہ اور اثر حاصل ہوتا ہے۔ اتنا دبدبہ سلاطین میں بھی نہیں ہوتا۔ اور ایسی عورتیں بھی دیکھی ہیں جو اپنی نسائیت ترک کر چکی ہیں۔ البتہ چند ایسے گھرانے اور گروہ ہیں جس میں اصطلاحاً ایسا رواج ہو چکا ہے۔ اور اصطلاحات پر انسانیت قائم نہیں ہو سکتی۔ انسانیت سنن طبعیہ پر قائم رہ سکتی ہے۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ لوگ علوم شریعت کا نام رکھ لیتے ہیں۔ لیکن ان سے حکمت کا کلمہ نہیں نکلتا۔ اور حکمت کا کلمہ وہ لوگ منہ سے نکالتے ہیں جو شرائع کے منکر ہیں۔ حالاں کہ ہمارے نبی کے متبع کلمۂ حکمت کے زیادہ حقدار تھے۔ لیکن مسلمانوں نے خاص طور پر قرآن کو چھوڑ دیا ہے۔ اور منہج قرآن پر اپنے افکار کی تصحیح نہیں کرتے بلکہ انہوں نے فقہاء مناظرین سے کلمات جدلیہ حاصل کر لیتے ہیں اور قرآن سے مقدم ان کلمات کو کر لیا ہے۔ حکمت سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ ریاست میں مردوں کے لئے تکمیل کی ترقی کے متعلق ان کی حسب استعداد، آیت ۳۳ میں وارد ہوا ہے۔ ولکل جعلنا موالی الخ یہ ذوی القربیٰ میں سے ہیں۔ اور آیات مواریث میں اس کی تفصیل کی گئی۔ اس کو اعادہ کرنے میں دوسری مصلحت ہے اور وہ والذین عقدت ایمانکم میں ہے۔ موالی کی دو قسمیں ہیں (۱) قسم طبیعی (۲) قسم بالحلف والاء ان کے لئے بھی ذوی القربیٰ کی طرح حقوق ہیں، انہیں ان کے حقوق پہنچانا ضروری ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے فاتوھم نصیبھم ۔ یہ

معاملہ عقد محالفہ کا ہے ۔ اس کے ساتھ بھی فطرت رجال متحقق ہے اور گھر کے اندر بھی وہ سیادت کے مستحق ہیں۔ کیوں کہ انہیں گھر کے باہر سیادت حاصل ہے ۔ یہ دونوں آیتیں فطرت رجال کو بیان کرتی ہیں کہ ان کی فطرت سیادت ہے ۔ عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ مردوں کی فضیلت کی تمنا کریں کیوں کہ یہ چیز اجتماعیت طبعیہ کے لئے مفسد ہے۔ اس کے بعد الرجال قوامون سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

تنبیہ:۔ موالی یعنی جن سے عقد ایمان ہو چکا ہے ۔ یہ حکم فطرت کی طرف اشارہ ہے ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان تکمیل خلق پر قادر ہے جب کہ اس کی جبلت میں نہ ہو ۔ پس انسان قومی ہے کیوں کہ حُبِّ ذَوِی الْاَرْحَام اور حُبِّ ذَوِی الْقُرْبٰی اس کی فطرت میں موجود ہے ۔ اس محبت کے توسع کے لئے مرد فطرۃً قومی ہو جائے گا ۔ پھر مرد طبعاً عالمی ہو جائے گا اور اجتماع عالمی کو پسند کرے گا ۔ اور اس بات کو پسند کرے گا کہ اس کی جبلت میں کوئی اصل ہو ۔ پس انسان جب عقد اُخوت کرے یا حلف ولا کرے ۔ اور یہ اس کی طبعیت میں شامل بھی ہے پھر وہ آخر عمر تک مراعات حقوق عقد و حلف بھی کرے تو یہ مرد طبعاً اجتماعی عالمی ہو گا ۔ یہ خصلت مردوں میں بنسبت عورتوں کے بہت زیادہ ہے ۔ پس مرد طبعاً اجتماعی عالمی ہیں اور گھر کے باہر سیادت کے مستحق ہیں اور سیادات خارجی کی قوت کی وجہ سے سیادت داخلی کے بھی مستحق ہیں ۔ تنبیہ ختم ۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى

مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو

بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے انہوں نے اپنے مال پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ

انکو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو پھر اگر

اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا

کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی بے شک اللہ ہے سب سے

كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ

بڑا اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف

اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ

مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے اگر یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرا دیں تو اللہ موافقت کر دیگا

بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿٣٥﴾ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا

ان دونوں میں بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک کرو

بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

اُس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور

الْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ

فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے

بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ بیشک اللہ کو

لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ

پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ

لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور

اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ

تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لئے عذاب ذلت کا اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

اپنے مال لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر

وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾

اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت برا ساتھی ہے

سیادت کا ذکر بما فضل اللہ یعنی فطرۃ و طبعاً بما انفقوا من اموالھم یعنی اکتساب کے ذریعہ۔ الصالحات قٰنتٰت اس کا مطلب یہ کہ عورتوں کا اطاعت کرنا حکم قانون ہے۔ ہر قوم کے کنبہ میں قانون معروف مقرر ہوتا ہے۔ اور اطاعت واجبہ سوائے معروف کاموں میں اور جگہ نہیں ہو سکتی۔ حٰفظٰتٌ الخ مرد مال کماتا ہے اور عورتیں حفاظت کرتی ہیں جب کہ مرد موجود نہیں ہوتا۔ اور انہیں حفاظت میں تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے عورتیں مردوں کے برابر ہیں۔ اور اپنی سنن طبع سے خارج کی گئی ہیں۔

حکایت:۔ میں اور میرا بھتیجا (عزیز احمد) مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ ہمارے ساتھ عرصہ دراز سے عورت نہیں تھی۔ ہمارے پاس بعض چیزیں محفوظ تھیں وہ حکومتوں کے وزرا کی خاص طور پر ہمارے لئے تھیں۔ اور حقوق سیاسیہ کی بنا پر ملی تھیں۔ ان چند مہریں تھیں اور ان میں خاص مصلحتیں تھیں۔ کچھ سفر کے پاسپورٹ تھے۔ ہم نے پوری طاقت سے انہیں محفوظ رکھا ہوا تھا۔ ہم کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ کہ کسی کے حوالے کریں کیوں کہ ہم جانتے تھے کہ اس کا انکار کرنا آسان ہے۔ ہمارے پاس ایک شخص آیا جو ہند میں ہمارے پاس پڑھتا تھا۔ ہمارے گھر میں آکر بیٹھا۔ اور اس نے معلوم کر لیا کہ وہ خاص چیزیں ہم نے کہاں محفوظ کر رکھی ہوئی ہیں۔ ہماری عادت تھی کہ مغرب اور عشا بیت اللہ میں ادا کرتے تھے۔ حجرہ خالی چھوڑ جاتے تھے۔ بعض اوقات میں حجرہ میں رہتا تھا۔ اس شخص نے وہ وقت تاڑ لیا اور تمام چیزیں چوری کر کے لے گیا پھر اس حکومت کے پاس لے گیا جو ان چیزوں کو ہم سے حاصل کرنا چاہتی تھی۔ جب ہم اس مصیبت میں مبتلا ہوئے تو ہم نے یہ حکمت معلوم کی کہ اجتماع کے بعض ارکان کے لئے ضروری ہے کہ وہ گھر میں مقیم رہیں اور مال کی حفاظت کریں (یعنی عورتیں) والّٰتی تخافون نشوزھن جب عورت مرد کی سیادت برداشت نہ کرے تو اجتماع کا مقصد حاصل نہیں رہتا۔ پس اگر براہ راست اصلاح ممکن ہو تو بہتر ورنہ قوم کے پاس مقدمہ لے جائیں۔ اگر موافقت اور اتفاق ممکن نہ ہو تو دونوں میں فیصلہ ہو اور ایک دوسرے سے خلاصی پائیں۔ پس اجتماع کی درستی اسی طرح ممکن ہے کہ سیادت مردوں کے لئے ہو لیکن ایک دوسرے پر جبر غیر واجب ہے۔ اسی طرح اشارہ ہے۔ ۳۴، ۳۵ میں والّٰتی ...... خبیرًا الخ فابعثوا حکمًا اگر حکومت موجود ہو تو حکم ثالث حکومت کا ہو اور پنچ کا حکم دونوں پر واجب ہوگا اگرچہ وہ پسند نہ کریں۔ لیکن چوں کہ گھر کی مصلحت عدم اجبار کی مقتضی ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے حکم ثالث کا حکم نہیں دیا۔ اور دو حکم پر اکتفا

کیا ہے۔ اور دو حکم سے موافقت کا حاصل ہونا ضروری نہیں۔ کیوں کہ جب دو حکم اختلاف کریں گے تو موافقت کرانے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ اور اس حکم سازی سے مقصد ضروری طور پر موافقت کرانا ہی نہیں۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو اتفاق کرا دے اور انتہائی کوشش یہی ہے موافقت کرانے کی۔ پس اگر اتفاق نہ کریں تو ان میں یعنی مرد و عورت میں جدائی ضروری ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی حکمیں کا مسئلہ اسلئے نہیں کہ اتفاق کرانا ضروری ہے۔

تنبیہ جن لوگوں نے اس پر خلافت کے مسئلہ کا قیاس کیا ہے۔ انہوں نے غلطی کی ہے کیوں کہ مسئلہ خلافت میں اتفاق کرانا ضروری ہے۔ ان کے لئے مناسب ہے کہ وہ تین حکام مقرر کریں۔ دو حکم طرفین کے ہوں اور حکم ثالث وہ ہے جس پر طرفین متفق ہوں۔ جو کسی ایک فریق کی طرف مائل نہ ہو۔ جب اسے دو حکموں کے ساتھ شامل کریں گے۔ تو دو حکموں کے اختلاف کے وقت تیسرے حکم کا فیصلہ ترجیح دیا جائے گا۔ اور یہ ممکن ہے صرف دو حکم سے خرابی اسی طرح ہوگی جیسے مہاجرین و انصار کے دو طائفے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ میں صلح نہ کر سکے کیوں کہ ان دونو گروہوں میں اختلاف تھا۔ (فصل اول تمام شد)

الفصل الثانی

فصل ثانی اجتماعیت ابتدائیہ یا اجتماعیت فی القریٰ وغیرہ کے ذکر میں ہے۔ آیہ ۳۶ سے ۷۵ تک۔ اخلاق متعین ہوتے ہیں۔ یعنی اخلاق اجتماعیہ ابتدائیہ مسلمان جب بلاد عالیہ متمدنہ میں مرکزیت پکڑ گئے تو کچھ ایام کے بعد اجتماعیت کی ابتدائی ارتقا کے اخلاق بھول گئے۔ اس لئے وہ ہالکین کے قریب ہو گئے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ اجتماعیات سے اب وہ بے نیاز ہیں اور انسانیت کے طبقہ عالیہ میں آ گئے ہیں۔ اور یہ مخالطت شیطانیہ ہے۔ انسان انسانیت کے طبقہ میں ترقی نہیں کریگا وہ اس درجہ کو اجتماعیہ عامہ صالحہ کا فرد نہ بنے اور جب تک محفوظ نہ کرے۔ اور سوائے قری کے ممکن نہیں۔ بنی اُمیہ کے بادشاہ اور خلفاء جب اپنا اتصال جزیرہ اور دیہات سے منقطع کر چکے تو ان کی اجتماعیت فاسد ہوگی اور عجم ان پر بتدریج غلبہ حاصل کرے گا۔ یعنی ایرانی پھر تورانی، جو قری میں رہتے تھے اور پھر مجتمع ہو گئے۔ ہند ہزاروں سالوں سے اپنی ثقافت پر محافظ ہے۔ کیوں کہ نظام قری انقلابیات کے ضمن میں متبدل نہیں ہوا۔ اور حنفیت بھی خراسان میں اس واسطے ترقی پر ہے کہ انہوں نے فقہ کو فارس اور اس کی بستیوں میں محفوظ کر دیا۔ پس انقلابات اجتماعیات میں آتے رہتے ہیں اور ان کی ابتدا بستیوں سے ہوتی ہے۔ اور اجتماعیت متوسطہ کے اخلاق کی حفاظت دیہاتوں سے اوپر کا درجہ ہے۔ اس میں نہ شہریت ہوتی ہے اور نہ تمدن

انسانیت کے لئے یہ زندگی ہے۔ اسی کے متعلق فصل ثانی میں ہم بحث کرتے ہیں۔ اجتماعیت کے اس درجہ کی اولاد ہی مہاجرین وانصار کے سابقین تھے قولہ اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً اس سے غرض شاہان فرعونی اور احبار ورہبان کے طوائف کی حکومت کی نفی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان کے الٰہ ہونے کا انکار اسی کی طرف اشارہ ہے وَلَا تُشْرِکُوا بِہٖ شَیْئًا اور تمام انواع سیادات کو للہ لحق میں محصور کیا گیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے وَاعْبُدُوا اللّٰہَ میں۔ پس انسان مستحق نہیں کہ وہ انسان پر تحکم کرے۔ وبالوالدین احساناً محسنین کا نمونہ والدین ہیں۔ جو شخص کسی پر احسان کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی احسان کے بدلہ میں احسان برابر کرے۔ یہ انسانیت کا ثبوت ہے۔ اور جب احسان بغیر معاوضہ کے قبول کیا جائے گا۔ تو بتدریج وہ محسن کا بندہ ہو جائے گا۔ پس اس مثال پر اجتماعیت کے ساتھ عام طور پر معاملہ کیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔

وبذی القربٰی احسان ویسا ہی ہے جیسے والدین کے ساتھ درجات کے مطابق ذوی القربٰی کے ساتھ احسان کیا جائے۔ والیتامیٰ والمسٰکین قرآن عظیم نے ان لفظوں سے صنفار قوم کی اصطلاح مقرر کی ہے۔

پھر جو اس کی قوم کے علاوہ ہو اس کے ساتھ انسان نے چونکہ مجبوراً معاملہ کرنا ہی ہے۔ اس لئے لازم ٹھہرا کہ اپنی قوم کی طرح ان سے معاملہ کیا جائے۔ اس کی طرف اشارہ ہے والجار ذی القربٰی والجار الجنب یعنی جو بھی ہماری اجتماعیات کی حد میں داخل ہو گیا۔ واجب ہے کہ ان کے ساتھ احسان کا مساوی درجہ پر معاملہ کیا جائے۔ اگرچہ وہ طبقات کے اختلاف سے احسان ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ انسان اپنے آباء و اولاد سے احسان کا مخصوص طریقہ برتتا ہے۔ پھر بھائیوں بہنوں سے احسان کا معاملہ کرتا ہے۔ جب انہیں کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ حاجت پوری کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔ اور بھائی بہنوں کے پاس ہر وقت جمع اس طرح نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ وہ اپنے آباء و اولاد کے پاس جمع ہوتا ہے۔ اس بھائی بہنیں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ ویسے ہی احسان کرتا ہے۔ جیسے کہ والدین سے۔ یہ ظاہری اختلاف کہ وہ بھائی بہنوں کے پاس ہر وقت نہیں جاتا۔ اس طرح کا ہے کہ ان کا گھر دور ہے اس کا یہ مطلب نہیں سمجھا جاتا کہ وہ بوقت حاجت احسان نہیں کرتا۔ غرضیکہ افراد قوم اور اجانب سے بھی احسان ہو اگرچہ بظاہر شکل جداگانہ ہوگی۔

حکایت:۔ حکیم اجمل خاں سیاسیات اجتماعیہ میں ایک بڑا آدمی تھا۔ وہ جوان مسلمانوں کے لئے باپ کے مرتبہ میں تھا۔ لیکن ہندوؤں اور سکھوں کا معاملہ ایک سا ہے اس میں فرق نہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں

میں ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ وہ صرف ان کے ساتھ ہی احسان کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ احسان نہیں کرتا حالاں کہ معاملات میں فرق بیّن تھا۔ اس میں راز یہ تھا کہ جس کو بھی کوئی مصیبت پیش ہوتی تو وہ ان کے ساتھ انتہائی غمگساری اور ہمدردی کرتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ صرف ان سے ہی اس کا سلوک ایسا ہے وہ اس کے احسان کی قدر اتنی کرتے تھے جتنی کہ اُن سے اُمید نہ ہوتی تھی۔ ایک بار سکھوں کا ایک گروہ حکومت کے مقابلہ میں آگیا کہ دینی معاملہ کی وجہ سے البنیوں سے لوگ حکیم صاحب کے پاس جمع ہوئے اس نے انہیں کسی نکتہ کی تنبیہ کی اور ان کی مالی امداد بہادرانہ کا اظہار کیا۔ انہوں نے حکیم صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ سکھوں کے عقل مند اس نکتہ پر متنبہ نہ ہوئے۔ سکھوں نے حکیم صاحب کے ارادہ کا شکریہ ادا کیا اور وہ اسے اپنے سکھ لیڈروں کی طرح قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ہماری مراد تساوی فی الاحسان سے یہی ہے۔ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ میں یہی اشارہ ہے مجھے مسلمانوں کے طبقہ عالیہ پر افسوس ہے وہ اجنبی ہمسایہ کے ساتھ ویسا احسان نہیں کرتے جیسا کہ جاری ذی القربیٰ سے کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اپنے گھروں کو آپ برباد کیا ہے۔

والصاحب بالجنب وابن السبیل یہ بھی اسی طرح احسان کے مستحق ہیں جس طرح والدین۔ جو لوگ ان اخلاق پر اولاد اسلام کی تربیت کرتے تھے وہ مر گئے۔ اب مدارس تعلیم میں شیطان گھس آتے ہیں۔ ان سے سرمایہ داروں اور بادشاہوں کی ترقی پیدا ہو رہی ہے۔ اور یہ اجتماع کے بطلان کی بنیاد ہے جیسا کہ امام صاحب نے حجۃ اللہ میں ثابت کیا ہے۔ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ یعنی ان کے ساتھ احسان بھی والدین کی طرح ہو۔ یعنی مملوک خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں بچے ہوں وہ ہمارے گھروں میں خدمت کرتے ہیں۔ اور وہ مال اپنی زندگی کے لئے نہیں بنا سکتے۔ اس لئے ان کے ساتھ بھی مثل والدین احسان کیا جائے۔ اور جو ان باتوں کی مخالفت کرتا ہے اس کا نام اللہ نے مختال و فخور رکھا ہے۔ ایسے خبیث کو اجتماعیت اسلام سے خارج کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے سورۃ اسرائیل ولا تمش فی الارض مرحا یہ تمام باتیں خدا کے نزدیک مکروہ سیئہ ہیں۔ یہی باتیں حکمت کی اللہ نے وصیت کی ہیں۔ یعنی زمانوں اور شہروں کے بدلنے سے نوٹ بدل جا یہ ۳۶ میں ہے۔ عقل مندوں پر مخفی نہیں کہ یہ احسان ان کی تقاضا حاجات ہی کے لئے ہے۔ کہ دفع ضرورت ان کی حاجات رفع ہوں۔ اور محسن اموال کو صرف کریں جو لوگ بخل کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں اموال کی سہولت

روکتے ہیں۔ اور افلاس وفقر پیدا کرتے ہیں وہ اس حکمت کے منکر ہیں۔ اس واسطے ان کے ۳۷ میں اشارہ ہے۔ الذین یبخلون الخ یہ فعل بخل ان کی سلب عزت کا باعث ہے۔ پھر بعض لوگ ایسے ہیں جو اخلاقی طور پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اس خیال سے کہ لوگ ان کی تعریف کریں، ان کا یہ فعل لازمی نہیں رہے گا۔ ایک بار کریں گے پھر وہ انفاق نہیں کریں گے۔ اس طرح سے ان کا اعتماد بھی کھو جائے گا۔ اور اجتماعیت میں یگانگت باقی نہ رہے گی جو یگانگت کہ روح اجتماع ہے اس کی طرف اشارہ ۳۸ و ۳۹ میں ہے والذین ینفقون الخ یس جن اموال کو اس طرح خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے۔ کہ وہ بہت منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے اشارہ ۴۰ میں ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ

اور کیا نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے دیئے ہوئے

اللَّهُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿٣٩﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ

میں سے اور اللہ کو ان کی خوب خبر ہے بیشک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر

وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾

اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے اور دیتا ہے اپنے پاس سے بڑا ثواب

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے تجھکو ان لوگوں پر

شَهِيدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ

احوال بتانے والا اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی کہ برابر ہو جاویں

بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿٤٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

زمین کے اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات اے ایمان والو

آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا

نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو

تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ

کہتے ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کرلو اور اگر تم

مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے کوئی شخص تم جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو

النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا

عورتوں کے پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو زمین پاک کا پھر ملو

بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٤٣﴾ اَلَمْ تَرَ

اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو بیشک اللہ ہے معاف کرنیوالا بخشنے والا کیا تو نے نہ دیکھا

اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ

ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب سے خرید کرتے ہیں گمراہی اور

یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىِٕكُمْ ؕ وَ

چاہتے ہیں کہ تم بھی بہک جاؤ راہ سے اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور

كَفٰی بِاللّٰهِ وَلِیًّا ۙ وَّكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِیْرًا ﴿٤٥﴾ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا

کافی ہے حمایتی اور اللہ کافی ہے مددگار بعضے لوگ یہودی

یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا

پھیرتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا

وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ؕ وَلَوْ

اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنایا جائیو اور کہتے ہیں راعنا موڑ کر اپنی زبانوں کو اور عیب لگانے کو دین میں اور اگر

اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ

وہ کہتے ہم نے سنا اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حق

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿٤٦﴾

میں اور درست لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ

پہلے اس سے کہ ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں ان کو پیٹھ کی طرف یا لعنت کریں ان پر

كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

جیسے ہم نے لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے۔

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الخ اجتماع میں یہ امر لوگوں پر مخفی نہیں کہ کیا کوئی شخص شہرت کے لئے خرچ کرتا ہے۔ یا تکمیل ایمان کے لئے؟ اس لئے وہ یوم قیامت محاسبہ کیا جائیں گے۔ اور رسول حاکم ہوگا ان میں فصل کریگا۔ اور شاہد ہوگا۔ فکیف اذا جئنا الخ میں یہی اشارہ ہے۔ اور یومئذ الخ میں ایمان اور کفر کا نمونہ بتایا گیا ہے اور وجوب اطاعت رسولؐ ظاہر کیا گیا ہے۔ پس انسان کو اس کے فضائل انسانیت کی تکمیل کے لئے کہا گیا ہے یہ اخلاق اجتماعیہ متوسطہ کا ذکر تھا۔

اگر شرائع اجتماعیہ متوسطہ کا مسئلہ ذکر کیا جائے تو اس کا تعلق طہارت اور ادائے صلوٰۃ سے ہے یہ سب سے پہلی بات ہے جو لوگوں پر شرائع کی جانب سے واجب ہوتی ہے جب کہ وہ اخلاق ایمانیہ کے پابند ہو جائیں۔ جو لوگ اس شریعت کو حکمت اخلاق پر مقدم کریں یعنی وہ حکمت اخلاق جن کا فقہائے متاخرین نے حکم دیا ہے تو وہ تحریف سے محفوظ ہو جائیں گے۔ کیوں کہ امام ابوحنیفہ نے فقہ کو معرفت نفس کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ اور حکمت کو اپنی اصطلاح میں فقہ میں داخل کیا ہے۔ جو شخص یہ کہے کہ وہ ابوحنیفہ کا مقلد ہے فقہ کے لحاظ سے۔ اور حکمت کو شریعت سے خارج کرے یا مؤخر کرے تو اس نے گویا امام صاحب کے کلام کی تحریف کی ہے۔

یہ مسئلہ ۴۳ میں ہے یا ایہا الذین اٰمنوا لا تقربوا نماز میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے یہی بندہ اور رب میں عہد تھا اس کو یاد کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ ایمان کا معنٰی یہ ہے کہ اپنے تمام اعمال کا مرجع قرآن کو قرار دیا جائے اور ایمان دراصل میثاق اور عہد ہے۔ یعنی یہ کہ وہ سوائے کتاب اللہ کے کسی اور چیز پر عمل نہیں کرتا۔ اور قرآن نہیں چھوڑتا۔ تو جو نماز میں قرآن پڑھتا ہے گویا وہ عہد کو یاد کرتا ہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ امر الٰہی کو فہم و عقل میں نہ لائے۔ اس لئے بحالت مدہوشی نماز سے منع کئے گئے ہیں۔

بات صاف ہوگئی کہ قرآن کا مقصد اس کے احکام کو سمجھنا ہے۔ پس عربی تو قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔ لیکن عجمی نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے وہ بھی سکران کی طرح ہے۔ اس لئے جو شخص اہل ایمان کا لغت قرآن کو نہیں سمجھتا اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کا ترجمہ اپنی زبان میں پڑھے تاکہ وہ اپنی بات خود سمجھ سکے۔

یہی امام ابوحنیفہ اور اس کے صاحبین کا حکم ہے۔ ان کا آپس میں اس مسئلہ میں اختلاف نہیں۔ کیوں کہ عجمی ترجمہ کا محتاج ہے جب تک کہ وہ عربی نہیں سیکھتا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ جو شخص عجمی ہو عربی بھی جانتا ہو اور پھر وہ ترجمہ کرکے نماز میں پڑھے اور یہ بات امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرے تو وہ جاہل ہے کیوں کہ ائمہ ثلاثہ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص عجمی ہو عربی جانتا ہو وہ عربی میں ہی قرآن پڑھے۔ البتہ جب عربی نہ جانتا ہو وہ ترجمہ کرکے پڑھے۔ تاکہ وہ لا تقربوا الصلوٰۃ کی نہی سے نکل جائے اور اس کی مسئولیت نہ ہو۔ جو عجمی عالم لوگوں کو عربی زبان میں بقدر صحت نماز قرآن کی تعلیم نہیں دیتے یا لوگوں کو ان کی اپنی زبان میں قرآن کے معنی نہیں بتاتے ان سے مواخذہ ہوگا اور وہ من یکتم ما انزلہ اللہ کے ضمن میں پکڑے جائیں گے جس کا ہم نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۹ میں ذکر کیا ہے۔ نیز جو لوگ کلمات عربیہ کا تلفظ بغیر معنی سمجھنے کے نماز کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ بھی قرآن کی تحریف کر رہے ہیں۔

سی طرح سے ہی اجتماعیت متوسط میں عام لوگ تشریع فی الاحکام سمجھ سکتے ہیں ولا جنبا الا عابری الخ یعنی مساجد اور بیوت میں بحالت جنابت نماز نہ پڑھنی چاہیئے عابری سبیل کا معنی یہ نہیں کہ بحالت جنابت مسجد سے نہ گذرے۔ جس نے یہ تفسیر کی ہے اس نے غلطی کی ہے۔ بلکہ عابری سبیل سے مراد مسافر ہے وہ بعض اوقات غسل پر قادر نہیں ہوتا اس لئے وہ بحالت جنابت نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے حتی تغتسلوا میں۔ پس استثنا عابری سبیل کا وجوب غسل سے ہے۔ اور آیت اس طرح ہو جائے گی ولا تقربوا الصلوٰۃ جنبا حتی تغتسلوا الا عابری سبیل اور حتی تغتسلوا سے جواز عبور من المسجد کا استنباط نحویوں کا کھیل ہے خواہ کوئی بر (یعنی عبور من المسجد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس آیت سے) اس کے بعد تفصیل تیمم ہے۔ اور اس کی شرح سوی میں اور مصفی میں ہے۔ اور تشریع میں تصرف جیسا کہ ہم نے عجم اور عرب کی طرف منسوب کیا ہے۔ بنی اسرائیل میں بھی ان کی کتاب میں مستعمل تھا۔ آیات ۴۴ سے ۴۶ تک اس کا بیان ہے اور مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے کہ وہ عمل یہود کی طرح نہ کریں جیسے کہ وہ اپنی کتاب میں کرتے تھے۔ الم تر یعنی یہودی چاہتے ہیں کہ تم ان کی اتباع کرو تحریف کے معاملہ میں۔ مگر ایسا نہیں تم اپنی شرع کی اتباع کرو اور تحریف نہ کرو۔ الا قلیلا میں تحریف کی تہدید آئی ہے جو شخص تحریف کا عادی ہو جائے   اللہ تعالیٰ

ان کے چہروں کو خراب و مسخ کرے گا یہودی ارتجاع کا ارادہ کرتے ہیں اس طرف اشارہ فنردھا علے ادبادھا
میں ہے۔ یا وہ بہائم کے ساتھ مل جائینگے کیوں کہ ان میں فواحش اور زنا کا غلبہ ہو جائے گا۔ میں فاحشات کی زندگی جو
خرابات میں ہو صغر سنی پر محمول کرتا ہوں کیوں کہ بعض کنبے ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس کے بعد ملوک اسلام کی
فاحشانہ زندگی گویا حالت بلوغ میں ہوتی ہے۔ ان دونوں فاحشانہ زندگیوں کو میں برابر سمجھتا ہوں ان میں کوئی فرق نہیں
یہ حیوانیت کی طرف رجوع ہے۔ اور ان کے علماء و زہاد کی زندگی پستی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یہ تمام تر نتیجہ تحریف کا
ہے۔ اس کے بعد شرک کا درجہ آتا ہے۔ یعنی غیر اللہ کا حکم قبول کرنا اور خدا کے حکم کے برابر سمجھنا یہ جرم کبھی معاف نہیں
کیا جائے گا یہ نتیجہ تحریف کے نتیجہ کے بعد اور تہاون فی الشرع کے نتیجہ کے بعد ہوتا ہے اس کی طرف اشارہ ۴۸ میں ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ
بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے
وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ﴿٤٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى
اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا کیا تو نے نہ دیکھا ان کو
الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ
جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا
فَتِيلًا ﴿٤٩﴾ انْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُبِينًا ﴿٥٠﴾
تاگے برابر دیکھ کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح
أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ
کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا جو مانتے ہیں بتوں کو
وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ
اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں
الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَنْ يَلْعَنِ
مسلمانوں سے یہ وہی ہیں جن پر لعنت کی ہے اللہ نے اور جس پر لعنت کرے

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا

اللہ نہ پاویگا تو اس کا کوئی مددگار ۔ کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں پھر تو یہ

لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ

نہ دیں گے لوگوں کو ایک تل برابر یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر جو دیا ہے ان کو

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اللہ نے اپنے فضل سے سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور علم

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ

اور ان کو دی ہے ہم نے بڑی سلطنت پھر ان میں سے کسی نے اس کو مانا

وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾

اور کوئی اس سے ہٹا رہا اور کافی ہے دوزخ کی بھڑکتی آگ

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ

بیشک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے ان کو ہم ڈالیں گے آگ میں جس وقت جل جائیگی

جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ

کھال ان کی تو ہم بدل دیویں گے ان کو اور کھال تاکہ چکھتے رہیں عذاب

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بیشک اللہ ہے زبردست حکمت والا اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں

اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

ہمیشہ ان کے لئے وہاں عورتیں ہیں ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَھْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ

بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو

بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط اِنَّ

لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بیشک

اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿٥٨﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو

الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ

رسول کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اسکو رجوع

اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط

کرو طرف اللہ کے اور رسول کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر

ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿٥٩﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ

یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام کیا تونے نہ دیکھا ان کو جو دعوے کرتے ہیں

اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ

کہ ایمان لائے ہیں اس پر جو اترا تیری طرف اور جو اترا تجھ سے پہلے چاہتے ہیں

اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ط وَيُرِيْدُ

کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿٦٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے اور جب ان کو کہئے کہ آؤ

اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ

اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول کی طرف تو دیکھے تو منافقوں کو کہ ہٹتے ہیں

عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا

تجھ سے رک کر پھر کیا ہوا جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ

ہاتھوں کے کئے ہوئے سے پھر آویں تیرے پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی کہ ہم کو غرض

إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ

نہ تھی۔ مگر بھلائی اور ملاپ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے

فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے حق میں بات کام کی

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ

أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ

جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کو بخشوانا

لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ

تو البتہ اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک

يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا

کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی

مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ

تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ

اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ

ہلاک کرو اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے

مِنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَأَشَدَّ

ان میں سے اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں

تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَآتَيْنَاهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾ وَلَهَدَيْنَاهُمْ

بہتر ہوا اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہو دین میں۔ اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور چلاویں ان کو

صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ

سیدھی راہ اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں

الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید

وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ

اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے

وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ

اور اللہ کافی ہے جاننے والا اے ایمان والو لے لو اپنے ہتھیار

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ

پھر نکلو جدی جدی فوج ہوکر یا سب اکٹھے اور تم میں سے بعضا ایسا ہے کہ البتہ دیر لگاوے گا

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ

پھر اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہے اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا

مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ

ان کے ساتھ اور اگر تم کو پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا

لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾

نہ تھی تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں ہوتا ان کے ساتھ تو پاتا بڑی مراد

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک الخ

اس کے بعد شرک اور قبول حکم غیر کتاب اللہ سے ان میں دوسری قبائح دوسری صورتوں میں آجاتی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ (۱) باوجود قبول حکم غیر اللہ کے وہ خود کو مستحق نجات بحکم کتاب سمجھتے ہیں یہ افترا عظیم ہے کتاب اللہ غیر مومن بالکتاب کی نجات کی ضامن نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۴۹ و ۵۰ میں ہے الم تری الخ

(۲) دوسری قبیحہ یہ ہے کہ وہ کتاب ترک کرتے ہیں اور اعمال سحر کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ حالاں کہ سحر صابیوں کے ہاں مروج ہے اور وہ صابیوں کو حنفا پر ترجیح دیتے ہیں اور حنفا ہی تو اصل میں احیاء ملت ابراہیم کا ارادہ رکھتے ہیں، اس کی طرف اشارہ ۵۱، ۵۲ میں ہے الم تر ...... اھدیٰ سبیلا۔

(۳) تیسری قبیحہ یہ ہے کہ وہ سیاسیات میں ترقی کا انحصار صرف اپنے گروہ کے لئے کرتے۔ اور اپنے علاوہ کے لئے جائز نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ یہ سراسر ان کے تخیلات ہیں۔ اسی طرح کسی گروہ یہ موقعہ بھی نہیں

دیتے کہ کوئی حق میں سے کچھ معلوم کر سکے۔ اس کی طرف اشارہ ۵۳، ۵۴ میں ہے ام لھم نصیب الخ یہ تخیل باطل ہے۔ میں ان آیات کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکا جب تک کہ میں نے علمائے اسلام میں اس قسم کے مشاہد نہیں کئے کہ علمائے اسلام میں یہ سب قسمیں موجود ہیں۔ مجھے بعد میں اچھی طرح فیصلہ کرنا پڑا کہ اسی طرح کے لوگ یہود میں تھے جیسے کہ علمائے اسلام میں ہیں۔ قرآن نے ان کے تخیل کا رد کیا ہے۔ فقد آتینا آل ابراھیم الخ جو لوگ قرآن کی حکمت نازلہ پر عمل کرتے ہیں اور کتاب اللہ کی روشن شریعت پر ٹھیک اسکی منشا کے مطابق کرتے ہیں۔ ان کے لئے اللہ نے ملک عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ جو اس پر ایمان لائے گا۔ کامیاب ہوگا۔ اور جو اس سے لوگوں کو روکے گا ناکام ہوگا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۵۵ سے ۵۷ تک ہے، منھم من الخ (فصل ثانی تمام شد)

الفصل الثالث (اجتماعیت متوسطہ)

حکومت صالحہ اجتماعیت صالحہ سے پیدا ہوتی ہے یہ بیان ۵۸ سے ۷۰ تک ہے۔ حکم میں یعنی حکومت میں حکمت دو چیزوں کی ہے۔ ۱: حفظ امانت اور حکم بالعدل لوگوں میں۔ اجتماعیت معاملات اور اشتراکات کے لئے مستوجب ہے۔ روح معاملات ادا، امانت کا محفوظ کرنا ہے۔ جب مخاصمت واقع ہو جائے تو حکم میں کوئی نفسانی رغبت نہ کرے گا۔ لہذا حاکم جس بات کو حق گردانے اس کا ہی حکم کرے۔ اگر اس کے ادراک میں خطا ہو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر وہ دو خصمین میں کسی طرف مائل ہو گیا تو وہ عدل سے خارج ہو گیا۔ اس حکمت کے متعلق ارشاد ہے۔ ان اللہ یامرکم۔۔۔ تا بصیرا۔ پس شریعت جو اس حکمت یعنی امانت و عدل پر مشتمل ہے یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہے۔ اس کے لئے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

یایھا الذین آمنوا (۵۹) یہ شریعت محققہ ہے واولی الامر منکم یہ شریعت مستنبطہ ہے اس کا نام آج کی زبان میں ہم "قانون ثانوی" رکھتے ہیں۔ اور انگریزی اصطلاح میں اسے بائیلاز کہتے ہیں۔

ہر وہ شخص جس کو تنفیذ قانون کے لئے مقرر کیا جاتا ہے گا وہ اپنے شرکا کے ساتھ تنفیذ کے لئے قانون بنائے گا۔ یہ قانون اولی الامر کی تبدیلی کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ قرآن میں نص کتاب کے اتباع کا حکم ہے نیز جیسے اولی الامر استنباط کریں ان کے اتباع کا حکم ہے۔ پھر ترتیب قوانین کی تصریح ہے۔ اور اس کے کئی درجے ہوں گے۔ اول دوسرے پر مقدم ہوگا جب کہ ان میں اختلاف ظاہر ہو جائے۔ اسی بات کا اشارہ

ہے فان تنازعتم کتاب اللہ کے علاوہ جو متدین حنفار کی ہر ایک قوم میں ہیں وہ ان کے طاغوت ہیں۔
پس قرآن انہیں حکم ان کی کتاب کے لئے دیتا ہے۔ اہل تورات کو اتباع تورات کا حکم دیتا ہے۔ اہل انجیل کو
حکم دیتا ہے۔ پھر انہیں حکم دیتا ہے کہ اہل قرآن کے ساتھ اجتماع کریں۔ پس اختلاف کی صورت میں حکم قرآن
مقدم سمجھا جائے گا۔ کیوں کہ وہ سیاست عالیہ کے ساتھ قائم ہیں۔ اور قرآن انہیں ان کی کتاب کے ترک کا امر
نہیں کرتا۔ الٹا ان میں وہ لوگ ہیں جو ان کو کتاب کے ترک کا امر کرتے ہیں۔ اہل کلام نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے
وہ اہل کتاب کو ان کی تمام کتابوں کو ترک کا امر کرتے ہیں۔ یہ اہل کلام اجتماع عالمی پر حق قدرت نہیں رکھتے
اس کی وضاحت یہ ہے کہ مسلمان فقہ کے اجتہادیات میں مختلف ہیں اور ان کا مذاہب ثلاثہ میں اختلاف ہے
حنفیہ مشرق میں ہیں۔ مالکی مغرب میں ہیں۔ اور شافعی حنبلی بلاد متوسطہ میں ہیں۔ ان تمام کا اتفاق یہ ہے کہ ماخذ
اجتہاد کتاب اللہ ہے۔ اور صحاح ستہ حدیث ہیں اور احادیث ضعیفہ سے صحاح کی تمیز کی مراعات بھی کرتے ہیں
نیز اہل اسلام اہل حل وعقد کا اجتماع بھی شرط ہے۔ اور اس کے بعد قیاس علی قدر الضرورۃ بھی کرتے ہیں۔
متجددین چاہتے ہیں کہ مذاہب ثلاثہ کو کتاب وسنت پر جمع کریں۔ پس اپنے اس ارادہ کے تحت مسلمانوں
میں ایک نیا فرقہ بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہر مجدد اس بات کے لئے اٹھا اور اس نے پہلے فرقوں میں ایک
اپنے فرقہ کا اضافہ کر دیا۔ میں نے اس خرابی کا گذشتہ صدی کے مجددین میں مطالعہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ مجددین نے
حدود تجدید میں غلطی کھائی ہے۔ ان پر ضروری تھا کہ وہ مالکی شافعی وغیرہ کے تمام اہل مذہب کو ان کے اپنے اپنے
مذہب کے اصول پر چلنے کی تلقین کرتے اور انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے۔ حالاں کہ یہ ان کے
اصول کی مخالفت کرتے آئے۔ اور ہر مذہب میں وہ لوگ بھی ہیں جو کتاب وسنت پر عمل کو ترجیح دیتے رہے۔
اور مذہب کی ان روایات کو ترجیح دیتے رہے۔ جو کتاب وسنت کے موافق نہیں خواہ مذاہب ثلاثہ میں صورت
اختلاف باقی رہی۔ لیکن کتاب وسنت پر عمل کرنے کی روح تمام مذاہب میں مفقود ہو چکی ہے۔ اور اختلاف
ایسا رہ گیا ہے جیسا زبان اور معانی کا اختلاف ہو۔ حدود کی رعایت نہیں کی بلکہ مذاہب کے مختلف صورتوں کے
باطل کرنے کی کوشش کی اور شریعت کی ایک نئی صورت پیدا کر دی جو تمام مذاہب کو منسوخ کرنے والی ہو۔
اور ایک ایسی جماعت تیار کرتے رہے جو لوگوں کو اس نئے مذہب کی دعوت دے۔ یہ مذاہب کو منسوخ
نہ کر سکے بلکہ ایک فرقہ بڑھا گئے۔ اختلاف بڑھا گئے اور فرقے بہت ہو گئے۔

امام ولی اللہ کی حکمت میں ہم نے یہ دیکھا ہے کہ وہ اپنے نظریات علم وعمل اور اصحاب اولین چھوڑ گئے دوسرے طبقہ کے متبعین نے ان کے نظریات چھوڑ دئیے اور عام متجددین کی اتباع میں شامل ہو گئے خواہ وہ ان کے مخصوص ائمہ کے خلاف ہی تھے۔ اس واسطے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ جیسا کہ چاہیئے تھا۔ امام ولی اللہ اور اس کے اکابر اصحاب کے بعد طبقہ متاخرہ کا امام امام عبدالعزیز ہے اس کے طریقہ سے اس کی اتباع کی ایک جماعت نکل گئی۔ پھر طبقہ اخری میں امیر سید احمد شیخ عبدالحی شیخ محمد اسمٰعیل شیخ محمد اسحٰق تھے۔ یہ چاروں طبقہ متاخرہ کے اجتماع کے حکام تھے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے متبعین آپس میں جُدا ہو گئے۔ پھر طبقہ متاخرہ میں ان کے بعد دیوبندی گروہ پیدا ہوا ہم نے تجربہ کیا اور تجربہ سے ہمیں تاریخ میں بصیرت حاصل ہوئی ہم نے ان کے ائمہ شیخ امداد اللہ شیخ محمد قاسم شیخ رشید احمد اور شیخ الہندؒ دیکھے یہ چاروں اجتماع میں اپنے طائفہ کے حاکم تھے اور ایک ہی نہج پہ تھے۔ شیخ رشید احمد کی وفات کے بعد پاپہلے یہ جماعت اندرونی طور پر منتفرق ہو گئی۔ اور شیخ الہند کے بعد تو کھلم کھلا تفریق ہو گئی۔ پس امام ولی اللہ کے طریقہ میں متجددین کے ہر طبقہ میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہ اپنے بعد ایک جماعت چھوڑ گئے اور فرقوں میں زیادتی ہوئی۔ اور ہم نے امام ولی اللہ کے نظریات سے انکا انحراف دیکھا۔

ہم نے اپنی عمر کی کافی مدت صرف کی ہے اور ہمیں تاریخ اسلام میں تبصر وبصیرت حاصل ہوئی ہے۔ پھر ہم مسلمانوں کی اس غلطی سے واقف ہوئے جو وہ اجتماعیت عامہ میں کوتاہی کرتے رہے۔ اور ہم فہم قرآن پر بحمداللہ قادر ہوئے اور اس کی عمومی دعوت کے سمجھنے پر قادر ہوئے جو وہ اجتماعیت کے عام لوگوں کو دعوت دیتا ہے نیز ہمیں متکلمین کی کوتاہیوں کا علم بھی ہوا جب مسلمان اپنی خرابیوں کی اصلاح کے لئے کوشش کریں گے تو وہ کامیاب ہوں گے۔ جب تک کہ ان میں کتاب اللہ محفوظ ہے۔

۶۵ میں اشارہ ہے کہ یہودی لوگ خود کو دعوت عمومیہ کا امام سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ طاغوت کو حاکمیت سپرد کریں انہم امنوا بما الخ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کتب سابقہ کی طرح دعوت دیتا ہے۔ اس لئے وہ پہلی اور تجھ پر نازل شدہ تمام کتابوں پر ایمان لے آئیں۔ اگر قرآن انہیں ان کی کتابوں کے ترک کی دعوت دیتا تو کیسے ثابت ہوتا کہ وہ پہلی اور تجھ پر نازل شدہ کتاب پر ایمان لے آئیں۔ لیکن اصل واقعہ وہ ہے جس پر ہم نے تنبیہ کی ہے۔ ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اصل امر ولا سطہ امام ولی اللہ سمجھ چکے ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم کتاب اللہ پر عمل نہیں کرتے۔

لیکن بحمد اللہ پوری کتاب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس میں قطعاً اختلاف نہیں پاتے اور نہ کوئی اضطراب پاتے ہیں وہ خیال کرتے تھے کہ کتب الٰہیہ ترک کر دیں اور حاکمیت طاغوت کے ہاتھ دے دیں۔ اور طاغوت کے معنی جس پر میں مطمئن ہوا قیصریت رومیہ ہے جو کتاب اللہ کی تارکہ ہے۔ اور میں تجربہ سے سمجھ چکا ہوں جیسے کہ سلاطین مسلمین کی اتباع کے لئے دعوت دی جاتی ہے۔ حالاں کہ وہ سیاسیات میں قرآن کی ترقی نہ چاہتے تھے۔ گویا بظاہر اتباع دین کی دعوت ہوتی ہے۔ اور در پردہ اس سلطان کی طرف دعوت دی جاتی ہے اور ترک کتاب کیا جاتا ہے اس تجربہ میں وسعت جب ہوئی جب کہ انقلاب یورپ اجتماعی طور پر دیکھا تو ہم نے مطالعہ کیا کہ ہمارا عمل غلط ہے۔ اسی طرح سے اہل کتاب میں ایسے لوگ ہیں جو مسلمانوں کے موافق ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی اپنی کتاب پر عمل کرے۔ اور آپس میں وہ اجتماع کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ اجتماع کے بعد حکم اللہ کے تحاکم کا ارادہ نہیں رکھتے وہ حکم اللہ جو تمام کتب اللہ میں متفق علیہ ہے۔ ہماری مراد یہ ہے کہ جیسے مسلمانوں کو حکم ہے کہ اختلاف کے وقت منصوص ہوتے ہوئے مستنبط چھوڑ دیں اسی طرح اجتماع عالمی میں یہ بات ہے کہ جب اہل کتاب اجتماع کریں گے تو اس صورت سے بعض مسائل ثابت ہوں گے جو تمام کتابوں میں متفق ہوں گے اور بعض مسائل میں تمام کتب کا اختلاف ہوگا۔ پس جو فصل اول و ثانی کے اختلاف میں تحاکم اللہ چاہے گا وہ اختلافات پر تمام کتب الٰہیہ کی متفق علیہا باتوں کو مقدم کرے گا۔ اور اسی کا نام دعوت قرآنیہ ہے۔ اور جو اختلاف کی صورت میں بعض ان مسائل کو جو فصل ثانی کے ہوں، اور ملوک و سلاطین کی آراء کے موافق ہوں انہیں کتب الٰہیہ کے متفق علیہ مسائل سے مقدم کرے گا۔ وہ فی الحقیقۃ طاغوت کی حاکمیت چاہے گا۔ پس مسلمان اتباع قرآن کی برکت سے اس مسئلہ میں غلطی نہیں کھا سکتے۔ اور نبی دعوت حقہ کا امام ہے۔ پس یہ اہل کتاب اگر سچے ہیں تو اتباع نبی کریں لیکن یہ منافقین ہیں۔ اور جہالۃً اتباع طاغوت پر اصرار کر کے اور اس کا نقصان دیکھ کر یہ آخر کار نادم ہوں گے اسی کی طرف اشارہ ہے ۶۱، ۶۲، ۶۳ میں واذا قیل لھم الخ مفسرین نے منافقین کے مقاصد کی تعیین میں غلطی کی ہے اور مشرکین کے مقاصد کی تعیین میں بھی غلطی کی ہے جو تجارت کے اور جزوی واقعات جو مکہ اور مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ حالاں کہ ان واقعات کا مقصد اکاسرہ اور قیاصرہ کے واقعات کے ساتھ اتصال ہے۔ انہوں نے قرآن کو عام لوگوں کی نظر میں عرب کی کتاب مخصوص قرار دیا ہے۔ اور عام مفسرین کے نظریات سے ہمارے زمانہ کے جدید مسلمان بھی متأثر ہوئے۔ اس تمام بات کا گناہ اس نظریہ پر ہے کہ آیات کا شخصی اور جزوی

واقعات کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہے۔

کتاب الفوز الکبیر اس مخمصہ سے نجات دینے میں بہترین ہے۔ آیات ۴۴ اور ۴۵ میں اہل کتاب کے ساتھ اتصال و اجتماع کے لئے قرآن کے درجہ کی تصریح ہے۔

وما ارسلنا من رسول الخ ہماری سمجھ میں یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ جو شخص اس کے رسول کے ساتھ ایمان لے آئے اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس کی ہمیشہ اتباع کرے۔ اور ارسال رسل کی غرض یہ ہے کہ اذن الٰہی سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور جو اطاعت کی دعوت سے سکوت اختیار کرے گویا وہ منصب رسالت سے ناواقف ہے۔ ولو انہم اذ ظلموا الخ اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر شروع میں خطا کی جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ انتہا میں وہ خطا سے رجوع ہی نہ کرے۔ اس لئے داعی اپنی دعوت اولیٰ پر فقط اکتفا نہ کرے۔ اس اجتہاد کو مسلمانوں نے اہل کلام سے متاثر ہو کر چھوڑ دیا ہے۔ واستغفر لھم الخ یہ بظاہر حیات رسول سے مختص ہے اور جب ہمیں روایات میں معلوم ہوا کہ اعمال رسول کے سامنے ملاء اعلیٰ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ملاء اعلیٰ کی طبیعت استغفار ہے اس شخص کے لئے جو ارادہ حق کرے تو اس سے وفات نبی کے بعد بھی حکم عام رہے گا اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مسجد نبی یا قبر نبی پر حاضر کئے جاتے ہیں۔ کیوں کہ یہ تکلیف مالا یطاق ہے۔

فلا وربک لا یومنون یعنی اہل کتاب، کیوں کہ تو اختلافات جانتا ہے۔ اور تو اس بات کی دعوت دیتا ہے جس پر تمام کتب الٰہیہ کا اتفاق ہے۔ پس تجھے مقدم سمجھا اور تیرے حکم کو تسلیم کرنا ان پر ضروری ہے یہ اہل کتاب کے منافقین کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ہر اس شخص کے لئے ہے جس کے دل میں کتاب اللہ کے علاوہ کیلئے عظمت ہو۔ خواہ وہ مسلمان ہوں وہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہوں گے۔

اگر وہ نبی کو مقدم سمجھیں گے اور اس کا حکم تسلیم کریں گے خواہ وہ حکم قتال و قتل مخالفین کے لئے ہو یا ہجرت کے لئے اور وہ حکم نبی تسلیم کریں گے تو ہم جان لیں گے کہ وہ نبی کو مقدم سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے بغیر ایسا نہیں۔ ۵۸، ۵۹، ۶۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ اتباع قرآن کیا جائے نبی پر ایمان لایا جائے۔ اور اسے اپنی جانوں پر حاکم تسلیم کیا جائے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اسکا حکم ہجرت و جہاد کے معاملہ میں تسلیم نہ کیا جائے۔ اس طرح حکومت قرآنیہ منظم ہوگی۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولو انہم الخ میں۔ یہی وہ فضل ہے اور اسی کے ساتھ انزال قرآن کا ارادہ الٰہی پورا ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے ۶۷ اور ۶۸ میں

واذا ..... ذلك فضل الله الخ

فصل رابع

(۷۱ سے ۸۲ تک) اس میں قتال وہجرت کی دعوت ہے۔ اس میں کوئی مشکل بات نہیں ہم پڑھتے ہیں اور اس کی تلاوت ہی اس کی تفسیر ہے۔ فتح الرحمٰن میں ہے "اے مسلمانان بگیرید سلاح خود را تا ہمہ جمیع آمدہ" یہ امر وعمل کے استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر اجتماع کل اجتماعیت پر فرض ہوتا۔ تو استمرار پر قادر نہ ہوتے۔ لہٰذا مسلمان اجتماع کریں۔ حزب اللہ میں ایک گروہ اصول جزیہ پر ہو تاکہ وہ جہاد کریں اور سیاست قرآنیہ کے غلبہ کے لئے قتال کریں پس جب تک یہ عمل مسلمانوں میں عام تھا تو عزم جہاد ان میں باقی رہا اور زندہ رہا۔ اور جب یہ اجرت پر ہونے لگا کہ بادشاہوں سے اُجرت لی جانے لگی تو مقصد باطل ہوگیا۔ لہٰذا عزم جہاد وقتال کی تعمیم مسلمانوں کے ہر فرد میں ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورتیں یہ حکم لازم ہے اور یہ مسائل جو آجکل مسلمانوں نے اجتماعیات میں مردوں اور عورتوں کے حق میں دہشت ناک پھیلا دئے ہیں۔ یہ سب عزم جہاد کے ترک کی وجہ سے ہیں۔ جب مسلمان مرد عورتیں اس امر پر قائم ہوں گے۔ تو ان تشویشات میں کسی بات کا امکان نہیں اور مؤمن بالقرآن کے لئے ضروری ہے کہ قوت نفاقیہ کو روکیں۔ اور قوت منافقین روکیں خواہ وہ منافقین بادشاہوں یا راہب یا احبار سب کے سب منافق ہیں۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ط

سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا

اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جائے یا غالب ہووے تو ہم دیں گے اس کو بڑا

عَظِيمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ

ثواب اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں

مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا

مرد اور عورتیں اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو

مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ج وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ج

اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی

وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ

اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار جو لوگ ایمان والے ہیں سو لڑتے ہیں

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ

اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں سو لڑتے ہیں شیطان کی راہ میں

فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾

سو لڑو تم شیطان کے حمائتیوں سے بیشک فریب شیطان کا سست ہے

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جن کو حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو اور قائم رکھو نماز

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

اور دیتے رہو زکوٰۃ پھر جب حکم ہوا ان پر لڑائی کا . اسی وقت ان میں ایک جماعت

يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا

ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے بھی زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب

لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ قُلْ

ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو تھوڑی مدت تک کہہ دے

مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ

کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہیگا

فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ

ایک تاگے برابر جہاں کہیں تم ہوگے موت تم کو آپکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط

بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ

قلعوں میں اور اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ

عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ

کی طرف سے ہے اور اگر ان کو پہنچے کچھ برائی تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

کہہ دے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں لگتے

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ

کہ سمجھیں کوئی بات جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور

اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ

تجھ کو برائی پہنچے سو تیرے نفس کی طرف سے ہے اور ہم نے تجھ کو بھیجا پیغام پہنچانے والا لوگوں کو

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾

اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا

فلیقاتل فی سبیل اللہِ الذین الخ اس آیت کا ترجمہ امام ولی اللہ کی حکمت میں یہ ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو فطرت قرآن پر اخلاق کی تکمیل کیلئے مرافق دنیاویہ کا اتباع کرتے ہیں۔ پس جن اخلاق کی مومن ہمیشہ افتدا کرتا ہے۔ وہ اس کی زندگی پر حاکم ہوں گے۔ اور جب ان اخلاق کی جڑ دیکھے گا تو وہ تمام مرافق حیات چھوڑ کر اس بنیاد پر زندگی ڈھلانے کی کوشش کرے گا۔ اس کی طرف اشارہ ومن یقاتل الخ میں ہے کیوں کہ اس کا عمل مرافق میں مغلوب ہونے کے لئے نہیں۔ وما لکم لا تقاتلون یعنی وہ تمہیں قتال کے لئے بلاتے ہیں۔ گویا ضعفا سے دفع ظلم کرنا قتال فی سبیل اللہ کا باعث ہے (۷۵)

(۷۶) الذین امنوا یعنی نظام قرآن کے حکم پر کمزوروں سے ظلم دور کیا جائے اور قرآن تمام کتب الٰہیہ کا خلاصہ ہے والذین کفروا یعنی فرعونیت سلطان غیر مسئول مقدس سب طاغوت ہیں۔ اور ان ناموں سے تمام مظالم ہیں۔ یہی طاغوت ہیں۔ پس مسلمانوں نے اپنی پوری قوت سے کسریٰ وقیصر وکسرے کے قتال کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ اور یہ ملوکیت مغربیہ اور جاپانیہ سب ایک طرح کی ہیں انہوں نے بادشاہوں کو الٰہ بنایا ہوا ہے۔ عنقریب لوگوں کو معلوم ہوا ہے کہ انگلینڈ کے شاہی گھرانے میں ایک شخص ضعفا سلطنت کی نصرت کے لئے میلان رکھتا تھا۔ اسے ملک سے معزول کر دیا۔

فقاتلوا اولیاء الشیطٰن الخ یعنی وہ حکومت شیطان کے مانند ہے جو حکومت ظالم ہو۔

حکایت: ۔ مجھ سے ایک جوان نے دریافت کیا کہ کیا حدیث میں آیا ہے کہ سلطان ظل اللہ فی الارض

ہوتا ہے۔ ہم کابل میں تھے اور امیر کابل کی بعض ایسی باتیں سنتے تھے جو ناقابل ذکر ہیں۔ اس جوان نے تعریضاً دریافت کیا۔ میں نے کہا ہاں۔ جب سلطان حکم الٰہی کا حکم دے تو وہ ظل اللہ ہے۔ اور جب حکم شیطان کا حکم دے تو ظل شیطان ہے، پس وہ ہنس پڑا۔ تحت الحکایہ۔ الم تر الیٰ الخ ایک گروہ قتال کا اس وقت ارادہ رکھتے تھے جب کہ انہیں اس کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ اور تیاری کا حکم دیا گیا تھا۔ اور کہا گیا تھا کفوا ایدیکم الخ واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ یعنی اپنی قوت جہادیہ کو جمع کرو۔ رجال و اموال کے ذریعہ ان کے لئے یہ تاخیر ثقیل گذری۔ فلما کتب علیہم القتال الخ عمل میں افراط کرنے والے محتاج ہو جاتے ہیں۔ اور تفریط کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قالوا جب انہیں فتح نصیب ہو تو حمد رب کرتے ہیں، اگر تکلیف پہنچے تو نبی کی طرف منسوب کرتے ہیں کیوں کہ وہ امیر جماعت ہے۔ یہ بری سمجھ ہے۔ لشکر میں خرابی پیدا کرتی ہے۔ جنود اللہ کا ہر فرد جب شکست دیکھے تو وہ اپنے اعمال کی طرف نظر کرے۔ اور اس غلطی کو معین کرے جس کی وجہ سے وہ خرابی پیدا ہوئی ہو۔

اور عدم تدبر، عدم تحقق اور ہر نقصان کو امیر کی جانب منسوب کرنا یہ نقص ہے۔ اور ملٹری ازم میں خرابی ہونے کے مترادف ہے۔ اس بات پر انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر وہ شکست کو اجتماعیت عالمیہ کے لحاظ سے غلط سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ کیوں کہ اجتماعیت عالمیہ باعتبار اپنے نظام کے یہ واجب کرتی ہے۔

کیوں کہ تم نے اس نظام کو چھوڑ دیا ہے جو عالمیت کا مقتضی ہے۔ لہذا اگر تم اس نظام کو چھوڑنے کے باوجود بھی کامیاب ہو جاؤ تو اقتضاء عالمیت باطل ہو جائے گا۔ اور اقتضاء عالمیت اللہ کے ارادہ سے حظیرۃ القدس میں مقرر و ثابت ہو چکا ہے۔ جو شکست اس عالمیت کے تقاضا سے حاصل ہوئی وہ حظیرۃ القدس کے ملاء اعلیٰ میں مقرر ہو چکی تھی۔ اور وہ خدا کی جانب سے ہوئی۔ پس یہ الزام جو تم پر لازم آتا ہے اگر نبی کی طرف منسوب کرنے سے رفع ہو سکتا ہے۔ تو اسے اللہ کی طرف منسوب کرو کیوں کہ وہ حظیرۃ القدس کی زبان میں جائز ہے۔ لیکن یہ الزام جو تمہاری بدولت پیدا ہوا۔ اسکا کچھ حصہ بھی رفع نہیں ہو سکتا۔ اس کی طرف اشارہ وان تصبہم الخ میں ہے۔ قل کل من عند اللہ کیوں کہ وہ تابع قضا ہے۔ اور حظیرۃ القدس کی طرف نازل ہوا ہے۔ پس نسبت واقعہ بلند اسباب کی طرف رفع نہیں کی جا سکتی اور نقص ناقص کو اسباب قریبہ کی وجہ سے رفع کرنا مفید نہیں۔ ۷۹ میں اشارہ ہے۔ انہیں تنبیہ ہے، وہ بات انہیں کی طرف رجوع کرتی ہے۔ ما اصابک ، وارسلناک للناس رسولا نبی کی دو حیثیتیں ہیں (۱) امیر

علی الجہاد (۲) رسول تبلیغ امراللہ۔ پس ایک جہت کو دوسری میں خلط ملط مت کرو۔ کیونکہ امیر جب تم سے مشورہ کرچکا اور شکست ہوگئی۔ تو اسے امیر کی طرف منسوب کرنا تمہیں فائدہ نہ پہنچائے گا تم اس خرابی کو ثابت کرتے ہو۔ جو تمہاری وجہ سے تمہاری تدبیر میں پیدا ہوئی۔ کیونکہ امیر بعض دفعہ تمہاری رعایت کرتا ہے۔ کیوں کہ وہ تمہارے ساتھ رحیم ہے۔ تمہاری رائے کی موافقت کرتا ہے اور تمہیں تعلیم دینا اس کا مقصد ہوتا ہے۔

پس جب تم انکسار کا نتیجہ معلوم کرلیتے ہو تو اپنی رائے کا ضرر یقین کے ساتھ معلوم کرلیتے ہو۔ اور اس رائے کو تادم زیست ترک کردیتے ہو۔ اگر رسول حظیرۃ القدس سے اشیاء معلومات کی تصریح کردیتا تو گویا تمہیں فتح حاصل ہوتی لیکن اس صورت میں تم کچھ سیکھ نہ سکتے۔ اور تم اول سے ناقص رہ جاتے۔ لہذا جب رسول تمہیں مجبور کرنے سے بوجہ رحیم ہونے کے ساکت رہ گیا۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ تم کچھ حاصل کرلو تو اب اس قصور کو صرف اپنے تئیں منسوب کرو۔ رسول تم سے اعلیٰ رتبہ کا ہے جیسے تم اس قصور کو خدا کی طرف منسوب کرنے کے مجاز نہیں۔ اسی طرح تعظیم رسول بھی تمہارے لئے ضروری ہے کیوں کہ وہ دو مرتبوں کا جامع ہے۔ ایک وہ رسول من اللہ ہے۔ دوسرے وہ تمہیں احکام الٰہی کی تعلیم دیتا ہے تاکہ تم اس کے بعد کتاب اللہ پر عمل کرنے میں مستقل ہوسکو۔ وکفی باللہ شہیدا اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد ۸۰ میں اطاعت رسول پر تنبیہ ہے اور یہ کہ منازعت نہ کرو جیسے کہ اللہ سے منازعت کی اجازت نہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

جس نے حکم مانا رسول کا — اس نے حکم مانا اللہ کا — اور جو الٹا پھرا — تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝۸۰ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ

ان پر نگہبان — اور کہتے ہیں کہ قبول ہے — پھر جب باہر گئے تیرے پاس سے

بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا

تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے اور اللہ لکھتا ہے

يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۸۱

جو وہ مشورہ کرتے ہیں — سو تو تغافل کر ان سے — اور بھروسہ کر — اللہ پر — اور اللہ کافی ہے کارساز

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا

کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے

فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ

اس میں بہت تفاوت اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا

الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ

ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں. اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک

مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ

تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِي

تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے سو تو لڑ

سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى

اللہ کی راہ میں تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو قریب ہے

اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ

کہ اللہ بند کر دے لڑائی کافروں کی اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور بہت

تَنْكِيلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا ۖ

سخت ہے سزا دینے میں اور جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ

اور جو شخص سفارش کرے بری بات کی اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا ﴿٨٥﴾ وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر

أَوْ رُدُّوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿٨٦﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ

یا وہی کہو الٹ کر بیشک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا اللہ کے سوا کسی کی

إِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ

بندگی نہیں بیشک تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن اس میں کچھ شبہ نہیں

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ﴿٨٧﴾

اور اللہ سے سچی کس کی بات

دیقولون یعنی نبی کی موجودگی میں اس کے حکم پر ایمان لاتے ہیں اور اسکے بعد بدل دیتے ہیں یہ اطاعت نہیں۔ اس طرح کی بات تو سمجھ سے پہلے اظہار اطاعت سے واقع ہوتی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ سمجھتے ہیں اور پھر مخالفت کرتے ہیں۔ یہ بات ان کے لئے واجب کرتی ہے کہ وہ اپنی اطاعت کا اظہار ہی نہ کریں مگر حکم کو مکمل سمجھ لینے کے بعد۔ پس جو لوگ مخالفت امر کرتے ہیں ان کا عمل نبی کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ بعض مرتبہ شکست اسی وجہ سے حاصل ہوتی ہے تو کیوں کر ان کے لئے جائز ہے کہ وہ نبی کی طرف منسوب کریں، اس کی طرف اشارہ ہے فاعرض الخ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ احکام رسول میں تدبر کریں، اگر وہ اس معاملہ میں غفلت برتیں گے تو گویا وہ اسی طرح تدبر قرآن میں بھی غفلت برتیں گے، اس طرح انہیں حکم میں اختلاف نظر آئے گا۔ اور کتاب اللہ میں شک واقع ہو جائے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ احکام رسول میں تدبر سے کام لیں اور احکام اولی الامر میں بھی تدبر کریں۔ اور اصل حکم کو محفوظ کر کے اس پر اس کے عمل کا قیاس کریں۔ اور جب عمل میں غلطی کریں تو امیر کی طرف منسوب مت کریں۔ پھر یہی عمل قرآن کے بارہ میں کریں اس کے احکام میں تدبر کریں تاکہ انہیں اختلاف دکھائی نہ دے اس کی طرف اشارہ ۸۲ میں ہے افلا یتدبرون الخ

فصل رابع ختم شد

فصل خامس

(جنود کے مابین رفع نزاع کے لئے جماعت مرکزیہ کی ضرورت) ۸۳ سے ۱۰۴ تک

اذا جاءھم یہ جبلت عامہ ہے کہ ان میں سے جنود لئے جائیں۔ ہم ایجاب جہاد کا ذکر کر آئے ہیں کہ مسلمانوں کے ہر فرد پر واجب ہے۔ ہر مومن کو جندی بنائیں۔ یہ ان کی جبلت و عادت میں شامل ہے۔ اور مخالفین کے لشکر میں پراپیگنڈہ پھیلانا یہ دفاعی تدابیر اور آلات حربی سے بڑی بات ہے۔ اگر اس پوزیشن میں ہوں گے تو وہ ہر پراپیگنڈا سے متاثر ہوں گے۔ اس کا علاج ضروری ہے۔ ولو ردوہ اس کا علاج سوائے اس کے نہیں کہ وہ ان تمام امور میں نبی کی طرف رجوع کریں۔ ان میں ایسے آدمی ہوں گے۔

جو حقیقت کا استنباط کریں گے کہ یہ دشمن ہے اس کا کیا مقصد ہے؟ اولی الامر میں دو طبقے ہیں (۱) وہ جماعت جو استنباط کرلیتی ہے (۲) دوسرے وہ جو تدبر امر کرتے ہیں۔ وہ رسول سے معاملہ کرتے ہیں۔ اس کا تعاون کرتے ہیں۔ اگر نبی حاضر ہو تو نبی کے پاس امر لے آئیں ورنہ اولی الامر کے پاس لے جائیں۔ پس رفع اختلاف اور مخالفین کے پراپیگنڈے سے متاثر نہ ہونا اس بات کا مستوجب ہے کہ رسول کے امر کے تحت جماعت مرکزیہ منظم ہو۔ یہ تنظیم اور یہ فضل اللہ کی جانب سے ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ولولا فضل اللہ (۸۳ و ۸۴) ان میں اس جماعت کا طریقہ تنظیم بیان کیا گیا ہے۔ نبی قتال فی سبیل اللہ سوائے اپنی ذات کے واجب نہیں کرتا اور دوسرے جو نبی سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اسے نہیں چھوڑتے۔ نبی میدان جنگ میں اکیلا جائے گا۔ اور ان پر واجب نہیں کرے گا۔ بلکہ انہیں اکسائے گا۔ انہیں حکمت قتال سمجھائے گا۔ اس طریقہ سے جماعت پیدا ہوگی۔ اگر شروع شروع میں ان پر قتال واجب کر دے تو انہیں تفکر میں داخل کر دے گا۔ اور اس طرح جماعت کبھی نہ پیدا ہو سکے گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ فقاتل الخ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ دشمنوں سے جنگ لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ عسى الله الخ حرب کفار سوائے اس طریقہ کے ختم نہ ہوگی۔ اور دفاع بھی مقصود نہیں بلکہ ہجوم اور تہذیب اعداء

پس جماعت مرکزیہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قوی و زبردست ہو کوئی چیز ان کے خلاف اثر انداز نہ ہو سکے۔

ھم لا ینظرون الخ میرے خیال میں اس بات کی طرف اشارہ ہے آیت کے ان الفاظ واللہ اشد باساً میں۔ اس جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اسے نبی کے ہاں وجاہت حاصل ہو اس کی طرف اشارہ من یشفع میں ہے۔ اس کی شفاعت قبول ہوگی۔ وہ جماعت عام لشکروں کے مساوی ہو تا کہ اس میں تاثیر ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے واذا حُیّیتم الخ میں ہے اور جماعت لشکروں پر تحکم نہ کرے بلکہ حکم الہدی کا ہے اور وہ بندے ہیں، اس کی طرف اشارہ ہے ۸۷ میں اللہ لا الہ الخ ۸۸ سے ۹۱ تک اس جماعت کی ضرورت کا بیان ہے۔ کہ اگر یہ جماعت نہ ہوگی تو امر کبھی انتظام پذیر نہیں ہو سکتا۔ کفار کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عداوت میں سخت ترین میں اپنے منہ سے بغض کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا معاملہ آسان ہے۔ یا صلح یا جنگ۔ ۲۔ خوشامدی قسم کے کفار جو عداوت پوشیدہ رکھتے ہیں اور بظاہر دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔

جب ان سے معاملہ ہوگا تو جماعت میں اختلاف ہونا ضروری بات ہے اور معاملہ بگڑ جائے گا۔

فمالکم فی المنافقین. تصریح یہ ہے کہ منافقین سے مراد وہ دشمن ہیں جو چاپلوس ہوں یہ عام مفسرین کے خلاف تفسیر ہے اس تحقیق کا افادہ امام صاحب کے فتح الرحمٰن سے ہوا ہے اور مسوی اور مصفی سے ہوا ہے۔ ان میں مکمل وضاحت ہے۔ مسوی میں لکھتے ہیں "والظاھر عندی ان المنافقین فی ھذہ الآیۃ محمول علی معناہ اللغوی اعلی من ان یکون لہ وجھان یاتی ھولاء بوجہ وھولاء بوجہ مراد یہ کہ کفار کی قوم مسلمانوں کے پاس آتی ہے۔ ان کی باتیں سنتی ہے۔ پھر کافروں کے پاس جا کر ان کی مدد کرتے ہیں اور معاونت کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ ٹھیک نہیں کہ ان کافروں کے معاملہ میں اختلاف کریں جو پناہ طلب کریں۔ بلکہ چاہیئے کہ ان کے معاملہ میں اجتہاد کریں تاکہ مومنوں کی رائے ایک ہو سکے۔ ہم نے ان آیات سے جماعت مرکزیہ کی ضرورت کا استنباط کیا ہے۔ یہ حکم ہم مطالعۂ انقلاب کے بعد استعمال کرنے لگے ہیں۔ اس سے پہلے نہیں۔ اس کا نام ہم مجلس شوریٰ رکھتے ہیں۔ یہ ترجمہ مسوی سے استفادہ کیا ہے۔ اس میں امام صاحب لکھتے ہیں باب ابیحت المخادعۃ مع ملوک الکفار وقبائلھم کہ جب امام اور ذوالرائے مسلمانوں کا اس میں فائدہ محسوس کریں اور کفار سے کسی فریب کی توقع نہ ہو تو کافر بادشاہوں سے اور ان کے قبائل سے مخادعہ مباح ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا

پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو الٹ دیا بسبب ان کے

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

اعمال کے کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ

پاوے گا تو اس کے لئے کوئی راہ چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر

سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ

ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو دوست مت بناؤ۔ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ

اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

میں پھر اگر اس کو قبول نہ کریں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو۔ جہاں پاؤ

وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى

اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں ایک

قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ

قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان

اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ

کے تمہاری لڑائی سے اور اپنی قوم کی لڑائی سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر

عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا

زور دے دیتا تو ضرور لڑتے تم سے سو اگر یکسو رہیں تم سے پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں

اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾

تم پر صلح تو اللہ نے نہیں دی تم کو ان پر راہ

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا

اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے بھی اور اپنی

قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ

قوم سے بھی جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ پھر اگر

لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ

وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ پیش کریں تم پر صلح اور اپنے ہاتھ نہ روکیں

فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ

تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ اور ان پر ہم نے تم

سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿٩١﴾ع وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـــًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا

کو دی ہے کھلی سند اور مسلمان کا کام نہیں کہ قتل کرے

خَطَـــًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا

مسلمان کو مگر غلطی سے اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے گردن ایک

فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ

مسلمان کی   اور خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ معاف کر دیں۔ پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے

وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ فَمَن لَّمْ يَجِدْ

کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور خود مسلمان تھا تو آزاد کر دے گردن ایک مسلمان کی اور وہ تھا ایسی قوم میں کہ تم میں اور ان میں

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ

عہد ہے تو خون بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو اور آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے برابر گناہ بخشوانے کو اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ

ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے   اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو   جان کر   تو اس کی سزا

جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ

دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا

عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ

بڑا عذاب   اے ایمان والو   جب سفر کرو اللہ کی راہ میں

اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ

تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو

مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ مَغَانِمُ

مسلمان نہیں تم چاہتے اسباب دنیا کی زندگی کا   سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں

كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا

ہیں   تم بھی تو ایسے ہی تھے   اس سے پہلے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا   سو اب تحقیق

إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٩٤﴾ لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ

کر لو بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے   برابر نہیں بیٹھے رہنے والے

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ

مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے

اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى

بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾

والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں۔ جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے اور بخشش ہے اور مہربانی ہے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

عام مفسرین کے ہاں زید بن ثابت کے قول کے مطابق مشہور یہ ہے کہ آیت منافقین میں نازل ہوئی جو اُحد کے دن بھاگ گئے تھے۔ اور امام صاحب اس روایت کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ان منافقین کا حکم اس آیت سے بطریق قیاس معلوم ہوا ہے، آیات میں تصریح ہے کہ وہ کفار ہیں۔ امام صاحب کا قول زیادہ قوی اور ظاہر ہے جب کہ آیات مرتبط چلی جا رہی ہیں لیکن اگر آیت فما لکم الخ کو بعد کی آیات سے الگ کر لیا جائے تو منافقین پر اسے محمول کرنا نص ہوگا۔ مفسرین کو بعض آیات کو دوسری سے قطع کرنے کی بیماری ہے۔

ہم نے تعجب کیا جب پہلی بار مسوّدہ میں ترجمۃ الباب پڑھا کہ کیا ضروری ہے کہ نبی کے ساتھ بھی ذوی الرائے ہوں۔ پس جب ہم نے اطاعت کی اور تحقیق میں شروع ہوئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ تعلیمات قرآن میں عام طور پر تصریح اور اشارہ اس بات کا ملتا ہے اور مفسرین جب تفسیر شروع کرتے ہیں تو وہ سوائے نبی اور اس کے معجزات کے کچھ نہیں دیکھ پاتے۔ یا آیات صفات میں مخاصمہ دیکھتے ہیں۔ اور حکمت عملیہ جو جہاد اور تنظیم کے لئے موجب ہیں اس کے متعلق مفسرین کے ہاں کوئی متحقق کلمہ نہیں ملتا۔

پس انہوں نے لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈالی ہے کہ قرآن پر عمل سوائے نبی کے کسی نے نہیں کیا۔ اور قرآن اجتماعی تعلیم نہیں اس لئے مسلمان اقامت قرآن کے لئے آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور ان کی اجتماعیات باطل ہو کر رہ گئی ہیں۔ کفار ان پر غالب ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو منظم کر کے غلبہ حاصل کیا اور ان کے ہاں قرآن کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں جو انہیں تنظیم کی رہنمائی کر سکے۔ لیکن مسلمان قرآن پر تدبر نہیں کرتے۔ اور جو قرآن پر تدبر کرے اس کی بات بھی نہیں سنتے۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا ہے کہ امام صاحب اپنی تمام کتابوں میں نبی کے بعد پوری قوت ذوی الرائے کو مفوض مانتے ہیں ذوی الرائے وہ اصحاب تھے جنہیں قرآن سابقین اولین کہتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ طالب علموں کی ذہنیت میں انقلاب آ رہا ہے اور وہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ امام صاحب قرآن میں ایسی تحقیقی چیزیں لاتے ہیں۔ جن کا وجود

نہ رازی اور نہ بیضاوی اور نہ کشاف کی تفسیر میں ہے ۔ طلبہ متنبہ ہو رہے ہیں اگرچہ ہمیں اُمید نہیں تھی اب ہمارے رائے مسلمانوں کے حق میں بدل رہی ہے اور ہم مایوس نہیں ہیں، ان میں کامل استعداد موجود ہے لیکن ریت کے نیچے دبی ہوئی ہے ۔ پس دوا را دے پختہ طور پر ہیں ۔ ایک تو یہ کہ تدبر فی القرآن بذریعہ راسخین فی العلم کے سہل سے ہو سکتا ہے اور وہ جماعت امام ولی اللہ کی ہے ۔ اور دوسرے یہ کہ قوت عالیہ صحیحہ پوشیدہ ہے اور مسلمانوں کی جماعتوں میں موجود ہے ۔ اور ہمارے اس مستنبط فکر کی تائید کہ جماعت مرکزیہ کے وجوہ کی ضرورت ہے اور عام لوگ ایام حرب میں ضرورت محسوس کرتے ہیں ۔ اس کا اشارہ ان آیات میں ہے اور اس سے پہلے آیا ہے ۔ ردوہ الی الرسول الخ غرضیکہ ہمارے نزدیک یہ ایک باب ہے ۔

اب ۹۲ سے ۹۴ تک باہمی قتال مسلمین کی تحریم ہے ۔ ماکان لمومن پھر ۹۳ میں دیات وغیرہ کے احکام ہیں ۔ ومن یقتل مفسرین نے مومن قاتل کے لئے خلود فی جہنم میں اختلاف کیا ہے ۔ یہ اسواسطے کہ خلود کو وہ فقط کافروں کے ساتھ مخصوص مانتے ہیں ۔ اور یہ کہ ان کی نجات کبھی نہیں ۔ اور مومنین کی نجات ان کے ہاں قطعی ہے ہم ان نظریات کو تسلیم نہیں کرتے ، خلود مومن خلود کافر کی طرح نہیں ۔ اور خلود کافر سے یہ بھی مراد نہیں کہ وہ اللہ کی رحمت سے بالکل محروم کر دیا جائے گا ۔ ہم نے مسئلہ واضح کیا ہے ۔ ہمیں ان کی تقلید کی ضرورت نہیں ۔ ۹۴ میں اس بات کا بیان ہے ۔ کہ مومن کی پہچان نہ کرنا حرام ہے ۔ کیوں کہ یہ غلطی سے قتل مومن کا ذریعہ بن جائے گا اور ہم اسے قوت مرکزیہ کے نتائج میں سمجھتے ہیں ۔ اگر قوت مرکزیہ نہ ہو تو باہمی قتال کو رفع کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے ۔ پس آیات باب میں مکمل ربط رکھتی ہیں ۔

۹۵ سے ۱۰۴ تک اعداو کفار کے قتال کے لئے تیار کرنے کا بیان ہے اور یہ بھی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ قوت مرکزیہ متعین نہ کی جائے کیوں کہ قتال کے لئے قوم کو منظم کرنا آسان نہیں یہ تمام قوت مرکزیہ قائم کرنے کے نتائج میں ہم ان احکام کو بھی اسی باب میں ملا دیتے ہیں ۔

۹۵ میں مومنوں کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں ۔ مجاہدین ، قاعدین کیوں کہ ساری قوم جہاد کے لئے نہیں نکل سکتی ۔ جو لوگ جہاد کے لئے نکلیں گے ۔ وہ قاعدین سے افضل ہیں ۔ اور ان آیات کے ضمن میں آیا ہے ۔ وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ۔ امام صاحب اس آیت کو باب اذا کان الکفار متفرقین فی بلادھم فالجہاد فرض علی الکفایۃ میں لائے ہیں ۔ کہ اگر بعض جہاد کے لئے تیار ہوئے تو باقیوں سے حرج ساقط

ہو جائے گا۔ اور جب وہ ہمارے بلاد کا ارادہ کریں اور مسلمانوں کا امام جہاد کے لئے نکلے تو تمام افراد پر واجب ہے۔ اور وکلا وعد اللہ الخ کی شرح میں امام صاحب نے یہ لکھا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اگر وہ تمام اعیان پر فرض ہوتا تو اس کا تارک حسنیٰ کا وعدہ نہ دیا جاتا۔ اور ہمارے ملک حسنیٰ کا وعدہ اس لئے ہے کہ وہ قاعدین کے ساتھ فضیلت میں مشترک ہیں نیز یہ کہ وہ مال و رزق اور رجال سے مقاتلین کی امداد کرتے ہیں۔ اس لئے وہ فضیلت میں اشتراک رکھتے ہیں۔ کیوں کہ قرآن کریم نے اندھے لنگڑے سے غزوہ مشروط طور پر ساقط کیا ہے۔ اذا نصحوا الخ یعنی مسلمانوں کے لئے اچھی خبریں پھیلانا اور کفار کے پراپیگنڈے کی تردید کرنا ان پر فرض ہے۔ اور نصیحت میں داخل ہے۔ پس اصحاب مال اور اصحاب صحت کے لئے بغیر شرط کے ساتھ وعدہ ہے؟ مسلمانوں کے لئے خیر خواہی ان پر بھی فرض ہے، وہ تنظیم مملکت پر قادر ہیں۔ نیز قادر ہیں کہ قوم میں خصومت نہ واقع ہونے دیں۔ تاکہ مجاہدین تک مالی مدد اور آدمی بھیجے جا سکیں۔ یہ اس کے نزدیک واضح بات ہے جو مصالح حرب کا مطالعہ کرتا ہے اور حاجات حرب کا مطالعہ کرتا ہے پس جو شخص مفسر کے لئے ملکہ فی الکلام ضروری گردانتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ مفسر کے لئے مصالح اجتماعیہ کا مطالعہ بھی ضروری قرار دے۔ لیکن اہل اسلام کے افکار فہم اجتماعیات سے متکلمین کے غلط کام کی وجہ سے ہٹ چکے ہیں۔ آیت نمبر ۹۴ کے ساتھ ۹۵ بھی تعلق رکھتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا

وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس حال میں

كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً

تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ

فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾

جو چلے جاتے وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ

مگر جو ہیں بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے

حِيلَةً وَّلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَٰٓئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ

کوئی تدبیر اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے

عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ

اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی

اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ

راہ میں پاوے گا اس کے مقابلہ میں جگہ بہت اور کشایش اور جو کوئی نکلے اپنے

مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ

گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور رسول کی طرف پھر آ پکڑے اس کو موت تو

وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٠﴾

مقرر ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ہاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

۹۷ تا ۱۰۰ میں مرکز جہاد کی طرف ہجرت کرنے کے لئے دعوت دی گئی ہے ہم نے ان آیات کے معانی امام عبد العزیز کی اتباع سے معلوم کئے ہیں۔ جنہوں نے دہلی سے حدود افغان کی طرف ہجرت کی اور اعداء کفار کے غلبہ سے خارج ہوئے اور جہاد کے مرکز کو متعین کرنے کا ارادہ کیا اور چار سال تک اس کام میں مصروف رہے۔ لیکن آخر کار وہ ہار گئے۔ پس ہجرت دو معنوں کے لئے ہوتی ہے۔ (۱) یا جماعت مرکزیہ کا مرکز متعین ہو اور وہ اس مرکز کی طرف لوگوں کو دعوت دیں (۲) یا مرکز کے لوگ اور ان کے اتباع مرکز متعین کرنے کے لئے خروج کریں۔ پس ہجرت ثانیہ درست نہیں البتہ اپنے علاقوں کے قریب قریب کے لئے درست ہے تاکہ وہ متغلبین کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے طاقت پکڑ لیں۔ یہ تمام وضاحت اصحاب عبد العزیز نے ہمیں بتائی اور مراکز اسلامیہ کی طرف دعوت دینا یہ اسی صورت میں ہے جب کہ مرکز میں جماعت مرکزیہ قائم ہو

مسئلہ:۔ شرعیات کی تعلیم میں اہم امر نماز ہے اور یہ عقائد کا اور اخلاق کا مرکز ہے۔ فقہا اور زہاد نے اس کا بہت زیادہ خیال کیا ہے اور بعض لوگوں کی نماز میں مشغولیت انہیں ہجرت و جہاد سے باز رکھتی ہے یہ بات ہم نے اپنے زمانہ کی ایک نیکوکار صالح جماعت میں دیکھی ہے جو مسجدوں میں بیٹھی ہے ذکر الٰہی کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں۔ اور صالحین کی ایک جماعت مدرسوں میں بیٹھی ہے جو لوگوں کو نماز کے مسائل کی تعلیم دیتے ہیں۔

وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بہترین عمل میں مصروف ہیں۔ اور ہم بھی اس میں شک نہیں کرتے لیکن جب انہیں
جماعتِ مرکزیہ کی طرف سے دعوت ہجرت یا دعوت جہاد آتی ہے تو یہ رک جاتے ہیں کیوں کہ وہ نمازوں
میں۔ ہماری نظر میں ان کا یہ کام گناہ اور کھلم کھلا غلطی پر ہے۔ جب ہم (۱۰۱) (۱۰۲) - ۱۰۳ آیات
میں تدبر کرتے ہیں تو ان کی غلطی ہمیں معلوم ہوئی ہے۔ اللہ نے ۱۰۱ میں ذکر کیا ہے

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ
اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے

اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا
اگر تم کو ڈر ہو کہ ستا دیں گے تم کو کافر البتہ کافر تمہارے صریح

مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ
دشمن ہیں اور جب تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے تو چاہیے ایک جماعت انکی کھڑی

وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ
ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں تیرے پاس اور آوے

طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ
دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور ہتھیار کافر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ
چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے تاکہ تم پر حملہ کریں

مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى
یکبارگی اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو

اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا
کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ لے لو اپنا بچاؤ بیشک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کیواسطے

مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ
عذاب ذلت کا پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے

فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

پھر جب خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو بیشک نماز مسلمانوں پر

كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوۡا فِى ابۡتِغَآءِ الۡقَوۡمِ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ

فرض ہے مقررہ وقتوں میں اور ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی

يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ ۚ وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرۡجُوۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿١٠٤﴾

بے آرام ہوتے ہیں جس طرح تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو انکو نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

اذا ضربتم الخ یعنی جب امر جہاد اور امر صلوٰۃ میں تعارض واقع ہو تو امر جہاد مقدم ہے۔ اور قصر فی الصلوٰۃ میں کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح ۱۰۲ میں صلوٰۃ خوف کا ذکر ہے۔ جہاد کی نماز پر تقدیم پوری طرح ان آیات سے ظاہر ہوتی ہے۔ ۱۰۳ میں ذکر قیام و قعود و علی جنوبکم ہے جو صلوٰۃ الخوف کی قضا کے بعد ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کی صورت مقصود ہے لیکن حالات پر قابو نہ پانے کی شکل میں ذکر الٰہی صلوٰۃ خوف ادا کرنے کے بعد بھی واجب ہے۔ کیونکہ شرائع کی رخصت کا مرجع تشریع اور صورت عمل کی طرف ہے نہ کہ وہ معنی جو ذکر عمل سے مراد لئے جاتے ہیں۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ جہاد و سفر ہمیں نماز سے بعید کر دیتے ہیں اس لئے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ اس نے حقیقت حال کو نہیں سمجھا کیونکہ نماز کا معنی اپنی حالت پر قائم ہے۔ غرضیکہ ہم نے ان آیات سے زہاد و فقہا کا عمل زمانہ حرب میں غلط قرار دیا ہے۔ اور یہ فقط بحالت امن پر محمول ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے ۱۰۳ کے آخر میں ہے فاذا اطمانتم الخ مساجد اور مدارس کی تعمیر امن کی حالت ہی میں ہو سکتی ہے۔ زمانہ جنگ میں مصلحت جہاد باقی تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ ہم نے اس مسئلہ پر علی وجہ الصحۃ عمل کو جماعت مرکزیہ کے وجود و اتصال پر موقوف کیا ہے۔ ورنہ نماز بھی صحیح نہیں ہو سکتی۔

۱۰۴ میں مقصود کی تصریح کی گئی ہے ولا تہنوا فی الخ یہ استعداد اور یہ تیاری بیشک اس فرض کی ادائگی کے لئے ہے اور اس فرض کی ادائیگی کئی حیثیتوں سے جماعت مرکزیہ کے وجود پر موقوف ہے۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰٮكَ

بے شک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھا دے تجھ کو

اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والا اور بخشش مانگ اللہ سے بیشک اللہ

كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ

بخشنے والا مہربان ہے اور مت جھگڑ ان کی طرف سے جو اپنے جی میں

اَنْفُسَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ

دغا رکھتے ہیں اللہ کو پسند نہیں جو کوئی ہو دغاباز گنہ گار شرماتے ہیں

مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا

لوگوں سے اور نہیں شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات

لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ

کو اس بات کا جس سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے سنتے ہو تم

هٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ

لوگ جھگڑا کرتے ہو ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون جھگڑا کرے گا

عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ

ان کے بدلے میں اللہ سے قیامت کے دن یا کون ہوگا ان کا کارساز اور جو کوئی کرے گناہ

سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشوا دے تو پاوے اللہ کو بخشنے والا مہربان

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

اور جو کوئی کرے گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗـــــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔا

حکمت والا ہے اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگا دے کسی بے گناہ پر

فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان اور گناہ صریح اور اگر نہ ہوتا تجھ پر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا

اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی ان میں ایک جماعت کہ تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہیں سکتے مگر

اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے اتاری تجھ پر کتاب اور

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ

حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت

عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ

بڑا ہے کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہے صدقہ کرنے کو

اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ ۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

یا نیک کام کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں اور جو کوئی یہ کام کرے

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ

اللہ کی خوشی کے لئے تو ہم اس کو دیں گے بڑا ثواب اور جو کوئی

يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی ہے اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

کے رستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اُس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اُس کو دوزخ میں اور بہت بری جگہ پہنچا

جو جماعت مرکزیہ کے مقابلہ و معارضہ کے لئے خائن جماعت کھڑی ہو۔ اس سے اعراض کرنا واجب ہے۔
۱۰۵ سے ۱۰۹ تک ۔ انا انزلنا الخ دین کا اصل مرجع کتاب اللہ ہے اور تو لوگوں میں حاکم کی حیثیت سے ہے۔
کیوں کہ تجھے اللہ نے اپنی کتاب میں سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ جو جماعت مقاصد کتاب کو قائم کرے۔ تو اس کی تائید
کر اور خائنوں کے لئے خصیم کی حیثیت میں نہ ہو جا۔ وہ خائن جو کتاب کے مقاصد قائم کرنے میں خیانت
کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک واقعہ پیدا ہوا کہ کسی شخص نے چوری کی اور اتہام کسی بری
پر لگا دیا۔ بری سے انتقام لینے کے لئے اکٹھے ہو کر آگئے اور چور کو چھوڑ دیا۔ فیصلہ نبی کے پاس

لے آئے۔ پہلے تو نبی ان کے قول کی طرف مائل ہوا۔ اس کے بعد تنبیہ آیا۔ ولا تکن الخ نبی نے جب حقیقۃ الامر پر تأمل کیا تو حق ظاہر ہوگیا۔ وہ جماعت ان لوگوں کا نمونہ ہی جو جماعت مرکزیہ کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اہل خیانت ہوتے ہیں۔ یہ بات اس کے لئے عیاں ہے جو ادارے اور جماعت مرکزیہ کی حاکمیت کے مصالح جانتا ہے۔ ۱۱۲ تک اس جماعت کی حکایت ہے۔ ۱۱۳ میں تنبیہ ہے کہ وہ رائے نبی پر غلبہ نہیں پا سکتے۔ کیوں کہ اللہ نے نبی پر کتاب نازل کی ہے اور حکمت اور وہ علم جو پہلے نہ جانتا تھا پس حق و باطل جماعت میں تمیز بھی کتاب کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جو کتاب کو علی وجہ الحکمۃ قائم کرے وہ حق پر ہے۔ اسی بات کی طرف شروع آیہ میں اشارہ ہے ولولا فضل اللہ یعنی اگر تجھے کتاب کا علم نہ دیا جاتا تو وہ تجھے بہکانے لگے تھے۔ پس کیوں کر معلوم ہو کہ وہ جماعت کتاب و حکمت قائم کرنا چاہتی ہے۔
امر بین ۱۱۴ میں واضح ہے۔ لا خیر جماعت حقہ اپنے شعار کے ساتھ تمام ہوئی ان کی اتباع لازم ہے اس کی طرف اشارہ ہے ۱۱۵ میں من یشاقق مخالفت جماعت حقہ کی اور موافقت جماعت خائنہ سوائے شرک و خرافات کے اور کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتی۔ ان کے معاملات اور ان کی تعلیمات میں یہ اندرونی نشانی ہے۔ ہم نے سنا ہے اور تجربہ کیا ہے کہ بظاہر دونوں جماعتیں قریب قریب ہوتی ہیں جب لوگ ان میں داخل ہوتے ہیں اور ان سے لین دین اور برتاؤ کرتے ہیں تو حقیقت حال طالب حق پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ خائن جماعت اپنی اجتماعیت میں جہل و خرافات کی طرف مائل ہوتی ہے اور علم کے پابند نہیں رہتے۔ جب ان کی خواہشات حاصل ہو جاتی ہیں۔ پس طالب حق ظاہری صورت دیکھ کر خطا کھا سکتا ہے۔ لیکن معاملہ کے بعد خطا نہیں اٹھا سکتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نصرت دین کے دعوے سے اٹھا اور اپنے آپ کو مسیح ثابت کیا۔ بہت سے لوگ اس کے ساتھ مل گئے۔ ان میں غلام قادر فصیح بھی تھا جو سیالکوٹ میں پریس کا مالک تھا۔ اس نے مرزا کی پوری طاقت سے امداد و تائید کی۔ پس جب کام چل نکلا۔ اور ان کے پاس مال جمع ہو گیا تو انہوں نے چار یا پانچ حصوں میں تقسیم کیا ان کے لئے جو شروع سے اس میں شریک ہوئے تھے۔ غلام قادر کو بھی انہیں حصوں میں شامل کیا اور اس کی طرف اس کا حصہ بھیج دیا۔ اس نے حصہ واپس کر دیا اور کہا میں آرزو نہیں رکھتا تھا میں تو سمجھتا تھا تم دین کی خدمت کر رہے ہو۔ اور تمہاری منشا مال اکٹھا کرنا ہے۔ اب اصل بات معلوم ہوئی۔ لہذا میں تمہاری جماعت چھوڑتا ہوں۔

اور تمہارا مال واپس کرتا ہوں۔ اس طرح کے واقعات ہمارے ہاں بہت پائے جاتے ہیں۔

۱۱۶ سے ۱۲۱ تک ہم عام مومنوں کے لئے باب کا حصہ بناتے ہیں۔ نبی جماعت کی خیانت پر بذریعہ علم الٰہی مطلع ہوا۔ پھر مومن سب مبتلا ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ جماعت خائنہ میں اشتراک کرنا۔ اشتراک باللہ اور اتباع خرافات کا سبب بنتا ہے۔ تو انہیں صاف علم ہوگیا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ

بیشک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے

وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ إِن يَدْعُونَ

اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا وہ بہک کر دور جا پڑا اللہ کے سوا نہیں پکارتے

مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا وَإِن يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا ﴿١١٧﴾

مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو

لَّعَنَهُ اللَّهُ ۘ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿١١٨﴾ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ

جس پر لعنت کی اللہ نے اور کہا شیطان نے کہ البتہ میں لوں گا تیرے بندوں سے حصہ مقررہ

وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ

اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں دلاؤں گا اور ان کو سکھلاؤں گا کہ چیریں جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا

اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّن دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا

کہ بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی اور جو کوئی شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر تو وہ پڑا صریح نقصان میں

مُّبِينًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا

ان کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے شیطان سو سب

غُرُورًا ﴿١٢٠﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

فریب ہے ایسوں کا ٹھکانا ہے جہنم اور نہ پائیں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کیے اچھے ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں کہ

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ

جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ وعدہ ہے اللہ کا سچا اور

مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ

اللہ سے سچا کون نہ تمہاری امیدوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب

الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کی امیدوں پر جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پاوے گا اور نہ پاوے گا اللہ کے سوا

وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ

اپنا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار اور جو کوئی کام کرے اچھے مرد ہو

اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں اور ان کا حق

نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

ضائع نہ ہوگا تل بھر اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر اور نیک

مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ

کاموں میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے بنالیا ابراہیم کو خالص

خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

دوست اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور سب چیزیں اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع

کے قابو میں ہیں

جماعت حقہ کا ذکر ہے۔

مسئلہ:- جو قوم اپنے آپ کو اجتماعیت حقہ کا ٹھیکیدار سمجھ لے۔ کیونکہ وہ حق پرست

بزرگوں کے ساتھ منسوب ہو۔ جیسے یہود و نصاریٰ اس گھمنڈ میں تھے۔ یہود خود کو حق پر اور غیر یہود کو حق پر نہ سمجھتے تھے۔ کیوں کہ وہ موسیٰ کے تابع کہلاتے تھے۔ اور نصاریٰ بھی اس طرح اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ پھر مسلمان آئے اور وہ بھی اپنا انتساب جماعت حقہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ جب تک معانی کے لحاظ سے اپنا حق پرست ہونا ظاہر نہ کردیں یہ انتساب اور ان کا دعویٰ غلط ہے۔ یعنی وہ درجہ ثانیہ پر جماعت خائنہ کے ساتھ ملحق ہیں۔ گو پہلے خیانت کا عمد ان میں موجود نہ تھا۔ لیکن اب ان کی خیانت لازمی تصور کی جائے گی نہ تمہاری آرزوئیں کوئی حقیقت رکھتی ہیں۔ اور نہ اہل کتاب کی، جو بھی بُرا عمل کرے گا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ کسے باشد۔

حکایت:- میں کئی بار ارادہ کرتا تھا کہ اگر میں کتاب اللہ کی دعوت دینے کیلئے کوئی مدرسہ قائم کرسکا تو اس کے پہلے دروازہ پر یہ آیت لکھوں گا۔ لیس بامانیکم الخ البتہ جو لوگ معانی حقہ کے ساتھ اپنی حق پرستی ثابت کردیں۔ ان کا ذکر ۱۲۴، ۱۲۵ میں ومن یعمل یہ ابتدا عمل ہے۔ اور اعلیٰ مرکز میں ہے۔ ومن احسن تو جماعت حقہ دو شخصوں پر مشتمل ہے (۱) جو شخص ملت ابراہیم پر زندگی گذارے۔

(۲) جو اعمال صالحہ ادا کرے۔ و اللہ... تا... محیطا. روئے زمین پر اللہ کا حکم قائم کرتے ہیں (۱۲۶)

فصل سادس تمام شد۔ باب اجتماعیت متوسطہ بھی تمام ہوا۔ اب اجتماعیت متوسطہ کے قریب جو اجتماعیت عالمیہ ہو اس کا باب شروع ہوتا ہے۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ

اور تجھ سے رخصت مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سنایا

فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ

جاتا ہے قرآن میں سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا جن کو تم نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو

أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا

کہ ان کو نکاح میں لے آؤ اور حکم ہے ناتواں لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو

لِلْيَتَامَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿١٢٧﴾

یتیموں کے حق میں انصاف پر اور جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو معلوم ہے

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ

اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں

عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ

دونوں پر کہ کرلیں آپس میں کسی طرح صلح اور صلح خوب چیز ہے اور دلوں کے

الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

سامنے موجود ہے حرص۔ اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ

کاموں کی خبر ہے۔ اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو

وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَ

اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو ایک عورت کو جیسے ادھر میں

اِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ

لٹکتی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر

يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا کر دے گا اپنی کشائش سے اور اللہ کشائش والا تدبیر جاننے والا ہے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ

اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہم نے حکم دیا ہے پہلے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا

کتاب والوں کو اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر نہ مانو گے

فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا

تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہے بے پرواہ سب

حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

خوبیوں والا اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ کافی ہے

وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ

کارساز — اگر چاہے تو تم کو دور کر دے — اے لوگو — اور لے آئے اور لوگوں کو

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا

اور — اللہ کو یہ — قدرت ہے — جو کوئی چاہتا ہو ثواب دنیا کا

فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿١٣٤﴾

سو اللہ کے یہاں ہے ثواب دنیا کا — اور آخرۃ کا — اور اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے۔

فصل سابع

امپیریلزم عالیہ اور تمدن متوسطہ کی توسیع میں فرق ہے، پہلی چیز عام انسانوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ ہاں تھوڑے گروہ ضرور آرام حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسرا نظام لوگوں کے لئے رحمت ہے۔ جو تعلیم وارشاد و اصلاح اور اجتماعیت قومیہ موافقہ ہے حنفاء کی حکومت قائم کرنے سے پیدا ہو اور یہی مقصد ہے گویا فصل سابع اس اجتماعیت عالمیہ کے مقصد کی تعیین کے لئے ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ کمزوروں کے لئے انصاف کے ساتھ پیش آؤ۔ اور انصاف پیدا کرو۔ یہ اساس ہے اور تقوی کے عناصر کا اتمام بقیہ ہے۔ تقوی کے عناصر یہ تھے احسان، ایتاء ذی القربیٰ۔ انتہاء من الفحشاء والمنکر والبغی۔ اور یہ ان عناصر کی تکمیل ہے۔ گویا ہمارے نزدیک مرکز بحث ۱۲۷ میں ہے۔ و ان تقوموا للیتٰمیٰ الخ اس پر مزید وضاحت و ما تفعلوا من خیر (۱۲۸) میں ہے۔ مرکز بحث الصلح خیر ہے اقوام کی باہمی مصالحت کی طرف اشارہ ہے۔ اور مرکز بحث ۱۲۹، ۱۳۰ میں و ان تصلحوا الخ۔ اور مرکز بحث ۱۳۵ میں ہے قومیں اپنی قومیات میں متفرق ہو جائیں تو اجتماع عمومی اور صلح کے بعد کسی کو نقصان نہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اقوام کا وجود جامعہ اسلامیہ میں ثبت ہے۔ اگر وہ جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو وسعت دے گا۔ تفرق کا معنی جامعہ سے خروج نہیں۔ پس مسئلہ میاں بیوی میں ہو رہا ہے۔ اور جب میاں بیوی جدا ہو جائیں تو وہ ایک منزل خاص کی رو سے جدا ہوں گے وہ قوم سے خارج نہیں ہو جائینگے۔ گویا تفرق تفرق جزئی ہے خاوند ایک منزل بناتا ہے۔ اور بیوی دوسری منزل اللہ نے ان کیلئے وسعت کا وعدہ کیا ہے۔ گویا ہمارے نزدیک جامعہ اسلامیہ میں اقوام شہر کے گھروں یا بستی کے گھروں کی طرح ہیں۔ استنباط صحیح ہو گیا۔ و للہ ما فی السموات عمومیت کے ساتھ روئے زمین پر حکم قرآن قائم کرتا ہے۔ اس اجتماع کا یہی مقصد ہے

اور اس کی وصیت اللہ نے ہم سے پہلے لوگوں کو کی ہے کہ روئے زمین پر حکومت الٰہیہ قائم کریں۔
اس کی طرف اشارہ ہے ولقد وصینا ۔۔۔۔ وان تکفروا سے فصل سابع تمام شد الحمدللہ۔

الفصل الثامن اجتماع عالمی میں پروگرام کی توضیح

۱۳۲ ولله ما ۔۔۔۔۔ وکیلا تمام امور میں خدا پر توکل کرنا چاہیئے حکم کا مرجع اللہ کی طرف ہے۔ اسی نے یہ فرض قائم کیا ہے اگر مسلمان اسے ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کوئی دوسری قوم لائے گا جو اس کام کو قائم کریں گے۔ لوگ اجتماعیت سے صرف اپنی زندگی کی سہولتیں تلاش کرتے ہیں۔ اس لئے اگر وہ حکم قرآن پر قائم ہو جائیں تو انہیں یہ دنیاوی آسانیاں بھی حاصل ہوں گی۔ اور اس کے ساتھ مزید اشیاء بھی حاصل ہوں گی یعنی تکمیل اخلاق جو آخرت کی نجات کا مسبب ہے، اس کی طرف اشارہ ۱۳۳ میں ہے۔ ان یشا یذھبکم الخ ۱۳۴ میں من کان یرید۔ ہر پروگرام کی تفصیل ۱۳۵ میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ

نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا اگر کوئی مالدار ہے یا

فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ

محتاج ہے تو اللہ انکا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں اور اگر تم

تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾

زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ

اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پر جو

نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ

نازل کی ہے اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی

يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ

یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر

ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا

دور جا پڑا جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر مسلمان ہوئے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

پھر کافر ہو گئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا

اور نہ دکھلا دے ان کو راہ خوشخبری سنا دے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے عذاب

اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ

دردناک وہ جو بناتے ہیں کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ

کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت سو عزت تو اللہ ہی کے واسطے ہے ساری اور حکم اتار چکا

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ

تم پر قرآن میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور

يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

ہنسی ہوتے تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات

غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ

میں نہیں تو تم بھی ان ہی جیسے ہو گئے اللہ اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور

الْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ

کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ وہ منافق جو تمہاری تاک میں ہیں پھر اگر

كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ وَاِنْ كَانَ

تم کو فتح ملے اللہ کی طرف سے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر

لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ

نصیب ہو کافروں کو تو کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو اور بچا دیا تم کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ

مسلمانوں سے سو اللہ فیصلہ کرے گا تم میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا

اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ کی راہ البتہ منافق دغابازی کرتے

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ

ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دیگا اور جب کھڑے ہوں نماز کو

قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾

تو کھڑے ہوں ہارے جی سے لوگوں کے دکھانے کو اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ

ادھر میں لٹکے ہیں دونوں کے بیچ نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو

يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا

گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ پاوے گا تو اس کے واسطے کہیں راہ اے ایمان والو نہ بناؤ

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا

کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا لیا چاہتے ہو اپنے اوپر

لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ

اللہ کا الزام صریح بیشک منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں

مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا

دوزخ کے اور ہرگز نہ پاوے گا تو انکے واسطے کوئی مددگار مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی

وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور خالص حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ

وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ

اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب — کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کے اگر تم

اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾

حق کو مانو اور یقین رکھو — اور اللہ قدر دان ہے سب کچھ جاننے والا

پہلی بات شہداء اللہ دوسری بات ولو علی انفسہم اوالوالدین والاقربین۔ یعنی تمہاری قوم یہ عالمی حرکت ہے۔ اگر یہ ہماری قوم کے مخالف ہوں تب بھی ہم حق کا حکم کریں گے سلطان یا کسی قوم کی طرف میلان کرنا جائز نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ان یکن غنیاً الخ پس فلا تتبعوا الھویٰ کے معنی اور تفسیر یہ ہے کہ عدل کرو۔ اور اعراض عن العدل مت کرو۔ فان تلوا او تعرضوا۔۔۔ یعنی اگر اعراض کروگے تو وہ معمولی بات پر تمہیں بدلہ دے دے گا۔ یعنی اعراض کی وجہ سے بدلہ دے گا۔ یہ روح ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ تم اس کی حفاظت کرو پھر تم تمام ادیان کو جمع کرسکتے ہو اس کی طرف اشارہ ۱۳۷ میں ہے۔

یاایہا الذین اٰمنوا یہ پہلی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اتباع حکمت اور قیام بالقسط اور علم اتباع ہوی اور اقامت العدل ان تمام باتوں پر ہمیشہ گامزن رہو یعنی اٰمنوا باللہ ورسولہ، الکتاب الذی انزل من قبل یہاں الکتاب بطور جنس کے مراد ہے یعنی تمام کتب الہیہ کو اس حکمت کی طرف لوٹایا جائے۔ اسطرح تمام ادیان مجتمع ہوسکتے ہیں اور حکومت صرف خدا کی ہوگی۔ جو اس کی مخالفت کرے گا وہ دین کے ذرہ حصہ کا عامل بھی متصور نہ ہوگا۔ اور اس کا دین کوئی نہ سمجھا جائے گا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ومن یکفر ۱۳۷۔ یعنی جو اس اجتماعی دین سے مرتد ہوجائے منحرف ہوجائے۔ اور اس پر استمرار کرے تو فلیس لہم الخ پھر منافقین کی طرف اس کے بعد اشارہ کیا گیا ہے۔ جو بظاہر اس اجتماعی دین پر ایمان لاتے ہیں لیکن درپردہ ایمان نہیں لاتے۔ ۱۳۸ سے ۱۴۶ تک یہی بیان ہے۔ یعنی منافقین کا بیان ہے اور انہیں تہدید کی گئی ہے اور مسلمانوں کو انذار کیا گیا ہے کہ وہ انہیں اپنا دوست مت بنائیں بشر المنافقین یہ عذاب جو کافروں کو اور منافقین کو ہوگا۔ یہ اس لئے کہ وہ اجتماعیت میں نقصان پہنچاتے رہیں اور ایسا عذاب کسے ذمہ دار یہ خود ہیں، اللہ تعالیٰ نہیں۔ ما یفعل اللہ الخ (۱۴۷)

فصل تاسع

اقوام میں جو غلطیاں پیدا ہو گئی ہیں، ان کا ذکر باقی ہے۔ اور ان غلطیوں کا ذکر وہی دین کر سکتا ہے جس پر تمام ادیانِ عالم مجتمع ہوں۔ پس اجتماعی پروپیگنڈا قومی پروپیگنڈے پر غالب آگیا۔ یہ فصل ۱۴۸ سے ۱۶۹ تک ہے۔ اس فصل کے دو حصے ہیں۔

(۱) ان غلطیوں اور خرابیوں کے ذکر سے روکنا جو تمام اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ کیوں کہ ہر قوم دوسری قوم کی برائیاں بیان کرتی رہتی ہے۔ یہ فصل نہم کا جزء اول ہے۔ اس کا اجمال آیۃ ۱۴۸ تا ۱۴۹ میں ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ

اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور

كَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ

اللہ ہے سننے والا جاننے والا اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اس کو چھپاؤ یا

تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ

معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا ہے جو لوگ

یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ

منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ

اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ

میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ ہُمُ

چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں

الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّہِیْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِیْنَ

اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب اور جو لوگ

اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْہُمْ اُولٰٓىِٕكَ

ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو اُن کو

سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٥٢﴾

جلد دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَن تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ

تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب کہ تو ان پر اتار لادے لکھی ہوئی کتاب آسمان سے

فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِن ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً

سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز اور کہا ہم کو دکھلا دے اللہ کو بالکل سامنے

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ

سو آپڑی اُن پر بجلی ان کے گناہ کے باعث پھر بنالیا بچھڑے کو بہت کچھ

مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَن ذَٰلِكَ ۚ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ

نشانیاں پہنچ چکنے کے بعد پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور دیا ہم نے موسیٰ کو

سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿١٥٣﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا

غلبہ صریح اور ہم نے اٹھایا اُن پر پہاڑ قرار لینے کے واسطے اور ہم نے کہا

لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي

داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور ہم نے کہا کہ زیادتی مت کرو ہفتہ

السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا نَقْضِهِم

کے دن میں اور ہم نے ان سے لیا قول مضبوط ان کو جو سزا ملی سو ان کی

مِّيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِم بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

عہد شکنی پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق

وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کردی انکے دل پر کفر کے سبب سو

يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥٥﴾ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا

ایمان نہیں لاتے مگر کم اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان باندھنے پر

عَظِيمًا ﴿١٥٦﴾ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ

اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسے مریم کے بیٹے

رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ

جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بن گئی انکے آگے اور جو

الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا

لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف

اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَ

اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بیشک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور

كَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا

اللہ ہے زبردست حکمت والا اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سو

لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾

عیسے پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ

فَبِظُلْمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ

سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو اُن پر حلال

لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾ وَأَخْذِهِمُ

تھیں اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت اور اس وجہ سے

الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۚ

کہ سود لیتے تھے اور ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦١﴾ لَٰكِنِ الرَّاسِخُونَ

اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک لیکن جو پختہ ہیں

فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

علم میں ان میں اور ایمان والے سو مانتے ہیں اس کو جو نازل ہوا تجھ پر اور جو

اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَ الۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَ الۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ

نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفرین ہے نماز قائم رہنے والوں کو اور جو دینے والے ہیں زکوٰۃ کے

وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤۡتِيۡهِمۡ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۱۶۲﴾

اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب

یعنی بری باتوں کو جہراً اس کے لئے روا ہے جو مظلوم ہو۔ اور مجلس حکومت میں بیان کرے۔ یا قوم کیطرف مقدمہ لے جائے جب کہ مجلس انصاف نہ کرے۔ لیکن ان دو صورتوں کے علاوہ کسی قوم کے نقص کو بیان کرنا مناسب نہیں، بلکہ اس قوم کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں یعنی ان کی بری باتوں سے درگذر کریں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۴۵ا میں ہے۔ اِنۡ . . . . . قدیرًا۔ پس جو لوگ اس باطل کو نشائع کرتے ہیں جو تمام مذاہب میں ثابت و موجود ہے۔ وہ انسانیت پر نہیں۔ بلکہ پکے کافر ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے لئے اچھے القاب رکھ لیں اس کی طرف اشارہ ۱۶۰، ۱۰۱ میں ہے۔ ان الذین..... عذابا مهینا۔ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی اجتماعیت اس قابل نہیں کہ وہ دین عمومی کی اقامت کریں۔ کیوں کہ وہ کہتے ہیں نؤمن ببعض و نکفر ببعض پس قاری اس بات کو یاد رکھے کہ انبیا نے کسی کتاب کے متعلق یہ تصریح نہیں کی اور کتب الٰہیہ میں سے کسی کتاب کے متعلق یہ تصریح نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا تمام مذاہب الٰہیہ پر ایمان لانا ضروری ہے اس کی طرف اشارہ ۱۰۲ میں ہے۔ والذین الخ

مسئلہ یہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق پیدا کر رہے ہیں اور جدائی ڈال رہے ہیں ان میں سے ایک جماعت سوال کرتی ہے کہ ان پر آسمان کی طرف کوئی کتاب نازل کی جائے۔ ان کی منشا اس سوال سے یہ ہے کہ وہ نبی پر ایمان نہ لائیں جب بھی وہ حجت فاسدہ کر رہے ہیں۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے ہمیشہ انبیاء اللہ کا انکار کرتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ سوال بھی کوئی انوکھا اور اچنبا نہیں، نبی سے سوال کرنے والے یہ یہودی مدینہ کے تھے اس کی طرف اشارہ ۱۰۲ تا ۱۰۵ میں ہے یسئلك یعنی صرف یہود مدینہ سوال کرتے ہیں۔ تمام اہل کتاب نہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ ان پر کوئی آسمان سے کتاب نازل کی جائے۔ اللہ نے ان کی طبیعت زمانہ موسیٰ سے جو تھی بیان کر دی ہے اور اللہ نے اپنی اس بات پر اتمام کیا ہے فلا یؤمنون الا قلیلا ۵۔ یعنی یہ لوگ اپنے کفر

یعنی یہ لوگ اپنے کفر اور اپنے ظلم کے سبب بہت تھوڑے ایمان لائیں گے۔ ان کے کفر کی تفصیل
۱۵۹ تک ہے۔ اور ظلم کی تفصیل ۱۶۰ میں ہے اور اخذ ربا کا ذکر اور اس سے منع کرنا یہ ۱۶۰، ۱۶۱
میں مذکور ہے ان کفار کا ذکر اللہ نے تک ختم کیا ہے۔ لیکن ان میں بعض لوگ حق پر
بھی ہیں جن کا ذکر ۱۶۲ یعنی لکن الراسخون... اجرًا عظیماً الخ اور یہ اس فصل کا جزو ثانی ہے
اس کی ابتدا ۱۶۲ سے ہوتی ہے۔ یہ لوگ تجھ پر نازل شدہ کتاب اور تجھ سے پہلے کتب نازلہ پر ایمان لائیں
ہیں۔ اور شرح میں اضافہ کیا گیا ہے۔ کہ دین تمام ایک ہے۔ اس کا ذکر ۱۶۳ میں ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ

ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر۔ جو اس کے بعد ہوئے اور وحی بھیجی

اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى

ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور عیسیٰ پر

وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ ﴿۱۶۳﴾

اور ایوب پر اور یونس پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی داؤد کو زبور

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ

اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس سے پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا

عَلَيْكَ ۭ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ

تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر بھیجے پیغمبر خوشخبری اور

مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ

ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا

إِلَيْكَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

یہ کہ نازل کیا اپنے علم کے ساتھ اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے

شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللّٰهِ قَدْ

حق ظاہر کرنیوالا جو لوگ کافر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے وہ

ضَلُّوا ضَلٰلًا بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ

بہک کر دور جا پڑے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز

اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ

اللہ بخشنے والا نہیں ان کو اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ مگر راہ دوزخ کی

خٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓأَيُّهَا

رہا کریں اس میں ہمیشہ اور یہ اللہ پر آسان ہے اے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوا خَيْرًا

لوگو تمہارے پاس رسول آچکا ٹھیک بات لے کر تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو

لَّكُمْ ۚ وَإِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَ

تمہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور

كَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوا فِي

ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا اے کتاب والو مت مبالغہ کرو

دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى

اپنے دین کی بات میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بیشک مسیح جو ہے عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ ۚ أَلْقٰهَآ إِلٰى مَرْيَمَ وَرُوحٌ

مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے

مِّنْهُ ۖ فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ۖ وَلَا تَقُولُوا ثَلٰثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا

اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا

تَكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ

تمہارے واسطے بیشک اللہ معبود ہے اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کی اولاد ہو

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۱۷۱

اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ

مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو

الْمُقَرَّبُوْنَ ۭ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ

جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کریگا

اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝۱۷۲ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ

ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے عمل کئے اچھے تو ان کو پورا دیگا

اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا

ان کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں نے عار کی

وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ڏ وَّلَا يَجِدُوْنَ

اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دے گا عذاب دردناک اور نہ پاویں گے

لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۱۷۳

اپنے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار

یہ ایک ہی سلسلہ نوح علیہ السلام سے آرہا ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے ساتھ دوسرا سلسلہ ہے جس کا اشارہ ۱۶۴ میں ہے۔ ورسلاً ان کا ذکر نوح کے بعد کیا گیا ہے ورسلا لم نقصصهم یہ صابیہ مراد ہیں۔ ان کا ذکر نہ تورات میں ہے نہ انجیل میں نہ قرآن میں اور ان کا اتصال حنفا سے نوح علیہ السلام کے اوپر ہے۔ کلم اللہ موسیٰ الخ رسولوں کی تمثیل ہے کہ اللہ اپنے رسولوں سے مختلف طریقوں سے کلام کرتا ہے۔ رسلاً مبشرین ۱۶۵ اور ۱۶۶ میں یہ حجت ہے۔ کیوں کہ لوگ نہ سارے کے سارے بنی اسرائیل ہیں۔ نہ حنفاء ہیں۔ رسول حنفاء میں مبعوث ہوئے۔ اور بنی اسرائیل میں اس لئے کیا ان کے علاوہ سے

حجت رفع ہوجاتی ہے؟ اور بنی اسرائیل و حنفاء کے علاوہ لوگوں نے انبیاء کو سنا دیکھا نہیں تھا۔؟
جواب نہیں؟ بلکہ ان میں بھی رسل آئے لوگوں کو اللہ پر حجت کرنے کا موقعہ ہی نہیں ملا۔ کیونکہ اس نے
اپنے رسول تمام لوگوں میں بھیج دیئے ہیں۔ وَکان اللہ ... عزیزاً حکیما۔ ایران کے مسلم حکماء مثلاً
جلال الدین دوانی زردشت کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ہند کے مسلم حکماءٴ انبیاء ہند کا ایمان رکھتے
تھے۔ اور اب ہند کے مسلمان جوان اپنے ایمان موسےٰ علیہ السلام اور عیسےٰ علیہ السلام کے بعد زرتشت،
کرشن رام، بدھ، سقراط سب پر ایمان کی تصریح کرتے ہیں۔ اور جاہل اہل کلام کی مخالفت کی پرواہ نہیں
کرتے۔ پس ان سب پر ایمان لائے بغیر اہل علم حکمت قرآن کو جان ہی نہیں سکتے۔ اور ایمان لا ہی نہیں سکتے
اگر ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ حنفاء کا سلسلہ دوسروں سے افضل ہے۔ تو اس کی تصریح اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی
ہے۔ تلک الرسل فضلنا الخ یعنی قرآن کا مقصد یہ ہے کہ سب انبیاء پر ایمان لائیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے
۱۶۶ میں ہے لکن اللہ یشھد الخ یہ حظیرۃ القدس میں امر متقرر ہے اور جو اس کی مخالفت کریں وہ کافر ہیں،
ان کا راستہ سوائے جہنم کے اور کوئی نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۱۶۷ سے ۱۶۹ تک ہے۔
ان الذین کفروا ... علے اللہ یسیرا یہ حکم ان اہل کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے جو تمام انبیاء پر ایمان
لانے کے طریقہ سے منحرف ہیں۔

فصل تاسع تمام شد

اس فصل کا تتمہ جن یہود کے کفر کی حکایت بیان کی گئی ہے۔ ان کے ضمن میں مریم و مسیح کے متعلق تفصیل
آتی ہے۔ یہ تفصیل مقصود بالذات نہیں تھی۔ تبعاً آئی ہے۔ اس لئے ہم نے اسے آخر
میں بیان کرنا چاہا۔ جب کہ سیاق تمام ہوجائے۔ ۱۵۶ میں وبکفرھم وقولھم انہوں نے مریم پر
فاحشہ کا بہتان باندھا وہ اس بات کو نہیں دیکھتے کہ اس بات کا تعلق اور رجوع ایک دین کے امام
کی طرف ہے اور وہ دین انبیاء اللہ کی کتابوں کو قائم کرنے والے دینوں میں سے ایک ہے، یعنی نصرانیت
بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مسیح پر ایمان لائے۔ اور دین بنی اسرائیل کی خدمت کی، اس لئے ان پر
سب کرنا جائز نہیں۔ کیا یہ ان کی جانب سے کفر جماعت نہیں ہے۔ جو جماعت جس کی انبیاء دعوت دیتی تمام انبیاء
کیساتھ اطمینان کی دعوت دیتی ہے نصاریٰ کو کافر بنانے کے بعد کیا مؤمن دین میں جمع ہو سکتے ہیں؟

اور ان کا بہتان مریم پر ایسا ہی ہے جیسا کہ ان کا بہتان مسیح پر ہے ۱۵۷ میں وقولھم انا قتلنا المسیح

اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ مسیح کا خاندان بلند و برتر نہیں لیکن یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان سے تمام عمر تعلیم کو قائم کرنے کے لئے گذاری اور حواریوں میں سے بہتوں نے اسکی اتباع کی اور دنیا میں مسلسل اپنے اعمال سے تورات اور انجیل کی تعلیم کو دنیا میں قائم کرنے کیلئے تگ و دو کرتے رہے۔

حتیٰ کہ انہوں نے اس قانون پر بادشاہتیں قائم کیں۔ مسیح علیہ السلام کے رسول اللہ ہونے پر یہ کافی دلیل ہے۔ کیا نزول قرآن کے زمانہ میں کوئی اس بات پر قادر ہے کہ وہ روما کی بادشاہت کا مذہب دین نصرانیت نہ سمجھے اور مسیح کو نصرانیت کا منبع نہ سمجھے؟ اور کیا اس کے رسول اللہ ہونے کا انکار کر سکتا ہے؟ کیا نصاریٰ کے دشمنوں کی مشکوک کہانیاں قصے نصاریٰ کے متعلق اور مسیح کے متعلق قابل اعتماد ہیں؟ کیا اصلاح اجتماعیت کے پیغمبر کے متعلق مقابلہ کے دشمنوں کی لغویات معتبر ہیں؟ ہرگز نہیں!

اس کی طرف اشارہ ہے انا قتلنا المسیح ابن مریم الخ پس اگر یہودیہ کہیں مسیح کی رسالت ثابت نہیں تو ان کے قول کی کوئی قیمت نہیں۔ وہ رسول اللہ ہے۔ اس وجہ سے کہ اس نے اجتماعیت انسانیت میں صحیح تعلیم کو نافذ کیا اور حق کے قیام کے لئے کوشش کی۔ اور اگر ہم یہ بات نہیں تسلیم کر لیں تو سابق انبیا کی رسالت کا ثبوت بھی ہمارے پاس نہیں صرف آثار دیکھ کر ہم کہتے ہیں کیا ہم ان کی رسالتوں کی تکذیب کر سکتے ہیں؟ جب یہ نہیں ہو سکتا تو مسیح کی رسالت بھی یقیناً ثابت ہوتی ہے۔

اگر یہ خرافات اور مصنوعی کہانیوں کے ذریعہ اس کی رسالت کا انکار کرتے ہیں تو کیا وہ مریم پر بہتان باندھے ہوئے کو ثابت کر سکتے ہیں؟ اور جو ان فحشیات کو ثابت کرنے پر قادر نہیں اس کے لئے کیسے جائز ہے کہ وہ پاکدامن عورت پر بہتان لگائے۔ مریم پر یہودیوں کا بہتان بہتان عظیم ہے۔ اس کو ثابت کرنے پر وہ قادر نہیں۔ اسی لئے جس یہودی نے مریم کا واقعہ لکھا ہے وہ شرعی بہانے بنا کر اسے یوسف کے ساتھ منسوب کرتا ہے اس شبہ کے ظاہر کرنے کے بعد کسی کو یہ طاقت نہیں ہوئی کہ وہ ثابت بھی کر سکے۔

بس ان کا کفر پر اصرار اجتماعیت دینیہ کا انکار وکفر ہے اور یہ دعوت قرآنیہ کا ابطال ہے۔ پھر اسی طرح انہکا قول انا قتلنا المسیح اسکو بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ حالاں کہ یہودیوں کا فرض ہے کہ وہ ثابت کریں۔ اللہ نے ان کے دعویٰ قتل کی تردید کی اور فرمایا کہ ان کو شبہ واقع ہوا اور اس میں شک نہیں کہ یہ بات یہود و نصاریٰ میں شروع سے مشتبہ چلی آتی ہے۔ اناجیل کے راویوں نے واقعہ کی روایت میں شبہ پیدا کیا ہے اور یہودیوں میں سے کسی نے انسانیت کو کوئی حجت پیش نہیں کی۔ ولکن شبہ لہم اس کی تفسیر بعد میں ہے۔ یعنی وان الذین اختلفوا الخ یہ انجیل کی روایتوں کے تعارض میں ظاہر ہے۔ ان کی ہمیشہ عادت صلب کے متعلق یہ تھی کہ جو سولی پر لٹکایا جاتا تھا وہ اس پر اٹھایا جاتا تھا۔ پس اناجیل کے راویوں نے اختلاف کیا ہے ایک راوی کہتا ہے کہ مسیح کی سولی اٹھائی گئی، اور دوسرا کہتا ہے نہیں (پہلے مسیح بیشک اٹھایا گیا اور راستے میں ایک دوسرے آدمی کو پکڑ لیا اور اس کو سولی دی پس اگر کوئی دیا گیا ہے تو وہ مسیح یقیناً نہیں۔ بلکہ شک واقع ہو گیا۔ اللہ کے قول کا معنیٰ ظاہر ہے کہ جنہوں نے اختلاف کیا ہے وہ شک میں ہیں۔ پھر وہ ایک کو دوسری روایت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یا تطبیق دیتے ہیں۔ صلب کو صحیح ثابت کرنے کے لئے۔ یہ تمام باتیں ان کے گمان اور شبہات ہیں۔ اور تاویلات ہیں۔ اللہ کا قول صادق ہے۔ وما لہم ..... یقیناً۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کے قصوں کی ضرورت نہیں۔ ان کا شرح قرآن کے متعلق کذب متواتر چلا آرہا ہے۔

مفسرین نے ایک قصہ بنا دیا اور مسلمان اس پر ایمان لائے کہ مسیح رفع کر لیا گیا اور اس کا ایک حواری اسکی صورت بن گیا۔ ہم کو اس بات کی تصدیق یا تکذیب کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ قرآن نے حکایت بیان کی ہے وہی اناجیل میں ہے۔ بل رفعہ اللہ یہ کلمہ قرآن میں ایک بار مستعمل نہیں ہوا بلکہ اس کلمہ کی بہت سی مثالیں اور نظائر ہیں

جیسے اجتماعیت میں مقام عالی حاصل ہو تو

قرآن اسے رفع کے ساتھ موصوف کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ نے مسیح کا درجہ بلند کیا۔ اب ہم موسیٰ اور ابراہیم کی تعلیمات نہیں جان سکتے جب تک کہ ابن مریم کی اتباع نہ کریں۔ یقیناً اللہ نے اس کا مقام بلند کیا (یہی رفع کا معنیٰ ہے) نیز ہمیں یہ ضرورت نہیں کہ قرآن کی تفسیر میں اس کے رفع جسمانی کے قائل ہوں۔ اہل متکلمین ہماری مخالفت کرتے ہیں تو یہ اختلاف آج کا نہیں بلکہ شروع سے اسلام میں چلا

آرہاہے وان من اهل الکتٰب الا لیومنن به قبل موته نسفی نے به کی ضمیر کا مرجع اللہ یا محمدؐ کی طرف کیا ہے اور دوسری ہ ضمیر کا مرجع کتابی کی طرف کیا ہے وان من اهل الکتاب کا تعلق ۱۵۳ یسئلك اهل الکتٰب سے ہے. یعنی ان سائلین میں بعض وہ بھی ہیں جو ایمان لائیں گے الخ ہمارا اس آیت کے متعلق خاص مطالعہ ہے کہ یہود مدینہ کے ان سائلین میں ایسا کوئی نہ رہے گا جو موت سے پہلے نبی پر ایمان نہ لائے.

یہاں ایمان ہمارے نزدیک عام ہے خواہ وہ صدقِ قلب سے ہو یا بصورت خضوع جب کہ وہ مقہور و مجبور ہو جائیں. پس جو بادشاہ کے حکم کی اطاعت کرے. اگرچہ وہ ناخوشی سے ایمان ہو جائز ہے کہ اسے کہہ سکیں کہ وہ ایمان لے آیا. موته کی ضمیر کتابی کی طرف ہے. اور ممکن ہے کہ موته کی ضمیر کا مرجع نبی کی طرف ہو. یسئلك اہل الکتٰب اس میں ذکر نبی موجود ہے دلیو منن کا مرجع نسفی نے نبی کی طرف کیا ہے. تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قبل موت نبی حجاز کے یہود ایمان لے آئیں گے. یعنی حکم نبی قبول کریں گے. طوعًا یا کرھًا. اخراجًا یا اماتۃً. پس اس طرح ہمیں ضرورت نہیں رہتی کہ نزول مسیح قبول کریں. اور یہ کہیں کہ اس پر اہل کتاب ایمان لائیں گے. اور یہ کہیں کہ کتاب اللہ میں یہ نص ثابت ہے. جس طرح بعض لوگ اپنے استنباط اور اپنی رائے کے موافق اس کا مفہوم لیتے ہیں ہم انہیں ترک کرتے ہیں. اگر ہم اقوام کے مجمع میں کھڑے ہو کر دعوت الی القرآن دیں تو ہمیں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم حکومت قرآن کے لئے مسیح کے منتظر ہو اور ہم (عیسائی وغیرہ) بھی مسیح کے منتظر ہیں، اور تم بھی ہمارے ساتھ اس کی انتظار کرو

میری بات ان سے یہ ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے چند گروہ مسیح کی آمد کے منتظر ہیں. لیکن یہ حکم قرآن نہیں. میں تمہیں سوائے قرآن کے کسی اور چیز کی دعوت نہیں دیتا. اور ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ہم یہ صحیح سمجھیں کہ ہم مسیح کا انتظار کرتے ہیں تو ہم دعوت قرآنیہ نہ مسلمانوں کو دے سکتے ہیں نہ غیر مسلموں کو. ہم اللہ کا حمد کرتے ہیں کہ تفسیر قرآن پر قادر ہیں. اور اس میں اس کا ذکر نہیں، (یعنی انتظار[1] مسیح یا آمد مسیح کا) ہم اسے اپنے پر اللہ کا فضل شمار کرتے ہیں (تتمہ تمام شد)

---

[1] انتظار مسیح علیہ السلام یا آمد مسیح کے متعلق مولانا سندھی کے نظریہ پر مکمل بحث سورۃ مائدہ کے اختتام کے بعد والے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ ——— محمد معاویہ

فصل عاشر

انذار بالانقلاب :- اجتماعیت صالحہ کو تمام دنیا کے لئے پیدا کرنا ۱۷۰ سے آخر سورۃ تک ۔

یاایھا الناس الخ یعنی جس نظام کا اللہ ارادہ رکھتا ہے اور وہ حظیرۃ القدس میں ثابت ہو چکا ہے ۔اسی کے متعلق نبی نے تمہیں خبر دی ہے ۔ اگر تم اپنی اصلاح کرو گے اور اس کے موافق ہو گے تو وہ تمہارے لئے رحمت و راحت ہو گا ۔ اور اس تعلیم کے خلاف تم اپنی اتباع مت کرو کیوں کہ انقلاب واقع ہونا ضروری ہے ۔اس کی طرف اشارہ ہے وان تکفروا ..... علیما حکیما میں ہے ۔۷ا حنفا کیلئے اجتماعیت میں اس تعلیم کے حاصل کرنے کے لئے مانع عظیم نصاریٰ کا غلو ہے جو وہ اپنے دین میں کرتے ہیں ۔ اور حنفا انقلاب اول میں شامل ہیں ۔ یعنی پہلے انقلاب ان میں آئے گا ۔ نصاریٰ کا غلو یہ ہے کہ وہ تثلیثات کا عقیدہ رکھتے ہیں ۔ اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اللہ کا لڑکا ثابت کرتے ہیں ۔انہوں نے اجتماعیت انسانیت کا معنی فاسد کیا ہے ، کیوں کہ تناسل اور توالد نوع بشر اور نوع حیوان میں ہوتا ہے فقط جب وہ اس تناسل و توالد کو مقدسین اور اللہ کے لئے ثابت کرتے ہیں اور وہ حظیرۃ القدس کا تصور فاسد کرتے ہیں ۔ اور وہ ملأ اعلیٰ اور حظیرۃ القدس کو بھی گناہوں کے ساتھ ملوث قرار دیتے ہیں ، حالاں کہ یہ طبعی گناہ بشریت کے لئے ہیں ۔ اور اس سے منبع انسانیت مکدر ہو جاتا ہے اور اس کی اصلاح لازم ہے ۔ کیوں کہ حظیرۃ القدس کی نوع انسانی کے ساتھ نسبت ایسی ہے جیسے دماغ ، اس کی طرف اشارہ ہے ۔ یاھل الکتاب یہ حق ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسیح عیسےٰ بن مریم اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا کلمہ ہے اور روح ہے ۔ اسے رسولوں سے جدا نہ سمجھو اس کی طرف اشارہ ہے فامنوا باللہ میں ۔ اس کے بعد تثلیث کی قیامت کی طرف اشارہ ہے کہ اس طرح سمٰوٰت اور ارض کی مملوکیت خداوندی کا تصور باطل ہو جاتا ہے ۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولا تقولوا ثلاثۃ بعض لوگ جہالت سے یہ خیال کرتے ہیں کہ مسیح کی عبودیت کا اثبات اور ولایت سے اس کا اخراج اس کی حقارت شان پر دال ہے اس خیال کی تردید کے لئے اشارہ ہے ۷ا میں لن یستنکف المسیح الخ بلکہ اس کا بندۂ خدا ہونا اس کے لئے شرف ہے ۔ ورنہ یہ قول اس کی تعلیم کے خلاف ہو گا ۔ اس کی طرف اشارہ ہے ومن یستنکف الخ جو لوگ استنکاف کریں گے انہیں خدا عذاب دے گا ۔

اس کی طرف اشارہ ہے ۱۷۳ آیت میں ہے ولا نصیرا الخ اللہ تعالیٰ نے عقیدہ انسانی سے یہ غلو دور کیا
تاکہ اجتماعی تعلیم میں تاثیر واقع ہو۔ اور یہ تاثیر پیدا کرنے کے لئے اس غلو کو دور کرنا فرض ہے۔ لہذا اگر وہ
اس تعلیم کے مطابق اصلاح کریں تو اللہ کی رحمت و فضل کے مستحق ہوں گے۔ یہ آخر آیت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ

اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند اور اتاری ہم نے

اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا

تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا

بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ

تو ان کو داخل کرے گا اپنی رحمت میں اور فضل میں اور پہنچا دے گا ان کو اپنی طرف

صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي

سیدھے راستہ پر حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو

الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا

کلالہ کا اگر کوئی مرد مرگیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اسکو

نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ

پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ مرا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اسکے بیٹا پھر اگر

كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً

بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہوں اسی

رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں تو ایک مرد کا ہے حصہ برابر دو عورتوں کے بیان کرتا ہے اللہ

لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

تمہارے واسطے تاکہ تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

سورۃ کے آخر میں کلالہ کی آیت ہے، اس میں تنبیہ ہے کہ جس اجتماعیت کے متعلق سورۃ النساء میں بحث ہے اگرچہ بصورت قومیہ و عالمیہ ہے۔ لیکن اس کا رخ تدبیر منزل کی طرف۔ یہ بات ہم نے حجۃ اللہ البالغہ میں سمجھی ہے۔ کہ انقلاب اسلام میں حکمت یہ ہے کہ یہ امپریلزم کی تردید کے لئے آیا ہے۔ اور قومیات کے لئے اجتماعیت صالحہ متوسطہ کو پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔

مسئلہ نفی مواریث :۔ کلالہ کے متعلق بہت اختلاف واقع ہوا ہے۔ ہم قول صدیق کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہمارے لئے ان اختلافات مسائل سے اعراض کرنے میں خاص مطالعہ ہے۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ انسان حکومت قومیہ صالحہ مبنی بر شوری کا عضو ہو۔ اور جب کوئی قوم ہماری طرح سوچے گی تو وہ حکومت پیدا کرنے کے لئے مصروف ہوگی اور اس کی قوت دماغیہ ان اختلافات کی تفصیل میں اس مطلب کے لئے خراب نہ ہوگی۔ جب آدمی حکومت قومیہ متوارثیہ میں ہوگا تو اور اختلاف شکوک پیدا کرے تو وہ حکومت کی قوت تشادرہ کے سامنے لے جائے۔ اگر وہ قدرت اختلاف نہ رکھے تو اس کی اتباع کرے، اس طرح اختلافات فرعیہ میں قوم کی پھوٹ نہ ہوگی اور یہ تعریف کا باعث نہ ہوگا۔

بعض اہل علم غلطی کرتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اختلافات فرعیہ میں پہلے فیصلہ کر لیا جائے اور حکومت قومیہ کی تنظیم بعد میں ہو۔ ان کا مرجع کتب فقہ اور کتب احادیث میں پہلے مشتغل ہونا ہے اور قرآن سے زیادہ فقہ و احادیث میں اشتغال ہے۔ حالاں کہ قرآن انسان کے ذہن میں حکومت کی ضرورت پیدا کرتا ہے۔ ایسی حکومت جو قرآن کے حکم کے تابع ہو۔ جب انسان فقہ و احادیث میں مشغول ہو جائے گا۔ تو اس کا دماغ پریشان ہو جائے گا۔ اور ان فروعی اختلافات کا فیصلہ حکومت پیدا کرنے کے لئے ضروری سمجھیگا۔ اور یہ عقلیت فاسدہ ہے۔ کیوں کہ یہ فیصلے حکومت کے بعد ہونے چاہیں، حکومت سے پہلے نہیں اسی لئے ہم حکماء کو فقہاء پر مقدم کرتے ہیں۔

تمت سورۃ النساء

سُورَةُ الْمَائِدَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اس میں بھی پہلے کی طرح اجتماعیت پر بحث ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اجتماعیت کی منا اکل و شرب پر اس میں زیادہ ہے. کیوں کہ حاجت انسانیہ نکاح کیطرح اکل و شرب میں بھی پائی جاتی ہے اکل و شرب ضروری ہے. اور اس سے استغنار ناممکن ہے، گویا سورۂ مائدہ کی مباحث سورۂ نسا کے لئے اساس کا درجہ رکھتی ہیں. جب اجتماعیت میں عمومیت پیدا کی گئی تو اس کا شرف بھی بڑھ گیا گویا مائدہ میں سورۃ النسار سے زیادہ مکمل بحث ہوگی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ

اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے

الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ ۗ

مویشی سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جاویں گے مگر حلال نہ جانو شکار کو احرام کی حالت میں

إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴿١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا

اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے اے ایمان والو حلال نہ سمجھو

شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ

اللہ کی نشانیوں کو اور نہ ادب والے مہینہ کو اور نہ اس جانور کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے

وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ

میں پٹہ ڈال کر لے جاویں کعبہ کو اور نہ آنے والوں کو حرمت والے گھر کیطرف جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا اور

رِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ

اس کی خوشی اور جب احرام سے نکلو تو شکار کرلو اور باعث نہ ہو تم کو اس قوم کی دشمنی جو تم کو

اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا

روکتی تھی حرمت والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرنے لگو اور آپس میں

عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠

مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

اللہ کا عذاب سخت ہے

یعنی ایفائے عقد۔ انسان عقد کا تحصیل معاش کے لئے ضرورت مند ہے۔ اور عقد اشتراک مع الجنس کیساتھ ہوتا ہے۔ اشتراک عقد و ایفا کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ پس انسان جب زندگی گذارنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ ایفاء عقد کا عزم کرتا ہے۔ اور اسے تقاضائے ایمان سمجھتا ہے۔ اور تجلی عقل و قلب ان کے اکمل و احسن مظاہر ہوتے ہیں۔ جس طرح ابتدائے اجتماعیت میں ایفاء عقود کا ضرورتمند ہے اسی طرح وہ ایک حالت میں آکر اعلیٰ درجات تک نوع اجتماعیت میں ایفائے عقود کا ضرورتمند ہے۔

یہ بات حنفاء پر ظاہر ہے کہ تکمیل اجتماعیت مساجد ابراہیم کو مرکز بنانے کے بغیر ممکن نہیں۔ اور عرب میں تکمیل اجتماعیت مسجد حرام کی مرکزیت کے بغیر ممکن نہیں۔ گویا مسجد حرام کے گرد اجتماع قرآنی زمانہ میں، عام حنفاء کے لئے اعلیٰ اجتماع ہے۔ اور مسجد حرام کے احترام میں بھی وہ ایفائے عقود کا ضرورتمند ہے۔ جس کا عقد امام ملت نے مع اپنے اتباع کے کیا تھا۔

گویا ایفائے عقود ابتداء اور انتہاء دونوں کے لحاظ سے روح اجتماعیت ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے احلت لکم الخ احرام کے وقت شکار کا حرام ہونا۔ امام ملت کی اتباع میں عقود لازمہ میں سے ہے۔

یاایہا الذین آمنوا لا تحلوا الخ اشارہ ہے کہ ایفائے عقود تمام فضائل کو مکمل کرتا ہے۔ پس پہلی بات یہ

ہے کہ حرمت شعائراللہ کی ہتک نہ کی جائے۔ یعنی مسجد حرام اور اس کے مضافات صفا مروہ اور جو کچھ بھی اجتماع کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً شہر حرام، ہدی قلائد وغیرہ ان میں کسی کی ہتک نہ کی جائے۔ اور جو شخص حج کا احرام باندھے اس کے لئے ایفاءِ عقود کے سلسلہ میں یہ تمام باتیں پہلے پیش آئیں گی۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولاتحلوا تا الحرام میں، دیبتغون تا ورضوانا۔ شعائراللہ وغیرہ میں سے محرمات کی تحریم کی حکمت بیان کی گئی ہے۔ یعنی بات صرف یہاں تک نہیں کہ برکات اُخروی حاصل ہوں بلکہ مقصد اس اجتماع سے یہ ہے کہ فضل اللہ اور اس کی رضا حاصل کی جائے۔ انسان اجتماع ناقص میں اپنی کوشش و محنت سے اکتساب رزق سو روپے ماہوار سے کرتا ہے، وہی انسان اسی محنت سے اجتماع تام میں ہزار روپے ماہوار حاصل کرتا ہے جونہی اجتماع ترقی کرتا جائے گا اس کی محنت کی قیمت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور دوگنی ہوتی جائے گی۔ پس جو لوگ مرکز اجتماعی میں اجتماع رکھتے ہوں۔ اور ان کے اوپر کوئی مرکز نہیں گویا وہ اپنی مساعی کی قیمت دنیا میں ممکن سے زیادہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہے یبتغون فضلاً کا اور معجز للعالم سے یہی مراد ہے۔ پھر اس اجتماع وہ امام ملت کی اتباع تلاش کرتے ہیں۔ پس انہیں خدائی رضا ہوگی۔ کیوں کہ اس نے خدا کو دوست بنالیا ہے۔ یہ حکمت ہے احرام کی جو اُن شعائر کے لئے کیا جاتا ہے۔ اور انسان احرام کی تکمیل پر قادر نہیں جب تک کہ وہ ایفائے عقود کا پکا ارادہ کرنے والا نہ ہو۔ اس سے ایفائے عقود کی منفعت اول معلوم ہوتی ہے۔

فاذا حللتم فاصطادوا الخ یہ خصوصی قید شرط تھی۔ اور یہ ٹھیک نہیں کہ انسان کی زندگی میں یہ پابندی عام کردی جائے اس لئے اس قید کو ختم کرنا لازم ہے۔ جب مسجد حرام میں پہنچیں تو وہ اجتماعیت میں عالی مقام تک ترقی کریں۔ یہ فاصلہ احلال و احرام میں ضروری ہے اور اس آیت فاذا حللتم فاصطادوا میں یہی اشارہ ہے۔ شکار کرنے کی صورت بطور مثال کے ہے حالاں کہ سب حلال چیزیں اس وقت حلال ہوجاتی ہیں۔ اور یہ شعائر عمل مخصوص سے خاص ہیں غرض یہ ہے کہ دماغ میں مرکز کا احترام قائم ہوجائے، اور اجتماعیت مرکز کے ارتکاز کے تمام نہیں ہوسکتی۔ نماز کے وقت استقبال قبلہ میں بھی یہی راز ہے۔ اور یہ ارتکاز ہی تک محدود نہیں بلکہ تحصیل کمال کا ایک راستہ ہے اور اس راستہ سے بہتر اور قریب تر انسانیت کے لئے کوئی اور نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فصل بین الحالین شکار کرنے سے کیا گیا ہے

اس طرح انسان کو متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ وسیلہ سے فارغ ہو گیا ہے اور مقصد کی طرف انتہائی توجہ سے متوجہ ہو اس کی طرف اشارہ وتعاونوا علے البر والتقوی میں ہے۔ اجتماع کا یہی مقصود ہے اور برّ کا معنیٰ بقرہ میں اجتماعیت متوسطہ کی ابتدا میں گذر چکا ہے۔ اس اجتماعیت کی تعمیم میں تعاون کرنا یہی اجتماع سے مقصود ہے۔ بقرہ (۱۷۷) میں برّ کا معنی گذر گیا ہے۔ تقوی سے مراد اقامت عدل واحسان ہے۔ اس کی ہم نے کئی بار شرح کی ہے گویا اقامت عدل میں تعاون کرنا ہی مقصد ہے۔ اور اس طرح سے اجتماعیت عالیہ تقوی کو قائم کرتی ہے نہ کہ امپریلزم کو۔ اور اس اجتماعیت عالیہ کا حاکم سوائے خدائے واحد کے کوئی نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اتباع کے لئے صرف ایک خلیفہ ہی نہیں بلکہ اس طرح تو امپریلزم پیدا ہو جائیگا اور امپریلزم اور خلافت میں اس صورت میں رسمی فرق رہے گا۔ درحقیقت وہ ایک چیز ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ جماعت خلفاء قابل اطاعت ہے۔

هوالذی جعل خلائف فی الارض...... وعد اللہ المومنین.... ان یستخلفهم۔ نبی مقبول فرماتے ہیں۔ ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدهم فی امر اللہ عمر واحیاهم عثمان واقضاهم علے و اقرؤهم واعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل۔ اس طرح اپنے باقی اصحاب کی جماعت کے فضائل ہیں اور وہ اجتماعیت کے پیشوا ہیں۔ حضرت ابن مسعود کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یہ تمام خلفاء ہیں اور حاکم اللہ وحدہٗ ہے۔ اور صرف ایک آدمی خدا کا خلیفہ ہو۔ اس کا اطلاق سوائے انبیاء کے ہمیں معلوم نہیں۔ مثلاً آدم، داؤد اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک اللہ کے خلیفہ ہیں اور اس حکم کا اطلاق انبیاء کے علاوہ کسی اور پر ہمارے خیال میں نہیں ہوا۔ اور اس لفظ کو جس طرح متاخرین مسلمانوں نے خلافت کی اصطلاح میں استعمال کیا ہے۔ اس کا مرجع امپریلزم ہے۔ فقط رسمی طور پر امپریلزم اور خلافت میں فرق کرتے ہیں۔ فقط۔

غرضیکہ یہ مرکز اقوام مسلمہ میں بر وتقوی پر تعاون قائم کرنا چاہتا ہے۔

تنبیہ: عموماً اس پروپیگنڈا سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام قومیتوں کے منافی ہے۔ اور اقوام مسلمہ کو ایک قوم سمجھتا ہے۔ ہم خود ایک زمانہ تک اس طرح کی دعوت دیتے رہے۔ آخر کار ہمیں اپنی غلطی معلوم ہوئی کہ اس طرح تمام قومیتوں کو ایک قوم سمجھنا خیالی بات ہے۔ اس کا دنیا میں وجود نہیں اس پروپیگنڈے کا بطلان سورۂ حجرات سے ہمیں معلوم ہوا۔ یایها الذین اٰمنوا لا یسخر قوم (۱۱)

تو کیسے ممکن ہے کہ اسلام قومیات کے منافی ہو۔ حالانکہ قوموں کے اختلاف کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں کیا ہے۔ اسی طرح سورہ روم کی (۲۲) آیت میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یعنی اقوام کے اپنے اپنے طریقوں میں اور یہ اللہ کی شریعتوں میں مدنظر رہا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعٰلمین یعنی تمام اقوام کے لئے تو اسلام قومیات کا کس طرح منافی ہے۔

یہ فکر اپنے دماغ سے وہ لوگ پیدا کرتے ہیں جو فلسفہ الہیہ عقلیہ میں نظر کرتے ہیں ان پر توہم غالب آجاتا ہے اور وہ ایک فکر اساسی منظم کرتے ہیں۔ اور فردیت تک جا پہنچتے ہیں۔ حکمتِ اجتماعیت میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اور اقوام اور قرآن عظیم کے درمیان علاقات طبیعیہ میں غور و فکر نہیں کرتے۔ اگر وہ اس میں تدبر کرتے تو وہ ان مطالب پر متنبہ ہو جاتے۔ ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے۔ لیکن انہوں نے ہمیں بہت موخر کر دیا ہے۔ پس اقوام کے لئے بر و تقویٰ میں تعاون کرنا اس دین کا موضوع ہے اور اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جو فلسفہ اجتماعیۃ میں غور و فکر کرے اور صرف فلسفہ الٰہیہ میں نظر رکھنے والے فقط اقوام مقرر کرتے ہیں اور اجتماعیت میں فساد پیدا کرتے ہیں حالانکہ اجتماعیت شرائع الٰہیہ میں مقصود ہے ولا یجرمنکم شنان الخ یہ اشارہ ہے کہ برّ کا قیام اور بر و تقویٰ میں تعاون کا قیام کیا جائے۔ اسی واسطے تعاون کا مقدمہ بنایا گیا ہے۔ پس امپریلزم جسے اسلام منہدم کرتا ہے۔ اور حکومات عالیہ جسے اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ ان میں فرق یہ ہے کہ امپریلزم تعاون قائم کرنے والوں پر یعنی ان کے خلاف حاکم ہوتا ہے اور وہ حکومت جسے اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے تعاون قائم کرنے والوں کیلئے یعنی ان کے حق حکومت ہوتی ہے۔ اس فرق عظیم سے کئی صدیوں سے اسلامی حکومتیں غافل ہیں۔

لیکن جب بھی ہمارے عرف کے مطابق ایسی نئی حکومت بنی تو ہم انشاءَ اللہ اسے تعلیم قرآنی کے مطابق کریں گے میں نے بعض امراء اسلام کو اس اصلاح کی دعوت دی لیکن وہ تیار نہ ہوئے اسلئے ہم بھی سست ہو گئے اور ہم نے سمجھا کہ غلط بنیاد سے بھلائی کی امید نہیں۔ البتہ جب ہم دعوت و تعلیم کو ابتدا سے عام کریں گے اور قوم کے ذہن میں یہ بات قائم ہو گئی تو پھر قرآن کی تابع حکومت بنانا ممکن ہو گا۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ الخ۔ اثم و عدوان کا ذہنیت قوم سے نکالنا۔ اس کا نام ہم فلسفہ رکھتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہم حکمت امام ولی اللہ اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے تھوڑی سی اصلاح کی ضرورت ہے،

تاکہ زمانہ حاضرہ کے مطابق ہو۔ جیسے حضرت شیخ الہند نے شیخ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ موضح القرآن میں ہندی متروک اللسان الفاظ کی اصلاح کی ہے۔ شیخ الہند اپنی زبان کے ماہر تھے اور بزرگ شاعر تھے۔ جن الفاظ کی اصلاح کی ہے ان کے متعلق مجھے انہوں نے بتایا اور وہ تمام الفاظ بتائے جو موضح القرآن کے حاشیہ میں شیخ عبد القادر نے استعمال کئے تھے یا شیخ رفیع الدین نے ترجمۃ القرآن میں یا امام ولی اللہ نے فتح الرحمان میں استعمال کئے تھے۔ کیوں کہ فارسی کلمات کو ہماری زبان اُردو غذاء طبعی کی طرح ہضم کرلیتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ الہند نے اپنی طرف سے کوئی لفظ نہیں استعمال کیا۔ اسی طرح میں بھی امام ولی اللہ کی حکمت کی اصلاح میں یہی عمل کرتا ہوں۔ کہ بعض افکار کی تو امام صاحب اپنی تصانیف میں تصریح کرتے ہیں ان سے میں قاعدہ استخراج کرتا ہوں جو قاعدہ اسکے عوض لوگوں میں مشہور ہوتا ہے۔ یا امام عبد العزیز اور اس کے اصحاب کے کلام سے یا شیخ محمد قاسم کے کلام سے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں پیش کرتا۔ ہاں بہت تھوڑا میرے اپنے افکار میں سے ہوتا ہے۔ اور اس کی میں تصریح بھی کردیتا ہوں۔ اثم و عدوان کو ذہن سے نکالنے اور ذہن کو صاف کرنے کے لئے اس طرح کی حکمت میں مشغول ہونے کی ضرورت ہے اسی لئے قرآن عظیم نے دعوت اتباع ملت ابراہیم کو استعمال کیا ہے کیوں کہ ملت ابراہیم کے افکار بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل میں اور قوم صابیہ میں متفق علیہ ہیں اور وہ عقلی ہیں اس کی کوئی مخالفت نہیں کرتا۔ البتہ بیوقوف مخالفت کریں یہ اور بات ہے۔

لہذا تصفیہ ذہن بغیر اس طرح کی چیزوں کے استعمال کے ممکن ہی نہیں۔ فقہا اور متکلمین اس معاملہ میں قاصر رہے ہیں اسی واسطے وہ فہم قرآن میں بہت پیچھے رہے۔

ان اللہ شدید العقاب۔ یہ وعید اس کے لئے ہے جو تعظیم شعائر اللہ کو ترک کرنے کے تکرار سے اور مخالفت کرے یہ دوسری آیت کا خلاصہ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ

حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور لہو اور گوشت سور کا اور جس جانور پر

لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ

نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور جو مر گیا گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے

وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ

اور جس کو کھایا ہو درندے نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر اور یہ کہ

تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ

تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ گناہ کا کام ہے آج ناامید ہو گئے

كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ

کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں پورا کر چکا

لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ

تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو

دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ

دین پھر جو کوئی لاچار ہو جائے بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ

اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣﴾

بخشنے والا مہربان ہے

حیات میں ایفاء عقود کی شرح ہے۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ اگر انسان کو مہمل چھوڑ دیا جائے تو وہ ہر ایک چیز کو کھانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اور حیوان کی طرح بغیر کسی پابندی کے شکار کھا جائے گا۔ اور جب اس کا نفس بعض اشیاء کی حرمت اور بعض کی حلت سے مقید اور پابند کر دیا جائے تو وہ بعض اشیا کھائیگا، اور بعض نہیں، یہ اسلئے ہے کہ اسے تحصیل معاش اور سعی کے لئے فکر کو استعمال کرنے کا ضرور تمند بنا دیا گیا ہے۔ بعض اوقات وہ اپنی خواہش کو حاصل نہ کر سکے گا اور حظیرۃ القدس سے اتصال کی وجہ سے وہ اس سے خروج کا بھی ارادہ نہ کرے گا۔ اول حیات سے یہ مشروع ہوا ہے تاکہ درجہ عالیہ کو پہنچ سکے۔

مطلق پابندی جب ضروری ہو جائے تو ان کی تخصیص میں انسان طبیعت انسانیہ کا متبع رہے گا۔ یعنی بعض لوگ اکل وشراب میں ایک خاص طریقہ کے پابند ہیں اور ہم ان کی موافقت کرنا چاہتے ہیں تو یہ اس طرح ہوگا کہ وہ جس چیز کو ہماری جانب سے پسند کرتے ہیں ہم اس طریقہ سے پیش کریں گے۔

اس میں لوگوں کے اجتماع کا آسان ہونا تخصیص کے موافق ہوگا۔ اس طرح اکل وشرب ہر جماعت کے گھروں سے وسیع ہوگا جب کہ وہ اس میں خصوصیت رکھتے ہوں گے۔ اہل کتاب کے ذبائح کو حلال کرنے میں راز یہ ہے کہ وہ امام ملت کی اتباع کرتے ہیں۔

تنبیہ:۔ میں نے برہمن ہندوؤں کا ایک گروہ ایسا دیکھا ہے جو فطرت انسانیہ کے تقاضا کیمطابق چند قیود کے پابند ہیں پھر تخصیصات میں اپنی شخصی خواہشات یا اپنے آبا کی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں خاص کر جوان کے اپنے گھر میں ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کھانا تیار کرنے میں بہت تکلف برتتے ہیں یا یہ کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی ہماری رائے کے موافق ہو۔

اس کے برخلاف حنفا میں توسع عمومی ہے۔ اور تحریکات عالمی کی تنظیم پر سہولت سے قادر نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ حرم ما ذبح الخ میں۔ استقسام بالازلام بھی محرمات طبیعہ میں سے ہے۔ جبکہ ملت ابراہیم واسمٰعیل واسحاق کا اتباع کیا جائے، اس کی مخالفت کا حکم ہے۔ اسے فسق قرار دیا گیا ہے۔ یعنی خروج عن الملۃ۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ ذلکم فسق الیوم یئس الخ اخشونی یہ اس لئے کہ تم آبا ملت کے طریقہ کے مبادی اجتماعیت میں پابند ہو۔ گویا تم نے ترک ملت حنفیہ کرنے والے کی مخالفت کی ہے۔ وہ ملت حنفیہ جو اجتماع کی اساس ہے۔ اس لئے وہ تم سے اتفاق کی امید نہیں رکھتے اور وہ مایوس ہو گئے ہیں۔ یہ انقطاع نہیں نقصان وہ نہیں کیوں کہ تم احکام قرآن کے پابند ہو۔ فلاتخشوہم واخشونی سے یہی مراد ہے۔ الیوم اکملت الخ آیت کا یہ ٹکڑا حجۃ الوداع میں نازل ہوا تھا۔ جب نبی پاک کے لئے خلافۃ اللہ تمام ہوئی۔ پس بنیاد سے حکومت کے درجات تک اتباع ائمہ ملت برابر ہے۔ اس کے ساتھ وہ نعمت تمام ہوئی اور نبی نے لوگوں کو آسان و روشن طریقہ پر قائم کر کے چھوڑا ہے۔ وہ طریقہ اس لئے آسان و روشن ہے کہ ملت کے آبار کے موافق ہے یا دوسرے لفظوں میں اس فلسفہ کے مطابق ہے جو ذہنیت مسلمین کے لئے مصفی ہے۔

فمن اضطر بحالت مخمصہ انسان اس میں اجتہاد کرے۔ اہل فقہ میں سے جنہوں نے لوگوں کو

اس معاملہ سے اجتہاد کرنے سے مؤخر کیا ہے انہوں نے غلطی کی ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ۗ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور

مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ

جو سدھاؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو

اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّاۤ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ

سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے اور اللہ کا نام لو

اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴﴾

اس پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو

حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور حلال ہیں تم کو پاکدامن

الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

عورتیں مسلمان اور پاکدامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے

قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ

پہلے جب دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ مستی

مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ

نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ایمان سے

فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۵﴾ ع

تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹے والوں میں ہے

ملت حنفیہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے قُل اُحِلَّ لکم یعنی جسے نظر بصورت اقوام پاک و حلال خیال کرے بشرطیکہ وہ تعظیم شعائر اللہ کے پابند ہوں

وما علمتم ہم اس سے تحصیل طعام کے لئے استعمال آلات کا اشارہ سمجھتے ہیں. یعنی وہ فرق ہے جو انسان و حیوان میں واقع ہوتا ہے کہ انسان اپنے رزق کے حاصل کرنے کے لئے کسی بھی حیوان کو آلہ بنا سکتا ہے. یہ انسانیت کی حیوانیت پر فضیلت کی علامت ہے. لہذا انسان درجہ حیوانیہ تک اپنے آپ کو نہ گرا دے.

تنبیہ :- ہم نے منطق کی کتابوں میں انسان کی تعریف حیوان ناطق پڑھی ہے. یعنی متفکر یعنی حیوانات تفکر سے خالی ہیں. اور انسان و حیوان میں فرق تفکر کا ہے. جب ہم باہر گئے اور انقلابیوں سے انسان کا معنی پوچھا ہماری غرض یہ تھی کہ انہیں ترک انسانیت پر الزام دینا چاہتے تھے کیوں کہ انہوں نے اپنے انقلاب میں بعض قوموں میں ترک انسانیت کیا ہے. تو انہوں نے انسان کی تعریف یہ بیان کی ہے کہ انسان ایک حیوان ہے جو آلات کا استعمال کرتا ہے ہم انہیں الزام دینے پر قادر نہ ہو سکے اور انسانیت کے مطالعہ میں ہمارے لئے نیا دروازہ کھل گیا. اور متفکر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ فلسفہ اقتصادمیں آلات ہی سرمایہ ہے. فلوس (پیسے) و نقود (نقدی) سرمایہ نہیں. پھر ہم نے تکمیل اذہان کے لئے رجوع کیا جو کچھ کہ عربی سے حاصل کیا تھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ شیخ رفیع الدین انسان کی دو تعریفیں کرتے انسان حیوان ناطق ہے یا وہ حیوان ہے جو اپنی حاجات حاصل کرنے کے لئے استعمال آلات کرتا ہے. اور ہمیں اپنے ائمہ کی کلام سے ناواقف ہونے کا افسوس ہوا. تمت التنبیہ.

اب تحصیل طبیعات کے لئے انسان تفکر کرتا ہے. اور شکار کے حلال کے لئے استعمال آلات کی طرف نظر کرتا ہے اور شرح آیت ہمارے مشائخ کے طریقہ پر چوتھی آیت کے ماتحت ہو گی.

جب مسلمان اجتماعیت مالیہ کی طرف ترقی کریں گے. تو وہ اتباع خلیفیت اس کے توسیع کے ضرور تمند ہونگے. پس اللہ نے آیت (۵) میں ارشاد کیا ہے الیوم احل لکم فقط اس پر عطف کرنے کیلئے اعادہ کیا گیا ہے. کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا بیان مساوی. اور آیت سے مقصد وہ معطوف ہے. یعنی وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ. گویا اہل کتاب کے طعام سے استفادہ جائز ہے. یعنی ان کے گھروں میں اسی طرح کھا سکتا ہے. جیسے کہ وہ اپنے گھر میں کھاتا ہے

اس طرح سے ان کے ساتھ ذریعہ اتصال زیادہ قوی ہو جائے گا اور انہیں اپنے پروگرام کے لئے کھینچ لائے گا یعنی اتباع حنفیہ کے لئے وطعامکم حل لم یہ اس بات کی تصریح ہے کہ وہ اپنی اصلی کتاب سے غلطی کر کے بھول گئے ہیں کیوں کہ ان کے مذہب میں یہ روا ہے کہ وہ آل ابراہیم کے گھروں سے کھا سکتے ہیں وہ چوں کہ بھول چکے تھے قرآن نے انہیں یاد دلایا ہے۔ مفسرین خوامخواہ اس آیت میں اشکال پیدا کر دیا ہے۔ اور کئی کمزور توجیہات پیش کی ہیں والمحصنات من یہ بھی اس پر عطف کی وجہ سے ہے۔ مقصد وہی ہے کتابیات کا نکاح نکاح مسلمات کی طرح ہے پس اشتراک فی الطعام اشتراک فی المنزل کی دعوت دیتا ہے۔ ان کی عورتیں ہمارے لئے حلال ہیں، جس طرح انسان کھانے پینے کا محتاج ہے اسی طرح نکاح کا بھی محتاج ہے بسا اوقات سفر کرتا ہے اور اپنی قوم سے کوئی عورت میسر نہیں ہو سکتی۔ لہذا اگر اہل کتاب ہوں تو ان سے اکل و تزوج استعمال کر سکتا ہے۔

تنبیہ:۔ بعض لوگ خوامخواہ محرمات قطعیہ کا سوال پیدا کر کے اشکال پیدا کر دیتے ہیں۔ یہ سوال یہاں وارد ہی نہیں ہوتا۔ پس انسان جس طرح اپنے گھر میں بعض چیزوں کو اچھا نہیں سمجھتا اور باقی گھر والے پسند کرتے ہیں اور وہ باقیوں کی نہ تقلید کرتا ہے نہ اشتراک نہ معارضہ اسی طرح وہ اہل کتاب میں بھی اپنی محللات کو استعمال کرے گا۔ اللہ کے کلام کی مراد یہ نہیں کہ ان کی تمام چیزوں میں تقلید کی جائے ان کی محرمات میں تقلید ہرگز نہ ہوگی۔ اہل کتاب کے بعض وہ کھانے جسے وہ پسند نہیں کرتا نہ کھائے یہ بات محض اکل کے لئے ہے۔ اللہ کے لئے نہیں۔ جو کچھ ہماری سمجھ میں ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی مسؤلیت پر اپنے اجتہاد کے ساتھ حاکم ہے۔ کسی دوسرے کو حق نہیں کہ اس پر اعتراض کرے۔ نہ یہ کہ اس پر کوئی چیز واجب کرے۔

یہ اشکالات مسلمانوں کی قوت اجتہاد سلب ہونے کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔

اس کی تمام تر ذمہ داری فقہا پر ہے مسلمانوں پر نہیں۔ من الذین اوتو عام فقہا نے اہل کتاب سے صرف یہودی نصاریٰ ہی مراد لئے ہیں اس کے بہت سے اسباب ہیں۔

(۱) ارض مقدسہ میں یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں (۲) حنیفیت میں وہ شریک ہیں۔

اس معاملہ میں ہم ان فقہا کو معذور سمجھتے ہیں۔ اس بارہ میں ہمارا مطالعہ خاص ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ فقہا نے مجوس سے جزیہ لیا ہے بربر سے بھی اور اہل ہند سے بھی جزیہ لیا۔ انہیں وہ اہل کتاب سمجھتے تھے

اُس معاملہ میں یہی فیصلہ ہے۔ اس کے بعد ہم ترک طعام و نکاح کے معاملہ میں ان کے لئے کوئی حجت نہیں پاتے ہمارے نزدیک یہ حقیقت ہے کہ :۔

اقوام صابیہ اہل کتاب ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ایک قسم وہ ہے جو ائمہ حنفیہ کی تعظیم کرتی ہے اور ان کا احترام کرتی ہے ہم ان کے ساتھ اشتراک فی الطعام والنکاح جائز سمجھتے ہیں

(۲) دوسری قسم وہ ہے جو حنفیہ سے عناد رکھتی ہے۔ اور ان کے ائمہ کا احترام نہیں کرتی ان کے ساتھ ہم اشتراک جائز نہیں سمجھتے نہ زندگی نہ معیشت میں۔ اسی طرح بعض سلاطین ہند عمل کرتے ہیں۔ لہذا بعض وہ فقہاء جنہوں نے ہماری طرح تخصیص نہیں کی ان کے فتاوی عام فقہاء کی مخالفت کی وجہ سے متروک ہو گئے۔ ہم تابعین کے بعض ائمہ فقہاء مثلاً سعید بن مسیب کو دیکھتے ہیں کہ وہ ذبائح مجوس کو حلال گردانتے ہیں۔ ومن یکفر بالایمان.... الخاسرین یعنی جس نے اتباع ائمہ ملت و اہل کتاب کی پابندی کو ترک کر دیا ہے۔ اور مطلق اباحت کو اپنا لیا وہ دنیا و آخرت میں نفع حاصل نہیں کر سکتا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ
اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى
اور ہاتھ کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنوں

الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ
تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو اور اگر تم بیمار ہو یا

سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ
سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے جاتے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ

تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَ
پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل لو اپنے منہ اور

اَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡہُ ؕ مَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّ
ہاتھ اس سے — اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے لیکن
لٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَہِّرَکُمۡ وَ لِیُتِمَّ نِعۡمَتَہٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۶﴾
چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو
اس کے بعد طہارت کا حکم ہے جیسا کہ سورۃ النساء میں گذر چکا ہے یعنی نماز کے وقت وضو اور تیمم کو بالاعتصام کرے۔ یہ بھی شرائع کی ابتداء میں ہے اور اس کا التزام اجتماعیت کی ابتدا میں بھی ضروری ہے۔
وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ مِیۡثَاقَہُ الَّذِیۡ وَاثَقَکُمۡ بِہٖۤ ۙ
اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا
اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ
جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ خوب جانتا ہے
بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۷﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ
دلوں کی بات اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو
لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَ لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا
اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز
تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ
نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے اور ڈرتے رہو اللہ سے
اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸﴾ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا
اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے جو نیک
الصّٰلِحٰتِ ۙ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ عَظِیۡمٌ ﴿۹﴾ وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ
عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا ثواب ہے اور جن لوگوں
کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۰﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا
نے کفر کیا اور جھٹلائیں ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے اے ایمان والو

اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا

یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ

اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى

چلا دیں پھر روک دیئے تم سے ان کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

ہی پر چاہیئے بھروسہ ایمان والوں کو

میثاق سے مراد وہی ہے جو سورۃ بقرہ کے آخر میں آیا ہے۔ جب اللہ نے خلافت کی شرط کردی تھی اِنْ تُبْدُوْا نہ بظاہر نہ پوشیدہ مخالفت کرو۔ مقصد کی مخالفت نہ ہو۔ حکم کتاب کے مخالف نہ ہو۔ اور اس کام کو کریں جس کا تحصیل مقصد کے لئے حکم دیا گیا ہے۔ اگر مقصد کو پوری طرح حاصل نہ کریں تو یہ بھی مخالفت خفی ہے۔ حالاں کہ وہ وعدہ کر چکے ہیں کہ مخالفت نہ کریں گے۔

سَمِعْنَا الخ صلوٰۃ و طہارت کا حکم صورۃً ہے اور اغتسال و تیمم کا حکم وہ صورۃً اور معنیً ہے۔ چھٹی آیت میں جیسا کہ آیا ہے۔ وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ، وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ۔ تطہیر سے مراد حظیرۃ القدس کے ملائکہ سے مشابہت ہے۔ اور تحصیل سماحت ہے۔

جو تحصیل مقصد سے پیچھے رہ جائے گویا وہ امر الٰہی کا مخالف ٹھہرا۔ گویا ان تبدوا ما فی انفسکم کے تحت داخل ہوا وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ شامل ہو جاتا ہے۔ یعنی اس سے اقامت عدل و تقویٰ کا امر ہے۔ اور تطہیر بوقت نماز ظاہراً ہے نہ معنیً۔ انہیں حکم تحصیل مقصد و معنی کا دیا گیا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الخ اس کی تفصیل آیت ۸ میں ہے۔ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ یہ گذر چکا ہے۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ یہ تفصیل اور تفسیر ہے تقویٰ کی۔ جو کتاب کے اتارنے کا مقصد ہے ایفاء مقصد کا حکم اس سورہ کے اول میں ہے۔ اس کے بعد تدریجاً اکل و شرب حلال و حرام کی پابندی کے ساتھ ترقی ہے۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم، وضو کا انتظام نماز کے وقت یہ سب تقویٰ کے طریقے ہیں۔ احبار، ذی القربیٰ میں عدل کرنا بھی شامل ہے۔ لا یجرمنکم شنآن الخ یہ وہی میثاق ہے جس کے ساتھ اہل قرآن نے مضبوطی سے وعدہ کیا ہے۔ جس وقت قرآن کو کوئی ذی عقل خواہ کسی ملت کا ہو پڑھے گا تو کیا اس کی مخالفت کرے گا؟ ہرگز نہیں۔

یہی ایک کلمہ پر تمام اقوام کو جمع کرتا ہے۔ باقی رہے اعمال تو ہر قوم اپنی لغت کے مطابق قائم کرتی ہے۔ زبانوں اور قومیات میں یگانگت تعلیم قرآن کا مقصد نہیں بلکہ مقصد اقامت عدل وتقویٰ ہے۔ اور یہ اختلاف السنہ سے مختلف ہو سکتا ہے۔

تنبیہ:۔ جب قرآن کا مقصد یہ ہے تو دنیا کی تمام زبانوں میں اس کا ترجمہ ممکن ہے۔ اور جب قرآن کا مقصد بلاغت عربیہ اور فصاحت ہو تو کسی زبان میں ترجمہ کرنا ممکن نہیں۔ اس سے متاخرین اور متقدمین مسلمانوں کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ اسلاف کے ہاں مقصد اقامت تھا وہ کسی زبان کی پروا نہیں کرتے تھے لیکن جب سے متکلمین کھڑے ہو گئے اور نبوت کے لئے امر خارق العادۃ کا ثبوت شرط ٹھہرا لیا۔ حالانکہ قرآن کریم میں یہ شرط تھی ہی نہیں نہ ہی کسی اور دین میں یہ شرط تھی اور متکلمین نے اپنی باطل حذاقت اور تجربہ سے اس کا استنباط کر لیا۔ اس میں اقوام میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ تو انہوں نے اعجاز قرآن صرف بلاغت عربیہ میں محدود کر دیا ہمارے نزدیک مخالفت قرآن کی یہ بڑی قسم ہے۔ اور تحریف ہے۔ یہ اس طبقہ میں نہیں جنکی دنیا وآخرت میں کامیابی کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔

وعد اللہ الخ ان کے لئے مغفرت وغیرہ کا وعدہ ہے، اگر عدل قائم نہ کریں گے تو والذین کفرو..... الجحیم، وعید آتی ہے یعنی ترک میثاق اور ترک مقصد قرآن اور ترک ظاہر قرآن یہ کفر وتکذیب ہے۔ جب مومن اقامت قرآن کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کے ہاتھ ہم پر اٹھانے سے روک لے گا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم قرآن پر قائم ہیں۔ یعنی جب کافر قوم کا ہاتھ ہم تک پہنچ جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم قرآن ترک کر چکے ہیں اور عذر کرتے ہیں کہ قرآن پر اس زمانہ میں عمل ناممکن ہے یہ تکذیب میں زیادتی ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الخ المومنوں یعنی اللہ کی طرف سے نعمت ایفاء میثاق کا نتیجہ ہے صحائف تورات میں اچھی طرح واضح ہے۔ تمام انبیاء کی زبان پر یہ بات تھی۔ بنو اسرائیل اس بات کو جانتے ہیں۔ کہ اگر تم میثاق قائم کرو گے تو غالب آؤ گے ورنہ مغلوب ہو گے۔ اس کی طرف اشارہ (۱۲) میں

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور لے چکا ہے	اللہ	عہد	بنی اسرائیل سے	اور مقرر کئے	ہم نے	ان میں

عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ

بارہ سردار اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم قائم رکھو گے نماز

وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَ

دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر اور مدد کرو گے ان کی اور

أَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَ

قرض دیتے رہو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو البتہ دور کروں گا میں تم سے گناہ تمہارے اور

وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ

داخل کروں گا تم کو باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں پھر جو کوئی

كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا

کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد تو وہ بیشک گمراہ ہوا سیدھے راستے سے سو ان کے

نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ

عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت

الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا

پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے اور بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی اور ہمیشہ

تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ

تو مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر مگر تھوڑے لوگ ان میں سے سو معاف کر اور درگذر

وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣﴾ وَمِنَ الَّذِينَ

کر ان سے اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو اور وہ جو کہتے ہیں

قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا

اپنے کو نصاریٰ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا پھر بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت

بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ

سے جو ان کو کی گئی تھی پھر ہم نے لگا دی آپس میں ان کے دشمنی اور کینہ قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

تک اور آخر جتا دے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا

اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی

مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ڛ

چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے اور درگذر کرتا ہے بہت سی چیزوں سے

قَدْ جَاۗءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ

بیشک تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس سے اللہ

اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ

ہدایت کرتا ہے اسکو جو تابع ہوا اسکی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

روشنی میں اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ

اس کے بعد جو کافر ہو گا سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جائے گا۔ جن لوگوں نے آیاتِ قرآنیہ کو کسی ایک قوم یا چند اشخاص کے ساتھ مخصوص کر لیا انہوں نے قرآن کی تحریف کی۔ یہ خرافات اور بیہودگی تحریف کی ان کے پاس ہوتی ان کے علاوہ نہیں تھی۔ اس کے بعد جو حالات نقض عہود کے بنی اسرائیل کے بیان کئے گئے ان سے مقصد ہمیں نصیحت دینا ہے۔

لوگ ہمیں اقوام ماضیہ کے حالات سے عبرت حاصل کرنے کی بجائے الفاظ و بلاغات اور تحسین اصوات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ آیت نمبر ۲ یہود کیلئے ہے آیت نمبر ۱۴ نصاریٰ کے متعلق ہے کہ انہوں نے میثاق توڑ دیا۔ آیت نمبر ۱۵ اور نمبر ۱۶ میں انہیں دعوت اتباع قرآن دی گئی ہے۔ اس طرح دوسری قومیں مسلمانوں میں منضم ہوں گی یعنی جب وہ اپنا عہد پورا کریں گے۔ آیت واضح ہے

تنبیہ:۔ ہم مسلمان اس زمانہ میں ان تمام خرابیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ پہلی بات یہود کا نقض میثاق ہے۔ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ لعناھم وجعلنا قلوبھم قاسیہ۔ قساوت قلب ہم تمام مسلم قوموں میں

دیکھتے ہیں۔ احسان مفقود ہو چکا ہے۔ اور وہ محسنین مفقود ہیں جنہیں مقامات واحوال الہیہ حاصل اور اتصال بحظیرۃ القدس تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے دلوں سے صلہ رحمی اٹھ جائیگی۔ یہ تمام اللہ کی لعنت ہے یہی معنی قسوۃ القلوب کا ہے۔ دوسری بات معانی سے تحریف کلمات کی گئی ہے۔ کلمات کی صورت ظاہر ہے۔ تمام تفسیروں میں تحریف موجود ہے۔

تیسری بات تذکیر سے غافل ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیاست دین کا جزو نہیں۔ بتدریج یہ فکر چھا جائے گا اور یہی نسیان کا مصداق ہے۔ نصاریٰ کے حق میں پہلی بات۔

اللہ تعالیٰ ذکر کیا ہے۔ نسوا حظاً مما ذکروا، یعنی قوت استنباط جب کسی قوم میں مفقود ہو جائے۔ تو وہ زمانوں کے مطابق تفسیر نہیں کر سکتا۔ ان پر جمود چھا جاتا ہے۔ چونکہ ان کی عادات ماضی کے ساتھ وابستہ ہو جاتی ہیں۔ اور قوت استنباط کے فقدان کے باعث تحریف کرتے ہیں۔ یہ جس طرح نصاریٰ میں موجود ہمارے ہاں بھی موجود ہے۔ نصاریٰ کے حق میں دوسری بات فاغرینا بینہم العداوۃ الخ اس میں بھی شک نہیں کہ مسلمان دوسری قوموں سے آپس میں زیادہ عداوت کرتے ہیں۔ ہند میں رہ کر ہمیں اس کا علم نہیں تھا۔ جب ہم ترکوں اور عربوں کا معاملہ جا کر دیکھا تو ہمیں یقین ہوا کہ ان میں عداوت ناقابل زوال حالت تک پہنچ چکی ہے۔ اس سے پہلے ہمیں شیعہ سنی کا اختلاف معلوم تھا لیکن اختلاف کے باوجود ائتلاف والفت تھی اب عداوت تمام مسلمانوں، قوموں میں بہت حد تک پھیل چکی ہے۔ اس کے سوا مجھے کوئی بات سمجھ نہیں آتی کہ کوئی دوسری قوم قرآن قبول کریگی اور اس پر عمل کر کے ان تمام مسلمانوں کے سروں پر ضرب کرے گی۔ اور کہ ان کی پلید بگیوں سے پاک کرے گی۔ اللہ غالب علیٰ امرہ معلوم نہیں اللہ اپنے بندوں سے کیا ارادہ رکھتا ہے۔ تم التنبیہ۔

ان مدارج کو طے کرتے کے بعد جب کہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کریں گے۔ تو عذاب دوسری طرح آئے گا۔ ان میں کفر بکتاب اللہ پایا جاتا ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک زیادہ قابل اکرام ہیں۔ یہ جہل مرکب ہے۔ اس سے پہلے جہل بسیط تھا۔ اس کی طرف اشارہ (۱۷۔۱۸) میں ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی ہے مسیح مریم کا بیٹا

قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحَ

تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح

ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو اور اللہ ہی کے واسطے ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ

سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۷﴾

ہر چیز پر قادر ہے

تجلیات الہیہ اللہ کے بندوں پر نازل ہوتی ہیں اور وہ اس حالت میں اپنی طرف کلام نہیں کرتے بلکہ اللہ ان کی زبانوں پر کلام کرتا ہے۔ اس حقیقت سے وہ واقف نہیں۔ جو شخص ارتقار انسانی اپنی انسانیت میں دیکھتا ہے وہ اس کو انسان کے مقامات انسانیہ میں سے سمجھتا ہے۔ جو شخص قاسی القلب ہوتا ہے وہ اس احسان کی حقیقت نہیں سمجھتا اور مقرب انسان کو خدا بنا دیتا ہے۔ یہ کفر ہے۔ اور وہ خیال کرتا ہے کہ مقامات احسان پر فائز ہو چکا ہے۔

اس کی طرف اشارہ ۱۹ میں ہے۔ وقالت الیہود والنصاری نحن الخ یہ جہالت پر جہالت ہے (اللہ۔ قولہم ان المسیح ابن مریم۔ قل فمن یملک۔ علی کل شئ قدیر) یعنی مسیح جیسا پیدا کرنے پر یا اس کی ماں جیسی پیدا کرنے پر وہ قادر ہیں اس کے امثال پر وہ قادر ہے۔

تنبیہ:۔ اسی طرح کی بات شیخ محمد اسمٰعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں ایک حدیث کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھی ہے۔

قال اللہ یا عبادی الخ انکم اجتمعتم علی قلب اتقی رجل منکم مازاد فی۔ شیخ نے تبعاً لاہل العلم کہا ہے کہ انہوں نے اتقی رجل معین کیا ہوا تھا یا جبرائیل یا محمد علیہ السلام کو۔ شیخ نے شان رب کی تعظیم ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ تعالی اجل واعظم ہے وہ قادر ہے کہ جبرئیل اور محمد صلعم کی طرح ہزاروں پیدا کرے۔

مگر اس کے سیاسی مخالفوں نے اس کے اتباع کے خلاف شور مچا دیا اس سے وہ جہادی تحریک کی مخالفت کرنا چاہیئے تھے لوگوں کو غلط پروپیگنڈے کے ذریعہ جہاد کے لئے تیار ہونے سے روک دیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ آنحضرت جیسا پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں گویا ان کی نظر میں شیخ اور اس کے اتباع کافر ہو گئے۔ اس طرح سے انہوں نے مسلمانوں کا کام بگاڑ دیا۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم شیخ اسماعیل کے اتباع میں سے ہیں۔ تو اس سے ہماری مراد ان گروہوں سے بیزاری ہوتی ہے۔ پھر اہل حدیث کی ایک جماعت ہے جس نے اسماعیل شہید کو امام بنایا ہوا ہے۔ تو مشائخ دیوبندیہ کا اختلاف ان اہلحدیثوں سے اجتہادی اختلاف ہے۔ جیسے شافعیہ اور مالکیہ کا اختلاف ہے۔ لیکن ہمارا اختلاف اس جھٹلانے والے گروہ سے ہے (یعنی بریلویوں) سے پس ہم پوری قوت و طاقت سے ان سے بیزار ہیں۔ ہم نے اپنے آغاز کے مشائخ کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس جماعت مکفرہ کو کافر نہیں کہا بلکہ انہیں جہال کے درجہ میں رکھا ہے۔ اس طریقہ پر ہمارے مشائخ شیخ الہند تک چلے آئے۔ اس کے بعد شیخ الہند کے اتباع میں سے ایسے لوگ ہیں جو اس جماعت مکفرہ کو کافر گردانتے ہیں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ یعنی شیخ مرتضیٰ حسن، شیخ انور شاہ میں ان کے فعل سے بھی بیزار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے قول کی تردید کی ہے یعنی نحن ابناء اللہ کی۔ اسی طرح کے ہمارے جہال بھی اقطاب و ابدال بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ کوئی نسبت بھی ان سے نہیں ہوتی۔ اللہ نے تردید کی قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ الخ کفار ہم پر غالب آچکے ہیں اور وہ پورا عذاب دے رہے ہیں۔ لیکن یہ جہال اگرچہ زندہ ہیں کھاتے پیتے ہیں مگر عذاب محسوس نہیں کرتے۔

تنبیہ یورپ کے انقلاب کے مطالعہ کے بعد چند تجار، زمیندار اور کچھ امراء کی اولاد جن میں امارت کا نام کچھ باقی ہے۔ ہم ان سے ملے یہ اس عذاب کو محسوس کرتے ہیں جو اللہ نے ہم پر نازل کیا ہے۔[1] آج ارتجاعی، انقلابی بھی غیر ہندوستانی لوگوں کے غلبہ کو سب اس عمومی عذاب محسوس کرتے ہیں۔ اور یوں کہ اہل ہند میں سے چند گروہوں کا غلبہ عملہ پر غالب آچکا ہے۔ انقلاب کے مطالعہ کے بعد میں بھی

---

[1] مولانا سندھی نے یہ کلمات اس وقت کہے تھے جب انگریز ہندوستان پر حکومت کر رہے تھے

[1] مولانا سندھی نے یہ کلمات اس وقت کہے تھے جب انگریز ہندوستان پر حکومت کر رہے تھے۔ اب ملک آزاد ہے اس بات کو اس وقت پر محمول کیا جائے۔

ان کے احساس کی طرح محسوس کرتا ہوں۔ مگر مجھے زیادہ احساس اس بات کا ہے کہ مسلمانوں کے آدمیوں کو فقط فوج میں لیتے ہیں اور وہ مسلمان مارے جاتے ہیں پھر یہ مشہور کر دیتے ہیں کہ مقتولوں کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اس کے بعد ان کے کنبے ان کی عورتیں اور بچے قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ یا وہ محتاج ہو جاتے ہیں یا فسق و کفر میں نکل جاتے ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس پر صبر ممکن نہیں ان مسلسل خرابیوں کو ہم بیان بھی نہیں کر سکتے۔ عوام پر مصائب بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور ان مصائب کا سبب چند وہ لوگ ہیں جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ حکومت کے ہاں ان لیڈروں کی عزت ہوتی ہے۔ اور ان کے گھروں میں اور خاندانوں میں دولت ہوتی ہے۔ یہ باب طویل ہے۔ میں نے عمر بھر ان حالات کی جستجو کی اور ان حالات کی تفتیش کی ہے۔ اور اس کا سبب میری استقامت بھی تھی جو شیخ اسمٰعیل اور شیخ الہند کے نظریہ جہاد پر تھی۔ کیوں کہ شیخ الہند ہمارے استاذ ہیں۔ انہوں نے تین مشائخ کی صحبت حاصل کی ہے۔

(۱) شیخ امداد اللہ کی جو امیر جہاد تھے (۲) شیخ مولانا محمد قاسم (۳) اور مولانا رشید احمد کی۔ یہ تینوں انگریزوں کے خلاف جہاد پر قائم رہے۔ جب کہ وہ دہلی پر غلبہ کر چکا تھا۔ شیخ الہند (ہمارے استاذ) اس زمانہ میں ان کے ساتھ تھے۔ اور ان تینوں شیوخ مذکورہ کا امام عبدالعزیز کے اصحاب سے اتصال تھا۔ وہ اصحاب جہاد قائم کرنے والے تھے۔ شیخ امداد اللہ کو شیخ اسحاق نے اقامت جہاد کے لئے وصی بنایا۔ مولانا قاسم کا اتصال شیخ یعقوب سے تھا جو شیخ اسحاق کے چھوٹے بھائی تھے اور شیخ اسحاق اور یعقوب اس مجاہد شہید جماعت کے بقیہ میں سے تھے۔ ہمارے شیخ الہند باوجود انکسار و تواضع کے اسی شان کے امام تھے۔ انہوں نے اس جنگ عمومی میں جہاد کو قائم رکھا۔ اللہ نے ان کے ارادے میں برکت دی۔ امیر امان اللہ نے انگریز سے حدود ہند پر جہاد کیا۔ یہ میرا عمل اسکی دعا اور اس کے اعمال اور اس کے نظم کا نتیجہ ہے انشاء اللہ مستقبل ہند میں اس کی عظیم تاثیر ہو گی۔ اگرچہ بظاہر یہ بات حقیر و قلیل ہے۔ یہ عمل رحمت الہیہ کے نزول کا سبب باقی رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے اعمال سخت عذاب میں متعذب ہیں۔

دھوکہ کھانے والے خیال کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی پیاری مخلوق ہیں تم التنبیہ۔

پس ہم انقلابیوں سے صرف اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مصائب کا احساس کرتے

ہیں۔ یا اہل الکتاب ان پر حجت قائم کی گئی ہے۔ ان تقولوا ما جاءنا من بشیر ولا نذیر الخ تو ہمارے نبی علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی تجدید کے لئے آئے ہیں۔ اسی طرح نبی علیہ السلام کے بعد تعلیم قرآن کے لئے بھی مجددین قائم ہوتے رہیں گے کوئی ایک شخص نبی کا قائم مقام نہ ہوگا بلکہ ایک جماعت ہوا کرے گی۔ اس درجہ تک اعتذار ہے۔ کفریات پر عمل کرتے ہیں اور گمان یہ رکھتے ہیں کہ خدا کے مقرب ترین ہیں۔ جب انہیں اُن غلطی پر تنبیہ کیا جاتا ہے تو ان کی ہمیشہ یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایک شخص کے منتظر ہیں جو عنقریب مبعوث ہوگا۔ تمام نصیحت ہم اس سے حاصل کریں گے۔ اور مفاسد کی اصلاح کریں گے اس شخص کی بعثت ہم ہی سے ہوگی۔ ہم خدا کے مقرب ترین ہیں۔ یہ عادت یہود و نصاریٰ کی ہے (میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ ہند کے برہمنوں میں بھی یہی بات ہے۔ علامہ سندھی) مسلمان بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ نجات دینے والے مہدی کے منتظر ہیں یا مسیح کے۔ علامہ سندھی)

یہ ہمیشہ باطل پرست قوموں میں ہوتا چلا آیا ہے۔ ان پر حجت قائم نہ ہوگی۔ مگر صرف اس طرح کہ تم میں جب وہ نیک شخص مبعوث ہوا تو تم نے اس سے کیا معاملہ کیا۔ اور کیا عمل کیا۔ جب انہیں خباثت کا ذکر بتایا گیا جن کا وہ عمل کرتے تھے تو انبیاء و مجددین کے لئے عذر باقی نہیں رہا۔ مثلاً ایک جماعت دیوبند میں نے ہمارے شیخ کے اخوان میں سے ہمارے شیخ سے بُرا معاملہ کیا اور یہ مفروضی مہدی کے منتظر ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ تم مہدی سے کیا سلوک کرو گے کیا ایسا جیسا کہ ہمارے شیخ سے معاملہ کرتے ہو۔ اور جیسا تم اپنے شیخ سے معاملہ کرتے ہو۔ اگر ہم فرض کرلیں کہ مہدی آئے گا تو وہ فرشتوں کے ساتھ نہیں آئے گا۔ بلکہ وہ اہل ایمان کے ایک طائفہ کے ساتھ ہوگا۔

اگر تمہیں مسئلہ مہدی کی سمجھ ہوتی تو تم اپنے شیخ سے یہ سلوک نہ کرتے۔ اور نہ استحقار کرتے۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ تم مہدی کے مددگاروں میں نہیں ہوگے۔ بلکہ مہدی کے خلاف ہوگے۔" ان پر حجت ختم ہوئی۔ اور اس میں میرا نظریہ اور میری سمجھ ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ

اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ

تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں بخشے جس کو

يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور

مَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا

جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اے کتاب والو آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا

يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ

کھولتا ہے تم پر رسولوں کے انقطاع کے بعد کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ آیا

بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

چیز پر قادر ہے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر

إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ۖ وَآتَاكُمْ مَا

جب پیدا کیے تم میں نبی اور کر دیا تم کو بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں

لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٠﴾ يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ

دیا تھا کسی کو جہان میں اے قوم داخل ہو زمین

الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ

پاک میں جو مقرر کر دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے اور نہ لوٹو پیچھے کی طرف پھر جا

فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴿٢١﴾ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ

پڑو گے نقصان میں بولے اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے

وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا

زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے یہاں تک کہ وہ نکل جاویں اس میں سے پھر اگر وہ نکل

دَاخِلُونَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ

جاویں گے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہونگے کہا دو مردوں نے اللہ سے ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی

اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

ان دو پر گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے

فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٢٣﴾

تو تم ہی غالب ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم یقین رکھتے ہو

قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا

بولے اے موسیٰ ہم ہرگز نہ جائیں گے ساری عمر جب تک کہ وہ رہیں گے اس میں

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴿٢٤﴾

سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا

بولا اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی سو جدائی کر دے

وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ

تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں — فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر

اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى

چالیس برس سر مارتے پھریں گے ملک میں سو تو افسوس نہ کر

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

نافرمان لوگوں پر

(۲۰ سے ۲۶) اس میں اسی طرح اشارہ ہے۔ موسٰی علیہ السلام نے انہیں جہاد کا حکم دیا اور انہوں نے اس سے کہا کہ ہم اس میں اسوقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس میں رہیں گے۔ اہل کتاب میں سے یہ لوگ نجات دینے والے مسیح کے منتظر ہیں اور اس سے بھی وہی معاملہ کریں گے جو بنی اسرائیل کے پہلے لوگ انبیاءؑ سے کرتے تھے۔ ان کا معاملہ متشابہ مماثل ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى ..... الْفٰسِقِيْنَ۔ اسکی اس کلام میں ہیں۔ میرے نزدیک یہی ہے واللہ اعلم۔ اور یہ ایذا جو موسٰی کو دی۔ اس میں اکثر محدثین مفسرین نے غلطی کی ہے۔ وہ نہیں سوچتے کہ انبیاءؑ اجتماع انسانیت کی سنت پر آتے ہیں وہ خوارق عادات نہیں جانتے جو سنت اجتماع کے علاوہ ہوں۔ ایک حکیم استاذ جو قوم کو ارتقائے اجتماع کے طریقہ کی تعلیم دے اور اُن سے عہد و میثاق لے۔ لیکن عمل کے وقت وہ لوگ پھر جائیں تو اس سے زیادہ حکیم کو تکلیف اور کیا ہو سکتی ہے؟ کوئی نہیں!

اللہ تعالٰی ان کی تہمت کی اس سے برائت کر رہا ہے۔ اور اُنہیں ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ آدمی کھڑے ہوئے۔ دشمنوں کی سلطنت میں داخل ہوگئے ان کے حالات کا کھوج لگایا۔ اور سالم لوٹ آئے۔ اگر یہود موسٰے کے حکم کو قبول کرتے تو ہلاک نہ ہوتے۔ لیکن غفلت کی وجہ سے جو انہوں نے سنن اجتماع کے بارہ میں برتی ہلاک ہوئے اور یہ غفلت برتنے والے بڑے اہل علم کا گروہ تھا میرے نزدیک مسلمان بھی پستی کے گڑھے میں گر چکے ہیں۔ خدا ہمیں اور انہیں مغفرت کرے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا

اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز کی دونوں نے کچھ

فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ

نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی کہا میں تجھ کو مار ڈالوں گا

قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٢٧﴾ لَئِنْ بَسَطْتَ

وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے اگر تو ہاتھ چلاوے گا

إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ

مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو

إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ

میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہاں کا میں چاہتا ہوں کہ تو

تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ

حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے

جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿٢٩﴾ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ

سزا ظالموں کی پھر اس کو راضی کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے

فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٣٠﴾ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ

پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا

فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَىٰ

زمین کو تاکہ اس کو دکھلاوے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی بولا اے افسوس

أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ

مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوے کی کہ میں چھپاؤں لاش اپنے

أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿٣١﴾ مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ كَتَبْنَا

بھائی کی پھر لگا پچھتانے اسی سبب سے لکھا ہم نے

عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ
بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا

فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ
بغیر فساد کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس

اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ
نے زندہ رکھا ایک جان تو گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو اور لا چکے ہیں انکے پاس

رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی
رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم پھر بہت لوگ ان میں سے اس پر بھی ملک

الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (۳۲) اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ
میں دست درازی کرتے ہیں یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں

اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا
اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ ان کو قتل کیا جاوے

اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ
یا سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں انکے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے

اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ
یا دور کر دیے جاویں اس جگہ سے یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے

فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۳۳) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ
لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو

اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۳۴) ع
پانے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس درجہ کے بعد جب انہوں نے اصرار کیا۔ انکار حکم کے معاملہ میں تو ان کی عقلیں سلب کر لی جاتی ہیں۔
وہ تمیز میں حیوانات اور پرندوں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ میرے خیال میں بنی آدم کے قصہ میں اسی

طرف اشارہ ہے۔ قال یُویلتیٰ الخ ۲۷ تا ۳۱)۔

اس واقعہ میں ایک ضمنی فائدہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قتل بنی آدم کے گناہ کے ارادہ پر اللہ نے تنبیہ کی ہم اسکو سیاق کے لحاظ سے جملہ معترضہ مانتے ہیں۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ قوله مَنْ قَتَلَ نَفْسًا فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا۔ یہ قول ہمارے نزدیک حقیقت اجتماعیت انسانیہ کی طرف اشارہ ہے۔ تمام لوگ ایک آدمی کی طرح ہیں۔ جس نے قتل نفس کی جرأت کی۔ اس سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ فساد و بربادی کرے اس وجہ سے شریعت نے قانون بنایا من قتل نفسًا الخ جس نے مبتلاء بالقتل کو نجات دی اس سے یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایسا طریقہ قائم اور زندہ کردے کہ تمام لوگ اس طریقہ کی وجہ سے حیات زندگی حاصل کریں۔ یہ خلاصہ ہے (۲۷) کا۔

اس حکم میں استثناء ہے۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ حَقٍّ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ۔ لیکن جو لوگ زمین میں فساد کرتے ہیں تو ان کا قتل و قتال اور لڑائی تمام جائز ہے۔ اور بعض اوقات بہترین عمل ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ ـــ غفور رحیم۔ جملہ معترضہ ختم

جب اللہ نے اہل کتاب کے ترک میثاق کا انجام واضح کردیا۔ اور ان کی تمام مدارج میں پستی کے متعلق بیان کردیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں سے اجتناب کا حکم دیا۔ ۲۵ میں یہی بات ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو

فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ

اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس

مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ

ہو کچھ زمین میں ہے سارا اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہوتا کہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت

یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾

کے عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہوگا اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے

يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ

چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے اور وہ اس سے نکلنے والے

مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا

نہیں اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے اور چوری کرنیوالا مرد اور چوری کرنیوالی عورت کاٹ

أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ

ڈالو ان کے ہاتھ سزا میں ان کی کمائی کی تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب ہے۔

حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ

حکمت والا پھر جس نے توبہ کی اپنے ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے

يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ

اس کی توبہ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے تجھ کو معلوم نہیں کہ

اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ

اللہ ہی کیواسطے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے

وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤٠﴾

اور بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

جو لوگ اقامت عدل وتقوی کے لئے مامور و پابند ہیں وہ اللہ کے مقرب ترین ہیں اور انکی تم پیروی کرو۔ اس طرح سے تقوی پر عمل آسان ہوگا۔ اور نظریات وتخیلات میں مصروف رہنا اقامت تقوی کے لئے موصل نہیں۔ امام ولی اللہ نے اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے کہ آدمی اس وقت تک فلاح نہیں پاتا۔ جب تک کہ وہ مفلحین کو نہ دیکھے۔ تم قولہ

لہذا مدارس میں نظریات میں مشغول رہنا پوری طرح مفید نہیں جبتک کہ آدمی اپنا فکر درست نہ کرے اور جب تک کہ وہ اجتماع میں کسی ایسے انسلاک کو نہ دیکھے جو اس کے ہاں اقرب الی اللہ ہے۔ یہ اجتماع تمام اجتماع کا رئیس ہوگا۔ مجھے بڑی بحث کے بعد یہ معلوم ہوا۔ اور صرف امام ولی اللہ اور شاہ اسماعیل شہید کے وسیلہ کی تفسیر میں۔ اقوال سے میرا دل مطمئن ہوا۔ ان دو کے علاوہ

بہت سی باتیں دیکھیں دل مطمئن نہیں ہوا۔

تنبیہ:۔ جب ہم نے انقلابیوں کا نظام ان کے اجتماع واحتساب اور اعتصام سالک کے متعلق دیکھا تو ہمیں یقین ہوا کہ اجتماع صالح میں انضمام ضروری ہے۔ اور جب اجتماع صالح احتساب افراد سے غافل ہو تو وہ سب ہلاک ہوں گے۔ اور سب کا گناہ خود ان پر ہے اور کسی پر نہیں۔

اب میرے لئے انقلاب کے نام سے امر قرآن کی اقامت کے لئے جماعت صالحہ کی تنظیم ممکن ہے۔ اور یہ اس طرح کہ اقامت قرآن کے لئے قریب کن درجات میں بتدریج ترقی کریں۔ اس طرح کے اجتماع کے علاوہ میرے خیال میں کامیابی ممکن نہیں۔ اس اجتماع کی ایجاد وانتشار منکرین کے ذریعہ ہو سکتی ہے خواہ زمین سے یا آسمان کے فرشتوں کے ذریعہ ہو۔ دونوں درست ہوتی ہیں

لیکن اجتماع کے بغیر میرے نزدیک تمام غلط خیالات ہیں۔ اب وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ الخ وَجَاهِدُوا ۔ لعلکم تُفْلِحُون کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ کہ یہ مومنوں کی جانب سے تقویٰ اور ابتغاء وسیلہ کی طرف دعوت ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کی طرف دعوت ہے جب کہ مظلوم کی حمایت میں ظالم و کافر کے خلاف جہاد ہو۔ اور اس طرح مومن رفع کفر اور رفع ظلم پر قادر ہوں گے۔ یہاں یہی بات ہے، اور لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا مطلب بھی صاف ہوگیا۔ اور یہ تمہ ہے۔ اس آیت کا ۳۶ تک۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوا ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوا ۔ عذاب دنیا سے زیادہ ہوگا۔ اللہ کی راہ میں تمام اموال خرچ کرو۔ اور آخرت کی نجات حاصل کرو۔ (۲۸ : ۲۹) میں چوری اور اسکی جزاء کا ذکر ہے نفی ظلم کا نمونہ ہے۔ کفار مصلحت خارجیہ میں ہیں اور چور مصلحت داخلیہ میں ہیں۔

والسارق والسارقۃ الخ اس سے پہلے اَلَمْ تَعْلَمْ الخ آچکا ہے۔ اس جماعت کو تیار کرنے سے مقصد اتمام امر اللہ فی الارض ہے۔ جامعہ بین الادیان کی طرف دعوت ارادۂ نبی اور حکم قرآن کے تحت منافقین۔ یہود اور مشرکین مدینہ کو ہے۔ اور ان مسلمانوں کو ہے جو دوسرے مرکز سے اتصال چاہتے ہیں کہ یہ بات اجتماعیت اسلامی کو خراب کرے گی۔ کافروں کی حکومت جب مومن جماعت غالب آئے گی تو ان کا ایمان بھی صحیح نہ رہے گا۔ ان کا حال واضح ہوگیا۔ اب انضمام اس مرکز سے نہ کریں گے۔ **فصل ثانی** (۴۱ سے ۶۶) تک

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

اے رسول غم نہ کر ان کا جو دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں وہ

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ

لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور وہ

الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ

جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لئے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے

لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ

جو تجھ تک نہیں آئی بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں اگر

اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ

تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ

اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے ہاں

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي

یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ دل پاک کرے ان کے ان کو دنیا

الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾ سَمّٰعُوْنَ

میں ذلت ہے اور ان کو آخرت میں بڑا عذاب ہے جاسوسی

لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

کرنیوالے جھوٹ بولنے کے لئے اور بڑے حرام کھانیوالے سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے ان میں

اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَـيْـــًٔا ۭ

یا منہ پھیر لے ان سے اور اگر تو منہ پھیر لیگا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ کر ان میں انصاف سے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے

الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا

انصاف کرنیوالوں کو اور وہ تجھ کو کسطرح منصف بنائیں گے اور ان کے پاس تو توریت ہے جسمیں

حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ

حکم ہے اللہ کا پھر اس کے پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ

نہیں ہیں ہم نے نازل کی توریت کہ اس میں ہدایت اور روشنی تھی

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ

اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو اور

الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ

حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر

وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ

اور اس کی خبرگیری پر مقرر تھے سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ

اور مت خریدو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو کوئی حکم نہ کرے اسکے موافق

اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر

انہیں تبلیغ ہے کہ اگر وہ مسلمانوں سے انضمام کریں تو ان کی دیانت باقی رہے گی. اور اپنی کتب کے مطابق اصلاح کے حاجتمند ہوں گے. منافقین کی جماعت جب کہ اس پر ایمان لائے تو امر قرآن کے موافق اپنی جانیں سپرد کرے.

۴۱ : ۶۶ منافقوں اور یہودیوں کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ دوسرے مرکز میں منضم ہوں گے تو انہیں نقصان ہوگا۔ ۴۲ سے یہود کی بحث ہے کہ وہ دوسری قوم کے لئے سماع ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دوسروں سے ملنا چاہتے ہیں، انہیں دعوت ہے کہ تورات کو حکم بنائیں۔

اگران کا اس پر ایمان ہے۔ یاایُّہا الرسول لایحزنک۔ ولم تؤمن قلوبہم یہ منافقین ہیں۔
من الذین ہادوا سمٰعون یہ کفر میں مسارعت کرتے ہیں۔ منافق قرآن کا کفر کرتے ہیں۔ اور یہود تورات کا کفر کرتے ہیں وہ دوسری قوم کی جاسوسی کے لیے یہاں آتے ہیں انہیں خبر نہیں کہ دوسروں سے ان کا ملنا انکار تورات کا موجب ہے، ہمارے خیال میں فارسیوں سے اتصال مراد ہے۔ فارسیوں کی یمن قوت تھی۔ اور یہود یمن میں موجود تھے۔ ان کی وساطت سے وہ یہود مدینہ سے ملتے اور مسلمانوں کی جاسوسی کرتے اور اجتماع مسلمین میں فساد کرنا چاہتے تھے۔ اس کی طرف اشارہ ہے سمٰعون للکذب الخ میں ہے، اسلام انہیں اتباع تورات کی دعوت دیتا ہے آراء احبار ورہبان کے ترک کی دعوت دیتا ہے کہ وہ تحریف کتاب کے باعث اس دعوت کو باطل کرتے ہیں اپنی آراء کے مطابق تاویلات کرتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ یحرّفون الکلم الخ میں ہے۔

درحقیقت یہ کام ان کے دین میں فتنہ کا باعث ہے۔ ان کے دین کا امتحان ہے۔ مومن بالکتاب تاویل بعید کر کے تحریف نہیں کرتے اس کی طرف اولٰئک الذین لم یرد اللہ الخ میں ہے۔ اگر معانی تورات میں بحث کریں اور نصوص ملت حنیفیہ پر محمول کریں تو یہ تطہیر ہوگی۔ لیکن جب اعراض کریں۔ اور اخلاص دین مدنظر نہ ہو تو یہ کامیاب نہ ہوں گے۔

تنبیہ:۔ ہم نے اپنے ملکوں میں مسلمانوں کی ایک جماعت دیکھی ہے جو اتباع امام ولی اللہ کی دعوت دیتی ہے اور کتاب وسنت اور محققین مجتہدین فقہاء عارفین کے راستہ کی دعوت دیتی ہے مگر ہمسایہ کفار کی رسم جو ان میں داخل ہو چکی ہے۔ اس کا انہیں خیال ہی نہیں۔ کیا اس طرح اقامت اسلام ہند میں ان کے طریقہ پر ہو سکتا ہے۔ مجھے تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اقامت اسلام جہاد چاہتا ہے۔ اور جہاد اسی وقت ممکن ہے جب کہ اخذ حق کریں اور ترک باطل کریں۔ جب تک مسلمان اصول اسلامیہ کو اخذ کا ارادہ مصممہ نہ کرے۔ اقامت اسلام پر قادر نہیں ہو سکتا۔ زمانہ نبی میں یہود کا بھی یہی حال تھا۔ کہ وہ حکومت کفار پر راضی ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وہ ترک کر رہے ہیں۔ اور دوسروں کے لیے کام کر رہے ہیں۔ گویا جب تک یہود اخذ تورات کا عزم نہ کریں گے۔ وہ دوسری قوم کے ساتھ عمل کرتے رہیں گے۔

قولہ (۴۰) سمّٰعُون الخ یعنی دین حق انسان کو آخذ بالصدق کی دعوت دیتا ہے۔ آکل حلال کی دعوت دیتا ہے۔
مگر وہ پچند پر اڑے ہوئے ہیں۔ تیرے پاس فیصلہ کرانے آتے ہیں۔ ان کی غرض سوائے مسلمانوں میں
فساد مچانے کے اور کوئی نہیں تو انہیں اخذ تورات کی دعوت دیتا ہے۔ اور وہ تورات سے باطل معنی لیتے
ہیں۔ حرام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے ساتھیوں کو وصیت کرتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور مفہوم نہ لیں۔ پس ان پر
فیصلہ کرنا اخذ بالحق کا موصل نہیں بلکہ امر متردد ہے ممکن ہے کہ ان میں کوئی آدمی ہو جو حق پہنچاتا ہو۔ اس
حالت کی نفی ان کے قبول تحاکم کی علامت نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ فان جاءُوک اداعرض
عنہم (۴۲) میں ہے۔ اس تحاکم سے ان کی منشا اتباع حق نہیں۔ اگر یہ منشاء ہوتی تو اتباع تورات کرتے
اس کی طرف اشارہ کیف یُحکّموک الخ میں ہے۔ حقیقت تورات کا اثبات ہے۔ نیز یہ کہ اس پر انبیاء نے
ربانیوں اور احبار نے عمل کیا ہے۔ ان میں کتاب متواتر ہے۔ تینوں طبقات ان میں محفوظ ہیں۔ اس کے معانی
جانتے ہیں اور فساد ترک تورات سے پیدا ہوا۔ اسکی طرف اشارہ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰۃَ الخ میں ہے۔

تنبیہ:۔ مناظرین متکلمین کے طفیل مسلمانوں میں مشہور ہے کہ تورات اہل کتاب کے پاس
محفوظ نہیں۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے بہت جھگڑے سے کام لیا۔ ملحدوں اور ناقدین کی باتوں
سے مدد لی۔ اس میں ایک قسم کا فائدہ بھی ہے۔ مگر سچ یہ ہے مسلمان ہمارے ملک میں مبشرین پر غالب
آگئے۔ جب ان کی سلطنت ختم ہوگئی تو ایسا ہوا مگر ساتھ ساتھ اس سے نقصان عظیم بھی حاصل ہوا۔
ملحدوں سے احتراز جیسے تورات کے معاملہ میں ضروری ہے۔ قرآن کے بارہ میں بھی ضروری ہے۔ نوجوانوں کو جب
معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے ملحدوں کے کلام سے تورات کے رد کرنے کے لئے تعلق و التزام پیدا کر لیا ہے تو
ملحدوں کی کتابوں کا رد بھی ہونے لگا۔ مگر الحاد کے جراثیم سے جوانوں کے دل زیادہ خراب ہوتے۔ ہم نے
بڑی محنت سے طرفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ کتب مقدسہ کے ترجمے جو ہمارے
شہروں میں ہیں وہ بمنزلہ ہماری احادیث کی کتابوں کے ہیں ان میں صحیح و غلط دونوں ہیں لیکن تصحیح
ممکن ہے۔ اور غلط الگ کیا جا سکتا ہے۔ مگر اسکے لئے فہم کتب کا ملکہ ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ علمائے
حدیث نے صحاح حدیث سے تمیز اغلاط کی ہے۔ یہ بات عام کتب احادیث کے بارے میں ہے۔ لیکن
ام الکتب موطا مالک، اس کی حدیثیں محفوظ ہیں۔ اور اکثر اہل حق میں معمول ہیں۔ عام مسلمانوں کے

کے لئے اس کی تحقیق کی ذریعہ تصدیق احادیث ہو سکتی ہے. جب کہ معلم سے ابتدائی درجہ حاصل کرلیا جائے ہمارے خیال میں کتب موسیٰ موطا کی طرح اب بھی ان میں محفوظ ہیں۔ اوران کی باقی کتب ہماری احادیث کی کتب کی طرح ہیں۔ اس تحریف سے مراد ان کی باقی کتب کے لئے اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے تحریف کر دی۔ بحمد اللہ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا میں قرآن کے برابر کوئی کتاب نہیں۔ اور دوسری قوموں کی کتب الٰہیہ کا درجہ ہماری احادیث کی کتب سے کم بھی نہیں۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ طرفین کتب ادیان کا معارضہ قرآن کے لئے کر رہے ہیں۔ حالاں کہ انہیں مغالطہ ہے۔ قرآن اور باقی کتب میں رات دن کا فرق ہے۔ ہم نے ایسے مسلمان لوگ بھی دیکھے ہیں جو کتب حدیث کو قرآن کے برابر گردانتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند مسلمان انکار حدیث کرنے پر مجبور ہوئے۔ کیوں کہ قرآن کے لئے تو معارضہ کی ضرورت ہی نہیں۔ اسی طرح متکلمین صحائف تورات کا مقابلہ جب قرآن سے کرنے لگے تو کچھ نہ بیان کر سکے۔ تحقیق اصل مسئلہ کی یہ ہے کہ صحائف تورات احادیث کے برابر ہیں۔ قرآن کے برابر نہیں۔ امام ولی اللہ نے سطعات میں اس کی تصریح کی ہے۔ جب علم حدیث دیکھتے ہیں تو ام الکتاب متواتر و مشہور عام اہل علم میں موجود ہے۔ اگرچہ اغلاط بھی ہیں۔ ضعیف بھی ہیں۔ تمام زبانوں میں محقق مسلمان یہ یقین سے جانتے آئے ہیں کہ تورات کی حقیقت کیا ہے؟ مثلاً ابن عباس۔ بخاری۔ ابن تیمیہ، امام ولی اللہ۔ تحقیق حق کے بارہ میں ائمہ متاخرین متقدمین سب برابر ہیں۔

فلا تخشون الناس الخ یہود کو ڈراوا ہے کہ وہ اتباع کتاب اللہ کریں مخالفت ترک کریں۔ لوگوں کو خوش کرنے کا ارادہ نہ کریں تحصیل اموال نہ کریں۔ و من لم یحکم الخ یہود تورات پر فیصلہ نہ کریں تو کافر ہیں۔ اکثر مفسرین پر اس آیت کا معنی مشتبہ ہے۔ کیوں کہ وہ بھی اکثر مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ حکم الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں۔

میرا دل اس معنی سے مطمئن ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جو شخص حکم کتاب اللہ کو اعلیٰ نہ سمجھے اور خلاف کتاب حاکم پر راضی ہو وہ کافر ہے۔ اس کی مثال ان ملکوں میں ہے جہاں کفار غالب ہیں۔ اور مسلمان ان کی حکومت پر راضی ہیں قوانین متردده کے معاملہ میں وہ اس آیت کا مصداق ہیں لیکن جن ممالک میں حکام مسلمان ہیں اور کتاب اللہ کے مطابق حکم کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ وہ معانی

سمجھتے ہیں پھر اگر خطاً یا عمداً بعض احکام میں مخالفت کرتے ہیں۔ وہ اس آیت کے مصداق نہیں۔
یہ آیت ان کے لئے ہو غیر کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرے جیسے کوئی حکومت کافر کے تحت رہ کر راضی ہو
میرے نزدیک دونوں قسم کے مسلمانوں میں فرق ضروری ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ

اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ

وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ

اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور

الْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمَنْ

زخموں کا بدلہ ان کے برابر پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا اور جو

لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٤٥﴾

کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا

اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو تصدیق کرنے والا

بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ

توریت کی جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں

هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ

ہدایت اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب توریت کی

وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ

اور راہ بتانے والی اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اسکے

بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٤٧﴾

جو کہ اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اسکے جو اتارا اللہ نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ

اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں

الۡكِتٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ

کی اور انکے مضامین پر نگہبان سو تو حکم کر ان میں موافق اس کے کہ جو اتارا اللہ نے اور

لَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَـقِّ‌ؕ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا

ان کی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا ہر ایک کو تم میں سے

مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا‌ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَـعَلَـكُمۡ اُمَّةً

دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر

وَّاحِدَةً وَّلٰـكِنۡ لِّيَبۡلُوَكُمۡ فِىۡ مَاۤ اٰتٰٮكُمۡ‌ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَـيۡرٰتِ‌ ؕ

کر دیتا لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیئے ہوئے حکموں میں سو تم دوڑ کر لو خوبیاں

اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ۝۴۸

اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتا دے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا

وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ

اور یہ فرمایا کہ حکم کر ان میں موافق اس کے جو اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر

وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ‌ ؕ

اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر

فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَـعۡضِ

پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچا دے انکو کچھ سزا ان کے

ذُنُوۡبِهِمۡ‌ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ۝۴۹ اَفَحُكۡمَ

گناہوں کی اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان اب کیا حکم

الۡجَـاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ‌ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ

چاہتے ہیں کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین

يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾

کرنے والے کیواسطے

اس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ وہ واقعہ ہے جس میں وہ نبی کے پاس آئے اور حکم کی مخالفت کی ۔ وَمن لم یحکم الخ کا مصداق مسلمان ہیں ۔ جب کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں ۔ خواہ مسلمانوں کی حکومت ہی ان پر موجود ہو ۔ بعض خرابیوں میں یہود و نصاریٰ مشترک ہیں اس لئے ان کا ذکر یہود کے تتمہ کے طور پر آیا ۔ ۴۶ میں وقفینا الخ انہیں اتباع انجیل کی دعوت ہے ۔ کہ جب وہ تعلیم عیسیٰ ترک کریں گے تو وہ سہولت سے ادیان حنیفیہ میں جمع نہیں ہو سکتے ۔ ۴۷ میں امر حکم ہے ۔ ولیحکم اہل الانجیل الخ ۔ حنیفیت میں دعوت انجیل کی مثال یہ ہے کہ وہ احکام تورات کا درجہ احسانیہ ہے ۔ اس کا ترک کرنا فسق تک پہنچاتا ہے ۔ جیسے ہم نے شرح کی ہے ۔ اس طرح بعض مفسرین اثبات تخالف نہیں کرتے ۔ یعنی کفر و ظلم اور فسق کے درجات حکم الٰہی کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں ۔ اختلاف حالات سے تعلق رکھتا ہے ۔ ۴۸ میں اہل اسلام کو اتباع قرآن کا حکم ہے ۔ نیز حکم ہے کہ امر مشترک بین الادیان کو محفوظ رکھیں ۔ کیوں کہ بعض کمزور اہل الادیان فروع کو اصول پر مقدم کر دیتے ہیں ۔ انکی اصلاح قرآن میں آتا ہے کہ اصول کو فروع پر مقدم رکھیں ۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۔ وَاَنزَلنَا اِلَیکَ الخ ...
مصدقاً ۔ کتاب خواہ یہاں جنس ہو (یعنی تمام کتابوں پر شامل) یا عہد ہو (یعنی خاص کتاب جس کا ذکر چلا آرہا ہے) بہرکیف تورات مراد ہے کیوں کہ تورات تمام سابقہ کتب پر مقدم ہے ۔ اسی طرح معنی جنس کا ہو گا ۔
فَاحکم بینہم الخ یعنی حق کا فیصلہ کرانے کی خواہشات کی پیروی نہ کر یعنی فروع کو اصول پر مقدم نہ کر

تنبیہ :- اتفاق سے اتفاق فی کل الفروع مراد لینا غلط ہے جیسے کہ تمام اسلامی فرقہ کے مسلمان سمجھتے ہیں وہ بھی غلطی کرتے ہیں کیوں کہ اتفاق فی الفروع ناممکن ہے نہ ہی یہ مطلوب و مراد ہے ۔ مھیمناً اس کا معنی میرے نزدیک یہ کہ اہل کتاب ملت ابراہیم سے خارج ہو گئے ۔ تو قرآن انہیں حق دکھاتا ہے ۔ جیسے کہ مسلمانوں کو اتباع قرآن کے لئے حکم ہے ۔

جب اہل اسلام کا کوئی گروہ مخالفت کرے تو اس کے لئے بھی کتاب اللہ پیش کی جاتی ہے ۔
استنباط و اجتہاد میں ہر قوم مختار ہے ۔ اس کا اشارہ لِکُلٍّ جَعَلنَا مِنکُم شِرعَۃً الخ میں حنفاء کے لئے

اتباع ابراہیم ہے ان کا اپنا راستہ ہے۔ مسلمین یہود و نصاریٰ کے لئے اتباع موسیٰ و عیسیٰ و محمد ہے اسی طرح صابیوں کے لئے منہاج و شرعہ ہے۔ غرضیکہ اتفاق منہاج میں منصور ہے نہ کہ شرعات میں۔

ولو شاء اللہ لجعلکم الخ یعنی اصول و فروع دونوں ہیں۔ ولکن لیبلوکم الخ اس طرح ایک قوم کی دوسری پر فضیلت نہ ظاہر ہوتی اس لئے شرعات قائم کی اور مسابقت ظاہر ہوئی۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ فاستبقوا الخیرات الخ میں ہے۔ حکمت خلقیہ کونیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اختلاف اقوام افراد کا تقاضا بفطری کے تحت کون میں ثابت ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کسی تشریح کے ذریعہ تمام اختلاف کا رفع ممکن ہے۔ ہرگز نہیں! پس حق ثابت ہو گیا۔ قیمت پر مختلف کی اس کے اختلاف میں ہے۔ اس پر حکم کرنے میں سوائے خدا کے کوئی قادر نہیں۔ وَاَنِ احْکُمْ الخ یعنی قرآن کے ساتھ۔ بلاشک اس میں اجتماعی اصول ہیں۔ یہ حکم ان پر ہر حال میں نافذ ہے۔ ان کے ساتھ صرف فروع میں اختلاف ہے۔ اور فروع حفظ اصول کی مقدار پر جماعت پیش کرتی ہے گویا وہ معاملہ نہیں جو کہ بعض مسلمان چاہتے ہیں کہ اپنی فروع بھی تمام ادیان پر مسلط کر دیں۔

وَاحْذَرْھُمْ الخ اصول حنیفیہ کی طرف دعوت کے لئے جائز نہیں کہ اس میں سے کچھ ترک کر دیا جائے۔

فَاِنْ تَوَلَّوا الخ خلاف اہل قرآن کے لئے مقدر مقرر ہے۔ اگر وہ مسلمین کے ساتھ جمع نہ ہوں گے تو ان کے متبع ہوں گے۔ لیکن ان سے جزیہ لیا جائے گا اور اسلامی اجتماعیت میں داخل ہوں گے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہ میں۔ جب وہ اسلام کی اتباع سے نکلے تو وہ طاعت کفار منکرین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وَمَنْ اَحْسَنُ الخ اس کی مثال متاخرین مسلمانوں میں ہے کہ کسی سنی مسلمان سنی حکم کے تحت داخل نہیں ہوتے اور حکم کفار قبول کرتے ہیں کیا یہی ان کے دین کا مقتضا ہے۔ اسی طرح اہل کتاب پر واجب ہے کہ وہ اہل اسلام کی حکومت قبول اور کفار کو ترجیح نہ دیں۔

مسئلہ:۔ جب یہود و نصاریٰ پر اتباع قرآن ضروری ہے تو وہ اس کے حکم یعنی حکومت میں بھی داخل ہوں۔ ورنہ اس کی حکومت کے تحت ذمی بن کر رہیں۔ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ یہود و نصاریٰ کی اتباع کریں۔ ورنہ اس مرکزیت کا تحقق ممکن نہیں۔ منافقین کے ایک گروہ نے کفر تسارع کیا (یعنی جلدی کی) اور یہود و نصاریٰ کی اتباع کرنے میں انہیں چند دنیاوی منافع مدنظر تھے

مسلمانوں کے لئے بھی عمل منافقین کے عمل کا مسئلہ مشتبہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے انہیں منع کیا گیا کہ یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنائیں۔ (۵۱ - ۵۲) میں یہی کچھ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ

والوں کیواسطے اے ایمان والو مت بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ

وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے اللہ

اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ

ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو اب تو دیکھے گا انکو جن کے دل میں

مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آ جائے ہم پر

دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ

گردش زمانہ کی سو قریب ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرمائے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے

فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَ

تو لگیں اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے اور

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

کہتے ہیں مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھاتے تھے اللہ کی

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

تاکید سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے ان کے عمل

فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ

پھر رہ گئے نقصان میں اے ایمان والو جو کوئی تم میں

مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ

پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لا دے گا ایسی قوم کو کہ اللہ انکو چاہتا ہے اور

يُحِبُّونَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ؕ

وہ اسکو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر

يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ

لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾

فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ

تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اسکا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

نماز پر اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنیوالے ہیں اور جو کوئی دوست

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾

رکھے اللہ کو اور اسکے رسول کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی سب پر غالب ہے

تو دیکھے گا ان کے دلوں میں مرض ہے۔ وہ منافق ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں اس میں بڑی جلدی کرتے ہیں دنیاوی زندگی میں تنگی اس طرح کہ ان سے مقاطعہ کیا جائے۔ عسی اللہ الخ اللہ مسلمانوں کے لئے فتح لایا۔

اہل ایمان تنقید کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ اس کی طرف اشارہ ۵۲ میں ہے۔ یقول الخ یہ تولی اسلام سے ارتداد تک نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ مرکزیت ہوتی تو ارتداد نہ ہوتا۔ اور مرکزیت صرف اس قوم کے ذریعہ ہوتی ہے جو فقط اللہ پر اس کی کتاب پر اعتماد رکھتی ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ یاایھا الذین امنو..... من یرتد منکم الخ میں ہے۔ بس تحقیق حزب اللہ غالب ہیں مرکزیت حزب اللہ سے متعین ہوگئی جو انہیں اولیا اور دوست بنانے سے منع کرتا ہے۔

مسئلہ تمام شد

یہود کے ساتھ اشتراک کو قباحت ثابت کیا گیا ہے کہ اس طرح ارتداد تک نوبت پہنچتی ہے۔ ۵۵، ۵۶ میں ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا

اے ایمان والو مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو ہنسی اور

وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ

کھیل وہ لوگ جو کتاب دیے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو اپنا دوست

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى

اور ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے اور جب تم پکارتے ہو نماز

الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

کے لئے تو وہ ٹھہراتے ہیں اسکو ہنسی اور کھیل یہ اس واسطے کہ وہ لوگ

لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ

بے عقل ہیں تو کہہ اے کتاب والو کیا ضد ہے تم کو ہم سے مگر

اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ

یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا ہے پہلے اور

اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ

یہی کہ تم میں سے اکثر نافرمان ہیں تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی

مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ

بری جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور ان میں

مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ

سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعضوں کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی وہی لوگ

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ

بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے اور جب تمہارے پاس آتے

قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ

ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور کافر ہی چلے گئے

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا كَانُوۡا يَكۡتُمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ يُسَارِعُوۡنَ

اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپائے ہوئے تھے اور تو دیکھیگا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں

فِى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ‌ؕ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا

گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر بہت برے کام ہیں جو

يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۲﴾ لَوۡلَا يَنۡهٰٮهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ عَنۡ

کر رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ

قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ وَاَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ‌ؕ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾

کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بہت ہی برے عمل ہیں جو کر رہے ہیں

وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ يَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ‌ ؕ غُلَّتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَلُعِنُوۡا

اور یہود کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا انہی کے ہاتھ بند ہو جائیں اور لعنت ہے

بِمَا قَالُوۡا‌ ۘ بَلۡ يَدٰهُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ يُنۡفِقُ كَيۡفَ يَشَآءُ‌ ؕ وَلَيَزِيۡدَنَّ

ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے اور ان میں

كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا‌ ؕ

بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور انکار

وَاَلۡقَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ‌ ؕ

اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور بیر قیامت کے دن تک

كُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ‌ ۙ وَيَسۡعَوۡنَ

جب کبھی آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے لئے اللہ اس کو بجھا دیتا ہے اور دوڑتے ہیں

فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا‌ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوۡ اَنَّ

ملک میں فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں کرتا فساد کرنے والوں کو اور اگر

اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَكَفَّرۡنَا عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ

اہل کتاب ایمان لاتے اور ڈرتے تو دور کر دیتے ہم ان سے ان کی برائیاں اور

وَلَاَدۡخَلۡنٰهُمۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىةَ وَ

اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں اور اگر وہ قائم رکھتے توریت اور

الۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ لَاَكَلُوۡا مِنۡ

انجیل کو اور اس کو جو کہ نازل ہوا ان پر ان کے رب کی طرف سے تو کھاتے اپنے

فَوۡقِهِمۡ وَمِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِهِمۡ‌ؕ مِنۡهُمۡ اُمَّةٌ مُّقۡتَصِدَةٌ‌ ؕ

اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر

وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ سَآءَ مَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۶﴾ ع

اور بہت سے ان میں بُرے کام کر رہے ہیں

جو ایسے لوگوں سے دوستی کرے جو اسے مذاق کھیل سمجھتے ہیں وہ مومن نہیں ہو سکتے۔ ندا۔ بالصلوۃ کو کھیل سمجھتے ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے وَاِذَا نَادَيۡتُمۡ الخ میں۔ انداد میں یہ ظاہر بات ہے۔ پھر وہ کفریات میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ دوست بنانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مومنوں کے برابر نہیں ہوں گے۔ مومن تو اپنے ایمان کی وجہ سے ان سے ممتاز ہیں ان کا ایمان اللہ پر ہے لہذا اہل اللہ میں جدائی ممکن نہیں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۵۶ میں۔ یا اھل الکتاب الخ ان کا انغماس فی الکفریات بیان کیا گیا ہے۔ قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ۔ کیا مومن کے لئے ٹھیک ہے کہ اس طرح کے دوست بنائے۔ بلکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت قرآنیہ قبول کریں۔ اور اس سے زیادہ یہ ہے کہ امر کتاب کا اتباع کریں۔ اس کی طرف اشارہ ہے ولو انہم الخ میں ہے۔

فصل ثانی تمام شد

فصل ثالث

مرکزیت اسلامیہ یعنی قرآن کی طرف دعوت۔

جب ثابت ہو گیا کہ یہود و نصاری کی مرکزیت نہیں۔ کیوں کہ تارک کتاب توراۃ انجیل ہیں۔ اور جو منافق ان کی مرکزیت کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ وہ بھی کفریات میں پہنچ رہے ہیں۔ ان سب کے مجموعہ کو مرکز صابی کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ یہ فصل ثانی کا خلاصہ تھا۔

اب ضروری ہے کہ دعوت قرآنیہ کے مرکز کی طرف دعوت دی جائے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ

اے رسول پہنچادے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر

لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ

ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچالے گا

النَّاسِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ قُلْ

لوگوں سے بیشک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا قوم کفار کو کہہ دے

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ

اے کتاب والو تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت

وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيدَنَّ

اور انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے اور ان میں

كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ

بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور کفر

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

سوتو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر بیشک جو مسلمان ہیں

وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ

اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اللہ پر اور روز قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

نہ وہ غمگین ہوں گے

یہود منافقین دوسری قوم کے سماع ہیں تو اس لئے جب ہم انہیں اتباع قرآن کی طرف دعوت دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا دوسری قوموں کی مخالفت پیش کریں گے۔ عرب فارسیوں سے بہت ڈرتے

ہیں۔ اس دعوت میں ان سے معارضہ ہے۔ اس واسطے تاکید آئی بَلِّغْ الخ ما انزل اِلَیْکَ یعنی تمامی نہ بالتدریج۔ وَاِن لَّمْ تفعل الخ پہلے قریش عرب کو دعوت کی جائے۔ یہ دعوت کا پہلا درجہ ہے۔ اس کے بعد اگر رسول نے دعوت عالمی نہ دی جس کا مرکز قرآن ہے اور وہ عالم کے لئے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول نے دعوت اولیٰ کی تبلیغ بھی نہیں کی۔ اس دعوت سے مقصد اصلاح عالم ہے۔ صرف اصلاح قریش وعرب نہیں۔

عظمت امر کا اشارہ ہے۔ واللہ یعصمک من الناس ہے۔ کیونکہ امپیریزم کے ساتھ مقابلہ آسان نہیں۔ وہ بہت سے حیلوں پر قادر ہیں جو اپنے معارض کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پس نبی مصئون ومعصوم رکھا جائے گا۔ نبی کی آخر عمر تک یہ وعدہ صرف ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ان اللہ لایہدی القوم الکفرین۔ میں ہے۔ اللہ نے اہل کتاب کو پہلے دعوت اس مرکز کے لئے دی۔ اس کا مطلب اقامت تورٰۃ وانجیل ہے فقط۔ میری سمجھ میں اس سورت میں دعوت صرف یہ ہے کہ (نمبر ایک) قرآن اور اس کی دعوت ان کے مثل ہے۔ یا نمبر دوم) حکم میں ان سے اعلیٰ ہے۔ جب اسلام تاسیس حکومت کے لئے ترقی کرے گا۔ دوسری فضیلت ظاہر ہوگی۔ اب صرف بحث اول مراد ہے کہ یہود و نصاریٰ دعوت حنفیہ کے بارہ میں اہل قرآن کو قبول کریں۔ اگر دعوت قرآنیہ حنیفیت کے علاوہ ہو تو وہ اقامت تورٰۃ وانجیل کے لئے راضی نہیں۔ ہمارے زمانے میں اس کی مثال یہ ہے کہ ہم حنفی ہیں۔ شافعی مالکی کو اتباع کتاب اللہ کے لئے اتباع موطا مالک کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کے بعد انہیں ہم حنفی ہونے کی دعوت نہیں دیتے۔ یہ ہمارے سنی ہونے کی دلیل ہے فقط۔ اگر وہ ہم سے یعنی اہل سنت سے حنفیت تسلیم کرلیں۔ تو آج ہم اس پر اکتفا کریں گے ہم مطمئن ہیں کہ مرکز حنیفیت متحقق ہے۔ تمرکز الفاظ سے نہیں بلکہ تغلب فی السیاست سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم سیاسیات عالم میں تغلب کی امید رکھ سکتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ آج ہمارے بھائی اگر ہمیں سنی تسلیم کرلیں تو ہم تمرکز کی اساس ڈال کر خوش ہوں گے۔ اس سورت میں انسان اہل کتاب کے لئے قرآن کا خطاب اس طرح سمجھے۔ اور اب انہیں دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کو قائم کریں فقط۔ ان کی کتابوں کی تصدیق کرنا۔ اگر اہل کتاب ایسا نہ کریں تو اہل اسلام کو ان کے قریب تمام اقوام میں سے کیا جائے گا۔ مثال ختم شد۔

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا

ہم نے لیا تھا پختہ قول بنی اسرائیل سے اور بھیجے ان کی طرف رسول

كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا

جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش نہ آیا ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا

وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا

اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور

ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ

بہرے پھر توبہ قبول کی اللہ نے ان کی پھر اندھے اور بہرے ان میں سے بہت اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں بیشک

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ

کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل

اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ

بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی

اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾

اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا

بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک حالانکہ کوئی معبود

إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ

بجز ایک معبود کے اور اگر نہ باز آئیں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا

الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى

ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک کیوں نہیں توبہ کرتے

اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيحُ

اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان نہیں ہے مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ

مریم کا بیٹا مگر رسول گذر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اس

صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ

کی ماں ولی ہے دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو

الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ

دلیلیں پھر دیکھ وہ کہاں الٹے جارہے ہیں تو کہہ دے کیا تم ایسی چیز کی بندگی

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ

کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ

سننے والا جاننے والا تو کہہ دے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں

غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا

ناحق کا اور مت چلو خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے

كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع

بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے

دعوت قرآنیہ کے قبول کرنے سے چند بدعات مانع ہیں جو انہوں نے پیدا کر دی ہیں۔ اس کی بحث تعلیم دعوت کے لئے لازم ہے۔ قرآن نے بطور تمثیل اور نمونہ کے راہ اختیار کی ہے۔

یہود و نصاریٰ عرب اور مومنوں کی بحث ظاہر ہے۔ ان کے دلوں میں جاہلیت کی دغبت کی وجہ سے مرض ہے۔ تینوں اقوام کو ان باتوں پر تنبیہ اس فصل کا مقصد ہے۔ پہلے بنی اسرائیل کا ذکر ہے کہ ان میں فتن پیدا ہو گئے ہیں۔ اللہ کے انبیاء بار بار اصلاح کے لئے آئے۔

پس اہم بدعات کا ذکر ہے۔ اور وہ قابل بحث ہے۔ اجمالی اشارہ ۷۰ و ۷۱ میں ہے۔ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ الخ ۷۲ میں تفصیلی اشارہ ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ الخ ان کی کتاب سے اس بات کا رد کیا گیا وقال المسيح الخ لقد كفر الَّذِيْنَ قَالُوْٓا ان کا رد انجیل سے کیا گیا۔

۷۲ بین اَفَلَا یُوْمِنُوْنَ الخ ان کفریات سے ان کی کتاب مخالفت ثابت ہوتی ہے۔
پھر قرآن نے ان کی بدعات کے ابطال کی دلیل پیش کی جو انجیل میں بھی آئی ہے۔ آیت ۷۵ میں اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ کہ ابن مریم رسول ہے اس کی ماں صدیقہ ہے محدثات میں سے ہیں۔ یہ افراد بشر تھے۔ کھانا کھاتے تھے۔ کھانے والا بول و براز بھی کرتا ہے حدث بھی کرتا ہے ۷۶ میں ایک عقیدہ کی تنبیہ ہے جس کا اثبات صحائف تورات میں بدرجہ عالیہ موجود ہے۔ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ الخ یہ مسئلہ الوہیت مسیح اور تثلیث کا ہے۔ اور سُفھاء صابیہ کی جانب سے آیا ہے۔ جو حکماء کی ہر بات میں تقلید کرتے تھے اور بعض بادشاہوں کی قوت کے ذریعہ اقوام پر غالب آگئے تھے۔ سیاسی ضروریات کی بنا پر انہوں فطرت انسان کو فاسد کر دیا تھا۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۷۷ میں ہے قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ الخ میرے نزدیک یہ ضلال واضلال حکماء یونان کے ایک گروہ پر صادق آتا ہے۔ حکما فارس کے ایک گروہ پر بھی صادق آتا ہے۔ اور ہند کے تمام برہمنوں پر صادق آتا ہے

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ
ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر

وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾
اور عیسیٰ بیٹے مریم کے یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گذر گئے تھے

کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ؕ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾
آپس میں منع نہ کرتے بُرے کام سے جو وہ کر رہے تھے کیا ہی بُرا کام ہے جو کرتے تھے

تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ
تو دیکھتا ہے ان میں کے بہت سے لوگ دوستی کرتے ہیں کافروں سے کیا ہی بُرا سامان بھیجا انہوں نے

لَھُمْ اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَفِی الْعَذَابِ ھُمْ
اپنے واسطے وہ یہ کہ اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے

خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ
والے ہیں اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی پر اُترا

إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨١﴾

تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَ

تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہودیوں کو اور

الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ

مشرکوں کو اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے ان لوگوں کو

قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَ

جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور

أَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى

اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے اور جب سنتے ہیں اس کو جو اترا

الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا

رسول پر تو دیکھے تو ان کی آنکھوں کو کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان

مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَ

لیا حق بات کو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ اور

مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَن

ہم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاویں اللہ پر اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے اور توقع رکھیں اس کی کہ

يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا

داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ نیک بختوں کے پھر ان کو بدلے میں دیئے اللہ نے اس

قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَ

کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں انہی میں ہی اور

ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتوں کو

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

وہ ہیں دوزخ کے رہنے والے

۸۰ یہ مرض نصاریٰ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہود میں پایا جاتا ہے. یہود کی حالت کے متعلق بحث مشکل ہے. ان کے پاس حکومت نہیں ہے. نصاریٰ کی حالت کے متعلق بحث آسان ہے. اس واسطے وہ یہود پر فوقیت لے گئے.

۷۹ میں ذکر یہود ہے. عرب کا ایک تیسرا گروہ ہے منافقین. وہ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ ان کے بلسبت مسلمانوں کے زیادہ دوست ہیں کیونکہ منافقین یہود و نصاریٰ کو مومنوں پر افضل سمجھتے ہیں. کیوں کہ مسلمان اُمّی ہیں اور اُمّی کی بمقابلہ اہل کتاب ان کے ہاں فضیلت کم ہے. اس لئے وہ باطن میں مسلمانوں سے متفق نہیں. اس کی طرف اشارہ ۸۰، ۸۱ میں ہے. ترٰی.... خٰلِدُوْنَ.

وَلَوْ كَانُوْا..... فٰسِقُوْنَ اس کے بعد دوسرے مسئلہ کی بحث ہے یعنی تین گروہوں کی جو قبول حق کے لحاظ سے قریب تر ہیں یکے بعد دیگرے بحث ہے.

یہود و مشرکین میں مسلمانوں کے لئے سخت عداوت کا جذبہ ہے. کیوں کہ مسلمان مکہ کی سیاسیات میں مشرکین سے نزاع رکھتے ہیں. اور مدینہ میں سیاست یہود سے نزاع رکھتے ہیں. اس کی طرف اشارہ ۸۲ میں ہے. وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ اب تک مسلمانوں کو نصاریٰ سے معارضہ نہیں تھا. بلکہ نصاریٰ مودت و دوستی میں مسلمانوں کے قریب ترین تھے. اس کی طرف اشارہ ہے وَلَتَجِدَنَّ.....

اَقْرَبَهُمْ ۸۲ تا ۸۵ تک یہ اشارہ ہے. نصاریٰ میں سے ایک گروہ قرآن پر ایمان لایا. وہ چند درجات میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں الذین کفروا من النصٰری جو نصاریٰ میں سے کافر ہوئے وہ بھی اصحاب

۸۷ میں ذکر عرب شروع ہوتا ہے. اتباع قرآن میں ان کے مانع منافق ہیں اور فاسق مشرک ۸۷ سے ۹۲ تک

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ

اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیں اور

لَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ

حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے

اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ

نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بے ہودہ قسموں پر لیکن پکڑتا ہے

بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ

اس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں کو

مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ

اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو یا ایک گردن

رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ

آزاد کرنی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے یہ کفارہ ہے تمہاری

اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی اسی طرح بیان کرتا

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

ہے اللہ تمہارے لئے اپنے حکم تاکہ تم احسان مانو اے ایمان والو

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ

یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيْدُ

کام ہیں شیطان کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ شیطان تو

الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۗءَ فِي الْخَمْرِ

یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر بذریعہ شراب

وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ

اور جوئے اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی

اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا

تم باز آؤ گے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو

فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۹۲﴾

پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے کھول کر

لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيۡمَا

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر گناہ نہیں اس میں جو کچھ

طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا

پہلے کھا چکے ہیں جب کہ آئندہ کو ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کیے پھر ڈرتے رہے

وَّاٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحۡسَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۹۳﴾ ع

اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

وہ بھی اتباع آباء ہیں۔ بعض اشیاء حرام کرتے ہیں۔ یہ ذکر سورۂ انعام وغیرہ میں ہے۔

مسئلہ:۔ عرب کی عادت ہے کہ وہ بہت زیادہ قسم کھاتے ہیں یہ چیز عزم کو کمزور کرتی ہے۔ عدم وفا بالحلف بھی عزم کمزور کرتی ہے۔ پس کفارہ کا حکم دیا گیا۔ منعقدیں اور قسم لغو میں عفو کیا گیا۔ ۸۸

واحفظوا ایمانکم الخ

مسئلہ:۔ ان کی عادت میں شراب جوا شامل ہے اور بُت شامل ہیں جو قرآن میں اخلاص کرنے سے روکتے ہیں۔ اسی سے روکا گیا۔ ۹۰، ۹۱ میں ہان الخمر والمیسر الخ انما یرید الشیطٰن الخ ان معاملوں میں وہ آباء اور رسوم جاہلیت کی اطاعت نہ کریں۔ بلکہ رسول کی اطاعت کریں۔ اور قرآن کی اطاعت کریں۔ اسکی طرف اشارہ ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الخ جن چیزوں کی تحریم نہیں کی گئی ان میں وہ عادات قوم کو عمل کریں تو مواخذہ نہیں۔ مواخذہ اس وقت ہے جب کہ وہ اتباع رسول سمجھیں۔ اشارہ ہے ۹۲ میں۔ لیس علے الذین الخ **فصل ثالث ختم۔**

فصل رابع ۹۴ سے ۱۰۸ تک اجتماع اقوام کے لئے قوت مرکزیہ ضرورت مند ہے کہ بعض حقوق ترک کر دینے جائیں اور اقوام ملتفت الیہا کے ساتھ نرمی برتی جائے۔ اس کا

معنی یہ کہ ان پر اظہار تفوق نہ کیا جائے۔ جب وہ ال ابراہیم کی عظمت تسلیم کریں گے تو ضیفیت کا احترام کریں گے۔ یہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ اقوام ہماری طرف اجتماع کے لئے رجوع کریں۔ کیوں کہ ہم اپنے حقوق نہیں مقرر کرتے۔ لیکن ہمارے ائمہ کا فکر ہمارے نزدیک معظم ہے۔ جسے کبھی حقیر نہیں سمجھا جائے گا۔ جب وہ ہمارے اجتماع کے لئے مائل ہوجائیں تو ہمارا مقصود حاصل ہوجائے گا۔ یعنی احترام ضیفیت۔ ہم اس پر اکتفا کریں اور اس تفوق کو ترک کریں جو اجتماع اقوام کے بعد ہمیں حاصل ہوگا یعنی جب وہ ہمارے ساتھ اجتماع کریں گے۔ اس مرکزیت میں اس بنیاد پر ہمیں تنازل کرنا چاہیئے۔

مسئلہ:۔ بوقت احرام صید ہمارے لئے حرام ہے۔ اسکے علاوہ صید ہمارے لئے حلال ہے۔ احرام میں حرمت صید احترام سب کے لئے ہے۔ احترام بیت کے لئے ترک صید ہمارے طریقہ کے احکام میں ایک حکم ہے۔ اس میں حکیم کو تدبر کرنا چاہیئے

تدبر سے اس کا معنی یہ معلوم ہوں گے کہ جب ہم احترام بیت کا ارادہ کریں تو انتفاع صید کو ترک کریں۔ اسی سے لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگی کہ بعض حقوق میں ہمارا تنازل (دستبرداری) ہمارے مرکز کے احترام کے لئے ہے۔ اور اس مرکز کے معنی ظاہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو قیام للناس بنایا ہے۔ لہذا احتراماً ہم نے صید ترک کیا یعنی مرکز انسانیت کا احترام کیا۔ لہذا یہ تفوق بھی ہمیں چھوڑنا چاہیئے تاکہ لوگ اس کے گرد جمع ہوں۔ کیا خوشی سے اقوام اپنے اوپر کسی قوم کی برتری قبول کریں گی؟ ہرگز نہیں! لہذا ہمیں خود بخود دوسری اقوام کے مساوی ہوجانا چاہیئے۔ اور یہ صرف مرکزیت بیت کے احترام کے لئے ہے۔ یہ ہے تدبر حکیم۔ اب ہم حکم پڑھتے ہیں

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ

اے ایمان والو البتہ تم کو آزمادے گا اللہ ایک بات سے اس شکار میں کہ

أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنِ

جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تمہارے تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جس

اعْتَدَى بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٩٤﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا

نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں اور جو کوئی تم میں اس کو مارے جان کر

فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ

تو اس پر بدلا ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں سے

هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ

اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز پہنچایا جاوے کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر

ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ

روزے تاکہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلا لے اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلا لینے والا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ

حلال ہوا تمہارے لئے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدے کے واسطے اور سب مسافروں

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ

کے اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ

الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

سے جس کے پاس تم جمع ہو گے اللہ نے کر دیا کعبہ کو جو کہ گھر ہے

الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ

بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور جن کے گلے

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

پٹہ ڈال کر لیجاویں کعبہ کو یہ اسلئے کہ تم جان لو کہ بیشک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمیں میں

وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٧﴾ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ

اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے جان لو کہ بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے اور بیشک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ

اللہ بخشنے والا مہربان ہے — رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا — اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے

وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ

ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو — تو کہہ دے کہ برابر نہیں — ناپاک — اور پاک — اگرچہ تجھ کو بھلی لگے

كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع

ناپاک کی کثرت — سو ڈرتے رہو اللہ سے — اے عقلمندو — تاکہ تمہاری نجات ہو

یعنی بطور امتحان کے تنالہ ایدیکم الخ تاکہ اللہ اس کو جاننے اور دیکھنے والا ہے جو اُن دیکھے اس سے ڈرتا ہے۔ مسؤلیت پر انسان کے سپرد کی گئی ہے۔ ہر شخص رب کے ہاں مسؤل ہوگا۔ جو اس حکم سے تعدی کرے اس کے لئے عذاب الیم ہے۔ ۹۴۔

تنبیہ:- اقوام بیت اللہ میں بغیر ہتھیار کے آئیں بطور احترام بیت اللہ پر ہر شخص پر لازم ہے جو مخالفت کرے اللہ اسے عذاب دے گا۔ کیوں کہ وہ مرکز انسانیت کو باطل کرتا ہے۔ تم التنبیہ ۹۵ میں صید کے قتل کرنے کی جزاء کا ذکر ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خطا کرے یا تعمداً کرے تو اس پر کفارہ ضروری ہے۔ یہ اس قوم کو راضی کرنے کے لئے۔ عفی اللہ ماسلف الخ

۹۵-۹۶- احل لکم صید البحر وطعامہ جب انسان اس میں تدبر کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ کہ حجاز مرکز حرام ہے اور منبع اجتماعیت ہے اس میں قومیت عرب کے حقوق ہیں۔ حجاز کے علاوہ باقی عربوں کے حقوق ہیں۔ باقی عرب اقوام عالم میں سے ایک قوم ہیں۔ لہٰذا اقوام یمن نجد شمال ان کے لئے ان کے اپنے شہروں میں حقوق قومیت ثابت ہیں۔ لیکن حجاز میں ان کے حقوق قومیت نہیں۔ اس لئے وہ حجاز میں حقوق قومیت چھوڑ کر آئیں۔ یہ اس لئے ہے کہ بیت اللہ سے احتراز کیا جائے۔ اور بیت اللہ کا امتیاز رہے۔ ورنہ اجتماعیت عالمیہ کا تحقق ممکن نہیں۔ البتہ امپریلزم کی صورت میں ہوگا۔ اور امپریلزم ملعون صورت ہے۔ اور امپریلزم کو پہلے آل ابراہیم نے پھر بنی اسرائیل نے پھر فارس وروم نے نزول قرآن کے زمانہ میں قائم کیا ہوا تھا۔ ان کا فساد بر وبحر میں ظاہر ہو گیا تھا۔ لہٰذا جب ہم نے امپریلزم کا فکر باطل کر دیا۔ اور حکم اللہ کے لئے ثابت ہوا تو مرکز تمام اقوام

کے لئے مساوی ہے اس کی طرف اشارہ سَوَاءً فِیہ العاکف الخ میں ہے تعمیر مسجد کا حکم ہے یہی بنیاد ہے اور تحریم صید خارج مسجد میں اس کے طبعاً ہے۔ لہذا حجاز اُم القریٰ ہے اور اس کے ارد گرد کے علاقے مرکز کے تابع ہیں۔ اس کی طرف امام ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں۔ البلاد علی القسمین قسم مجرد الخ یعنی شہر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم اہل اسلام کے لئے مجرد جیسے حجاز۔

قولہ علیہ السلام اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال دوں گا۔ اور میں وصیت کرتا ہوں کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو"

امام فرماتے ہیں کہ رسول پاک کی مراد یہ ہے کہ زمانہ گھومتا پھرتا رہتا ہے خدا نخواستہ اسلام کمزور ہوا اس کی جماعت منتشر ہوئی تو اگر دشمن اس وقت اسلام کے مرکز میں ہوں گے تو وہ حرمات اللہ کی ہتک کریں گے اور قطع کریں گے اس لئے آنحضرت صلعم نے مشرکین کے اخراج کا حکم دیا حوالی اسلام اور بیت حرام کے قیام سے۔ اسی طرح مخالفت مع الکفار بھی لوگوں کے دین میں فساد پیدا کرے گی۔ اور ان کو متغیر کرے گی اور جب مخالفت کا موقعہ نہ دینا ہی ضروری ہے۔ تو رسول پاک نے ان سے حرمین کو پاک کرنے کا حکم فرمایا" اھ

امام نے جزیرہ عرب کی تفسیر حجاز سے کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں تفسیر کی ہے۔ حوالی بیت اللہ یعنی حجاز۔ کل جزیرہ عرب مراد نہیں۔ جس طرح ترک صید کا حکم احترام بیت کے ہے۔ اسی طرح یہ حکم بھی حجاز میں قوم خاص کے حقوق قومیت محفوظ کرنے کے لئے ہے۔ لیکن ان حدود کے علاوہ عرب میں وہ باقی لوگوں کی طرح حقوق قومیت سے نفع حاصل کریں گے۔ تمت المسئلہ۔

مسئلہ:۔ جعل اللہ الکعبۃ (۹۷) اجتماعیت قیام انسانیت کا سبب ہے اور اموال قیام اجتماعیت کا سبب ہے۔ اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں اموال سے کیا ہے پس فرمایا جعل اللہ لکم قیاما (سورۃ نساء) جب حکیم تدبر کرے تو اس کو اس قول الٰہی کی قیمت معلوم ہوگی یعنی قیاما للناس الخ جب امپریلزم کو تباہ کرتے ہیں تو اب قیام ناس صرف اسی طرح ممکن ہے کہ اجتماعیت اس مقدس جگہ میں کیا جائے۔ پھر قولہ جعل اللہ الکعبۃ الخ ہمارے خیال میں اس بات کا اشارہ ہے کہ انسان اجتماع ناس کے لئے کسی جگہ بھی دستور اور پروگرام بنائے اور کوشش کرے لیکن اجتماعیت مرکز یہیں

کامیابی اور دوام و استمرار اسی طرح ہوگی جس طرح چار ہزار سال تک چلی آئی ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی طرح ممکن نہیں اور یہ تائید الہی سے ہوگا۔ اس جگہ کو اللہ نے عامۃ الناس کے لئے مرکز بنایا ہے۔

قولہ لِتَعْلَمُوْا ان اللہ الخ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ ابراہیم نے جب قواعد کعبہ وضع کیں تو اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تین ہزار سال کے بعد یہ تمام ہوں گی۔ اس کو سوا خدا کے کوئی نہ جانتا تھا۔ جس نے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بناء بیت کا حکم دیا۔ انہی نے اس کی صلب سے ایک نبی پیدا کیا جو لوگوں کو کعبہ کے گرد جمع کرتا ہے۔ اس میں متفکرین کے لئے نشانی ہے۔ اِنَّ اللہ یعلم ما فی السموات الخ اس کے بعد ۹۸ میں اِنَّ اللہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ..... غفورٌ رّحیم جو احترام بیت کرے اس کو بخشے گا جو ہتک بیت کرے اسے عذاب دے گا۔ ۹۹ میں ما علی الرسول الا البلاغ یہ اشارہ ہے کہ اجتماعیت عالمیہ میں کامیابی صرف نبی کی تدبیر سے نہیں ہوئی بلکہ وہ مبلغ و معلم ہے اور اصل امر و حکم اللہ کا ہے۔ کسی امت کے لئے روا نہیں کہ وہ نبی کا لوگوں کے لئے تحکم منسوب کرے اور مرکز کو بصورت امپیریلزم تبدیل کر دے واللہ اعلم باحکامہ۔

(۱۰۰) قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ الخ میرے نزدیک امپیریلزم قائم کرنا کثرت خبیث ہے اور جامعہ اسلامیہ کا استیلاء مع ضعف و قلت کے یہ طیب ہے۔

واتقوا یاولی الالباب یہ اشارہ ہے کہ اگر مسلمان استمرار عمل کریں گے تو وہ امپیریلزم پر غالب رہیں گے واللہ اعلم۔ مسئلہ:- قانون اجتماعیت کی تفصیل اور اقوام کے لئے قانون اجتماعی یہ ان کے سپرد ہے بشرطیکہ مصلحت عامہ کی بھی رعایت ملحوظ ہو پس اگر کوئی قوم ارادہ کرے کہ اس قانون کو رسول کے زمانہ میں منضبط کرے تو اس سے انہیں روکا جاتا ہے کہ مصلحت اس بات کا تقاضا نہیں کرتی۔ اس کی طرف اشارہ ہے ۱۰۱ و ۱۰۲ میں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

اے ایمان والو مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جائیں تو تم کو بری لگیں

وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا

اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جاویں گی اللہ نے ان سے

وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا

درگذر کی اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے ایسی باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان

بِهَا كٰفِرِينَ ﴿١٠٢﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا

باتوں سے منکر نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ اور سائبہ اور نہ

وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ

وصیلہ اور نہ حامی ولیکن کافر باندھتے اللہ پر

الْكَذِبَ وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٣﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا

بہتان اور ان اکثروں کو عقل نہیں اور جب کہا جاتا ہے اُن کو آؤ

إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا

اس کی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہم کو کافی ہے وہ جس پر

عَلَيْهِ آبَآءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَّلَا

پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو بھلا اگر ان کے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ

يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ

راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنے جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا

مَّنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ

جو کوئی گمراہ ہوا جب کہ تم ہوئے راہ پر اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتلا دیگا تم کو

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ

جو کچھ تم کرتے تھے اے ایمان والو گواہ درمیان تمہارے

إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ

جب کہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں

مِّنْكُمْ أَوْ آخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ

تم میں سے یا دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں

فَأَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِنْ بَعْدِ

پھر پہنچے تم کو مصیبت موت کی تو کھڑا کرو ان دونوں کو بعد

الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهٖ ثَمَنًا

نماز کے وہ دونوں قسم کھادیں اللہ کی اگر تم کو شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے

وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ

مال اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی نہیں تو ہم بیشک

الْاٰثِمِينَ ﴿١٠٦﴾ فَإِنْ عُثِرَ عَلٰى أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَاٰخَرٰنِ

گنہگار ہیں پھر اگر خبر ہو جاوے کہ دونوں حق بات دبا گئے تو دو اور

يَقُومٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيٰنِ

گواہ کھڑے ہوں ان کی جگہ ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہوں میت

فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا

کے پھر قسم کھاویں اللہ کی ہماری گواہی تحقیقی ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم نے زیادتی نہیں

إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِينَ ﴿١٠٧﴾ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يَّأْتُوا بِالشَّهَادَةِ

کی نہیں تو ہم بیشک ظالم ہیں اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت کو

عَلٰى وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ط وَ

ٹھیک طرح پر اور ڈریں کہ الٹی پڑے گی ہماری قسم ان کی قسم کے بعد اور

اتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوا ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ﴿١٠٨﴾ ع

ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور نہیں چلاتا سیدھی راہ پر نافرمانوں کو

وہ امثلہ و سوالات جو اشیاء ممنوعہ کے متعلق انہوں نے ذکر کئے وہ فہم مراد کے لئے ناکافی ہیں مثلاً ایک شخص ابی طالب کے متعلق سوال کرے کیا اس کا تعلق قانون قرآن سے ہے؟ پس لوگ ان امثلہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ حکیم اس پر اقتصار نہیں کرتا۔

قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ... كٰفِرِيْنَ الخ یہ اس کے وقت سے کی شریعت تھی اس لئے اسلاف نے ان

واقعات کے متعلق سوال کرنے سے منع کیا ہے جو واقع نہیں ہوئے مَاجَعَلَ اللّٰہُ مِن بَحِیرَۃٍ ..... وَلَاحَامٍ قوم کی حالت عمومی کا بیان ہے کہ وہ صالح نہیں اگر انہیں تعین قوانین کا کام سپرد کیا گیا تو وہ اس حالت میں تفصیل قوانین قطعانہ سمجھیں گے۔

(۱۰۴) ولٰکن الذین کفروا الخ مفتری علی اللہ ہیں اور امر الٰہی میں وہ فرق نہیں سمجھتے۔ کیوں کہ وہ لایعقل ہیں۔ ان میں سے اکثر تقلید آبا پر راضی ہیں۔ اس کی طرف اشارہ ۱۰۴ میں ہے واذا قیل لھم الخ پس عامۃ الناس کی ذہنیت اس طرح ہو تو کیا وہ جامع للجزئیات قانون کو متعین کر سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ ہی مانع ہے۔ شرائع اجتماعیت کی تفصیل کو نازل کرنے کا۔ تمت المسئلہ

مسئلہ:۔ مومنوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ فہم قانون شرعی تک ترقی کریں اور خود قوت یقین پیدا کریں اسکی طرف اشارہ ہے۔ یٰایھا الذین اٰمنوا علیکم۔ یعنی اپنی اصلاح خود کرو امانت قرآنیہ کو اٹھاؤ۔ دوسری اقوام کے لئے یقین قوانین کی توجہ مت کرو۔ اسکی طرف اشارہ ہے۔ لایضرکم من الخ۔ یعنی جب تم تدبر فی القرآن کروگے اس کے اشارے سمجھوگے تو تم اس قابل ہوگے کہ دوسری اقوام پر حکومت کر سکو۔ اب صرف تمہارا فکر قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے کے لئے ہونا چاہیے اور قرآن سمجھنا اور حکمت قرآن کا احاطہ کرنا ضروری ہے۔ یہ تمہارے لئے وجود نبی کی برکت سے آسان ہے۔ جب تم ہدایت پا جاؤگے تو تمہارے لئے پھر کوئی ضرر رساں نہ ہو سکے گا۔ یعنی تم اپنے پاؤں کھڑے ہو جاؤگے اور ان پر اپنی عقول کے ذریعہ غالب آؤگے اس کا اشارہ (۱۰) میں ہے۔ واتقوا الخ۔ الی اللہ مرجعکم اس میں اشارہ ہے کہ ہدایت قرآن حاصل کرنے کے بعد فہم قرآن میں ہمیں وسعت نصیب ہوگی۔ یہ اس وقت ہوگا جب کہ تم دوسری اقوام کے ساتھ اجتماع کروگے (یعنی اجتماع زندگی)۔ کیوں کہ مسئولیت قومیہ عنداللہ، مسئولیت اجتماعیۃ انسانیہ پر حجت ہے۔ اس آیت میں ان الفاظ سے یہی اشارہ ہے۔ یعنی اجتماع کے بعد تم اللہ کی طرف رجوع کروگے۔ تمت المسئلہ

مسئلہ:۔ زمانہ نبی میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک مسلم شخص نے دار السلام سے باہر سفر کیا وہ مر گیا۔ گھر والوں کو وصیت کر گئے۔ اس پر دو غیر مسلم گواہ بنا گیا۔ ان دونوں نے خیانت کی اور کچھ حصہ امانت کو سرقہ کیا۔ ان کی خیانت ظاہر ہونے کے بعد ولیوں نے ان دونوں غیر مسلموں کی شہادت کو رد کر دیا۔

اوران کی شہادت کے خلاف ہوگئے۔ پس میت کے اولیا کا دعوی قبول کر لیا گیا اوران کے حق میں فیصلہ دیا گیا۔ اس جزئیہ واقعہ کے بعد آیات شہادت نازل ہوئیں ۔۱۰۶ تا ۱۰۸۔ پس قانون بن گیا۔

اس قانون کے معاملہ میں ہمیں ایک خاص مطالعہ ہے۔ ہماری رائے فقہائے حنفیہ کے خلاف ہے اور علاوہ خلیفہ کے بھی اور کوئی فقیہ اس رائے میں ہمارے موافق نہیں۔ اور یہ مطالعہ دوسری قوموں کے درمیان شہادت کے قانون سمجھنے پر مبنی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک قانون شہادت البینۃ علے المدعی یعنی گواہ مدعی پر ہیں۔ اگر اسکے بیّنہ (گواہ) نہ ہوں تو یمین (قسم) علی المدعیٰ علیہ ہمارے ہاں یہ تمام خصومت کے لئے قاطع قانون ہے۔ پھر مشہور بینہ کا عادل ہونا بھی ہمارے قانون میں ضروری ہے۔ تو پہلے زمانہ میں فقہا تعدیل شہود زعمائے اقوام یا معتدل الحالات کو سمجھتے تھے یہ اس وقت آسان تھا۔ کیوں کہ قومی معاملہ تھا حکومت قومی تھی۔ جب اقوام اور باہر کے اجنبی لوگ مرکز دولت میں مل جل گئے مثلا بغداد میں جو کہ تمام اقوام عربیہ و عجمیہ کا مجتمع ہے۔ تو معاملہ مشکل ہوگیا۔ اور بڑے بڑے خاندانوں اور قوموں میں پاکیزہ گواہی کی چھان بین مشکل ہوگئی تو شہدا کی قسم لینے کو تزکیہ اور عادل کو گواہی کے قائم مقام سمجھ لیا گیا۔ سو وہ گواہوں سے قسم لینے لگے۔ قضاۃ شروع سے اس بات کے عادی تھے کہ گواہوں کے عادل ثابت ہونے کے بعد ان کی شہادت کے خلاف رد قبول نہیں کرتے تھے۔ یعنی مدعی علیہ کو حق نہیں ہوتا تھا کہ عدول کی شہادت میں جرح کر سکے۔ اس طرح تعدیل حقیقی کے زمانہ میں مدعی علیہ کو جرح علی الشہود سے روکنے سے کوئی ضرر ظاہر نہیں ہوا۔ اور شہادت شہداءُ کرنے کی مخالفت سے ضرر واقع نہ ہوا۔ لیکن جب معاملہ تعدیل سے قسم لینے تک پہنچ گیا تو مدعی علیہ سے جرح کے حق سلب کرنیکا ضرر ظاہر ہوا کھلم کھلا اگر گواہ جھوٹ بولیں تو انہیں اطمینان ہے کہ وہ قسم کھا کر اپنی گواہی قائم رکھ سکیں گے۔ اور رد شہادت کا حق ان کے خلاف کسی کو نہیں۔ اسلام میں عروج حکومات کے زمانہ کی تاریخ قضاۃ کا تو علم نہیں۔ البتہ حکومت ہند کے آخری زمانہ کے متعلق ہم جانتے ہیں کہ جھوٹے گواہ دارالقضاۃ کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں جو انہیں قیمت شہادت ادا کردے وہ گواہ جھوٹی قسم اٹھا لیں گے۔ اور مدعی کے منشا کے مطابق گواہی دیدیں گے۔ اس طرح احترام قضا مسلمانوں کے دلوں سے ختم ہوگیا۔ اور وہ انگریزی عدالتوں کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور قاضیوں سے ہٹنے لگے۔

فرق یہ ہے کہ انگریزی عدالتوں میں جب مدعی علیہ کذب شاہد کو ثابت کرنے پر قادر ہو تو حاکم اس کی جرح کو قبول کر لیتا ہے۔ اور شہادت شاہد ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن دار القضا میں جب گواہ جھوٹی گواہی دے اور قاضی کے ہاں اس کا عادل ہونا بھی ثابت ہو جائے تو وہ شاہد صرف قسم اٹھا کر ہی اپنی گواہی کے مطابق فیصلہ کرا لیتا ہے۔ مدعی علیہ قوم کے اعلیٰ عادل لوگوں کی گواہی سے شاہد مدعی کا کذب ثابت کر سکتا ہے بسا اوقات مدعی علیہ کے عادل گواہ قاضی سے زیادہ عادل ہوتے ہیں۔ مگر قاضی جرح نہیں سنتا اور شہدا مدعی کے خلاف قبول نہیں کرتا اسی لئے دار القضا کو مسلمان چھوڑ چکے ہیں۔ اور بتدریج لوگوں کے دلوں میں قانون اسلامی کی حیات بیٹھ گئی اس تاریخ کو میں خوب جانتا ہوں اور میں ہمیشہ مسائل کو اس طرح سوچتا ہوں گویا میں اس پر عمل کرنے پر قادر ہوں جب میں نے اس مسئلہ میں غور کیا اور عدم جرح کے نقصان کو بھی معلوم کیا یعنی یہ کہ مدعی علیہ کے وکیل کو شہود مدعی پر جرح کا کوئی حق نہیں۔ تو میں نے ایسی قضا کو باطل گردانا۔ اور میں جانتا ہوں کہ گواہوں کی قسم کے ذریعہ تصدیق عجب بات ہے اور خود ساختہ ہے۔ اس کی قانون اسلام میں کوئی اصل نہیں۔ یہ صرف ایک قسم کا استنباط ہے۔ حالاں کہ قرآن میں نص یہ ہے۔ ممن ترضون من الشهداء الخ ہم جھوٹے گواہ پر راضی نہیں۔ ہمارے سامنے اس کے جھوٹ کی دلیل ثبوت اور گواہ بھی ہیں۔

قضاۃ حنفیہ کا حکم اسقاط جرح کے متعلق جب ہے کہ گواہوں کی پاکیزگی و عدل سراً وجہراً معروف و مسلّم ہو۔ اس طرح میں بھی تسلیم کرتا ہوں۔ کیوں کہ قاضی پسندیدہ گواہ کی شہادت قبول کرنے کا اجتہاد کر چکا ہے تو جب قاضی اپنے اجتہاد سے معلوم کر لے کہ وہ مرضی ہے یعنی مِمَّنْ تَرْضَوْنَ کے زمرہ میں ہے تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ حکم قاضی کو باطل کرے۔ یہ حکمت میرے ہاں بھی مسلم ہے۔ اور ائمہ سابقین کے قضاۃ حنفیہ کا یہی عمل تھا۔ لیکن اب اگر کوئی قاضی شہود کی عدالت (عادل ہونا) فقط قسم لینے سے ثابت کر دے یعنی معیار بنا لے تو یہ اسی طرح کی بات ہے۔ جیسے مدعی کی قسم (حلف مدعی) اور نبی صلعم نے حلفِ مدعی (مدعی کی قسم) کو رد کیا ہے۔ پس اسی طرح مدعی کے گواہ کی قسم بھی رد کی جائے گی۔

اگر قاضی اس بودی اور کمزور بات پر راضی ہو جائے تو اس سے یہ جواز بھی ثابت ہوتا ہے کہ مدعی علیہ کو حق جرح مدعی کے گواہوں پر ہے۔ اس طرح ہماری قضا یورپ کے درجہ سے کم درجہ نہ ہوگی۔ اور ہم شاہد مدعی کے گواہ مدعی کی شہادت کو رد کرنے میں یہ سند پیش کرتے ہیں اور اس کا جواز اس طرح

لاتے ہیں کہ ہم جھوٹی گواہی کو سامنے دیکھ رہے ہیں یعنی اگر جھوٹی گواہی ہمیں معلوم ہو تو مدعی کے گواہ کی شہادت تو رد کرینگے مدعی علیہ کو حق دیتے اور مدعی علیہ کو جو حق جرح نہیں دیتا خواہ وہ کوئی ہو ہم قبول نہیں کرتے۔ اس معاملہ میں ہم کسی کی تاویل قبول نہیں کرتے خواہ کوئی ہو۔ تلاوت کردہ آیات سے ہم نے یہی سمجھا ہے۔ میرا استنباط مسئلہ ختم ہوا۔

اب ہم اس شریعت کی حکمت کے متعلق کلام کرتے ہیں۔ اور اس کا ماسبق سے ربط بیان کرتے ہیں

ہم گذشتہ مسئلہ میں پڑھ چکے ہیں کہ گذشتہ اقوام کی طرف اجتماعیت کے معاملہ میں رجوع واجب ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اقامت عدل کے متعلق دوسری اقوام اپنی قوم کی طرح قبول کریں ورنہ ہم سے اقامت عدل ممکن نہیں یعنی اپنی قوم کے علاوہ دوسری قوم پر اقامت عدل پر ہم قادر نہیں۔ پس جب ہمارا ارادہ یہ ہو کہ ہم ان پر حکم چلائیں تو انہیں ہم اپنے دارالقضا میں ضرور داخل کریں گے۔ کیوں کہ ہمیں مماثلت اور مساوات ثابت کرنا۔ خواہ یہ بوقت ضرورت ہی ہو۔ قرآن نے نص بیان کی ہے کہ وصیت کے وقت تم دو عادلوں کی گواہی ہونی چاہیے قرآن نے غیر قوم کی شہادت کو بھی بوقت ہماری شہادت کی طرح ٹھہرایا ہے۔ پس اس حجت سے ہماری قضا اجتماعیت عالمیہ کے لئے بھی معتبر ثابت ہوئی۔ اس طرح نفیس قانون پر قدرت ہوگی۔ اتساق تمام شد اور فصل رابع ختم۔

فصل خامس

تمام اقوام پر حکم چلانا صرف اللہ کو حاصل ہے۔ لہذا کوئی قوم اس اجتماعی قانون میں تحریف نہ کرے، یہ اجتماعی قانون تمام ادیان کے لوگوں میں ہے۔ شروع سے یوم قیامت تک۔ دینیات میں پہلی بات ایمان بحکم اللہ اور اسے تسلیم کرنا اس کے لوازم میں امپیریلزم کا ابطال امپیریلزم ملعون ہے۔ کیوں کہ اس کا مرجع یہ ہے کہ مرکز امپیریلزم سے کسی چیز کی مسولیت نہیں اور اس بات کا صرف اللہ ہی مستحق ہے۔ وہ وحدہ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسألون پس جب کوئی حکومت لوگوں کے نزدیک غیر مسؤلہ سمجھی جائے خواہ حکم الٰہی کی وہ حامل بھی ہو وہ فرعون اور ملعون حکومت ہے۔ دیانت یعنی دین داری کی بات اس بات کے منافی ہے اب کسی قوم کیلئے زیبا نہیں کہ وہ اس حکم کی تحریف کریں اور اپنے اندر کسی کو معبود سمجھ لیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ ہو جائے تو وہ گویا اللہ کے نام سے اپنی قومیت کو دوسری اقوام پر حاکم بنائیں گے اور یہ باطل ہے شروع سے (اول الامر سے) تمام رسولوں کی متفق علیہ تعلیم کے خلاف ہے۔ اس کا بیان ۱۰۹ سے ۱۲۰ تک ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ

جس دن اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں

لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ

تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم

مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰي وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ

مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی میں نے تیری

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ

روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب

عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ

سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب

تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـــَٔــةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا

تو بناتا تھا گارے سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں

فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ

تو ہو جاتا تھا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کر کھڑا کرتا تھا

وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

مردوں کو میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لے کر آیا ان کے پاس نشانیاں

فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا

اور جب میں نے دل میں ڈال دیا حواریوں کے ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر تو کہنے لگے

اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى

ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ

ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

مریم کے بیٹے تیرا رب کر سکتا ہے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا ہوا

مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے بولے

نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ

کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے اور مطمئن ہو جائیں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے

صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى

سچ کہا اور رہیں ہم اس پر گواہ کہا عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ

مریم کے بیٹے نے اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے

تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا

کہ وہ دن عید رہے ہماری پہلوں اور پچھلوں کے واسطے اور نشانی ہو تیری طرف سے اور روزی دے

وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ

ہم کو اور تو ہی ہے سب سے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے میں بیشک اتاروں گا وہ خوان تم پر

فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا

پھر جو کوئی تم میں ناشکری کریگا اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا

لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

جو کسی کو نہ دوں گا جہان میں

فصل کا مقصد تمام ہوا اور صرف اس ایک آیت میں یہ ظاہر ہو گیا۔ یعنی جب ہم آیت کے آخر حصہ میں رجوع کریں۔ للّٰہ ملک السموٰت والارض...... نذیر یہاں ایک شبہ ہے جو بنی اسرائیل کی ایک قوم کے پیش آتا ہے اس کا ازالہ مناسب ہے۔ نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح نے ان سے کہا میں خدا ہوں۔ او کما قالوا۔ اس عقدہ کا حل منظور ہے ۱۱۰ سے ۱۱۹ تک۔

اور مسئلہ انجیل کے صحیفوں سے ہم بیان کرتے ہیں۔ انجیل کے راویوں نے ذکر کیا ہے

مسئلہ عشاء ربانی

مسئلہ عشاء ربانی۔ متی۔ مرقس، لوقا۔ متی (۲۶ تا ۲۶) وہ اپنے مال میں سے کچھ کھا رہے تھے۔ یسوع نے روٹی لی اور برکت ڈالی اور توڑا اسکو اور اپنے شاگردوں کو دیدیا۔ اور فرمایا لو اور کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پیالہ لیا اور شکر پڑھا اور انہیں دیا کہا اس میں سے سب پیو کیونکہ یہ میرا خون ہے جو عہد جدید کے لئے ہے۔ اھ

مرقس میں ہے (۱۴ : ۲۲) وہ اپنے مال میں کچھ کھا رہے تھے۔ یسوع نے روٹی لی۔ برکت ڈالی توڑی اور ان کو دیدی فرمایا لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالہ لیا شکر پڑھا انہیں تمام شاگردوں نے اس سے پیا اور ان سے کہا۔ یہ میرا خون ہے۔ عہد جدید کے لئے کہ جو بہت آدمی خونریزی کریں گے اھ

لوقا میں ہے (۲۲ : ۱۵) جب وقت شام کا تھا بارہ رسول اس کے ساتھ تھے فرمایا مجھے خواہش ہے کہ تمہارے ساتھ کھاؤں (۱۵)

(۱۷) میں ہے پھر پیالہ لیا شکر پڑھا اور کہا اسے لو آپس میں تقسیم کر لو (۱۹) میں ہے روٹی لی اسے توڑا اور انہیں یہ کہتے ہوئے دیا کہ یہ میرا بدن ہے جو تم سے چھین لیا جائے گا۔ اسے میری یادگار بناؤ۔ اور اسی طرح پیالہ کے ساتھ کیا۔ اس شام کو۔ یہ کہا یہ عہد جدید ہے۔ جو تم میں سے سقا کی کرے۔ اھ

آج تک یہ عید صورت حق کے ساتھ نصاریٰ کے ہاں معمول ہے۔ یہ وہ دسترخوان (مائدہ) ہے جس پر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس میں سے مسیح کے ساتھ کھاتے ہیں تاکہ یادگار اور عید قائم رہے۔ اس طریقہ سے۔ یہ انجیل میں مذکور ہے۔ اس مائدہ کے متعلق ان سے سوال ہوا تھا۔ پھر اس میں برکت مسیح ہے۔ روٹی پانی کی صورت میں ممثل ہے۔ جب انہوں نے کھایا پیا دعوت اور اس کی برکت ان سب کو متصل ہوئی۔ اس برکت کا نزول مائدہ (دسترخوان) کو آسمان سے نازل شدہ بنا تا ہے۔ مسیح کی انہیں خبر دینا ہے کہ اس عہد کے بعد کیا کسی کے لئے ممکن ہے کہ وہ کہے مسیح حقیقۃً خدا ہے؟ ہرگز نہیں! اگر اس نے کوئی کلام کی ہے تو وہ گویا نزول رحمانی حجر بحث میں ہے۔ اور سیدنا عیسیٰ بن مریم کی زبان پر کلام کی ہے اس کے سمجھنے سے وہ قاصر ہیں جنہوں نے اس کی صحبت حاصل نہیں کی اس لئے وہ تحریف

کرتے ہیں اس تجلی کے ظہور سے جو کہ کمالات انسانیہ میں سے ہے اس سے کوئی شخص خدا نہیں بن جاتا۔
اور محققین کے نزدیک یہی بات ہے۔ کیوں کہ کوئی خدا کا رسول کا اس بات سے خالی نہیں۔ رب نے ہر کسی رسول کی زبان پر کلام کیا ہے۔ مگر کوئی اس طرح اِلٰہ تو نہیں بن گیا۔ اسیطرح مسیح بھی اللہ نہیں بن گیا یہ بیزاری ہے مسیح کی حالت سے اس حکم کے متعلق جو اسکے بعض اتباع نے تحریف کر دیا ہے۔ اللہ نے اس قصہ کے آخر میں یہ بیان کیا ہے اور شبہ کا ازلہ کیا ہے
قولہ اذ قال اللہ یٰعیسیٰ الخ اللہ نے اس کے احسان الی اللہ کا ذکر کیا ہے ۱۱۵ و ۱۱۶ تک اور اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھے

وَأُمِّيَ إِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِيْ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي

اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات

بِحَقٍّ ؕ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَ

جس کا مجھ کو حق نہیں اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو یہ ضرور معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور

لَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ؕ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا

میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بیشک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا میں نے

قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهٖ أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ

کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي

اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا

كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۱۱۷﴾

تو تو ہی تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو ہی ہے

أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِينَ

تو ہی ہے زبردست حکمت والا فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کے

صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ

ان کا سچ ان کے لئے ہے باغ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں گے

فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

ان میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی

الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ

کامیابی اللہ ہی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٢٠﴾

اور وہ ہے ہر چیز پر قادر ہے

ءأنت قلت للناس الخ یعنی اللہ نے تجھ پر یہ نعمتیں نازل کیں (یہ بیان ۱۱۰ تا ۱۱۳ ہے) ان انعامات کے عوض تجھ سے یہ ہوا؟ تو عیسیٰ جواب دیتے ہیں قال سبحانک الخ نیز علام الغیوب کی طرف عیسیٰؑ نے بات لوٹائی۔ جیسے کہ عام رسولوں کا طریقہ ہے (۱۱۶) میں ہے کہ ما قلت لهم الا ما امرتنی به الخ یہ بات ہے۔ اور عہد جدید جو لیلۃ العشاء الربانی ان سے لیا اس کے متعلق وکنتُ علیهم شهیدا مادُمت.... شهیدا تو جانتا ہے میری وفات کے بعد ان میں یہ خیال واقع ہوا۔ میرے وقت حیات میں اور میرے اصحاب کے وقت حیات میں ایسی کوئی بات نہ تھی۔

(۱۱۸) ان تعذبهم الخ اشارہ ہے کہ ان سے اجتہادی خطا ہوئی ہے (جیسا کہ فقہا جانتے ہیں) جیسے کہ معارف الہیہ کے باب میں ہے۔ کہ یہ خطا قابل بخشش ہے۔ خطا غلبہ سکریت و شدت محبت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ انہیں بخشش دی جائے گی۔ وان تغفر۔ جب امت غلطی سے خطا کرے تو نوع مسؤلیت کا تعلق ان کے ہی ذمہ ہے یہ ان تعذّبهم میں اشارہ ہے۔ تجھ پر اس غلبہ کا اعتراض نہیں ہو سکتا۔ تائب کی مثال حدیث میں آئی ہے۔ رجعت راجعة قال من شدة الفرح "انت عبدی وانا ربك" اللہ کا شکر کرے گا۔ اللہ نے مسیح کے جواب کے لئے کہا۔ هذا یوم ینفع الصّٰدقین صدقهم

قل یااہل الکتاب تعالوا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں انہیں اپنے کفر کی دعوت دی جارہی ہے۔ اس لئے وہ عمل میں متفرد اور بیر کوشش کریں اور ترقی کریں۔ اہل تورات و انجیل کی طرح صابیوں کو بھی دعوت ہے۔ دعوت ان میں مشترک ہے۔ یعنی ایمان باللہ ایمان بالیوم الآخر عمل صالح۔ اس میں صابی بھی شریک ہیں۔ اہل کتاب بھی شریک ہیں۔ تمام شریک ہیں۔ صور ایمانیہ کی تصویر اور تصویر دار آخرت کے معاملہ میں اگرچہ وہ بعض اشیاء میں اہل کتاب سے مختلف ہیں۔ قرآن صرف امر حق مشترک کی طرف دعوت دیتا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ ان الذین آمنوا ــــ ھادوا ــ ولاھم یحزنون۔

امام ولی اللہ نے تفصیلاً بیان کیا ہے کہ اختلاف معانی و حقائق کا حظیرۃ القدس میں قابل اعتماد نہیں۔ یعنی حظیرۃ القدس میں اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا۔

اس کی ایک مثال ہے ہے وہ یہ کہ حکماء کی ایک تمام وجود کو اللہ الحق میں بند کرتی ہے۔ لیکن وہ ایجاب کے قائل ہیں۔ اور ایک گروہ حصر تاثیر میں تو متفق ہے اور وہ ارادہ الٰہیہ کے قائل ہیں۔ حظیرۃ القدس میں دونوں برابر مقبول ہیں۔ کیوں کہ اصلاح انسانیت میں کوشش و قصد وہ تاثیر پر ہے فقط۔ اس طرح کی بہت سی مثالیں تطبیق میں وہ پیش کرتے ہیں (یعنی امام صاحب) میں نعمت رب کا شکر ادا کرتا ہوں اور بھی امام کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس طرح اس نے تطبیق مذاہب کر دی ہے۔ یعنی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ قرآن حق ہے۔ حقیقت قرآن پر یقین رکھتا ہوں۔ جو شخص تطبیق مذاہب تک نہیں پہنچا خواہ کسی طریقے سے بھی تطبیق مذاہب ہو خواہ امام ولی اللہ کے علاوہ کسی طریقہ سے ہو۔ بہر حال جو تطبیق ملل تک رسائی نہیں کر سکا میرے نزدیک وہ تصدیق کتاب اللہ میں اپنے آباء کی اتباع کرتا ہے فقط۔ قرآن اس معاملہ میں منفرد ہے۔ اس علم میں منفرد ہے تمام ملل کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ میرا یقین ہے اگر ملل کو یہ دعوت دی جائے اور اس کا انکار کریں تو وہ کافر ہیں اور وہ اس کا انکار کریں تو وہ کافر ہیں۔ اور یہ تحقیق اگرچہ آسان نہیں لیکن اللہ کی توفیق کا ہم شکر کرتے ہیں۔

اگر کوئی اس کی حب میں معذور تھا اور اپنے ایمان میں صادق تھا۔ تو اسے بخشا جائے گا۔ اگر کسی نے قتلو
کا تعمد و قصد کیا تو اسے اللہ عذاب دے گا۔

الصادقین۔۔۔۔ الفوز العظیم (۱۱۹) و (۱۲۰) للّٰہ ملک السمٰوٰت الخ

تتمہ

(۱۱۲) اذ قال الحواریون الخ اس کی تفسیر میں مفسرین نے خبط کیا ہے۔ ان ینزل
علینا الخ کی وجہ سے اور وانزلنا علیکم المن والسلوٰی (۵۷ بقرہ) کے
معنی سے غافل ہو گئے ہیں۔ بعض مقامات کے سمجھنے میں مفسرین غلطی کھاتے ہیں اس کے باوجود وہ تفسیر
قرآن ضرور کر چھوڑتے ہیں جب کسی جاہل کو مشکل پیش آتی ہے تو وہ مفسرین کی جہالت کو امر
ملت سمجھ لیتے ہیں یہ سب ان کی طرف مردود ہے اور کتاب اللہ بری ہے یہ مائدہ جو انہیں لیلۃ العشا
الربانی حاصل ہوا اس کی ہیئت یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اپنے بعض اصحاب کو عید فصح کھانے کا امر
دیتا ہے۔ والذی انزلہ الخ سے مراد یہ ہے کہ عیسٰیؑ نے رب سے دعا کی اللہ نے الہام کیا کہ وہ اپنے کسی
شاگرد کو حکم دے یا استجابت دعا ہے۔ اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین عیسٰی علیہ السلام
نے ان سے ارادہ کیا کہ وہ اس حالت میں اقامت تقویٰ کا عزم کریں جیسے کہ صحابہ حدیبیہ نے رسول پاک
صلی اللہ علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی یہی معنیٰ انتبا اللہ الخ کا ہے۔ جب حواری سمجھ گئے تو انہوں نے
کہا تو ارادہ کرتا ہے کہ یہ اس عزم کی تصویر ہو۔ گویا جماعت رجل واحد کے مانند ہے۔ عیسٰیؑ علیہ السلام
نے ان کے اقتراح کو قبول کیا۔ رب سے دعا کی (۱۱۴) اللّٰھم ربنا انزل یعنی اپنے بندوں کے دلوں پر
حظیرۃ القدس سے صورت نازل کر ذریعہ کر وہ ہمارے لئے عید جیسا کریں۔ جس کی ہمیں ضرورت ہے
قال اللہ انی منزلہا علیکم جب اقامت دین پر رجل واحد کی طرح عزم صمیم کی تصویر ہو گئی تو قسمت
یکفر الخ ان میں سے ایک نے مخالفت کیا۔ عیسٰیؑ علیہ السلام نے اس پر تنبیہ کی ہے انجیل میں یہ تمام باتیں بسط سے
مذکور ہیں ۔ اور وہ صاحب الجمل الاحمر کی طرح تھا۔ جیسے کہ حدیبیہ میں ایک منافق تھا۔ یہ واقعہ روایات صحاح
میں آیا ہے۔ تو اس واقعہ کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے غلطی کی ہے جب ہم ولی اللہ کی حکمت میں
اصطلاحات حکما کو سمجھتے تو تم واقعات آیات مائدہ ہمارے لئے بحمد اللہ آسان ہو گیا۔ امام نے
عشاء ربانی کی تاویل کے متعلق اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا کہ قول عیسٰیؑ سے مراد کہ حضرت امام نے اس قصہ کو صحیح

اعتراف کیا ہے۔ اس کے بعد ہم اس سے زیادہ ضرورت نہیں سمجھتے۔

واللہ الموفق الھادی والحمد للہ

تمت التتمۃ والسورۃ ایضاً

اللّٰھم ارحم علیٰ من سعی فی فہم کلامک الحکیم وتفسیرہ ای امامنا السید عبد اللہ الوف الف مرۃ ابداً ابداً واجعلنا فی مرتبتہ لاحقین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانعام

ہمارے نزدیک سورۃ انعام سے پہلے کی چار سورتوں کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ سورۃ بقرہؔ اور آل عمرانؔ میں سابقہ شریعتوں کی بحث ملتِ حنیفیہ کی وضاحت کے لئے ہے بایں صورت کہ جب ہم یہودیت اور نصرانیت میں واقع شدہ اغلاط کو حذف کردیں تو یہ دونوں آپس میں منطبق اور متحد ہو کر ملتِ حنیفیہ کی تفصیل اور شرح ہوں گی جس ملتِ حنیفیہ کا اجمال حضرت ابراہیمؑ سے حضرت یوسفؑ تک تھا جس کا درمیانی سلسلہ حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ ہیں۔

پھر تفصیلی سلسلہ یوں ہے ۱حضرت یوسفؑ سے حضرت موسیٰؑ تک ایک درجہ ہے۔ ۲۔ اور حضرت موسیٰؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک اور دوسرا درجہ ہوا۔ یہاں تک اسرائیلیۃ تمام ہو جاتی ہے۔ ۳۔ پھر حضرت عیسیٰؑ سے اسرائیلیۃ میں تعمیم ہو جاتی ہے اور اس میں اجتماعیت آجانے سے حنیفیۃ کی شرح بن جاتی ہے۔ جو باعتبار صورت اور شریعت کے شرح ہے۔

پھر یہ صورت اجتماعیت طبعیۃ پر قائم ہوتی ہے۔ اور اجتماعیت طبعیہ کے دو ستون ہیں النساء۔ المائدہ تو سورۃ نساء اور مائدہ اجتماعیت کی صورت میں بحث کی تکمیل کرتی ہیں تو ملتِ حنیفیۃ کی اجمالی شکل سورۃ فاتحہ میں ہے اور اس کی تفصیل صورت و شکل سورۃ بقرہ اور آل عمران میں ہے اور اس کی تفصیل معنوی سورۃ نساء اور مائدہ میں ہے۔

تو یہ پانچوں سورتیں گویا اس حنفیت کی شرح ہیں جو مؤمنین اور یہود و نصاریٰ اور ان ادیان کے بعد ماباقی لوگوں کو قرآن کے ذریعہ جمع کرتی ہے۔ مگر فرقہ صابئہ

وہ پانچ قومیں ہیں۔ مشرق میں اقوام ہند اور چین (۲) علاقہ وسطیٰ میں ایران جو معنی عمومی کے ساتھ توران کو شامل ہے۔ (۳) یونانی اور رومانی مغرب میں۔ اور ممالک باقیہ کے اطراف کے لوگ یا تو انہیں کے ساتھ ملحق ہیں یا وحشی قسم کے لوگ ہیں جو جانوروں کے ساتھ ملحق ہیں اور انسانی خصوصیات سے عاری ہیں لیکن ایران کے مجوسی صابئہ فرقہ سے پہلے کے ہیں۔ اور آج ہم جان رہے ہیں کہ یونان علم و حکمت میں آگے ہے۔ اور جب ہم نے تاریخ کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ یونان تو ایران کی ایک شاخ ہے اور ہند قدیم اور چین یہ دونوں ایسی اُمتیں ہیں جو دراصل اجتماعیت کے اعلےٰ درجہ پر تھیں۔ لیکن جب ان پر دورِ انحطاط آیا تو ہندو آریہ سماج ان دونوں پر آکر پیش قدمی لے گئیں۔ اور آریہ سماج ہندو اور مجوسی ایک ہی شئے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے قریب تر ہیں۔ اور یہی مسئلہ ایران و توران کا ہے۔ ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ بلکہ یہ دو قمیں اس طریق سے ایک دوسرے کے متقارب ہیں۔ اور ہمارے نزدیک تو صابئہ پر مجوس کا تقدم ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہم بواسطہ مجوس سورۃ انعام کو صابئہ کے حق میں بتاتے ہیں۔ اور سورۃ اعراف کو مستقل طور پر تمام صابئہ فرق کے بارے میں شمار کرتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کریم کی یہ چھ سورتیں تمام عالم کے ادیان کے مسائل کی جامع ہیں۔ پھر سورہ انفال اور توبہ میں اثبات حجت للعالم کے بعد جہاد بالقوۃ اور انقلاب کا بیان ہے۔ قرآن کریم کی یہ سات بڑی سورتیں پہلا باب ہیں۔

اب ہم سورۃ انعام کے بیان میں شروع ہوتے ہیں اور ہمارا موضوع کلام مجوس کے اصحاب ظلمۃ اور نور کے ساتھ ہے اور اسی کے ضمن میں صابئہ کی طرف عمومی توجہ کا رُخ ہوگا۔ ادیان صابئہ کے بارہ میں ہمارا مطالعہ دوسرے عام اہل علم کی نسبت ممتاز نوعیت کا ہے۔ جس کی بُنیاد حضرت امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ سے ہے پھر اس میں وہ معرفت وسیلہ ہوئی جو ہندو ادیان کی حقیقۃ کے بارہ میں ہمیں حاصل ہے

جس حنفیت کے خلافت بغداد پر غلبہ پالینے کے واسطہ سے یہ عالم اسلامی پر غالب ہوئے
دوسری تعبیر سے ہم یوں کہتے ہیں کہ خلفاء بغداد کو نصرت حاصل ہوجانے پر
حنفیت کو حکومت اور قوانین کے تقرر میں مرکزیت حاصل تھی۔ اور اس حنفیت
کو عجم کے ساتھ کئی وجوہ اور طرق سے تعلق ہے۔ پس وہ مذاہب جو عربوں سے پھوٹ
نکلے تھے۔ مثلاً مالکیت۔ شافعیت۔ حنبلیت۔ باقی تمام اقلیات سے مل کر جو حق پر
انہیں قلبی ایذاء ہوتی ہے وہ حنفیت کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے لیکن سیاسی
قوت چونکہ حنفیوں کو حاصل تھی تو یہ مذاہب مذکورہ مغلوب ہونے کے باوجود ہمیشہ
حنفیوں سے معارض رہے۔ ایسے سمجھ لیجئے کہ یونان اور رومان بمنزلہ حنفیوں کے ہیں۔
اور ایران اور ہند بمنزلہ مالکیہ اور شافعیہ سے ہیں جنہیں ہمیشہ سے ہی گمان ہے کہ وہ
یونان کے مقابلہ میں تمام علوم میں زیادہ حق دار ہیں لیکن سیاسی طاقت سکندر اعظم
کے زمانہ سے یونان کی امداد کرتی رہی ہے تو یہ علوم کے اعتبار سے برتری نہیں۔ جیسے
عام لوگوں کا زعم ہے۔ اسی وجہ سے ہم صابیہ پر مجوس کو متقدم مانتے ہیں۔ جو علاقہ
وسطی میں رہتے ہوتے دوسرے اطراف میں تعلق اور نسبت رکھتے۔ جیسے یونان
ورطوران اور ان کا آخر الامر میں برابر اور مساوی ہوجانا اس سے مانع ہے۔ کہ
ان کے اوائل کو بھی تقدم رہا ہے۔ یہاں تک مطالعہ تمام ہوا۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا اور اُجالا۔

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ

پھر بھی یہ کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کئے دیتے ہیں۔ وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو

طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ط وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ﴿٢﴾

مٹی سے پھر مقرر کر دیا ایک وقت اور ایک مدت مقرر ہے اللہ کے نزدیک پھر بھی تم شک کرتے ہو

وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ ط يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ

اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ۔ ایک حکیم اور دانا انسان اسی دروازہ سے اپنے رب کی معرفت تک پہنچ جاتا ہے۔ ہر ایک انسان طبعی طور پر جب زمین و آسمان کی تخلیق میں تفکر کرے تو جمیع دوائر میں نفوذ کرنے والی ایک تدبیر کا ادراک ہو گا۔ یہی تدبیر مستقرا غالب ٹھہرے گی جو اللہ رب العزت کی طرف راہ نمائی کر دے گی۔ الحمد للہ الخ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

پھر حکماء کے گروہ سے کوئی فرد حاذق اقدام کر کے اس تدبیر کے اصول کا استخراج و استنباط کر دے گا۔ جس سے فنِ حکمت کا ایک مذہب پیدا ہو گا۔ انہیں اصول کو میں نور اور ظلمات کا نام دیتا ہوں۔ یہ چیز چند شروط کے ساتھ

مَا تَكْسِبُونَ ﴿٣﴾ وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا

جو کچھ تم کرتے ہو اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر

عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٤﴾ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ فَسَوْفَ

کرتے ہیں اُس سے تغافل سو بیشک جھٹلایا انہوں نے حق کو جب اُن تک پہنچا سو اب آئی جاتی ہے

يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ

اُن کے آگے حقیقت اِس بات کی جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں کہ کتنی ہلاک

أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ

کردیں ہم نے اُن سے پہلے اُمتیں جن کو جما دیا تھا ہم نے ملک میں اتنا کہ

نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ

جتنا تم کو نہیں جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان کو لگاتار برستا ہوا اور بنادیں ہم نے نہریں

تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ

بہتی ہوئی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر اور پیدا کیا ہم نے اُن کے بعد

ہدایت کا ذریعہ بنے گی جب اُن کی رعایت کی گئی تو انسان اس کی برکت سے اللہ رب العزت کی معرفت میں مدارج عالیہ تک واصل ہو گا۔ پھر جب یہی معرفت نیباسی لوگوں میں سے جاہلوں کے ہاتھوں میں آگئی جو اپنے آپ کو دوسرے لوگوں پر برتر اور مقدم گردانتے ہیں تو یہی چیز بذریعہ تاسیس اصُولِ شرک متبدّل باشرک ہوجائے گی اور یہی فطرۃ انسانی سمجھی جانے لگے گی تو اس وقت امر حقیقت فاسد ہوکر رہ جائے گا۔

وجعل الظلمات والنور:۔ اب ہم صُورت اور مادہ کے مسئلہ کی طرف رجُوع کرتے ہیں صورت کا نفس کلیہ کی طرف ارتقاء ہوتا ہے۔

اور یہ ارتقاء تنزل نفس کے بعد وجُود منبسط سے تعبیر ہے اور یہی ارتقاء نور ہے

قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۶ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ

اور امتوں کو اور اگر اتاریں ہم تجھ پر لکھا ہوا کاغذ میں پھر چھولیویں وہ اس کو اپنے

بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا لَوْلَآ

ہاتھوں سے البتہ کہیں گے کافر یہ نہیں ہے مگر صریح جادو اور کہتے ہیں کیوں

اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸

نہیں اترا اس پر کوئی فرشتہ اور اگر ہم اتاریں فرشتہ تو طے ہو جاوے قصہ پھر ان کو مہلت بھی نہ ملے

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹

اور اگر ہم رسول بنا کر بھیجتے کسی فرشتہ کو تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور ان کو اسی شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا

اور بلاشبہ ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے تجھ سے پہلے پھر گھیر لیا ان سے ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے کہ

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

جس پر ہنسا کرتے تھے تو کہہ دے کہ سیر کرو ملک میں پھر دیکھو کیا

اور مادہ کی انتہا مثلاً پانی (ماء) کی طرف ہوتی ہے یہی ظلمت ہے تو مسئلہ نور اور ظلمت میں اور صورۃ اور ہیولیٰ اور مسئلہ نفس کلیہ اور نفس رحمانی میں فرق اعتباری یہی ہوں گے۔

پھر ہم نے ان مسالک کے جمع اور تطبیق و تحلیل کے لئے ان کلمات کی طرف بے حد غور و خوض کیا جو امام ولی اللہ رحمہ اللہ کی حکمت میں ہماری معتمد علیہ اصطلاح کے ساتھ توافق رکھیں تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک تجلی ہی معرفت حقہ کا ذریعہ ہے جس کا دو وجہ سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے (۱) یا متجلی کے لئے مرآۃ اور آلہ بنا کر (۲)، یا متجلی کی طرف ظہور نظر کے ساتھ پہلی صورت میں اسے تجلی کہا جائے گا اور وہی نور اور وہی صورۃ اور وہی نفس کلیہ اور جب اسے دوسری وجہ سے ملحوظ

عٰقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۞۱۱ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ

انجام ہوا جھٹلانے والوں کا — پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں — کہہ دے اللہ کا ہے

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ

اس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ — تم کو اکٹھا کرے گا قیامت کے دن تک کہ اس میں کچھ

فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞۱۲ وَلَهٗ مَا سَكَنَ

شک نہیں جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے — اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آرام

فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞۱۳ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

پکڑتا ہے رات میں اور دن میں اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا — تو کہہ دے کیا اور کسی کو بناؤں اپنا مددگار اللہ

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ

کے سوا جو بنانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا — اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا تو کہہ دے مجھ کو حکم ہوا ہے

اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞۱۴ قُلْ اِنِّيْٓ

کہ سب سے پہلے حکم مانوں — اور تو ہرگز نہ ہو شرک والا — تو کہہ میں

رکھا گیا تو وہ ظلمت کہلائے گی اور یہی مادہ اور ہیولیٰ ہے اور یہی نفس رحمانی ہے۔ حضرت امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے بالتصریح ذکر فرمایا ہے کہ نفس کلیہ اور نفس رحمانی ایک ہی شئے کے دو نام ہیں اور ان میں فرق صرف اعتباری ہے۔ اس طریق سے ہمارے لئے یہ تاویل آسان ہوئی۔ اور ہمیں یقین ہے کہ یہ ایسا فرق ہے جس کی تحقیق واذعان اور قبولیت پر خواص حکماء کے ماسوا کوئی قادر ہی نہیں ہو سکتا اور جب ان مسائل کو عقول عامہ کی طرف تفویض کیا گیا تو وہ غلطی کریں گے پھر جب غلطیوں کے باوجود ایک سیاسی سیادت اور لیڈری واضح ہو گی۔ جو ایسا دین متبوع ہو گا جس کی لوگ اتباع کریں گے یہی چیز ہے جس کے سبب سے صابئہ گروہوں میں شرک عام ہوا۔ بعض فلاسفر ایسے ہوئے جنہوں نے چند عقول کو قائم لذاتہا مان کر ثابت کیا

أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ مَنْ يُصْرَفْ

ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے ٹل گیا وہ

عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٦﴾ وَإِنْ

عذاب اس دن تو اس پر رحم کر دیا اللہ نے اور یہی ہے بڑی کامیابی اور اگر

يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يَمْسَسْكَ

پہنچادے تجھ کو اللہ کچھ سختی تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں سوا اس کے اور اگر تجھ کو پہنچادے

بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٧﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ

بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی کا زور ہے اپنے بندوں پر

وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿١٨﴾ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ

اور وہی ہے بڑی حکمت والا سب کی خبر رکھنے والا تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے

قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ

کہہ دے اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان اور اترا ہے مجھ پر یہ قرآن

کہ یہی مرجع کائنات ہیں۔ اور امام ولی اللہ رحمہ اللہ ہی وہ پہلے فلاسفر ہیں جنہوں نے عقول مجردہ کے وجودِ استقلالی کی نفی کر دی اور انہیں تجلّیات کے درجہ میں مانا جب فلاسفر نے عقول کے لئے اِستقلال کا اثبات کیا تو گویا انہوں نے شرک کی بنیاد ڈال دی۔ پھر ان فلاسفہ کے متبعین نے اپنے افکار کے لئے اپنے مدارج کے مُطابق انہیں کو راہ نُما بنایا کبھی شمس و قمر کی صُورت میں اور کبھی اشخاص روحانیہ کی شکل یا اشخاصِ ظُلمانیہ کے پر تو ہیں۔ یا کاملین افراد کے پتھر سی مجسمے اور صنم انہیں کے نام سے تراش کر اور قبریں بنا بنا کر جب ہم لوگوں کے ابتدائی افکار کی اصلاح کرینگے تو اولیٰ یہی ہے کہ یہ کل صُورتیں خطا کی طرف راجع ہوں گی اسلئے کہ اشیا نورانیہ اور رُوحانیہ اور ظاہر اللہ تعالیٰ الٰہ حق کیلئے خاص حالت میں سے ہر ایک حق کے لئے خاص حالت میں مثل

لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً

تاکہ تم کو اس سے خبردار کر دوں اور جس کو یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں

اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا

تو کہہ دے میں تو گواہی نہ دوں گا کہہ دے وہی ہے معبود ایک اور میں بیزار ہوں تمہارے

تُشْرِكُوْنَ ۝19 اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا

شرک سے جن کو ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں اس کو جیسے

يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝20

پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

اور اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر یا جھٹلا دے اس کی آیتوں کو

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝21 وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ

بلاشک بھلائی نصیب نہیں ہوتی ظالموں کو اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے ان لوگوں کو

تجلیات کے ہوں گی جبکہ ان اشیاء میں سے ہر ایک حق کے لئے مرآۃ ہو۔ بلکہ اللہ تعالےٰ مخلوقات میں سے ایک مخلوق۔ اور انسان کے لئے باقی مخلوقات پر ایک جزوی فضیلت ہے تو پھر کیوں نہ اس طریقہ سے خود انسان کو ہی حق کیلئے مرآۃ بنا لیا جائے۔ یہ ہے حنفاء کی اصلاح۔

لیکن جب والیانِ سیاست نے اپنے شرک و باطل پر اصرار کئے رکھا تو یہی معرفت ایک ایسی قوی ہستی بادشاہ کی طرف محتاج ہوئی جو مشرکین کی حکومتوں کی دیواروں کو دھڑام سے گرا دے یا ان حکومتوں پر وہ شہنشاہ غالب ہو جائے۔ اور یہ حقائق میں سے ایک حقیقت کے تحت ہی ہو سکتا ہے، تو اس طرح دین حنفاء ایک حقیقت بن کر سامنے آتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ سوشلزم ایک فلسفیانہ

لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾

جنہوں نے شرک کیا تھا کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم کو دعوے تھا

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾

پھر نہ رہے گا فریب ان کے پاس کوئی فریب مگر یہی کہ کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم نہ تھے شرک کرنیوالے

انْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

دیکھو تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں ان سے وہ باتیں جو بنایا

يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ

کرتے تھے اور بعضے ان میں کان لگائے رہتے ہیں تیری طرف اور ہم نے ان کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں

أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ

پردے تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ اور اگر دیکھ لیں تمام

آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ

نشانیاں تو بھی ایمان نہ لاویں ان پر یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے کو تو کہتے ہیں

نظریہ کے طور پر اجتماعیت اور سوسائٹی کے لئے پھیلا۔ ایک زمانہ تک اسی طرح رہا پھر یہ نظریہ حکومت کی تائید کا محتاج ہوا اور کسی حکومت کی تنظیم اور اس کا نظم و نسق حقائق کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا تو سوشلزم کے مؤیدین تجربہ شدہ حقائق کے استقراء کے ذریعہ سے اپنے نظریہ کے اثبات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب حقائق کی تنظیم میں (یعنی تجربات) ان کے فکر صلاحیت پذیر ہوئے تو ان میں ایک حکومت بنانے کی خوشی کا حدوث ہوا پس وہ فلاسفر جنہوں نے کمزوری اور بزدلی کا فیصلہ کرلیا تھا مثل ان حکومتوں اور سوسائٹیوں کے ہیں اس لئے ان کے پاس ان حقائق کی طرف کوئی استناد اور اعتماد نہیں جس کو سند مانا جائے تو انہوں نے اپنی بزدلی اور ضعف کا فیصلہ کرلیا اور لوگ کچھ زمانہ تک اسی طرح ان کی تقلید کرتے رہے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ

وہ کافر نہیں ہے یہ مگر کہانیاں پہلے لوگوں کی اور یہ لوگ

يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

روکتے ہیں اس سے اور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا

اور نہیں سمجھتے اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ کھڑے کئے جائیں گے وہ دوزخ پر پس کہیں گے

نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾ بَلْ

اے کاش ہم پھر بھیج دیئے جاویں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتوں کو اور ہو جاویں ہم ایمان والوں میں کوئی نہیں

بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا

بلکہ ظاہر ہو گیا جو چھپاتے تھے پہلے اور اگر کو بھیجے جاویں تو

لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا

پھر بھی وہی کام کریں جس سے منع کئے گئے تھے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے نہیں

لیکن جب اِس نظریہ کے ناصرین اس کو ایک حقیقت ثابت کر دکھلانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے پھر اس پر انہوں نے ایک حکومت قائم کر دکھائی تو وہ کمزور نہ ہوئے بلکہ وہ حکومت فائز المرام اور کامیاب نکلی ایسا کوئی نظریہ بھی ہو جب تجربات اور حقائق اسکی تائید میں ہوں تو وہ ایک ایسی حقیقت بن جاتا ہے جو مختلف مدعیانِ مذہب کی بحث و تفریق سے منہدم نہیں ہوتی۔ بلکہ ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں ایک حقیقت ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح ہمارا اس بارے میں ظن ہے کہ حنفیتہ پہلے پہل صائبہ گروہوں کے لئے ایک اصلاحی اور نظریاتی معرفت تھی اور یہ صورت حضرت نوح علیہ السّلام کے زمانہ سے تھی پھر ایک حقیقت بن کر نمودار ہوئی۔ جس کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام لے کر مبعوث ہوئے جس کے ذریعے انہوں نے صائبہ فرقوں کے

حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا

زندگی نہیں مگر یہی دُنیا کی اور ہم کو پھر نہیں زندہ ہونا اور کاش کہ تو دیکھے جس وقت وہ

عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْ

کھڑے کئے جائیں گے اپنے رب کے سامنے فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے اپنے رب کی فرمائیگا

قُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ

تو چکھو عذاب بدلے میں اپنے کفر کے تباہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ جانا

كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يَا

ملنا اللہ کا یہاں تک کہ جب آپہنچے گی ان پر قیامت اچانک تو کہیں گے اے

حَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى

افسوس کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی اور وہ اُٹھاویں گے اپنے بوجھ اپنی

ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا

پیٹھوں پر خبردار ہو جاؤ کہ بُرا بوجھ ہے جس کو وہ اٹھاویں گے اور نہیں ہے زندگانی دنیا کی مگر

مذاہب کے حقائق کی دیواروں کو بنیادوں سے گرا دیا پھر ہمارے اُوپر یہ بات آسان ہو گئی کہ حُنفاء اپنے نظریہ کے لئے قوتِ حقیقیہ کے جمع کرنے میں کوتاہی اور قصور کریں گے۔ اور صابئہ اپنے نظریہ کی تائید کے لئے قوئ حقیقیہ جمع کرلیں تو حنفاء پر غلبہ پا سکتے ہیں اور اس غلبہ میں ان کے نظریہ کی تصحیح نہیں بلکہ یہ غلبہ حقائق کا ایک حقیقتہ پر غلبہ ہو گا۔ اور یہ علم آخرے اور وہ علم آخرے البتہ نظریہ میں بحث صرف حنفاء ہی کی حق ہو گی۔

پھر ہم نے حنفاء میں سے ایسے بھی دیکھے جو ائمہ بنے ہوئے ہیں جن کی اتباع جاہل لوگ کیا کرتے ہیں اور وہ نظریہ صابئہ کی طرف رجُوع ہو رہے ہیں۔ اس لئے کہ وہ نظریات صابئہ سے حنفاء کے نظریہ کی تمیز کرنے پر قدرت نہیں رکھتے انہوں نے ایک کامل کو دیکھا کہ اللہ نے اس کے قلب میں خالص پتھر کے اندر تجلّی ڈالی تو اس

لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۗ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ اَفَلَا

کھیل اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے ۔ کیا تم نہیں

تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ

سمجھتے ہم کو معلوم ہے کہ تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں سو وہ

لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ

تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور جھٹلائے گئے

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا

ہیں بہت سے رسول تجھ سے پہلے پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر

حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ

یہاں تک کہ پہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں اور تجھ کو

جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ

پہنچ چکے ہیں کچھ حالات رسولوں کے اور اگر تجھ پر گراں ہے

حالت میں حنفاء اور صابئہ کے مابین متفق علیہ یہ تجلی الٰہی ہوئی ۔ لیکن اس حالت کے رفع ہو جانے کے بعد حنفاء اس کو تجلی نہیں بناتے اور صابئی اس کو مستقل طور پر اس کامل کی تجلی بناتے ہیں ۔ یہ صورت ان کی دیانت کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے ہے پس اس کامل کے جاہل پیروکار اس تجلی کو اس کی مستقل تجلی شمار کرتے ہوئے مبطلین صابئہ کے مٹانے پر بطور استدلال پیش کرتے ہیں ۔ یہ فرق نظریات میں بھی قائم اور موجود ہے ۔ لیکن یہ فرق کرنا کہ ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کا مذہب حقائق میں سے دراصل ایک حقیقت ہے تو یہ اس فرقہ کے ابتدائی دور کی تدقیق اور چھانٹ پھٹک کی طرف رجوع کا محتاج ہے ۔

جب قوتوں کا تصاعد اور چڑھاؤ ہوتا ہے تو ہیولی قوت اختیار کر لیتا ہے ۔ تو

إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ

ان کا منہ پھیرنا تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈ نکالے کوئی سرنگ زمین میں

أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ

یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لاوے ان کے پاس ایک معجزہ اور اگر اللہ چاہتا تو جمع کر دیتا

عَلَى الْهُدَىٰ ۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ

سب کو سیدھی راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں مانتے وہی ہیں جو

يَسْمَعُونَ ۘ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوا

سنتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرے گا اللہ پھر اس کی طرف لائے جاویں گے اور کہتے ہیں

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً

کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانیاں اس کے رب کی طرف سے کہہ دے کہ اللہ کو قدرت ہے اس بات پر کہ اتارے نشانی

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

لیکن اُن میں اکثر نہیں جانتے اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں

کلیات اور عنصریات اتنا منظم ہو جاتے ہیں کہ وہ قرب الی اللہ کا مرجع ہو جاتا ہے۔ تو نفوسِ ملکیہ اور عناصر۔ تو صابیۂ انتظام پذیر ہوئے اور انہوں نے اِس تنظیم کو توجہ الی اللہ کا ذریعہ بنا لیا۔ پھر درجہ بدرجہ بشر کے افراد کاملین نے حظیرۃ القدس کے ساتھ طوق کر لیا جو تقرّب الی اللہ کا مرجع ہے۔ جب حنفاء نے دیکھا کہ صابئی نظریات کا فساد حدِ کمال کو پہنچ چکا ہے تو انہوں نے ان ذرائع سے بالکلیہ اعراض کر لیا اور تقربِ الی اللہ کے ذریعے کو ایسا سمجھ لیا جیسے کاملینِ بشر تک پہنچنے کیلئے خالص پتھر کو واسطہ بنا لیا جائے تو یہ ایک حقیقت پہلی حقیقت کے مقابلے میں منظم ہو گئی لیکن پہلی حقیقت ساری کی ساری باطل نہیں ہوئی۔ اِس لئے نفوسِ افلاک اور عناصرِ تجلیات الالٰہیہ کی منبع آج کے دن تک اُسی طرح ہیں جیسے تھیں اِس کا

وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡہِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُکُمۡ ؕ مَا فَرَّطۡنَا فِی الۡکِتٰبِ

ورنہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو بازوؤں سے مگر ہر ایک اُمت ہے تمہاری طرح ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں

مِنۡ شَیۡءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّہِمۡ یُحۡشَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ

کوئی چیز پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے اور جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو وہ بہرے اور

وَّبُکۡمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضۡلِلۡہُ ؕ وَمَنۡ یَّشَاۡ یَجۡعَلۡہُ عَلٰی

گونگے ہیں اندھیروں میں جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے

صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۳۹﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتَکُمۡ اِنۡ اَتٰىکُمۡ عَذَابُ اللّٰہِ اَوۡ اَتَتۡکُمُ

سیدھی راہ پر تو کہہ دیکھ تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت

السَّاعَۃُ اَغَیۡرَ اللّٰہِ تَدۡعُوۡنَ ۚ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۴۰﴾ بَلۡ اِیَّاہُ

کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارتے ہو

تَدۡعُوۡنَ فَیَکۡشِفُ مَا تَدۡعُوۡنَ اِلَیۡہِ اِنۡ شَآءَ وَتَنۡسَوۡنَ

پھر دور کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو اگر چاہتا ہے اور تم بھول جاتے ہو

نتیجہ صرف صورت میں نکلا کہ صابئی لوگ اپنے نظریات کے فساد کی وجہ سے اس تقرب سے فقط محروم کر دیئے گئے۔ اگر یہ لوگ فساد سے اجتناب کریں اور فقط تجلیاتِ حقیقیہ کی طرف کریں تو یہ بھی حقانیت اور حقیقت پر ہوں گے لیکن حنفاء پھر بھی ان سے اوّلی ہوں گے چونکہ ان کا اعتماد فقط فطرۃ انسانیہ سلیمہ پر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صابئہ کو ایسے استدلالات کے تکلفات برداشت کرنے ہوں گے جن میں مشکل سے کوئی انسان صحیح سلامت بچ نکلتا ہے۔ تو اُن کا طریق تو ایس کلیہ ( )

میں قابلِ اعتبار نہیں ہوگا۔ ان میں مخصوص آدمی داخل ہو کر کامیابی کے ہم کنار ہو سکتا ہے تو مذاہبِ صابئہ کی قدر و قیمت وہی ہو گی جو اسلام میں مجتہدین کے مذہب کی ہے اس بیان و تشریح سے ظلمات و نور کے ساتھ عارفین کے درجہ اور رجوالہ کے ساتھ

مَا تُشْرِكُونَ ﴿٤١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ

جن کو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت سی امتوں پر تجھ سے پہلے پھر ان کو پکڑا ہم نے

بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ

سختی میں اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑاویں پھر کیوں نہ گڑگڑائے

بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

جب آیا ان پر عذاب ہمارا۔ لیکن سخت ہوگئے دل ان کے اور بھلے کر دکھلائے ان کو شیطان نے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

جو کام وہ کر رہے تھے پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی کھول

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ

دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے۔ یہاں تک کہ جب وہ خوش ہوئے ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں۔

بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ

پکڑ لیا ہم نے ان کو اچانک پس اس وقت وہ رہ گئے ناامید پھر کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی

یزدان اور اہرمن کا مستقلاً اثبات کر کے شرک کرنے والوں کے درجہ کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ہندو آریہ سماج میں مثلاً یہ لوگ رام اور کرشن متاخرین کے خیال میں اور شیو اور مشتا متقدمین کے خیال میں جو رجال کاملین ہیں ان کو شریعت اور تکوین کے منبع ہونے میں ذواتِ مستقلہ مانتے ہیں۔ انہوں نے ان کاملین کو تجلیات ماننے سے عدول کر کے ان کو اللہ تعالیٰ کے شرکا ربنا لیا ہے۔ اسی طرح یونانی مناطقہ اور فلاسفہ جو عقول عشرہ ثابت کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے شرکا ثابت کئے ہیں۔ بایں وجہ کہ اللہ تعالیٰ کی انہی مخلوقات میں جو تاثیرات ہیں۔ ان یونانیوں نے ان عقول کو تاثیر کنندہ مانا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اور مخلوقات کے مابین

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ

اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ

سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

تمہارے کان اور آنکھیں اور مہر کر دے تمہارے دلوں پر تو کون ایسا رب ہے اللہ کے

يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ

سوا جو تم کو یہ چیزیں لادیوے دیکھ ہم کیونکر طرح طرح سے بیان کرتے ہیں باتیں پھر بھی وہ کنارہ

يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً

کرتے ہیں تو کہہ دیکھو تو اگر آدے تم پر عذاب اللہ کا اچانک

اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ

یا ظاہر ہو کر تو کون ہلاک ہوگا۔ ظالم لوگوں کے سوا اور ہم رسول

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ

نہیں بھیجتے۔ مگر خوشی اور ڈر سنانے کو پھر جو کوئی ایمان لایا اور سنور گیا

یہ عقول کئی حجاب ہو گئے۔ اِس طرح یہ عقول عشرہ اُن کے ہاں مستقل شرکا بن کر ثابت ہوئے۔ لیکن ملّتِ حنفیہ والے ان کے وجود سے انکار نہیں کرتے بلکہ ان کو بھی تجلیات کے درجہ میں مانتے ہیں اگر ان کی طرف رب کا تنزّل ہوا ہے۔ اِس صورت میں یہ مذکورہ اشخاص کاملین وغیرہ تاثیراتِ ربّانی کے لئے حجاب نہیں ہوں گے اِس لئے مؤثر تو صرف اللہ حق ہوگا اس کے ساتھ اس تاثیر میں کوئی کسی وجہ سے اگرچہ شفاعت وسفارش کے ذریعہ سے ہو شریک نہیں نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی برگزیدہ انسان لیکن اگر اُن کی جانب ربّ کا تنزّل نہیں ہوا تو یہ اللہ کی مخلوق سے افراد مخلوق ہوں گے، یہ ہوا نظریات کا فرق۔ تو صابئی قدماء جو اصحاب نور اور ظلمت ہیں۔ یہ مثل حنفاء کے تھے اور نور ایک تجلّی محضہ۔ اور جس وقت یہ تجلّی نہ ہوتی تھی۔ تو

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝٤٨ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

تو ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝٤٩ قُلْ لَا أَقُولُ

ان کو پہنچے گا عذاب اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے تو کہہ میں نہیں کہتا

لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ

تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے

إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ

کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی پر چلتا ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے کب برابر ہو سکتا ہے

وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝٥٠ وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ

اندھا اور دیکھنے والا سو کیا تم غور نہیں کرتے اور خبردار کردے اس قرآن سے ان لوگوں کو جن کو ڈر ہے

يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ

اس کا کہ وہ جمع ہوں گے اپنے رب کے سامنے اس طرح پر کہ اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنیوالا

تو خود اسی شخص سے بوجہ ظلمت لوگ فرار کیا کرتے یعنی کوئی چیز بھی اس کا استناد اور سہارا نہ لیتی۔ ان کی نسبت حنفا، ان لوگوں کی مثل ہوئے۔ جو اپنے طریقہ کے مجددین ہیں لیکن جو لوگ ان کے بعد ہوئے یعنی متاخرین صابئہ جنہوں نے ذواتِ مستقلہ کا اثبات کیا اور اللہ تعالےٰ اور اس کی تاثیر میں ان کو حجاب بناڈالا یہ لوگ فارس، یونان، ہندوستان، توران، چین اور روم یعنی عرب اور حبشہ کے لوگ قرآن کریم کے نزدیک اُن قدماء صابئہ سے ان تمام کا درجہ میں مؤخر ہونا برابر اور مساوی ہے۔

ثم الذین کفروا بربھم یعدلون پس اس حجاب کا اللہ تعالیٰ اور اس کی تاثیر میں ثابت ماننا ربّ العزت کے ساتھ صریح کفر ہے۔ پھر اس سورت کی پہلی آیت سے چھٹی تک اس آیت کی جو ہم تلاوت کر رہے ہیں تفسیر و تشریح ہے۔

يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

تاکہ وہ بچتے رہیں • اور مت دُور کر ان لوگوں کو جو پُکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام

يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ

چاہتے ہیں اسی کی رضا تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے

حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ

حساب میں سے ان پر ہے کچھ کہ تو اُن کو دُور کرنے لگے پس ہو جاوے گا تو

مِنَ الظّٰلِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓا

بے انصافوں میں اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے بعضے لوگوں بعضوں سے تاکہ کہیں کیا یہی

اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ۗ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا۔ ہم سب میں کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا

بِالشّٰكِرِينَ ﴿٥٣﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ

شکر کرنے والوں کو اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتوں کے ماننے والے تو کہہ دے تو

ھو الذی۔ تمترون۔ ثم قضیٰ اجلا یعنی انسان کے تابع ہونے والے عنصریات جو طین (گارے) سے مجتمع ہوتی ہیں جیسے مٹی اور پانی اور ہوا۔ اور میں آگ کے عنصر رابع ہونے کو نہ تو تسلیم کرتا ہوں اور نہ اعتقاد رکھتا ہوں اگرچہ یہ بات حضرت امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے اتباع کی روش کے خلاف ہے۔ یہ کوئی اصولی مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ لوگ یُونانیوں کی نہج اور راستہ پر چل نکلے ہیں۔ جن کے افکار ابن سینا اور طوسی کے کلام میں ٹھہرے رہے لیکن ہم اپنے اس زمانہ میں ان یُونانیوں کے ساتھ بہُت سی اشیاء میں اختلاف کرنے کی طرف مضطر ہوئے ہیں اور یہ اختلاف امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے طریقہ سے خروج نہیں ہوگا۔ اور ہم نے اہل علم کے بعض ایسے ائمہ کو دیکھا ہے۔ جو ادراکِ حکمت میں تقدم رکھتے ہیں مثلاً ابن تیمیہ اور اُن کے اتباع میں سے ابنِ قیم

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ

سلام ہے تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی کرے

مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ

برائی ناواقفیت سے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیک ہوجاوے۔ تو بات

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ

یہ ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ کھل جاوے

سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

طریقہ گنہ گاروں کا تو کہہ دے مجھ کو روکا گیا ہے اس سے کہ بندگی کروں ان کی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَاۗءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا

جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر بےشک اب تو میں بہک جاؤں گا اور نہ رہوں گا

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ

ہدایت پانے والوں میں تو کہہ دے کہ مجھ کو شہادت پہنچی میرے رب کی اور تم نے اس کو جھٹلادیا

جو اپنی کتاب زاد المعاد میں آگ کے عنصر ہونے کا انکار کرچکے ہیں۔ پھر ہم اپنی طرف سے ایک دوسرے عنصر کی زیادتی کرتے ہیں جس کا نام ہندوؤں کے نزدیک آکاش ہے اور اس کا امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک عالم مثال کی تفسیر کی طرف رجوع ہے اور ہنود کے نزدیک عناصر کی تعداد پانچ ہے چونکہ وہ نار اور آکاش دو علیحدہ عناصر شمار کرتے ہیں ہماری دانست میں یونانیوں نے وہ نار جو قوتِ مثالیہ برقیہ ہے کی تعین میں اور اسکی تعبیر نار سے کرکے غلطی کی ہے لیکن ان کے مقابلہ میں ہنود کی کلام زیادہ واضح اور فصیح ہے۔ اور امام ولی اللہ رحمہ اللہ کی کلام اسی جانب رد کرنے سے اُن کی طرف اقرب ہوجاتی ہے۔ پس اگر ہمارے لئے نار مقدسہ برقیہ مثالیہ کے علاوہ ایک دوسری نار جو اس کی غیر ہوکا تسلیم کرلینا اگر جائز ہوجائے تو ہم اسے عنصرِ خامس مان لیں تو اس میں کوئی خلل واقع نہیں

مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ

میرے پاس نہیں جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے بیان کرتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ

اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے تو کہہ اگر ہوتی میرے پاس وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو. تو

لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ

طے ہو چکا ہوتا جھگڑا درمیان میرے اور درمیان تمہارے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو اور اسی کے

مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا

پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اور

تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ

نہیں جھڑتا کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اس کو اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب کتاب مبین میں ہے

ہوگا۔ یہ جسم جو مخلوق من العناصر ہے جس کی تعبیر طین سے کی گئی ہے۔

جس کی اللہ تعالے اجل مقرر کردی اور اس پہ اجل شخصی اور اجل نوعی کا ایزاد نہیں ہوتا۔ اور انسان فقط اس جسم مجرد سے عبارۃ اور تعبیر نہیں ہے۔ بلکہ یہ جسم اس انسان کیلئے ایک وقت محدود تک مثل مرکب ہے اور انسان درحقیقت نسمہ اور نفس ناطقہ سے مرکب ہے۔ تو اس کی اجل اجل اوّل کے مغایر ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے واجل مسمی عندہ یعنی عالم مثال اور حظیرۃ القدس میں اور یہ بات جمیع اوائل حکما کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ کہ جب انسان کے جسد طینی پر موت کا وقوع ہوتا ہے تو عالم مثال میں اسکی حیات اور ما تعلق بہ موجود رہتے ہیں۔ ثم انتم تمترون اپنے ائمہ کی قول کی حقیقت سے تمہاری غفلت کیوجہ سے جو اللہ تعالے کے حکم اور ملک کی تمثیل میں ہے۔ جس کو اس قولہ بیان کیا گیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ

اور وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں پھر تم کو

فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا

اٹھا دیتا ہے اس میں تاکہ پورا ہو وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے پھر اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے پھر خبر دے گا تم کو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ

اس کی جو کچھ تم کرتے ہو اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر

حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ

نگہبان یہاں تک کہ جب آ پہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ میں لے لیتے ہیں اس کو ہمارے بھیجے ہوئے

لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ

فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے پھر پہنچائے جائیں گے اللہ کی طرف جو مالک ان کا ہے ان کا سچا سن رکھو حکم اسی کا

وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے

وھو اللہ فی السمٰوٰت الخ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تنقید میں اور اس کے علم میں حجاب کی نفی کی طرف اشارہ ہے وَمَا تَاْتِيْهِمْ میرے نزدیک اس کا یہ معنی ہے ان کی طرف وہ اشخاص آئیں گے جو مسائل دینیہ کے علیٰ وجہہا عارف ہوں گے وہ اللہ جلّ شانہ اور اس کی مخلوق کے مابین حجاب کی نفی کو ثابت کریں گے اور یہ لوگ ان سے اعراض برتیں گے اور اُن کی طرف التفات تک نہیں کریں گے ۵ میں اس اعراض کی وجہ سے ان پر تہدید اور سرزنش کی گئی ہے کہ یہ اعراض ہی تکذیب کی جانب مُفضی ہوا ہے فقد کذبوا یہ تہدید ناموسِ ملی الٰہی کے موافق ہے جس کی طرف ۲ میں اشارہ ہے اولم یروا الخ فاھلکناھم بذنوبھم لوگ نہیں جانتے کہ انکی ہلاکت بوجہ اقتضا اسباب طبیعہ کے ہوتی ہے بلکہ وہ اپنے گناہوں کے سبب ہلاک ہوئے اور اسبابِ طبیعہ علّت نہیں تھے۔ اور ان اسباب کی تاثیر علیٰ وجہ العلۃ نہیں تھی۔ بلکہ یہ تاثیر ان اسباب طبیعہ

وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ

اور دریا کے اندھیروں سے اس وقت میں کہ پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چپکے سے کہ اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا

مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ

سے ہم ضرور احسان مانیں گے ۔ تو کہہ دے اللہ تم کو بچاتا ہے ۔ اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی

ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ

تم شرک کرتے ہو ۔ تو کہہ اسی کو قدرت ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا

اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف فرقے کر کے اور چکھا دے ایک کو

وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ

لڑائی ایک کی ۔ دیکھ کس کس طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ وہ سمجھ جائیں

يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ

اور اس کو جھوٹ بتلایا تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے تو کہہ دے کہ میں نہیں تم پر

کی تاثیر کے نتیجہ میں ہوتی جو اسباب طبعیہ ان ملائکہ مؤکلین علیہا سے ظہور میں آئے جنہیں ان کی ہلاکت پر حظیرۃ القدس سے مامور کیا گیا ہے۔ پس وسائط جب عام لوگوں سے پوشیدہ رہے تو انہیں گمان ہوا کہ یہ ہلاکت فقط اقتضاء طبعیت کی وجہ سے ہے۔ ان کے تامل اور غور و فکر قصور ہونے کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ الخ یہ اسباب طبعیہ قرن آخر کے انشاء پیدائش کا سبب بنے۔ پس یہ اہلاک و انشاء صرف اللہ تعالیٰ آلہ حق کی تاثیر سے ہوئے اور امور طبعیہ جہلاء کے لئے ہی حجاب ہوا کرتے ہیں۔ الفصل الثانی حنفا اور صابئہ مبطلین کے مابین فارق کے بیان کرنے میں وہ حظیرۃ القدس کا اثبات، تجلی علی العرش اور حاکم فی حظیرۃ القدس کا اثبات اور اس حظیرۃ القدس کے اثبات سے ارادۂ متجددہ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس ارادہ

بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿٦٧﴾ وَإِذَا

داروغہ ہر ایک خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور قریب ہے کہ اس کو جان لوگے اور جب

رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا

تو دیکھے ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جائیں

فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ

کسی اور بات میں اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد

الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ

ظالموں کے ساتھ اور پرہیز گاروں پر نہیں ہے جھگڑنے

حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَلَٰكِن ذِكْرَىٰ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِينَ

والوں کے حساب میں سے کوئی چیز لیکن ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے تاکہ وہ ڈریں اور چھوڑ دے

اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ

ان کو جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشا اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی زندگی نے اور نصیحت کر

کا اثبات حق سبحانہ کے لئے متاخرین صابئہ کے نزدیک نہیں ہے۔ لیکن حنفاء اس ارادہ کو اپنی معرفت باللہ کا مصداق بناتے ہیں یعنی یہ اپنے رب کی معرفت اس سے کرتے ہیں کہ وہ مُرید (یعنی ارادہ والا) ہے۔ اور رب کی معرفت بذریعہ ایجاب تو اس امر کو فقط اس کے خواص کی طرف تفویض کرتے ہیں۔ یہ نزاع مقامات نزاعیہ سے اہمیت کا حامل ہے پھر اس نزاع کے تابع کلام متجددہ کا اثبات ہے اور اس کے واسطہ سے حظیرۃ القدس جن کا حنفاء اثبات کرتے ہیں اور متاخرین صابئہ منکر ہیں۔ پھر نفس ناطقہ کی تاثیر کے ماتحت مقہور ہو کر جمعیت انسانیہ کے نسمہ کا حظیرۃ القدس کی طرف انجذاب (کھنچا چلا جانا) ہونا۔ حنفاء کے نزدیک متحقق ہے اور صابئہ اس کی بھی نفی کرتے ہیں۔ اور اسی انجذاب سے وصول الی الحظیرۃ القدس کے راستہ میں قبر اور حشر و نشر اور جنت و نار کا مسئلہ

بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ

ان کو قرآن سے تاکہ گرفتار نہ ہو جائے کوئی اپنے کئے میں کہ نہ ہو اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ سفارش

وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

کرنے والا اور اگر بدلے میں دے سارے بدلے تو قبول نہ ہوں اس سے وہی لوگ ہیں جو

اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ

گرفتار ہوئے اپنے کئے میں ان کو پینا ہے گرم پانی اور عذاب ہے دردناک

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۧ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا

بدلے میں کفر کے تو کہہ دے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا ان کو جو نفع پہنچا

وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي

سکیں ہم کو اور نہ نقصان اور کیا پھر جاویں ہم الٹے پاؤں اس کے بعد کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا ہم کو مثل

اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ

اس شخص کے کہ رستہ بھلا دیا ہو اس کو جنوں نے جنگل میں جبکہ وہ حیران ہے اس کے رفیق بلاتے ہیں اس کو

پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایک اصولی مسئلہ ہے۔ جس میں صابئہ اور حُنفاء باہم اختلاف رکھتے ہیں جس کا بیان عرب اُمیین کی لغت میں قرآن کریم کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے اور ان مسائل میں کسی انسان کے لئے تشفی و انشراح صدر ہو جانے کے بعد حنفاء اور صابئہ میں مطابقت پیدا کرنا اور باہمی تطبیق دینا کوئی دشوار نہیں رہتا۔ یہ وہ نظریات ہیں جن کا ہم نے امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰے کی حکمت سے استفادہ کیا ہے اور ہم اپنی فہم کے مطابق ان نظریات کو آیاتِ قرآنیہ پر ترتیب دیں گے۔ فصل ثانی میں الکلام المتجدد کی بحث ہوگی۔

ولو نزلنا علیک مشاہدہ تک پہنچ جانے کے بعد پھر وہ اس کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ وہ اپنے نظریات کی تاسیس میں خطا کار واقع ہوئے ہیں۔ انھوں نے تجلیات کے

إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ

رستہ کی طرف کہ چلا آ ہمارے پاس تو کہہ دے کہ اللہ نے جو راہ بتلائی ہے وہی سیدھی راہ ہے اور ہم کو حکم

لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ

ہوا ہے کہ تابع رہیں پروردگار عالم کے اور یہ کہ قائم رکھو نماز کو اور ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کے سامنے

تُحْشَرُونَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ

تم سب اکٹھے ہو گے۔ اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر اور جس دن

وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ

کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گا اسی کی بات سچی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن پھونکا جائے گا

فِي الصُّورِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٧٣﴾

صور جاننے والا چھپی اور کھلی باتوں کا اور وہی ہے حکمت والا جاننے والا

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي

اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو ٥ تو کیا مانتا ہے بتوں کو خدا۔ میں

نزول اثبات نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے الصادر الاوّل کے بعد ہر صدور پذیر کو الآہ حق کی تاثیر میں حجاب بنا ڈالا۔ ان کی شدت اور تعصب نے انہیں اپنے نظریہ پر لٹو بنا دیا ہے۔ اگرچہ محسوسات کے ذریعہ اُن کو غلط دیکھ لیں تو بھی ہرگز یقین نہیں کرتے اسی طرف ۷ میں اشارہ ہے پھر اپنے نظریات کی طرف لوٹ پڑتے ہیں اور اسی پر استدلال بالنظر کرتے ہیں۔ اسی طرف ۸ میں اشارہ ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ہماری نظر میں مَلک سے مراد الصادر الاوّل یا العقل الاوّل ہے۔ اس لئے وہ لوگ تجلی کا مصداق ہونا فقط صادر الاوّل کے لئے قبول کرتے ہیں۔

یہ بھی اُن کے خواص کے نزدیک ہے لیکن اُن کے عامۃ النّاس تو عقل اوّل کو حجاب مانتے ہیں پس مناظرات کی صورت میں عوام اپنے بعض ائمہ کے نظریہ سے تمسک

اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ

دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح گمراہ ہیں اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو

مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾

عجائبات آسمانوں اور زمینوں کے اور تاکہ اس کو یقین آجائے

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ

پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارہ بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ

قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ

غائب ہو گیا تو بولا میں پسند نہیں کرتا غائب ہو جانیوالوں کو پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾

پھر جب وہ غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو رب میرا تو بیشک میں رہوں گا گمراہ لوگوں میں

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ

پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا یہ سب سے بڑا ہے پھر جب وہ

کریں گے اگرچہ عدم مناظرہ کی حالت میں انہیں اس نظریہ پر یقین نہیں ولو نزلنا نفس کے خطیرۃ القدس کی طرف انجذاب کی جانب اشارہ ہے جس کی تحقیق یہ ہے کہ نفس جب تجرد میں اس درجہ تک داخل ہو جاتا ہے کہ خطیرۃ القدس میں اعلیٰ قوت کی طرف دیکھنے کے لئے قادر ہو سکے تو فوراً اس کی طرف منجذب ہو جاتا ہے۔ اس طرف اشارہ ہے لقضی الامر اور ۹ میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ حکمت بشریہ اس کی مقتضی ہے کہ ملک (فرشتہ) انسانی صورت میں ظاہر تاکہ اس سے اخذ کرنا فطرتاً آسان ہو جائے۔ ولو جعلناہ ملکا الخ درحقیقت ان کی غرض اس سے کلام اللہ کی (اللہ کی طرف سے صدور کلام کی) نفی ہے۔ پھر ان کے لئے ۱۰، ۱۱ میں تہدید کی گئی ہے ولقد سے المکذبین تک ۱۲ میں اللہ تعالیٰ کی طرف انسانیت کے

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ

ہو گیا بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں اُن سے جن کو تم شریک کرتے ہو میں نے متوجہ کر لیا اپنے مُنہ کو اسی کی طرف

فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿٧٩﴾ وَحَآجَّهٗ

جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا اور اس سے

قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا

جھگڑا کیا اس قوم نے بولا کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے ایک ہونے میں اور مجھ کو سمجھا چکا اور میں ڈرتا نہیں ہوں

تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ

ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو اس کا مگر یہ کہ میرا رب ہی کوئی تکلیف پہنچانی چاہے احاطہ کر لیا ہے میرے رب کے علم نے

عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٨٠﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا

سب چیزوں کا کیا تم نہیں سوچتے اور میں کیوں کر ڈروں تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے

تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا

اس بات سے کہ شریک کرتے ہو اللہ کا ان کو جس کی نہیں اتاری اس نے تم پر کوئی دلیل

جذب ہونے میں ان کے انظار و افکار کی توجیہ ہے اور یہ کہ یہی جذب انسان کے حق میں رحمت ہے یعنی یہ رحمت تو مستلزم ہے انزال کتاب کو تاکہ انسان علوم الالٰہیہ میں متمرّن اور مشّاق ہو جائے اور اس انجذاب کی استعداد پیدا کرے قُل لمن مَا فی السّمٰوٰت میں اسی طرف اشارہ ہے ۱۸ تک اس بارے میں تاثیر رحمت کا بیان ہے کہ جو انسان غیر اللہ کی طرف التفات ہی نہ کرتا ہو وہ رحمت سے اکثر و بیشتر مستفید ہوتا ہے وله ما سکن تا قوله الخبیر آیت ۱۸ تک بحث انجذاب کی تمامیت ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نزول کتاب کی ضرورت پر دوسری وجہ سے توجہ فرماتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام اُن کو ایک عمل کرنے کی طرف بُلاتے ہیں اور اس کے ترک پر اس کی سزا سے ڈراتے ہیں تو اگر یہ قدرت نبی علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوتی تو وہ اپنے دشمنوں کو سخت ترین سزا دیتے

فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨١﴾ الَّذِينَ آمَنُوا

اب دونوں فریقوں میں کون مستحق ہے دل جمعی کا۔ بولو اگر تم سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لے آئے اور نہیں

وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٨٢﴾

ملا دیا انہوں نے اپنے یقین میں کوئی نقصان انہی کے واسطے ہے دل جمعی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن

اور یہی ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی تھی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں درجے بلند کرتے ہیں ہم جس

نَّشَاءُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٣﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ

کے چاہیں تیرا رب حکمت والا ہے جاننے والا اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحق اور یعقوب

كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ

سب کو ہم نے ہدایت دی اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد میں سے داؤد

وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ ع

اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام والوں کو

لیکن یہ اعمال نبی کی جانب سے ان لوگوں کو عذاب کی اطلاع کے لئے ہیں۔ جو پوشیدہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر لوگوں کے لئے ظاہر نہیں کئے جاتے اور ہم اس امر متنازعہ فیہ کو جلی اور واضح کرتے ہیں۔ مجازات (سزائے اعمال) ایک ایسی قوت کے ذریعہ سے ہوا کرتی ہے جو کبھی نبی کے ہاتھ میں (قبضہ اور قدرت میں) نہیں ہوتی۔ اور یہ مجازات فقط اس قرآن کریم کی مخالفت پر ہوگی، تو کیا انسان مجبور نہیں ہو جاتا کہ اس قرآن اور اس قرآن کی مخالفت کرنے پر عذاب دینے والی ذات کے مابین اتصال حقیقی کو تسلیم کر لے تو ثابت ہو جاتا کہ یہ قرآن اللہ تعالٰے کا کلام ہے اور اس دعویٰ کی سچائی ظاہر ہوگی کہ مجازات اس قرآن کے ترک پر بھی واقعہ ہوگی۔ اور جس آدمی کو اس قرآن کی تبلیغ نہیں پہنچی، یہ سزا اس کو نہیں دی جائے گی۔ تو یہ اس پر دلیل ہوئی کہ قرآن اللہ تعالٰے

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۚ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمٰعِيلَ

اور زکریا اور یحیٰی اور عیسےٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمٰعیل اور

وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ

الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور ہدایت

اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى

کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور

صِرٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

سیدھی راہ چلایا یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے

مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾

بندوں میں سے اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا

أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِنْ يَّكْفُرْ بِهَا

یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں مکہ والے

صادر ہوا ہے۔ لہٰذا اہل علم پر واجب ہو جاتا ہے کہ اپنے نظریات میں تصرف کریں
تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کلام کا صدور ہونا صحیح ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ حق واقعی
ہے۔ لہٰذا ہم نظریات کو واقعات کے موافق بنائیں گے یہ جب ہو سکتا ہے کہ نزول تجلی
علی العرش اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اعتقاد ہو جائے یہ مثل دلیل اِنّی کے ہے جو
استدلال باثبات العلل من نتائجہا ہوتا ہے۔ اس طرف ع۱۹ میں اشارہ ہے قُلْ اَیّ
شیءٍ اکبر شہادۃ پھر جب ایسا شخص مخالفت کرے جسے قرآن پہنچ چکا ہے۔ تو
اللہ تعالیٰ ہی اسے پوری پوری سزا دیتا ہے تاکہ تمہیں تسلیم کرنا پڑے کہ قرآن اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ہے۔ ورنہ تم تسلیم کرو گے کہ ترک قرآن پر عذاب دینے والا اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی اور ہے تو اس صورت میں تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کئی الٰہ

هٰؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا

تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ایسے لوگ جو اُن سے

بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ

منکر نہیں یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو تو چل اُن کے طریقہ پر تو کہہ دے کہ

اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ع وَمَا قَدَرُوا

کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری یہ تو محض نصیحت ہے جہاں کے لوگوں کو اور نہیں پہچانا

اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ

انہوں نے اللہ کو پورا پہچانا جب کہنے لگے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی انسان پر کوئی چیز پوچھ تو کس

اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ

نے اُتاری وہ کتاب جو موسےٰ لے کر آیا تھا روشن تھی اور ہدایت تھی لوگوں کے واسطے

تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ

جس کو تم نے ورق ورق کرکے لوگوں کو دکھلا دیا اور بہت سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا اور تم کو سکھلا دیں۔

اُس کے شریک تسلیم کرلئے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے انکم لتشھدون الخ ہمارے نزدیک اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ مجازات بالعذاب کا علیٰ من بلغہ القرآن پر واقع ہونا لابدی امر ہے اور یہ دو وجوہ سے خالی نہیں (۱) اس قرآن کی مخالفت پر اللہ ہی عذاب دینے والا ہو۔ ہمارا مقصد یہی ہے (۲) تم یہ کہو کہ ترکِ قرآن پر عذاب دینے والا اللہ تعالےٰ کا غیر ہے تو اس صورت میں تم قرآن کو غیر اللہ کا کلام بناؤ گے لیکن تمہیں یہ کہنا لازم ہوگا کہ اس کون و وجود میں ایک ایسی ذات ہے جسے عقل ہے اور اسی کے ساتھ انسانیت کے لئے خطاب ہو رہا ہے پھر اسی کے لئے مجازات ہے ایسے شخص کی جو اس کی مخالفت کرے اور یہ ایسی مجازات ہے جس پر انسان کا کوئی فرد قدرت نہیں رکھتا تو تمہیں کسی قوۃ الآلہیہ کی طرف استناد کرنا ہو تو گیا تمہیں ایسے اِلٰہ کا قبول

تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ

جن کو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے تو کہہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے ان کو اپنی خرافات میں

يَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ

کھیلتے رہیں اور یہ قرآن کتاب ہے جو کہ ہم نے اتاری برکت والی تصدیق کرنے والی ان کی

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

جو اس سے پہلے ہیں اور تاکہ تو ڈرا دے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو اور جن کو یقین ہے

بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾

آخرت کا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز سے خبردار

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰي عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ

اور اس سے زیادہ ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر

يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓي اِذِ

وحی نہیں اتری کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اس کے جو اللہ نے اتارا اور اگر تو دیکھے

کرنا لازم نہ ہوا جو غیر اللہ تعالےٰ ہے اانکم تشھدون پس اگر تم اسی بات کے قائل بن جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ کلام نہیں کریں گے اس لئے کہ تم نے ایسے امر کا انکار کر دیا ہے جو کون و وجود میں امر بدیہی ہے مثلاً یہ کہ التاثیر لا یصدر الا من اللہ اور بصورت انکار تو اس کا وجود غیر اللہ سے ہوا لہٰذا تم نے آلھتاً اخریٰ کو وجود میں مان لیا اور یہ حکم کبھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا خواہ کہنے والا کسے باشد۔

اگر تم اس عذاب دینے والے کی تاثیر کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کرو اور اس معذب کو تاثیر عذاب میں اس اللہ کے امر و حکم کا عامل اور کارندہ بنا ڈالو تا کہ شرک منتفی ہو جائے تو تمہیں یہ بات لازماً ماننا ہو گی کہ اس کلام کے صدور میں بھی وہ غیر مستقل ہے بلکہ بامر اللہ الیہ ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت سے ہماری مراد یہی ہے۔ اس لئے محقق

الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا

جس وقت کہ ظالم ہوں موت کی سختیوں میں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو

اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اپنی جانیں آج تم کو بدلے میں ملے گا ذلت کا عذاب اِس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر

غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى

جھوٹی باتیں اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور البتہ تم ہمارے پاس آگئے

كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ

ایک ایک ہو کر جیسے ہم نے پیدا کیا تھا۔ تم کو پہلی بار اور چھوڑ آئے تم جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا اپنی

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ

پیٹھ کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والوں کو جن کو تم تبلایا کرتے تھے کہ ان کا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ

البتہ منقطع ہو گیا تمہارا علاقہ اور جاتے رہے جو دعوے کہ تم کیا کرتے تھے اللہ ہے

یہ ہے مجد من الکلام کا تحقق بواسطہ تجلّی علی العرش کے حظیرۃ القدس میں ہوتا ہے۔ اور تمام تجلیات کی تاثیریں ایک ہی مرتبہ پر ذاتِ حق کی طرف مستند ہوتی ہیں ۲۵ میں الّذین اتینا ھم الکتاب آیاتِ الٰہیہ اور قرآن کا نزول اقامتِ عدل کیلئے ہی ہوا ہے۔ فمن افترٰی علی اللّٰہ پس کیا ایسا شخص ظالم نہیں ہے اور ہر دونوں مفتری علی اللّٰہ اور مکذب بآیات اللّٰہ ظلم میں برابر ہیں جب حکیم لوگوں پر اقامت عدل کے لئے ہی تقدم حاصل کرتا ہے تو اس قرآن کی کیسے تکذیب کر سکتا ہے اور کیا ظلم کو پسند کر سکتا ہے اور یہ تشدید مخاطب کی طرف راجع نہیں کہ وہی ظالم اور سزا یافتہ ہے بلکہ اگر متکلم مفتری علی اللّٰہ ہوا تو یہ اسکی طرف بھی راجع ہے تو ان نتائج میں نظر کریں۔ جو ایسے شخص پر آرہے ہیں جس کا ظلم ثابت ہوا انہ لا یفلح الخ یہ آیت ۲۱ کا حاصل ہے پھر ہم اس طرف اشارہ کر چکے ہیں

اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰىؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّؕ

کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے والا ہے زندہ سے مردہ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ

یہ ہے اللہ پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی کا اور اس

سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًاؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾

نے رات بنائی آرام کو اور سورج اور چاند حساب کے لئے یہ اندازہ رکھا ہوا ہے زور آور خبردار کا

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِؕ

اور اسی نے بنا دیئے تمہارے واسطے ستارے کہ ان کے وسیلہ سے راستے معلوم کرو اندھیروں میں جنگل اور دریا کے

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ

البتہ ہم نے کھول کر بیان کر دیئے پتے ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں اور وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ

کیا ایک شخص سے پھر ایک تو تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھی جانے کی جگہ البتہ ہم نے کھول کر

کہ اگر قرآن کو کتاب اللہ تسلیم نہ کیا گیا تو شرک لازم ہے تو ۲۲، ۲۳، ۲۴ آیات میں فقط شرک کی کمزوری و ثقافت کا بیان ہے ویوم نحشرھم یہ درجہ عالیہ اُن کے لئے ہے جو قرآن کے کلام اللہ ہونے کے منکرین ہیں پھر ایک درجہ اس سے پست ترین اُن لوگوں کا ہے جو مکذبین ہیں یہ احاطہ مقاصد پر قادر ہی نہیں اسی وجہ سے انکار کرتے ہیں آیت ۲۵ تا ۲۸ میں اسی طرف اشارہ ہے ومنھم من یستمع الیك الخ گویا وہ ارادہ تو ہی رکھتا ہے کہ سمجھ جائے لیکن اس علم عالی کے اخذ کی قوت اس میں موجود نہیں ہے اسی کیفیت کے بیان کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں وجعلنا علی قلوبھم الخ یہ طائفہ ادراک حکمت پر قدرت ہی نہیں رکھتا بلکہ اُن کے مدرکات کی غایت یعنی جو کچھ وہ اس سے ادراک کرتے ہیں وہ یہ ہے یقول الذین کفروا الخ اگر وہ توجہ دیں تو خود بھی دور

لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ

سُنا دیئے پتے اس قوم کو جو سوچتے ہیں اور اسی نے اتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے

نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا

اُگنے والی ہر چیز پھر نکالی اس میں سے سبز کھیتی جس سے ہم نکالتے ہیں دانے

مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ

ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے اور انگور کے باغ

اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا

اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی دیکھو ہر ایک درخت

اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

کے پھل کو جب وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کو ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٩٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ

والوں کے ۔ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے شریک جنوں کو حالانکہ ان کو پیدا کیا اور تراشتے ہیں اس کے

ہوں گے اور لوگوں کو بھی منع کریں گے اس طرح جو کفر لوگوں کو منع کرنے کی وجہ سے اُن کی طرف آئے گا وہ سخت ترین ہوگا۔ ولو تریٰ الخ یہ طائفہ ثانیہ ہے یہاں تک قرآن میں بواسطہ تجلی کلام متجدد (یعنی وہ کلام جسے جدید لباس پہنایا گیا ہے یا نیا لباس پہنے ہوئے ہے) کے طریق سے بحث تھی ختم ہوئی (الفصل الثالث) اللہ تعالیٰ کی طرف نفوس کے انجذاب ہونے کے بیان میں یعنی جمیع اُمورِ آخرۃ جن کا حظیرۃ القدس سے انبعاث ہوگا۔ اِن ھی حیاتنا۔ بلقاء اللہ انسان کے قلب میں بعض ایسے معاملات کا اقتضاء موجود رہتا ہے۔ جن کے متعلق اُسے یہ کبھی پسند نہیں کہ اپنے رب کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ ان کا مُعاملہ کرے لیکن جب انسان کو یہ قُدرت ہی نہیں کہ اپنے رب کو دیکھ سکے تو وہ اپنے اس اقتضائے کو پورا کرنے سے محرُوم رہ جاتا ہے لہٰذا اسے خسارہ ہوا لیکن اللہ

بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ

واسطے بیٹے اور بیٹیاں جہالت سے وہ پاک ہے اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ

نئی طرح پر بنانے والا آسمان اور زمین کا کیونکر ہو سکتا ہے اس کے بیٹا حالانکہ اس کے کوئی عورت نہیں اور

كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

اس نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے نہیں ہے کوئی معبود سوا اس

خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ

کے پیدا کرنے والا ہر چیز کا سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے نہیں پا سکتیں اس کو

الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ

آنکھیں اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف اور خبر دار ہے تمہارے

جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ

پاس آ چکیں نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے پھر جس نے دیکھ لیا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے

کی رحمت عامہ ایسی ہے کہ کسی سائل کو رد نہیں کرتا اور یہ انکار اس کی کوتاہی ہے۔ قد خسر الذین۔ المرسلین جاہلین کا اعراض ان امور سے جن کے اخذ وحصول پر وہ قدرت نہیں رکھتے تھے جمیع انبیاء اور مرسلین کی امتوں میں عام رہا ہے کسی نبی کیلئے ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسے کوئی ایسا انسان رسوا کر سکے جو نافذ الحزیمت ہے جو اپنی سعی سے پیش کردہ مشکل کو حل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن فطرۃ کی تبدیلی پر تو کسی کو قدرت ہی نہیں لہٰذا اس میں سعی کرنا اللہ تعالےٰ کی حکمت سے جہالت کی دلیل ہے اسی طرف اشارہ ہے وان کان کبر۔ یرجعون جب ہم نے فرض کر لیا کہ بنی انسانوں کے کسی ایک گروہ اور طائفہ کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے نہ کہ کل انسانیت کی تکمیل کیلئے تو ہمارے نظریہ پر کوئی اشکال نہیں ہوگا پھر آیت ۲۷ سے ۵۰ تک مکذبین کا تذکرہ اور ان کی تہدید کا ذکر ہے اور اس کی تذکیر ہے کہ اللہ تعالےٰ پر اعتماد باندھیں حسبنا اعتماد علی اللہ انکی

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا

نقصان کو اور میں نہیں تم پر نگہبان اور یوں طرح طرح سے سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور تاکہ وہ کہیں کہ

دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ

تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں اس کو واسطے سمجھ والوں کے تو چل اس پر جو حکم تجھ کو آوے تیرے

رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

رب کا کوئی معبود نہیں سوا اس کے اور منہ پھیر لے مشرکوں سے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ

مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾

شرک نہ کرتے اور ہم نے نہیں کیا تجھ کو ان پر نگہبان اور نہیں ہے تو ان پر داروغہ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ

اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو

عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ

بے ادبی سے بدون سمجھے اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو پھر ان سب کو اپنے رب کے پاس

طبیعت بن چکی تو امورِ آخرۃ میں بھی فقط اللہ تعالےٰ پر ہی اعتماد کر کے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایمان لائیں گے۔ یہ ایک طویل بحث ہے۔ اور ممکن ہے کہ خواص کو یہ بات کھٹکے کہ اس صورت میں آیات کا اتساق و ربط منقطع ہے لیکن اگر ہم نے پڑھا وانذر به الذین یتقون تو ہمیں معلوم ہوا کہ سوق کلام تو اسی کے لئے ہی ہے۔ ایک گروہ ایسا بھی ہے جسے انذار سے انتفاع نہیں ہوا ان کی تفصیل سے بحث کی جائے گی تو یہ بحث اُن کے لئے بھی نفع مند ثابت ہو گی جن کے قلوب میں انذار کی قبولیت موجود ہے۔ ایسے ہی اس سے بعد کی آیات اسی فکر کی تائید کرتی ہیں۔ آیت ۵۲ میں ولا تطرد الذین ۔ وجهه عام مفسرین نے اس کی یہ تفسیر کی ہے۔ یریدون وجهه بالرضا لیکن ہم اس آیت کو اپنے ظاہری معنی پر رکھتے ہوئے یہ تفسیر کہتے ہیں یریدون وجهه بالرؤیته یعنی

فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ

پہنچنا ہے تب وہ جتلادے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے ۔ اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے

لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ

کہ اگر آوے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لاویں گے ۔ تو کہہ دے کہ نشانیاں تو اللہ کے

أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا

پاس ہیں اور تم کو اے مسلمانو کیا خبر ہے کہ وہ نشانیاں آویں گی تو یہ لوگ ایمان لے ہی آویں گے ۔ اور ہم اُلٹ دیں گے ان کے دل اور

لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١٠﴾ وَلَوْ أَنَّنَا

اُن کی آنکھیں جیسے کہ ایمان نہیں لائے نشانیوں پر پہلی بار اور ہم چھوڑ رکھیں گے اُن کو اُن کی سرکشی میں بہکتے ہوئے

نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ

اور اگر ہم اتاریں اُن پر فرشتے اور باتیں کریں اُن سے مُردے اور زندہ کردیں ہم ہر چیز کو

شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ

اُن کے سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن ان میں اکثر

اس کی رؤیتہ کا ارادہ کئے ہوئے ہیں اور لوگوں کے ایک طائفہ کی ایسی ہی جبلت بنائی گئی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تجلیات کا نزول ہوا کرتا ہے ما من حسابك ۔ الظالمین ان کا تعلق تیرے ساتھ نہیں وہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ اور ایسے ہی آیت ۵۳ و ۵۴ میں انہیں کا ذکر کیا گیا ہے وکذلك فتنا الی قولہ بالشاکرین ہ واذا جاءك الذین یعنی انسان اللہ تعالیٰ کی رؤیتہ سے جاہل ہو کر عمل کرتا رہا ہے حکماً اس جیسا درجہ فقط مقدس انسانوں کے لئے ثابت کرتے ہیں لیکن قرآن عظیم نے ہر اس انسان کو جو خطا سے تائب ہوا مقدسین کی مانند بنایا ہے اور ہم نے دیکھا کہ انسانیت جہاد کے ذریعہ ان تائبین سے بڑھ جاتی ہے یہ تعلیم انسانیت پر اللہ تعالیٰ کی برکت اور رحمت ہے ۔ آیت ۵۵ میں اور اسی طرح مجددین کے سبیل اور راستہ کی طرف تفصیلی واقفیت

يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ

جاہل ہیں اور اسی طرح کر دیا ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن شریر آدمیوں کو

وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ

اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی باتیں فریب دینے کیلئے اور اگر تیرا رب

رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ

چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ اور اس لئے کہ مائل ہوں

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿١١٣﴾

ان ملمع کی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل جن کو یقین نہیں آخرت کا اور وہ اس کو پسند بھی کر لیں اور کئے جائیں جو کچھ

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا

بُرے کام کر رہے ہیں سو کیا اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ اسی نے اتاری تم پر کتاب واضح

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے ٹھیک

کراتے ہیں۔

تمت الفصل الثالث

الفصل الرابع (چوتھی فصل) آیت ۵۶ تا ۷۳: صابئہ کے باطل گروہ جب اپنی جہالت پر اصرار کرتے رہیں اور لوگوں کو ایسی اشیاء کے لزوم کے ذریعے شرک کی دعوت دیتے ہوں جن اشیا کا وہ خود التزام نہیں کرتے تو قرآن عظیم اُن کی ایسی مطاوعۃ اور اتباع سے نہی کرتا ہے۔ بدیں صورت حنفاء کی طرف دائمی ضرورت متحقق ہو جاتی ہے یہ فصل گویا فرق صابئہ سے حنفا کی طرف انتقال ہی ہوا اور اسی طرف آیت ۵۶ میں اشارہ ہے۔ قل انی نہیت الی المہتدین قل انی علی الی الفاصلین تا آیت ۵۸ جب ان دونوں جماعتوں میں مقاطعہ اور لاتعلقی حاصل ہوتی تو آخر الامر اس وقت میں قتال ہی ہوگا لیکن یہ حکم قتال اہل ایمان کیلئے قوۃ کی دلیل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی مستقبل میں اس کا فیصلہ کریں گے یعنی اہل ایمان غلبہ کی اُمید

فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا

سو مت ہو تو شک کرنے والوں میں سے — اور تیرے رب کی بات پوری سچی ہے اور انصاف کی

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ

کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو اور وہی ہے سننے والا اور جاننے والا — اور اگر تو کہنا مانے گا اکثر ان

فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ

لوگوں کا جو دنیا میں ہیں تو تجھ کو بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر اور سب

هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ

اٹکل ہی دوڑاتے ہیں — تیرا رب خوب جاننے والا ہے اس کو جو بہکتا ہے اس کی راہ سے اور

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

وہی خوب جاننے والا ہے ان کو جو اس کی راہ پر ہیں۔ سو تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اگر تم کو

بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ

اس کے حکموں پر ایمان ہے — اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے کہ جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا

باندھے ہوئے ہیں باقی رہا مسئلہ کی وضاحت تاکہ اس انقطاع کا عذر بنے وہ میسّر ہو چکا ہے جیسے اس فصل میں واضح اور بین فرق سے آرہا ہے۔ آیت ۵۹ سے ۶۵ تک اللہ تعالیٰ کے علم محیط اور قدرتِ قاہرہ کا بیان ہے یعنی حق کی نصرت اور اعانت پر یہ ایسی بات ہے جسے ہر انسان جانتا ہے اور باطل میں صرف وہی واقع ہوتا ہے جو اقامت اور ٹھہرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس اللہ تعالیٰ اپنے علم تام اور محیط اور قدرتِ قاہرہ سے متصف ہوتے ہوئے اس سے باطل کی نصرت اور امداد ہو ہی نہیں سکتی۔ آیت ۶۶ میں اس دعوتِ قرآنیہ کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے وکذب بہ قومك الی سوف تعلمون یہاں مقاطعہ کی تصریح کر دی گئی ہے آیت ۶۸ تا ۸۱ میں بھی اس مقاطعہ کی تصریح ہے۔

واذا رأيت الی مع القوم الظالمين ٥ لرب العالمين الی تحشرون ٥ هو الذی الی

عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا

اور وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے۔ مگر جب کہ مجبور ہو جاؤ

اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ

اس کے کھانے پر اور بہت لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ

تیرا رب ہی خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا

إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾

جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب سزا پائیں گے اپنے کئے کی

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ

اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا اور یہ کھانا گناہ ہے اور

الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ

شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا تو

ھوالحکیم العلیم ان سے مناطقہ کو اپنے غلبہ کا جواز بنانا تحریف ہے۔ چوتھا فصل تمام ہوا یہ فصول صابیہ فرق کی تعریف میں مثل تمہید تھے۔ پھر ضرورت الی الحنیفۃ کی تحقیق تھی۔ آیت ۸۴ سے انبیاء کے ساتھ اُن کی نسب کا بیان تھا۔ باب اوّل تمام ہوا۔

الباب الثانی فی الانتقال الی الحنیفۃ والباب الاوّل اربعۃ فصول فی الادیان الصابئۃ

الفصل الاوّل: ائمہ حنفاء سے پہلے امام حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے باپ فرق صابیہ کے ائمہ میں سے تھے۔ حنیفت درحقیقت صابئیت فاسدہ کے رد و تردید کر دینے اور صابئیت اُولی کی تجدید کا نام ہے۔ انسانیت کے لئے وہ صحیح بنیادیں جو صابئیت نے رکھی تھیں انہیں حنفاء نے باطل نہیں کیا بلکہ جوں کا توں رکھا۔ انسان عام حیوانوں کے

إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾ أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا

تو تم بھی مشرک ہوئے بھلا ایک شخص جو کہ مُردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے

لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا

اس کو دی روشنی کہ لیئے پھرتا ہے اس کو لوگوں میں برابر ہو سکتا ہے اس کے کہ جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے

كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا

اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا اسی طرح مزین کر دیئے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام اور اسی طرح کئے ہیں ہم

فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ

نے ہر بستی میں گنہ گاروں کے سردار کہ حیلے کیا کرتے ہیں وہاں اور جو حیلہ کرتے ہیں سو اپنی

إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ

ہی جان پر اور نہیں سوچتے اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں

حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ

کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جائے ہم کو جیسا کچھ کہ دیا گیا ہے اللہ کے رسولوں کو اللہ خوب جانتا ہے

درجہ سے ارتقاء کرنے کے بعد اس انسان کے اذکیاء افراد نے علم الحساب کا استنباط کیا جس سے فلکیات کی طرف انہوں نے رجوع کیا۔ پھر ان لوگوں نے علم طب کا استنباط کیا۔ دین صابیہ کے لوگوں نے ان فنون کا استنباط کر کے انسانیت پر احسان عظیم کیا ہے۔ پھر وہ آیات جو فن مابعد الطبیعۃ میں ارتقاء کے لئے ہیں۔ انہیں یا تو فن حساب سے اخذ کیا جا سکتا ہے یا فلکیات سے اس کے بعد ارضیات سے اور انسان بالتدریج ان فنون کے ذریعہ ایسی تدبیر کے وجود کا یقین کر لیا۔ جو آسمانوں اور زمین کو پوری محیط ہے اور علم النفس میں یہ بات مقرر اور ثابت ہو چکی ہے کہ نفس میں کسی شئے کی استعداد نہیں دوسرے لفظوں میں نفس کسی شئے کیلئے مستور نہیں اور اسکی مبادی میں اس نفس کیلئے کوئی شئے نہیں جسکی طرف یہ خود راہ یافتہ ہو کبھی اہتدا نہیں پاتا۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام اور حکماء کاملین ہی انسانیت کے فطری اور جبلی امور میں نمو ہوتے ہیں۔ مذکورہ

رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ

اس موقع کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام عنقریب پہنچے گی۔ گنہ گاروں کو ذلت اللہ کے ہاں اور عذاب سخت

بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ

اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے سو جس کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اس

لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

کے سینے کو واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے کر دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

بے نہایت تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہے۔ آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان نہ لانے

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا

والوں پر اور یہ ہے رستہ تیرے رب کا سیدھا ہم نے واضح کر دیا

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ

نشانیوں کو غور کرنے والوں کے واسطے انہی کے لئے ہے سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہاں

دونوں قسم کے افراد سے بمقابلہ اغیار فطرت کا اظہار کثرت سے ہوتا ہے اور لوگوں کیلئے حجت بنتی ہے کہ یہی اُن کی فطرت ہے پس حکماء نوع انسانی کو اس درجہ تک پہنچا دیتے ہیں پھر ایک نبی مبعوث ہوتا ہے جس کی طبیعت میں فطرت پہلے درجہ کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ پر ظاہر ہوتی ہے تو طبیعت سافلہ (گھٹیا درجہ کی) اپنے درجہ سے زائد تر مرتبہ کا انکار کر دیتی ہے لیکن طبیعت متوسطہ (درمیانہ درجہ کی) منتظر رہ کر نہ تو انکار کر دیتی ہے اور نہ ہی اتباع پر آمادہ ہوتی ہے اس کے برعکس طبیعت عالیہ (اعلیٰ درجہ کی) اپنے نفس کی شہادت سے اس کی تصدیق کر لیتی ہے۔ پھر یہ مل کر طبیعت متوسطہ کی راہ نمائی کا ایک طریق استنباط کرتے ہیں ان متوسطہ کی اہتداء کے بعد طبیعت سافلہ کی ہدایت کے طریقوں کا استنباط کرتے ہیں تو اس صورت میں علوم فطریہ کے

وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا

اور وہ ان کا مددگار ہے بسبب ان کے اعمال کے ۔ اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ

فرمائے گا اے جماعت جنات کی تم نے بہت کچھ تابع کر لئے اپنے آدمیوں میں سے ۔ اور کہیں گے ان کے

الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ

دوستدار آدمیوں میں سے اے رب ہمارے کام نکالا ہم میں ایک نے دُوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے اس وعدہ کو جو تو نے

اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

ہمارے لئے مقرر کیا تھا ۔ فرمادے گا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو گے اسی میں ۔ مگر جب چاہے اللہ

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ

البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ۔ اور اسی طرح ہم ساتھ ملادیں گے گنہ گاروں کو

بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٢٩﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ

ایک کو دوسرے سے ان کے اعمال کے سبب ۔ اے جماعت جنوں کی اور انسانوں کی کیا نہیں

واسطہ سے وہ ملّت جو اس زمانہ کے نبیؑ کے واسطہ سے ظاہر ہوئی تھی ضائع ہو کر رہ جاتی ہے۔ پھر فطرت کے درجہ عالیہ کا ایقان ہوتا ہے جو بمقابل ماکان اعلیٰ ہوتا ہے اس لئے کہ جس کی جبلت ہی فطرۃ سلیمہ پر ہو اور اس میں اس درجہ انسانیت کے ارتقاء کا ظہور رہا ہے۔ جو دیگر لوگوں میں نہیں پھر حکماء کو اپنے قلوب سے شہادت صادقہ کا وجدان ہوا اور طائفہ ایسے طرق کے استنباط کی طرف متوجّہ ہوئے جو ان کو اس درجہ تک پہنچا دیں تو جب حکمت کے اس درجہ کے ساتھ رنگ جانے سے فارغ ہوتے تو اس وقت ایک دُوسرا شخص ظاہر ہوتا ہے جو پہلے کی نسبت ایک درجہ زیادہ اکمل فطرۃ کا اشارہ دیتا ہے اس طرح انسانیت کمال پر قائم ہو جاتی ہے۔ جب لوگ ان گروہوں میں بٹ گئے تو انبیاء کے کچھ افراد اوّلاً علوم ریاضیہ اور طبیعہ کیلئے

يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ

پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تمہی میں کے کہ سناتے تھے تم کو میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن کے

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

پیش آنے سے کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا اپنے گناہ کا اور ان کو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے

الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣٠﴾

اور قائل ہو گئے اپنے اوپر اس بات کے کہ وہ کافر تھے

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣١﴾

یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو ان کے ظلم پر اور وہاں کے لوگ

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٢﴾

بے خبر ہوں ۔ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ۔ ان کے عمل کے اور تیرا رب بے خبر نہیں اُن کے کام سے

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ

اور تیرا رب بے پروا ہے رحمت والا اگر چاہے تو تم کو لے جاوے اور تمہارے پیچھے

کے لئے ہادی بنے اور اُن کے واسطہ سے ثانیاً علومِ الٰہیہ کی طرف ہدایت دینے لگے، مثلاً یُوں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے (واحد) اور کل اعداد (عدد) ایک (واحد) سے بنتے ہیں یا یُوں گویا ہوتے ہوں گے، وہ اللہ تعالیٰ کل کمالات کا وہ مدار اور منبع ہے پھر اس کے بعد مستقلاً علومِ الٰہیہ کی طرف ہی دعوت دینے کا درجہ آیا بس یہی فرق ہے۔ صابیہ اور حنفاء کے مابین لہٰذا اب علومِ الٰہیہ کی طرف دعوت پہلے درجہ پر ہو گی اور علومِ ریاضیہ اور طبعیہ کی طرف دُوسرے درجہ پر بالتبع ہو گی یعنی بعینہٖ پہلے کا عکس اور یہ تمام صورتیں فطرت انسانیہ کا اقتضاء ہیں مثلاً ریاضیات اور طبعیات کی طرف دُنیاوی زندگی کی ضرُوریات کی وجہ سے احتیاج ہوتا ہے اور الٰہیات کی طرف ثانویہ (آخرۃ) زندگی کی ضرُوریات کی وجہ سے احتیاجی پیش آتی ہے تو صابی لوگ دُنیاوی زندگی کی

بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿١٣٣﴾

قائم کر دے۔ جس کو چاہے جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد سے

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿١٣٤﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے تو کہہ دے اے لوگو

عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ

تم کام کرتے رہو اپنی جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں سو عنقریب جان لو گے تم کہ کس کو ملتا ہے عاقبت کا

الدَّارِ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ

گھر بالیقین بھلا نہ ہوگا۔ ظالموں کا اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس کی پیدا کی ہوئی

وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا

کھیتی اور مواشی میں ایک حصہ پھر کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے

كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى

سو جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے وہ تو نہیں پہنچتا اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے۔ ان کے

ضروریات کی طرف زیادہ متوجہ ہوئے اور ضروریاتِ حیاتِ آخرت کی طرف قلیل توجہ دی پھر حیاتِ آخرت جو دُنیاوی زندگی کی تکمیل پر مبنی ہے کی تکمیل کے لئے حنفاء آپہنچے۔ دراصل انسانی زندگی ایک ایسی وحدت ہے جو فقط اعتباری طور پر دُنیا اور آخرت کی طرف منقسم ہے لہٰذا ان تمام ضروریات اور مرافق سے انسانیت کا کوئی وقت خالی رہنا ممکن نہیں۔ ہاں فقط قلت اور کثرت اور ترتیب و تنظیم کا فرق ہو سکتا ہے۔ پس صابئی لوگ بھی اپنے رب کو ان امثال کے ذریعہ جان چکے تھے جیسے ہم ذکر کر آئے ہیں مثلاً کہتے ہیں وہ ایک ہے پھر کہتے ہیں وہ منبع نور ہے۔ ان امثلہ میں اُن کی مُراد تطبیق من کل الوجوہ نہیں مثلاً جب ہم کہیں دائیت اسد یرمی تو اس کا معنی یہ نہیں کہ اس کے شیر جیسے پنجے ہیں لیکن جب کسی شخص کو اس مثال کے سمجھنے میں غلطی واقع ہوتی ہے تو دوسرا شخص آکر کہتا ہے وہ اللہ تعالےٰ شمس کی طرح نہیں

شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿١٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ

شریکوں کی طرف کیا ہی بُرا انصاف کرتے ہیں اور اسی طرح مزین کردیا بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں

قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ

ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے تاکہ ان کو ہلاک کریں اور رلا ملا دیں ان پر ان کے دین کو

شَآءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾ وَقَالُوا هَٰذِهِ

اور اللہ چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے سو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ اور کہتے ہیں کہ یہ

أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ

مواشی اور کھیتی ممنوع ہے اس کو کوئی نہ کھاوے مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق اور بعضے

حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً

مواشی کی پیٹھ پر چڑھنا حرام کیا .اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت نام نہیں لیتے اللہ کا اللہ پر بہتان باندھ

عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ

کر عنقریب وہ سزا دے گا ان کو اس جھوٹ کی اور کہتے ہیں جو بچہ ان مواشی کے پیٹ

یعنی من وجہٍ جمیع وجوہ سے نفی کرنا یقیناً اس کی مُراد نہیں اور شمس یا دیگر اشکال قیود و شرط کیساتھ مخصّ تجلیات ہیں لیکن یہ لوگ اپنے آخری دور میں تجلّی کے معنی میں غلطی کر بیٹھے تو اس زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے اندر معرفت ربّ کے کامل ترین مراتب کے ساتھ فطرتِ جبلیہ کو ظاہر کیا گیا۔ لیکن اُنہوں نے ان اصُولِ صحیحہ کے اساس کی تغییر نہیں جو صابئہ کے کے ہاں معرفت ربّ کے لئے تھے۔ لہٰذا تجلّی بھی ایک طریق ہی ہے جس سے انسان اپنے ربّ کی معرفت کرسکتا ہے۔ اس کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ جب اصطلاحات الٰہیہ سے اس کی تجرید کرلی جائے تو ایک وجہ سے یقیناً یہ مثال مثل لہٗ کے مطابق بن جاتی ہے۔ ہم اِس شئے سے جس کے ذریعہ تعرّف کا ارادہ رکھتے ہیں۔ غیر کی طرف متجاوز نہیں ہوں گے پھر جب اِس وجہ سے انحراف تو یقیناً یہی تجلّی تغلیط کا باعث بنے گی لہٰذا مصلّین پر

هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ

میں ہے اس کو تو خاص ہمارے مرد ہی کھاویں اور وہ حرام ہے ہماری عورتوں پر اور جو بچہ مُردہ

يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ

ہو تو اس کے کھانے میں سب برابر ہیں وہ سزا دے گا ان کو ان تقریروں کی وہ

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿١٣٩﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ

حکمت والا جاننے والا ہے بے شک خراب ہوئے جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو نادانی سے بغیر سمجھے

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

اور حرام ٹھہرا لیا اس رزق کو جو اللہ نے ان کو دیا بہتان باندھ کر اللہ پر بے شک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے

مُهْتَدِيْنَ ﴿١٤٠﴾ ع وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ

سیدھی راہ پر اور اسی نے پیدا کئے باغ جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو ٹٹیوں پر نہیں

وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا

چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی کہ مختلف ہیں ان کے پھل اور پیدا کیا زیتون کو اور انار کو ایک

ان اغلاط کا رد کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ لوگ اپنے رب کو ایسے شہنشاہ سے تمثیل و تشبیہ دے جو قاہر اور حکیم ہے معرفت کیا کرتے ہوں پھر انہوں نے شہنشاہوں سے ایک معین رجل کو اس کا ہم نام بنا کر اسی رجل کا تذکار اور ذکر کو اپنے لئے معبود کا تصوّر جما لیا ہو۔ اور اس تصوّر کی طرف منتقل ہونے کے بعد اِلٰہ کے معنی کا تصوّر کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی جانب یوں رجوع کرتے ہوں اس طویل نظریہ نے بالآخر عوام کے فہم و ادراک کو فاسد کر ڈالا۔ حتیٰ کہ اُنہوں نے مُلوک اور شہنشاہوں آلہتہ (بہت سے رب) مان لیا اور ملوک نے ان کے اس فاسد ذہنیت کی وجہ سے اُن پر قہر و جبر کی ابتداء کر لی ہو جبکہ اس فساد کے زمانہ میں تمام اُمور میں اصنام کی طرف رجوع کیا جا رہا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بارادہ اصنام کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس میں کون سا فائدہ ہے۔ مثلاً

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ

دوسرے کے مشابہ اور جُدا جُدا بھی کھاؤ اُن کے پھل میں سے جس وقت پھل لاویں اور ادا کرو ان کا حق جس دن

وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝١٤١ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ

ان کو کاٹو اور بیجا خرچ نہ کرو اس کو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنیوالے اور پیدا کئے مواشی میں بوجھ اٹھانیوالے

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ

اور زمین سے لگے ہوئے کھاؤ اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو شیطان کے قدموں پر وہ تمہارا

لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝١٤٢ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

دشمن ہے صریح پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے

الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

دو پوچھ تو کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اس پر

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔـوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝١٤٣ وَمِنَ

مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے بتلاؤ مجھ کو سند اگر تم سچے ہو اور پیدا کئے

اب اس رجل کی شخصیت مفروض نہیں بلکہ اس کی وصفِ ملوکیت ہوگی لہٰذا اصنام کو بیک جنبش چھوڑ دیا جائے گا۔ دُوسری صُورت مُلاحظہ ہو۔ سُورج نور و حرارت کا مرکز ہے اور دنیوی زندگی کا اکثر و بیشتر نظام اسی پر موقوف ہے تو انہوں نے اس سورج کو رب کے لئے ایک تجلّی مانا پھر انہوں نے اس سورج کے کئی اصنام اور بُت تراشے۔ پھر بتوں کو انسانی بلکہ ایک مخصوص رجل کی صورت میں پیش کیا۔ پھر ان بتوں کے لئے مخصوص قسم کے عبادت خانے تعمیر کرائے اس تطویل نے امرِ انسانیت کو فاسد کر دیا۔ لہٰذا ان اصنام کے بطلان کو ثابت کیا جائے اور انسان کی نظر صرف شمس کی طرف جب منعطف ہوگی تو شمس کے معنی و مراد کا فہم کر سکتا ہے یہی اصلاح اوّلی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ظہور میں آئی اور ثانیہ درجہ جیسے ہم کہہ آئے ہیں کہ مثال معرفت رب کا ذریعہ ہوا کرتی،

الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ

اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو   پوچھ تو دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا

أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنْثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ

وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے کیا تم حاضر تھے۔ جس وقت تم کو اللہ نے

وَصَّاكُمُ اللَّهُ بِهَٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ

یہ حکم دیا تھا   پھر اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا تاکہ

النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٤﴾ قُلْ لَا

لوگوں کو گمراہ کرے بلا تحقیق بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو   تو کہہ دے کہ میں

أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ

نہیں پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ چیز

مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا

مردار ہو یا بہتا ہوا خون   یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ۔ جس پر

یہ بات ان عامہ لوگوں کی ذہنیت کے اعتبار سے ہے جو ریاضیات اور طبیعیات میں مشغول رہتی ہے تو بے شک کلیات علوم بذریعہ امثلہ معلوم کئے جاتے ہیں اور ان میں کوئی غلطی واقع نہیں ہوا کرتی۔ مگر وہ کلیات جو ایک فرد میں منحصر ہوں۔ اور واجب اسی طرح اوصاف کلیہ ہونے کے باوجود ایک فرد پر منحصر ہے تو اس میں بایں صورت کتنی اغلاط واقع ہوں گے کہ کبھی کلی کو جزئی اور کبھی جزئی کو کلی بنالیا کریں گے اسی وجہ سے علماء الٰہیون عام امثلہ پر ھو کونہ مرآۃ للحق فقط ایک زائد قید کا اعتبار کیا ہے

لہٰذا جب نظر خالص مرآیتہ کی طرف تجرد کرے تو یہ تجلی ہی رہے گی

یعنی معرفت کے لئے مثال صحیح رہے گی اور جب مرآۃ کے مرآۃ ہونے اور مرآئیت سے غفلت برتی گئی اور مرآۃ کی طرف مستقلاً نظر کی گئی تو یہ تجلی نہیں رہے گی

أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٥﴾

نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جاوے نہ نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو تیرا رب بڑا

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

معاف کرنیوالا ہے نہایت مہربان اور یہود پر ہم نے حرام کیا تھا ہر ایک ناخن والا جانور اور گائے اور بکری میں سے

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ

حرام کی تھی ان کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر یا انتڑیوں پر یا

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿١٤٦﴾

جو چربی کہ ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

پھر اگر تجھ کو جھٹلادیں تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت میں بڑی وسعت ہے اور نہیں ٹلے گا اسکا عذاب

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٤٧﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا

گنہگار لوگوں سے اب کہیں گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم اور نہ ہمارے

یعنی معرفت رب کیلئے مثال نہیں ہوگی لیکن اِس قید کے شرط ہونے میں ان امثلہ سے
معرفت صحیحہ کالنطفہ اقرب اور اکثر ہوتا ہے اور کبھی کسی سے کوئی غلطی نہیں ہوتی مگر بصورت
نُدرت اور نادر الوقوع علوم اور معارفِ کلیہ میں کالمعدوم ہوا کرتا ہے جب ہم کسی انسان کو
ایک مثال سے کمالِ الٰہی کی معرفت کی طرف انتقال کرتے ہوئے دیکھیں گے لیکن بصورت
جعله مرأة له تو ہم فیصلہ دیں گے کہ یہ شخص صحیح المعرفت ہے اِس لئے بصورت مرائیت
اُس کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ رجل اس جیسا ہے کیونکہ یہ خیال پیدا
ہونا دوسری نظر کا محتاج ہے اور مرائیت میں ایک ہی نظر ہوتی ہے لہٰذا وہ اس سے زیادہ
کچھ نہیں کہہ سکتا کہ فیصلہ دے دے کہ جو اس نے دیکھا ہے وہ اس کے رب کے کمالات
سے ہے۔ اور یہی میرا رب ہے جو اس کی طرف بالاثبات اشارہ فرمارہا ہے۔ یہ وہ انتہائی

وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ

باپ دادے اور نہ ہم حرام کر لیتے کوئی چیز اسی طرح جھٹلایا کئے ان سے

قَبْلِهِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ

اگلے یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ اس کو ہمارے

لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ

آگے ظاہر کرو تم تو نری اٹکل پر چلتے ہو اور صرف تخمینے ہی کرتے ہو تو کہہ

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ

دے بس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت کر دیتا تم سب کو تو کہہ

هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ

کہ لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ نے حرام کیا ہے ان چیزوں کو پھر اگر

شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

وہ ایسی گواہی دیں بھی تو تو نہ اعتبار کر ان کا اور نہ چل ان کی خوشی پر جنہوں نے جھٹلایا

کوشش ہے جو معرفت آلہیہ تک وصول کرنے میں انسان کیلئے ممکن ہے اور یہ طریق اغلاط سے سالم اور محفوظ ہے پھر بعض حکماء نے یہ ارادہ کیا کہ اس سے بھی زیادہ کامل طریقہ پیش کریں۔ لیکن انہیں صرف نفی محض تک کی قدرت ہوتی یعنی ہر وہ چیز جو اُن کے علم میں آتی اس کی رب سے نفی کر دیتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس نفی محض کو معرفت کا منتہیٰ سمجھتے ہیں مثلاً کہتے ہیں لیس بجوھر، لیس بجسم، لیس فی مکان، لیس فی جھة۔ لیس لہ حدٌّ وامثال ذٰلک اگر یہ حکیم اور فلسفی معرفت ربّ میں وصول کر لے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن جب ہم اس طریقہ کو عام لوگوں پر ظاہر کریں گے تو اُن کے نفوس اس نفی محض سے سکون پیدا نہیں ہو گا۔ دُوسرے الفاظ میں وہ اپنے دلوں کو اس نفی محض پر مطمئن نہیں پائیں گے۔ لہٰذا وہ اثبات بوجہٍ ما کی طرف رجوع کریں گے بایں صورت وہ کئی غلطیوں میں واقع ہوں گے۔ اسی وجہ

بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝١٥٠ ع
ہمارے حکموں کو اور جو یقین نہیں کرتے آخرت کا اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو
قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ
تو کہہ تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں
وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا
تم کو اور ان کو اور پاس نہ جاؤ بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو اور
النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
مار نہ ڈالو اس جان کو جس کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر ۞ تم کو یہ حکم کیا ہے تاکہ تم سمجھو
تَعْقِلُوْنَ ۝١٥١ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى
اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو یہاں تک کہ

سے انہوں نے جمیع اشیاء سے اپنے لئے کتنے آلہہ بنا ڈالے تھے اس قسم کا فساد فرق صابئین عام ہوا ہے وہ لوگ جب تنزیہ ربوبیت میں مبالغہ آرائی کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی قوت فکریہ اس رب کے تصور سے منتہی ہو (رک) جاتی پھر جب وہ لوگ اثبات کی طرف توجہ اور رجوع کرتے تو اتنے گر جاتے کہ ہر وہ شئی جو ان کو محبوب معلوم ہوتی اسے اپنا الٰہ بنا ڈالتے خواہ وہ حجر ہو یا مدر (مٹی کا ڈھیلہ) اور شجر ہو یا عورت یا امرد (بے ریش لڑکا) اس کے برعکس حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ان تمام اقسام اغلاط سے محفوظ اور پاکیزہ ہے یہ طریقہ اگرچہ ان امثلہ سے ثبوت معرفت بہم پہنچاتا ہے لیکن بایں شرط کہ ان امثلہ کے فقط امثلہ ہونے سے متجاوز نہیں ہوتا اور یہ طریق فقط اقتصار علیٰ وجہ المرآتیت میں منحصر ہے اور جو شخص معرفت الٰہیہ کے لئے مباحث حکمت میں اس قدر ادراک نہیں رکھتا وہ ہماری نظر

يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا

پہنچ جائے اپنی جوانی کو۔ اور پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف سے ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں

وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ

جس کی اس کو طاقت ہو اور جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو۔ اور اللہ کا عہد پورا

اَوْفُوْا ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا

کرو تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے

صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

میری سیدھی سو اس پر چلو اور مت چلو اور رستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ کے

عَنْ سَبِیْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى

راستہ سے یہ حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم بچتے رہو پھر دی ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَتَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًى

کتاب واسطے پورا کرنے نعمت کے نیک کام والوں پر اور واسطے تفصیل ہر شے کے اور ہدایت اور

میں ان آیات کی تفسیر کرنے کی قدرت ہی نہیں رکھ سکتا۔ جن کی آج قرأت کی جارہی ہے ہاں اُن وجوہ غامضہ سے تفسیر کرسکتا ہے جو متن سے بھی زیادہ پوشیدہ بلکہ لاینحل ہوں گے واذ قال ابراهیم لابیه اٰذر ان کا نام صحائف تورات میں تارخ لکھا ہے تو مفسرین کو خبط ہوا اور انہوں نے بے سوچ یہ کہہ دیا کہ آذر اسم عمہ یعنی ابراہیم کے چچا کا نام تھا۔

حالانکہ ان مفسرین کو اختلاف السنہ کا علم ہی نہیں۔ ذرا غور کریں۔ ہم قرآن میں عیسیٰ پڑھتے ہیں لیکن اناجیل میں یسوع ہے۔ اور اسی طرح قرآن میں یحییٰ پڑھا جاتا ہے اور اناجیل میں یوحنا۔ کیا اس سے اشخاص کا اختلاف ممکن اور متصور ہوسکتا ہے۔ پھر تارخ۔ تارخ پڑھا جاتا ہے پھر منقلب ہوکر آذر ہوا جیسے یسوع سے عیسیٰ اتتخذ اصناما اٰلهة انسانیت کی فطرۃ سلیمہ صرف ایک الٰہ مانتی ہے ایسے ہی جب کوئی ایک اس کائنات ہست و بود میں

وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ

اور رحمت کے لئے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا یقین کریں اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری

مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ

برکت والی سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو

عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿١٥٥﴾

اتری تھی سو ان ہی دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم کو تو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی

أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ

یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر اترتی کتاب ۔ تو ہم تو راہ پر چلتے ان سے بہتر سو آ چکی

جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِآيَاتِ

تمہارے پاس حجت تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت اب اس سے زیادہ ظالم کون جو جھٹلاوے

اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ

اللہ کی آیتوں کو اور ان سے کتراوے ہم سزا دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں ۔ برا

علم الٰہی کے کردار ہوا اور اس علم نے اسے تعدد آلہہ کی جانب پہنچا دیا تو اسے اس علم کا بطلان ظاہر ہو جاتا ہے اس کی مثال حساب کی مثالیں ہیں مثلاً ہمارے پاس ایک مقدار مال رکھا ہے جسے ہم دس انسانوں میں تقسیم کا ارادہ رکھتے ہیں تو جب ہر ایک فرد کے حصہ کو دوسرے کے حصہ میں جمع کیا گیا تو اصل مقدار وہ میزانیہ یا جملہ یا زیادہ نکلے گا یا کم جس سے حساب کنندہ کو اپنے عمل حساب میں غلطی کا گمان ہوگا ۔ ایسے ہی جب کسی ایک انسان نے معرفت آلہیہ کیلئے ایک طریقہ پیش کیا جس کے نتیجہ میں آلہہ متعددہ کا اعتقاد کرنا پڑے تو ظاہر ہوا کہ اس کا یہ عمل ایسا باطل ہے جس میں کوئی شک ہی نہیں کرسکتا ۔ اسی طرف اس آیت میں اشارہ انی اراک وقومک الخ قولہ وکذالک نری ۔ الموقنین ۔ فلما جن علیہ اللیل اس ارآءت کی شرح وتفصیل میں ہم مرآتیت کے طریق کو اپناتے ہیں اور سلیم الفطرۃ انسان

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٧﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ

عذاب بدلے میں اس کترانے کے ۔ کا ہے کی راہ دیکھتے ہیں لوگ مگر یہی کہ ان پر

الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ

آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی جس دن آئے گی ایک نشانی

لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا

تیرے رب کی کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی

خَيْرًا قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا

تھی تو کہہ دے تم راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں ۔ جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور

شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا

ہوگئے بہت سے فرقے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں ان کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہی جتلائیگا ان کو جو

يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَاءَ

کچھ وہ کرتے تھے ۔ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے اور جو کوئی لاتا ہے۔

اپنی سلامت طبع سے اس طریق میں راہ یابی حاصل کہہ لینے پر اس کلمہ کا اطلاق علی الحقیقۃ سمجھا ہے اور ہم امام ولی اللہ رحمہ اللہ کی حکمت کے ذریعہ علم تجلی میں تحقیق کر چکنے کے بعد اس کی بالکلیہ کسی تاویل کرنے کے محتاج نہیں فلما افلا الخ عارف بعلم التجلیات جانتا ہے کہ تجلی وہ اعلیٰ شے ہے جس کا انسان تفکر کرتا ہے جب اس نے ایک ایسی شے کی طرف توجہ کی جو اعلیٰ شے سے دُون اور دورے ہے تو وہ شیئین کی طرف فاطر ہوگا تو وہ شخص رب واحد لانظیر لہ کے لئے اس شے کو مرآۃ بنانے پر متمکن اور قادر نہیں ہوسکے گا۔ لیکن اعلیٰ المفہوم اس کے قلب میں صرف ایک ہی ہوگا۔ پس جب اس طریق سے رب کی طرف متوجہ ہوا اور اسی کو اس نے مرآۃ بنایا تو اس کا یہ عرفان صحیح ہوگا جب یہ بات متقرر ہوئی تو اب دیکھیں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوکب کو دیکھا جو نورانیت میں اعلیٰ شے ہے تو اسے معرفت رب کیلئے مرآۃ بنالیا لیکن

بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ

ایک برائی سو سزا پائے گا اسی کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا تو کہہ دے مجھ کو

رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ

سمجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا

مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ

شرک والوں میں تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کیلئے ہے

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

جو پالنے والا ہے سارے جہان کا کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

ہوں تو کہہ کیا اب میں اللہ کے سوا تلاش کروں کوئی رب اور وہی ہے رب ہر چیز کا اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو

اِلَّا عَلَیْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ

وہ اس کے ذمہ پر ہے اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا۔ پھر تمہارے رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے سو

جب اس کا افول (غروب) ہوا تو واضح ہو چکا کہ یہ کوکب اعلیٰ شئے نہیں۔ لہٰذا اسے کوئی مرآۃ نہیں بنا سکتا۔ مگر صرف وہی شخص جو طریقہ تجلیات سے جاہل اور ناقص الفطرۃ ہے۔ اسی طرح فلما رای القمر الخ کیونکہ قمر تنویر میں اس سے بھی اعلیٰ ہے جسے پہلے دیکھ چکے ہیں۔ فلما افل الخ یعنی اگر میں نے تجلی کے لئے ناقص شئے کو ثابت کیا تو اس وقت گمراہی میں رہوں گا۔ اسی طرح فلما رای الشمس الخ فلما افلت الخ اس سے ظاہر ہوا کہ اس طریق پر یہ بھی تجلی نہیں بن سکتا۔ اور ہم فصل ثانی میں ذکر کر چکے ہیں کہ کاملین کے کثیر افراد نے حظیرۃ القدس میں ملا اعلیٰ سے استحقاق کیا ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف اس تجلی اعظم سے توجہ کی جو قائم علی العرش ہے تو انسانیت کے نزدیک عرش سے کوئی شئے اعلیٰ نہیں ہو سکتی اور یہ علم حظیرۃ القدس میں اپنی جگہ متحقق ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس میں نہیں تھا۔ اس لئے کہ حظیرۃ القدس اول الامر میں ان نفوس پر مشتمل تھا

بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٤﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ

جتلائیگا. جس بات میں تم جھگڑتے تھے اور اسی نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ

اور بلند کر دیئے تم میں درجے ایک کے ایک پر تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں تیرا

إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٦٥﴾ ع

رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہی بخشنے والا مہربان ہے

یعنی نفوسِ افلاک یا اور نفوس افلاک اور نفوسِ کواکب اور نفوسِ عناصر اور ملائکہ جو تعلق بالاجسام سے مجرد اور حالۃ العرش ہیں جو تجلی اعظم ہے تو حظیرۃ القدس میں کاملین انسانیت کا کوئی فرد نہ ہوا. تو انسان اس وقت میں تصور کی طرف محتاج تھا. مثل تصوّر نفوس الافلاک وغیرہا جبکہ ارادہ کرتا کہ رب کی معرفت باقصیٰ ما یمکن سے کرسکے. لہٰذا اس طریقہ سے ائمہ صابئہ پہلے پہل عناصر اور افلاک کی طرف اقدام کرتے بذریعہ طب اور ہیئیۃ کے اور عارف کو ان فنون میں رسُوخ ہو جانے اور اسے تشبہ بنفوس الافلاک والکواکب حاصل ہو جانے کے بعد مثلاً وہ تجلی اعظم کی صُورت سے حظیرۃ القدس کے نفوس متصورہ کی محاکات (نقل اُتارنا) کر کے اور اسے اقصیٰ المعرفت قرار دے دے یہ ہے طریقہ صابئہ کی اساس اور اس وقت میں اس کے سوا کچھ ممکن نہیں تھا. پھر جب حظیرۃ القدس میں کاملین کا التحاق کثرت سے ہونے لگا تو وہ طریق جو نوعِ انسانی کے پیشروں نے معرفتِ تجلی کے لئے متصور کیا تھا. اُن پر ایک کیلئے جو حظیرۃ القدس میں داخل ہوئے قُدوہ اور مُقتدی بن گیا. پھر جب یہ لوگ کثیر التعداد ہوئے تو وہ طریق نوعاً من العلم بن گیا جو متقرر فی حظیرۃ القدس میں ہے حالانکہ اس سے پہلے مختص بفردٍ دُون فردٍ تھا. اور اس درجہ تک حظیرۃ القدس میں نوعِ انسانی کو ارتقا ہوا تو طریقہ سابقہ کے نسخ کیلئے بحث کرنے لگے جس کی طرف اُن کی فطرت کو بعد تکلّف ہی اہتداء ہو سکتا ہے. اور اُنہوں نے اپنے رب سے ایسی ہدایت کا سوال کیا جو انسانیت میں اُن کے طریقِ فطرۃ کو قائم کر دے اسی زمانہ

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی بعثت کا وقت تھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کواکب اور فلکیات کو تجلیاتِ مستقلہ بنانے سے مایوس ہوئے بایں وجہ کہ یہ چیزیں ایک وقت میں تجلیات بن سکتے ہیں لیکن دُوسرے وقت میں نہیں بن سکتے اور عامۃ الناس اپنی غلطی سے اُن کو تجلیاتِ مستقلہ بنا کر اصنام کی عبادت میں لگ گئے اور تعدد آلہیہ کی تجوید کے گڑھے میں جا گرے۔ تو اُن کی اِس مرض کا علاج صرف یہی ہے کہ انہیں تجلی دائم کی طرف دعوت دی جائے اور اِس کی نفی کی جائے جو ایک وقت میں تو تجلی بنتی ہو اور دُوسرے وقت میں تجلی نہ بن سکے اور تجلی دائم کی طرف وصُول ہو جانا ہی فقط فطرۃ انسانیہ کی طرف رجُوع کرنا ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جو اس وقت ممکن تھا یعنی حجہ بحث کے طریق سے اُس تجلی کی طرف رجُوع کرنا جو قائم فی قلب امام النوع ہے یہ فطری ہے اور اِس تجلی سے اُس تجلی کی طرف وصُول ہو گا جو تجلی قائم علی العرش ہے۔ جب انسان اس تجلی کی طرف واصل ہوا جو قائم علی امام النوع ہے اور اس کے عکس کا اپنے قلب میں نظارہ کیا تو کہہ اُٹھے گا یہی میرا رب ہے (ھو ربی) اور جب اس کے بعد اُس تجلی کی طرف واصل ہوا جو قائم علی العرش ہے تو اُسے اُس کے اوصاف میں کہنا پڑے گا ھوالذی فطر السّمٰوٰتِ والارض یعنی جس نے آسمان وزمین پیدا کئے یہ تجلی صحیحہ کی دائمی معرفت ہے۔ لہٰذا جب انسانیت نے اس تجلی کے ادراک کی طرف ارتقاء کرلیا تو اس نے تمام وہ طریق تجلی منسُوخ کر دیئے جو اِس سے پہلے تھے اور صرف اسی کی طرف دعوت دیدی۔ اِس طریقہ عالیہ کے قیام وثبوت کے بعد اب طریقِ اوّل کی طرف رجُوع کرنا قہقریت اور رجعت پسندی سمجھا جائیگا اور اُس کو افرادِ انسان کے مراتبِ مختلفہ پر رب کا انکار کیا جائے گا۔ اسی طرف اشارہ ہے۔ انّی وجھت وجھی۔ المشرکین یعنی دالمًا جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اِس علم عالی کو اِس طریقہ سے جو انسانیت میں رائج تھا اعلیٰ طریق پر نشر کیا تو طبقہ سافلہ کے لوگ عموماً اور متوسط طبقہ کی اکثریت نے مخاصمت شروع کر دی۔ اسی طرف اشارہ ہے وحاجّہٗ قومہٗ الخ تو حضرت ابراہیمؑ نے اُن کو یہ جواب دیا کہ میں کسی شک میں نہیں ہوں بلکہ مجھے معرفتِ تامہ کی

طرف وصول ہو چکا ہے۔ لہٰذا میں اس معرفت کے لئے پہنچانے والے طریق کی تعین پر قدرت پا چکا ہوں اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اتحاجّونی الخ پھر یہ بحث چلتی چلتی یہاں تک جا پہنچی کہ وہ شخصیت جسے اُنہوں نے بعض احوال میں علی الحقیقت رب کیلئے تجلی بنایا تھا۔ یا غلطی کے ساتھ تمام حالات میں اور ان شخصیتوں کی الوہیت کے معتقد بنے ہوئے تھے تو بصورت انکار اُن سے خوف کا اظہار کرنے لگے اور رجوع ہو کر اولاً حضرت ابراہیم کی طرف اس خوف کے اظہار سے متوجّہ ہوئے۔ کیونکہ وہی اس انکار کا داعیٔ اوّل ہے اس طرف اشارہ ہے ولا اخاف الخ حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے طریق سابق پر ردّ کی حکمت کو یوں بیان کیا کہ یہی چیز ہے جس نے تعدّد آلہیہ کے تجویز تک پہنچایا ہے اور یہ تعدّد بالبداہتہ باطل ہے اور ضرورت الی اثبات الالٰہ اس کے انحصار فی واحد کی مقتضی ہے اور جو شخص تعدّد آلہیہ کا اعتقاد رکھے ہوئے ہے اسی نے اس حکمتِ اصلیہ کو باطل کر ڈالا ہے۔ یہ اوّل الامرین ہے۔ (۱) جب انسان باطل کے حق ہونے کا اعتقاد کرے تو اس سے انسانیت کی مرتبہ و شرافت مرتفع ہو جاتی ہے اور وہ حیوانات سے لاحق ہو جاتا ہے (۲) یہی نظریہ انسانیت پر ظلم کرنے کی طرف سے پہنچا ہے اس لئے کہ وہ شخصیت جس کو انسانی تجلی الٰہی کا مظہر بنایا اُس نے انسانیت پر حاکم و مستبد (ظالم) کی صورت اختیار کر لی۔ یہ بات تو قابلِ سوال ہی نہیں کہ یہ ظلم شرک ہی کا نتیجہ ہے اس لئے کہ اگر انسان اپنے رب کی معرفت رکھتے ہوں اور اس ذات کی بھی معرفت رکھتے ہوں جو فی وقت دُون وقت تجلی کے لئے مظہر بننے کی مستحق ہے تو ایسے انسانوں پر کوئی ایک بزور حاکم بننے کی جرأت نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے کہ حکم کلہٗ للّٰہ ہے اسی طرف اشارہ ہے فای الفریقین احق یعنی مسئلہ اولیٰ کی طرف کہ باطل کے حق ہونے کا اعتقاد کرنا اور ثانیہ کی طرف آیت ۸۲ میں اشارہ ہے الّذین آمنوا الخ اہل علم نے ولم یلبسوا ایمانھم بظلم کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ اور انہوں نے اس کی تفسیر شرک اور ظلم کر دی اور ہم نے تمام آیاتِ قرآنیہ کو دیکھا کہ اسی طرف

مُنبئہ یعنی خبر دینے والی ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ والوں کے عامہ اور من قبلنا کی اکثریت کو دیکھا کہ وہ اِس سے اعراض کرتے ہوئے ظلم کے مُقابلہ میں شرک کو اکبر الکبائر بتاتے ہیں اسی وجہ سے مشرک کے لئے امن نہیں ہوتا۔ گویا یہ لوگ نشان زدہ ہے (المعلمۃ) پہلے مسئلہ کی طرف رجُوع کرتے ہیں اور اِس نظریہ پر کہ ان الشرک لظلم عظیم شرک بہت بڑا ظلم ہے اس لئے کہ یہ ظالمانہ قانون کی تاسیس کرتا ہے۔ مثلاً جب کوئی بادشاہ اِستبدادی اور ظالمانہ قانون بنالے اور لوگوں نے یہ حق اسے سپُرد کر دیا ہو یا یہ حق اس کے لئے تسلیم کر لیا ہو تو اس قانون کے سبب سے ہر وہ ظلم جو پیدا اور حادث ہوگا وہ عامۃ الناس کی نظر میں کل ظلم بن جائے گا یہ اِفساد للانسانیت ہے تو ظلم عظیم ہوگا۔ لہٰذا میں نے ظلم کو اصل اور شرک کو اس کا ذریعہ بنایا ہے اور وہ فرق جو اس نظریہ میں جسے میری فطانت نے بھانپا۔ اور اس نظریہ میں جس پر اہلِ علم قائم ہیں۔ یہ مدارج علمیہ کی تمیز کی طرف رجُوع رکھتا ہے۔ پس اوّل وہ شئے جس کے قبح کا عامۃ الناس ادراک کر سکتے ہیں ظلم ہی ہے بایں وجہ کہ جب ایک شئی کو اُنہوں نے اپنی قوّتِ فطریہ کے ذریعہ قانون اور فطری شریعت کے لئے موافق بنا دیا۔ پھر انہیں اس چیز کے انتفاع سے جسے اُنہوں نے خود بنایا محرُوم کر دیئے گئے تو اسے وہ جُرم اور ظلم سمجھنے لگے اور اس کے قبح کا ادراک بالفطرۃ کرنے لگے تو جب ہم نے اُن کے تیقظ فطری کو رب کی معرفتِ حقّہ تک وصُول کا ذریعہ بنایا تو ظلم کو شرک کا لازمی نتیجہ بتاتے ہیں۔ لہٰذا جب لوگ اپنے نفوس پر سے ظُلم کے دفعیہ اور مرافعت کا ارادہ کر لیں تو اُن پر واجب و لازم ہو جاتا ہے کہ اوّلاً شرک کی نفی کریں تو اس طریق سے انسانیت عامہ معرفت حقّہ تک پہنچ سکتی ہے یہ قانونِ الٰہی میں طریق تشریح ہے لیکن خواص من اہل العلم والمعرفۃ کو اوّلاً توحید کی معرفت بالفطرۃ حاصل ہوتی ہے اور شرک کے ظلم عظیم ہونے کے قبح کا اولاً ادراک یوں کرتے ہیں کہ وہ انہیں حظیرۃ القدس دور کر دیتا ہے لیکن یہ خواص کا خاصہ ہے اور جب ہم ارادہ رکھتے ہوں کہ عامۃ الناس شرک کو ترک کر دیں تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے کہ کہا جائے کہ ظلم و شرک کے لئے

لازم ہے اور ہم عوام الناس سے ظلم کی نفی اور دفع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو وہ اسے سہولت سے ادراک کریں گے پھر وہ علم جس کے ساتھ حضرت ابراہیم ممتاز تھے وہ بھی ہے اسی طرف اشارہ ہے آیت ۸۳ میں وتلك حجتنا الخ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے واسطہ سے دنیا میں اُن کے طریقہ کی تشریح کی اور حضرت ابراہیمؑ سے یہ علم فقط خواص کے ساتھ مختص تھا۔ تو جب کبھی کاملین کا حظیرۃ القدس میں التحاق ہوتا یہ خواص اپنی فطرت سے اس معنی کا ادراک کر لیتے لیکن جب حظیرالقدس کا اجماع کے ساتھ تقرر نہ ہوا تو اُس کی طرف دعوت عامہ نہ ہوئی تو آلِ ابراہیمؑ ہی اس دعوت کو لے کر اُٹھی اور دعوت تو اس سے پہلے بھی موجود تھی۔ اِس طرف اشارہ ہے وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ الخ لہٰذا دعوتِ قرآنیہ میں طریقہ ابراہیمی کی اتباع کی جائے گی اس طرف اشارہ ہے آیت ۸۴ میں ۹۰ تک وهبنا۔ ما كانوا يعملون اگر صابیت کیطرف لوٹے تو اُن کے عمل باطل ہو جائیں گے یہ مفہوم ہمارے نظریہ کا ہے لیکن عام اہل علم تو شرک کو اس کا مفہوم متقرر مانتے ہیں اور ہمارے نزدیک تقرر فقط توحید کیلئے ہے لہٰذا جو نسا مرتبہ توحید سے متقرر ہوگا لیکن شرک فقط ایک ہی مرتبہ پر رہے گا اور ہمارے نزدیک ابتداء انسانیت سے جمیع ادیان میں بواسطہ تجلیات رجوع الی اللہ ہی امر مشترک رہا ہے لیکن صابئیت کے زمانہ میں تجلیات فی الآفاق ہی معرفت کیلئے اغلب ذریعہ تھا اور حنفاء میں تجلیات الانفس ہی معرفت میں اغلبُ الذرائع ہے۔ لہٰذا جو درجہ توحید کا متقرر ٹھہرے اُس کی نفی شرک ہوگا۔ ہمارے نزدیک بوجہ اختلاف شرائع شرک کی صورتیں تبدل ہوتی رہی ہیں اولئك۔ ان هو الا ذكرى للعلمين اس کا معنی ہے اقوام عالم تک حنفیت کا پہنچا دینا الفصل الثانی اقوام عالم میں اِس ہدایت کو عام نشر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ طریقہ حنفاء کو ایسی کتاب کی صورت میں متعیّن کر دیا جائے۔ جس کو پڑھا جا سکے اور بعض انسان ایسے ہوئے ہیں جو ملّتِ ابراہیمؑ کا اقرار تو کرتے تھے لیکن کتاب اللہ کا انکار کرتے تھے یہ فصل انہیں کے بارہ میں وارد ہے۔ وما قدروا الله حق قدره الخ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مبطلین من الصابیہ اللہ تعالیٰ کے کلام مجدد کا انکار کرتے ہیں اور اس کا اصل ان لوگوں کا

انسانیت کے لئے جو فطری فکر ہے اور حظیرۃ القدس جو انسانیت کا مرکز ہے ان دونوں سے تباعد ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ اس وقت علی الوجہ الصحیح اپنی مخلوق کی طرف تجلیات کا ادلار و انعار کردے۔ قل من الخ پس قریش صابیہ کے ساتھ تلبس و تعلق رکھنے کے باوجود اکثر انبیاء بنی اسرائیل کے ساتھ ایمان رکھتے تھے تو وہ ان کے لئے مثل اُن کے اکابر قوم کے ہوئے تو ان پر انکار و تردید کرنا ایسا ہوا جو آل ابراہیم کے مرتبہ کو حطا اور گرانے کی طرف پہنچاتا ہے اور وہ ہر اس شئے کو جائز اور مناسب نہیں سمجھتے جو اس تک پہنچادے لہذا جب یہود بعض اوقات میں نبی علیہ السلام کے خلاف پر قریش کی تائید کرتے تھے تو آیت ۹۱ میں خطاب قریش اور یہود دونوں کی طرف راجع ہوگا۔ وھذا کتاب الخ یعنی ایمان بانزال الکتاب کا فہم اسی شخص کو میتسر ہوسکتا ہے جو حظیرۃ القدس اور اس کی تاثیر فی الانسانیت جو ایمان بالآخرۃ کا منشاء ہے اور وہ تجلی جو قائم بحظیرۃ القدس ہو کر صلاۃ اور رجوع الی اللہ کا منشاء ہے کی تصدیق کرتا ہو لہذا جس نے ان اخلاق کا تخلق اور اتصاف کرلیا ہو اس پر ایمان بالکتاب سہل ہوجاتا ہے اور اس کتاب مقصود اولی اہل حجاز کا انداز ہے جو مرکز ابراہیم تھا و من اظلم الخ یہ اس شخص پر رد ہے جو کتاب اللہ کا معارض اور منکر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال بیان فرمائی ہے۔ فلیتدبر وافیہ

دعوی انزال کتاب یا دعوی وحی ان لوگوں سے کرنا کیا مستحسن ہوسکتا ہے؟ جبکہ وہ اپنی نظر و فکر سے اس مثال کے فہم پر قادر ہی نہیں ہیں جو جمیع انبیاء کا اصل الاصول ہے لہذا جب وہ لوگ اس کے فہم سے ہی غافل ہوئے تو وہ انبیاء کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اُن کے پاس کتاب اللہ لائے ہیں اور اس اضلال کا اثم و گناہ ان پر وبال ہوا اسی معنی کی طرف آیت ۱۰۲ میں اشارہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید سے بحث ہے اور مسلک انبیاء حنفاء پر ہر اس شخص کو تنبیہ ہے جو عربیہ کی معرفت رکھتا ہو اور کیا ان ظالمین میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو مسئلہ توحید کی اس جیسی شرح کردینے پر قدرت رکھتا ہو لہذا کتاب اللہ کو کتاب اللہ ان معانی اور حکمت کے اعتبار سے کہتے ہیں جن پر وہ مشتمل ہے نہ بایں وجہ کہ کوئی فرد کتاب اللہ کا دعوی کرے اور

لوگ کہنے لگیں کہ یہ کتاب اللہ ہے پس شرک ایسا ظلم عظیم ہے جو جمیع اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ لیکن توحید کے انضباط و تقریر کے بغیر منضبط نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا قرآن نے توحید کی تقریر ایسی وجہ پر پیش کی ہے جس کا معارضہ ممکن نہیں تو ہر وہ شخص جو ان مسائل کی تقریر پر قادر نہیں جو اہم عند الحکماء ہیں کیسے اللہ پر کذب کا افتراء کر سکتے ہیں کہ وہ کتاب اللہ کو نازل کر رہے ہیں یہ مضمون اس آیت تک منتہی ہوتا ہے ذلکم اللہ ربکم۔ الخبیر تو ظاہر آیات میں طوالت بحث توحید کی وجہ سے التساق وارتباط منقطع ہو جاتا ہے لیکن آیت ۱۰۴ و ۱۰۵ میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس بحث کا رجوع انزال کتاب کی طرف تھا قد جاء کم بصائر الخ اور ہم نے اس بحث کو اس مفتتح کی طرف بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم نے اپنی کلام کا افتتاح کیا تھا۔ اسی بنا پر کہتے ہیں درست یعنی تو اس شخص کی طرح کلام منظم بول رہا ہے جس نے حکماء سے درس لیا ہو۔

نبینہ یقوم وہ علماء اس بیان کے قدر و منزلۃ کی معرفت کر سکتے ہیں جو شرک اور اعمال و شرک کے تبیین کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ اس فصل کا حاصل یہ ہوا کہ اس میں بحث کی گئی ہے کہ کتاب اللہ کی اتباع ہی واجب ہے۔

الفصل الثالث اقامت ملت کیلئے ہے۔ اتبع مایوحی الیك۔ واعرض اور ان لوگوں سے اعراض کریں جو اس بات کو پسند ہی نہیں کرتے کہ علم کو کتاب معین کے ساتھ مقید کر دیں کیونکہ اس کو مؤلف کے بعد مدت دراز تک بقاء نہیں ملتا لیکن جب کتاب میں ان مضامین کو ضبط کر لیا جائے تو انشاء اللہ آخر الدھر تک اس کو دوام نصیب ہو گا۔

غالب یہ ہے کہ کتاب اللہ میں اس مضامین کتاب سے بحث ہو گی جو اللہ کی طرف دعوت دیتی ہے نہ کہ ہفوات مشرکین پر رد سے بحث ہو گی اس سے موضوع کتاب واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ولوشاء اللہ اہل شرک سے ایک ہی دفعہ شرک کا نکال دینا ممکن نہیں۔ غرض اس سے صرف یہ ہے کہ اس منزلت عالیہ کی طرف ان لوگوں کو دعوت دی جائے۔ جن میں اس کی صلاحیت ہے لہٰذا ہفوات مشرکین کی بحث میں مشتغل ہونا مقصود کیلئے ضرر رساں ہو گا۔ اس آیت میں اس طرف

اشارہ ہے ولا تسبوا الذین الخ اور اسی طرح کی آیات سے سوال کے بارہ میں اسی طرف اشارہ ہے آیت ۱۱۴ میں افغیر اللہ ابتغی الخ یہاں سے اس کتاب کے مقصود کا بیان ہے۔ یعنی انسانوں پر غیر اللہ کی حاکمیت کی نفی! والذین۔ الممترین یعنی اہلِ کتاب کہ ان کے پاس فقط اِس موضوع کے سوا کچھ بھی نہیں وہ بھی اشتراک فی الموضوع کی بنا پر حقانیت قرآن پر معرفت رکھتے ہیں۔

تنبیہ: اللہ تعالیٰ کے اِس قول ولیحکم اھل الانجیل۔ ولیحکم اھل التوراۃ میں اپنے حالات پر قیاس کرتے ہوئے خُوب تامل کیا۔ کیونکہ ہم ایک مخصُوص طریقہ سے انقلاب لانے کا ارادہ کئے ہوتے ہیں تو ہماری یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جب ہم مشارق و مغارب میں کسی ایسے انسان کو پالیں جو ہمارے طریقہ انقلابی کے موافق ہو تو ہماری اِس سے محبت ہو جاتی اور ہمارا ارادہ ہوتا ہے کہ اسے اپنے ساتھ جوڑ لیں۔ اگر اہل توراۃ تورات پر عمل کرتے تو ہر اس قوم کو محبُوب رکھتے جو بما انزل اللہ علیھم پر عمل پیرا ہوں اور اُن کا ہمیشہ یہ ارادہ ہوتا کہ اِس قوم کو اپنے ساتھ ملا لیں اِس لئے کہ ان کو اپنے طریق پر عمل کرنے والے اِس قوم کے سوا ملتے ہی نہیں اور اسی طرح اہل انجیل انہوں نے جب دیکھا کہ اہل قرآن اپنے قرآن پر عمل کر رہے ہیں اور ان کا طریقہ بدیں طور یہود و نصاریٰ سے متحد ہے جب وہ بما انزل اللہ پر کرتے ہوتے تو ایک ہی مقام میں اشتراک اقوام سے مقصُود حاصل ہو جاتا لہٰذا اہل کتاب بیزاریہ اور دستور اور اشتراکِ مقصد کے ذریعہ حقیقتِ قرآن کی خوب معرفت رکھتے تھے لیکن انہوں نے اپنی جانب سے ما انزل اللہ کے ساتھ جو اضافے کئے تھے انہیں کی وجہ سے انکار کی جانب مضطر اور مجبُور تھے اسی طرف اشارہ آیت میں فلا تکونن من الممترین اور قرآن کریم بین الاقوامی طور پر حنفیت کے دعویٰ میں عالمی نہج و طریق پر اتم الدعویٰ ہے لہٰذا اِس کے لئے کسی اضافہ کی ضرورت اور گنجائش نہیں۔ اِس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے وتمت کلمۃ ربك صدقا وعدلا یہ مضمون ہمارے نبی کے خاتم الانبیاء ہونے کو ثابت کر رہا ہے اور کسی ایسے نبی کا آنا جو ہمارے نبی سے اعلیٰ ہو ممکن ہی

نہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے خاتم النبیین کی تفسیر یوں کی ہے یعنی درجاتِ نبوت
کے خاتم ہیں اور آپ کے آخری زمانہ میں ہونے کو یہ بات لازم ہے ورنہ من حیث ہو ہو تاخر
فی زمان کسی فضیلت کا موجب نہیں آپ کے اہلِ زمانہ کے کثیر علماء نے تنازع اور جھگڑا ڈالا۔
لیکن جب مولانا نے معارضہ سے سکوت اختیار کیا تو انہوں نے اُن کی تکفیر کی صراحت کر دی
اور اس زمانہ کے ان علماء سے استعانت لی جو حرم میں رہتے ہیں تو انہوں نے اپنی نافہمی کی وجہ
سے اس تکفیر پر موافقت ظاہر کر دی لہٰذا ہمیں اس سے ایک قسم کی طاقت اور قدرت حاصل
ہوئی کہ جب ہم حق کو پیش کریں جس کی پاداش میں روئے زمین پر تمام بسنے والی مخلوق کافر کہہ
دے تو بھی ہم اس سے ذرہ برابر نہیں ہٹیں گے۔ الفصل الرابع۔ وان تطع اکثر ہر وہ شئ جو کتاب
اللہ کے خلاف ہے اس کا ترک واجب ہے بایں معنی کہ کتاب اللہ کی اتباع میں وہ لوگ اس کے
شرائع اور احکام کی اتباع کرتے ہیں یعنی کتاب اللہ باعتبار معنی صدق و عدل پر مشتمل ہے اور
اس کی ایک صورت بھی ہے۔ لہٰذا وہ اتباع جو مفضی الی المعنی ہو یہ ہمارے نزدیک اتباع حقیقۃً
نہ کہ جیسے عامۃ الناس کا لب و لہجہ اور شیوہ بن چکا ہے کہ صورت ہی کافی ہے۔ صورت تو معنی
کی غرض سے مراد لی جاتی ہے۔ لہٰذا معنی اور صورت دونوں پر محافظت واجب و لازم ہوئی۔
جیسے فقیہ علم اصول فقہ کہتے ہیں القرآن اسم للنظم والمعنی جمیعاً۔ فکلو مما ذکر
اسم اللہ الخ صورت کی مثال ہے ۱۱۸ و ۱۱۹ وذروا ظاہر الاسم یہ معنی اللہ تعالیٰ کے
قول کلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ کا ہے کہ جب کوئی شخص کسی قوم کے شعار کا التزام کرلے تو
اسے اس قوم کے اخلاق کا التزام کرنا چاہئے اور اس کے بعد ۱۲۱ ولا تاکلوا الخ یہاں مخالف
قرآن کے ساتھ اشتراک سے منع کیا گیا ہے یہ اتباع کتاب کا ایسا طریقہ ہے جو میت کو حی بنادیگا
اسی طرف اشارہ ہے ۱۲۲ او من کان میتاً الخ مخالفین تو یہی ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ مسلمان
اس طریقہ سے منحرف ہو جائیں لہٰذا اُن کے ساتھ ایسا معارضہ کرنا جو حق پر مثبت بنے یہ بھی ضروری
ہے ان آیات ۱۲۳ و ۱۲۴ میں اسی طرف اشارہ ہے وکذلک جعلنا الخ یہ ان مخالفین کا اس

بارہ کہ مؤمنوں کے فکر کو فاسد کر دیں تاکہ اپنے اُوپر نبی کی فضیلت کو تسلیم ہی نہ کریں ایک فکر اور فریب ہے اور نبی کی فضیلت کی طرف اشارہ اس قول میں ہے جیسے فضیلت والد علی الاولاد یا فضیلتِ اُستاذ علی التلمیذ یہ اُن کے نفع کی طرف راجع ہے یہ شہنشاہوں کی حاکمیت اور استبداد کی طرح نہیں بلکہ یہ تو اللہ کے حکم کی تعلیم اور اس پر عمل کی اسانی کے لئے ہے ۔ کیا ہر ایک انسان اللہ تعالےٰ کے علم کی تعلیم دینے میں استاذ بننے کی قدرت رکھتا تھا؟ اُن کے اس مکر کی سزا عنقریب اُن کی طرف پہنچے گی سیصیب الذین ھٰذا جو شخص بھی اتباع قرآن کی صلاحیت رکھتا تھا اُس نے اخذ من النبی ۔ اعتماد علی صدقہ ۔ اتباع لامر اللہ کے لئے اپنے سینہ کو شرح و کشادہ کر لیا ۔ آیت ۱۲۵ اور ۱۲۶ میں اسی کا بیان ہے وھذا صراط ربك الخ

الفصل الرابع مکر کا اجمال فصل سابق میں تھا اور اس فصل کا موضوع ہی اسی مکر کی تفصیل ہے اور اس مکر و فریب میں لفظ انسان کے اندر جن و انس دونوں اشتراک رکھتے ہیں اور اس کا معنی ہمارے نزدیک منفی دعاوی (الدعایات المنفیۃ) ہیں اور ہم بھی یقین رکھتے ہیں اور وہ بھی اس بات کا یقین رکھتے تھے جو وبال اس دین نے اُن پر لا دینا ہے اِس لئے کہ یہ مُعاملہ (امر) کوئی مخفی نہیں تھا بلکہ قرآن تو پہلے دن سے ہی اس کا کھلے طور پر اعلان و جہر کر رہا ہے جیسے جیسے مسلمان اجتماعیت میں ارتقاء و ترقی پذیر ہو رہے تھے قیصر و کسریٰ کا خوف بڑھ رہا تھا اور وہ اس بات کو پسند اور جائز ہی نہیں رکھتے تھے کہ نبی اور اس کے صحابہ سے معارضہ کر کے اپنے درجہ سے ظاہری طور پر تنازل اور کراوٹ قبول کر لیں اِس لئے کہ وہ جانتے تھے اس میں ان کی اہانت عظیمہ ہے کیونکہ مسلمان اُن کے ہاں کوئی شئے ہی نہیں تھے نہ جیش و فوج کی حیثیت سے اور نہ اور کسی لحاظ سے اور نہ ہی کسی قطعہ ارضی پر اُن کی شاہت کا نام ہے اور وہ اپنے نفوس میں یہ اعتقاد کئے ہوئے تھے کہ ملوک (شہنشاہ) ہی اُن کے مخاطب اور مد مقابل بن سکتے یعنی ملوک کے سوا کسی کو اپنا مقابل سمجھتے ہی نہ تھے ۔ اور ان کے اس تنازل و انحطاط میں مسلمانوں کے لئے بہت بڑی عزت ہے لہٰذا ان مصلحتوں کی وجہ سے وہ معارضہ کا صریح اعلان نہیں کرتے تھے لیکن یہ کہنا

کہ وہ اس سے غفلت سے کام لے رہے تھے تو یہ ایسے شخص کا ظن وگمان ہو سکتا ہے جو سیاسیات سے نابلد ہے۔

تنبیہ:۔ ہم اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔ موجودہ زمانہ (الیوم) میں سلطنتِ برطانیہ رُوئے زمین پر بہت بڑی سلطنت ہے۔ میں اور میرے رفقاءِ کار کو اُن کے مقابلہ میں کیا نسبت ہو سکتی ہے لیکن ہم یہ دعویٰ لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ ہندوستان ہمارا وطن ہے لہٰذا برطانیہ کو ہندوستان پر حکومت کرنے کا کوئی استحقاق (حق) نہیں تو برطانیہ کی قوت کی نسبت اِس دعویٰ کی کوئی قیمت ہی تھی لیکن وہ ہمیں مخاطب بنا کر اور ہمارے ساتھ معارضہ کر کے تنازل و انحطاط کو اختیار نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن وہ ہمارے خلاف پر کیسے چھپ چھپا کر سعی و کوشش کر رہے تھے۔ اس کی معرفت ہمیں حکومت کابل اور ان اشخاص سے ہوئی جو ہماری عداوت اور دُشمنی کے لئے منسوب کئے جاتے ہیں جب برطانیہ ہماری تحریک جیسی کسی چھوٹی سے چھوٹی تحریک سے غافل نہیں تو قیصر و کسریٰ مومنوں کے اقوال و ایمان سے کیسے غافل رہ سکتے ہیں۔ تو وہ اس مکر کو لائے یہ قوتِ عظیمہ جن کے معنی میں داخل ہو گی۔ ہمارا اصل ایمان جن ناری کے ساتھ ہے اور اس کا عالمِ مثال سے ہونا امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے فلسفہ اور حکمت مستحکم اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے لیکن یہ کلمہ جن فقط اس سے شیاطین ناری مُراد لیتے رہنا قرآن کے فہم میں کوئی شیئ نہیں کہ قابل قبول ہو بلکہ ہر وہ قوتِ مستورہ جو مخفی طور پر انتقام پر آمادہ ہو وہ اس کلمہ جن میں داخل ہو گی۔ لہٰذا ہر وہ سیاسی شورشیں جو یہود و قریش سے ظاہر ہوئیں معشر الجن والانس میں داخل ہوں گی۔ اُنہوں نے کافی زمانہ سے قریش و عرب میں احکام کو کیسا فاسد کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ لوگ اپنی جہالتوں کی وجہ سے قرآن عظیم کے معارض و مخالف بن کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں لوگوں سے بحث اِس فصل رابع کا موضوع ہے اور اُنکی جہالتوں کو آیت ۱۳۶ میں ذکر کیا گیا ہے۔ وجعلوا للہ مما ذرا اور اسی طرح ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰ میں اُن کی جہالتوں کی حکایات ہیں و اسی طرح آیت ۱۴۱ میں زرعا، کھیتوں میں

حق تعالےٰ کی تصریح ہے اور ۱۴۲ میں جانوروں کا حکم ہے آیت ۱۴۵ تک پھر بعض وہ اشیاء جو خصوصاً یہود پر حرام کی گئیں۔ آیت ۱۴۶ و ۱۴۷ میں مذکور ہوئی ہیں اور یہود اپنی جہالت کیوجہ سے اس نبی کی تکذیب کر رہے ہیں اسی طرح اشارہ کیا گیا ہے اس آیت میں فان کذبوك یعنی تمہیں یہ نبی حق کی جانب ہدایت دیتے ہیں و لا یرد باسہ یعنی کوئی ایسی شے نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو رد کیا جاسکے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ کے عذاب کو رد کیا جاسکے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب اور قوی پکڑ سے ڈرا جائے یہی اس پورے فصل کا موضوع ہے۔

مفسدین من الجن و الانس اجتماعیت حجازی میں فساد ڈالتے رہے تاکہ اہل حجاز اس قرآن عظیم کے ساتھ ایمان نہ لائیں اور اُن کی آخری حجۃ اور دلیل آیت ۱۴۵ میں مذکور ہے۔ سیقول.... تخرصون لہٰذا انہوں نے ایک شریعت کے کچھ احکام دُوسری شریعت کے کچھ احکام سے معارض ہونے کے ساتھ استدلال کیا اور اس قسم کا معارضہ اور تکذیب شرائع پہلی قوموں میں عموماً قدیمی رسم ہے جس کی بنیاد کسی علم و تحقیق پر نہیں آیت ۱۴۹ میں اسی کا جواب ہے قل فللہ الحجۃ البالغہ جس کی تفسیر فلوشاء لھدکم اجمعین اس آیت کی تفسیر کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں باب انشقاق التشریع من التقدیر کا موضوع بحث ہے لہٰذا اسی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

شریعت سے مقصود ہر ایک انسان کی ہدایت نہیں لیکن ہر نوع تشریع جب مقدر ہو جائے تو خواص اس کے مُعین بن جاتے ہیں تو ان خواص کی حق ادائیگی سے ایک فرد کا بن جاتا۔ اِس نوع کے کاملین کا طبقہ بلسان نوعہ استدعا کرتا کہ اُن کے پاس نبی آئے۔ اِس مصلحت کی تکمیل کی خاطر شریعت آتی ہے۔ اِس فصل کے آخر میں ہے ولا تتبع اھواء الذین کذبوا۔ والذین لا یؤمنون۔ یعدلون یہ فصل سابق کا تتمہ ہے۔ تم الفصل

الفصل الخامس آیت ۱۵۱ تا ۱۵۶

یہ اُس دین حنیفی کا حاصل ہے جس پر تورات اور قرآن کا اتفاق ہے۔ قل تعالوا آیت ۱۵۱ میں تا قولہ لعلکم تتقون اور آیت ۱۵۲ میں وہ احکام ہیں جن کا نزول تورات اور قرآن میں مشترک طور پر ہے اور اس بحث کا ذکر ہم نے سورت بنی اسرائیل میں دیا ہے اور آیت ۱۵۴ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ تورات ان احکام کی تفصیل ہے اور آیت ۱۵۵ میں اس بات کا ذکر ہے کہ قرآن ان احکام کے لئے شرح ہے لہٰذا حنیفیۃ اسی پر تمام ہوئی۔ قل تعالوا لعلکم ترحمون اِس کتاب قرآن کا انزال نبی اسمٰعیل کے خاندان قریش کے عذر کو دفع کرنے کے واسطے ہوا اگرچہ یہ مقصد تورات میں پہلے ہی موجود اور ماخوذ ہے اسی طرف اشارہ ہے اس آیت ۱۵۶ میں ۱۵۷ ان تقولوا۔ ھل ینظرون خیراً۔ فتنظرون میرے نظریہ میں یہ اِس طرف اشارہ ہے۔ جس کے یہود و نصاریٰ منتظر تھے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا اتیان (اور نزول) حالانکہ وہ اس بارہ میں مغالطہ کھائے ہوئے تھے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام اس نبی امی کی آمد کی طرف اشارہ کیا تھا تو وہ آچکا لہٰذا قرآن عظیم کا نازل کرنا جیسے قریش کے دفعیہ عذر کیلئے ہوا ایسے ہی یہود و نصاریٰ کے عذر کے دفعیہ کیلئے بھی ہوا اس لئے کہ اگر یہود و نصاریٰ اس کتاب قرآن کے ساتھ ایمان نہ لائے تو قیامت یا اُن کی موت سے پہلے اُن کے لئے کوئی شیئ نہیں آئیگی۔ قولہ ان یأتیھم الملائکۃ انسانوں کی موت انفرادی کی طرف اشارہ ہے قولہ او یأتی ربک اس سے قیامت کی آمد مراد ہے اور قیامت جس دن قائم ہوگی تو اُن کے انبیاء بھی اس دن آئیں گے اور ہر ایک قوم کا نبی اپنی قوم کی معیت میں موجود ہوگا قولہ او یأتی بعض ایات ربک اس سے مُراد ہمارے نظریہ میں ابن مریمؑ للنصاریٰ اور موسیٰ کلیم اللہ للیہود ہیں اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس سے طلوع الشمس من المغرب مُراد ہے۔ یہ اسی انقلاب کی طرف اشارہ ہے یوم القیٰمۃ طویل دن ہوگا جس کی ابتداء اس نظام

کے فساد سے ہوگی جو کواکب اور شمس اور قمر اور اس زمین کے وجود سے چل رہا ہے جب تک
اِس سُورج و چاند کا نظام سطحِ ارضی پر مستمر رہے گا تو نوعِ انسانی موجُود رہے گا۔ گویا اس نوع
کا فنا میں یہ نظام مؤثر ہے۔ یہ مبدا یوم القیٰمۃ ہے اور انتہا یوم القیٰمۃ اس پر ہوگی کہ جنتی جنت
اور جہنمی جہنم میں داخل کئے جائیں گے اور طلوع الشمس من المغرب اُس دن کی نشانیوں
میں سے ہے اور اسی طرح ہر نبی کا اپنی اُمت کے ساتھ ملاقی ہونا بھی اس یوم کے واقعات
میں سے ہے اگر ہم یہود و نصاریٰ کی ذہنیت کی طرف دیکھیں تو وہ اپنے ہر دور ترقی میں مسیح
کی آمد کی خبر دیتے رہے اگرچہ مسیح کی تفسیر میں مختلف رہے تو بعض آیات کی تفسیر ابن مسیح
کے ساتھ کرنا اَولیٰ ہے لیکن جب بغیر لحاظ عقائد نفس واقعہ کی طرف نظر کریں تو بعض آیات
کی تفسیر طلوع الشمس من مغربہا ہوگی۔ اور اُن کے زعم و خیال کی تردید کے لئے اس آیت کے
آخر میں نازل ہوا۔ قل انتظروا انا منتظرون ورنہ تورات وانجیل میں جس کے انتظار کی
بشارت دی گئی تھی وہ اس کتاب قرآن کا نزول ہے جو آچکا ہے۔ وقولہ إنّ الذین
فرقوا۔ فی شیئ۔ یفعلون اِس حنفیت کی تفسیر میں اہل کتاب کا ایسا افتراق ہوا کہ دُنیا
میں اس خلاف کا ان میں سے رفع ہوجانا ممکن ہی نہیں رہا۔

لہٰذا حنفیت کا اخذ و حصُول اُن سے نہ کرنا قولہ من جاء۔ امثالھا ملتِ حنفیہ کی اقامت
ہی حسنہ ہے اور اس میں اختلاف اور اس کی تضعیف یعنی کمزور کرنا ہی سیئہ ہے۔ آیت نمبر ۱۹۰
میں اسی طرف اشارہ ہے وھم لا یظلمون اور اس کے بعد والی پانچ آیات میں اس بات
کی تصریح ہے کہ اللہ کا نبی ملتِ حنفیہ پر استقامت سے رہتا ہے اور الیٰ غیرہا التفات نہیں دیتا
قل انّنی۔ تختلفون آیت نمبر ۱۶۴ کے آخر میں یہود و نصاریٰ اور مُسلمانوں کے باہمیں اختلاف
کی طرف اشارہ ہے پھر جو اس حنفیت کے ساتھ احق از زیادہ حقدار ہوگا اسے اللہ تعالےٰ رفعت
دیں گے۔ ھوالذی۔ خلائف۔ لغفور رحیم اوّلاً یہود عمل کرتے تھے پھر نصاریٰ اس کے

بعد مسلمان آئے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ایک ہی قانون کے مطابق معاملہ کریں گے۔
لیبلوکم فیما اتاکم مجرمین کو عقاب دیں گے اور مومنین کی مغفرت فرمادیں گے
الحمدللہ۔ تمت السورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر سورۃ اعراف (مقدمۃ)

المص ٥ الف۔ لام۔ میم۔ صاد (١٦١) (١٦٨)

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ میں تعمیر و ترقی بغداد کی تمامیت تک عربوں کی خلافت فی الاسلام بالبداہتہ تین ادوار پر منقسم ہوتی ہے (١) دور خلفاء الراشدین (٢) دور خلفاء بنی امیہ جسے قرآن کا دور کہا جاتا ہے جس میں عربیت کو لساناً و ذہناً قوت حاصل اور ثابت ہوئی اور ان لوگوں کو جو مسلمانوں سے آملے۔ قرآن پھر سنت پر عمل و اخذ میسر ہوا۔ لہٰذا یہ دور اسلام کا دور ہوا (٣) دور خلفاء بنی عباس جس میں ذہنیت عربیہ باقی نہ رہی اور ایسے ہی خالص زبان عربی بھی باقی نہ رہی بلکہ عجمیوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر رہ گئی جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ لوگوں پر حجیت قرآن کی استعداد جاتی رہی۔ مگر بایں صورت کہ ان کی زبان اس قرآن کے تراجم کئے جائیں اور حال یہ رہا کہ اکثر نے اس طرف کوئی اعتناء اور توجہ نہ دی تو لوگ اپنی فطرت پہ باقی رہے۔ تو لوگ یا اپنی ذہنیت کے مطابق قرآن یا شرائع اسلام سے اخذ و عمل کرتے رہے۔ یا اس وقت کے سلطان کے غلبہ کے ماتحت زندگی گذارتے رہے یہی لوگ درحقیقت اصحاب الاعراف ہیں

لہٰذا انسان دراصل تین اقسام کے ہوئے (١) القسم الاول یا تو حقیقۃً وہ مسلمان ہیں جنہوں نے حکمت قرآن کو سابقون سے ادراک و حاصل کیا یا عمل و اخذ بالقرآن میں امام

ملتِ مثلِ ابراہیم علیہ السلام کی طرف انتساب (منسوب ہونے) نے اُن کی تائید کی یعنی انہوں نے حقیقتِ قرآن کا علی التمامیت ادراک نہ کیا لیکن بصورت انضمام باامام الحق حقانیت تعلیم پہ جزم ویقین کئے رہے اور جمیع ادیان پر غلبہ حاصل کرنے کے بارہ میں سعی و کوشش کی حقانیت پر پختہ اور دل جمعی سے رہے یہی لوگ اصحاب الیمین سے ہیں اور یہی مؤمنون حقاً ہیں (۲) القسم الثانی جنہوں نے حقیقتِ قرآن اور قیام ملت کا اسی طرح ادراک کیا جیسے قسم اول نے ادراک کیا تھا لیکن اُنہوں نے اس کی مخالفت کی لہٰذا یہ کفار ہوئے حقاً۔ (۳) اور ان دو قسم کے ماعدا کل انس اصحاب الاعراف ہیں۔ لہٰذا بغداد سے اصحاب الاعراف کی ابتدا رہوتی ہے یہ لوگ اصحاب جہنم سے نہیں ہوں گے اِس لئے کہ ان پر دلیل وحُجت کا ثبوت نہیں ہوا۔ اور یہ لوگ اہلِ جنت سے بھی نہیں بایں وجہ کہ اُنہوں نے قرآن کے ساتھ عمل نہیں کیا۔ لیکن بالتدریج پہلے دو قسم کے لوگوں میں سے کسی ایک قسم کے ساتھ لاحق ہوتے رہے۔ اِس لئے ان کی فطری اور طبعی استعداد میں ادراکِ حق کی قوت موجود رہی۔ لہٰذا جب علوم میں سے کوئی شے اُن کی اِس ذہنیت کے موافق ہوتی تو اگر وہ اِس کے ذریعہ قائم بالحق ہو کر مؤمنین میں داخل ہوجاتے رہے تو یہ مؤمنون حقاً ہوئے۔ اور وہ ازاں بعد بھی باطل پر ڈٹے رہے اور ان علوم کی وجہ سے جن کی نشأت کا سہرا بغداد کے سر پر ہے کُفار میں داخل ہوتے رہے تو یہ اصحابُ الاعراف سے شمار ہوں گے۔

اصحاب اعراف (۱) یا مؤمنین سے ہوں گے (۲) اور یا کافرین سے ہوں گے۔ لہٰذا وہ ایمان اور کفر جو علماً یا تقلیداً قرآن کی تاثیر سے تھا۔ وہ دور بغداد پر منتہی ہو چکا لیکن ازاں بعد حجت و دلیل کا قیام ان ہی علوم کے ذریعہ سے ہو سکے گا جو قرآن سے مستنبط ہوتے ہیں تو باعتبار استعداد کل انسان اصحاب اعراف ہوئے۔

اور اہلِ علم سے متکلمین اور فقہا کو دیکھ چکے ہیں کہ بالاستقلال اصحاب اعراف کی تحقیق کی طرف مستقلاً متوجہ نہیں ہوئے اِلّا چند مسائل کے ضمن میں اور اِس وقت ہم صرف امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں۔ جنہوں نے مستقلاً اصحاب اعراف سے متعلق بحث وتحقیق فرمائی ہے۔

حالانکہ اصحابِ اعراف کی معرفت حاصل ہوئے بغیر جمیع اہلِ ارض پر دعوتِ قرآن کا انطباق وتطبیق اگرچہ محال نہیں لیکن متعسر اور مشکل ضرور اور قطعی ہے۔ اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ اہلِ علم کا اجمالی دعویٰ یہ ہے کہ قرآن عظیم کل انسانیت کے لئے ہے لیکن جب تفصیل وتفسیر میں شروع ہوتے ہیں تو اس پر کوئی دلیل وحجت نہیں لاتے جس کی ساری وجہ اور سبب ان کا ان دو مراتب میں تمیز وامتیاز نہ کر پانا ہے (۱) تاثیر القرآن بنصوص القرآن، (۲) قرآن کی تاثیر بایں واسطہ کہ جب خلافتِ قرآنی قائم ہوئی اور اس نے انسانوں کے اجتماعیات (سوسائٹیوں) میں تبدیلی کا اثر ڈالا اور اس تاثیر سے بعد ان اجتماعیات سے علوم ومعارف پھوٹ نکلے جو دورِ خلافت قرآنیہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں تو ان علوم کا نصوص قرآن سے ایک کا تناسب نہیں ہے یہ تو مساواتِ مستقلہ میں قوت کی تاثیر ہے۔ پس ایک ہی دفعہ پوری صورت تبدیل ہو کر رہ گئی۔ لہٰذا جو لوگ اپنی استعداد کے ذریعے ان علوم سے متاثر ہوئے سارے کے سارے اصحاب الاعراف سے ہیں پھر اُن کا اس حق کو قبول کر لینے کے بعد جو اصل یعنی قرآن کی فرع ہے۔ لوگوں کا مؤمنین یا کافرین سے التحاق ولحوق ہوتا رہے گا اور مختلف طبقات پر تاثیرِ قرآن کے نتائج یوم قیامت تک انتہا پذیر نہیں ہوں گے جن کو ہم تاثیر القرآن بالواسطہ کے نام سے مسمّٰی کرتے ہیں۔ برخلاف اس کے عام اہلِ علم ان دو درجات میں امتیاز نہیں پیدا کر سکے اور ارادہ کر بیٹھے کہ ان تمام تاثیرات کو درجۂ اولیٰ کی طرف منسوب کر دیں بدیں وجہ ان کا کوئی انتظام پذیر فکر ثابت نہ ہوا۔ ہاں اگر وہ اس مسئلہ کی مستقل تحقیق کر لیتے اور اس کی پوری جوابت کا ادراک واحاطہ کر لیتے تو پھر وہ جمیع اصناف انسانیت میں تاثیر القرآن کی تعمیم ودوام کو ثابت کرنے پر قادر ہوتے۔

ہم نے اہلِ علم کو حالتِ اضطرار میں دیکھا ہے کہ وہ بعض احکام اصحاب الاعراف کے ثابت کر دیتے ہیں مثلاً اشاعرہ قائل ہیں کہ حسن وقبح شرع ہی سے ثابت ہوتے ہیں اور ان میں سے محققین درجہ اولیٰ کی بالوضوح اور بالبداہت تمیز کرنے پر قادر ہوتے ہیں لیکن وہ امور جو عقل سے

سے ثابت ہوتے ہیں جب اُن کے ہاں استناد الی الشرع ہونا بالکلیہ ثابت نہ ہوا تو تاثیر الاسلام بالواسطہ کو ثابت کر بیٹھے جس کا وہ خود شعور نہیں رکھتے۔ گویا اس کو بدوں شعور ثابت کیا لہٰذا بدیں وجہ ان کی کلام منظم نہیں رہی۔ پھر شیعہ گروہ کی وجہ سے ایک مسئلہ پیدا ہوا، جس کی طرف متاخرین نے توجہ دی وہ ہے حضور علیہ السلام کے والدین کی نجات کا مسئلہ، یہ لوگ اُن کو کفر و جاہلیت سے نکالنے اور اُن کے لئے درجہ اہل اعراف کا ثابت کرنے کی طرف محتاج ہوتے ہیں لیکن اس مسئلہ کی طرف پوری انسانیت کے احتیاج کے باوجود ان لوگوں کا کلام سارا کا سارا اور بحث سے شعور رانہ بلکہ اس جزوی مسئلہ کے اثبات میں فقط ان کے غلو اور محبت پر مبنی ہے۔ مثلاً جب کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ کسی کے اسلام کا حجت و دلیل ہونا ثابت نہیں ہوتا، مگر لوگوں کی زبان سے قرآن کی تبلیغ و بلوغ (پہنچ جانے) اور حکمت دینیہ کے فہم و ادراک کے بعد یا بصورت اور مثل سابقین یا مثل اصحاب الیمین تو اس کے مقابلہ میں آپ اہل علم حضرات کو دیکھیں گے کہ غیظ و غضب سے پھٹ پڑیں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے ساری انسانیت پر قرآن کو پہنچایا (تبلیغ) ہی نہیں اور اُن کی اصطلاح کے موافق اکثر انسان کفار ہیں اور وہ اس عقیدہ کو اپنے شعائر ایمان سے جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے کو مسلمان نہ کہے (مسلمان کا نام نہ دے)، کلھم سارے کے سارے کفار اور جہنمی ہیں لیکن نبی علیہ السلام کے والدین کے حق میں وہ معترف ہوتے ہیں کہ ان دونوں پر حجت اور دلیل ثابت نہیں ہوئی۔ لہٰذا یہ اہل جہنم سے نہ ہوئے۔ ان کے ائمہ سے اس جیسا تناقض کثرت سے پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے حق پر پہنچ جانے والا اور حق کے مدرکین طوائف (گروہ) صوفیہ (اہل تصوف) کے بغیر کسی کو نہیں دیکھا لیکن فقہاء (مُلّو ملٹے) ہی ہیں جن کا اس طائفہ کے لوگوں کی تکفیر کئے (کفر کے فتوے دیئے) بغیر طعام ہضم نہیں ہوتا۔ برعکس اس کے اس طائفہ کے لوگ طبعاً مساکین ہیں جو اثبات حجت و دلیل پر قادر نہیں ہوتے۔

ہم نے اِس مسئلہ پر کسی محقق کو کلام و بحث کرتے ہوئے نہیں پایا۔ مثل امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور لوگوں کو بالخصوص شُبّان اسلام (نوجوان مُسلمان) کو میرے اس خوشخبری سُنانے کے بعد ان کے صدور میں جمیع انسانوں کی طرف احکام قرآن کے ایصال (پہنچانے اور تبلیغ) کے واسطے انشراح پیدا ہو۔ اور میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو بزور فقہاء مجتہدین کے مقلد بنتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت اپنے طور طریقوں پر چلنے میں خود مُصر ہیں۔ ان کا دل کفر کا فتویٰ دیئے بغیر مطمئن ہی نہیں ہوتا یعنی ہر ایک کو کافر کہنے میں سکون پاتے ہیں مسلمان کی استعداد میں یہ اختلاف ان کے ایک غلط بات کو فرض کر لینے کے باعث ہوا ہے یعنی اُنہوں نے اصحابُ الاعراف کو فرض کر لیا ہے کہ وہ کفار ہیں۔

حالانکہ ان

دونوں کے مابین فرق کرنے پر قادر نہیں ہو سکے تو اس مفروضہ نے اُن کے علوم کو بوجہ خلط باطل مع الحق کے فاسد کر ڈالا۔ اور اُن کو گمان تک نہ ہوا کہ وہ بطلان کے اندھیرے گڑھے میں جا گرے ہیں اور اس پر طرّہ یہ کہ نصاریٰ اور ہنود و یہُود کی طرح خرافات بکنے لگ گئے کہ ایک مرد کا خرُوج ہو گا جو اُن کے لئے دین کو قائم کر دے گا۔ اور وہ دین قائم ہو جائیگا حالانکہ یہ قرآن عظیم ایسی کتاب ہے جس کے علُوم کا تمام انسانیت میں پھیلانا ممکن ہے اور یہی کل انسانیت کی ہدایت کے لئے کافی وافی ہے لیکن ان کے دلوں میں اِس بات کا ذرّہ برابر بھی خیال تک باقی نہ رہا۔ اگر ان کو ایک ایسا شخص دیکھ لے جو ان کا ہم خیال نہیں (ان کے فکر کا لباس پہنے ہوئے نہیں) تو ان میں اور ایسے لوگوں میں جو یہ اِعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام پُورے کا پُورا منسُوخ ہو چکا ہے کوئی فرق نہیں دیکھے گا میرے عقیدہ اور نظریہ میں اکثر ایسے مصائب اصحاب الاعراف اور کفّار کے مابین فرق کے شعور نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔ لیکن میں (حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ) اس زمانہ میں جبکہ حضرت امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علوم کی پُرزور نشر کیا کرتا تھا تو فقط اس ایک مسئلہ پر زیادہ تاکید

کرتا تھا تاکہ اہلِ علم حضرات کی اِس مسئلہ سے متعلق جہالت رفع ہو اس لئے کہ ازاں بعد وہ جس انحطاط کے گڑھے میں جا پہنچے ہیں۔ اس کے بارہ میں اصحابِ بصیرۃ بن جائیں گے تو سلیم الفطرۃ انسان اپنے دین کی اقامت کے لئے کمربستہ اور کوشاں نظر آئیں گے اگرچہ آج وہ جہلِ مرکب میں غرق ہیں اور مجھے کافر بھی کہتے ہیں لیکن ہمارے شیخ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ میری تائید میں یہ فرما کر توجہ دلاتے رہے کہ (حضرت مولانا) عبیداللہ (رحمۃ اللہ) راسخین فی العلم کے علوم کی نشر و اشاعت کا ارادہ کئے ہوئے ہیں اور یہ (نام نہاد علماء زمانہ) لوگ اس کی حقیقۃ کا ادراک نہیں کرسکے اِس لئے یہ قیل و قال کے قید خانہ میں محبوس ہیں تو ہمارے شیخ شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی وجہ سے ہماری جماعت کے آدمی عموماً مجھ سے منقطع اور علیحدہ نہ ہوئے پس وہ بتدریج بحمداللہ کل کے کل نے رجوع کیا لہٰذا اس تجربہ سے مجھے یقین ہوا کہ جماعت اہلِ علم سے قیام بالحق کی استعداد مفقود نہیں لیکن ان کا جہلِ مرکب میں مستغرق ہونا انہیں بیدار نہیں ہونے دیتا واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

فصل امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا تذکرہ۔ بدور بازغہ میں فرماتے ہیں

الاعراف کے چند اصناف ہیں ایک صنف ان لوگوں کی ہے جن کو دعوۃِ اسلام بالکلیہ نہیں جیسے پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایسے لوگ رہنے والے جنہوں نے اپنے رب سے کبھی شرک نہیں کیا۔ اور اس کا جحود و انکار کیا اور نہ ہی اس کے ساتھ ایمان لائے ان کی مثال بہائم (چوپایوں) جیسی جو کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تا انکار کی صورت اور نہ ہی اثبات کی حالت میں اور یہ صرف اپنے منافع بدنی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ یا

جنہیں دعوتِ اسلام تو پہنچی لیکن اُن کی جہالت کی وجہ اُن کے لئے سُودمند ثابت نہ ہو سکی۔ ان کی مثال اس قوم جیسی ہے جس نے نہ تو اسلام کی لغت اور بولی سمجھا اور نہ اُس کی دلیل کو ادراک کرسکے چونکہ اِن میں دقتِ نظر و فکر نہیں، اِن مُسلمانوں کے حق میں مبلغ علم یہ ہے۔ کہ وہ (مسلمان) ایک قوم ہے جن کی پگڑیاں ایسی ہوتی ہیں اور قمیصیں اس نوع کی ہوا کرتی ہیں۔ یہ

چیزیں کھاتے ہیں اور ان اشیاء کو حرام کہتے ہیں اور ہمارے ساتھ ملک گیری پر قتال اور جنگ کرتے ہیں جس پر ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم بھی اُن کے ساتھ جنگ لڑیں، اور یہ مذکورہ کیفیت باوجود ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے کے اور ان کے مثل بہائم ہونے کے اگرچہ فی الجملہ ان کے مزاج صحیح ہوں۔

دوسری صنف اصحاب الاعراف کی وہ لوگ ہیں جن کی عقلیں ناقص اور کم ہیں جیسے نابالغ بچے (صبیان) اور مجانین (پاگل) اور بے سمجھ (معتوہین) اور کم عقل (سفہاء) اور کسان (فلاح) اور زرخرید لونڈے (ارقاء) پس ایسے افراد جو باطل سے حق کا امتیاز نہ کر سکیں اور اپنے رب کی معرفت بھی نہ کر سکیں کہ اس کی عبادت کرتے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے ضعف کی وجہ سے نقوش کو قبول نہ کر سکے ایسے لوگوں سے اسلام کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں جیسی شکل وشباہت اختیار کریں اور مسلمانوں کے احکام ظاہرہ کے منقاد رہیں تاکہ کلمہ حقہ میں تفرّق واقع نہ ہو ان کے ایمان کے لئے اسی پر اکتفا کی جائے گی جیسے کہ حضور علیہ السلام جاریہ سوداء کے ایمان میں اکتفاء فرمائی تھی حضور علیہ السلام نے اس سے پوچھا این اللہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے تو جاریہ آسمان کی طرف اشارہ کیا (الحدیث) لیکن صنف اوّل سے تو اسلام کا ارادہ تعظیم کرانا ہے اور ان پر اثبات حجۃ اور ہدایتہ۔ انتہیٰ۔

حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں۔ اصحاب الاعراف دو جنسیں ہیں (۱) ایسی قوم جن کے مزاج صحت مند ہوں اور فطرت میں ذکاوت ہو لیکن دعوتِ اسلام ان کو بالکلیہ نہیں پہنچی یا پہنچی تو ہو لیکن ایسے طریق سے کہ قیام حجت نہ ہو سکے۔ اور نہ ان کے شبہات مزائل ہوں تو انہوں نے ایسی نشئات اختیار کی کہ نہ تو وہ اعمال ردیّہ میں منہمک ہوئے اور نہ ہی خصائل خسیسہ میں اور جناب حق عزاسمہٗ کی طرف نہ اثباتاً اور نہ ہی نفیاً التفات کر سکے اور ان کا اکثر مشغلہ دُنیاوی کاروبار رہا یہ لوگ جب مریں گے تو ایک ایسی نامعلوم (عمیاء) حالت کی طرف رجوع ہوں گے جو نہ عذاب ہو گا اور نہ ثواب حتّٰی کہ ان کی ہیئت منفسخ اور ریزہ ریزہ ہو جائیگی

ازاں بعد متصلاً ملکیت کی شعائروں سے ان پر کچھ چمک پڑے گی۔

(۲) وہ قوم جن کی عقلیں ناقص ہیں مثل اکثر صبیان اور معتوہین اور فلاحین اور ارقاء کے اور کثیر تعداد ایسوں کی ہے کہ لوگوں کے زعم میں لاباس بہم (قابل اعتبار نہیں) ہیں اور جب رسوم وعلامات چلیں گے ان کا حال کھل جائے گا تو بے عقل ہو کر رہ جائیں گے۔ ایسوں کے ایمان کی اس کیفیت پر کفایت کی جائے گی جیسے حضور علیہ السلام نے جاریہ سوداء کے ایمان سے متعلق اکتفاء فرمایا تھا اس سے سوال فرمایا تھا اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ تو اُس نے آسمان کی جانب اشارہ کیا ان سے مُرادِ اسلام صرف اتنی ہے کہ مسلمانوں سے مشابہت رکھیں تاکہ کلمہ متفرق نہ ہو لیکن ایسے شخص جن کی نشوونشارت ہی ایسی ہوئی کہ وہ افعال وخصائل رذیلہ میں منہمک رہے اور جناب حق عز اسمہٗ کی طرف اس طور ملتفت ہوئے کہ اس کے لائق اور مناسب نہیں یہ لوگ اہل جاہلیت سے شمار ہوں گے۔ اور قسم قسم کے عذاب سے مُعذّب ہوں گے انتہیٰ بدور بازغہ میں فرماتے ہیں۔ اکثر لوگ مغفور ہوں گے اگرچہ کچھ وقت (حلن) کے بعد اور پھر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اللہ کے غضب سے بہت وسیع ہے۔

ایسی تفاصیل تو ہم نے محققین میں سے کسی ایک کو نہیں دیکھا کہ اس طرح صراحت سے ذکر کرتے ہوں البتہ اجمالی طور پر اشارہ کر دیتے رہے ہیں جیسے امام غزالیؒ اور محقق دوانی پھر جب ہم نے بنظر عمیق امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے کلام کا مُطالعہ کیا تو ہم نے دیکھا کہ ہمارے اِس زمانہ کی وہ قومیں جو مُسلمانوں کی مخالف ہیں گویا وہ اصحاب الاعراف سے ہی ہیں اور اسی طرح گھٹیا طبقہ کے لوگ جو بلادِ الاسلام کے رہائشی ہیں جیسے مزدور کسان یہ بھی اصحاب الاعراف سے ہیں اور جب ہم نے پورا تأمل اور غور وفکر کیا تو یہ ذہنی دھوکا کافور ہو گیا کہ اہل علم حضرات مُسلمانوں کے شمار میں ہیں (اھل العلم من المسلمین) اور واجب علیہم کے قائم کنندہ ہیں (نہیں نہیں بلکہ) یہ دور میرے نزدیک اصحاب الاعراف کا دور ہے۔ جس کی ابتدا حکومتِ عباسیہ سے پڑی ہے اور یوم قیامت تک مُمتد رہے گی اور اِس بارہ میں حکم اور فیصلہ

(اس دور کے) ان حکماء کی طرف راجع ہوگا جو اقوام عالم کی استعدادات سے بحث و مُباحثہ کرکے ان کی زبانوں کے ذریعہ سے ان حقائق تک واصل ہوتے ہیں جو ان اقوام کے دلوں میں ہیں۔ اہل علم کے وہ اصناف جو بغداد سے پہلے نشأت پذیر ہوئے۔ ان کا تسلط اور ریاست جاچکی لہٰذا ان پر واجب ہے کہ اس دور کے حکما کی متابعت اختیار کریں اور ان حکماء پر بزور یا بزعم خود حاکم یا حکیم بننے کی کوشش نہ کریں۔ (فالواجب علیھم ان یتبعوا الحکماء ولا یتحکموا علیھم)

تمّت المقدمة

سُورة الاعراف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ

یہ کتاب اُتری ہے تجھ پر سو چاہیئے کہ تیرا جی تنگ نہ ہو اس کے پہنچانے سے

مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ

تاکہ تو ڈرائے اس سے اور نصیحت ہو ایمان والوں کو چلو اسی پر جو اترا تم پر

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾

تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے تم بہت کم دھیان کرتے ہو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ المص کتاب انزل الیک ... للمؤمنین ..... حرج
اس سے بصراحت معلوم ہوا کہ اس کتاب کی تبلیغ عامۃ الناس تک نہیں پہنچے گی یا وہ اس کی لغات (لوبی) یعنی طریق بیان کو سمجھ نہیں سکیں گے (اس کا طرزِ تکلم اور طریق خطاب) ان کی ذہنیت کے موافق نہیں آئے گا۔ لہٰذا ان ایسے خطرات کی بنا پر تیرے قلب میں (اے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بات سما سکتی ہے کہ یہ تبلیغ اور گفتگو موجودہ صورت جیسے مناسب ہے نفع بخش نہیں رہے گی اس جیسی حرج کا آپ کے صدر مبارک سے نفی اور رفع ہو جانا چاہیئے کیونکہ یہ سب کچھ حجاب اُٹھ جانے کے بعد متیسر اور آسان ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ آپ کی بابرکت تعلیم سے کچھ رجال حکماء (فلاسفر) اور کچھ لوگ خلفاء (خلافتِ الٰہیہ کے قابل) ہو کر نکلیں گے، اور جن کی اجتماعیتِ انسانیہ میں تاثیر کی وجہ سے ہر طبقہ کے اندر سے ایسے رجال پھوٹ نکلیں گے جو انہیں حق تک پہنچانے میں کافی ہوں گے تو گویا اللہ تعالےٰ

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾

اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب راتوں رات یا دوپہر کو سوتے ہوئے

فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾

پھر یہی تھی ان کی پکار، جس وقت کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے بے شک ہمیں تھے گنہگار

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ

سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے اُن سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے پھر ہم ان کو

عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ

احوال سنائیں گے اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب نہ تھے اور تول اس دن ٹھیک ہوگی۔ پھر جس کی تولیں

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ

بھاری ہوئیں سو وہی ہیں نجات پانے والے اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں

فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

سو وہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے

نے اس کتاب کے ابلاغ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ لہٰذا ان رجال کے کسی فرد کی تبلیغ جس کسی کو پہنچی اور اُس نے اس کو اپنے عقل میں جگہ دی تو وہ پہلا فائز المرام ہوگا اور جس کے عقل میں جگہ نہیں بنا سکی۔ اگر اس میں قبول الحق کی استعداد ہے تو ایسا شخص ایک واسطہ اور ذریعہ یا چند وسائط کے ذریعہ اس کتاب سے مستفید ہو سکتا ہے۔ قولہ اتبعوا۔ تذکرون اس دین اسلام کے سوا کسی دُوسرے کی اتباع جائز ہی نہیں بلکہ ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ اس اجتماعیت عالمیہ (اسلام) میں ہو جائے (تنبیہ) جس انسان کو اجتماعیت عالمیہ کے اقامت کی فہم و فراست حاصل ہے تو ایسا انسان اُن ظاہری مختصہ صورتوں پر جو ہر اقوام کیساتھ قائم ہیں اقتصار نہیں کرتا بلکہ وہ شخص اصل مسئلہ اور مصلحت اجتماعیہ کی طرف رجُوع کرتا ہے جس کے ذریعہ ہر ایک قوم کا تناسب بالفور اُسے حاصل ہو جاتا ہے پس اگر ایسا شخص ہوا جسے اس مسئلہ کی فہم کا اتقان حاصل ہو تو اس پر

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ ؕ قَلِیْلًا مَّا

اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر کردیں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

شکر کرتے ہو اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ لَمْ یَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ

پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا سجدہ والوں میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا

اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ

کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے حکم دیا بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور اس کو بنایا

مِنْ طِیْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِیْهَا

مٹی سے کہا تو اتر یہاں سے تو اس لائق نہیں کہ تکبر کرے یہاں پس باہر

فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

نکل تو ذلیل ہے بولا کہ مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں

اجتماعیتِ عالیہ کے لئے قرآنی دین کی اقامت آسان اور سہل ہو جائے گی۔ لہٰذا ہماری اصطلاح میں اس عصرِ حاضر میں اجتماعیتِ عربیہ کا دور دمشق پر ختم ہو کر اجتماعیتہ عالیہ کے دور کی ابتداً بغداد سے پڑ چکی ہے۔ صرف صورتیں مختلف ہوں گی۔ لیکن مصالح اپنے حال پر رہیں گے۔ اور متکلمین حضرات میں سے معتزلہ کا وجود میں آنا اور فقہاء حضرات کے گروہ سے اہل الرائے (مجتہدین) کا پیدا ہونا اجتماعیتِ عالیہ کے لوازمات میں سے ہے اور جو افراد و اشخاص ان اہل الرائے حضرات کی نفی اور انکار پر تلے ہوئے ہیں ان بے چاروں نے اسلام کا مفہوم فقط قومیتِ عربیہ کی اجتماعیت ہی سمجھ لیا ہے ایسے لوگوں کے علوم کی نفی کر کے ان کی اصلاح حال ضروری ہے۔ تاکہ قرآن کے (منہج) واضح راستہ اور جادۂ حق سے دور نہ جا پڑیں۔ بنابریں معتزلہ کی اصلاح کے ذریعہ ماتریدیہ انتظام پذیر ہوئے اور اہل الرائے کی اصلاح کے

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ

فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا اُن کی تاک

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ

میں تیری سیدھی راہ پر پھر اُن پر آؤں گا۔ اُن کے آگے سے اور پیچھے سے اور

اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ

دائیں سے اور بائیں سے اور نہ پائے گا تو اکثروں کو ان میں شکر گزار کہا

اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

نکل یہاں سے بُرے حال سے مردود ہو کر جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور بھر دوں گا

مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ

دوزخ کو تم سب سے اور آدم رہ تو اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے

حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

چاہو اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہ گار

ذریعہ فقہ حنفی کا انتظام ہوا اور یہ دونوں بغداد کی کرشمہ سازیوں سے ہیں۔ اور اسی پر اقتصار کرنا ہی مقصود اور مُراد نہیں بلکہ جب عالمی دَور آیا تو یہ بھی قابلِ تغییر بن جائے گی یعنی بغداد ایک دُوسرے مرکز کے ساتھ تبدل ہو گیا تو معتزلہ اور اہل الرائے کی اصلاح ایک دوسری صُورت پر ہو سکے گی۔ مثلاً بغداد کے بعد مرکزیہ بُخارا کی نشأت ہوئی یا قاہرہ مرکز بنا تو ان مراکز میں فقہاء اور متکلمون نے تصوّف اور حکمت کے رنگ کو اختیار کیا اور ایسا ہی اس وقت لازم اور واجب تھا اور جو شخص بھی لوگوں پر تقلید ائمہ کے ایجاب کی تشدید کرے۔ اس نے درحقیقت اجتماعیت عالمیہ کو کما حقہ سمجھا ہی نہیں۔ پھر بُخارا اور قاہرہ کے بعد دہلی اور استنبول کے مرکزیت کی نشأت ہوئی تو اِن مراکز میں اجتماعیت کی ایک دُوسری شان بن گئی۔ اور جو انسان شئونِ متجددہ کی مراعات نہیں کر سکے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اِس قول کے

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَنْهُمَا مِنْ
پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی

سَوْاٰتِهِمَا مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا
شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اسی لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ

مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ
فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہارا

النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا
دوست ہوں پھر مائل کر لیا ان کو فریب سے پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں

سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ
ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے اور پکارا ان کو رب نے کیا میں نے

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا
منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے اور نہ کہہ دیا تھا تم کو کہ شیطان تمہارا

معنی کو نہیں سمجھ سکے (وہ قول یہ ہے) اتبعوا ما انزل الیکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء
اور مجھے امام ولی اللہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ذریعہ یقین ہے کہ اگر ان مصالح کی مراعات نہ
کی جاتی جو ہمارے بلاد میں ظاہر اور پیدا ہوئے ہیں تو آخری ان دو صدیوں میں اکثر انسان اسلام
سے نکل چکے ہوتے۔ اصحاب الاعراف کی ذہنیت تجدید میں احوال عظیم اور عظیم امور کی
مستوجب اور مقتضی ہوئی اور اسی طریق سے آخر زمانہ تک اجتماعیت عالمیہ قائم ہوتی رہے گی
پھر آیت (۴) اور (۵) میں وکم من قریۃ.... قائلون ....ظالمین وکم من قریۃ
اھلکناھا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے نزدیک قریہ سے مراد وہ اجتماعیت خاصہ ہے
جو ایک مخصوص زبان رکھتی ہو کیونکہ ہر چھوٹے چھوٹے مقام میں انبیاء کا موجود ہونا تاریخ میں منقول
نہیں اور نہ ہی کہیں اس کا نشان ملتا ہے۔ البتہ انبیاء کے امثال اس پر ہر قوم میں موجود

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٢﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

کھلا دشمن ہے — بولے وہ دونوں اے رب ہمارے ہم نے ظلم کیا اپنی جان پر اور اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر

لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ

رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ — فرمایا تم اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے — اور تمہارے

فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا

واسطے زمین میں ٹھکانا — اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے — اور اسی میں

تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٢٥﴾ ع يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا

تم مرو گے اور اسی میں سے نکالے جاؤ گے — اے اولادِ آدم کی ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو

يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ

ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے — اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے

مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ

یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں — اے اولادِ آدم کی نہ بہکائے تم کو

ہیں جن کی اجتماعیت قویہ تھی لہٰذا کوئی مجتمع (سوسائٹی) داعی الی الحق سے خالی نہیں بایں تفصیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صحیح اور درست ہو جاتا ہے وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیرہ لیکن یہ ثابت کرنا کہ امصار اور مدن (جمع مصر اور مدینہ یعنی شہری آبادی) کی ہر چھوٹی چھوٹی آبادی اور بستی میں نذیر ہو گذرا ہے خواہ نبی یا صدیق تو یہ بات تاریخ میں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اہل لغت قریہ کی تفسیر تلفظ مجتمع (اجتماعیت سوسائٹی) کر دیتے ہیں. جیسے فرد ازجاری یہ معنی اجتماعیت عالمیہ کی تصویر کشی کے لئے زیادہ قریب ہے قولہ الا ان قالوا انا کنا ظلمین اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ امر حق ان کے ذہنوں تک پہنچا لیکن انہوں نے اس کی طرف التفات نہیں کی البتہ جب عذاب دیئے گئے اور انقلاب میں ماخوذ ہوئے تو اقرار اعتراف کر بیٹھے لہٰذا حق کا ایصال اجتماعیات انسانیہ تک اللہ رحمان کی

الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا

شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اُتروائے اُن سے اُن کے کپڑے ف تاکہ دکھلائے انکو

لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ

شرم گاہیں ان کی وہ دیکھتا ہے تم کو اور اس کی قوم جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے

اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا

ہم نے کر دیا شیطانوں کو رفیق ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے اور جب کرتے ہیں کوئی

فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ

برا کام تو کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ نے بھی ہم کو یہ حکم کیا ہے تو کہہ

لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ

دے کہ اللہ حکم نہیں کرتا برے کام کا کیوں لگاتے ہو اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں تو کہہ دے کہ میرے

رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

رب نے حکم کر دیا ہے انصاف کا اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز کے وقت اور پکارو اس کو خالص اس کے

تقدیر سے ہے اور کسی اجتماعیت کا اس سے خالی ہونا ممکن نہیں پس قرآن عظیم اس نظام کا امام ہے جیسے آیت ۵ میں ہے فلنسئلن المرسلین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قوموں کے اہلاک سے پہلے ایصال حق الانام ضروری ہے اگر مسلمانوں کے ان مصلحین نے جن پر یہ ایصال حق ضروری اور واجب ہے ذرہ برابر کوتاہی اور قصور کیا تو ان سے پوچھا جائیگا مسئولیت ساری کی ساری انہیں پر ہوگی اگر مرسل الیہم لوگوں نے کوتاہی اور قصور کیا تو ساری مسئولیت کا بار انہیں پر ہوگا۔ (۷) فلنقصن علیھم..... وماکنا غائبین اس طرف اشارہ ہے کہ حقیقت الامران کی طرف آکر رہے گی (فائدہ) ہم ہر اس حقیقت کو جو کائنات ارضی میں ظہور پذیر ہو رہی ہے عالم مثال کیلئے ثابت کرتے ہیں گویا پہلے ان کا عالم مثال میں تقرر ہوا ہے لہذا موجودات ارضی دونوں ہیں۔ موجودات فی عالم مثال کے لئے پھر ان تمام کو عالم مثال میں محفوظ کیا جا رہا ہے پھر ان کے رجوع الی الامثال کے بعد عرض ہوگا اور ہمارے اس قاعدہ عمومیہ

لَهُ الدِّيْنَ ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

فرمانبردار ہو کر جیسا تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہو گے ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر مقرر

الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

ہو چکی گمراہی انہوں نے بنایا شیطانوں کو رفیق اللہ کو چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وہ

اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

ہدایت پر ہیں اے اولاد آدم کی لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت اور

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ

کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو اس کو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنیوالے تو کہہ کس نے حرام کیا

زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ

اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی ہے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی تو کہہ یہ نعمتیں اصل میں

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن اسی طرح مفصل بیان

کے اثبات کر دینے سے بعد تفصیل سابقہ ہمارے لئے سہل ہو جائے گی۔ (فائدہ) حق کا پہنچانا (ایصال الحق) اور حق کو قبول کرنا (قبول الحق) دو قسم پر مفروض ہے ۱۔ ایک قسم جو معلومیت میں درجہ عالیہ تک پہنچ چکی ہے ۔۲۔ دوسری قسم جس کے معلوم کرنے میں لوگوں کو احتیاجی ہو جیسے پیاسا آدمی پانی کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ ہر ایک انسان بعد الحساب بقدر اپنے اعمال کے بدلا دیا جائے گا۔ اسی معنی کی طرف آیت ۸ و ۹ میں اشارہ ہے والوزن یومئذ الحق فمن ثقلت موازینه یعنی دونوں قسموں سے فاولئك هم المفلحون المرسلین کی تفسیر میں مفسرین سے خطاء ہوئی کہ انہوں نے مرسلین کو فقط انبیاء میں محصور کر دیا۔ لہٰذا اگر اس حصہ سے مراد ائمۃ المرسلین کا حصر ہو تو یہ صحیح ہے اور اگر انہوں نے مطلق لفظ المرسل کا حصر کیا ہے جو کتاب اللہ میں مستعمل ہوا ہے تو یہ خطاء فاحش ہے اس لئے

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا

کرتے ہیں ہم آیتیں ان کے لئے جو سمجھتے ہیں تو کہہ دے میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بیحیائی کی باتوں کو

وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ

جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا

سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا

ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں اور ہر فرقے

جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ یٰبَنِیْٓ

کے واسطے ایک وعدہ ہے پھر جب آپہنچے گا۔ ان کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے

اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی

اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں کے کہ سنائیں تم کو آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور نیکی

وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا

پکڑے تو خوف نہ ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو

اقامتِ دین میں صدیقین انبیاء کے قائم مقام ہوتے ہیں اور ان کے ماسوا جو تبلیغ دین کی خدمت انجام دیتے ہیں وہ جنود المرسلین ہیں اور ممکن ہے کہ کلمۃ المرسلین کو ان جمیع طبقات کے لئے جمع کا صیغہ لایا گیا ہو اسی مذکورہ غلطی اور خطار کی وجہ سے علماء مبلغین میں غرور و تکبر پیدا ہو کہ (ہم) بھی رُسُل میں سے ہیں اور انہوں نے انبیاء کی طرح اپنے لئے بھی عصمت (گناہوں سے معصوم ہونا) فرض کر لی۔ حالانکہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ ان کا محاسبہ فقط تبلیغ کے بارے میں ہوگا اور ایمان اور ارکانِ اسلام جیسے امورِ عامہ کے بارے میں نہیں ہوگا۔ اس کی مثال اس رجل (انسان) کی طرح ہے جسے اللہ تعالےٰ نے کسی شہر پر امیر اور حاکم مقرر کیا ہو یا کسی مملکت اور سلطنت پر شہنشاہ بنایا ہو یا اُمم (اُمتوں) پر خلیفہ قائم کیا ہو تو اس کے عدل اور ظلم میں حکم اور فیصلہ کے اعتبار سے محاسبہ ہوگا اور اسی کے ساتھ اس کی نجات اور عذاب

وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٣٦﴾

اور تکبر کیا ان سے وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۚ أُولَٰئِكَ

پھر اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے۔ اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اس کے حکموں کو وہ لوگ

يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ

ہیں کہ ملے گا ان کو جو ان کا حصہ لکھا ہوا ہے۔ کتاب میں یہاں تک کہ جب پہنچیں ان کے پاس ہمارے

قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا

بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو تو کہیں کیا ہوئے وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے سوا اللہ کے بولیں گے وہ ہم سے کھوئے

عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿٣٧﴾ قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

گئے اور اقرار کریں گے اپنے اوپر کہ بیشک وہ کافر تھے فرمائے گا داخل ہو جاؤ ہمراہ اور امتوں کے جو تم سے

مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ

پہلے ہو چکی ہیں جن اور آدمیوں سے دوزخ کے اندر جب داخل ہو گی ایک امت تو لعنت

ہوگا اور اس کے لئے کسی درجہ میں نماز اور روزہ نفع مند نہیں ہوں گے۔ یہ بات تو دورِ (زمانہ) خلفاء راشدینؓ کے بعد اہل النسک (بزعم خویش عابد و زاہد یعنی اپنے آپ کو عابد و زاہد کی صورت میں رکھنے اور دنیا سے منقطع رہنے والے) جاہلوں نے پیدا کر دی جنہوں نے خلفاء (امیروں۔ حاکموں۔ افسروں شہنشاہوں) پر ان کے فرض منصبی میں تلبیس (یعنی حقیقی فرائض اور امور میں غیر متعلق باتوں کی ملاوٹ) پیدا کر دی اور اب تو یہ چیز شریعت میں سنت کا درجہ لے چکی ہے۔ حالانکہ درحقیقت ان کا مرجع (دارومدار) ان جھوٹی باتوں کی طرف ہے جو یقیناً بنی امیہ کے زمانہ میں لوگوں کے اندر منتشر اور مشہور ہوئیں۔ انہوں نے حضرت کی وفات کے بعد کا ایک خواب جو حکایت اور نقل کیا جو خلفاء راشدین کے دور میں کسی کو نیند میں یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پریشان حال دیکھا اس نے پوچھا حضرت

لَعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ

کرے گی دوسری امت کو یہاں تک کہ جب گر چکیں گے اس میں سارے تو کہیں گے ان کے پچھلے پہلوں کو

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ

اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا سو تو ان کو دے دونا عذاب آگ کا فرمائے گا کہ دونوں کو دوگنا ہے

وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا

لیکن تم نہیں جانتے اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر

مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

بڑائی اب چکھو عذاب بسبب اپنی کمائی کے بے شک جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ

ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا نہ کھولے جائیں گے ان کے لئے دروازے آسمان کے اور نہ داخل

الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ سوئی کے ناکے میں اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں گنہگاروں کو

کیا حال ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا الآن فرغت من الحساب یعنی میں حساب (محاسبہ اعمال) سے اب فارغ ہوا ہوں۔ تو کیا وہ اپنی نماز کے بارے میں محاسبہ کیا جائے گا۔ حالانکہ نماز کی فرضیت تو ہر مسلمان کے حق میں ہے اس میں خلیفہ وقت اور وہ بڑھیا جو اپنے گھر میں بیٹھی رہتی ہے برابر ہیں۔ تو بتائیے کہ وہ خلیفہ وقت جس نے اپنی مدت عمر کی تمام نمازیں بر وقت ادا کیں اس کے بعد وہ مظالم جو اُس نے مختلف اقوام پر کئے ہیں۔ کیا یہ سب ظلم اس بدلہ میں معاف کر دیئے جائیں گے کہ یہ نمازی تھا ایسے ہی ان اہل علم (علماء) سے جنہوں نے تبلیغ دین نہ کی دجالوں اور شیطانوں کی طرح ان سے مؤاخذہ کیا جائے گا۔ یہ بات کہ انہوں نے نمازیں پڑھیں کوئی معنی اور حقیقت نہیں رکھتی تو سارا وہ کھیل باطل ہو کر رہ جاتا ہے جس پر یہ علماء رنگ رلیاں مناتے رہتے ہیں (فبطل کل ما ھم علیہ) لیکن ائمۃ المرسلین

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾

اُن کے واسطے دوزخ کا بچھونا ہے اور اُوپر سے اوڑھنا اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں ظالموں کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ

اور جو ایمان لائے اور کیں نیکیاں ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر مگر اس کی طاقت کے موافق وہی ہیں

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ

جنت میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور نکال لیں گے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا

بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور

كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ

ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ بے شک لائے تھے رسول ہمارے رب کی سچی بات

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَنَادٰٓي

اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے اور پکاریں گے

اور صدیقین تو معصوم ہی ہوتے ہیں ان کے حق میں کوئی تقصیر ثابت نہیں ہوسکتی اور یہ عصمت ان سے متجاوز ہو کر اس شخص کے لئے ثابت نہیں ہوسکتی جس نے خود کو معلّم کے منصب پر لا کھڑا کیا ہو بلکہ ان سے ہر صورت سوال ہو گا۔ لہٰذا ان پر یہ آیت صادق آئے گی ومن خفت موازینہ یعنی دونوں قسموں سے فاولئك الّذین خسروا انفسھم بما کانوا بایٰتنا یظلمون تو ایسے انسان تلک جو اپنے نفس میں طلبِ حق کی حس رکھتا ہو تبلیغ دین کے لئے نظام قائم کرنا اہلِ علم کی اس جماعت پر ہر زمانہ میں فرض ہے جو عالمین بالقرآن (قرآن کا علم رکھنے والے) ہوں۔ وھم یسئلون

تنبیہ :۔ امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حکمت (فلسفہ) میں اشتغال کے بعد مجھے اس بارہ میں بصیرت حاصل ہوئی کہ اہلِ علم (علماء وقت) پر فقط مسلمانوں کی اولاد کو دینی

أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ أَصْحٰبَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

جنت والے دوزخ والوں کو کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے سچا

وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ أَنْ

سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدہ کو سچا وہ کہیں گے کہ ہاں پھر پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے بیچ

لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا

میں کہ لعنت ہے اللہ کی اُن ظالموں پر جو روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے تھے اس

عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ

میں کجی اور وہ آخرت سے منکر تھے اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار اور اعراف کے اوپر

رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلٰمٌ

مرد ہوں گے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے

عَلَيْكُمْ ۣ قف لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ

تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں اور جب پھرے گی اُن کی نگاہ

تعلیم دینے کے لئے کیا کچھ فریضہ عائد ہوتا ہے جو ضروریات زندگی میں محتاج ہونے کی وجہ سے حکومت کے سکولوں اور کالجوں میں داخلہ لیتے ہیں حالانکہ ان میں ایسے رجال (کالج کے لڑکے) جو نادار (عائلات) اور شریف باعزت مسلمان گھرانوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ایسے مرشد کی طرف اپنی احتیاجی محسوس کرتے ہیں جو انہیں دینی تعلیم دے اور اُن کی طرف ایسے عابد و زاہد لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہے جو باطل عقیدہ صُوفیوں کے گروہ تعلق رکھتے ہیں حالانکہ اور عالی استعداد والا انسان ایسے عابدوں اور زاہدوں (المتنسکون) کی طرف التفات ہی نہیں کرتا۔ لیکن درمیانی استعداد والے (المتوسطون) اور گھٹیا درجے کے لوگ (النازلون) ان باطل عقیدہ زاہدوں کے جالوں (اشباک) میں پھنس جاتے ہیں تو میں نے خیال کیا کہ ان لوگوں کو تعلیم دینا اہلِ علم پر فرض ہے. علماء حضرات پر واجب ہے کہ ان کی طرف خود چل کر جائیں (اور انہیں تعلیم

تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے اے رب ہمارے مت کر ہم کو گنہگار لوگوں کے ساتھ

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ

اور پکاریں گے اعراف والے ان لوگوں کو ان کو پہچانتے ہیں ان کی نشانی سے کہیں گے نہ کام

اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ

آئی تمہارے جماعت تمہاری اور جو تم تکبر کیا کرتے تھے اب یہ وہی ہیں کہ تم قسم کھایا

اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

کرتے تھے کہ نہ پہنچے گی ان کو اللہ کی رحمت چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ

وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا

تم غمگین ہوگے اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو کہ بہاؤ ہم پر

عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے کہیں گے اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے

دین سے بہرہ ور کریں) (فائدہ) میرا اس بارہ میں اپنے ہم عمر علماء کے چند رجال سے مباحثہ ہوا اور انہوں نے میری اس بات کا انکار کر دیا اور کہا کہ ہمیں ان کی طرف جانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان پر لازم ہے کہ وہ ہماری طرف آئیں (لیکن) میں دیکھ رہا ہوں کہ علماء کی یہ تقصیر اور کوتاہی مسلمانوں پر ایک ظلم ہے لیکن (اس کے برعکس) یہ علماء ہیں جو غرور میں کہہ رہے ہیں کہ اس بارہ میں ان سے سوال نہیں ہوگا۔ (فائدہ) ازاں بعد ایک دوسرا درجہ ہے۔ جمیع اقوام عالم سے چند آدمی ایک خالص دینی اور مذہبی کانفرنس (مؤتمر) منعقد کرنے کی غرض سے ہمارے شہروں کی طرف آئے جو اس بارہ میں بحث کرنا چاہتے تھے کہ انسانیت عامہ (عمومیہ) کے لئے کون سا دین مناسب ہے۔ اور اس مؤتمر کی زبان انگریزی تھی تو میں نے علماء وقت سے سوال کیا کہ ان پر واجب نہیں تھا کہ اس مؤتمر میں کوئی ایسا شخص بھیجتے جو ان لوگوں پر

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ

جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے سو آج ہم ان کو

نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٥١﴾

بھلادیں گے۔ جیسا انہوں نے بھلادیا اس دن کے ملنے کو اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے منکر تھے

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس پہنچادی ہے کتاب جس کو مفصل بیان کیا ہے ہم نے خبرداری سے راہ دکھانیوالی اور رحمت،

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ

ایمان والوں کیلئے۔ کیا اب یہی کے منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے جس دن ظاہر ہو جائیگا اس کا مضمون کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اس کو

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ

بھول رہے تھے پہلے سے بیشک لائے تھے ہمارے رب کے رسول سچی بات سو اب کوئی ہماری سفارش والے ہیں تو ہماری سفارش

فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

کریں یا ہم لوٹا دیئے جائیں تو ہم عمل کریں خلاف اس کے جو ہم کر رہے تھے بے شک تباہ کیا انہوں نے اپنے آپ کو اور گم ہو جائیگا ان سے جو

اسلام پیش کرتا؟ تو انہوں (علماء وقت) نے جواب میں کہا کہ کوئی فرض نہیں؟ میں نے کہا سبحان اللہ کیا کہنے وہ تو چل کر تمہارے ملک ہندوستان (متحدہ ہندوپاک) میں تمہارے گھروں تک پہنچے ہیں (اور تمہارا یہ جواب) تو (علماء وقت) کہنے لگے کہ ہم اُن کی انگریزی زبان نہیں جانتے! میں نے کہا اگر تم اولاد مسلمین کو علم دین کی تعلیم دے کر پہلے اس فریضہ کو ادا کر چکے ہوتے تو وہی آج تمہاری طرف سے وکیل بن کر اسلام پیش کرتے! لیکن ہوا یہ کہ مرزا قادیانی کے پیروکاروں سے ایک شخص اس مؤتمر میں گیا جس نے ان پر اسلام پیش کیا! تو اب مجھے اہل علم حضرات سے سوال کا موقع ملا جس کے جواب میں گویا ہوئے یہی کافی ہے میں نے کہا کیا تم قادیانیوں کی تکفیر سے رجوع کرتے ہو؟ لیکن وہ اس کے بعد بھی ان کی تکفیر پر مُصر رہے! اس پر میں نے کہا کہ تمہاری طرف سے فرض کفائی کیسے ایک کافر انسان ادا کر سکتا ہے۔

يَفْتَرُونَ ﴿٥٣﴾ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ

وہ افترا کیا کرتے تھے بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین چھ دن میں

أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ

پھر قرار پکڑا عرش پر اُڑھاتا ہے رات پر دن کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ

پیدا کئے سورج اور چاند اور تارے تابعدار اپنے حکم کے سُن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا بڑی برکت

اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿٥٤﴾ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے اس کو خوش نہیں آتے

الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٥﴾ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا

حد سے بڑھنے والے اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اس کو ڈر اور توقع سے

وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ

بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے اور وہی ہے کہ چلاتا ہے

ہو نہ ہو دو باتوں میں سے ایک بات کا بجانا ضروری ہے۔ ۱۔ یا تو تم قادیانیوں کو کافر نہ کہو تاکہ تم انہیں تبلیغ اسلام میں اپنا وکیل بنا سکو۔ ۲۔ یا اہل اسلام کے ان لوگوں کو جو انگریزی زبان کے ماہر ہیں، دینی تعلیم دے دو لیکن انہوں (علماء وقت) نے نہ یہ بات مانی اور نہ وہ مانی! اس واقعہ میں اہل علم حضرات کے عقلوں کا نقص ظاہر ہو جاتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ یہ لوگ (علماء) ان مسلمان جوانوں (جو انگریزی تعلیم رکھتے ہیں)، دین کی تعلیم نہیں دے سکتے اس لئے کہ یہ (علماء) دینی حکمت اور فلسفہ سے ناواقف اور بے بہرہ ہیں اور سُنئے جو آدمی فلاسفر نہ ہو وہ دین کی تعلیم کچھ (شیئا) بھی نہیں دے سکتا۔ اس حقیقت سے میرے فکر میں اس بات پر پختہ اور مستقر ہوا۔ کہ اہل علم کے لئے واجب ہے۔ کہ کسی فلسفی اور حکیم کو اپنا رئیس بنا لیں تاکہ یہ اغترار (غرور اور دانستہ دھوکا) اور نقص عقل کافور ہو جائے۔ (فصل اول تمام ہوا)

الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ

ہوائیں خوشخبری لانے والی مینہ سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھالاتی ہیں بھاری بادلوں کو تو ہانک

مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ

دیتے ہیں ہم اس بادل کو ایک شہر مردہ کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس بادل سے پانی پھر اس سے نکالتے ہیں سب طرح

الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ

کے پھل اسی طرح ہم نکالیں گے مُردوں کو تاکہ تم غور کرو اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے

وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا۔ مگر ناقص یوں پھیر پھیر کر تبلاتے ہیں آیتیں حق ماننے والے

لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

لوگوں کو بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف پس اس نے کہا اے میری قوم بندگی

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے

الفصل الثانی (دوسرا فصل) ۳۶۰۱۰ الانسانیۃ العامۃ

قرآن کی زبان میں ہم نے انسانیت عامہ کا عنوان (ہیڈنگ) قصہ آدم یا قصہ ابی البشر مقرر کیا ہے۔ کیونکہ جو حالات اور عوارض حضرت آدم پر طاری ہوتے وہ اس کی اولاد کے اندر ہر ایک فرد کی جبلت میں محفوظ چلے آرہے ہیں تو ساری انسانیت میں دعوت حق سُننے کی صلاحیت آدمؑ کی طرح موجود ہے لہٰذا اس فصل کے اندر مبلغین کے قلوب میں کوئی حرج نہیں واقع ہونا چاہیئے کہ یہ قصہ آدم ہے اور جن کے اکثر شمائل وخصائل کی تشریح ہم پہلے یہاں کرچکے ہیں (الامر الاول)

یہلی بات (یہاں قابل غور یہ ہے کہ آدم کو زمین میں پیدا کیا گیا ہے تو شیطان اور ابلیس ناموزین بالسجود میں سے ہوئے اور وہ اس پر قادر نہیں کہ آسمان میں یا جنت الماوٰی میں

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ

بولے سردار اس کی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو صریح بہکا ہوا . بولا اے میری قوم میں ہرگز

ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ

بہکا نہیں ولیکن میں بھیجا ہوا جہان کے پروردگار کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور

وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ

نصیحت کرتا ہوں تم کو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ

پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ تم پر رحم

تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا

پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر ہم نے بچالیا اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور غرق کردیا

الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع وَاِلٰى عَادٍ

ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ اندھے تھے۔ اور قوم عاد کی طرف

داخل ہوسکے۔ ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين یعنی تم تو اس جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور اس میں کوئی ایسی شئی نہیں جو کمال میں نقص کی طرف راجع ہو بلکہ اس میں فطرۃ انسانیہ کی تشریح ہے کہ جب انسان زندگی کے کسی نوع کے ساتھ مانوس ہوجاتا ہے تو اس سے اعلیٰ نوع کی طرف پہنچ کر بھی اسے باصعوبت اور بمشکل اور جہاد کبیر یعنی بڑی کوشش سے چھوڑتا ہے۔

اس لئے کہ بحسب نفسہ بلحاظ مفہوم وہ آن انتقال میں حالت ثانیہ کے قیمتی ہونے کا اندازہ نہیں کرسکا اسی طرف اشارہ اس آیت میں فتكونا من الظلمين وقوله فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوآتهما اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جس کا ہم نے استنباط کیا ہے۔ کہ وہ شجرۃ الوقاع (اندام نہانی مرد و زن) اس شجرہ نے ان دونوں کو جماع کے لئے ابھارا

أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ اَفَلَا

بھیجا ان کے بھائی ہود کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا سو کیا تم

تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ

ڈرتے نہیں بولے سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں

وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ

اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں بولا اے میری قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا

رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ

ہوں پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں اطمینان

اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

کے لائق کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم

لِيُنْذِرَكُمْ ۗ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ

ہی میں سے ہے تاکہ تم کو ڈرائے اور یاد کرو جب کہ تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ کر دیا

اور اسی جماع سے کنایہ استعمال کرتے ہوئے کہا گیا ہے بدت لھما سوآتھما اور جماع سے فارغ ہو چکنے کے بعد ہر حال میں استمرار علی الجماع کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن ان کا عریان (ننگے) ہونا ان کو اس پر ابھارے جا رہا تھا۔ تو ان کے عقل پر پردے کا استنباط کیا لیکن انہیں جنت کے پتوں کے سوا کوئی شئی میسر نہ ہوئی تو انہیں پتوں سے ستر ڈھانکا۔ اور یہاں سے اجتماعی زندگی کے منافع اور ضروریات کی ابتداء ہوتی ہے قولہ ربنا..... الخاسرین ہم اعتراف کرتے ہیں کہ یہ خسران اور ان دونوں (آدم وحواء) کا جنت سے نکلنا بوجہ فطرۃ کے لازمی تھا اور وہ جنت ان دونوں کو اللہ تعالےٰ کی جانب سے موہوب (ہبہ کی گئی) تھی اور اب اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہوا ہے کہ یہ دونوں اپنی سعی و کوشش سے اس جنت کی طرح اپنے گھر کی جنت کو سجائیں۔ اسی طرف اشارہ ہے وان لم تغفر لنا وترحمنا ہم تیری رحمت اور عفو

فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا

تمہارے دن کا پھیلاؤ سو یاد کرو اللہ کے احسان تاکہ تمہارا بھلا ہو بولے کیا

أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۖ فَأْتِنَا

تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے

بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ

پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے کہا تم پر واقع ہو چکا ہے تمہارے رب کی

رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ ۖ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

طرف سے عذاب اور غصہ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے ان ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ

مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۚ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٧١﴾

دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

پھر ہم نے بچا لیا اس کو اور جو اس کے ساتھی تھے اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹی ان کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو

کی طرف محتاج ہیں کہ تو ہمیں توفیق عطا فرما تا ہم اپنی سعی سے جنت پیدا کرسکیں اس احساس کا یہ نتیجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ایک گروہ جب اپنے گھر میں تمام حکمتوں کو منظم کر لیتے ہیں اور ان کی کوشش سے زندگی کی تمام نفع بخش اشیاء جمع ہو جاتی ہیں تو وہ زندگی اور عیش و عشرت کی لذت وہی پاتے ہیں جو جنت میں تھی۔

تنبیہ :۔ دینِ حق کا تبلیغ کرنے والا جب حکمت منزلیہ کے تئے متنبہ ہو چکا اور لوگوں کو ان اخلاقِ اوّلیہ کی تعلیم دے چکا جن کا ذکر سورت بقرہ میں ہوا ہے پھر ان اخلاق کی رعایت اور لحاظ سے ان کو تدبیر المنزل کی تعلیم دے چکا اس تعلیم کا انکار کرنے والا شیطان مارد کے سوا کوئی نہیں۔ اس نے تمرد اور تکبر اختیار کیا جس کا ہمیں حق نہیں اور نہ ہی اس کی طرف کوئی حجت ہے لیکن عام بشر اس تعلیم سے بلا محنت و مشقت استفادہ کر سکتے ہیں۔ آیت (۲۴) تا (۲۰) میں اسی

وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا

اور نہیں مانتے تھے اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو بولا اے میری قوم بندگی کرو

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ

اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی اللہ

اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ

کی ہے تمہارے لئے نشانی سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بُری طرح پھر تم کو پکڑے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ

گا عذاب دردناک اور یاد کرو جب کہ تم کو سردار کر دیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا تم کو

فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ

زمین میں کہ بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر سو یاد کرو

فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ

احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین میں فساد کہنے لگے سردار جو

طرف اشارہ ہے قال اهبطوا.... یذکرون لهذا بنی آدم (اولادِ آدم) پر دو حال قائم رہیں گے ۱۔حالت خسران الجنۃ یعنی جنت کے خسارہ والی حالت (۲) ضع فیہا بسعیہ الجنۃ یعنی اپنی سعی سے جنت بنالی۔ پہلی حالت میں امر اللہ کی مخالفت تھی۔ دوسری حالت میں امر اللہ کی موافقت تھی۔ ایسے ہی بنو آدم دو قسم پر منقسم رہیں گے ۱۔ وہ قسم جن پر شہوات اور خواہشات کا غلبہ رہیگا۔ جن کے حصول میں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے امر و حکم کا لحاظ اور رعایت نہیں کریں گے۔ ۲۔ وہ قسم جو شہوات اور خواہشات کے تقاضوں میں امر اللہ کو ملحوظ رکھیں گے اور جاہل تو پہلی حالت کو بھی بامر اللہ بتاڈالے گا حکمت امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے اصولوں کے مطابق اس کی تحقیق یہ ہے کہ بعض اوامر (امور و معاملات کا احداث) من جانب اللہ بواسطہ اس تجلی کے ہوتے ہیں جو نوعِ انسان پر ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوامر بواسطہ اس تجلی کے ہوتے ہیں جو مثلاً جنس

اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ

متکبر تھے۔ اس کی قوم میں غریب لوگوں کو کہ جو اُن میں ایمان لا چکے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ

أَنَّ صَالِحًا مُرْسَلٌ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ

صالح کو بھیجا ہے اس کے رب نے بولے ہم کو تو جو وہ لے کر آیا اس پر یقین ہے کہنے لگے

الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

وہ لوگ جو لوگ متکبر تھے جس پر تم کو یقین ہے ہم اس کو نہیں مانتے پھر انہوں نے کاٹ ڈالا اونٹنی

وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ

کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم سے اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا تھا اگر تو

الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾

رسول ہے پس آپکڑا ان کو زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے

فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ

پھر صالح اُلٹا پھرا اُن سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیر خواہی کی تمہاری

حیوان پر واقع ہوتی ہے۔ پس انسان نے وہ افراد جبکہ ان کی قصد انسانیۃ ہو ان افراد انسان سے اولیٰ اور بہتر ہیں جبکہ ان کی قصد حیوانیت ہو اس لئے کہ کسی نوع کے ہر فرد کا کل کمال اس کو اپنے نوع کے سارے مقتضیات پوری طرح دے دینا یا حاصل ہو جاتا ہے تو جو ناقص ہوا وہ ناقص الخلقت (خداجا) ہوگا۔ اور اگر وہ اپنی جنس کے مقتضیات پورے حاصل کئے ہوئے ہے تو وہ اوّل سے زیادہ ناقص (انقص من الاول ہوگا) اور اس طریق سے مناسب ہے کہ اس بات کو سمجھا جائے یعنی ایسے انسان کہ جب گناہ (فاحشہ) کر بیٹھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ اللہ نے ان کے کرنے کا ہمیں امر کیا ہے پس اگر ان کی بات صحیح ہو تو ان کی مراد ہوگی۔ کہ اس تجلی کی زبان سے جو حیوانیت پر ظہور کئے ہوئے ہے اور یہ (درحقیقت) انسانیت میں کمی اور نقصان اور فطرۃ میں ناقص الخلقتی کی دلیل ہے یہی حال ہے اس حالت کا جو جنت سے

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٧٩﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ

لیکن تم کو محبت نہیں خیر خواہوں سے اور بھیجا لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو ایسی

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً

بے حیائی کہ تم سے پہلے نہیں کیا اس کو کسی نے جہان میں تم تو دوڑتے ہو مردوں پر شہوت کے مارے

مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ

عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم لوگ ہو حد سے گزرنے والے اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾

مگر یہی کہا کہ نکالو ان کو اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں

فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا

پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کہ رہ گئی وہاں کے رہنے والوں میں اور برسایا ہم نے

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ ع وَاِلٰى مَدْيَنَ

ان کے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا پھر دیکھ کیا ہوا انجام گنہ گاروں کا اور مدین کی طرف بھیجا۔

خروج کے ایجاب کے ساتھ حضرت آدمؑ پر طاری ہوئی تھی۔ لہٰذا یہ بات تو اس حکمتِ عالیہ کی طرف راجع ہوتی ہے جو فردیت سے کوسوں بعید ہے اور حال یہ ہے کہ انسان اوّل الامر میں اپنی شخصیت ہی کی معرفت کرپاتا ہے کیونکہ حکمت فردیّت اس پر غالب ہے۔ حالانکہ جنّت سے اس انسان (آدم) کا خروج بمقتضیٰ حکمتِ نوعیہ کے ہوا تھا نہ کہ بمقتضاء حکمت فردیت اور آدم تو اس زمانہ میں موطن فردیت کے اندر تھا اور جنّت سے خروج اس موطن میں مخالف لامر اللہ ہونے کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور اس موطن کے اعتبار سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جو چیز خروج من الجنّت کی طرف مؤدی ہو وہ عصیان ہے اور انسان جب فردیت (انفرادی زندگی) سے اجتماعیت (میل جول کی زندگی) کی طرف منتقل ہوا اور یہ تدبیر المنزل کی صورت میں ہوتا ہے تو تجلّی قائم علی النوع سے صادر ہونے والا الحکم اس موطن کا حکم ہوتا ہے

أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم

ان کے بھائی شعیب کو بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا تمہارے پاس

بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے سو پوری کرو ناپ اور تول اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

چیزیں اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد یہ بہتر ہے تمہارے لئے

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَ

اگر تم ایمان والے ہو اور مت بیٹھو راستوں پر کہ ڈراؤ اور

تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا

روکو اللہ کے راستہ سے اس کو جو ایمان لائے اس پر اور ڈھونڈو اس میں عیب اور یاد کرو

إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾

جبکہ تھے تم بہت تھوڑے پھر تم کو بڑھا دیا اور دیکھو کیا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا

لہٰذا امر اللہ (اللہ کا امر) ہوا اور وہ حکم جو تجلّی قائم علی الحیوانیۃ کی طرف راجع تھا۔ وہ اس موطن سے خارج ہیں عصیان (اللہ کی بے فرمانی اور حکم عدولی) ہو جاتا ہے۔ اور ان امور کی نسبت اللہ کے امر کی طرف کرنا حکمتِ موطن سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے جبکہ ہر موطن میں اس موطن کی حکمت ملحوظ کی جائے تو اس تفصیل کی بنا پر انسان اپنی فطرت میں اِس حکمت کا مظہر ہے اور جو شخص اس حکمت موطن (مقام) کی رعایت و لحاظ نہ کرے وہ ضال (گم گشتہ راہ) ہوگا۔ آیت (۳۰) میں اسی طرف اشارہ ہے فریقا ھدی وفریقا حق علیھم الضلالۃ اور موطن و مقامِ انسانیت کا حکم آیت (۲۹) میں مذکور ہے قد امر ربّی بالقسط نوعیت اجتماعیت کی مستلزم ہے اور نوع کے ہر ایک فرد کے حقوق کو ملحوظ و رعایت رکھنا ہی قسط کہلاتا ہے۔ اور کیا افراد کے حقوق کی رعایت اور نگہداشت کئے بغیر اجتماعی زندگی کا ارتقاء اور ترقی پذیر

وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا

اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا اس پر جو میرے ہاتھ بھیجا گیا اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا

فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٧﴾ قَالَ الْمَلَأُ

تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔ بولے سردار

الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جو متکبر تھے اس کی قوم میں ہم ضرور نکال دیں گے۔ اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے

مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ﴿٨٨﴾ قف

تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ

بے شک ہم نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا اگر لوٹ آئیں تمہارے دین میں بعد اس کے کہ نجات دے

مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ

چکا ہم کو اللہ اس سے اور ہمارا کام نہیں کہ لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا گھیرے ہوئے ہے ہمارا پروردگار

ہونا ممکن ہے؟ (جس کا جواب صرف اور صرف یہ ہے کہ) ہرگز نہیں؟ قد امر ربی بالقسط جب عدل وانصاف (قسط) سے قیام پذیر ہوں، تو یہی تدبیر منزل خلافت بن جاتی ہے قولہ واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین له الدین اس آیت میں ان اخلاق کے رعایت کرنے کا ارشاد ہوا ہے جن پر اجتماعی زندگی کی بنیاد پڑتی ہے جس کی پوری بحث سورت بقرہ میں اس آیت فاذکرونی اذکرکم کے تحت ہم کر چکے ہیں یعنی اجتماعی حالت میں ان اخلاق پر نگاہ رکھیں اور اُن کی محافظت کریں جن پر افراد کی جبلت تیار ہوتی ہے اور مراد اس سے باعتبار الحکمت ہے۔ ہر اعلیٰ مقام وموطن کہ اس کے ساتھ موطن اعلیٰ کا حکم جمع ہو جائے اور اس موطن کی فوقیت اور فرق نہ نکل سکے۔ مگر بعد الانقلاب تو اسی فطرت کی وجہ سے جب اجتماع عظیم ہوگا تو یہ قانون حاصل ہوگا جو ان (۳۱) (۳۲) (۳۳)

شَیۡءٍ عِلۡمًا عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلۡنَا رَبَّنَا افۡتَحۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَقِّ وَاَنۡتَ

سب چیزوں کو اپنے علم میں اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کیساتھ

خَیۡرُ الۡفٰتِحِیۡنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِہٖ لَئِنِ اتَّبَعۡتُمۡ

اور تو سب سے بہتر انصاف کرنیوالا ہے اور بولے سردار جو کافر تھے اس کی قوم میں اگر پیروی کروگے تم شعیب

شُعَیۡبًا اِنَّکُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتۡہُمُ الرَّجۡفَۃُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ

کی تو تم بے شک خراب ہوگے پھر آپکڑا ان کو زلزلہ نے پس صبح کو رہ گئے اپنے گھروں کے

دَارِہِمۡ جٰثِمِیۡنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا شُعَیۡبًا کَاَنۡ لَّمۡ یَغۡنَوۡا فِیۡہَا اَلَّذِیۡنَ

اندر اوندھے پڑے جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو گویا کبھی بسے ہی نہ تھے وہاں جنہوں نے

کَذَّبُوۡا شُعَیۡبًا کَانُوۡا ہُمُ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰی عَنۡہُمۡ وَقَالَ یٰقَوۡمِ لَقَدۡ

جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے خراب پھر اُلٹا پھرا ان لوگوں سے اور بولا اے میری قوم میں

اَبۡلَغۡتُکُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّیۡ وَنَصَحۡتُ لَکُمۡ فَکَیۡفَ اٰسٰی عَلٰی قَوۡمٍ کٰفِرِیۡنَ ﴿۹۳﴾

پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا تمہاری اب کیا افسوس کروں کافروں پر

آیات میں مذکور ہے یابنی آدم خذوا.... وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون.... لکل امۃ اجل اس اجتماع عظیم کو ہم نے تو علیحدہ علیحدہ قوم پر مقصور کر دیا ہے پھر ایک ایسی تعلیم آئے گی جو تمام اُمم کو جمع کر دے گی جیسے کہ اُمت افراد کو جمع کر لیتی ہے اسی طرف آیت (۳۵) (۳۶) میں اشارہ ہے یابنی آدم اما یأتینکم.... خلدون یہ ہے اجتماعیت عالیہ فصل تمام ہوا۔

الفصل الثالث تیسرا فصل ۳۷ــــ۵۱

ان آیات میں اس واقعہ کی نقل و حکایت ہے جو جہنم میں امم (امتوں) کی اجتماعیت ہوگی اور جنت میں جو امم کا اجتماع ہوگا اور اعراف میں جو اجتماع ہوگا۔ اس فصل میں فقط رمز و اشارہ سے اجتماعیت عالیہ کی شرح و تفصیل ہے پہلے تو آیت (۴۱) تک اہل النار کا حال ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں وہ باتیں جو امم کے مابین مذکورات ہیں یہ ساری اہل جہنم کی اجتماعیت

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی کہ نہ پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں تاکہ

لَعَلَّھُمْ یَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ حَتّٰی عَفَوْا

وہ گڑگڑائیں پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے

وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا

اور کہنے لگے کہ پہنچتی رہی ہے ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف اور خوشی پھر پکڑا ہم نے ان کو ناگہاں اور ان کو خبر

یَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ

نہ تھی اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا

آسمان اور زمین سے لیکن جھٹلایا انہوں نے پس پکڑا ہم نے ان کو ان کے اعمال کے

یَکْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ

بدلے اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس سے کہ آپہنچے ان پر آفت ہماری راتوں رات جب

عالمیہ ہے پھر آیت (۴۲) (۴۳) سے اس اجتماعیت عالمیہ کا ذکر ہے جو جنّت میں ہوگی ونزعنا ما فی صدورھم من غل یہ حکم اقوام کے حق میں ہے اس لئے قومیت کا تشخص (قومی انفرادیت) اقوام کے قلوب سے جا ہی نہیں سکتا اور ان مختلف قوموں کے اتفاق ہو جانے کے بعد بھی ہر ایک قوم اپنے قلوب میں دوسروں کی نسبت کینہ اور حسد (یعنی قومی تعصبات) موجود رکھتے ہیں۔ (قلت) میں (مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتا ہوں اسی وجہ سے قرآنی اصول کے مطابق ہم مختلف قوموں کے مابین اجتماعیت کو ممکن بنانے پر قادر اور کامیاب ہوئے لیکن ایک قوم بنانے پر ہمیں قدرت میسر نہ ہوئی۔ اور یہ ایک مغالطہ ہے جو ہندوستان (ہند و پاک) میں اشاعت اور شہرت پا گیا جس نے ہندوستانی اقوام کی اجتماعیت کو فاسد کر دیا۔ ہمارے (علماء میں سے) ہر ایک فرد اس کی امید لگائے ہوئے ہیں کہ مختلف مسلمان قوموں میں مساوات

نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ

سوتے ہوں   یا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آپہنچے اُن پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے

يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

ہوں۔   کیا بے ڈر ہوگئے اللہ کے داؤ سے سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ

پڑنے والے   کیا نہیں ظاہر ہوا ان لوگوں پر جو وارث ہوئے زمین کے وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے

لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو پکڑ لیں ان کے گناہوں پر اور ہم نے مہر کر دی ہے ان کے دلوں پر سو وہ نہیں سنتے۔

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

یہ بستیاں ہیں کہ سناتے ہیں ہم تجھ کو ان سے کچھ حالات اور بے شک ان کے پاس پہنچ چکے ان کے رسول نشانیاں

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ

لے کر   پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اس بات پر جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے یوں مہر کر دیتا ہے اللہ کا

اور برابری پیدا کر دے پھر اس کے لئے وہ کوئی گنجائش نہ دیکھ کر متحیر ہو جاتا ہے اور میں بھی ہندوستان رہتے ہوئے قدرے متحیر تھا اس لئے کہ اکثر طور میرا شغل حکمت اور فلسفہ کی تعلیم دینا رہا ہے لیکن جب مختلف اقوام کے مابین رہ کر ان کی حرکات کا مطالعہ کیا تو ہم اپنے اس دھوکے کو سمجھ گئے جو ہم نے فرض کیا ہوا ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی قوم ہے۔ یہ غل (تعصب اور کینہ اور قومی عناد) تو جنت میں جا کر خارج ہو گا یعنی جنت الماوی دنیا میں نہیں پھر اصحاب النار کا ذکر کیا گیا ہے۔

پھر آیت (۴۴) (۴۵) میں ان مخاطبات کا ذکر ہے جو ان دو گروہوں یعنی اہل جنت اور اہل نار کے مابین ہوں گے پھر ان دونوں کے مابین وسط متحقق ہوا یعنی ان دو اجتماعیتوں میں اجتماعیت ثالثہ (تیسری اجتماعیت) پیدا ہوئی اور یہ اصحاب الاعراف ہیں۔ جن کا بیان

عَلٰی قُلُوْبِ الْکٰفِرِیْنَ (۱۰۱) وَمَا وَجَدْنَا لِاَکْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ

کافروں کے دل پر ۔ اور نہ پایا ان کے اکثر لوگوں میں ہم نے عہد کا نباہ اور اکثر ان

وَّجَدْنَآ اَکْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ (۱۰۲) ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ

میں پائے نافرمان ۔ پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسےٰ کو اپنی نشانیاں

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ

دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پس کفر کیا انہوں نے اس کے مقابلہ میں سو دیکھ کیا انجام

الْمُفْسِدِیْنَ (۱۰۳) وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۰۴)

ہوا مفسدوں کا ۔ اور کہا موسےٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں پروردگار عالم کا

حَقِیْقٌ عَلٰۤی اَنْ لَّاۤ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ

قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے

رَّبِّکُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ؕ (۱۰۵) قَالَ اِنْ کُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ

رب کی ۔ سو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ۔ بولا اگر تو آیا ہے کوئی نشانی لے کر

(۴۶) سے (۴۹) تک ہے۔ پھر اس کے بعد ان کے واسطہ سے اصحاب النّار کا اصحاب الجنّة کے ساتھ اتصال ہوا۔ جس کو (۵۰) (۵۱) سے بیان کیا گیا ہے وعلی الاعراف رجال یعرفون کلم بسیماهم یعنی اپنی فطرت سے سمجھ لیں گے اور ان میں ادراک حق کی صلاحیت موجود ہو گی لیکن ان کی جانب حق کی تعلیم کا ایصال نہیں ہوا تھا تاکہ اس فطرت کی تکمیل کر لیتے حقیقت یہ ہے کہ اصحاب النّار تو اصحاب الجنّة سے استفادہ نہیں کر سکیں گے لیکن اصحاب الاعراف جنّت میں داخل ہونے کا طمع لگائے ہوئے ہوں گے اور اصحاب الاعراف اور اصحاب النّار میں فرق کرنا حکیم (فلاسفر) پر فرض ہے. فصل تمام ہوا۔ اور اس میں اجتماعیت کی حکمت کا بیان تھا

الفصل الرّابع (چوتھا فصل) ۵۲ — ۵۸

اس میں بیان ہو گا کہ اقوام نیں شریعت کی طرف احتیاج ہے۔ قولہ ولقد جئناهم

فَأْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

تو لا اس کو اگر تو سچا ہے تب ڈال دیا اس نے اپنا عصا تو اسی وقت ہو گیا اژدہا

مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

صریح اور نکالا اپنا ہاتھ تو اسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو بولے سردار فرعون کی قوم

فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا

کے یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر ہے نکالنا چاہتا ہے تم کو تمہارے ملک سے اب تمہاری کیا

تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾

صلاح ہے بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج پرگنوں میں جمع کرنے والوں کو

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا

کہ جمع کر لائیں تیرے پاس جو ہو کامل جادوگر اور آئے جادوگر فرعون کے پاس بولے ہمارے لئے کچھ

لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾

مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے بولا ہاں اور بے شک تم مقرب ہو جاؤ گے

بکتاب فصلناہ علی ھدی و رحمۃ لقوم اس میں اسی طرف اشارہ ہے (۵۲) قولہ ھل ینتظرون الا تاویلہ وہ بات جو فصل متقدم میں ذکر ہوئی ہے کہ اجتماعیت تین اقسام کی طرف منقسم ہے اور کتاب ان میں سے ہر ایک کی شریعت کے لئے معین و مددگار ہے۔ لہٰذا جو شخص شریعت کی تاویل کا منتظر ہے اسے یوم القیامت کا انتظار کرنا چاہئے اس لئے کہ شریعت کا نتیجہ تامہ اسی دن میں ہی پوری طرح وجود میں آسکتا ہے۔

جملہ معترضہ: میں (مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ) یقین کر چکا ہوں کہ اس دنیا میں ایسا وقت اور زمانہ نہیں آئے گا کہ سارے انسان اسلام میں داخل ہو جائیں گے البتہ یہ بات ممکن ہے کہ مسلمانوں کو تمام کفار پر غلبہ حاصل ہو جائے لہٰذا کفار کا وجود قیامت تک جامعیت انسانیہ میں لازمی امر ہے اور ہم ان لوگوں سے سن چکے ہیں جو ایک ایسے رجل کے آنے کی امید

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿115﴾ قَالَ

بولے اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم ڈالتے ہیں کہا

اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ

ڈالو پھر جب انہوں نے ڈالا باندھ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرا دیا اور لائے بڑا

عَظِيْمٍ ﴿116﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا

جادو اور ہم نے حکم بھیجا موسےٰ کو کہ ڈال دے اپنا عصا سو وہ جبھی لگا نگلنے جو سانگ

يَاْفِكُوْنَ ﴿117﴾ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿118﴾ فَغُلِبُوْا

انہوں نے بنایا تھا پس ظاہر ہوگیا حق اور غلط ہوگیا جو کچھ انہوں نے کیا تھا پس ہار گئے اس جگہ

هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿119﴾ ۚ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿120﴾ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

اور لوٹ گئے ذلیل ہوکر اور گر پڑے جادوگر سجدہ میں بولے ہم ایمان لائے

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿121﴾ لا رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿122﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ

پروردگار عالم پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا بولا فرعون کیا تم ایمان لے آئے

باندھے بیٹھے ہیں جو بساطِ ارضی پر دین کی اقامت کرے گا خواہ وہ مہدی ہو یا مسیح؛ یہ لوگ اسی کو قرآن کا اور اس کے نزول کا مقصد بتلاتے ہیں۔ ہم نے ان کو دیکھا کہ یہ لوگ اِس حالت میں ضیق اور تنگی پیدا کرتے ہیں بایں صُورت کہ اس زمانہ میں یقیناً کفر کا نام و نشان تک نہ ہوگا یہ وہ بات ہے جو ہم نے ان سے بطور تحقیق معلوم کی ہے کہ وہ اسلام کی تاویل کا عقیدہ نہیں رکھتے اور نہ ہی اجتماعیت عالمیہ کی تاویل کا ان کا عقیدہ ہے یہ معرفت ہم نے انہیں سے حاصل کی لیکن ہماری عقل نصوص قطعیہ کی دلالت سے اس محیط ارضی پر اس کے وقوع کو جائز نہیں رکھتا اب یہی باقی رہ جاتا ہے کہ یوم قیامت کے منتظر رہیں اور وہ یوم القیامت کی جانب نظر لگائے ہوئے ہیں۔ اور ہم وجدان سے کہتے ہیں کہ ان کا فکر اس آیت (۵۳) ھل ینظرون الا تاویله کے موافق ہے اور ہم دیکھ چکے ہیں (یعنی ہمارا عقیدہ ہے) کہ یہ دعویٰ اسلام میں غلطی

قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا

اس پر میری اجازت سے پہلے یہ تو مکر ہے جو بنایا تم سب نے اس شہر میں تاکہ نکال دو اس شہر سے اس کے

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

رہنے والوں کو سو اب تم کو معلوم ہو جائیگا۔ میں ضرور کاٹوں گا۔ تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں پھر سولی پر

ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا تَنْقِمُ

چڑھاؤں گا۔ تم سب کو وہ بولے ہم کو تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور تجھ کو ہم سے یہی دشمنی

مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا

ہے کہ مان لیا ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو جب وہ ہم تک پہنچیں اے ہمارے رب دہانے کھول دے ہم پر صبر کے

وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَ قَوْمَهٗ

اور ہم کو مار مسلمان اور بولے سردار قوم فرعون کے کیوں چھوڑتا ہے تو موسیٰ کو اور اس کی قوم کو

لِیُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ یَذَرَكَ وَ اٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْیٖ

کہ دھوم مچائیں ملک میں اور موقوف کر دے تجھ کو اور تیرے بتوں کو بولا اب ہم مار ڈالیں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ

سے داخل کیا گیا ہے اور ہم اس بات پر اللہ جلّ شانہ کی حمد و ثنا کرتے ہیں کہ قرآن کبھی بھی اس غلط دعویٰ (دعا یسا) کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ انتہیٰ

ان ربکم اللہ الذی (۵۴) اور الآیۃ (۵۵) اور الآیۃ (۵۶) یہ تینوں آیات مؤمنین کی نظروں کو شریعت (تشریع) کے مرکز اور محل تجلی حظیرۃ القدس کی جانب متوجہ کرنے کے لئے ہیں پھر آیت (۵۷) اور (۵۸) میں بارش کی مثال کے ساتھ مثال دے کر حظیرۃ القدس کی تاثیر بیان ہوئی ہے یعنی حظیرۃ القدس سے تاثیر کے ذریعہ انسانیت انجذاب کرتی ہے جیسے زمین بارش کے ذریعہ انبات کی طرف انجذاب کرتی ہے وھو الذی (۵۷) لقوم یشکرون (۵۸) اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ اقوام میں اجتماعیت عالیہ کا قانون ان اقوام کی استعدادات کے موافق متخرج ہوتا ہے۔ فصل تمام ہوا۔

نِسَآءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ

ان کی عورتوں کو اور ہم ان پر زور آور ہیں   موسیٰ نے کہا اپنی قوم کو مدد مانگو اللہ سے

وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ

اور صبر کرو   بے شک زمین ہے اللہ کی اس کا وارث کردے جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں اور آخر میں بھلائی ہے

لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا

ڈرنے والوں کے لئے   وہ بولے ہم پر تکلیفیں رہیں تیرے آنے سے پہلے اور تیرے آنے کے بعد

قَالَ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ

کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا ہلاک کردے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کردے تم کو ملک میں

فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٢٩﴾ ع وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ

پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو   اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو   قحطوں میں اور

مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٠﴾ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا

میووں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت مانیں   پھر جب پہنچی ان کو بھلائی   کہنے لگے

الفصل الخامس (پانچواں فصل) ۵۹ ــــ ۹۳

ان آیات میں انبیاء میں سے حضرت نوحؑ اور حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ اور حضرت شعیب علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے پھر آیت (۹۴) سے آیت (۱۰۲) تک ان انبیاء کی قوموں کے نتائج کی بحث ہوئی ہے جب ان اقوام نے اپنے انبیاء کی مخالفت کی تو ہم نے ان کو اعمال کے بدلہ میں پکڑ لیا۔ اور قانون کلی تمام اقوام پر علی السواء متوجہ ہوتا ہے کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ کل اقوام ایک ہی کلی کے افراد ہیں اس کے بعد اسی درجہ پر شرائع الٰہیہ کا ذکر آرہا ہے یہاں تک اس کا رجوع ہر ایک ایک قوم کی طرف ہوگا۔ آیت (۱۰۱) میں تلک القریٰ یعنی وہ اجتماعیات جو مختلف زمانوں میں مختلف اقوام کی صورتوں پر موجود ہوئیں نقص علیک من انبائها فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل یہ بھی نبوت کا ایک درجہ ہے۔ کہ جب

لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ

یہ ہے ہمارے لائق اور اگر پہنچی برائی تو نحوست بتلاتے موسیٰ کی اور اس کے ساتھ والوں کی سن لو ان کی

اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا

شومی تو اللہ کے پاس ہے پر اکثر لوگ نہیں جانتے اور کہنے لگے جو کچھ

تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا

تو لائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ہم نے

عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ

بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک اور خون بہت سی نشانیاں

مُّفَصَّلٰتٍ ۣ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ

جدی جدی پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار اور جب پڑتا ان پر کوئی

الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَىِٕنْ كَشَفْتَ

عذاب تو کہتے اے موسیٰ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ کو اگر تو نے دور

قومیں اس نبوت کی تکذیب کی عادی ہو جاتی ہیں تو انہیں اس نبوت سے تیقظ اور بیداری حاصل نہیں ہوتی تو وہ ایک ایسی شریعت کیجانب محتاج ہوتے ہیں جو تمام شرائط سے اعلیٰ نوع کی ہو اس نوع کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ سے ہوئی اور حضرت موسیٰ کے زمانہ میں شریعت کا تکامل (کمال حاصل) ہوا۔ فصل تمام ہوا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام سے ابتداءِ صحائبہ کے زمانوں میں اللہ تعالیٰ ذات حق کی طرف لوگوں کو متوجہ ہونے کا امر کرتے تھے۔ اور اس کے بعد دنیا کی زندگی کے مرافق و منافع کا امر کرتے تھے اور یہی کچھ ان کی ساری شریعت ہوتی۔ ایک نبی تشریف لاتا تو لوگوں کو نکاح کا امر کرتا اور فعل زنا کو ان پر حرام کرتا تو نکاح میں ان قیود کے ساتھ تقیید کرتا ان کی شریعت ہوتی۔ ایک قوم کی طرف ایک نبی آتا اور انہیں بیع و شراء (خرید و فروخت) میں تطفیف (لیتے وقت پورا اور دیتے وقت کم دینا) نہ کرنے کا امر کرتا اور جو شخص اس کے قانون کی اتباع کا التزام وہ اس کی شریعت پر ہوتا۔ اسی صورت میں انبیاء علیہم السلام آیا کرتے تھے۔

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآءِيلَ ﴿١٣٤﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا

کر یا ہم سے یہ عذاب تو بے شک ہم ایمان لے آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے

عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿١٣٥﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

اٹھالیا ان سے عذاب ایک مدت تک کہ ان کو اس مدت تک پہنچنا تھا اسی وقت عہد توڑ ڈالتے پھر ہم نے بدلہ لیا اُن سے

فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾

سو ڈبو دیا ہم نے ان کو دریا میں اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور اُن سے تغافل کرتے

وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا

تھے۔ اور وارث کر دیا ہم نے اُن لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ اس زمین کے مشرق اور مغرب کا

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ

کہ جس میں برکت رکھی ہے ہم نے اور پورا ہو گیا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر بسبب ان کے صبر کرنے کا

بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا

اور خراب کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا تھا فرعون اور اس کی قوم نے اور جو اونچا کر کے

اور قوموں کو موافق زندگی کی تعلیم دیا کرتے تھے اور اسی ذریعہ سے ان کا تقرب الی اللہ ہوتا جو شخص نبی کی شریعت کا التزام کر لیتا وہ اپنے قلب میں اپنے رب کے قرب کی لذت کو موجود پاتا۔ تو انبیاء کی شریعتیں اُن کی قوموں کی عادات کے مثل ہوتیں۔ اب ان کے پاس اگر کوئی نبی اس جیسی شریعت لے کر آتا ہے تو ان کے تقرب میں زیادتی پیدا نہیں کر سکتا۔ چونکہ اب اُن کے عقول ایسی شریعتوں سے بیدار اور متیقظ نہیں ہو سکتے تو اب حنفاء کی آمد شروع ہوئی۔ تو ہر نبی حنفی یعنی حضرت ابراہیم کے بعد اُن کی اولاد میں سے ہر نبی ان اقوام کو ان اُمور خاصہ کی تعلیم امر کرتے جو فقط اللہ تعالےٰ کے تقرب میں مفید ہوئے۔ جن میں بمثال ذکر کثرت دنیوی زندگی کے ارتفاق و منافع کی نہیں ہوتی تھی یعنی اللہ تعالیٰ ذکر جمیع اوقات میں مثل توجہ الی اللہ کے اور توجہ الی حظیرۃ القدس کے اور اس کیلئے اللہ سے دُعا مانگنا

يَعۡرِشُوۡنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزۡنَا بِبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتَوۡا عَلٰى قَوۡمٍ يَّعۡكُفُوۡنَ

چھایا تھا — اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو پہنچے ایک قوم پر جو پوجنے میں

عَلٰٓى اَصۡنَامٍ لَّهُمۡ‌ ۚ قَالُوۡا يٰمُوۡسَى اجۡعَلْ لَّنَاۤ اِلٰهًا كَمَا لَهُمۡ اٰلِهَةٌ‌ ؕ قَالَ

لگ رہے تھے اپنے بتوں کے کہنے لگے اے موسیٰ بنا دے ہماری عبادت کیلئے بھی ایک بت جیسے ان کے بت ہیں۔ کہا

اِنَّكُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ‏ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَۤاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمۡ فِيۡهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا

تم لوگ تو جہل کرتے ہو — یہ لوگ تباہ ہونے والی ہے وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور غلط

يَعۡمَلُوۡنَ‏ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡغِيۡكُمۡ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ‏ ﴿۱۴۰﴾

ہے جو وہ کر رہے ہیں کہا کیا اللہ کے سوا ڈھونڈوں تمہارے واسطے کوئی اور معبود حالانکہ اس نے تم کو بڑائی دی تمام جہان پر

وَاِذۡ اَنۡجَيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡۤءَ الۡعَذَابِ‌ ۚ يُقَتِّلُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ

اور وہ وقت یاد کرو جب نجات دی ہم نے تم کو فرعون والوں سے کہ دیتے تھے تم کو برا عذاب کہ مار ڈالتے تھے تمہارے

وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ‌ ؕ وَفِىۡ ذٰ لِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ‏ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدۡنَا

بیٹوں کو اور جیتا رکھتے تھے تمہاری عورتوں کو اور اس میں احسان ہے تمہارے رب کا بڑا — اور وعدہ کیا ہم نے

کرتے رہنا ان امور کے ساتھ لوگ بیدار اور متیقظ ہو جاتے۔ اور موسیٰ علیہ السلام ان امور میں خنفاء کے گروہ میں سے اولوا العزم من الرسل تھے تو آیت (۱۰۱) تلك القرىٰ میں حضرت ابراہیم سے تھوڑی مدت پہلے کے انبیاء کی حکایت ہے اور ان قوموں کے پاس انبیاء آئے فما کانوا لیؤمنوا تو وہ اقوام ان امور کے ساتھ جو ان کی عادت بن چکے تھے بیدار نہ ہوتیں تو خنفاء کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تم بعثنا (۱۰۳) بعدھم یعنی ان رسل کے بعد جن کا قصہ اللہ تعالیٰ نے تلك القرىٰ سے بیان فرمایا ہے فانظر کیف کان عاقبۃ المفسدین۔

الفصل السادس (چھٹا فصل) ۱۰۳ —— ۱۱۷

خنفاء کے اصولوں کے مطابق عالمی تحریک کے بیان میں جس کی ابتداء حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوتی ہے لیکن خنفاء سے پہلے یہ تحریک عالمی تمہید تھی حضرت موسیٰ

مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ

موسٰے سے تیس رات کا اور پورا کیا اور ان کو دس سے پس پوری ہوگئی مدت تیرے رب کی چالیس راتیں

لَیْلَۃً ۚ وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ

اور کہا موسٰے اپنے بھائی ہارون سے کہ میرا خلیفہ رہ میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا

سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَکَلَّمَہٗ رَبُّہٗ ۙ قَالَ

مفسدوں کی راہ اور جب پہنچا موسٰی ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے بولا

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ

اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں فرمایا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف اگر وہ

مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی

اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تو مجھ کو دیکھ لے گا۔ پھر جب تجلّی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف کردیا اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا

صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾

موسٰی بے ہوش ہو کر پھر جب ہوش میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا۔

علیہ السّلام چند آیات کے ساتھ فرعون اور ملا (جماعت۔ شرفاء) فرعون اور بنی اسرائیل کی طرف آئے اور ان آیات میں سے ایک قسم مثل الانبیاء الصابئہ شریعت کے احکام کا تھا جیسے تورات میں احکام عشرہ اور دوسرا قسم میں ان امور کا بیان تھا جو تیقظ یا حظیرۃ القدس کی طرف توجہ کے لیے تھے اور ان کی مثال مثل عصا اور ید بیضاء کی ہے۔ جن کو آیت (۱۰۳) سے (۱۳۶) تک بیان کیا گیا ہے پہلے ذکر ان آیات کا ہوا ہے جو ایقاظ اور بیدار مغزی پیدا کرنے والی ہیں اولاً ساحرین کے ساتھ مناظرہ ہوا تو وہ ایمان لائے لیکن اس مناظرہ اور ایمان ساحرین کے بعد ان کا کفر شدت اختیار کر گیا جسے آیت (۱۳۳) میں ذکر کیا گیا ہے وارسلنا..... مجرمین فاستکبروا یعنی حظیرۃ القدس کی جانب متوجہ کے لئے اطاعۃ استکبار کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف آیت (۱۳۶) میں یہ حکم وارد ہوا فانتقمنا پھر اس کے بعد حکم اغراق (البحر قلزم میں غرق کر دینا)

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ

فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سو لے

اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ

جو میں نے تجھ کو دیا اور شاکر رہ اور لکھ دی ہم نے اس کو تختیوں پر ہر قسم کی

مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا

نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی سو پکڑ لے ان کو زور سے اور حکم کر اپنی قوم کو کہ پکڑے رہیں

بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ

اس کی بہتر باتیں عنقریب میں تم کو دکھلاؤں گا گھر نافرمانوں کا میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے اُن کو جو تکبر کرتے

يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ

ہیں زمین میں ناحق اور اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں اُن پر اور

يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَىِّ يَتَّخِذُوْهُ

اگر دیکھیں رستہ ہدایت کا تو نہ ٹھہرائیں اس کو راہ اور اگر دیکھیں رستہ گمراہی کا تو اس کو ٹھہرا لیں

آپہنچا۔ واورثنا ..... ومغاربھا یہ واقعہ ایرات اغراق کے ساتھ متصل نہیں بلکہ کافی زمانہ کے بعد کا ہے مثل زمانہ داؤد علیہ السلام یہ عالمی تحریک کے لئے ایک نمونہ تھا۔ بعد ازاں اس تحریک میں ان کے ارتقاء کا بیان ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان آیات و امور کے ساتھ تشریف لائے جو اس مقام اور مرتبہ عالی حنفاء کے خواص میں ہیں اور اس کا بیان آیت (۱۴۳) میں ہے فلما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ رب کا کلام کرنا تدلی (تعلق یا نزول) الی حظیرۃ القدس کے آثار میں سے ہے اور موسیٰ علیہ السلام تو اس میں بہت بڑی آیت اور نشانی تھے۔ اُنہوں نے معرفت میں طریقہ صابئہ پر زیادتی کی کہ وہی معرفت بنی آدم میں محض اور خالص پتھروں کے لئے بھی بیداری کا سبب بنی اور ہم نے دیکھا حنفاء سے بہ تاثیر صابئہ میں سرایت کر گئی۔ اس لئے فرقہ صابئہ کے ائمہ اور پیشوا اس کے بعد کسی ایک کیلئے یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ

سَبِيلًا ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِينَ

راہ یہ اس لئے کہ انہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور رہے اُن سے بے خبر اور جنہوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا

جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو برباد ہوئیں ان کی محنتیں وہی بدلا پائیں گے جو کچھ

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٧﴾ ع وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ

عمل کرتے تھے اور بنا لیا موسے کی قوم نے اس کے پیچھے اپنے زیور سے بچھڑا

عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ

ایک بدن کہ اس میں گائے کی آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا اور نہیں بتلاتا

سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا

رستہ معبود بنا لیا اس کو اور وہ تھے ظالم اور جب پچھتائے اور سمجھے کہ ہم

أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾

بے شک گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے اگر نہ رحم کرے ہم پر ہمارا رب اور نہ بخشے ہم کو تو بیشک ہم تباہ ہوں گے۔

اُسے پورا اور تمام کمال حاصل ہو چکا مگر بایں صورت کہ وہ شخص رب العزّت کے ساتھ کلام کا شرف حاصل کر چکا یہ امر اس تاثیر سے پہلے ائمہ صحابہ سے منقول نہیں تھی یہ دعوتِ شرعیہ کے طور پر نہیں بلکہ اصحاب الاعراف میں سے نفوس انسانی کے استعداد کے طریقہ پر ہے۔ اس کی مثال گذشتہ صدی میں مغربی تحریکیں ہیں جو آگے بڑھتی چلی گئیں اور مسلمان یورپ کیساتھ محارب (لڑنے والے) تھے تو یہ مسلمان علی وجہ القانون اس سے کسی شئے کو قبول نہ کر سکے بایں وجہ ان کو بلاد اور اقوام مسلمین پر کوئی تسلط اور سلطنت حاصل نہیں تھی لیکن اذکیار مسلمانوں کے طوائف نے اپنی استعداد طبعی کے ذریعے مسلمانوں کی اجتماعیات کے بطلان کا یقین کر لیا ہے یعنی بایں معنی کہ انہوں نے احکام شرعیہ ماثورہ کے ساتھ تقیّد کو چھوڑ دیا ہے اور یورپ کی جانب سے جو اجتماعیت کے اصول اُن کو درآمد کئے جاتے ہیں باوجودیکہ یہ لوگ اجتماعیت

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ

اور جب لوٹ آیا موسےٰ اپنی قوم میں غصہ میں بھرا ہوا افسوسناک بولا کیا بُری نیابت کی تم نے میری

بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ

میرے بعد کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے اور ڈالدیں تختیاں اور پکڑا سر اپنے

اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا

بھائی کا۔ لگا کھینچنے۔ اس کو اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری ماں کے جنے لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا۔ اور

یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾

قریب تھے کہ مجھ کو مار ڈالیں سو مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ ملا مجھ کو گنہ گار لوگوں میں

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾

بولا اے میرے رب معاف کر مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ

البتہ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔ ان کو پہنچے گا غضب ان کے رب کا اور ذلت۔

یورپ کا علمی خاطر نہ رکھنے کے خوش آمدید اور مرحبا کہتے ہوئے قبول کر رہے ہیں۔ اگر کوئی انسان ان کی استعداد کی طرف نگاہ کرے تو یہ لوگ نہ ان سے ہیں اور نہ اُن سے (یعنی نہ ادھر کے اور نہ اُدھر کے) لیکن جو چیز ان کے ہاں تجربات سے حق ثابت ہو اس کے حصول اور تلقی میں پیچھے نہیں رہتے اگرچہ ان کی اقوام اور قومیں ان پر قیامت برپا کر دیں اس کو ہم سریان علی منہاج الاعراف کا نام دیتے ہیں یعنی اصحابُ الاعراف کے راستہ پر چل نکلنا ہم فلاسفر ہند (یعنی ہندو مذہب کے فلاسفر) کے رجال کو دیکھ رہے ہیں جو شرائع بنی اسرائیل کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور اپنے اکابر سے وہ روایات نقل اور حکایات کرتے ہیں جو بنی اسرائیل کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں اور اپنے اکابر سے وہ روایات نقل اور حکایت کرتے ہیں جو بنی اسرائیل کی روایات کی مثل ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ یہ بات اگر ان کے

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ؕ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا

دنیا کی زندگی میں اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں   اور جنہوں نے کئے بُرے کام

السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِھَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّکَ مِنْۢ بَعْدِھَا لَغَفُوْرٌ

پھر توبہ کی اس کے بعد اور ایمان لائے۔ تو بے شک تیرا رب توبہ کے پیچھے البتہ بخشنے والا مہربان

رَّحِیْمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَکَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚۖ وَفِیْ

ہے۔   اور جب تھم گیا موسیٰ کا غصہ اس نے اٹھا لیا تختیوں کو اور جو اُن میں

نُسْخَتِھَا ھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلَّذِیْنَ ھُمْ لِرَبِّھِمْ یَرْھَبُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَاخْتَارَ

لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت اور رحمت تھی ان کے واسطے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور چُن لئے

مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ قَالَ

موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے وقت پر لانے کو پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑا تو بولا اے

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَھْلَکْتَھُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ ؕ اَتُھْلِکُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَھَآءُ

رب میرے اگر تو چاہتا تو پہلے ہی ہلاک کر دیتا ان کو اور مجھ کو کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا ہماری

ہاں اصل سے ہوتی تو ان میں بالقوت الزائدہ باقی رہتی بمقابل اس سے کہ جس طریق پر بنی اسرائیل میں تقارر رکھتی ہے اور یہ اس لئے کہ ہم دیکھ چکے ہیں جو قصے اور اساطیران ہندوؤں کے پاس موجود ہیں وہ مثل بنی اسرائیل منظم تاریخ نہیں ہیں تو ہمیں علم ہو گیا کہ اُنہوں نے ان قصوں اور شرائع کو بنی اسرائیل سے اخذ کیا ہوا ہے اور یہ اخذ وحصول دعوتِ شرعیہ کے طریق نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے ان کو بر طریق قبول اخذ کیا بلکہ اس فطری استعداد کی قوت سے ہے جو انسانیت کا جوہر ہے پھر ہمارے نزدیک بنی اسرائیل نے زمین میں اپنے انحطاط اور اپنے شرائع کیساتھ عدم تمسک کے بعد فلاسفہ ہند سے ایسا اخذ کیا ہے جو خاصتہ علی منہاج اصحاب الاعراف ہے۔

یہ واقعہ اسباب کثیرہ کے تحت تاریخ میں مخفی اور پوشیدہ چلا آرہا ہے اور ہمارے آج کے دن تک انسان فکری تاریخ کی تنظیم پر قادر نہیں ہو سکے اور جس کسی نے اس کام کے کرنے پر جرأت

مِنَّا ۚ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ ۖ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ ۖ أَنْتَ

قوم کے احمقوں نے یہ سب تیری آزمائش ہے بچلادے اس میں جس کو تو چاہے اور سیدھا رکھے جس کو چاہے

وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۖ وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ﴿١٥٥﴾ وَاكْتُبْ لَنَا فِي

تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش دے ہم کو اور رحمت کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور لکھ دے ہمارے لئے

هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي

اس دُنیا میں بھلائی اور آخرت میں ہم نے رجوع کیا تیری طرف فرمایا میرا عذاب ڈالتا

أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا

ہوں میں اس کو جس پر چاہوں اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سو اس کو لکھ دوں گا

لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ

ان کے لئے جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں وہ لوگ جو پیروی

يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ

کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے کہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس

کی تو وہ (بطور نتیجہ) تمام ادیان کی نفی کرنے پر پہنچے گا۔ اور یہ نہیں ہوگا۔ مگر تاریخ سے بعض صحائف کے سقوط اور بعض کے بیچ میں (فی البین) قطع کے ساتھ اور ہمارے ہاں کلام مع اللہ کے کئی درجات ہیں تو کوئی عارف باللہ کسی مرتبہ بھی مکالمۃ الرب (اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی) سے محروم اور خالی نہیں ہوگا لیکن تجلی نفس انسان کے خارج سے قائم ہوئی تو یہ کلام جھراً اور محسوس اور مسموع من الخارج ہوگی پھر یہ کلام اس شخص کے طریق پر ہوگی جو ارتقائے فکری کی حالت میں اپنے مرشد کے ساتھ کلام کر رہا ہو اور مرید شبہات پیش کرتا ہے اور مرشد ان کا ازالہ کرتا جاتا ہے اور وہ کسی شئے سے پوچھے اور مرشد اسے جواب دے یعنی اس امر کا احاطہ کئے ہو جس کا بذریعہ کلام القاء کیا تھا نہ تو بطور رمز ہوا اور نہ بطریق کنایہ تو پہلا وہ شخص جو اس درجہ پر فائز اور قائم ہوا حضرت کلیم اللہ موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام

فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ

توریت اور انجیل میں وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے بُرے کام سے

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ

اور حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان پر

اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ

سے اُن کے بوجھ اور وہ قیدیں جو ان پر تھیں سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی

وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ١٥٧ قُلْ يٰٓاَيُّهَا

اور اس کی مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو اس کے ساتھ اترا ہے وہی لوگ پہنچے اپنی مراد

النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَۨا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ

تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں کسی کی

اِلَّا هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ

بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر جو کہ یقین رکھتا ہے

ہیں یہ وہ اعلیٰ امتیاز ہے جس کا حنفیہ اور صابیہ میں اثبات ہوا اور موسیٰ علیہ السلام ذوی استعداد لوگوں کیلئے ان کی استعدادی قوت کے ذریعہ اس کا ادراک کراتے نہ مثل اس طریق کے کہ فقہاء نے اس کو قانون کے ساتھ مقید کیا ہے اور نہ بمثل اس امر کے اگرچہ ہمارے ائمہ میں سے کامل عارفوں نے بطریق نصف النصف الالف الاوّل کے بیان کیا ہے لیکن ہم اس مسئلہ کے احاطہ اور اقوام صابیہ اور ان میں اہل الاعراف کے لئے تقدیم پر ہم قادر نہ ہو سکے۔ مگر امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے واسطہ سے..... قال ربّ ارنی انظر الیك اس سوال اور اس کی استجابت نہ ہونے کی حکمت تاویل الاحادیث میں پوری تشریح سے موجود ہے لہٰذا ہم اس کے بیان میں کلام کو طول نہیں دیتے لیکن عارفین سمجھ چکے ہیں کہ یہ درجہ عالیہ حضرت موسیٰ کو حاصل نہیں ہوا کیونکہ اس کی قوم اس کے معارف قبول کرنے کے لئے ابھی

بِاللّٰہِ وَکَلِمٰتِہٖ وَاتَّبِعُوْہُ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّۃٌ

اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے

یَّہْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعْنٰہُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَۃَ اَسْبَاطًا

جو راہ بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جدا جدا کر دیئے ہم نے ان کو بارہ دادوں کی اولاد

اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اِذِ اسْتَسْقٰہُ قَوْمُہٗٓ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ ۚ

بڑی بڑی جماعتیں اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے کہ مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر

فَانْۢبَجَسَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَہُمْ ؕ

تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے پہچان لیا ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہم

وَظَلَّلْنَا عَلَیْہِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْہِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ کُلُوْا مِنْ

نے ان پر ابر کا اور اتارا ہم نے ان پر من اور سلویٰ کھاؤ ستھری چیزیں جو ہم نے

طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ

روزی دی تم کو اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب

تک مستعد نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا ہم کلامی پر اکتفا کیا گیا اور حضرت موسیٰ سے بعد کے آنے والے انبیاء نے تمام اقوام پر اس کے کمال کو تشریح سے بیان کرتے رہے تو یہ معرفت چہار دانگ عالم (فی العلمین) چل نکلی اور اس ذریعہ سے تمام عالم (عالمین) پر بنی اسرائیل کی فضیلت متحقق ہوئی اس لئے تمام اقوام ہیں عارفین اس معرفت میں حضرت موسیٰ کی امامت کے معترف رہے ہیں آیت ۱۴۴ میں اسی طرف اشارہ ہے قال یموسیٰ انی ..... الشاکرین اس کے ساتھ خود بھی عمل کرو اور لوگوں کو اس کی معرفت کرادو کہ جس کسی نے اس شریعت کے ساتھ جو حظیرۃ القدس سے نازل ہوئی ہے حضرت ابراہیمؑ کے طریقہ پر اخذ و عمل کیا تو وہ اس مرتبہ عالیہ پر فائز المرام ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کریں گے تو یہ ایسی معرفت ہے جس کی طرف انبیاء سابقہ دعوت نہیں دیتے تھے لہٰذا لوگوں پر یہ بات ظاہر ہوگی کہ پہلے اللہ

قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا

حکم ہوا ان کو کہ بسو اس شہر میں اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور کہو ہم کو

حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓئٰتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ

بخش دے اور داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے تو بخش دیں گے ہم تمہاری خطائیں البتہ زیادہ دیں گے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

ہم نیکی کرنے والوں کو سو بدل ڈالا ظالموں نے ان میں سے دوسرا لفظ اس کے سوا جو ان سے کہہ دیا گیا تھا

لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے بہ سبب اُن کی شرارت کے

وَسْـَٔــلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي

اور پوچھ اُن سے حال اس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے جب حد سے بڑھنے لگے ہفتہ کے

السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ

حکم میں جب آنے لگیں اُن کے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو

ربّ العزت اپنی مخلوق کی طرف بواسطہ نفس کلیہ تدلّی اور تعلق بناتے تھے اور اب جس کے کمالات حظیرۃ القدس میں منبسط اور پھیلے ہوئے ہیں تو لوگوں کے ایمان کا انقلاب دراصل ایمان باللہ میں انقلاب پیدا کرتا ہے جو درحقیقت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا مقصد تھا لیکن جو طریق معرفت پہلے سے ان میں تھی قوم موسے کے لوگ اس سے مافوق یعنی اعلیٰ درجہ کی معرفت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے تو اس کو رجل آخر کی طرف مؤخر کردیا گیا جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی تصدیق کے اعتبار سے موسے کے اتباع یعنی متبعین میں سے ہوگا اور باعتبار عمل موسیٰ کے امثال میں سے ہوگا۔

یہاں ایک دقیق بات ہے جس پر تنبیہہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ فقہاء اور متکلمین عموماً کمالاتِ انبیاء کو اُن کی ذوات کے ساتھ مختص بتاتے ہیں تو فقیہہ اور اہلِ کلام

لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ

تو نہ آتی تھیں۔ اسی طرح ہم نے ان کو آزمایا اس لئے کہ وہ نافرمان تھے اور جب

قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ

بولا اُن میں سے ایک فرقہ کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو

عَذَابًا شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾

عذاب دے سخت وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے تمہارے رب کے آگے اور اس لئے کہ شاید وہ ڈریں

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا

پھر جب وہ بھول گئے اس کو جو ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے بُرے کام سے اور پکڑا

الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾ فَلَمَّا عَتَوْا

گنہگاروں کو بُرے عذاب میں بسبب ان کی نافرمانی کے پھر جب بڑھنے لگے

عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ﴿١٦٦﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ

اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل اور اس وقت کو یاد کرو

کی دعوت کو اگر ہم حیات وداویہ سے تجرد کر کے دیکھیں تو یہ دعوت الی اللہ نہیں ہے۔ بلکہ ذوات انبیاء کرام کی طرف ہے پھر ایمان باللہ ان کی تقلید میں لازم ہوگا۔ حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی نبیؑ کو کوئی کمال عطا نہیں فرمایا۔ مگر بایں غرض کہ وہ کمال اس نبیؑ کی دعوت الی اللہ میں اس کے لئے عون اور معوان (بہترین اور عمدہ معادن) بنے۔ وہ انبیاء جب اس شریعت الٰہیہ کو لوگوں کے آگے پیش کریں گے تو یہ بات بالطبع لازم ہو جاتی ہے کہ اس شریعت کا التزام موصل الی اللہ بنے اور انبیاء وصول الی اللہ کے امثال اور نمونے ہوں گے۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ موسےٰ علیہ السلام ایسی شریعت کو لائے جو اس پر ہر ایک عمل کرنے والے کے لئے متکفل (ضمانت دیتی) ہے کہ احساناً اللہ رب العزت اس شخص کے ساتھ ہمکلام ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا اور بے شک تمہیں حضرت عیسےٰ

رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ۗ إِنَّ

کہ جب خبر کر دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہود پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو کہ دیا کرے اُن کو بُرا

رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٧﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ

عذاب بیشک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے اور متفرق کر دیا ہم نے ان کو ملک میں فرقے

أُمَمًا ۖ مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ

فرقے۔ بعضے ان میں نیک اور بعضے اور طرح کے اور ہم نے اُن کی آزمایش کی خوبیوں اور

وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا

بُرائیوں میں تاکہ وہ پھر آئیں پھر اُن کے پیچھے آئے ناخلف جو وارث بنے

الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن

کتاب کے لے لیتے ہیں اسباب اس ادنیٰ زندگانی کا اور کہتے ہیں کہ ہم کو معاف ہو جائے گا۔ اور اگر

يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ

ایسا ہی اسباب ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو لے لیویں۔ کیا اُن سے کتاب میں عہد نہیں لیا گیا

کی انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات تو محفوظ ملے گی۔ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے حواریین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اگر ان (حواریین) میں میرے ایمان کی مثل اوّل درجہ کا ایمان ہوتا تو تم مردوں کے احیاء پر قادر ہوتے اور عیسیٰ اللہ کے اذن و امر سے مُردوں کو زندہ فرماتے تاکہ آیت اور مثال اور اس بات کے لئے نمونہ قائم ہو کہ وہ دعوت جسے عیسیٰ علیہ السلام لاتے ہیں وہ ان کرامات کی مثل پر منتج ہوتی ہے۔

ہم اس بارہ میں امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی فضیلت دیکھتے ہیں کہ حنفی فقیہ اور متصلب (پختہ) فی الماتریدیہ ہونے کے باوجود فقہاء اور متکلمین پر ان کے کمالات نبوت کو انبیاء کے اُوپر حصر کرنے میں انہوں نے انکار کیا ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہیں الہام کے ذریعے ایسے عطا کئے گئے ہیں جو مثل کمالات انبیاء ہیں اور ان (شیخ احمد) کے ساتھ ایک

أَنْ لَّا يَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ

کہ نہ بولیں اللہ پر سوا سچ کے اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے اور آخرت کا گھر بہتر

لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتٰبِ وَأَقَامُوا

ہے ڈرنے والوں کے لئے کیا تم سمجھتے نہیں اور جو لوگ خوب پکڑ رہے ہیں کتاب کو اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ ۭ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾ وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ

نماز کو بے شک ہم ضائع نہ کریں گے ثواب نیکی والوں کا اور جس وقت اُٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے

كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ۚ خُذُوا مَا آتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْ

اوپر مثل سائبان کے اور ڈرے کہ وہ ان پر گرے گا ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے

كُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾ ع وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ

اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم بچتے رہو اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی

مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ

پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا

قوم ایمان لائی ہے اور میرے مشائخ طریقت اور مشائخ فی العلم کلہم انہیں میں ہیں اور ایک قوم اس پر ایمان لائی کہ وہ الف ثانی کے مجدد ہیں اور ان سے پہلے جو پہلی صدی کے مجددین ہوئے ہیں ان سے اکبر درجہ ہیں اور دُوسروں نے اس کی مخالفت کی جو وہ بھی ہندوستان (متحدہ ہندوپاک) میں موجود ہیں لیکن وہ علمی درجہ میں مغلوب ہیں ان کے پاس حقیقی علم نہیں صرف چند کتابیں ہیں جو پڑھ لی جاتی ہیں لیکن یہ کہ انہیں اجتہاد اور معرفت کا ملکہ حاصل ہو تو یہ نہیں! اور امام ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو مجھے حکمت اور دینی فلسفہ عطا کیا ہے اس میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بمنزلہ اساس اور بنیاد (کالارہاص) کے ہیں اور میں ان کے ساتھ ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ لہٰذا ہمارے ائمہ نے بالتشریح بیان کیا ہے کہ نبوۃ علیحدہ شے ہے اور کمالات نبوت شے آخر ہے۔ نبوت ایک

بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۛ شَهِدْنَا ۛ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا

رب۔ بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں کبھی کہنے لگو قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر

غَافِلِينَ ﴿١٧٢﴾ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِن قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّن

نہ تھی۔ یا کہنے لگو کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے اور ہم ہوئے ان کی

بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ

اولاد ان کے پیچھے تو کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا گمراہوں نے اور یوں ہم کھول کر بیان کرتے ہیں

الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ

باتیں تاکہ وہ پھر آئیں اور سنا دے ان کو حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی تھیں

آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾

اپنی آیتیں پھر وہ ان کو چھوڑ نکلا پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو وہ ہو گیا گمراہوں میں

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ

اور ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت لیکن وہ تو ہو رہا زمین کا اور پیچھے

وہبیہ اور عطائی نعمت ہے جس پر ملأ اعلیٰ کے ائمہ کا اجماع ہوا تو متقرر ہو جاتی ہے لیکن کمالات نبوت تو اس نبی کے طریقہ کی اتباع سے لوگوں کو حاصل ہو سکتے ہیں اور یہی وہ چیز ہے جسے عرف انبیاء میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے عدل کی صورت اس زمانہ کے حالات کے ذریعہ مخصوص ہوتی ہے ایسے ہی احسان اس زمانہ کے نبی کے کمالات کے ذریعہ مخصوص اور متعین ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک آدمی مذہب احناف کی کتابیں بڑی عرق ریزی اور تحقیق سے پڑھتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ شخص ابو یوسفؒ یا درجہ زفرؒ تک پہنچ پائے لیکن اس طریق سے درجہ امام احمدؒ تک واصل ہونا تو یہ بعید ہے اسی طرح ہر شریعت کے اتباع سے اس شریعت کے ائمہ کی مثل احسان حاصل ہو گا۔

تنبیہ :- میں اس اُمت کو اپنے شیوخ دیوبندیہ کے وساطت سے امام ولی رحمہ اللہ

هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ

ہو لیا اپنی خواہش کے تو اس کا حال ایسا جیسے کتا اس پر تو بوجھ لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو

يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ

ہانپے یہ مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو سو بیان کر یہ احوال تاکہ وہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ

دھیان کریں بُری مثال ہے ان لوگوں کی کہ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو اور وہ اپنا

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ وَمَنْ يُّضْلِلْ

ہی نقصان کرتے رہے جس کو اللہ رستہ دے وہی رستہ پائے اور جس کو بچلا دے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ

سو وہی ہیں ٹوٹے میں اور ہم نے پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن

وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا

اور آدمی ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں

کے طریقہ کی جانب دعوت دے رہا ہوں اور میں امام ربانی الشیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ وغیرہم کے معارف سے امداد لیتا ہوں لیکن یہ سارے میرے نزدیک درجہ ثانیہ یا ثالثہ میں ہیں۔ اور میں اپنے ان شیوخ کے واسطے کے بغیر کسی ایک پر بھروسہ اور اعتماد نہیں کرتا۔

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی معرفت عالیہ کے حصول اور تلقی کے لئے صالح نہیں تھی ہم اسی کی کتاب اللہ سے تشریح لاتے ہیں موسیٰ کو شریعت خداوندی دی گئی اور اس کا نتیجہ عالم کی استعداد کے مطابق وصول الی اللہ ہوتا۔ اور اس کی قوم ہے کہ موسیٰ کے شریعت لانے کا انتظار کئے بغیر پہلے تو عجل (بچھڑے) کو اپنا معبود و آلہ بنا بیٹھے اور مان لیا کہ یہی آلہ موسیٰ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی اس غلطی پر جو اخذ من معارف الانبیاء میں واقع ہوئی تھی متنبہ فرمایا الم یروا انه لا یکلمهم اگر یہ آلہ موسیٰ ہوتا تو ان کیساتھ

وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ

اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪

وہی لوگ ہیں غافل اور اللہ کے لئے ہیں سب نام اچھے سو اس کو پکارو وہی نام کہہ کر

وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں وہ بدلا پا رہیں گے اپنے کیے کا

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

اور ان لوگوں میں کہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک جماعت ہے کہ راہ بتلاتے ہیں سچی اور اسی کے موافق انصاف کرتے

بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ

ہیں اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ایسی جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو ڈھیل

اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ

دوں گا بیشک میرا داؤ پکا ہے کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں۔ وہ تو

کلام کرتا۔ اسی طرح جیسے یہ عقیدہ کئے ہوئے تھے کہ اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا تو آپ بتائیں کہ یہ لوگ اس کے مستحق ہیں کہ اپنے رب کو دیکھیں کہ ان کے اس تاخر فی الاستعداد (استعداد میں پیچھے رہنے) نے مقاماتِ عالیہ کی جانب ترفع کرنے سے منع (روک دیا) کیا پھر موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو چن کر لائے تاکہ ان کے ساتھ اللہ تعالےٰ کلام کرے تو انہیں استقامت اور سننے کی قدرت نہ ہوئی اور رجفہ (کپکپی) کی صورت میں عذاب نے پکڑ لیا۔ سوائے موسےٰ علیہ السلام فقال لوشئت ...... السفھاء منا موسیٰ کو یہ بات واضح ہوئی۔ اس کی قوم اللہ تعالےٰ کی رویت اور کلام کی صلاحیت نہیں رکھتے اور انہیں چاہیئے کہ انکی استعداد کی اصلاح میں اجتہاد اور کوشش کریں تاکہ ان کے ساتھ رب العزت کلام کرے تو قوم موسیٰ سے بہت سے نبی مبعوث اور خروج پذیر ہوئے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کلام فرماتا رہا

اِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ڈرانے والا ہے صاف کیا انہوں نے نظر نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کی اور

وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ وَّاَنْ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ

جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے ہر چیز سے اور اس میں کہ شاید قریب آگیا ہو ان کا وعدہ

فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ

سو اس کے پیچھے کس بات پر ایمان لائیں گے جس کو اللہ بچلائے اس کو کوئی نہیں راہ دکھلانے والا

وَیَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ یَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ

اور اللہ چھوڑے رکھتا ہے انکو ان کی شرارت میں سرگرداں تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت کو کہ

اَیَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا

کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا

هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْکُمْ اِلَّا بَغْتَةً یَسْـَٔلُوْنَکَ

اس کو اس کے وقت پر۔ وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں جب تم پر آئے گی تو بے خبر آئے گی تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ

اور جن کے صحیفے اور کتابیں صحف موسیٰ کے ساتھ موجود ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ نے ما امر اللہ کو کمال تک پہنچایا اور شہر بابل میں صابئہ فرقہ میں عمومی طور پر اس کی ہدایت جاری وساری رہی بابل کے بڑے بڑے بادشاہ انہیں صابئہ میں سے ہوئے وہ بنی اسرائیل پر اپنے کاہنوں کے مقابلہ میں زیادہ اعتماد کرتے اور ایسے ہی شہنشاہ خسرو نے جو ہمارے نزدیک دو حقیقت ذوالقرنین ہے بنی اسرائیل پر کیسے احسانات کئے اور ان کا اکرام کیا اور وہ صابئہ کے ائمہ اور ان کے ملوک کبار میں سے تھا اور میں نے دیکھا کہ بابل اور ایران کے طریق سے بنی اسرائیل اور ان کے انبیاء کے علوم حکماء ہند تک پہنچے اسی وجہ سے اول زمانہ میں ایران اور ہندوستان ایک دوسرے سے جدا نہیں تھے جس پر ہنود کی زبان سنسکرت اور ایران کی زبان فارسی (لغۃ الفرس) کا آپس میں توافق شاہد ہے جو فقط سینکڑوں کی تعداد میں

كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا

کہ گویا تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے تو کہہ دے اس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُونَ ﴿١٨٧﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ

سمجھتے تو کہہ دے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ بُرے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر

كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ

میں جان لیا کرتا غیب کی بات تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی میں تو

أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن

بس ڈر اور خوشخبری سُنانے والا ہوں ایماندار لوگوں کو وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان

نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا

سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو

تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ

ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی اس کے ساتھ پھر جب بوجھل ہو گئی تو دونوں

نہیں بلکہ ہزاروں الفاظ میں یہ توافق پایا جاتا ہے اور ایسے شرائع اور حکمت میں توافق ہے اس بیان سے وہ حقیقت سے بنی اسرائیل کی تفضیل علی العالمین تام ہو جاتی ہے اور اس ساری تفصیل کو جو بر سبیل مناہج اصحاب الاعراف تھی ہم ایسے دو کلمات سے ضبط میں لاتے ہیں۔ کہ تم اس فطرت انسانیہ کے موافق حق کو واضح کر دو جو اس زمانہ کا رنگ اختیار کئے ہوئے ہے پھر اس حق کے قبول کرنے میں لوگوں کو (احرار) آزاد چھوڑ دو تو متفکر انسان تفکر کرتے ہوئے اس کا اس طرح اخذ کریں گے گویا یہ ان کی گم گشتہ شئے ہے (جو انہیں ملی ہے اور اگر انہیں قانون اور بادشاہ اور طاقت وقوت کے ذریعہ امر کیا گیا تو لوگ اس سے استنکاف (امتناع اور استکبار) اختیار کرتے ہیں شریعت اور قانون کی موافقت اور مخالفت کے بارے میں ان لوگوں کی یہی فطرت معتدلہ ہے۔

رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ

نے پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں پھر جب

اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا

اُن کو دیا چنگا بھلا تو بنانے لگے اس کے لئے شریک اسکی بخشی ہوئی چیز میں سو اللہ برتر ہے ان کے

يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا

شریک بنانے سے کیا شریک بناتے ہیں ایسوں کو جو پیدا نہ کریں ایک چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں اور نہیں

يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ

کر سکتے ہیں ان کی مدد اور نہ اپنی مدد کریں اور اگر تم ان کو پکارو

اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ

رستہ کی طرف تو نہ چلیں تمہاری پکار پر برابر ہے تم پر کہ ان کو پکارو یا چپکے

صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ

رہو جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے ہیں تم جیسے بھلا پکارو تو

جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ سارے مر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اُن کے احیاء کا سوال کیا تو حضرت موسیٰؑ نے اس چیز کے ساتھ جس کے اعلام کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرما چکا ہے استیقان (یقین) کر لیا اسی طرف اس قول میں اشارہ ہے ان ھی فتنتك تضل اِس بات پر تنبیہ ہے کہ ان کا اتخاذ عجل اور اُن کی موت یہ کل ان کی استعداد کا امتحان ہے تاکہ حقیقۃ الامر میں تبیّن ہو کہ اس بارے میں کسی شئی میں ان کی طرف اثم راجع نہیں ہے تضل بھا من تشاء وتھدی من تشاء اور یہ سب کچھ علی حسب الاستعداد نازل ہوتا ہے اور تحقق استعداد کے بعد مشیّت رب العزت ظاہر ہوتی ہے۔ انت ولینا فاغفرلنا..... واکتب لنا..... انا ھدنا الیك

(انا ھدنا الیك ای الی حظیرۃ القدس میلنا الیك فقط رضا بما قضى الله لنا)

ہم نے تیری طرف راہ اختیار کی ہے یعنی حظیرۃ القدس کی جانب لیکن ہمارا میلان تیری طرف ہے فقط

فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا

ان کو پس چاہیئے کہ وہ قبول کریں تمہارے پکارنے کو اگر تم سچے ہو۔ کیا اُن کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہیں

أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا

یا اُن کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں یا اُن کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں

قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ

تو کہہ دے کہ پکارو اپنے شریکوں کو پھر بُرائی کرو میرے حق میں اور مجھ کو ڈھیل نہ دو۔ میرا حمایتی تو اللہ ہے جس نے اتاری

الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا

کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا وہ نہیں

يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ

کر سکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکیں اور اگر تم ان کو پکارو

إِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوا وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

رستہ کی طرف تو کچھ نہ سنیں اور تو دیکھتا ہے ان کو کہ تک رہے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

ما قضی اللہ لہ کے ساتھ راضی ہیں جیسے کسی شاعر نے کہا ہے کہ خرد ساقی ما۔ ریخت عین الطاف است۔ اب اس درجہ کا ذکر آتا ہے جس سے موسیٰ اور اس کی قوم مؤخر کی گئی ہے آیت (۱۵۶) تا (۱۵۸) سکتبها ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یؤمنون جمیع ما جاء بہ الانبیاء کے ساتھ یہ سارے تصدیق کرتے ہیں ان کی معرفت خطیرۃ القدس سے اس غایت تک پہنچ چکی ہے اسی طرف اشارہ ہے والذین هم بآیاتنا یؤمنون۔ آیت (۱۵۶) میں الذین یتبعون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اولئک هم المفلحون قولہ اولئک کا معنی میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ لوگ رویت سے فائز المرام ہوں گے لہٰذا اپنے رب کو دیکھیں گے۔ اور سورت نجم میں اللہ تعالیٰ نے بشارت دے کر اپنے نبی کے کمالات فی المعارف کی خبر دی لیکن فقہاء اور متکلمین نے اس میں بھی قصر کیا تو اُن پر کوئی گناہ اور اثم نہیں۔ سورت نجم کی آیت (۱۱) میں ہے ما کذب الفؤاد ما رأی افتمارونه علی ما یری اس کے بعد آیت (۱۹)

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِينَ ﴿۱۹۹﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ

عادت کر درگذر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے اور اگر اُبھارے تجھ کو

مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۰۰﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا

شیطان کی چھیڑ تو پناہ مانگ اللہ سے وہی ہے سننے والا جاننے والا جن کے دل میں ڈر ہے۔ جہاں

مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُونَ ﴿۲۰۱﴾ وَ

پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے اور جو

إِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿۲۰۲﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ

شیطانوں کے بھائی ہیں وہ ان کو کھینچتے چلے جاتے ہیں گمراہی میں پھر وہ کمی نہیں کرتے اور جب تو لے کر نہ جائے

بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحٰى إِلَيَّ مِنْ رَّبِّي ۚ هٰذَا

ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں کیوں نہ چھانٹ لایا تو کچھ اپنی طرف سے تو کہہ دے میں تو چلتا ہوں اس پر جو حکم آئے میری طرف

بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿۲۰۳﴾ وَإِذَا

میرے رب سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کو جو مومن ہیں اور جب

میں ہے افرئیتم اللات ..... اللاخری تم اپنے الہیہ (معبودوں) کو دیکھتے ہو جیسے اس نبی نے اپنے اِلٰہ کو دیکھا یہ امر اس انسان کے نزدیک جو تبصر اور بصیرۃ رکھتا ہو واضح تھا لیکن بایں غرض کہ یہ مسئلہ عامہ انسانوں کے افکار کو پریشانی اور تشویش میں نہ ڈال دے جو راسخین فی العلم کے اغیار ہیں کہ وہ اس کا انکار ہی نہ کر دیں (مفسرین) لوگوں نے اس رویت سے رویت بطریق تجلی مراد لی جو نوع انسان کے امام پر قائم ہوتی ہے جو مسئلہ تجلیات کی معرفت رکھتا ہو جیسے کہ ہمارے امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس کی تشریح کی ہے جو کلام اور رویتِ خداوندی میں کوئی شک نہیں رکھتے۔ لیکن وہ لوگ جو اس علم کی معرفت نہیں رکھتے آج دن تک مسئلہ کلام میں اپنے رب میں مُتردّد ہیں اور مسئلہ کلام کا کبھی انکار کر دیتے ہیں اور یہ علم ہمارے نبی کی اُمت کے عارفین کے واسطہ سے اقوام صابئہ میں سرایت کر چکا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل سے ان میں پہنچا تھا۔ لہٰذا اب

قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو

فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰ

اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو صبح کے وقت اور

صَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

شام کے وقت اور مت رہ بے خبر بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے

عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ السجدة

اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

صابئہ کے ائمہ کامل نہیں کہلاسکتے جب تک انہیں وصول الی الرویت نہ ہو۔ یہ مسائل حکمت کے مسائل ہیں جو فقہاء اور متکلمین کی دخل اندازی (تداخل) سے محفوظ اور مصون ہیں مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے دے دے۔ میرا ظن ہے کہ یہ علم حکمت سن دوسرے ہزار سال کی ابتداء سے ہی ہندوستان کی طرف منتقل ہوا۔ سلطان الہند جلال الدین محمد اکبر الغازی جو بالفطرت حکیم اُمی تھا نے لوگوں کے مختلف طوائف مسلمانوں اور یہودیوں اور نصاریٰ اور ہندوؤں اور مجوسیوں وغیرہم کے حکماء کو جمع کیا اور ان کا اکرام کیا اور انہیں اس انسانیت جامعہ کی دعوت دی جو ہر شریعت اور ہر معرفت سے متشرحہ (بیان اور تشریح شدہ) تھی اور سلطان کی مجلس میں ان حکماء کے ساتھ گفتگو کرنے والے (لسان الحکماء) اس کا وزیر ابوالفضل اور اس کا بھائی فیضی تھا ان دونوں نے اپنے باپ سے اور اس نے شیخ مبارک سے اور اس نے بواسطہ ایک رجل محقق دوانی سے علم حاصل اور اخذ کیا اور یہ سارے حکماء تھے اور ان کا بادشاہ فطرۃ سلیمہ کا مالک تھا اور یہ اسلام میں ایسا اجتماع تھا جس کی کوئی نظیر نہیں مگر وہ اجتماع جو خلیفہ مامون کے پاس بغداد میں حکماء کا ہوتا تھا۔ ان حکماء نے جب لوگوں کے ساتھ کلام کیا! تمہیں خیال ہوگا کہ انہوں نے فقہاء اور متکلمین کی اصطلاحات کے ذریعہ کلام کیا ہوگا ہیہات؟

نہیں نہیں. تو اس وقت کے فقہاء اور متکلمین نے اس کو بُرا جانا اور سلطان مذکور اور ان حکماء کے کافر ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا جیسے عام طور پر لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ اور یہ عادت اللہ ہے اور عادت اللہ میں کبھی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

پھر جماعت فقہاء اور متکلمین سے ایک ایسا آدمی نکلا جس نے تمام ان باتوں کو جن پر حکما مجتمع ہوئے تھے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی شرح میں داخل کر دیا اور جن باتوں میں ان حکماء نے فقہاء اور متکلمین پر تشدید کی تھی اس نے حکماء پر انکار کیا اور سخت سُست کہا تمام فقہاء کی شخص کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اجتماعیت کی رُوح ہندوستان میں مجتمع اسلامی کی طرف منتقل ہوئی تو فیضی اور ابوالفضل کے اصحاب میں سے چند رجال شیخ محمد الباقی کے ساتھ لاحق ہوئے جو طریقت میں امام ربانی کے شیخ ہیں اور عارفین کے نزدیک امام العصر ہیں۔

تو یہ مُسلمان حکماء جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ائمہ مُسلمین پر زیادتی لے گئے مثل دوانی اور ان کے اصحاب کے پھر اُنہوں نے الشیخ الاکبر ابن العربی اور شیخ محمد الباقی کے معارف سے اپنا تعلق پیدا کیا جو فرقہ وجُودیہ کے ان ائمہ میں سے بہت بڑا امام تھا جنہوں نے عبدالرحمان الجامی اور عبید اللہ احرار کے معارف سے اپنا تحقق پیدا کیا۔ ان دونوں حکیموں کے اصحاب اور اصحاب امام محمد الباقی کے مابین بالطبع کوئی اختلاف نہیں مگر چند کلمات میں جنہیں حکما اور عارفین کی زلات (لغزشیں) شمار کیا جائے گا اور اُنہوں نے ان زلات پر شطحیات کا اصطلاحی لفظ استعمال کیا۔ ان دونوں شخصوں نے ابوالفضل اور فیض (فیضی) کے شطحیات کی مخالفت کی اور امام محمد الباقی سے لاحق ہو گئے۔ اور یہ شیخ محدث عبدالحق دہلوی شیخ محمد الباقی کے اصحاب میں سے تھے اور ساتھ ہی ان دونوں حکیموں (ابوالفضل اور فیضی) سے مصاحبت رکھتا تھا جب عامۃ الناس کی طرف سے نکیر اور تردید شدت اختیار کر گئی تو اُنہوں نے اُن کی طرف لکھ بھیجا کہ یہ (محدث) ان کی محبت اور مرداد پہ قائم ہیں اور ان کے لئے دُعا کرتے ہیں

لیکن استدعا ہے کہ آئندہ اپنی مجالس میں آنے کی مجھے تکلیف نہ دینا اور یہ عامۃ الناس کے شدت نکیر کی وجہ سے ہوا اور یہ دونوں شخص بھی شیخ عبدالحق دہلوی کے اصحاب میں سے تھے۔ پس جب اللہ تعالےٰ نے شیخ محمد الباقی کو وفات دے دی تو انہوں نے اپنے شیخ کے ایفاءِ حق کی خاطر اولادِ شیخ کی تربیت میں متوجہ ہوئے اور انہوں نے اسی تربیت کی غرض سے تمام دنیاوی امور سے تجرد اختیار کر لیا شیخ کے دو بیٹوں میں سے بڑے کا نام عبیداللہ اور دوسرے کا عبداللہ تھا۔ پھر شیخ عبداللہ ابن محمد الباقی امام ربانی سے لاحق ہو گئے اور انہیں سے تمام کتابیں پڑھیں اور امام ربانی نے ان کو طریقت میں اجازت مرحمت فرمائی یہ وہ عبداللہ ابن محمد الباقی ہیں جو فقہا اور صوفیہ کی مصنوعی اوضاع مخصوص لباس و ہیئت کے ذریعہ عوام الناس سے ممتاز رہنے کی شکل وصورت سے مقید نہیں رہتے تھے اسی نے ہی امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے والد شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی تربیت فرمائی جن کے حالاتِ زندگی (ترجمہ) آپ کو انفاس العارفین میں ملیں گے۔ اس طریق سے وہ اجتماعیت جو دوسرے ہزار سال کی ابتدا میں متقرر ہوئی تھی امام ولی اللہ رحمہ اللہ تک پہنچی تو ان کا انشراح صدر ہوا اور اللہ تعالیٰ اکرام اور کرامتوں سے نوازا لہٰذا ہمارے نزدیک ہزار سال کے بعد اسلام میں اس سلسلہ کی نظیر ہی نہیں۔ ہزار سال کے بعد تمام اقوام میں قومی عصبیتیں اس قدر بڑھیں اور زیادتی اختیار کر گئیں۔ جس کی اصلاح کی کوئی صورت نہ رہی مگر اس فلسفہ اور حکمت سے جو شریعتِ اسلامی قرآن وسنت اور جس پر مسلمانوں نے اجماع کیا ہے کی تشریح وتوضیح کرے اور یہ سب کچھ امام ولی اللہ رحمہ اللہ کی حکمت میں موجود ہے۔ لیکن اس کی طرف کسی نے توجہ نہ دی۔ نہ تو ان کی قوم اور نہ دیگر تمام اقوام نے کوئی التفات کیا۔ اسی وجہ سے ہم خسارہ میں رہے اب میرے پاس ایک نظریہ ہے وہ یہ کہ تمام قومیں اپنی استعداد کے مطابق ان علوم کے حصول وتلقی کی صلاحیت نہیں رکھتی تھیں لیکن آج ان کی سیاست پر یورپ کے غلبہ پالینے اور یورپ کا فقط ان کو حکمت اور سائنس کی اتباع پر دعوت دینے سے ان علوم کے اخذ وحصول کے لئے مسلمانوں کی استعدادیں جاگ اٹھی ہیں خصوصاً امام ولی اللہ رحمہ اللہ

کے علوم حکمت کیلئے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے سوائے ایک صورت کے اس طرف کوئی التفات نہیں کیا وہ صورت یہ ہے کہ جب فرانسیسی اور انگلش زبان میں ترجمہ کر دیا جائے۔ اور عربی یا فارسی کتابوں سے التفات ہونا تو بعید از قیاس ہے۔

(واللہ اعلم باسرار خلقہ) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بھیدوں کو خوب جاننے والے ہیں

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل واحسان سے اُس کے اس فرمان کے قبول کرنے کی ہمیں استعداد حاصل ہوئی جو اس آیت میں (۱۵۸) میں ہے قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ..... لعلکم تھتدون اور ہمارے یورپین دشمن اس دعوت اور تحریک کے قبول کرنے سے جو بلاد المسلمین سے ناشی ہوتی (اٹھتی ہے) ہے کسی فقیہ اور متکلم کی اتباع کے ذریعے ہندوستانی لوگوں (اہلِ ہند) کی آنکھوں میں مٹی ڈال دیتے۔ یہ ہیں ہمارے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جو علوم سُنت میں امام مانے ہوئے ہیں جو اہل کلام کا ایک بہت بڑا رجل ہے لیکن اگر اس کی تمام کتابوں کو ہم اکٹھا کریں تو ان میں سوائے اس کے تمہیں اور کچھ میسّر نہیں ہوگا کہ فتاوٰی فقہیہ اور اپنے اہلِ زمان کے ساتھ مناظرات سے بھری ہوئی ہیں۔ یہ لوگ اہلِ ہند کو شیخ الاسلام کی اتباع کی دعوت دیتے ہیں اور طبقہ متوسطہ جب کسی بادشاہ کسی فقہیہ کی تائید کرتا ہوا دیکھتا ہے تو متزلزل ہو کر رہ جاتا ہے اور ہمیں اس کی معرفت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیا ارادہ کئے ہوئے ہیں لیکن ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان انی رسول اللہ الیکم جمیعا پر تصحیح ایمان (.. صحیح صُورت میں ایمان لانا) امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی نظر آ ہم مثل جس قوم اور جس زمانہ کے ہوں کی اتباع کے بغیر میسّر نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اس کے طریق کے بغیر تو وہ لوگ مثل قوم موسیٰ ہونگے جنہیں اتنی قُدرت بھی نہیں ہوتی کہ موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے پر ایمان لاتے

لطیفہ ۱۸: ہمارے رفیق ابوالکلام دہلوی قرآن عظیم کی اس دعوت عمومیہ کی شرح کے لئے کھڑے ہوئے جس پردہ خود بواسطہ متبعین الصدر الشہید مولانا محمد اسمٰعیل ایمان لائے

ہیں اور اس کے ساتھ وہ ابن تیمیہ اور اس کے اتباع کے انصار میں سے ہیں ہیں اور وہ ہمارا ہر ایک اعتقاد رکھتا ہے کہ خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس معرفت تک واصل ہوا ہے جو ان کے ایسے کلمات سے واضح ہوگا جو ضمناً مذکور ہوتے ہیں لیکن ان کی نصوص اور تصریحات تو صرف فقہ اور علم کلام ہی ہے تو شیخ الاسلام کے ناصرین اہل حدیث (غیر مقلدین) کے چند آدمی ابو الکلام کے اوپر کھڑے ہوگئے اور میں اسی وجہ سے کلام محققین کی تصدیق نہیں کرتا لیکن ایک امام کے طریقہ کی طرف میں اس کی دعوت سے تجدید کرتا ہوں ورنہ خبط فی الفہم حاصل ہوگا میں الشیخ الاکبر کی تصویب کا معتقد ہوں تو لوگوں نے مجھ ان کلمات کے حل کرنے کا سوال کیا جو ان سے صادر ہوئے ہیں اس کے جواب میں میں کہا کہ میں نہ تو الشیخ الاکبر کو جانتا ہوں اور نہ اس کی کتابوں سے متعلق مجھے کوئی معرفت حاصل مجھے صرف اتنی معرفت ہے جتنی مقدار کہ امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان کے معارف ذکر کئے لہٰذا اگر کوئی شخص چاہیے تو ان معارف کو ہم سے پڑھ سکتا ہے جنہیں امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے نقل کیا اور انکی تحقیق ثبت کردی لیکن ان کے ماعدا کو ہم نہیں جانتے۔ ایسے ہی مجھ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے حق میں انہوں نے سوال کیا۔ جس کا میں نے جواب دیا کہ ہمارے امام الامام ولی اللہ رحمہ اللہ ان کے علوم کی تصدیق کرتے ہیں اور ان کے فضل وامامت کے معترف ہیں اور ان شطحیات سے اعراض فرمایا ہے جو ان سے صادر ہوئے ہیں تو میں اسی طریق سے ان کا معتقد ہوں لہٰذا کسی ایک شخص نے ان شطحیات کو مجھ پر پیش نہیں کیا اور نہ مجھے ان سے عدول کرنیوالا بناتے رہے اور میں نے ان کی طرف امام ولی اللہ رحمہ اللہ کی (تصنیف شدہ) کتاب ارسال کی جس میں الشیخ ابن تیمیہ کے مناقب بالتصریح موجود ہیں تو اسکے بعد ان کے ساتھ ہمارا اختلاط مودت اور دوستی کا اختلاط رہا (حقیقت یہ ہے) کہ اگر میں صراحتاً یہ بیان کرتا کہ میں شیخ الاسلام کا پورا پورا موافق ہوں تو ہندوستان میں میرے بھائی مجھ پر قیامت برپا کر دیتے اور اگر ان کی طرف امام ولی اللہ رحمہ اللہ کی کتاب ارسال نہ کرتا تو مجھے یقین ہے کہ اتنی مدت ام القری (مکہ) میں بیٹھے رہنے

کی مجھے قدرت نہ ہوتی۔ اِس لئے کہ وہ کسی ایسے غیر عربی شخص کو جو ان کے طریقہ کے خلاف لوگوں کو دعوت دیتا ہو۔ وہاں نہیں رہنے دیتے۔ لیکن عرب تو ان کے لئے ہر شئے مباح ہے اور سیاست کے بارہ میں ہم نے ہندوستان کی سیاست میں اپنے افکار کو محصور دکھایا خاصکر ایسے نمونوں کے ساتھ جو سریح اور مصرح تھے۔ یہی چیز تھی جس نے عرب حکومت کو مطمئن کیا کہ ہم ان کی سیاسیات میں دخل انداز ہونا نہیں چاہیئے۔

حکایت:۔ ہم نے بعض کانگرسی غیر مسلم سیاست دانوں سے خط و کتابت کی اِس لئے کہ وہ ان طبع شدہ پمفلٹوں کی صُورت میں سیاسی نمونوں کی بنا پر مُجھے جانتے ہیں کہ میں کانگریس سیاست کے ساتھ مقید ہوں تو اس نے اس کا جواب لکھا ہے جو اب ڈاک میں پہنچا ہے اس نے ایک قطعہ میرے خط کا ہندوستان کی انگریزی حکومت کی طرف روانہ کیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس کی طرف لکھا ہے۔ میں فلسفہ شیخ ولی اللہ دہلوی کا معتقد ہوں اور اس فلسفہ پر میری مخالفت کے بعد مُجھے کوئی قدرت نہیں کہ میں سوائے کانگریس کے کسی سیاسی جماعت کی طرف انتساب رکھوں جونسی سیاسی جماعت ہو تو میں اپنے دین کی حفاظت اور وطن کی محبت کی بنا پر مستقل طور پر کانگریس سے مقید ہو چکا ہوں لہٰذا اب تمہارے (حکومت ہند) اوپر لازم ہو جاتا ہے کہ تم اسے (مولانا علیہ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو) ہندوستان آنے کی اجازت دے دو لیکن اجازت حاصل ہوئی؟ یا نہ؟ یہ بعد میں ظاہر ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ لیکن میں اس بات پر بے حد مسرور ہوں کہ حکُومت ہند اور برطانیہ نے میرے متعلق جان لیا کہ میں فلسفہ امام ولی اللہ رحمہ اللہ کا معتقد اور اپنی جمیع سیاسیات میں اس کا محافظ ہوں۔ درحقیقت اس خط سے یہی فرض ادا کرنا تھا تو میں اس کامیابی پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں۔ انتہیٰ

تمہیں ہماری طرف سے معرفت ہو گی کہ ہم اس آیت انی رسول اللہ الیکم جمیعا کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں کہ یہ اجتماعیت اقوام کے بارہ میں ہے نہ فقط عند المسلمین اور یہ کل حقیقت امام ولی اللہ رحمہ اللہ کے فلسفہ اور حکمت کے ذریعہ ہمارے صدور میں انشراح کی

وجہ سے ہے واللہ الموفق آیۃ (۱۵۸) تمام ہوئی۔ بعدہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ایک طائفہ اس حق سے متمسک رہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی مراد درحقیقت تمام انسانوں کو دعوت دینا تھی۔ لیکن ان کی قوم اس (اہم دعوت) کی صلاحیت مند نہ تھی تو یہ دعوت عمومی ایک دُوسرے رجل کی بعثت پر موخر ہوئی۔ جو آل ابراہیم علیہ السلام مثل موسیٰ علیہ السلام ہوں گے آیت (۱۵۷) میں اسی طرف اشارہ ہے الذی یجدونہ مکتوبا یہ ایک ایسا طائفہ مہتدیہ ہے (ہدایت یافتہ) جس سے یہ (بساط) ارض کبھی خالی نہیں رہی لیکن ان لوگوں نے اختلاف ڈالا اور حقیقی شاہراہ (منہاج) کو چھوڑ بیٹھے تو ان کے اوپر تنزلی اور ترقی کے مختلف دَور آئے۔ (فکان لھم تطورات) کبھی ان کو ارتفاع اور ترقی نصیب ہوئی اور کبھی انحطاط اور تنزلی لہٰذا کبھی ارتفاع اور ترقی نہیں پا سکیں گے۔ مگر تمسک بالحق کے ساتھ اور انحطاط اس حق سے اعراض ہی کی وجہ سے ہوگا۔ آیت (۱۶۹) میں اسی طرف اشارہ ہے وبلوناھم بالحسنات والسیئات لعلھم یرجعون اس کے بعد جاہلوں کو غلبہ حاصل ہوا اور صرف چند افراد ہی باقی رہے آیت (۱۶۹) میں اسی طرف اشارہ ہے فخلف من بعدھم خلف لیکن جنہوں نے تمسک بالکتاب کیا اور اپنے عہد کو قائم رکھا وہ اس اجتماعیت صالحہ میں عزت و اکرام سے داخل ہوں گے۔ لہٰذا آپ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو مسلمان ان کی کیسی عزت و تکریم کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں لیکن اہل اسلام کے مقصرون (کم فہم یا کوتاہ فہم لوگ) فقہ اور علم کلام میں مشغول ہو گئے اور سیاست کو چھوڑ دیا اور تفکر فی الکتاب کو بھی ترک کر دیا۔ حالانکہ مسلمان تو ہمیشہ سے اہل کتاب کا اکرام کرتے رہے جب وہ مسلمان ہو جاتے ہاں اگر کسی شخص کی خیانت ثابت ہو جائے۔

اور اسی طرح ہم نے دیکھا ہندوستان میں ہندوؤں کی کئی قومیں مسلمان ہو چکی ہیں اور ہندوستان میں مسلمانوں سے پہلی قومیں مراد ہیں اور اس کثرت تعداد میں عربوں اور ایرانیوں

طورانیوں کی تعداد افراد نہیں ہے اور بوقت قیام سلطنت لفظ مسلمین سے پہچانے جاتے تھے اور مسلمان سلاطین تو ہمیشہ ان رجال کی تعظیم و اکرام کرتے تھے جو افاضل المسلمین (اصحاب فضیلت) ان کی طرف منتقل ہو کر آتے مگر بعض اوقات میں جیسے سلطان جلال الدین اکبر کا زمانہ اور ہم انشاء اللہ تعالےٰ ایک کلمہ اجمالیہ سے تاریخ ہند میں سیاسیہ انقلابات کو بعد میں ذکر کریں گے اور اسی طرح ہم نے اناطول[1] الاتراک میں جو ان میں سے قلیل ہیں اور کل ان لوگوں میں جو مسلمان ہوئے۔ آیت (۱۷۱) میں ان کے تورات سے اس معنی کو چھوڑ دینے کی طرف اشارہ ہے جو اُن کے لئے موت ہے واذنتقنا الجبل فوقھم فصل تمام ہوا

الفصل السابع ساتواں فصل ۱۷۱ تا ۱۷۹

اس فصل میں جمیع بنی آدم پر ان احکام کی تعمیم کا ذکر ہے جن پر تورات مشتمل ہے اور جس نے خلاف کیا وہ کُتّے کی مثل ہے اور شریعت اور کتاب سے تمسک کا دعویٰ کیا تو کاذب ہے۔ پہلی بات کی طرف آیت (۱۷۲) سے (۱۷۴) تک اشارہ ہے ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ھذا غافلین یعنی ہم نے صالحین بنی آدم کے لئے اس علم کو جبلت بنایا۔ اللہ تعالےٰ کے قول سے یہی معنی مراد ہے ان میں سے بعض اہلِ اعراف یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں کسی نبی کی شریعت پہنچی اور اس کا معنی و مفہوم سمجھ گئے تو کبھی اس کی مخالفت نہیں کرتے۔ لیکن دین کے کتے (کلاب الدین) اس حکمت اور دانائی کی بات کو چھوڑ دیتے ہیں اور لوگوں کو اس قانون کی دعوت دیتے ہیں جو ان کا اپنا من گھڑت (مفتری من عندہم) ہے یہ دین کے کُتّے ان انسانوں کو کتابُ اللہ سے اہل حق کے پیاسوں تک نہ تو خود پہنچاتے ہیں اور نہ ان کو چھوڑتے ہیں کہ وہ اپنے فکر سے عمل کریں (ھولاء لا یوملون الی عطشان اھل الحق

---

[1] اناطول" المنجد" کے دوسرے حصے میں یہ لفظ اس طرح ہے اناطول (anatolia) علاقہ نجد اور بحر اسود کے ارد گرد کا پہاڑی علاقہ وغیرہ مراد ہے یعنی یہ ہوا کہ ترک وغیرہ علاقوں کے مسلمان بھی یہی دوسری قوم ہیں جو مسلمان ہوئیں واللہ اعلم

من کتاب اللہ ولا یترکونھم یعملون بفکرھم) آیت (۱۷۵) میں اسی طرف اشارہ ہے
واتل علیھم بناء..... فانسلخ..... فمثلہ کمثل الکلب یلھث ان انسانوں کی مثال
جمیع امتوں میں موجود رہے ہیں یہی لوگ تو ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کتب الہیہ میں یوں ذکر کیا ہے
کہ وہ جانوروں (کالانعام) کی طرح ہیں تو انبیاء اور ان کے قائم مقام (تبلیغ دین کا کام کرنے
والے) اپنے کل اوقات میں انہیں مبلغین کے ساتھ مشتغل رہتے رہے (فلت) میں کہتا ہوں ایسے
لوگوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہم ایک ایسی سیاست اور ایک ایسی حکومت کے
محتاج ہیں جس میں حزب اللہ کے لئے (یعنی اللہ کی جماعت) ایسا غلبہ اور تسلط حاصل ہو کہ وہ
اللہ کی ساری کتاب (کے احکام) کو قائم کردیں نہ کہ مخترعات قومیہ (قومی من گھڑت قوانین)
کے قائم کرنے والے ہوں کیونکہ انہیں (کلاب) کتوں کی طرف مردود (رد کئے جائیں گے۔)
ہوں گے، اسی طرف اشارہ ہے آیت (۱۷۹) میں ولقد ذرانا..... بل ھم اضل فصل تمام ہوا

الفصل الثامن آٹھواں فصل ۱۸۰ تا ۱۸۲

اس حکومت قاہرہ کا عنوان وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا (۱۸۰) اور اس کے
ساتھ ہم ایک ٹکڑا آیت (۱۸۱) کا ملا لیتے اور ضم کر لیتے ہیں وممن خلقنا امۃ یھدون
بالحق وبہ یعدلون. الحق وہ حق تو یہ ہے کہ جو شخص اپنے رب کو اس کے اسماء حسنیٰ
سے پکارے اور دعا دے بشرطیکہ وہ اسماء حسنیٰ ایسی لغت اور بولی میں ہوں جو اس امت محمدیہ
کے لئے مدرکہ اور معلوم ہو تو مقبول ہوگا۔ ہر وہ شخص جو ایسا ہوا وہی حق ہے اور یہی لوگ بین
الاقوام اس عدل کو قائم کر دکھائیں گے تو غیر کتاب اللہ کی طرف دعوت دینا کسی فرد سے بھی
قبول نہیں کی جائیں گی جو بھی ہو؟ ہوتا رہے گا (کائنا من کان) اور ہر وہ قوم جن کے پاس
کتاب اللہ موجود ہے ان میں محققین کا ایک ایسا گروہ ہمیشہ موجود رہتا ہے جو اس کتاب اللہ
میں استعمال (غلط نسبت) اور تحریف ہونے کی نفی کرتا رہتا ہے، وہ قدر جس پر اتفاق ہوا کہ یہ کتاب اللہ

ہے تو ہم اس کو لے لیں گے (نأخذیہ) اور اس قوم کے لئے یہی حق ہے تو ہم ان کی اس کتاب کے حکم سے ان کی قوم سے ظلم کے دفع کرنے کا امر کریں گے اسی طرف اشارہ ہے وبہ یعدلون پھر ان کے جنب اور پہلو میں انہیں کے مقابل اُمّت ملحدین (بے دینوں کا ایک گروہ) جو آیات اللہ کی تکذیب کرتے ہوں گے جنہیں ہم قوّتِ قاہرہ سے مغلوب بنائیں گے۔ آیت (۱۸۰) میں پہلے اسی طرف اشارہ ہے وذروالذین یلحدون آیت (۱۸۲) کو اس کے ساتھ ضم کریں گے والذین کذبوا بایاتنا سنستدرجھم من حیث لایعلمون ہمارے نزدیک استدراج کا معنی درجہ بدرجہ ان کے ہاتھوں سے حکومت چھین اور سلب کر لینا ہے جیسے ہندوستان میں ہم سے درجہ سلطانیہ امبراطوریہ (شہنشاہیت) تو چھین لیا گیا ہے اور درجہ ثانیہ کی حکومت قومیہ کا کچھ حصہ باقی بچا ہے جیسے حکومت کابل اور حیدر آباد (تقسیم ہند سے پہلے)۔

حکایت: ہم نے کابل میں امیر اور اس کے بیٹے کے امر سے افغانستان کے مسئلہ میں دربارہ حدودِ مملکت افغانیہ سفیر روس سے گفتگو کی اس لئے حکومت صلاحیت نہیں رکھتی تھی کہ افغانوں اور پشاور اور کوئٹہ کے حق میں کلام کرے تو سفیر نے کہا کہ ہندوستانیوں کے لئے ہم تمہاری وکالت قبول کرتے ہیں کیونکہ تمہارے بغیر اہل ہند کے لئے کوئی وکیل نہیں لیکن افغان کے حق میں تمہارا کلام کرنا تو یہ تمہارا اپنے مقام سے تجاوز ہے ہم خود بخود ان کے ساتھ معاملہ طے کریں گے (قلت) میں نے جواب دیا آپ ہماری ذہنیت نہیں جانتے میں تمہیں ایک تاریخی حکایت سے باخبر کرتا ہوں تب آپ جان لیں گے کہ یہ بات ہمارے اندر موروثی چلی آرہی ہے اور اس عصر و زمانہ کی اختراعات سے نہیں ہے تو اُس نے کہا بہت اچھا! اس پر میں گویا ہوا کہ سلطان جلال الدین کا دارالسلطنت آگرہ تھا جس کا بعد میں انہوں نے اکبر آباد نام رکھا جس میں تاج محل دنیا کی نوادرات میں سے ایک عجیب اور نادر عمارت ہے تو آگرہ میں سلطان کی طرف ایران کا سفیر آیا تو سلطان نے حکم دیا کہ اسے شہر میں لے جاؤ تاکہ

امرا۔ اور حکومت کے محلات کو دیکھے وہ تمام بلاد اور شہروں میں گھوما اور یہ شہر آج کے موجودہ شہر سے کئی گنا بڑا شہر تھا اور اس کی مستقل تاریخ ہے اور یہ تھا اجتماع الادیان کا محور و مدار تو وہ سفیر واپس لوٹا اور کہنے لگا (بلدۃ طیبۃ) بہت اچھا اور پسندیدہ شہر ہے لیکن اس میں ایک نقص ہے اور یہ کہ اس شہر کے ارد گرد ایسی فصیل نہیں جو اس کو محیط ہوتی۔ تو سلطان ہنس پڑا اور کہنے لگا اگر ہم کابل اور قندھار میں دشمن کا مقابلہ اور معارضہ کرنے پر قادر نہ ہوئے تو یہ فصیل ہمیں کوئی نفع اور فائدہ نہیں دے گی۔ الخ۔ تو میں نے کہا سلطان کے امر کی طرح تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ہم ہند میں حکومت قائم اور پیدا کرنے کا ارادہ رکھتے ہوئے اس مسئلہ عظیمہ سے غفلت برت سکتے ہیں کہ ہمارے شہروں کی دیوار کے تحت پہاڑوں میں سے کوئی ایسی حکومت ہو جو ہمارے لئے خضوع اور جھکاؤ اختیار نہ کرے ایسا کبھی ممکن نہیں ہو سکے گا تو میں تم روسیوں کے ساتھ سندھ کی نہروں کے واسطے جیحون کی حدود پر مباحثہ یا مقابلہ کروں گا تو یہ کلام تم ایک ایسے ہندو رجل سے سن چکے ہو جو بلاد (شہروں) کے مالک بننے کی قدرت نہیں رکھتا اور رجل مسلم سے جس نے ہندوستان میں سیاسی اجتماع میں تربیت یافتہ نہیں۔ یہ کلمہ فارغ از بحث ہے جس کی کوئی قیمت نہیں (تو یاد رکھئے) افغان ہندوستان کی ایک قوم ہے اور کابل اور قندھار ہمارے مراکز ہیں اور ایرانیوں اور ترکیوں کے ساتھ ہم صلح صفائی کرلیں گے لیکن تمہیں ہمارے ساتھ کلام کرنے کا کیا حق ہے کیا تم اقتصادیات میں میری حالت نہیں جانتے اور میرے گھر اور بیت میں ترکی اور ایران کے سفیر محبت اور وداد و احترام سے مجتمع ہوتے جو اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے جو دار الحکومت میں اجتماع کے اندر ہوا کرتی ہے۔ اس نے جواب میں کہا (طیب) بہت اچھے۔

لہٰذا استدراج: درجۃً درجۃً وہی اخذ و سلب ہوا ان لوگوں سے اس کے تمام درجے سلب کئے جائیں گے اگر وہ اس پر بھی متنبہ اور بیدار نہ ہوئے تو آخری درجہ (قومی حکومت) بھی سلب کر لیا جائے گا اور اسی طرح ہم کابل کی طرف آئے اور ہمیں ہمارے شیخ (حضرت

یشیخ الہنؒ نے جو وصیت فرمائی ——— اِس وصیت میں کوئی تفصیل نہیں تھی وہ صرف رائی الامیر کی معرفت کرنے کا ذکر تھا پھر جب ہم نے حکومت کے ساتھ اپنے بعض سیاسی معاملات کا اشتراک کیا تو ہم نے اپنے زمانہ میں امراء کے تبدل کے ساتھ ان کو کسی شئے کے بارے میں خشیہ اور خوف و خطر میں نہیں ڈالا۔ بلکہ تمام ارباب حکومت ہماری سیاست کی نزاہت اور پاکیزگی بیان کرتے کیونکہ ہماری سیاست فقط ہمارے بلاد کی سیاست پر انحصار رکھتی ہے اور ہم نے ان کے اُمورِ مملکت وغیرہ میں کبھی دخل اندازی نہیں کی۔ مگر صِرف انہیں امور و معاملات میں جن میں اُنہوں نے ہمیں داخل کیا ہوا ہے لہٰذا اربابِ حکومت کے عہدہ داروں میں سے کوئی ایک ہمارے اُوپر تنقید کرنے کی قُدرت نہیں رکھ سکا۔ اور یہ اس حقیقت پر مبنی ہے جس کی ہم اپنی گذشتہ حکومت کے بقایا میں سے معرفت رکھتے ہیں۔

حکایت:۔ مرحوم جمال پاشا ہندوستانیوں کے ساتھ اشتراک کرنے کی غرض سے تشریف لائے تو میں نے کہا کہ (ہمکلامی اور گفتگو میں) مَیں واسطہ ہوں گا۔ پاشا نے اختلاطات (آپس کے اشتراک اور میل جول) کے بارے میں ہمارے افکار سُنے اور اس کے ساتھ ہمارے رفیق مولانا برکت اللہ مرحوم بھی تھے اور ترکیوں کے اتباع میں سے تھے۔ پاشا نے ہمارے بعض اخوان کے پاس یہ کلام کیا کہ عبیداللہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) تو افغانوں کو ترجیح دیتے ہیں گویا اس نے ہماری طرف سے ان کلمات کو ثقیل سمجھا تو مولانا نے ہمیں چوک دی تو ہم نے اُس سے کہا۔ الامان فرانس اور یورپین اطراف میں ہیں تم ان دونوں سلطنتوں کے کمال سے معرفت رکھتے ہو۔ کیا پھر تمہارا یہ ظن ہے کہ ہم کابل اور قندھار کو چھوڑ دیں گے جو درحقیقت ہماری دولت و سلطنت کے بقایا میں سے ایسے ہیں جن میں قدرے استقلال ہے اور یہ بات میرے بھائی نے پاشا سے ذکر کردیا کہ (مولانا) عبیداللہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) ایسے اور ایسے کہتا ہے تو پاشا نے جواب میں کہا اب ہمیں درباره ہند عبیداللہ کی علوِ سیاست کا عرفان ہوا پھر فخری پاشا ترکی کا سفیر بن کر آیا تو اس نے جمال پاشا کی طرح ہم سے شکایت کی اور مجھے بالمشافہ کہا کہ تم، افغان“

افغان" کہتے رہے ہو۔ حالانکہ اب افغان تو کچھ نہیں چند ایسے قبائل ہیں جو کسی حقیقت اور معنی ملیہ پر مجتمع نہیں ہو سکے، لہٰذا آج سیاسیات حاضرہ میں بھی ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ میں نے جواب میں اُسے کہا کہ بایں صورت تمہارا یہ فکر صحیح ہے چونکہ تم نے فقط افغان کیطرف نظر ڈالی ہے لیکن ہندوستان نے جب ان قبائل سے اشتراک و اجتماعیت اختیار کر لی پھر ان کی کیا قیمت ہو گی تو اس نے کہا (الھندیو یوک اِنتھٰی) (ہندوستان تو بہت قیمت رکھتا ہے واللہ اعلم)

ہماری جانب معرفت حاصل کر لو کہ آج تک ہم نے اپنے نفسوں کو پُورا پُورا طاقِ نسیان میں (بھلا) رکھا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہمیں توفیق بخشے ان تمام کُتوں پر ردّ و تردید کرنے کی۔ اس کے بعد آیت (۱۸۳) میں واملی لھم ان کیدی متین یہ ایسی حکومت قاہرہ کے قیام کی بشارت ہے جو اہلِ حق کی نصرت و اعانت کرے گی۔ فصل تمام ہوا

الفَصلُ التَاسِعُ نانواں فصل ۱۸۴ تا ۲۰۳

اس بارہ میں بحث ہو گی کہ کیا یہ نبی (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) اس امر جلیل (حکومت قاہر کا قیام) کی اقامت پر قادر ہوں گے؟ اولم یتفکروا ما بصاحبھم من جنۃ اور ہم سورت نون میں حضور علیہ السلام سے نفی جنون کا ذکر پہلی ان آیات میں جو سُورت میں نازل ہوئی ہیں کہ چکے ہیں قولہ اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰت وخلق اللہ من شئ میرے نزدیک میرے نظریہ کے مُطابق دونوں سلطنتوں کے تفسّخ (ٹوٹ پھوٹ جانا) کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں سے جو فرض کی جائے کوئی ایک بھی اقامت حق پر قادر نہیں ہوں گی۔ اور آپس کے نزاع اور منازعات کو ترک کر دیں گے؟ ان عسی ان یکون قد اقترب اجلھم میں اسی طرف اشارہ ہے یہ آیت (۱۸۵) میں ہے اور آیت (۱۸۶) میں من یضلل اللہ فلا ھادی لہ لوگ حکومتوں کی اساسات (بنیادوں) کی طرف نہیں دیکھتے اسی وجہ سے حق

کونہیں سمجھ سکتے یعنی نبی علیہ السلام اس اساس اور بنیادی بات کی تعلیم فرماتے ہیں جس کا بذریعہ اعراض عنہ ابطال کر رہے ہیں اس کے بعد آیت (۱۸۷) میں ہے یسئلونک عن الساعۃ یعنی انقلاب کے وقت اور ساعت سے متعلق دریافت کرتے ہیں قل علمھا عند ربی جس حکومت مستقبلہ میں نبی علیہ السلام کے لئے حکم کا تکوّن ہوگا؟ اس کا جواب ہے، لا (نہیں)؛ انما ھو لقوم یؤمنون قل لا املک.... لقوم یہ آیت (۱۸۸) میں ہے پھر اس کے بعد قصہ نفس واحدہ اور جس سے اللہ تعالےٰ نے اس کی زوجہ کا جعل کیا اور کس طرح انہوں نے شرک کیا یہ واقعہ آیت (۱۹۵) تک چلا گیا ہے۔ فطرت انسانیہ آدم سے لے کر اپنے آخر ایام تک عصمت من الاغلاط (غلطیوں سے بچے رہنے پر قادر نہیں ہوسکی یہ لوگ اپنی حالت حاضرہ (موجودہ حالت) میں تقدم پر استحقاق نہیں رکھتے لیکن جو ان میں سے صالح ہوا وہی اس حکم کے متولّی ہوں گے پس اوّل واقعہ میں غلطی کی طرف اشارہ ہے آیت (۱۹۵) تک اور اہل صلاح (صلاحیت والوں) کے تقدم کی طرف آیت (۱۹۷) میں اشارہ ہے ان ولیّ اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی میں صرف اپنے رب پر ہی اعتماد کرتا ہوں۔ اور سنت اللہ میں سے یہ ہے کہ وہ انقلاب الٰاہیہ کے بعد صالحین کو متولّی بناتا ہے پھر اس کے بعد آیت (۱۹۷) (۱۹۸) میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ لوگ مُراد و مقصود کا فہم نہیں کرتے اور اللہ کے ساتھ استیقان (یقین کرلینا) نہیں رکھتے کہ اوّلاً کہہ دیں (سب کچھ) اللہ تعالےٰ کے لئے ہے اور انجام و عاقبت میں کہے اپنے نفس کے لئے (؛ ولا یقولون للہ وفی العاقبۃ لنفسہ) ایسے انسانوں کا ذکر بھی آیت (۱۹۸) میں ہے وان تدعوھم الی الھدی.... لا یبصرون۔ ان تدعوھم کا خطاب مومنین کے لئے ہے پھر علی سبیل التدریج حضور علیہ السلام بھی مخاطب کئے گئے ایسے ابوسعود نے تفسیر کی ہے تو آیت (۱۹۷) اپنے ماقبل ان ولی اللہ سے متعلق ہے اور آیت (۱۹۹) میں نبی علیہ السلام نے ہمیں ایسے لوگوں کے ساتھ معاملہ اور برتاؤ کے بارہ میں امر فرمایا خذ العفو وأمر بالمعروف واعرض عن الجاھلین

یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ (نبی علیہ السلام) اپنی ذات اور اپنی قوم کے لئے دعوت دے رہے ہیں۔
اُن کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔ اِن لوگوں کے امثال سیرت النبی کی تفسیر میں
مشتغل ہوئے اور لوگوں نے بوجہ تدبر فی القرآن نہ ہونے کے ان پر اعتماد کر لیا پھر نبی علیہ السلام
نے اس پر استقامت کا امر فرمایا۔ آیت (۲۰۱) (۲۰۲) میں اما ینزغنك وہ لوگ کوتاہی اور
قصور نہیں کریں گے لیکن اپنے انکار پر وہ لوگ اصرار کریں گے اسی طرف اشارہ ہے آیت
(۲۰۳) میں واذا لم تاتھم بایۃ قالوا لولا۔ نبی علیہ السلام کے اس جواب کا بیان ہے جو ان
جاہلوں کو ملا آیت (۲۰۳) کے آخر میں ہے قل انما اتبع ما یوحیٰ۔۔۔۔ یؤمنون فصل تمام ہوا۔

الفصل العاشر دسواں فصل ۲۰۴ تا ۲۰۶

جماعت حاکمہ قرآن عظیم کی اسی طرح اتباع کرے گی جیسے نبی علیہ السلام نے قرآن کی اتباع فرمائی اور حظیرۃ القدس کے ساتھ اتصال میں علی الدوام اجتہاد اور کوشش کرتے رہیں گے ان لوگوں کے ساتھ اتصال کے ذریعہ فطرۃ متیقظ اور بیدار رہے گی اور وہ لوگ جو اخذ قانون پر قادر نہیں ان سے منتفع ہوں گے آیت (۲۰۴) میں ہے واذا قرئ اور آیت (۲۰۵) میں ہے واذکر ربك فی نفسك جہر بالذکر اجتماع میں حق کے حکم کی اشاعت کی وجہ سے ہوگا۔ اور نفس میں ذکر کا اسرار پوشیدہ کرنا حظیرۃ القدس کے ساتھ اتصال کی وجہ سے ہوگا اور اسی طرف اشارہ ہے واذکر ربك اس میں جہر کی نفی ہے امر بالتوسط نہیں جیسے بعض فقہانے اس کی تفسیر کی ہے متفکر انسان اپنے سلسلۂ افکار میں سے کسی کلمہ کے جہر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ قولہٗ بالغدو۔۔۔۔ الغافلین۔

امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التفہیمات میں اوائل صبح میں توجہ کی حکمت کی تفسیر کرتے ہوئے چنداں اشیاء کا ذکر کیا جن کا انہوں نے اپنے نفس پر تجربہ کیا اور منتہے فی النظر حظیرۃ القدس ہوگا یعنی ائمۃ الملأ الاعلیٰ۔ للذی عند۔۔۔۔ ولہ یسجدون پس امام

ولی اللہ رحمہ اللہ کی ملا اعلیٰ کی تفسیر اور ان کے ہر شیون اور حالات کے شرح و بیان میں پوری توجہ اور اعتناء ہے اور اس کی مثل ہم نے کسی دوسرے کے ہاں نہیں پائی اور وہ بات جو میں ان کے منبع (طرز تحریر یا طریق کلام) سے سمجھا وہ یہ ہے کہ انہوں نے اس خیال کی طرف رجوع کیا جو یونانیوں یعنی اشراقیوں اور مشائیوں کے نزدیک مسئلہ عقول عشرہ اور نفوس افلاک کے بارہ میں مسلّم ہے پھر نفوس نجوم اور یہ لغت عربی (یعنی عربی زبان میں تصنیف شدہ) کتب کے اندر بسط سے موجود ہے پھر انہوں نے اس خیال کی طرف رجوع کیا جو مجوسیوں کے ہاں پایا جاتا ہے یعنی انہوں نے جو یزدان اور اہرمن کی تعریف کی ہے اور یہ خیال ہمارے ہاں ہندوستان میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس رجل کی کتاب کے واسطہ سے جو ایرانی مجوسیوں میں سے سلطان جلال الدین کی معیت میں نکل کر آیا تھا اور وہ کتاب جو اس نے لکھی "بستان مذاہب" ہے پھر امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے اس خیال کی طرف مراجعت کی جس پر اہل ہند یعنی براہمہ اور سمنیہ عقیدہ رکھے ہوئے ہیں اور یہ سب خیالات اس زبان میں موجود ہیں جس کی سعی جلال الدین اور اس کے اخلاف نے کی تو امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے ان تمام افکار سے امر مشترک (قدر مشترک) کو اخذ کر لیا اور اس کو ترک کر دیا جو کسی ایک قوم سے مختص تھا پھر اس کو کتاب اللہ سے آیات کی تفسیر بنا دیا تو مسلمانوں کے ہاں اس شے میں یگانہ اور منفرد ہیں واللہ ولی التوفیق اور ہر وہ بات جسے انہوں نے مقرر کیا ائمہ عارفین کشفوں سے پختہ اور اس کی تائید ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کا شرح صدر فرمایا حتیٰ کہ انہوں نے ہر ایک شے کو خود بنفس نفیس دیکھ لیا تو انہوں نے اسی بات کو زینت تحریر بخشی جس کی انہیں رؤیت ہوئی لیکن اس کے تحت ایسی حکمت اجتماعیہ ہے جو اجتماعیات اقوام کو مستجمع ہے اور یہ ہمارے اور تمام انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے لیکن اکثر انسان شکر نہیں کرتے۔

بحمد اللہ سورت اعراف تمام ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

تفسیر سورۃ انفال

تعلیم الدّین :۔ اس کا معنی ہے دین کے گُر اور پروگرام (برنامج) اور اس کے دستور نظام کی نشر و اشاعت اور اس کے اصولوں سے بحث کرنا تاکہ فطرتِ انسانیہ سے موافقت پیدا ہو اور تمام انسان سمجھ لیں کہ ان کی زندگی کو اسی میں امان ملے گی اور اسی کے ذریعہ اس زندگی کی تکمیل ہوگی۔ اور یہ چیز کبھی ممکن اور میسّر نہیں ہو سکے گی۔ مگر ایسی جماعت کی تکوین و تشکیل کے ساتھ جو نظامِ حیات میں مستقل ہو تو اس کے ذریعہ ایک حکومت قائم ہوگی اور حکومتوں کے اصول یہ ہیں کہ وہ اپنے نفس کے غیر کو قبول نہیں کرتیں تو حکومتوں کا معارضہ اور آپس میں تعارض ہوتا ہے تو اس حکومت جدیدہ (نئی) کا معارضہ اور مقابلہ لازمی ہے اور اس حکومت اجتماعیہ کے لئے مبدأ فتوحات میں اعتماد صرف عزم اور تنظیم جماعت پر ہوگا گویا وہ فرد واحد جس کا عزم مصمم ہے تو یہ تائید بواسطہ عزم علی الحق کے ملأ اعلیٰ کی توجہ کو اس جماعت کی تائید کے لئے کھینچے گی تو ایسی ایسی برکتوں کا نزول ہوگا جو عادت میں معہود اور معلوم نہیں ہیں اور یہ جماعت مستمد (تائید) جسے کہ دریعہ سمجھا گیا ہو ایسی قوی اور قاہرہ جماعت پر غالب ہوگی جو مدد و مدد والی ہوا کرتی ہے اور واقعہ بدر میں اس کی مثالیں واقع ہو چکی ہیں اور اس واقعہ کا نتیجہ اور اس تجربہ کا اثر یہ ہے کہ اس جماعت کی تنظیم ایسے نظام پر ہو جو ملأ اعلیٰ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے استجلاب (کھینچ لانے) میں بہت بڑا قوی ہو۔ لہٰذا اس واقعہ بدر کا ذکر اور تعلیم قانون ایسی جماعت کی تکوین کے لئے جو محاربۃ الاعداء (دشمنوں کے ساتھ لڑنے والی) ہو اور ملاء اعلیٰ کی توجہ کے لئے مستجابہ (اپنی طرف کھینچنے والی) ہو سورت انفال میں یہی مقصد ہے مسلمان مکہ کے اندر اپنی اجتماعیت کی ابتداء میں اپنے داخلی معاملات (امورِ داخلیہ اندرونی معاملات) میں اس حکومت کی مثل تھے جو نبی (علیہ السلام) کے حکم ہی کی متبع ہوتی ہے اور یہ جماعت خاصہ تھی جن میں عوام نہیں تھے لیکن جب یہ جماعت مدینہ طیبہ کی طرف منتقل ہوئی تو ان کے ساتھ عوام کا اختلاط ہوا۔ لہٰذا یہ لوگ ایک تنظیم کی طرف یا کسی دوسری تبدیلی کے ذریعہ تکمیلِ نظام کے محتاج ہوئے اور قواعد امور واقعہ سے مستنبط ہوتے ہیں اور یہ واقعہ زمانہ بدر میں ہوا جو اصول کی طرف ان لوگوں کی توجہ کا سبب بنا اور سورت انفال ہی یہی اصول و قواعد ہیں جن پر جماعت محاربہ کے نظام کا ابتناء اور مدار ہے۔ یہ تجربہ اجتماعیات میں متقرر ہو چکا ہے کہ ایک قوم جس کا کوئی قومی نظام نہ ہو جب انہیں غلبہ حاصل ہو اور اموالِ غنیمت ہاتھ لگے ہوں تو ان کی تقسیم میں اختلاف واقع ہوا کرتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دشمن پلٹ کر ان پر غلبہ پالیتا ہے تو لشکر اور فوج (جیش) کے قائدین کے ہاں ایسے فائدہ کا ہونا ضروری ٹھہرا جس کے ذریعہ وہ دشمنوں کی صفوں میں اختلاف ڈال سکیں (اس وجہ سے) وہ ان کے لئے بعض (کچھ حصہ) اموال غنیمت قصداً چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ ان غنیمتوں کی طرف متوجہ ہوں۔ اور آپس میں اختلاف کرنے لگیں۔

سورۃ انفال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ ؕ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصۡلِحُوۡا ذَاتَ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں

بَیۡنِکُمۡ ۪ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ

اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو ایمان والے وہی ہیں کہ جب

اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا

نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے اُن پر اس کا کلام تو زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان اور

وَّ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ۚ﴿ۖ۲﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا

وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو

الفصل الاوّل پہلا فصل ۱ تا ۴

اور سورت انفال میں ابتداءً اسی علت پر تنبیہہ ہے۔ قولہ یسئلونك عن الانفال (یعنی اموالِ غنیمت کے بارہ پوچھتے ہیں کہ) کیسے انہیں تقسیم کیا جائے۔ قل الانفال للّٰہِ ولرّسول رسول علیہ السلام ان امور و معاملات کی مثل میں خلیفۃ اللہ ہوتا ہے۔ جیسے ہم اللہ کی حکم تشریح قرآن کے حکم سے کرتے ہیں۔ اسی طرح ایسے ہی اللہ کا حکم معاملات اور لین دین اور فیصلوں میں بحکم الرسول مشروح ہوگا۔ لہٰذا قانون تو قرآن ہی ہوا اور وہ ذات جو اللہ کے حکم کو نافذ کرے گی وہ رسول ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسی لئے ان دونوں (قرآن اور نبیؑ) شعائر اللہ کہا جاتا ہے قولہ الانفال للہ اس کا معنی ہے کہ یہ اموال حکومت کیلئے ہیں اور یہ حکم رسول کی تنقید سے نافذ ہوگا تو انفال (مال غنیمت) غانمین کیلئے نہیں ہوگا تاکہ غانمین کے مابین

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۳ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ

ان کو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں وہی ہیں سچے ایمان والے ان کے لئے درجے ہیں پنے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۴ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ

رب کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے

مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۵ يُجَادِلُوْنَكَ

تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت اہل ایمان کی راضی نہ تھی وہ تجھ سے جھگڑتے

فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ؕ ۶

تھے حق بات میں اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد گویا وہ ہانکے جاتے ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ

اور جس وقت تم سے وعدہ کرتا تھا اللہ دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے

اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ

کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو اپنے کلاموں سے

اِختلاف کا ذریعہ بنے۔ انفال حکومت اجتماعیہ کے مرکز کے لئے ہوگا۔ عام مُفسّرین پھر عام مُسلمان ان آیات کے ساتھ ان کے معنی کو نہیں سمجھتے محض بلا فہم ان کی تلاوت بارد (ٹھنڈی) کر لیتے ہیں۔

اور یہ بات ان دماغوں میں اس فساد کی وجہ سے ہے جو فلسفہ باطلہ پر اعتقاد کر لینے سے پیدا ہوا ہے وہ یہ کہ انہوں نے مان لیا ہے۔ ہر وہ شئی جس پر انسان قدرت نہیں رکھتا وہ حقیقتہً اللہ تعالٰے کیلئے ہے۔ اور یہ کہ ہر وہ شئے جو آخرت میں ہوگی تو وہ بھی حقیقتہً اللہ تعالٰے کے لئے ہے۔ ان کا یہ ایمان تو صحیح ہے لیکن یہ کہ ہر ایک اجتماعیت توت بشر سے پیدا اور ناشی ہوا کرتی ہے۔ اگرچہ اس کی نسبت اللہ تعالٰے کی طرف ہوتی ہو تو یہ ان کی نزدیک مثل اعجاز ہے مثلاً انبت الربیع البقل (زمین نے سبزہ اور ترکاریاں پیدا کیں) اس کا

وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ

اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کردے جھوٹ کو اور گرچہ ناخوش

الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ

ہوں گنہ گار جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں مدد کو

مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا

بھیجوں گا تمہاری ہزار فرشتے لگاتار آنے والے اور یہ تو دی اللہ نے فقط

بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ

خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جاویں اس سے تمہارے دل اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے بے شک اللہ

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ

زور آور ہے حکمت والا جس وقت کہ ڈال دی اس نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے اور اتارا

عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ

تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کردے اور دور کردے تم سے شیطان کی

عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے اگرچہ انہوں نے اللہ کا نام مجاز کا دے رکھا ہے یہ بات ان کی فہم کے مطابق نہیں ہے اور یہ سب باتیں مسئلہ تجلی کے ادراک میں غفلت ہونے کی وجہ سے پیدا اور ناشی ہوئی ہیں تو ان غنائم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہونا جو اہل ایمان کی سعی و کوشش سے حاصل ہوئی ہیں ان کی ذہنیت کے مطابق مجاز ہے اور اگر وہ اس بات کا ادراک لیتے کہ وہاں تو اللہ تعالیٰ کی تجلی تھی جو اس اجتماع پر فیصلہ اور حکم نافذ کر رہی تھی اور یہ لوگ اس انفال کو اسی کی طرف نسبت کر دیتے تو یہ ایک حقیقت ایمانیہ ہوتی اور اس مصلحت عقلیہ کے ساتھ توافق ہوتا جو مصلحت عقلیہ انفال کی ملکیت کو حکومت کی طرف تفویض کرنے سے ہے لہذا حکومت اس صورت میں اس تجلی کا مظہر ہو گی تو ان لوگوں کو اجتماع کے معنی اور تجلی کے معنی کا ادراک نہ ہونا قارئین تفاسیر سے واضح اور بین ہے

الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝١١ اِذْ يُوْحِيْ

نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جمادے اس سے تمہارے قدم جب حکم بھیجا تیرے

رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ

رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ ہوں تمہارے سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے میں ڈال دوں گا دل میں

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ

کافروں کے دہشت سو مارو گردنوں پر اور کاٹو ان کی

بَنَانٍ ؕ ۝١٢ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ ۝١٣ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ

پور پور یہ اس واسطے ہے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور

وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝١٤ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ

اس کے رسول کا تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے یہ تو تم چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝١٥ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ

کے لئے ہے عذاب دوزخ کا اے ایمان والو جب بھڑو تم

مگر حکما تو وہ اہلِ فقہ کی خاطر مدارات کرتے ہوئے صراحت سے اِس بات کا بیان نہیں لاتے جو غلطی سے صواب کی طرف عامۃ الناس کے فہم میں تبدیلی اور تغیر پیدا کر دے۔ (الحاصل) اللہ تعالیٰ کے قول قل: الانفال للّٰہ والرسول کا معنی یہ ہوا کہ انفال (مالِ غنیمت) اس قرآنی حکومت کی ملکیت ہوگی جسے رسُول نے قائم کیا ہے یہی حکومت وقتی مصلحتوں اور ضرورتوں کے مطابق خرچ اور صرف کرے گی فاتقوا اللّٰہ واصلحوا ذات بینکم اللہ تعالیٰ سے ڈرو (فاتقوا اللّٰہ) یعنی قانون تقویٰ صرف قرآن عظیم ہی کو بناؤ کہ غیر قرآن کی طرف التفات اور کوئی توجہ بھی نہ دو۔ اِس قانون نے اموالِ غنیمت کی ملکیت کی تم سے نفی کر دی ہے لہٰذا تم استحقاقِ انفال کے دعوٰی میں تھوڑا یا زیادہ (قلیلاً او کثیراً) کوئی اختلاف پیدا نہ کرو اسی طرف اصلحوا ذات بینکم میں اشارہ ہے تم سارے

كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوهُمُ الْأَدْبَارَ ﴿١٥﴾ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ

کافروں سے میدان جنگ میں تو مت پھیرو اُن سے پیٹھ اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ اس دن

إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَىٰ فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ

مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ پھرا اللہ کا غضب لے کر اور

وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٦﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ

اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ کیا بُرا ٹھکانا ہے سو تم نے اُن کو نہیں مارا لیکن اللہ نے ان کو

قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ

مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں پر

مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ

اپنی طرف سے خوب احسان بے شک اللہ ہے سننے والا جاننے والا یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ سست کر دے گا

الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾ إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِن تَنتَهُوا

تدبیر کافروں کی اگر تم چاہتے ہو فیصلہ تو پہنچ چکا تمہارے پاس فیصلہ اور اگر باز آؤ تو

ملک نہ ہونے میں برابر لہٰذا ایسا کوئی نزاع اور جھگڑا نہیں ہونا چاہئے جو عدم الانتظام کو پیدا کرے اور پہلی تنظیم اپنے حال پر قائم رہے اسی طرف اشارہ ہے واطیعوا اللہ ورسولہ لہٰذا انتظام وتنظیم کے ابطال میں استحقاق ملکیت (تملک) کا فکر مؤثر نہ ہو اسی طرف اشارہ ہے ان کنتم مؤمنین لہٰذا پہلی آیت سے جو مفہوم مستفاد ہوا وہ ہے انتظام جماعت کو محفوظ رکھنا (الاحتفاظ بانتظام الجماعۃ) اسی کو ہم نے اسی سُورت کا مقصد بنا لیا ہے آیت (۲) تا (۴) اس نظام کا بیان ہے جس کا حفظ فی المومنین (ایمان والوں میں محفوظ رہنا) مطلوب ہے انما المؤمنون ... رزق کریم فصل تمام ہوا۔

الفصل للثانی دُوسرا فصل ۵ تا ۱۴۰

غازیوں کے مالک نہ بننے کی حکمت (وہ حکمت یہ ہے کہ) یہ واقعہ مؤمنوں کے قرار کے

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ

تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر پھر یہی کروگے تو ہم پھر بھی یہی کریں گے اور کچھ کام نہ آئے گا تمہارا جتھا اگرچہ

كَثُرَتْ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ

بہت ہوں اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور

رَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اس کے رسول کا اور اس سے مت پھرو سن کر اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے

قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ

سن لیا اور وہ سنتے نہیں بے شک سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے

الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ

گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ جانتا ان میں کچھ بھلائی تو ان کو سنا دیتا اور اگر

أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا

ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں۔ منہ پھیر کر اے ایمان والو حکم مانو

ذریعہ وقوع میں نہیں آیا اور فتح بھی فقط ان مومنوں کی قوت اور اسلحہ کے استعمال ہی سے نہیں ہوتی بلکہ یہ لوگ حصولِ فتح اور قرار کی تجویز میں مثل جارحہ لحظیرۃ القدس کے دست و بازو کے ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالٰے نے ان کے ساتھ ایمان رکھنے والے اور تمام امور میں اللہ تعالٰے پر توکل کرنے والے ہیں لہٰذا جب اللہ تعالٰے نے ان کے واسطہ سے کسی فعل اور کام کرنے کا ارادہ فرمالیا اور اپنے ارادہ کو ان کے ارادہ پر ظاہر کردیا تو یہ ان عارفین کے مثل ہوئے جو ولایت کبریٰ کے مقام میں ہوتے ہیں اور ان لوگوں کے مثل ہوئے جنہیں ابدال کا نام دیا گیا ہے جن کے ارادہ کے بدلے میں اللہ تعالٰی کا ارادہ عمل کرتا ہے اسی کے مثل یہ واقعہ ہوا ہے کما اخرجك ربك ... لكارهون (٥) يجادلونك (٦) ينظرون اس واقعہ بدر کے متعلقات کے بارہ میں انتہائی بحث سے جوابات ہمارے

لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ

اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے

بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ

آدمی سے اس کے دل کو اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع ہو گے اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاۗصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ

اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ اچک لیں تم

النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

کو لوگ پھر اس نے تم کو ٹھکانا دیا اور قوت دی تم کو اپنی مدد سے اور روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ

اے ایمان والو خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو آپس کی امانتوں میں

ہاں متحقق ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے نفس میں قتال کا پختہ ارادہ فرمالیا اور مدینہ میں اپنے خواص صحابہ کرام سے اس کا ذکر فرمایا لیکن مدینہ میں عمومی مشورہ نہیں ہوا تھا اور بعض مصلحتیں اور چند موانعات بھی اس کے مانع تھے۔ نبی علیہ السلام نے احدی الطائفتین کے ارادہ سے بطیب خاطر اپنے بیت سے خروج فرمایا عامۃ الناس قافلہ کو سمجھے اور خاصۃ الناس قوت محاربہ کو سمجھ چکے تھے اور مدینہ میں منافقین کی مداخلت کی وجہ سے یہ بحث مضر تھی۔ منافقین تو نکلیں گے ہی نہیں اگرچہ اغتنام قافلہ (قافلہ کو غنیمت بنالینا) ہی کیوں نہ ہو۔ تو حضور علیہ السلام ان لوگوں کو اپنی تدبیر سے مدینہ کے باہر نکال لائے پھر بحث فرمائی اور ان سے مشورہ لیا اور دشمنوں کی قوت کے باوجود ان پر حملہ آور ہونے میں صحابہ نے حضور کی موافقت کی یہ بات دربارہ ملہ نص میں یقیناً داخل نہیں تھی پس اگر مدینہ

تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ

جانتے ہو۔ اور جان لو کہ بے شک تمہارے مال اور اولاد خرابی میں ڈالنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ

عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ

کے پاس بڑا ثواب ہے اے ایمان والو اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو کر دے گا تم میں

فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

فیصلہ اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے اور جب

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ

فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ

کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔ اور جب کوئی پڑھے اُن پر ہماری آیتیں تو کہیں ہم سن

سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾

چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں ایسا یہ تو کچھ بھی نہیں مگر احوال ہیں اگلوں کے

میں ہوتے ہوئے اِس مسئلہ میں بحث کرتے تو سارے مُنتشر ہو جائے لیکن، اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو الہام کیا کہ غلبۂ حق کے اظہار کے لئے یہ طریقہ بیان صالح اور مُناسب ہے۔ لیکن جب انہوں نے دُشمنوں کی قوت پر اچانک حملہ آور ہونے کا ارادہ کر لیا اور قریش مکہ سے نکلتے وقت اس کے متوقع نہیں تھے پس اگر یہ صحابہ ان قریشیوں پر اچانک حملہ کر دیتے تو ان میں دہشت واقع ہو جاتی لیکن ان کو اس اچانک حملہ کے لئے متفق اور جمع کرنا ایک عظیم مشکل تھی اور اس (مذکورہ صُورت کے) وقت جنگی اُمور میں نبی علیہ السلام قوت تدبیر کا ظہور ہوا کہ بغیر یقین احدی الطائفتین کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور مدینہ سے نکل پڑے۔ اور یہ صُورت جماعت انصار کے اعتبار سے تھی لیکن مہاجرین خصوصاً حضرت صدیقؓ تو ابتداء الامر سے جانتے تھے کہ یہ خروج جہاد کے لئے ہے قافلہ کے لئے نہیں

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا

اور جب وہ کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر برسا دے

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

پتھر آسمان سے یا لا ہم پر کوئی عذاب دردناک اور اللہ ہرگز عذاب نہ کرتا ان پر

وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

جب تک تو رہتا ان میں اور اللہ ہرگز عذاب نہ کرے گا ان پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا

اور ان میں کیا بات ہے کہ عذاب نہ کرے اُن پر اللہ اور وہ تو روکتے ہیں مسجد حرام سے اور وہ اس کے

كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

اختیار والے نہیں اس کے اختیار والے تو وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں لیکن ان میں اکثروں کو اس کی

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ

خبر نہیں اور ان کی نماز نہیں تھی کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں

اور منافقین مدینہ ہی میں رہ گئے اور کثیر تعداد مخلصین اہل ایمان نے نبی علیہ السلام کے قصد للجہاد معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تخلف کیا اور اس میں کوئی حرج اور باس نہیں تھا لیکن نبی علیہ السلام نے صرف تائید مہاجرین پر اکتفاء نہیں فرمایا حتیٰ کہ انصار کو متنبہ فرمایا اور انہوں نے نبی علیہ السلام کے عزم وارادہ پر اپنی موافقت کی تصریح کی تو کیا اس صورت حال کے وقت کہا جا سکتا ہے کہ مومنین نے قتال اور جہاد کا ارادہ کر لیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے اس قول کما اخرجك ربك ... بالحق میں اسی طرف اشارہ ہے اور یہ آیت اسی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو الہام فرمایا کہ قتال واقع ہو کر رہے گا وان فریقا .... ینظرون یہ بات مدینہ سے خروج کے بعد واقع ہوئی نہ کہ مدینہ ہی میں اور علی گڑھ کالج کے بانی سید احمد خان کو اصرار ہے کہ یہ مشورہ مدینہ میں ہوا اور شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی میں

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ

سو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا — بے شک جو لوگ کافر ہیں وہ خرچ کرتے ہیں اپنے

اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ

اپنے مال تاکہ روکیں اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا وہ ان پر

حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ

افسوس اور آخر مغلوب ہوں گے اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے تاکہ جدا کردے اللہ

الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ

ناپاک کو پاک سے اور رکھے ناپاک کو ایک کو ایک پر پھر اس کو ڈھیر کردے

جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اکٹھا پھر ڈال دے اس کو دوزخ میں وہی لوگ ہیں نقصان میں — تو کہہ دے کافروں کو کہ اگر

اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ

وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا اور اگر پھر بھی وہی کریں گے تو پڑ چکی ہے راہ

انہیں کی اتباع کی ہے اور ہم اس میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ کعب ابن مالک کی حدیث میں جنہوں نے غزوہ تبوک میں تخلف کیا تھا صراحتہً موجود ہے کہ نبی علیہ السلام نے کوئی بات ظاہر نہیں فرمائی صرف یہ کہ قافلہ کا ارادہ رکھتے ہیں اور قتال کیلئے کسی ایک پر خروج کو واجب نہیں فرمایا تو کعب کہتے ہیں کہ میں نے بدر میں بھی تخلف کیا تھا اور اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی ایک عقاب و عتاب نہیں فرمایا۔

سید احمد خان اور شبلی نعمانی کا ارادہ یہ ہے کہ تاریخ سقوط روما میں (TUNER) کے اعتراض کا جواب دیں اس (نصرانی مصنف) نے اصحاب النبیؐ کو المغیرین المقدسین (لوٹ مار کرنے والے مقدس اور پاکیزہ لوگ) کا نام دیا ہے تو تقدیس اور پاکیزگی کے نام سے لوگوں کے اموال غارت ڈالتے اور اس مصنف کی یہ بات عام شہرں میں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

اگلوں کی اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ

پھر اگر وہ باز آجائیں تو اللہ ان کے کام کو دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ تمہارا

مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ

حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے

فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ

سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور

السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ

محتاجوں اور مسافروں کے واسطے اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری اپنے بندے پر فیصلہ کے دن

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ

جس دن بھڑ گئیں دونوں فوجیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس وقت تم تھے ورے کنارہ پر

شہرت پا چکی ہے اور نوجوان مسلمان اس سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اس (سید احمد خان) کا ارادہ ہے کہ ثابت کر دے کہ نبی علیہ السلام قافلہ پر غارت گری کے لئے نہیں نکلے۔ بلکہ حضور علیہ السلام نے اپنے گھر میں قرار کے بعد دفاع کے لئے خروج فرمایا۔ (لکھتے ہیں) لہٰذا سیرت میں یہ روایات کہ نبی علیہ السلام نے قافلہ کے لئے خروج فرمایا ہم ان کو قبول نہیں کرتے اس لئے کہ قرآن عظیم نے تصریح کی ان فریقا من المؤمنین لکارھون یعنی مؤمنوں کی ایک جماعت حضور علیہ السلام کے خروج من بیتہ کو بنظر کراہت دیکھتے تھے اور ان پر واضح ہو چکا تھا کہ نبی علیہ السلام قتال کریں گے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون اور سید احمد اسلام پر اس نصرانی کے اعتراض میں جھک گئے اور (نئی روشنی کے) نوجوانوں میں نشاط اور

الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ

اور وہ پرلے کنارہ پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا تم سے اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے

لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ

تو نہ پہنچتے وعدہ پر ایک ساتھ لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک کام کو جو مقرر ہو چکا تھا تاکہ مرے

مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ

ہے جب اللہ نے دکھلائے وہ کافر تجھ کو تیری خواب میں تھوڑے اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامردی کرتے

فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ

اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں اور جب تم کو دکھلائی

إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ

وہ فوج مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا ان کی آنکھوں میں تاکہ کر ڈالے اللہ ایک کام

خوشی پیدا کردی اور اس کے بعد ہمارے بلاد میں عام مؤرخین اس بیان و تحریر کا تاثر لئے بغیر نہ رہ سکے اور سید احمد خان نے جن افکار کی تاسیس و بنیاد ڈالی تھی شبلی نے اپنی عامہ کتب میں ان کے ارکان کو قوی اور اونچا کر دیا جس سے عامۃ المسلمین کے دلوں میں روایات حدیث پر عدم اعتماد پیدا ہو چلا ہے اور ہم اسی میں مبتلا ہوئے ہیں اور اس (عدم اعتماد کے شبہ) سے جان خلاصی (تخلص) حاصل کرنے میں مؤطا امام مالک پر اعتماد اور جمیع کتب احادیث پر اس کے ترجیح دینے پر اپنی رائے قائم کی اور یہ وہ رائے ہے جسے اولاً امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے اور ہم مجبور ہوئے کہ اسے (مؤطا امام مالک) تمام کتب احادیث پر ترجیح دیں اور ہم پہلے مؤطا امام مالک پر تمام کتب احادیث کے ترجیح دینے میں ابن حجر رحمۃ اللہ اور اتباع کے مقلد تھے لیکن جب ہم نے دیکھا کہ کتب سیرت پر ہمارے اس زمانہ والے

مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ

جو مقرر ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام — اے ایمان والو جب بھڑو کسی فوج سے

فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٤٥﴾ وَأَطِيعُوا

تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم مراد پاؤ اور حکم مانو

اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ

اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو

اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٤٦﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

بیشک اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے اور نہ ہو جاؤ ان جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے

بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ

اتراتے ہوئے اور لوگوں کے دکھانے کو اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ

مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ

کرتے ہیں — اور جس وقت خوشنما کر دیا شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو اور بولا کہ کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر

لوگوں کی طرف سے انکار و نکیر کی شدت بڑھ رہی ہے اور ہم نے دیکھا کہ (نئے تعلیم یافتہ) نوجوان متاثر ہو رہے ہیں تو ہم نے مؤطا سے تمام ان کتب احادیث کو جو سیرت اور تفسیر پر مشتمل ہیں مؤخر مانا اور ہم نے قرآن عظیم کے ساتھ عمل کرنے کے لئے ما یحتاج الیہ من السنن (وہ احادیث جن کی طرف احتیاج ہو) میں مؤطا پر اکتفاء کیا ہے

لہٰذا (ہماری اس رای اور تجویز سے) ہمارے نوجوانوں (کے دلوں) سے علم الحدیث کا انکار ضعیف ہو کر زائل ہونا شروع ہو گیا اور اس کے بعد انہوں نے ان باتوں پر جو مغازی میں ہیں اور روایات تفسیر پر اپنے انکار کو متوجہ کیا لیکن ہمارے نزدیک اس میں تو باس اور حرج نہیں ہے کیونکہ نظر و فکر اور بحث کی اس میں گنجائش ہے اور بالخصوص اس بحث میں اتباع سید احمد خان کے آراء کی دووجہ سے ہم نے مخالفت کی ہے۔

الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ

آج کے دن لوگوں میں سے اور میں تمہارا حمایتی ہوں۔ پھر جب سامنے ہوئیں دونوں فوجیں تو وہ اُلٹا پھرا

عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ

اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے

اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم

اور اللہ کا عذاب سخت ہے جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں

مَّرَضٌ غَرَّ هَٰؤُلَاءِ دِينُهُمْ ۗ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٩﴾

بیماری ہے یہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ

اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے مارتے ہیں ان کے منہ پر اور

وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ

ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا یہ بدلا ہے اسی کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں

گینی اور اس کے اتباع نے مؤمنین کی ضعیفت (خساست اور اخلاقی انحطاط) کا مفروضہ بنا لیا ہے کہ ان مشرکین جو مکہ میں قائم شدہ قومی حکومت کی طرف سے غارت گری کرتے ہیں کے مقابلہ میں مؤمنوں کو قتال میں ابتداء کرنے کا حق نہیں اور ان کی طرف سے صرف لوٹ مار ہی ہوگی اس لئے کہ حکومت کی جانب سے اعلانِ جنگ نہیں ہوا اور عامہ اہلِ تاریخ اور اہلِ تفاسیر کے کلمات سے وہی بات مستفاد ہوتی ہے جو اس (گینی وغیرہ) کی کلام سے قریب ہے اور ایسی ضعیفت (خساست) کے فرض لینے میں ہم ان کی مخالفت کرتے ہیں بلکہ (ہم کہتے ہیں کہ) ہمارے نزدیک (مؤمنوں کی) حکومتِ اجتماعیہ مکہ میں متحقق اور اور وجود پذیر ہو چکی تھی اور حرب و جنگ کی ابتداء ہو چکی تھی اور وہ اس کا اعلان بھی کر چکے تھے تو اس کے بعد مسلمانوں کو اعلانِ قتال کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ

اور اس واسطے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو اُن سے

قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ

پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے سو پکڑا اُن کو اللہ نے اُن کے گناہوں پر بیشک اللہ زور آور ہے

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا

سخت عذاب کرنے والا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اس نعمت کو جو دی تھی اس نے

عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ

کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں اپنے جیوں کی بات اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے جیسے

اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے کہ انہوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی پھر ہلاک کر دیا ہم نے

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ

ان کو ان کے گناہوں پر اور ڈبو دیا ہم نے فرعون والوں کو اور سارے ظالم تھے۔ بدتر

لیکن مسٹر گبنی اور اس کے اصحاب حکومت انقلابیہ کے اصول سے ناواقف اور جاننے والے نہیں تھے اور مکہ میں اہلِ ایمان کی انقلابیہ اجتماعیہ حکومت تو قائم ہو چکی تھی۔ پس جب مکہ کے مشرکوں نے حکومتِ انقلابیہ کے امام نبی علیہ السلام کے قتل کرنے پر اتفاق کر لیا تو بتائیے اس کے بعد اعلانِ جنگ کی کوئی حاجت باقی رہ جاتی ہے؟ یہ امبراطوریون (شہنشاہیت والے) اور راسمالیون (سرمایہ دار) لوگ ہیں جن پر اللہ تعالےٰ نے مؤکد لعنت کر دی ہے ان کے اصول پر ان کے کل فروع پر اور ان کے نظام پر یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے خلاف حج اور دلائل پیش کرتے ہیں اور سید احمد خان اور اس کے اتباع نے اُن کی خاطر مدارات کی ہے جسے ہم قبول نہیں کرتے لہٰذا حرب اور جنگ تو مکہ ہی سے قائم ہو چکی ہے اور اعلانِ حرب کے بعد کل مال اور کل تجارت پر

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ

سب جانداروں میں اللہ کے ہاں وہ ہیں جو منکر ہوتے پھر وہ ایمان نہیں لاتے جن سے تو نے

عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾

معاہدہ کیا ہے ان میں سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنا عہد ہر بار اور وہ ڈر نہیں رکھتے

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

سو اگر کبھی تو پاوے ان کو لڑائی میں تو ان کو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر بھاگ جائیں ان کے پچھلے تاکہ انکو

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

عبرت ہو۔ اور اگر تجھ کو ڈر ہو اور اگر کسی قوم سے دغا کا پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر

الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾ ع وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

بیشک اللہ کو خوش نہیں آتے دغا باز اور یہ نہ سمجھیں کافر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ ہرگز تھکا نہ سکیں گے ہم کو

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے

ممکن ہے کہ فریق محارب قبضہ کرے اور یہ غنیمت ہو گی اسے غارت گری اور لوٹ مار کا نام نہیں دیا جا سکتا یہی ہے وہ چیز جو امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ہمیں ثابت ہوئی ہے جیسے ہم سورت رعد میں ذکر کر آئے ہیں (۴۱) اَوَلَم یَروا اَنَّا نَأتِی الاَرضَ تفسیر فتح الرحمان سے اور اسی طرح فیوض الحرمین سے دعاۃ (داعیون) کے نظام کی تنظیم کے بیان میں اور ایسے ہی سورت اقترب نظام حکومت میں مشرکین کے ساتھ نبی علیہ السلام کے موافقت نہ کرنے کے بیان میں جس کی طرف ہم حقیقۃً محتاج ہیں۔ اور اپنے نوجوانوں کے ذہنوں سے سید احمد خان کے اصحاب کی ذہنیت کے دفعیہ کے لئے بھی محتاج ہیں اور تم اسے دو مسئلوں کی صورت میں دیکھ سکتے ہو (۱) وہ اجتماعیہ سیاسیہ مسئلہ ہے جس کی امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں تاسیس اور بنیاد رکھی اور پھر اپنی تمام کتابوں

عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ

اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پہ اور دوسروں پہ ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے

يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ

اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق

لَا تُظْلَمُوْنَ ۝٦٠ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ

نہ رہ جائے گا اور اگر وہ جھکیں صلح کی طرف تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٦١ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ

بے شک وہی ہے سننے والا جاننے والا اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں تو

حَسْبَكَ اللّٰهُ ۗ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝٦٢ وَاَلَّفَ بَيْنَ

تجھ کو کافی ہے اللہ اسی نے تجھ کو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا اور اُلفت ڈالی اُن کے

قُلُوْبِهِمْ ۗ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ

دلوں میں اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا نہ اُلفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں لیکن

ہیں اسی کی شرح فرمائی جس کی طرف اُن یورپین کفار کے دفیعہ اعتراض میں ہم محتاج ہیں جنھوں نے حقائق تاریخ میں استہزاء کے ساتھ جرأت کی ہے اور وہ مؤطا امام مالک کی کی تقدیم کا ایک علمی مسئلہ ہے جسے امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے جس کی طرف ہم دو باتوں میں محتاج ہیں ایک تو علم الحدیث سے اعتراضات کے دفیعہ کے لئے دُوسرے تاریخ اسلام اور کتب سنن میں ثابت شدہ روایات کے انکار سے اپنے نوجوانوں کے ذہنوں کو محفوظ رکھنے اور حیانت میں لینے کے لئے ان جیسی ضرورتوں اور احتیاجات علمیہ کی بنا پر ہم امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی امامت کے معتقد ہوتے ہیں ورنہ تو علوم میں ہمارا کوئی مقام نہیں مگر یورپ کی تقلید (۱) یا یورپ کی کون تقلید کرتا ہے (۲) دُوسری وجہ سید احمد خان کی رائے سے جواب میں یہ ہے کہ ہم تورات کا انکار

اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٣﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ

اللہ نے الفت ڈالی اُن میں بے شک وہ زور آور ہے حکمت والا۔ اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ

وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٤﴾ ع يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى

اور جتنے تیرے ساتھ ہیں مسلمان اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی

الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ

کا اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر

وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ

اور اگر ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ

نہیں رکھتے اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سستی ہے

فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ

سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں ہزار

نہیں کرتے اس لئے یہ جنگی سیاست کے فنون سے ہے اور جب کوئی نبی محارب اور جنگ لڑنے پر تیار ہو جائے تو وہ قوانینِ حرب سے باہر نہیں ہو سکتا اور یہ بات شہرت کو پہنچ چکی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے غزوات میں توریہ کرتے تھے تو ہم سید احمد کی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو الہام فرمایا اور نبی علیہ السّلام اپنے گھر سے اِس جنگ لڑنے پر عزم مصمّم کر کے نکلے تھے لیکن جب خروج فرمایا تو توریہ کی اصطلاح کو استعمال فرمایا تاکہ منافقین پیچھے رہ جائیں اور تخلف سے کام لیں اور راستہ میں پہنچ کر اپنے عزم و ارادہ کی تصریح فرما دی اور مؤمنوں کے ایک فریق نے نبی علیہ السّلام سے مطالبہ کیا کہ وہ تو قافلہ کا ارادہ رکھتے تھے اور وہ قافلہ اُن کے لئے غنیمت باردہ (بلا تکلیف اور مشقت) ہوتی۔ لہٰذا ہمارے نزدیک مدینہ میں رہ کر مجلس مشاورت کا انعقاد اس مقصد

يَغْلِبُوٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنْ

توغالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے نبی کو نہیں چاہیئے کہ اپنے

يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ

ہاں رکھے قیدیوں کو۔ جب تک خوب خونریزی نہ کرے ملک میں تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ

اور اللہ کے ہاں چاہیئے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا۔ اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ

لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا

پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب سو کھاؤ جو تم کو غنیمت میں ملا حلال

طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٩﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّمَنْ

ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ ہے بخشنے والا مہربان اے نبی کہہ دے اُن سے جو

فِىْۤ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ

تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو

کے لئے مخالف ہوتا۔ جس کا نبی علیہ السلام ارادہ فرما چکے تھے پس جب عزم مصمم کر چکے تو بدر کی طرف رجوع کر لیا اور ہم مشرکینی کو بھی معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ہم نے عام مؤرخین کو دیکھا ہے کہ راسمالیہ (سرمایہ پرست) فرقہ ملعونہ کی سموم سے اُن کی ذہنیت مسموم اور زہر آلود ہو چکی ہے وہ واقعات کو اپنی ذہنیت کے موافق صورت و شکل دے کر بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم کو فہم واقعہ خطاً واقع ہو تو وہ معذور ہے لیکن راسمالیوں اور امبراطوریوں میں سے کوئی ایک جب انبیاء علیہم السلام کے خلاف کلام کرے جو انقلاب حق کے ائمہ ہیں تو وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ بحث تمام ہوئی۔

قولہ اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین یہ بات مدینہ میں بطریق مبہم ظاہر ہو چکی تھی وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم یہ اس مجادلہ کے تتمہ میں سے ہے۔ جو

خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۷۰ وَاِنْ

بہتر اُس سے جو تم سے چھن گیا۔ اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر

يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اس نے اُن کو پکڑوا دیا۔ اور اللہ سب

حَكِيْمٌ ۝۷۱ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دُوسرے کے رفیق ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى

اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک

يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ ۭ

وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی مگر مقابلہ میں ان لوگوں

مدینہ سے باہر خارج ہوتے وقت پیش آیا تھا یرید اللہ آیت (۷، ۸) میں ہے یہ قتال نبی علیہ السلام کے اس عزم کا اظہار ہے جو مدینہ سے خارج ہو کر بوقت مشورہ ظاہر ہوا مسلمان تو اپنی طرف کسی مقررشدہ قول و قرار کی وجہ سے نہیں نکلے تھے۔ بلکہ فقط نبی علیہ السلام کی اتباع میں انہوں نے خروج کیا تھا تو کیا اس واقعہ کے بعد انفال کا استحقاق رکھتے ہیں۔

حکایت: ۔ ہمارے شیخ طریقت الحافظ محمد صدیق سندھی بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ ہمارے شیخ فی الاسلام ہیں لیکن حضرت شیخ الہندؒ تو وہ ہمارے علوم و سیاست میں شیخ ہیں اور ہمارے شیخ الحافظ محمد صدیق کے شیخ کا نام محمد حسنؒ ہے ان کی عادت تھی کہ وہ ہندوستانی حکومتوں کی آبادیوں اور شہروں میں کافروں کو اسلام کی طرف دعوت و ارشاد کے لئے سفر کیا کرتے تھے تو انہوں نے ایک دفعہ اپنے ایک سفر کے بارہ میں اپنے بعض اتباع سے سُنا کہ وہ:

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ

کہ کہ ان میں اور تم میں عہد ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے اور جو لوگ

كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ

کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم یوں نہ کروگے تو فتنہ پھیلے گا ملک میں

وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ

اور بڑی خرابی ہوگی اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ

اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم

اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے مسلمان ان کے لئے

مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا

بخشش ہے اور روزی عزت کی اور جو ایمان لائے اس کے بعد اور گھر چھوڑ

وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ

آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہوکر سو وہ لوگ بھی تمہی میں ہیں اور رشتہ دار۔ آپس میں حق دار زیادہ

بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾ ع

ہیں۔ ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں۔ تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہے

کہہ رہے ہیں کہ ہم اس سفر میں کئی خراجن (خرجین اور تھیلے) مال سے بھر کر لائیں گے تو انہیں یہ سننا برا لگا تو وہ اسی مقام سے اپنے شیخ الشیخ محمد راشدؒ سندھی کی طرف لوٹ آئے اور انہیں خبر دی کہ اس جیسے سفر کرنے کے لئے ہماری نیتیں صالحہ اور اچھی نہیں ہیں کیونکہ میری جماعت میں چند انسان ایسے ہیں جو ایسی باتیں کرتے اور کہتے ہیں تو انہوں نے ان سے فرمایا کہ آپ اپنے سفر میں جائیے کیونکہ اس میں فقط نیت امام کا اعتبار ہے اتباع کی نیت کوئی معتبر نہیں تو وہ واپس لوٹے اور سفر شروع رکھا۔ اس امر ارشاد پر قائم رہے تو ہم اسی طریق سے کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا امر قتال

پر متعین ہو چکا تھا۔

پھر اس کے بعد ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خطیرۃ القدس سے نبی علیہ السلام کے عزم اور آپ کے اتباع کی تائید کے لئے رحمتِ الٰہیہ کی توجہ کی خبر دی اسی طرف اشارہ ہے اس آیت میں اذ یوحی ربك الی الملائکة (۱۲) (۴۱) فصل تمام ہوا۔

الفصل الثالث تیسرا فصل ۱۵ تا ۱۹

اہلِ ایمان کے امر و معاملہ کے بارہ میں ہے کہ یہ لوگ جب جہاد میں شروع ہوئے تو اپنی پیٹھوں کو نہیں پھیریں گے۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ لوگ جنگ کے میدانوں میں اولی الامر کی طرف معاملہ طے ہو جانے اور مشورہ ہو جانے کے بعد ہی داخل ہوں گے۔ لہٰذا جب داخل ہوں گے تو اس صورت میں اپنے اِس عزم و ارادہ پر اثبات در استمرار ہی ان پر واجب ہو گا۔ آیت (۱۵) میں اللہ تعالیٰ کے قول فلا تولوھم الادبار کا یہی معنی ہے لیکن فتح اگر ہوئی تو فقط اللہ تعالیٰ کی تائید سے ہو گی لا یکلف اللہ نفسا اِلّا وسعھا ان کے وسع اور اختیار میں تو صرف ثُبات و استمرار علی العزم ہی ہے یہی وہ مفہُوم ہے جسے ہم نے فلا تولوھم الادبار کے معنی سے اخذ کیا ہے جو آیت (۱۶) میں منصوص ہے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے قول فلا تولوھم الادبار کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے فان کان متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة تو یہ صُورت جائز ہے اگر غرض ثُبات و استمرار علی العزم ہو یہی وہ بات ہے جو ہم نے کہی کہ فتح تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے آیت ۱۷ تا ۱۹ میں تصریح فرما دی ہے کہ فلم تقتلوھم..... سمیع علیم لہٰذا فتح ساری ہی اللہ تعالیٰ کی جانب ہے۔ فصل تمام ہوا

الفصل الرابع چوتھا فصل ۲۰ تا ۲۶

اِس عزم پر یہ ثُبات و استمرار

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رُسول علیہ السّلام کی اطاعت تحصیل و حاصل کرنے کا طریق ہے اِس بات کے فہم و سمجھ لینے کے بعد کہ اسی میں ہماری (حقیقی) حیات اور زندگی ہے اگرچہ ظاہر میں یہ موت ہے۔ اور اس کے چھوڑ دینے میں (حقیقتہً) ہماری موت ہے اگرچہ بظاہر اس میں زندگی ہے قولہ واطیعوا اللّٰہ و رسُولہ (۲۰) تمہارے "لا تولوھم" سُن لینے کے بعد یہ حکم ہے اور جس نے نہیں سُنا تو وہ جبراً مامور نہیں ہے۔ ولا تکونوا (۲۱) ان شر الدواب..... صم بکم (۲۲) ولو علم..... معرضون (۲۳) جو انسان اللہ تعالیٰ کی کتاب کو سُنتے رہتے ہیں اور سمجھتے نہیں ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی ان شر الدواب سے اس تصریح ہو جانے کے بعد وہ تمادح (ایک دُوسرے کی تعریف کرنے سے) کیا ارادہ کئے ہوئے کیوں ایسے انسان اپنے رب سے حیا نہیں کرتے جو بدون فہم (بغیر سمجھے) کتاب اللہ کی تلاوت کرنے کے دھوکے یا غرور میں رکھتے ہیں آیت ۲۴ میں استجیبوا یعنی قتال اور جہاد کی آواز اور دُعاء کی استجابت کرو جو اگرچہ اپنے ظاہر حال میں دعوت الی الموت ہے لیکن یہ درحقیقت زندگی کی طرف دعوت ہے حق کی نُصرت و اعانت کے راستہ میں موت کے بغیر انسان کی زندگی کامل ہی نہیں ہوتی یہ ایک ایسا امر ہے جس پر فطرتِ انسانیہ کا اتفاق چلا آیا ہے واعلموا ان اللّٰہ یحول بین المرء وقلبہ انسان کا قلب و دل انسانی ارادہ کا محل اور مقام ہے پس انسان ایک شئے کا ارادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس ارادہ (کے پُورا ہونے) سے مانع ہوتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ اس انسان اور اس کے قلب کے مابین حائل ہوا لہٰذا ایسے امر کا ارادہ کرنا جس کا رسول علیہ السّلام ارادہ کئے ہوئے نہ ہوں وہ مومنین کے قلوب میں خیر اور بھلائی نہیں بن سکتا کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ انسان اور اس کے قلب میں حائل ہو جاتا ہے تو کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ انہیں وہ شئی حاصل ہو جائے گی جس کا وہ ارادہ رکھے ہوئے ہیں۔ اور موت سے فرار کرنا بوجہ محبت زندگی بسا اوقات نفع مند ثابت نہیں ہوتا بلکہ مضر ہوتا ہے

اور انسان مرجاتا تو احسن اور بہتر تمہارے لئے یہی ہے کہ تم اس حکم کی استجابت کرو۔ جس کی رسُول علیہ السلام تمہیں دعوت دے رہے ہیں آیت (۲۵) اللہ تعالیٰ کا قولؔ واتقوا فتنۃً... خاصۃً وہ فتنہ جو مسلمانوں کے لئے عام ہو سکتا ہے وہ سلطنت اور امارت اور خلافت ہی کا فتنہ ہے کیونکہ جب کبھی لوگوں کا ان مناصب پر تنازع ہوا جو فساد اس جیسے نزاع سے اُبھرتا ہے وہ عام ہوا کرتا ہے اور متنازعین کے ساتھ مختص نہیں ہوا کرتا لہٰذا اِس آیت کا معنی یہ ہو کہ ریاست اور امارت پر آپس میں تنازع نہ کرو اور تنازع فی الریاست اعداء کے قتال پر عزم کے ترک سے ہی پیدا ہوا کرتا ہے۔ تو مفہوم واتقوا فتنۃً کا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ترکِ جہاد ہی ہے۔ جو انسان ارادہ قتال کر چکا ہو تو موت اس کے جُوتے کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے تو تنازع علی الریاست ابدی طور پر واقع نہیں ہوگا۔ ان کبار صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے جو قتل عثمان رضؓ کے فتنہ میں مبتلا ہوتے ایک بڑا آدمی (صحابی) کہا کرتا تھا کہ اس آیت کے معنی کی ہم معرفت نہیں رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم اس فتنہ (قتل حضرت عثمانؓ) میں واقع ہوئے (تو جب حقیقت معلُوم ہوئی)

تنبیہ:- فطرتِ انسانیہ کے لئے قاعدہ کلیہ ممکن ہے اللہ تعالےٰ کے اِس قول ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا کے حکم کے تحت داخل ہو۔ ہر ایسی جماعت جو مخالف یعنی دُشمنوں کی جماعت پر قتال کا مؤکد عزم کر چکی ہو۔ جب ایک لحظہ عزم قتال سے سکون کرے تو آپس میں قتال اور جنگ برپا کردیں گے کیونکہ قتال و جنگ ان کی عادت بن چکی ہے۔ جب اس قوت کو قتال اعداء کے راستہ میں پڑنے سے محبُوس کر دیا گیا تو یہ قوت اپنے نفس پر التفات کرے گی (دیکھئے) جزیرۃ العرب کی قوت جب قتال روم اور فارس کی جانب متوجہ رہی تو ان کا نظام قائم رہا۔ حجاز کی قوت نبی علیہ السلام کے عہدِ مُبارک میں انتظام پذیر ہو چکی تھی اور جزیرۃ العرب کی قوت کا نظام حضرت صدیق رضؓ

کے زمانہ میں قتال مرتدین کے بعد تمامیت کو پہنچ چکا تھا پھر یہ ساری قوت عہد صدیق (رضی اللہ عنہ) کے آخر میں مقتل عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے قبل پانچ یا چھ سال تک فارس اور روم کے قتال کی جانب متوجہ رہی تو اس سے آخری حد تک جو قتال ممکن تھا۔ اس تک ان لوگوں نے وصول کرلیا اور اس کے بعد ان کا سکوت وسکون کرلینا ضروری اور بدیہی امر تھا تو طبعی طور پر داخلی قتال واقع ہوکر رہا۔ اہل تاریخ اس قتال کی حکمت بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں جو مسلمانوں کے اندر واقع ہوا۔ انہوں نے اس قتال کو ان اسباب ضعیفہ کی طرف منسوب کیا ہے جو فقط بعض یہودیوں اور بعض اہل فارس کے دعووں پر مبنی ہیں اور ان کی غرض عربوں کے شرف کو اپنے حال پر باقی رکھنا ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ اس میں اسلام کی قدر ومنزلت کتنی گری ہے۔ وہ اسلام جس کی قوت کو اللہ تعالیٰ کے امداد اس کے نبی علیہ السلام کی تدبیر اور خلفاء راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی تدابیر سے وہ غلبہ نصیب ہوا جس کی تاریخ دنیا میں کوئی نظیر اور مثال ہی نہیں ہے لیکن دشمنوں کے ایک آدمی یا دو آدمیوں کے دعوی اور جھوٹے بناوٹی دعووں سے اس کا کل نظام اور انتظام باطل ہوکر رہ گیا ہے اور ایسے دعوے جو، مثل الاعراب (بے شعور لوگ۔ گنوار) لوگوں میں اثر پیدا کرسکتے ہیں لیکن حکماء (دانشمند اور دانا) انسانوں اور ان لوگوں میں اُن کا کوئی اثر نہیں ہوگا جنہوں نے کسی سلطنت کو فتح کیا اور قوانین سے نظام مرتب کیا جو ان سے اعلیٰ ہیں تو کیا ہوسکتا ہے کہ ان جیسے انسان ان جھوٹے دعووں سے متاثر ہوجائیں گے لیکن درحقیقت جس بات کو ہم سمجھے ہیں وہ یہ ہے کہ جزیرۃ العرب کی قوت پر جو وظائف اور مساعی واجب ولازم تھے۔ جب ادا کرچکی اور دار الاسلام کی حدود وسیع ہوچکیں تو دار الاسلام کی آخر حدود تک مجاہدین کے پہنچنے سے پہلے مجاہدین کی قوت انتہا کو پہنچی تو اس وقت میں دار الخلافت کو تبدیل کرنا واجب ولازم تھا یا مختلف اقالیم میں بادشاہوں کے ماتحت جہاد کے لئے مراکز

قائم کرنا واجب تھا اور اس میں دو جماعتوں کے مابین اختلاف ہوتا (۱) ایک جماعت پسند کرتی کہ مرکز بلاد رُوم میں ہو (۲) ایک جماعت پسند کرتی کہ مرکز بلادِ فارس میں اور یہ سب تنازع علی الریاست اس وقفہ کا نتیجہ ہے جو سعی فی سبیل اللہ میں واقع ہوا۔ اور اجتماعیت کے نظریات سے ان مہمات کی مثل میں تثبت (ثابت قدمی) ممکن ہی نہیں مگر اہل عمل سے اغلاط کے وقوع سے تجربات ہو جانے کے بعد لہٰذا جب اُنہوں نے ایک مرتبہ تجربہ کر لیا اور اپنے خطاء اور غلطی کی معرفت کر لی اور راہ صواب معلوم کر لیا تو نظام قرآن کے تحت ان دونوں سلطنتوں سے کئی گنا زیادہ اپنی سلطنت کے نظم ونسق پر قادر ہو جائیں گے۔ اور اس قرآن کے نظام کی رعایت کرنے پر بنسبت رعایت یہود اور نظام تورات کی رعایت جو خلافتِ داؤد اور سلیمان علیہما السلام میں ہوئی اکثر و بیشتر قادر ہوں گے۔ لہٰذا اس فتنہ کے اسباب اور اس میں واقع ہو جانا اس بارہ میں ان لوگوں کے عدم تجربہ کی وجہ سے ہوا ہے حتیٰ کہ حضرت زبیر بیانگِ دُہل کہتے ہیں ماعرفنا معنی ھذہ الآیۃ حتی وقعنا فیھا یعنی اس فتنہ میں واقع ہو جانے تک ہم اس آیت کے معنی کو معلوم نہ کر سکے تو بعد الوقوع ان کو عرفان ہوا اور پہلے پہل علیؓ کی جماعت پر جماعت عثمانؓ کے تقدم (پیشقدمی) کرنے کی وجہ سے دمشق میں بنوامیہ کی حکومت منظم ہوئی پھر جماعتِ عثمانؓ پر جماعتِ علیؓ کے تقدم سے عراق کی خلافت منظم ہوئی لہٰذا ان حکومتوں کے نظام جن پر وہ لوگ قادر نہیں ہوئے مگر کئی فتنوں کے بہنے اور تجربات حاصل ہو جانے کے بعد تو کیا ان سیاسی اُمورِ عظیمہ جیسا کوئی امر کسی خارجی سبب کی تاثیر سے ہو سکتا ہے؟ ہم نہ کبھی ایسی بات کہتے ہیں اور نہ قبول کرتے ہیں اور ہم نے ان افکار کیلئے اساس اور بنیادوں کا استفادہ امام ولی اللہؒ کی تصنیف ازالۃ الخفاء سے کیا ہے اگرچہ اپنے زمانہ کے تقاضا کی وجہ سے ہم نے بیان کی شکل وصورت بدل دی ہے آیت (۲۵) کے اندر ہمارے نظریہ میں اس بات پر اعتبار وعبرت تھی کہ زندگی کی محبت جب شخصی ہو تو فتنوں کی مُوجب ہوتی ہے واذکروا .... الناس اس حالت کی طرف اشارہ ہے جس پر وہ مکہ

میں تھے یعنی اساس حکومت مکہ میں قائم ہو چکی تھی لیکن ان کے اعداء انہیں کمزور اور ضعیف سمجھتے تھے فاوا کم... تشکرون اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو انہیں مدینہ میں پہنچ کر امن حاصل ہوا جس کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کے کلام کے فہم کی برکات سے ہوا ورنہ مکہ جیسا مقام ان میں سے کسی ایک کے لئے چھوڑ دینا کوئی سہل اور آسان نہیں تھا۔ اور جب انہوں نے قری یثرب (مدینہ کی بستیوں) کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ (شہر) بنا دیا۔

(فصل تمام ہوا)

الفصل الخامس پانچواں فصل ۲۷ تا ۴۰

اللہ تعالیٰ کے احکام میں تدبیر اور تدبر (سوچ اور فکر) سے اموال اور اولاد کی محبت ہی مانع ہے اور انسان کے قلب میں اس محبت کا مستقر رہنا ہی ادا اطاعت (فرماں برداری) کی امانت میں خیانت کا سبب ہوتا ہے اور ہر قسم کی خیانت سے اجتناب و پرہیز کرنا لازم اور ضروری ہے۔ امانت سے مراد ایک وظیفہ عظیمہ کی امانت ہے۔ اور وہ امانت جہاد و قتال ہے اور ہم فتنہ کے رفع و دفع کے لئے قتال کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ کہ امر اللہ میں تفرق اختلاف رفع ہو اور نظام قرآن کا انتشار ہو لیکن جب ہم اس قتال کو تحصیل اموال کے لئے سبب بنا لیں تو کیا ان خیانتوں کی مثل یہ ایک خیانت نہیں ہوگی؟ ولا تخافوا.... وانتم تعلمون واذا جعلنا الآیۃ (۲۸) انما اموالکم واولادکم فتنۃ یہ آیات آیت (۲۹) وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ کے ساتھ تناسق اور ارتباط رکھتی ہیں جب ہم نے ایسے کر لیا تو یہ معاملہ اور امر واضح ہو چکا قتال کی غرض حقیقی تو یہ تھی کہ دین سارا اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے۔ عرض دنیا اور اموال میں سے کسی شئی کی تحصیل کے لئے نہیں ہے (۲۹) یاایھا الذین آمنوا ان تتقوا......

الفرقان۔ فرقان سے مراد ہمارے نزدیک وہ نور احسان ہے جس کے ذریعے حق و

باطل کے امتیاز میں تبصّر اور بصیرت بڑھتی ہے پس اگر انہوں نے قرآن یعنی قانونِ تقویٰ کی اطاعت کی اور اِس امانت کو اس کی اپنی حقیقت پر ادا کر دیا تو ایسے انسانوں کے لئے یہ نور یعنی اتصال بحظیرۃ القدس حاصل ہوگا۔ لہٰذا یہی مجاہدہ اصلاحِ نفس میں اور اس کے اتصال بحظیرۃ القدس کے لئے کافی و افی ہے۔

ہمارے مشائخ میں سے بعض شیوخِ طریقت نے ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین مقاماتِ ولایت پر جہاد فی سبیل اللہ اور درجۂ شہادت کے ذریعہ فائز المرام اور کامیاب ہوا کرتے تھے اور انہیں آدابِ صوفیہ یعنی اذکار اور مراقبات وغیرہا میں سے کسی شئے کی طرف احتیاج نہیں ہوتا تھا۔ تو قتال فی سبیل اللہ کا امر صرف اس وجہ سے کیا گیا کہ جن انسانوں کو مسجدِ حرام (بیت اللہ) پر تمکّن اور تسلط حاصل تھا اُنہوں نے اس مسجد حرام سے تعلّق رکھنے والی ہر شئے کو بدل دیا تھا اور اس کی شکل و صُورت متغیر کر رکھی تھی (۳۴) یصدون عن المسجد وما کانوا اولیاءہ اور آیت (۳۵) میں ہے وما کان صلوٰتھم عند البیت الا مکاء وتصدیۃ پھر حضور نبی علیہ السلام نے مسجدِ حرام میں اللہ تعالےٰ کے دین کو قائم کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان لوگوں نے آپ کے ساتھ مکر و فریب کاریاں کرنا شروع کر دیں لیثبتوك ویقتلوك او یخرجوك اور جب وہ لوگ قرآن سُنتے لونشاء لقلنا مثل ھذا یہی اعمالِ باطلہ ہی تو ہیں جو قتال کو واجب کر رہے ہیں نہ کہ تحصیلِ مال کی غرض سے قتال کیا جائے پھر ان جاہل انسانوں نے غرور و اغترار کیا اور اپنے رب کو پکارتے اور دُعا مانگنے لگے اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق اور جب اپنی طلب کے باوجُود ان پر عذابِ خداوندی نہ آتا تو دھوکے سے غرّہ ہو جاتے حالانکہ تاخیرِ عذاب میں اصل سبب کو سمجھ نہیں سکے ما کان اللہ لیعذبھم (۳۳) لیکن جب آپ مکہ سے تشریف لے گئے اور اُنہوں نے آپ کے چلے جانے کے بعد کفر پر اپنے اصرار کو ترک نہ کیا تو عذاب اور قتال ان کے حق میں واجب ہو جائے گا اور یہ لوگ

اس قتال میں یقیناً مغلوب ہوں گے تو مقصد درحقیقت مسجد الحرام کی تطہیر اور پاکیزہ رکھنا ہے یہی مفہوم آیت (۳۶) اور (۳۷) میں بیان ہوا ہے اور اگر انہوں نے کفر کو ترک کر دیا تو اُن کے ساتھ قتال نہیں کیا جائے گا۔ آیت (۳۷) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ قل للذین کفروا یہی اس کتاب کا مقصد ہے لہٰذا اس امانت میں خیانت نہ کرو اور اسے اموال کا ذریعہ نہ بناؤ وان تولو۔۔۔ نعم النصیر (۴۰) ان ینصرکم اللہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد و نصرت کی اور تمہیں بہت سی عظیم فتوحات حاصل ہوں گی لیکن یہ امر قتال اس غرض کے لئے عمل میں نہیں لایا جائے گا۔ فصل تمام ہوا

تنبیہ: ہم نے فہم و بیان میں آسانی پیدا کرنے کے لئے بعض آیات میں تقدیم و تاخیر کر دی ہے اور انسان اس مسئلہ کے سمجھ جانے کے بعد ان آیات کے سوق (روش) کو اتساق (روانی اور سلاست) پر مرتب دیکھے گا اور جب ہم نے اس مفروض مسئلہ میں فاصلہ طویلہ سے تاخر معلوم کیا تو تقدیم و تاخیر پیدا کر دی (واللہ اعلم)

الفصل السادس چھٹا فصل ۴۱ تا ۴۴

واعلموا انما غنمتم۔۔۔۔ وابن السبیل اللہ تعالیٰ نے ایک امر کا فیصلہ فرمایا تھا وہی ہوا اور اسی نے تدبیریں موجود فرمائیں اور اسی نے قتال و جنگ حاصل فرما دی ورنہ تو یہ ممکن ہی نہ تھا تو یہ دن (یوم الفرقان) حق اور باطل کے درمیان فرق اور فیصلہ کا دن ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ ارادہ فرما چکے تھے کہ مبطلین (اہلِ باطل) کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جب حق کی نصرت و اعانت کا ارادہ کرتے ہیں تو اہلِ باطل کو اس کے منع پر کوئی قدرت نہیں رہتی۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور اس کی تقسیم ایسے ہی ہو گی اور ہم اس کی تفسیر و تفصیل سورۃ حشر میں ذکر کر چکے ہیں یہ یتامیٰ اور مساکین اور ابن سبیل (مسافروں) کا اموالِ غنیمت (غنائم) میں اشتراک ہوگا۔ خواہ یہ اموال

قلیل مقدار ہوں یا کثیر جو کچھ حاصل شدہ غنائم ہوں گے۔ ان میں ایسا ہی کیا جائے گا
نہ تو بنام اُمّت حکومت کیلئے (یہ اموال غنائم) ہوں گے اور نہ فقط قاتلین (مجاہدین)
کے لئے ہوں گے اور مجاہدین کو فضیلت جو دی گئی ہے وہ اس وجہ سے کہ یہ لوگ قتال
میں اطاعت کرنے والے اور مستطوعین ہیں جنہوں نے مرکز کو اسلحہ اور سامان اور وہ
اشیاء مہیا کر دیں جو ان کو اور فوج (جیش) کو کافی ہوئیں یعنی کھانے اور پینے کی چیزیں
اور اس جیسی تفصیل ان کی شخصیات کی طرف راجع نہیں ہوتی بلکہ یہ تو کثرت حاجات
اور ضروریات کی طرف رجوع ہوتی ہیں لہٰذا اگر ہم جہاد کے تمام اخراجات حکومت
کی ذمہ داری پر ڈال دیتے تو اموال غنیمت کے ثلاثہ اخماس (پانچ حصوں میں سے
تین حصص) کو بلکہ اس سے زائد حصوں کو یہ ضروریات مستغرق ہو جائیں لہٰذا ضروریات
جہاد کے بعد غنائم کی تقسیم اُمت کے لئے ہوئی لیکن دراصل کل اموال سب اللہ تعالیٰ
کے لئے تھے اور آیات کے اوّل میں اسی بات کی تصریح کر دی گئی ہے تو حکومت جب
نظام مجاہدین کو بدل دے اور فوج کے سارے اخراجات اپنے گھر (بیت المال) سے
ادا کر دیا کرے تو غانمین کے لئے کچھ بھی نہیں ہو گا۔ بلکہ کل مال غنیمت امت اور حکومت
کے لئے ہو گا اور شاید کہ ہمارے زمانے کے فقہاء اس بات کو جائز نہ بنائیں حالانکہ قرآن
کے اس مقام سے ان کی پوری خطا اور غلطی معلوم ہو رہی ہے جو ان کے مقاصد میں تدبر
نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اِن آیات کے بعد آیت (۴۴) تک یہ ساری آیات اس غزوہ کی تکمیل کی غرض سے
تعریف الٰہی کے بیان کے لئے ہیں تو نتیجہ بھی رب العزت کے حکم پر متفق ہو گا اور کسی
ایک کے لئے اس میں حق ملکیت نہیں ہے۔

الفصل السابع (ساتواں فصل) ۴۵ تا ۵۹

جنگ کا مسئلہ اور اس کی حکمت اور انسانیت میں اس جنگ کے وقوع اور

پیدا ہو جانے کی حکمت نوعِ بشر (انسانوں) پر مادی تفکر کا غلبہ ہی ہے۔ راسمالیوں کو ( ) دیکھئے کہ لڑ رہے ہیں اور راہبراطوریوں (کو بھی دیکھئے کہ) قتال کرتے ہیں اور ان کے کل افکار کی اساس مادیت ہے لہٰذا جب اس مادیت میں توغل (انتہائی غلو کرنا) کرتے ہیں تو رب کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ یہ چیز ہمارے زمانہ کی پیدا کردہ (محدثات) نہیں ہے بلکہ تمام (عصور) زمانوں میں انسانی تاریخ حروب اور جنگ کی تاریخ رہی ہے لیکن یہ قتال و جنگ جس کا قرآن امر کر رہا ہے اور تورات میں اس جنگ کا ذکر آ چکا ہے یہ مادہ پرست لوگوں کی حروب و جنگوں کی مثل نہیں ہے۔ لہٰذا غنائم (اموالِ غنیمت) تورات کے حکم کے مطابق جلادی جاتی تھیں اور قرآن کے حکم میں مجاہدین سے حق ملکیت سلب کر لیا گیا ہے تو قاتلین (لڑنے والوں) میں شکل و صورت کے اندر تشابہ اور مشابہت قطعی طور پر موجود ہے تو ان دو (مادہ پرست قاتلین، مجاہدین، اہلِ اسلام) میں سے ایک کی دوسرے سے امتیاز و تمیز کے لئے مجاہدینِ اسلام کثرت سے ذکر اللہ کے مامور کئے گئے ہیں اور تجربہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مادیت اور اس کے قصد و تفکر سے ترفع (دوری اور پاکیزگی) بکثرت ذکر اللہ کے بغیر ممکن ہی نہیں تو قرآن عظیم جیسے کہ عدل کو قائم کرنا چاہتا ہے ایسے ہی ظلم کو کسی صورت سے جائز نہیں رکھتا ایسے ہی بکثرت ذکر اللہ کا امر و حکم دیتا ہے۔ اس قرآنِ عظیم کی عامہ تعلیمات میں بلا قید و شرط یہ بات موجود ہے۔ لہٰذا حکمت عدل واضح ہوتی لیکن کثرت ذکر اللہ کی حکمت تو اس کی طرف اہلِ نسک (عبادت گذار اور صوفیاء) کے سوا کسی نے توجہ نہ دی جو انسانیت کے ضعیف ترین لوگ ہیں حالانکہ اس ذکر اللہ کا کثرت سے امر کیا جانا اور اس میں تکرار ہونا اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ یہ ذکر اللہ پوری فطرتِ انسانیہ کے نزدیک امور مہمہ (قابلِ اہمیت اور لائقِ اہتمام) میں سے ہے۔ اور جس بات کی طرف میرا فکر پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ اجتماعیت انسانیہ کا دنیاوی زندگی کی ضروریات و موافق میں مادیت کیساتھ

متلبس ہونا (تعلق رکھنا) بداہتہً دائمی ہے اور انسان پر مادی تفکر کا غالب ہو جانا اجتماعی ضروریات کے لوازم میں سے ہے اور یہی وہ تفکر ہے جس نے اجتماعیات کو راسمالیات (سرمایہ داری) اور امبراطوریات (شہنشاہیت) کی طرف تبدیل کر دیا ہے اور یہی وہ تفکر ہے کہ اپنے غلو کی انتہاء اور غایت کو جا پہنچتا ہے تو اجتماعیات کو لادینیات اور بے دینی کی جانب بدل دیتا رہا ہے اور پوری انسانیت کو تجربات سے یہ یقین حاصل ہو چکا ہے کہ اس تفکر سے نجات نہیں مل سکتی مگر اللہ تعالےٰ کے ذکر اور فکر انسان پر کثرتِ ذکر کے غلبہ پالینے سے تو یہ ذکر اللہ تعالےٰ فطرتِ انسانیہ کے ضروریات اور لوازمات میں سے ہوا یہی وہ شے ہے جس سے اکثر فقہا اور حکماء غافل رہے ہیں یا ایھا الذین آمنوا..... فاثبتوا اِس قتال و جنگ کا امر کیا جا رہا ہے جسے مادی فکر والے لوگ ثابت کرتے ہیں اور اس جنگ سے نجات حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ واذکروا اللہ ..... کثیرا (۴۵) پھر حکم کیا گیا ہے واطیعوا اللہ و رسولہ یہ وہ قانون ہے جسے تم اللہ تعالےٰ کے امر سے اخذ کر رہے ہو یہ بھی ذکر اللہ کے قائم مقام ہے ولا تنازعوا ..... الصابرین لہٰذا اطاعت اللہ (اللہ تعالیٰ کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرنا) ہی وہ مرکز ہے۔ جس میں کسی فرد کی جانب سے کوئی تنازع نہیں ہونا چاہیئے۔ کتابُ اللہ کی تفسیر میں اختلاف دو وجہ سے ہو سکتا ہے (۱) بایں وجہ (کہ آپس میں) تنازع اور جھگڑے کی طرف مُؤدّی (پہنچانے والا) نہ بنے اور یہ اختلاف مُباح ہے اور اس کی مثال وہ ہر شے اور اور بولیاں (لغات) (جس میں) عرب اور ایران اور توران اور حبشہ کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی مثل ہے جو محققین مجتہدین مذاہب کا اختلاف ہے (۲) ہر ایسا اختلاف جو تنازع کی جانب مُفضی (پہنچانے والا) ہو تو ایسا اختلاف حرام ہے اور یہ ایسا اختلاف ہے جو بالآخر بلادِ اسلام پر اعداء کے غلبہ ہو جانے کی طرف مُفضی ہو گا اور لفظ فَشَل (بزدلی) سے اسی کو تعبیر کیا جا رہا ہے آیت (۴۷)، (۴۸) سے تنازع کے اسباب اور فشل و بزدلی کے

موجبات و عوارض کو بیان کیا گیا ہے ولا تکونوا.... یصدون عن سبیل اللہ اگر کوئی شخص ایسا ہوا جو اپنی زندگی کے معاملات و مرافق میں امر اللہ کی تبلیغ کو تقدم نہیں رکھتا تو یہ چیز اسے فخر (بطر) اور ریاء (دکھاوے) کی طرف سے پہنچے گا۔ پھر آپس میں لڑا اور جھگڑ پڑیں گے اور اس خصومت اور جھگڑے کا فیصل ہونا ممکن ہی نہیں رہے گا اور اس فشل (بزدلی اور کمزوری) سے کل اقوام میں فشل اور بزدلی پھیل جائے گی۔ ازاں بعد اس کے لئے ایک مثال ذکر کی گئی ہے کہ شیطان کھڑا ہو جاتا ہے اور آخر الامر تک ہدایت طریق پر قادر نہیں ہونے دیتا لہٰذا اگر کوئی قائد (پیش رو) جنگ میں شروع اور داخل ہو کر اپنے لشکر کو چھوڑتے ہوئے اپنے نفس بچانے کیلئے بھاگ کھڑا ہو تو وہ شیطان ہے انہیں شیاطین کی مثل جو تائید طرفین اور ازدیاد تنازع کے لئے کھڑے ہوتے اور راستہ میں ہی فرار کر جاتے ہیں یہ قریش ہیں جنہوں نے (جنگ کے لئے) خروج کیا اور ان کی معیت میں شیطان نے موافقت کی لیکن جب (قرائن سے) اہل ایمان کا غلبہ دیکھ چکا تو بھاگ نکلا۔ اور یہ کہ جن تھا جو صورت انسانی اختیار کئے ہوئے تھا یا اس کے شیوخ (سرداران) قبائل میں سے کوئی تھا۔ ہر دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اس واقعہ سے چاہئے کہ انسان استفادہ کرے یعنی انسان کو ایسے رجل کی معیت میں کھڑے ہونا چاہئے جو طریق (راستہ) کو نہایت تک جان چکا ہو اور اسے بھی سمجھا دے کہ وہ راستہ کی معرفت رکھتا ہے یعنی اس کے علامات و نشان کو بیان اور واضح کر دے۔ پھر اس کی رفاقت اور موافقت نہایت الامر تک ہو سکے گی پھر اتح ہو گی یا فشل لیکن اس کو یہ قدرت نہیں ہوگی کہ جماعت کو راستہ ہی میں چھوڑ جائے اور وقوع تنازع کی حالت میں کسی انسان کے لئے ممکن ہی نہیں کھڑا ہو جائے اور ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرتا جائے آخر الامر میں جا کر اسے معلوم اور ظاہر ہو کہ یہ امر اور کام اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ انی اخاف اللہ یہ تنازع کا سبب ہے اور اس سے اجتناب واجب ہے۔ ترک تنازع کے امر (لا تنازعوا) کا یہ معنی

نہیں کہ انسان اہل کفر اور اہل نفاق سے منازعت اور مخاصمت کو چھوڑ دے۔ ان (کفار اور منافقین) کا ارادہ ہی یہی ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ تنازعات اور جھگڑا ترک کر دیں۔ آیت (۴۹) میں اسی طرف اشارہ ہے اذیقول الذین کفروا غرّ ھؤلاء دینھم یہی لوگ جنہوں نے کفر کیا مرنے کے بعد ان کے لئے جہنم ہو گی۔ مثل آل فرعون کے۔ ان کے لئے دنیا میں خزی (رسوائی) ہے یہی لوگ ہیں جن کے ساتھ مصالحت کرنا مطلوب نہیں ہے یہ مضمون آیت (۵۵) تک ہے اور انہیں کافروں کے ساتھ ہی وہ لوگ ملحق جو اپنے عہد و پیمان کی محافظت نہیں کرتے جب ایسے لوگ آ جائیں اذاً ان سے بھی قتال اور جنگ کرو۔ اور ساتواں فصل آیت (۴۸) اور (۴۹) پر ختم ہو جاتا ہے۔

الفصل للثامن۔ آٹھواں فصل ۵۰ تا ۵۹

اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اہل کفر اور جو اُن کے ساتھ مل گئے۔ ان کے لئے کوئی عزت نہیں نہ ہی دُنیا میں اور نہ آخرت میں اور آیت (۶۰) اور (۷۵) میں اس چیز کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ اہل نفاق اور کافروں کے ہر قسم کے ردّ و دفیعہ کے لئے مرکزیہ جماعت کی تنظیم بنانا اور پیدا کرنا چاہئے۔ اس جماعت کے ہر فرد پر مقابلہ اور مقاومت کیلئے اعداد اور تیاری واجب ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ یہ اعداد ہر ایک پر واجب ہیں اس حکم سے کوئی مستثنیٰ نہیں نہ عورت اور مرد تو اس فریضہ کو اجتماعیت کے بغیر ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ومن رباط الخیل۔۔۔ عدوکم تمام ضروریات اور وسائل جنگ کا جمع کرنا اور تغیر زمانہ کے مطابق اسلحہ اکٹھا کرنا اسی آیت کے حکم میں داخل ہے عدوکم ظاہر ہے کہ وہ قریش ہیں۔ وآخرین من دونھم یہ اہل فارس اور اہل رُوم ہیں واللہ یعلمھم ایسی قوم جن پر تم نے قتال کو قائم کر دیا ہے ان کا افنار (فنا کر دینا) مُراد نہیں اس آیت وان جنحوا للسلم میں اسی طرف اشارہ ہے (۶۱) لوگ صلح صفائی کرنے سے اس لئے امتناع

(باز رہنا) اختیار کرتے ہیں چونکہ انہیں اعداء (مد مقابل کی جانب) سے خداع (بد عہدی اور دھوکہ) کا خوف اور ڈر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس خداع سے محفوظ کر لیا ہے وان یریدوا ان یخدعوك اس (انتہائی پست) درجہ تک تنازل (اُتر آنا) اختیار کرنا پوری مُراد کو واضح کر رہا ہے اور جب ہم ترک قتال کا ادنیٰ سا حیلہ دیکھیں گے تو قتال کو ترک کر دیں گے اور یہ بات پوری طرح قوت اور طاقت کے مستجمع ہو جانے کے بعد ہو سکے گی اور قوت کے جمع کرنے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام پر شدت برتی ہے هو الذی ایدك بنصره وبالمؤمنین .... والف بین قلوبهم مؤمنوں جو مہاجرین اور انصار ہیں یہ ان مختلف قبائل کی طرف منتسب (نسبت رکھتے) ہیں جن کی باہم ضدا ضدی اور لڑائیاں تھیں اور کسی ایک انسان کی سعی و کوشش سے تالیف و اُلفت کا پیدا ہو جانا ممکن ہی نہیں تھا ولکن الله الف بینهم اللہ تعالیٰ نے قیصروں اور کسراؤں کی حکومتوں میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے ان میں تالیف اور الفت ڈال دی یہ مہاجرین و انصار کی جماعت ہی مرکزیہ جماعت ہے۔ اسی طرف اس آیت یاایها النبی .... المؤمنین میں اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اذن اور اسی کی حکمت کے ساتھ (رأینا الناس عطفوا کاف الخطاب تعجبا من هذا التفسیر فی الذی یرید ربه فی فان حسبك الله) ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے خطاب میں عطف کا طریق اختیار کیا ہے جس سے تعجب ہوتا ہے کیونکہ اس کی تفسیر اس معنی میں جس کا وہ ارادہ کئے ہوئے ہیں فان حسبك الله میں موجود ہے (والله اعلم بمراد عباده) انقلاب دستور اور قوانین اور جماعت مرکزیہ کی طرف محتاج ہوا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا قول حسبك الله میرے عقیدہ اور نظریہ میں حسبك الله کا معنی حسبك کتاب الله یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب (دستور بنانے کے لئے) کافی اور وافی ہے ومن اتبعك من المؤمنین (یہ حصہ آیت) جماعت مرکزیہ کے حق میں ہے۔ مہاجرین اور انصار جنہوں نے

(جنگ) بدر میں شرکت کی یہی السابقون الاولون ہیں اور یہی اسلام کے لئے جماعت مرکزیہ کی اساس ہیں ومن اتبعك میں اسی طرف اشارہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قول یاایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال یعنی جماعت مرکزیہ کی حکومت کے ماتحت تو عزیمت (جو قانون رخصت سے پہلے اصل قانون ہوا سے عزیمت کہا جاتا ہے) یہ ہے کہ بیس (مجاہد) دو سو (کافروں) کے مقابل قتال کریں (۶۵) صحیح تنظیم کی برکت دس گونہ قوت کے بڑھ جانے میں ظاہر ہوا کرے گی اور اس میں رخصت یہ ہے کہ دو (کافروں) کے مقابلہ میں ایک (مجاہد) ثابت قدم رہے السابقون کی تابعیت کے باوجود بھی ممکن ہے کہ ان کے امثال (ان جیسے) نہ بن سکیں اس نظام کی اتباع کر لینے سے ان کی قوت مثلین (دوگونہ) تک بڑھنے سے تخلف نہیں کرے گی اور اس حکم میں کوئی نسخ نہیں اور یہی صورت (اب) عزیمت اور رخصت (دونوں پر منطبق) ہے۔ رئیس جماعت صدیقون ہوئے تو اس جماعت کا درجہ اعلیٰ اور اقوی ہوگا۔ پھر جماعت کے رئیس وہ اصحاب اسی میں ہوں گے جو السابقین میں سے نہ ہوں گے اور بحسب الامکان ان السابقون کی اتباع کرتے ہوں گے یہی رخصت ہی ہے کبھی ایک جماعت غلطی اور خطا سے حکومت سنبھال لیتی ہے لیکن ان سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا جب ان کا اجتہاد وسعی کتاب اللہ کی اتباع میں ہوئی۔ آیت (۴۷، ۴۸) میں اسی جانب اشارہ ہے ما کان لنبی ......

عظیم لولا کتاب من اللہ سبق اس جملہ میں کتاب اللہ سبق کی تفسیر میں اختلاف واقع ہوا ہے اور میرے نزدیک اس میں ایک مخصوص مطالعہ ہے (وہ یہ کہ) اس میں سورت یوسف کی طرف اشارہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے بھائی نبی کی طرف آئیں گے جیسے یوسف کے بھائی اس کی طرف آئے تھے یہ ایسا لطیف سا استنباط ہے جس کی طرف سوائے ابوبکر صدیق ؓ کے کسی کو ابتداءً نہیں ہوا لیکن ناموس کلی (   ) تو قریش اور کسریٰ اور قیصر کے مابین کوئی فرق نہیں برتا گیا تنہا کتاب اللہ کی اتباع میں اجتہاد کے اندر اختلاف

واقع ہو۔ خطا میں پڑ گئے تو ان کے لیے عفو اور معاف ہوا (جب انہوں نے) اتباع حکم ظاہر کو واجب کیے رکھا اور اگر اس کی مثل استنباط خفی سے ہوئی تو اس کی ایضاح اور وضاحت کرنا واجب ہو گا یہاں تک ساری قوم مطمئن ہو جائے لیکن قوم کے اطمینان سے پہلے استنباط خفی کے ساتھ حکم اور فیصلہ دینا تو از بس خطا ہے لیکن جب کتاب اللہ کے اعمال کے سبیل میں تھا تو ان سے معاف کر دیا گیا فکلوا مما غنمتم.....

پھر اس برکت کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اموال فدا (بدلہ کی مالیت) کے ذریعہ سے حاصل ہوئی (اور یہ برکت) انہیں صرف ان کی اولی الامر یعنی جماعت مرکزیہ کی اتباع کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ ان قیدیوں کے اندر ایسے رجال تھے کہ مکہ میں رہتے ہوئے اپنے ایمان کو اخفا (پوشیدگی) میں رکھتے اور مسلمانوں کی طرف قریش کی خبریں پہنچانے کے ذریعہ اسلام کی خدمت کیا کرتے تھے جیسے حضرت عباسؓ اور یہ لوگ کثیر تعداد میں تھے۔ لیکن ان کے ناموں کی تصریح حکمت اخفاء کی وجہ سے غیر مناسب تھی۔ حالانکہ حرب اور جنگ بھی قائم اور موجود تھی۔ لہٰذا ان سے بھی فدیہ لیا گیا......

اور کیا انہوں نے اس بارہ میں استنباط خفی کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا؟ بلکہ نبی علیہ السلام اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ (اس حقیقت کی پوری) معرفت رکھتے تھے لہٰذا (مذکورہ بنا پر) اس کا کفارہ مقرر کیا گیا (اور ان افراد کی) تبشیر (خوشخبری) کیلئے امر وارد ہوا۔ قل لمن ایدیکم من الاسری یعنی اپنے ایمان اور مومنین کو نفع رسانی پر تم ثابت قدم رہے وان یرید وا خیانتک فقد خانوا اللہ من قبل یعنی بصورت ترک ہجرت اور اظہار ایمان کو چھوڑ کر اور اس کے بعد اہل ایمان کی طرف خبر رسانی کا سلسلہ بھی انہوں نے چھوڑے رکھا یہ اسی طرف اشارہ ہے وان یرید وا خیانتک اور اس حکم میں جماعت مرکزیہ کے قیام کی ضرورت کی جانب اشارہ ہے کیونکہ بعض اسرار اور راز ایسے ہوا کرتے ہیں جن کا افشاء (پھیلانا) ممکن نہیں ہوا کرتا۔ مثلاً وہ قیدی جو قریش مکہ

کی خبریں پہنچایا کرتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ یہی حکمت ہی استنباط خفی کے ساتھ عمل کرنے کی خطار کی معافی کے لئے سبب بنی تھی کیونکہ انہوں نے ایسی قوم کے دما (خون بہانے) سے گریز کیا جو (مومنین مستخفین) درپردہ مومنین تھے۔ لہٰذا جب اس جماعت مرکزیہ کی ضرورت متحقق ہوئی تو اس جماعت کے اوصاف بیان کرنے کے لئے نص وارد ہوئی اِنّ الذّین آمنوا یعنی مہاجرین اور انصار اولٰئک بعضھم اولیاء بعض یہی جماعت واحد ہیں۔ اور اس کے بعد مومنوں کی ایک ایسی جماعت باقی رہ جاتی ہے جو ایمان تو لاچکے لیکن اپنے گھروں میں ٹھہرے (سکون سے) رہے تو یہ جماعت مرکزیہ کے تابع ہیں کہ اس (جماعت مرکزیہ) کے مقابلہ میں ثم الذّین کفروا (کافروں) کو بناتے ہو جو دراصل یہ کافر بھی جماعت واحدہ (ایک ہی جماعت) ہیں والّذین .... رزق کریم یہی لوگ ہی اصل ہیں اور بوجہ ان اوصاف کے ہیں جو پہلے بیان ہوئی تھیں یہی لوگ ہی اساس ہیں واصلحوا ذات بینکم اس بناء پر ان لوگوں کی ایک مثالی جماعت کا ذکر ہے۔ اِسی وجہ سے ہم بالتحقیق بیان کرچکے ہیں کہ اِس سورت میں مقصود ایسی جماعت مرکزیہ کی تنظیم بنانا ہے جو علی الاستدامت (دائمی طور پر) قائم بالجہاد رہے اور اس جماعت کے استدامت کی طرف آیت (۵۷) میں اشارہ ہے والّذین آمنوا .... منکم تمام وہ لوگ جو تمہاری اتباع کر رہے ہیں یعنی یہ جماعت جو کافروں سے منفرد اور علیحدہ ہوئی تو یہ لوگ انہیں مومنوں میں شمار ہوں گے اور اولوالارحام (رشتہ دار اور قرابت دار) ہونگے اور انکے حقوق محفوظ ہیں اور کوئی شئے انکے حقوق سے منسوخ نہیں ہوئی اور ہم اہل علم کے اِس قول کا معنے نہیں سمجھ سکے ان ھذہ الآیۃ ناسختہ (کہ یہ آیت ناسخ ہے) لہٰذا یہ تو مستقل اساسی اور بنیادی قاعدہ اور اصل ہے جس کا منسوخ ہونا ممکن نہیں یہ ولایت (تعلق اور رشتہ داری) جو مہاجرین اور انصار کے مابین قائم ہوئی تھی اور وہ اشتراک جو مہاجرین اور انصار میں قرار پایا تھا۔ ایک مستقل قاعدہ اور اصل تھا جسے ابداً منسوخ نہیں کیا جاسکتا اور

ایسے ہی اولوالارحام ایک اصل مُتقل ہے جیسے ابداً منسُوخ نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی وقت میں کوئی شئے اِس خلاف پر قاطع ہوئی تو وہ موقتی ہے اور مُستثنیات (استثنار کردہ اشیاء) میں سے ہے، اور ہم نے اس سے استنباط کیا کہ اخوتِ اسلامی اور اتحادِ اسلامی رشتہ داریوں اور قومیتوں کو باطل اور رائیگان نہیں کر دیتی یہ فکر تو کسی جاہل کی پیدا کردہ ہے اور یا کسی ایسے سیاسی شخص کی جانب سے ہے جو اسلام کے نام سے قوموں پر غلبہ حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے بایں حال کہ وہ اپنی قومیت کی حفاظت اور امان چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ خاندانِ قریش یا عرب خاندان سے ہوتے ہوئے پھر بھی لوگوں کو اسلام کے نام سے قومیتوں کے ابطال کی طرف دعوت دے رہا ہے پس یا تو قومیتوں کا مطلقاً ابطال کریں گے۔ کیا عرب ہوں اور قریش اور عجمی ہوں تو یہ ہونا ممکن ہی نہیں اس لئے کہ یہ قومیت (عرب ہونا۔ قریش۔ اور عجم ہونا) ایک ایسی فطرت ہے جس پر اللہ تعالٰے نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اگر (یہ ابطال قومیت) ایک وقت محدود تک ایک ایسی محدود جماعت میں ہو جائے تو یہ کوئی حجت اور دلیل نہیں۔ البتہ ایک قوم کو باقی رکھنا اور کئی قوموں کا ابطال کرنا یہ ہے وہ چیز جو اسلام کی تقریر کے لئے دخل انداز ہے یہی جماعت مرکزیہ ہے جو مہاجرین و انصار سے ترکیب پائی اور ان انسانوں سے جو جمیع اقوام عالم نے بصورت احسان (بصفائے قلب) ان (مہاجرین و انصار) کی اتباع میں آگئے۔ سُورت انفال ختم ہوئی۔

تفسیر سُورۃ توبہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مُقدمہ

یہ سُورت عمومی طور پر اُس اِنسان کے لئے اعلانِ جنگ ہے جسے قرآنی دعوت پہنچ چکی ہو اور پھر بھی وہ اس کی عدم اطاعت پر اصرار کر رہا ہے (حالانکہ حقیقت میں یُوں ہونا چاہیے) کہ اگر اس دعوتِ قرآنی سے اس کا انشراحِ صدر ہو چکا ہے تو اسے اسلام قبول کر لینا چاہیے ورنہ اُسے تسلیم کر لینا چاہیے کہ قرآن کی حکومت روئے زمین پر ایک اعلیٰ اور برتر حکومت ہے اور بمناسب حال اس حکومت سے عہد و پیمان باندھ لے۔ لیکن اگر وہ انسان (ان دونوں باتوں میں سے) نہ یہ کرتا ہے (کہ اسلام قبول کر کے مُسلمانوں میں شامل ہو جائے) اور نہ وہ کرتا ہے (کہ قرآنی حکومت کی ماتحتی قبول کرے) تو (ایسے انسان کے لئے) اس سُورت کے ذریعہ قرآنی حکومت کی جانب سے اعلان جنگ (اپنے حال پر) قائم ہے۔ البتہ عمل بالحرب (عملاً جنگ چھیڑنا) تو یہ مناسب حالات پر مبنی اور موقوف ہے لہٰذا یہ سُورت اسلام کے جنگی اور خارجی اور سیاسی قانون اور اصُولوں کی ایک دستاویز ہے تو گویا یہ سُورت تمام سُورتوں سے آخری ہے جو نازل کی گئی ہے یا (یوں کہئے) کہ سورت انفال میں اسلام کے جنگی قوانین کی ابتدائی باتیں بیان ہوئی ہیں اور یہ سُورت ان جنگی قوانین کا تتمہ اور آخری ہیں۔

قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے والے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے اجتہاد سے اس سُورت توبہ کو سُورت انفال کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے اور ایک مصحف میں قرآن کا

جمع ہونا اولاً حضرت صدیق (ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل) کے زمانہ میں ہوا اور ثانیاً حضرت عثمان (ذی) النورین رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں واقع ہوا تو وہ صحابہؓ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں قرآن کو جمع کیا ان کا اجتہاد یہ تھا کہ یہ دونوں سورتیں دراصل ایک ہی سورت ہے پھر انہیں اس خیال میں تردد اور شک ہوا کیونکہ اعلانِ جنگ تو سورت براءۃ کی فقط ابتدائی آیات سے ہوا ہے (تو اس تردد کی وجہ سے) انہوں نے سورت کے فاصلہ کے لئے بسم اللہ کو نہ لکھا اور اسے ایک سورت کی مثل بنا دیا یہ اکثر صحابہؓ کا حکم اور فیصلہ تھا (چونکہ) اس عہد و زمانہ میں حکومت متبوعہ تھی (یعنی حکومت کے ہر فیصلہ پر اتباع کا مظاہرہ ہوتا چونکہ یہ حکومت علی منہاج النبوۃ تھی) تو وہ حکومت کوئی کام کسی جماعت مخصوصہ کو تفویض کر دیتی تو تفویض جمیع امت کی جانب سے اجماعی تفویض ہوتا تو ہر وہ کام جو یہ جماعت منتخبہ (ممتازہ) انجام دیتی اور امت کے کسی فرد کا ان پر انکار ثابت نہ ہوتا تو یہ حکم اور فیصلہ اجماعی بن جاتا اور اسی سورت کی مثل بالا جماع ایک ہی مصحف میں مکمل قرآن کا جمع ہونا قرار پایا ہے لیکن ہر ایک سورت کی علیحدہ علیحدہ کتابت علیحدہ علیحدہ صحیفہ صحیفہ کی شکل میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی موجودگی میں ہو چکی تھی اور یہ صحیفے اُمہات المؤمنین (نبی علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات بیویوں) کے گھروں میں محفوظ کر لئے جاتے تھے اور ایسے ہی کثیر التعداد صحابہؓ کے سینوں (صدور) میں بھی محفوظ تھیں۔ یہ ہے وہ حقیقت واقعہ جس پر ہمارے فہم و عقیدے کا استقرار ہے اور اس عقیدہ کو ہم نے روایاتِ حدیث سے استفادہ کیا ہے لیکن ہم نے اہلِ علم کی ایک جماعت دیکھی جو غلو سے کام لیتے ہیں کہ ایک مصحف نبی علیہ السلام کے فرمان سے کتابت کرایا اور لکھوایا جا چکا تھا اور اس بات کے لئے اپنی فہم کے مطابق چند آیات کے ساتھ استدلال کرتے ہیں اور ہم نے دیکھا کہ ان کے نزدیک اس بات کا سبب اکثر و بیشتر مستشرقین کے بعض شبہات اور اعتراضات کا جواب دینا ہے۔

توہم نے ان لوگوں کو دیکھا کہ حدِ اعتدال سے نکل چکے ہیں کیونکہ بیک جُنبش اُنہوں نے کتبِ قدیمہ کے صحف کا انکار کر دیا اور ان کتبِ قدیمہ (تورات۔ انجیل۔ زبور وغیرہا) میں اس مقدار سے جو ان میں تھی زائد تحریف کا دعویٰ کیا اور ثابت کر دیا اور انہوں نے ان کتب کو ایسے بنا ڈالا کہ ان میں سے اپنی اصل پر بغیر تحریف کوئی صحیفہ ہی نہیں تھا لیکن ان صحفِ قدیمہ (انبیاء سابقین پر نازل شدہ کتابوں) کے بارہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ صحفِ مقدسہ امام ولی اللہ رحمہ اللہ کی رائے کے مُطابق اِس طرح ہیں۔ جیسے کہ ہمارے نزدیک احادیث کی کتابیں ہیں اور مُسلمانوں کی کثیر جماعت یہ اعتقاد رکھتی ہیں کہ جو کچھ کتبِ احادیث میں ثابت ہو چکا ہے ان کا کثیر حصہ قطعی ہے اور یہ بھی اعتقاد رکھتی ہیں کہ حدیثِ نبوی ربّ العزت کی جانب سے الہام ہے ایسے ہی) ان (اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ) کے پاس کُتبِ الٰہیہ کے (ثبوت کے لئے) بہت سے نمونے (نمازج) تھے جیسے کہ ہمارے ہاں کتبِ احادیث کے ثبوت کے لئے (بہت سے دلائل ہیں) ادیانِ سابقہ میں کتبِ مقدسہ کے ثبوت کے دلائل کا اہلِ اسلام کی طرف سے اِنکار ہونا ہماری رائے میں (یہ) غلو ہے لیکن جن لوگوں نے ان جیسے غلو کی طرف میلان کیا ہے ان پر مستشرقین کی جانب سے کتاب اللہ کی اسانید پر اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ لوگ اِس اعتراض کے جواب دینے میں اس بات کے کہنے کی طرف محتاج ہوئے ہیں کہ قرآن عظیم کا ایک مصحف میں جمع ہونا نبی علیہ السلام سے ہوا تھا حالانکہ یہ ان کی اپنی جانب سے اختراع ہے جو دراصل مذکورہ اعتراض کے جواب کی احتیاجی میں سرزد ہوئی اور ہمارے زمانہ میں کلام جدید کی یہی اساس ہے کہ یہ لوگ جب ارباب مذاہب کے ساتھ معارضہ علمیہ کے مباحث اور کلام و گفتگو کرنے سے مایوس ہوئے تو جو لوگ (علماء وقت) انیسویں صدی عیسوی سے متقدم اور پہلے تھے اور کلام جدید کی تائید میں کمربستہ ہو کھڑے ہوتے تو وہ امرِ واحد جس کی طرف وہ مضطر اور مجبور ہوئے وہ یہی ہے

اور حال یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے متقدمین سے اپنی موافقت کے لئے کوئی کثیر التعداد دلائل نہ دیکھے تو نئے دعویٰ (دعوۃ التجدید) کرنے کی طرف محتاج ہوئے۔ پھر وہ چیز جو ہم نے ضیع (طرز و طریق) صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے دیکھی ہے تو ہم نے اُن کی ذہنیت اور عقائد سے یہ معرفت حاصل کر لی کہ وہ (صحابہ کرام) یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک سُورت (کا ہونا ان علامات سے ہوگا) جب ہو گی کہ اس میں معانی اور مفاہیم کی وحدت ہو اور آیات میں نظم و نسق ہو مگر یہ کہ ہم سُورت انفال اور توبہ کو ایک سورت بنائیں تو اس کی کوئی وجہ نہیں اور یہ ہی بات منصوص علیہ ہے اور ہم نے کتاب اللہ کے سمجھنے کی ضروریات میں سے یہ قرار دیا ہے کہ انتظام اور اتساق ہو یعنی ہر ہر سُورت میں نظم و نسق (معانی کا باہمی ارتباط اور تعلق) اور ہر سُورت کا علیحدہ علیحدہ کتاب ہونا یا کتاب کا جزو اور حصہ ہونا اسی پر مبنی ہے البتہ تناسق اور سُورتوں کی ترتیب تو ہمارے نزدیک بھی مسلم اور مقبول ہے لیکن اس درجہ پہ نہیں لہٰذا پہلی بات تو لازم ہے کیونکہ وہ کتابُ اللہ کا امر ذاتی ہے اور امر ثانی امر مستحسن اور مکمل (باعثِ حسن و کمال) ہے۔

سُورَةُ التَّوبَةِ

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ①

یہ صاف جواب ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی ان مشرکوں کو جن سے تمہارا عہد ہوا تھا۔

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ

سو پھر لو اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہ کہ اللہ

وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ② وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ

رسوا کرنے والا ہے کافروں کو اور سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی لوگوں کو

يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ

دن بڑے حج کے کہ اللہ الگ ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول سو اگر

الفصل الاوّل: براءة من اللّٰہ ورسولہ..... الی الّذین عاھدتم (۱ تا ۵)

آیات میں اعلانِ جنگ کا متن ہے اور ان کے بعد کی دس آیات اس متن کی تشریح ہیں تو پہلا فصل آیت (۱) سے آیت (۱۵) تک اعلانِ جنگ کے بارہ میں ہے۔ فسیحوا فی الارض الی اربعة اشھر جب معاہدہ نظرِثانی کا محتاج ہو تو اسلام نے اس کے مواد میں تدبر اور تفکر کیلئے چار ماہ کی مُدت تجویز کی ہے (دیکھیے) نکاح (بھی عورت اور مرد کے درمیان) ایک گھریلو قسم کا مُعاہدہ تھا لیکن جب کسی مرد نے اپنی عورت سے ایلا (ایک طرح کی اپنی بیوی سے انقطاع پر قسم کھانا) کرلیتا ہے تو اُسے شرعاً چار ماہ کی مُدت تک تاخیر کردی گئی ہے تو پھر یا پہلے عہد کا مطالبہ کرے یا ترک کردے اور یہی مقدار اجتماعی مصلحتوں میں نظر و فکر کیلئے کافی ہے اور اسی طرح ملکی مُعاہدات میں چار ماہ کی مدت کو نظرِثانی کی سہولت کیلئے مُقرر کیا گیا ہے لہٰذا وہ معاہداتِ مُلکیہ جو قبائل عرب کے ساتھ تھے نہ کہ افراد کے ساتھ یا خارجیہ حکومتوں کے ساتھ اور ہر اس دینیہ جماعت کے ساتھ جو منظم طریقہ پر ہو مثل کنیسہ (یعنی اہلِ کنیسہ یہود و نصاری) تو اُن کو بھی مثل قبیلہ اور حکومت

تُبۡتُمۡ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ وَإِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡٓا أَنَّكُمۡ غَيۡرُ مُعۡجِزِي

تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم ہرگز نہ تھکا سکو گے

اللّٰهِ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِعَذَابٍ أَلِيۡمٍ ﴿٣﴾ إِلَّا الَّذِيۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ

اللہ کو اور خوشخبری سُنا دے کافروں کو عذاب دردناک کی مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا

مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ أَحَدًا

پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی

فَأَتِمُّوۡٓا إِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ إِلٰى مُدَّتِهِمۡ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿٤﴾ فَإِذَا

ان سے پورا کر دو ان کا عہد ان کے وعدہ تک بیشک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے پھر جب

انۡسَلَخَ الۡأَشۡهُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ

گذر جائیں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور

وَخُذُوۡهُمۡ وَاحۡصُرُوۡهُمۡ وَاقۡعُدُوۡا لَهُمۡ كُلَّ مَرۡصَدٍ ۚ فَإِنۡ

گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں پھر اگر وہ

اعتبار کیا گیا ہے لہٰذا بایں نظر سُورت برارۃ الناس (تمام لوگوں) کے لئے اعلانِ جنگ ہے اور وہ لوگ جن کے لئے کوئی عہد نہیں تو ان کی مدّتِ انتظار (تربص) چار مہینے ہے لیکن وہ لوگ جن کے واسطے کوئی عہد ہے تو اس سورت کے ذریعہ وہ اپنے عہد پر رہیں گے لہٰذا یہ سُورت اعلان کی صُورت میں نازل ہوئی ہے تو فتح مکّہ کے بعد حج اکبر کے دن یہ اعلان ہوا۔ اور اشہر حرم (عزّت کے مہینے) اِن کی عزّت و حرمت باقی رہے گی ان میں قتال و جنگ کی ابتدا نہیں کی جائے گی لیکن دُشمنوں کا دفاع اور بقدرِ ضرورت استمرار (جنگ کا جاری رکھنا) ضروری اور جائز ہے اِس سے اشتباہ (شبہ) واقع ہوا تو بعض فقہاء کرام کے نزدیک یہ ہے کہ ان مہینوں کی حُرمت منسوخ کر دی گئی تھی لہٰذا آیت میں اسی طرف اشارہ ہے فاذا انسلخ الاشھر الحرم ۔ ۔ ۔ وصد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فان تابوا

تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑدو ان کا رستہ بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ۞ ٥ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ

مہربان اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیدے یہاں تک

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۞ ٦ ع

کہ وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو اس کی امن کی جگہ یہ اس واسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ

کیونکہ ہووے مشرکوں کے لئے عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا

تم نے عہد کیا تھا مسجد حرام کے پاس سو جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں تم ان سے سیدھے رہو

لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۞ ٧ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا

بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے کیونکر رہے صلح اور اگر وہ تم پر غالب ہو جاویں تو نہ

سبیلھم ان اللہ غفور الرحیم یہ حکم اور فیصلہ مشرکین کے حق میں ہے اور اہل کتاب کا حکم اس سے بعد آرہا ہے وان احد من المشرکین ... حتی یسمع کلام ثم لا یعلمون یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر اس کی حقیقت معلوم نہ کر سکیں تو جہالت کی وجہ سے معذور سمجھے جائیں گے اور قرآن عظیم جس کی تبلیغ میں مسلمانوں نے عرب کے لئے ہر قسم کی قوت سے بیس سال کی مدت کے اندر پوری پوری کوشش کی ہے تو کوئی حکومت اس سے زیادہ کی تکلیف نہیں اٹھا سکتی (یا مکلف نہیں ہے) تو ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ قرآن عظیم ہر اس انسان تک پہنچ چکا ہے جو جزیرہ عرب میں عربی زبان بولتا ہے کہ یہ اس قانون کا حکم ہے اور اس کے باوجود اگر شخص واحد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو قرآن عظیم کا حکم نہیں پہنچا تو اس شخص کے بارے میں یہ فیصلہ ہے فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مأمنہ لیکن

يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ

تو نہ لحاظ کریں تمہاری قرابت کا اور نہ عہد کا تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور ان کے دل

وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ ﴿۸﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا

نہیں مانتے اور اکثر ان میں بدعہد ہیں بیچ ڈالے انہوں نے اللہ کے حکم تھوڑی قیمت پر پھر روکا اس کے

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ

رستہ سے برے کام ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہیں۔ نہیں لحاظ کرتے کسی مسلمان کے حق میں قرابت

اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

کا اور نہ عہد کا اور وہی ہیں زیادتی پر سو اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں حکم شریعت میں اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں حکموں کو جاننے

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ

والے لوگوں کے واسطے اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے

اگر کوئی انسان حکومت سے قرآن کی تبلیغ کا سائل اور خواہاں نہیں ہوا تو قانون یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اُسے قرآن کا حکم پہنچ چکا ہے اور اس کے بعد اعلانِ جنگ ہونا عین حکمت کا تقاضا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت بیان فرمائی کہ دشمن کے لئے کیسے ہوگا ان کی حقیقت تو یہ ہے۔ ان یظھروا علیکم لا یرقبون کہ اگر انہیں تمہارے اُوپر غلبہ حاصل ہو جائے تو ہر قسم کی انسانیت اور قانون کو پس پشت ڈال دیں گے اور انہیں ایسا موقع اور چانس دینا جو مصلحت کے سراسر خلاف ہے کبھی جائز نہیں ہو سکتا یہ مضمون آیت ۵ تک جاتا ہے۔

(فصل تمام ہوا)

الفصل الثانی دوسرا فصل ۱۶ تا ۲۸

مومنوں پر ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کے وجوب کے بیان میں ہے۔ جنہیں

دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آئیں۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ

کیا نہیں لڑتے ایسے لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور

بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ

انہوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے کیا ان سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہئے تم کو زیادہ اگر تم ایمان

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ

رکھتے ہو۔ لڑو ان سے تا عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور

وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل مسلمان لوگوں کے

وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کریگا جس کو چاہے گا۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا

اعلانِ جنگ دے چکے آیت ۱۶ میں ہے ام حسبتم ان تترکوا... منکم قرآن کی تعلیم اہل ایمان کو حاصل ہوتی اور اس تعلیم سے حکومت میں نظام قرآن کا قائم کرنا بصورت حکمرانی فرض ہوا تھا یہی عمل بالقرآن ہے تو تمہیں قرآن اسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا کہ تم قرآن کے ساتھ عمل بھی نہ کرو اور اپنے آپ کو اہل القرآن (قرآن والوں یعنی مسلمانوں میں) شمار کرتے رہو۔ آیت ۱۹ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاً یہ بیان کیا کہ اہلِ شرک (مشرکین) اللہ کی مساجد کو آباد اور تعمیر نہیں کرتے یہ قرآن کا حکم ہے لیکن تم (اے مومنو)! مسجد حرام (بیت اللہ) کی تعمیر و آبادی کو تعلیم قرآنی کی آخری غرض و غایت نہ بنا لینا۔ آیت ۱۹ میں ہے اجعلتم یعنی اللہ کے نزدیک (عنداللہ) والذین آمنوا... اجر عظیم قرآن عظیم مسلمانوں کو جنت کی دعوت دیتا اور یہ (جنت) صرف مجاہدین کے لئے ہے

حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا

حکمت والا ہے کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو

مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ

جنہوں نے جہاد کیا ہے اور نہیں پکڑا انہوں نے سوائے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی

وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ

اور اللہ کو خبر ہے جو تم کر رہے ہو مشرکوں کا کام نہیں کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں

اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ

اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اُوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے اُن کے عمل اور آگ میں

وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

رہیں گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر

الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى

اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے

پھر آیت ۲۲ تک یہ بیان ہوا ہے کہ تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ تمہارے قبائل (رشتہ داریاں) تمہارے اموال تمہارے مکانات اور گھرانے جہاد سے مانع اور رکاوٹ نہیں ہونے چاہئیں، آیت ۲۴ میں اسی طرف اشارہ ہے قل لن کان .... للقانتین ... واللہ لایھدی القوم الفسقین مؤمنوں نے تو اپنے ایمان قبول کرتے وقت اس پر بیعت کر دی تھی کہ وہ بلا قید و شرط مطلقاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (علیہ السلام) کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہیں گے۔ تو اول زمانہ (ابتدائی دور قبل از ہجرت) میں قرآن کے تعلیم اور سیکھنے اور آبادی مساجد اور ان میں نظم و نسق اور ادائے زکوٰۃ کا ان سے مطالبہ کیا گیا اور یہی اس وقت کافی تھا لیکن اس کا یہ معنی نہیں تھا کہ ان سے مذکورہ طلب کردہ اعمال سے زیادہ کسی دوسری شیٔ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ (دراصل

أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ

سو امید وار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا

وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي

اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور لڑا اللہ

سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾

کی راہ میں یہ برابر نہیں ہے اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَ

جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے

أَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ

ان کے لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں خوشخبری دیتا ہے ان کو

رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٢١﴾

پروردگار ان کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا

قرآن کا مقصد فقط دین کی تعلیم دینا ہی نہیں بلکہ (درحقیقت) اس قرآن کا مقصد خلافت اور دولت کے درجہ پر ایسی حکومت کی اقامت ہے کہ کوئی اعلیٰ حکومت اس کے معارض اور مقابل نہ ہو سکے تو اس کے اتمام (پورا کرنے) کے لئے مؤمنوں سے جہاد کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جو ان میں سے استطاعت رکھتے ہوں اور اس میں کوئی عذر مقبول نہیں ہوگا اور عسکری (فوجی) خدمت مؤمنین کے ہر ایک فرد پر فرض (عین) ہے اور جس نے خلاف کیا (ظاہراً اور باطناً، عملاً اور اعتقاداً) تو وہ فاسق ہے اور اس قانون (خداوندی یعنی قرآن عظیم) کی اطاعت سے خارج اور باہر ہوا اللہ تعالیٰ کے اس قول واللہ لا یھدی القوم الفسقین کا یہی معنی اور مفہوم ہے (اور فاسق اس انسان کو کہا جاتا ہے) جو اپنی مصالح (منافع۔ فوائد ضروریات) کو اللہ تعالیٰ کے امر اور حکم کے مقابلہ میں ترجیح

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

رہا کریں اُن میں مدام بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے اے ایمان والو مت پکڑو

لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي

اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان

الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ

سے اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہیں گنہ گار تو کہہ دے اگر

كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ

تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں

وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ

اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں

اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ

دیتا ہے (یرجح مصالحہ علی امر اللہ)

تنبیہ :- بے شک مسلمان سلاطین (بادشاہوں) نے کثرت سے دُوسرے سلاطین کی اقتدا کرتے ہوئے ایسا مخصوص لشکر اور فوج بنائی جو فقط انہیں کے امر و حکم کے ماتحت ہو جو اُن کے حکم کے ماسوا کسی کی اطاعت نہ کریں اور ان سلاطین نے عام مسلمانوں کو قرآن کے حکم کی اقامت کے لئے عسکری (فوجی) خدمت سے منع کئے (روکے) رکھا یہ عمل ان موہوں پر دے مارا جائے (ھذا العمل مردود علیٰ وجوھھم) اس کام میں ان سلاطین کی اطاعت کسی شخص کے لئے بھی جائز نہیں بلکہ نماز کی طرح تمام مسلمانوں پر عسکری خدمت فرض ہے۔ لہٰذا جو بھی ان مُسلمانوں کو اس خدمت سے منع کرے خواہ وہ سلاطین سے ہوں یا امراء اور علماء سے ہوں کلھم فاسق ہیں پھر اُن کا اس فسق پر اصرار کرتے رہنا ان کے

يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ

بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری

اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

بہت میدانوں میں اور حُنین کے دن جب خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ

پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر

مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

پھر اتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر

وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾

اور اتاری فوجیں کہ جن کو تم نے نہیں دیکھا اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے منکروں کی

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ اس کے بعد جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معاملہ اور امر گویا تو کفر تک اور یا نفاق کی طرف سے پہنچے گا لیکن وہ لوگ جنہیں استطاعت ہی نہیں تو ایسے لوگ اللہ تعالےٰ کے احکام سے مستثنیٰ رکھے جائیں گے یہ امر مومنین (ایمان والے مردوں) اور مومنات (ایمان والی عورتوں) میں سے ہر اس فرد کے لئے علی السواء (برابر) ہے جو استطاعت رکھتا ہو۔

عذر القلة:۔ یعنی تھوڑی تعداد میں ہونے کا عذر! اہل ایمان کا قلیل تعداد میں ہونا اور اعداد یعنی اہل کفر کا کثیر تعداد میں ہونا (یہ عذر) نہ تو سنا جائے گا۔ اور نہ قابل قبول ہوگا۔ آیت ۲۵ تا ۲۷ میں اسی طرف اشارہ ہے لقد نصرکم اللہ .... مدبرین جب کثرت نفع مند ثابت نہ ہو تو قلت کیسے مانع بن سکتی ہے۔

تنبیہ:۔ سیاسیات عصریہ (موجودہ زمانہ کی سیاسیات) میں بقدر امکان میرے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے

بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ

اس برس کے بعد اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آئندہ غنی کردے گا تم کو اللہ اپنے

فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

فضل سے اگر چاہے بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر

وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ

اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے

دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰي يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ

ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل

صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ ۧ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى

ہو کر اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ

مطالعہ کے وقت یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچی ہے کہ یہ حکم اور فیصلہ ایسی جماعت سے متعلق ہے جو منظم ہو ایسے اصول پر جو اس جماعت کے نزدیک صحیح ہوں کہ یہ جماعت ان اصولوں کی صحت میں کوئی شک اور شبہ نہ رکھتی ہو اور اس جماعت کے پاس اس کا انتظام کامل اور قوتی کہ اجتماعیت کے بغیر زندگی کا خیال بھی کر سکیں اور جس کو جماعت پر امیر بنا کر مقدم کریں اسکی سراً (پوشیدگی میں) اور علانیۃً (ظاہرداری میں) اطاعت کرتے ہوں اور کوئی اس پر امیر بن کر مسلط نہ ہو سکے مگر جماعت جب اپنے اوپر اسے مقدم (پیشرو) مان لے تو جس وقت ایسی جماعت زمین کے کسی قطعہ اور حصہ میں متمکن ہوئی اور اسے اس زمین کی آمدنیوں کے استعمال کرنے کا حق حاصل ہوا تو ایسی جماعت پر کوئی غلبہ نہیں پا سکے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ لیکن جماعت کا قلیل ہونا یا کثیر ہونا تو اس کی نہ کوئی

الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ

مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے کافروں

كَفَرُوا مِن قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ

کی بات کی ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ٹھہرا لیا اپنے عالموں اور

وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا

درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو حکم یہی ہوا تھا

إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

کہ بندگی کریں ایک معبود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہے گا بدون پورا کئے اپنی

نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ

روشنی کے اور پڑے برا مانیں کافر اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین

شان ہے اور نہ کوئی اہمیت اور نہ کوئی قیمت ہے۔

الفصل الثالث تیسرا فصل ۲۹ تا ۳۳

جنگ (قتال) لوگوں کو بیرونی ملکوں سے (من الخارج) ضروریات زندگی کی تحصیل سے مانع بنے گی تو کیا ترکِ جہاد میں یہ عذر بن سکتا ہے؟ اس کا جواب ہے لا (نہیں)، آیت ۲۸ میں اسی طرف اشارہ ہے یاایھا الذین.... عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ

مسألة: ایک قوم جو دیانت (دین داری) کا دعویٰ رکھتے ہیں مثل یہود اور نصاریٰ کے یا حکمت اور فلسفہ کا دعویٰ رکھتے مثل صابیہ کے اور قتال تو صرف نظام صالح کی اقامت کے لئے ہوگا اور یہ اقوام صالحین ہی تو ہیں۔ کیا ان کے خلاف قتال برپا کرنا جائز

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

دے کر تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے بُرا مانیں مشرک اے ایمان والو

آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ

بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا

وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٤﴾

اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنادے عذاب دردناک کی

يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ

جس دن کہ آگ دہکائیں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے اور کروٹیں اور

وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا

ہوگا؟ اس کا جواب ہے نعم (ہاں) (اس کی وجہ یہ ہے) کیونکہ ان اقوام نے نہ تو اپنے دین کو قائم رکھا اور نہ اپنی حکمت پر قائم رہے لہٰذا جب کوئی دعویٰ (اپنی اصل حقیقت سے خالی ہو تو قابلِ سماع (شنوائی) نہیں ہوتا لیکن وہ اقوام جو حقیقتہً اپنے مصالح کی اقامت کئے ہوئے ہیں۔ وہ اقامت صلاح میں ہمارے شریک ہو جائیں گے ہماری مخالفت نہیں کریں گے (ہمارے ساتھ اشتراک کی صورت میں) یا تو اہل فساد کے ساتھ ہماری محبت میں قتال کریں گے اور یا ہماری اطاعت کریں گے اور ہمیں اموال و آلات (سامانِ جنگ) کے ذریعہ امداد دیتے رہیں گے یا اعتزال اور کنارہ کشی اختیار کریں گے پھر مخالفت کریں تو یہ کسی ایک شخص سے ممکن نہیں جو امرِ حق کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہو اسی طرف اشارہ ہے۔ آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳ میں بھی پانچ آیات ہی تیسرا فصل ہیں قاتلوا الذین.... ھوالذی

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا

کئے تھے آسمان اور زمین ان میں چار مہینے ہیں ادب کے۔ یہی ہے سیدھا دین سو ان میں

تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

ظلم مت کرو اپنے اوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم

كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ

سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ ڈرنے والوں کے یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے

يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا

کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر حلال کر لیتے ہیں اس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تاکہ

عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

پوری کر لیں گنتی ان مہینوں کی جو اللہ نے ادب کیلئے رکھے ہیں پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ کہ اللہ نے حرام کیا بھلے کر دیئے گئے ان کی نظر میں ان کے برے کام اور اللہ

ارسل ..... ولو کرہ المشرکون سورت صف میں اس آیت کی تفسیر گذر چکی ہے۔

الفصل الرابع چوتھا فصل ۳۴ تا ۲۷

اس فسق کا بیان جو ترکِ جہاد کی وجہ سے کفر کی طرف یا نفاق کی طرف مُفضی (پہنچانا) ہوتا ہے اس کا بیان ہم نے تفصیل سے دو فصلوں میں کیا ہے فصل اوّل جس میں کفرا زید (بہت زیادہ) ہے اور فصل ثانی جس میں نفاق بہت واضح ہے اور چوتھے فصل کا خلاصہ! اس شخص کا بیان جو بسبب ترکِ جہاد کفر تک پہنچا ہے۔

مسالۃ :۔ احبار، علماء اور مولوی، رہبان (مشائخ اور گدی نشین) اور سرمایہ دار (راسمالیون) حرفت (کمائی اور بلا مشقت آمدنی وصول کرنے) کے سوا ان کی اور دوسری

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ

راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو　　اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو

انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اللہ کی راہ میں　تو گرے جاتے ہو زمین پر　کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر

مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾

آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں　نفع اُٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ

اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک اور بدلے میں لائے گا اور لوگ تمہارے سوا اور کچھ نہ بگاڑ

شَيْئًا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

سکو گے تم اس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے　　اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو اس کی مدد کی ہے اللہ

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ

نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا

کوئی غرض نہیں اور (اپنی اغراض پورا کرنے کے واسطے) لوگوں میں فساد ڈالتے رہتے ہیں اور اصلاح (معاشرہ) سے رکاوٹ بنے رہتے ہیں یہی ان کا صد عن السبیل ہے یعنی اللہ کے راستہ سے جو کفر تک پہنچا دیتا ہے آیت ۳۴، ۳۵ میں اسی طرف اشارہ ہے یا ایھا الذین.... بعذاب الیم.... یوم یحمی

مسالۃ:۔ جماعت اہل تقنین (ماہرین اور حذاق) اور یہ اجتماعیت کا لازمی جزو ہے کیونکہ حوادثات (واقعات) نو ختم اور انتہا پذیر نہیں ہوتے تو ہر ایسی اجتماعیت جو کسی قانون کی تابع رہے اپنی شریعت (قانون سازی) میں ماہرین (اہل تقنین) کی جماعت کی طرف محتاج رہتی ہے اور ہم فقہاء کی اصطلاح پر ان کو مجتہدین کا نام دیتے ہیں۔ ان (ماہرین) نے جب اجتہاد کیا یا کوئی قانون شارح وضع کیا ان دونوں عبارتوں کا مؤدی

لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ

اپنے رفیق سے۔ تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ

مدد کو وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات

اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا

ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو

بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾

اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ

اگر مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن لمبی نظر آئی ان کو

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ

مسافت اور اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ

(مفہوم) ایک ہی ہے اگر اس سے مقصد قوم کو جہاد فی سبیل اللہ منع کرنا ہو تو یہ کفر ہے۔ آیت ۳۶، ۳۷ میں اسی طرف اشارہ ہے ان عدة الشھور۔۔۔ المتقین۔۔۔ انما النسیٔ ۔۔۔ للکافرین قولہ ذالک الدین القیم اشہر حرم کی تحریم ملت حنیفہ کی اساس سے تین تو حج البیت میں اجتماع کے لئے متوالی (یکے بعد دیگرے) ہیں اور ایک علیحدہ (ذو منفرد) حج البیت میں افراد کے لئے ہے پس عمرہ حج ہی ہے لیکن جب مقرر زمانہ میں لوگوں نے اجتماع کیا۔ پھر حرم سے نکلے اور وہاں اجتماع کیا اور اعتمار البیت (زیارت بیت اللہ) کا ارادہ کیا یہ حج ہی ہے لہٰذا جب اس دین کی تعمیم (عام کرنے) کا طریق حج ہو تو اشہر حرم (یعنی حج) دین کے اساس سے ہوگی لہٰذا اہل فقہ سے جس نے زعم کیا ہے کہ یہ تحریم اشہر منسوخ کی جا چکی ہے تو اس نے خطار کی ہے ان کی حرمت اپنے حال پر باقی

يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝٤٢ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ

وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں اللہ بخشے تجھ کو کیوں رخصت

لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ۝٤٣

دے دی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے اور جان لیتا تو جھوٹوں کو

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا

نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس سے کہ لڑیں

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝٤٤ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ

اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو رخصت وہی مانگتے ہیں

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي

تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو وہ اپنے

رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝٤٥ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً

ہی شک میں بھٹک رہے ہیں اور اگر وہ چاہتے نکلنا تو ضرور تیار کرتے کچھ سامان اس کا

ہے۔ اور حالتِ عذر مستثنیٰ ہے قولہ قاتلوا... کافۃ استثناء کی طرف اشارہ ہے۔ جب اہلِ شرک قتال میں تواصل اختیار کریں اور اشہر حرم (میں جنگ و جدال) کو نہ چھوڑیں تو ہم بھی ان کے ساتھ قتال کو جاری رکھیں گے اور حرمت اشہر حرم جہاد سے مانع نہیں ظلم سے مانع ہے تو ترکِ ظلم کی عادت ڈال دینا ممکن ہی نہیں کہ کوئی انسان پہلی مرتبہ اس پر قادر ہو سکے۔ لہٰذا جب ہر سال میں اشہر حرم کے اندر ترکِ ظلم کا التزام کرتا رہا تو ترکِ ظلم پر عادت بنا لے گا اور عادل ہو جائے گا۔ اشہر حرم کے تحریم سے یہی مراد ہے لیکن رفع ظلم اور اقامتِ عدل کے لئے قتال کرنا تو اشہر حرم کی تحریم کے مسئلہ کے معارض نہیں ہے بلکہ یہ قتال تو اس کا مؤکد (تاکید کرنے والا) ہے۔ ہاں قتل امن للحج (حج کیلئے امن ہونا) کے مسئلہ کا معارض ہے لیکن جب ہم مخالفین کے اچانک حملے سے اس قتال

وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾

اس کا لیکن پسند نہ کیا اللہ نے ان کا اُٹھنا سو روک دیا ان کو اور حکم ہوا کہ بیٹھے رہو ساتھ بیٹھنے والوں کے

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

اگر نکلتے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لئے مگر خرابی اور گھوڑا دوڑاتے تمہارے اندر

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

بگاڑ کروانے کی تلاش میں اور تم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ

وہ تلاش کرتے رہے ہیں بگاڑ کی پہلے سے اور الٹتے رہے ہیں تیرے کام یہاں تک کہ آ پہنچا سچا وعدہ اور غالب ہوا

اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ

حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے اور بعضے ان میں کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال

اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ

سنتا ہے وہ گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو اگر تجھ کو

کی طرف مضطر اور مجبور ہوتے ان مخالفین کے حملہ اور جنگ پر استمرار اور دوام کرنے کی وجہ سے تو یہ قتال ہمارے لئے ضروری اور لازمی اور جائز ہوا البتہ اپنی مہارتِ طبعی سے رفع قتال کے لئے کوئی اجتہاد اور قانون سازی کرنا تو یہ کفر ہے۔

مسئلہ:- قتال کے لئے فراوانی کے اسباب کی قلت کا عذر مسموع نہیں ہوگا۔ آیت ۴۱ میں اسی طرف اشارہ ہے انفروا خفافا وثقالا بغیر اسلحہ کے جہاد میں خالی ہاتھوں سے خدمت گذاری کی طرف بھی احتیاج ہوا کرتی ہے مثلاً ایک فرد فوج میں سے کسی دوسرے فرد کا سامان ہی اٹھالے گا یا اس کی سواری کے لئے گھوڑا یا اونٹ ہی لا دے گا یا ان کے کھانا تیار کرنے کی خدمت بجالائے گا یا جماعت کی طرف خبر رسانی کی خدمت انجام دے گا ایسے کام بہت ہو سکتے ہیں، لہٰذا ہتھیاروں اور اسباب و ذرائع کے نہ ہونے کا عذر

تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا

پہنچے کوئی خوبی تو بری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچے کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا

أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا

اپنا کام پہلے ہی اور پھر کر جائیں خوشیاں کرتے تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی

كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ

جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لئے وہی ہے کارساز ہمارا اور اللہ ہی پر چاہئے کہ بھروسہ کریں مسلمان تو کہہ دے

هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۖ ﴿٥١﴾ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

تم کیا امید کروگے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم امیدوار ہیں تمہارے حق میں کہ

أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ

ڈالے تم پر اللہ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھ

مُتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ

منتظر ہیں کہہ دے کہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے بے شک تم

قبول نہیں یہ عذر تو اہل نفاق جو حکومت قرآن کی اقامت کا ارادہ ہی نہیں رکھتے ان کے تخلف (قتال سے جان چرانے) میں حیلہ بن سکتا ہے آیت ۴۲ میں اسی طرف اشارہ ہے ویحلفون باللہ لواستطعنا.... لکاذبون سامان جنگ کی تیاری اور اعداد کیلئے اجازت چاہنا بھی (تخلف کیلئے) حیلہ ہوگا آیت ۴۵ میں اسی کی طرف اشارہ ہے انما یستأذنک .... یترددون آیت ۴۸ تک ان لوگوں کے حالات کا بیان ہے اور جب حقیقت امر ایسی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین کو حکم دیا ہے کہ جب انہیں کہا جائے انفروا فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ (جہاد) میں نکل پڑو تو اس سامان کو لے کر جس کی انہیں مقدرت ہے علی الفور کھڑے ہو جاتے ہیں اور جمع اثقال (ساز و سامان اکٹھا کرنے) کیلئے اسے تاخیر نہیں کرتے کیونکہ یہ (مذکورہ صورت میں تاخیر) کبھی قعود کے لئے حیلہ بننے میں

كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ

نافرمان لوگ ہو اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا

اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ

مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر ہارے جی

كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ

سے اور خرچ نہیں کرتے مگر بُرے دل سے سو تو تعجب نہ کر اُن کے مال اور

وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

اور اولاد سے یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں

تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ

اور نکلے ان کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ بیشک تم میں ہیں

وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً

اور وہ تم میں نہیں ولیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں تم سے اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ

ذریعہ ثابت ہوتی ہے آیت ۳۸ میں اسی کی طرف اشارہ ہے یا ایھا الذین .... اثاقلتم الی الارض .... ارضیتم .... قلیل اور محسنین پر اس حکم کے واجب ہونے کی طرف اشارہ کے لئے آیت ۳۹ میں انہیں کہا گیا ہے الا تنصروا .... قدیر اور محسنین کے لئے اس حکم کے واجب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں آیت ۳۹ میں حکم دیا گیا ہے پھر کبھی ان اسباب کے جمع نہ ہونے کے باوجود بھی یہ وجوب ہوگا جس کا نام اہل فقہ نے قدرتِ مُیَسّرہ رکھا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تقدیر میں اس امر کا واقع ہونا مقرر ہو چکا ہے۔ اور اس کا علم نبی علیہ السلام کی طرف نازل ہو چکا ہے۔ اور جسے یہ امر پہنچا ہے اُسے چاہیئے کہ اسکی تائید کے لئے کھڑا ہو جائے خواہ جس حالت پر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا امر اور حکم اسباب مادیہ ارضیہ پر موقوف نہیں ہوا کرتا بلکہ اللہ تعالے کا فیصلہ (قضاء) اس حکم کے ساتھ اسباب

أَوْ مَغٰرٰتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُم مَّن

یا غار یا سر گھسانے کی جگہ تو اُلٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں تڑاتے ۔۔۔ بعضے ان میں وہ

يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا

ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں سو اگر ان کو ملے اس میں سے تو راضی ہوں اور اگر نہ ملے تو جبھی وہ

إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا

ناخوش ہو جائیں اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اسی پر جو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رٰغِبُونَ ﴿٥٩﴾ ع

کہتے کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اس کا رسول ہم کو تو اللہ ہی چاہیے

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ

زکوٰۃ جو ہے سو وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پرچانا منظور ہے

قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً

اور گردنوں کو چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے رستہ میں اور راہ کے مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے

سماویہ کے ذریعہ جاری ہو چکا ہے۔ جب اسباب ارضیہ میں تقصیر (کمی) پائی جائے تو امر جہاد نبی علیہ السلام کی حیات میں قیام النبیؑ کے بعد اسی کے مثل ہو گا: آیت (۴۰) میں اسی کی طرف اشارہ ہے ان لا تنصروہ فقد نصرہ اللہ ... عزیز حکیم اس چیز کے ذکر ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا امر و حکم آپہنچا انفروا خفافاً و ثقالاً لہٰذا جو مؤمن محسن ہو اوہ تو اپنی استطاعت کے مطابق دائماً (ہمیشہ کے لئے) جہاد کے لئے سامان کے جمع کرنے کی سعی کرتا رہے گا۔ اور جب اسے کہا گیا انفروا فی سبیل اللہ اللہ کے راستہ جہاد میں نکل پڑو تو وہ (کسی قسم کی) تاخیر نہیں کرے گا اور جو ایسا نہیں یعنی محسن نہیں بلکہ اسمیں نفاق کی ملاوٹ (مزج النفاق) یا کفر ہے جب انہیں امر بالخروج (نکلنے کا حکم) دیا گیا تو ایسے اشخاص سامان کی تیاری میں شروع ہو جائیں گے آیت ۴۶ میں اسی کی طرف

مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ

اللہ کا اور اللہ سب جاننے والا حکمت والا ہے اور بعضے ان میں بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں

هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ

یہ شخص تو کان ہے تو کہہ کان ہے تمہارے بھلے کے واسطے یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا اور رحمت ہے ایمان والوں کے حق

اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

میں تم میں سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی اُن کے لئے عذاب ہے دردناک

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے آگے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ کو اور اس کے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ

مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ

ایمان رکھتے ہیں کیا وہ جان نہیں چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے تو اسکے واسطے ہے دوزخ

خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ

کی آگ سدا رہے اس میں یہی ہے بڑی رسوائی ڈرا کرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل ہو مسلمانوں پر ایسی

اشارہ ہے ولو ارادوا..... القاعدین..... کارھون یہ منافقین کا طریقہ ہے جو اس مقام پر تمام ہوا۔

مسآلۃ :۔ دار الکفر کی طرف جانے اور اہل کفر کے ساتھ اختلاط ہونے سے اخلاق کے فاسد ہوجانے کا عذر ترکِ جہاد میں قبول نہیں کیا جائے گا (یہ مسئلہ) آیت ۴۸ سے آیت ۵۰ تک بیان ہوا ہے۔ آیت ۴۹ میں ہے منھم من یقول ائذن لی.... الا فی الفتنۃ سقطوا اور دُنیا میں ترکِ جہاد کے مقابل کون سا بہت بڑا فساد ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ انسانیت میں اعلیٰ درجہ کی فضیلت حق کی معرفت ہی ہے اور بعد ازاں اس معرفت کی موافقت پر سعی کرنا ہے۔ یہاں تک کہ اس میں اپنے مال اور جان تک کو خرچ کر دے اور اخلاق تو اس مکرمت اور عزت کی تحصیل ہی کیلئے معلوم کئے جاتے ہیں لیکن جب کسی انسان نے اس

سُورَةٌ تُنَبِّئُهُم بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَهْزِئُوا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٤﴾

سورت کہ جتادے ان کو جو اُن کے دل میں ہے تو کہہ دے ٹھٹھے کرتے رہو اللہ کھول کر رہے گا اس چیز کو جس کا تم کو ڈر

وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ

ہے اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل لگی تو کہہ کیا اللہ سے اور اس کے حکموں سے اور

كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِن

اس کے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے اظہار ایمان کے پیچھے اگر ہم

نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾ ع

معاف کردیں گے تم میں سے بعضوں کو تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ گنہ گار تھے

الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُم مِّن بَعْضٍ ۚ يَأْمُرُونَ بِالْمُنكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھائیں بات بری اور چھڑائیں بات

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ

بھلی اور بند رکھیں اپنی مٹھی بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا ان کو تحقیق منافق وہی ہیں

مکرمت سے اعراض برتا تو کون شئ اخلاق سے شمار ہو سکتی ہے اور کون سے اخلاق اُس (مکرمت کے حصول) کی طرف طریق بن سکتے ہیں۔ اخلاق ہی اس مکرمت تک (پہنچنے) کا طریق تھے اور دعوت الی الجہاد اور اقامت الحق کے بعد ان کے مقابل اخلاق میں کوئی اعلیٰ ہو کر شمار نہیں ہو سکتی ہے (تو ثابت ہوا) یہ لوگ اہل الاخلاق میں سے نہیں ہیں اور یہ لوگ اس بات کے ذریعہ صرف (تخلف کے لئے) حیلے تراشتے ہیں اور ان کی نظریں تو فقط حصولِ منافع کی طرف لگی ہوئی ہیں لہٰذا (ان کی حقیقی حالت یہ ہے) اگر انہیں کوئی تکلیف اور مصیبت حاصل ہوئی تو کہہ اُٹھتے ہیں ہم نے تو پہلے سے اپنا بندوبست کر لیا ہے اور اگر انہیں منافع حاصل ہوا تو انہیں یہ حالت بُری لگتی ہے کہ وہ کیوں محروم رہے آیت ۵۰ میں اسی کی طرف اشارہ ہے ان تصبك حسنة ..... فرحون یہ محسنون ایسی دو

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ

نافرمان — وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو دوزخ کی آگ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ۙ

کا پڑے رہیں گے اس میں وہی بس ہے ان کو اور اللہ نے ان کو پھٹکار دیا اور ان کے لئے عذاب ہے برقرار رہنے والا

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ

جس طرح تم سے اگلے لوگ زیادہ تھے تم سے زور میں اور زیادہ رکھتے تھے مال اور اولاد پھر

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ

فائدہ اُٹھا گئے اپنے حصہ سے پھر فائدہ اٹھایا تم نے اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اُٹھا گئے تم

مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ

سے اگلے اپنے حصہ سے اور تم بھی چلتے ہو انہی کی سی چال وہ لوگ مٹ گئے

اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ

اُن کے عمل دُنیا میں اور آخرت میں اور وہی لوگ پڑے نقصان میں کیا پہنچی نہیں ان کو

جماعتیں ہیں جو مقاصد میں مختلف ہیں آیت ۵۱، ۵۲ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قُل لن.... المؤمنون ہم امر اللہ کے ساتھ علم و عمل رکھتے ہیں اور تم منافع کی طرف نظر رکھتے ہو اور آیت ۵۲ قل ھل تربصون لہٰذا اصلاح اخلاق کا ایک ایسے طریقہ سے دعویٰ کرنا جو اس طریقہ سے تخالف رکھتا ہو جس پر نبی علیہ السلام اور اُن کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ہیں یعنی جہاد تو یہ کفر اور نفاق ہے آیت ۵۳ میں اسی طرف اشارہ ہے قل انفقوا... کارھون ۵۴ فلا تعجبك ۵۵ ويحلفون .... يفرقون ۵٦ يوم يجدون .... يجمحون ۵۷

تنبیہ: ہم اس بات میں حقیقت تک پہنچ چکے ہیں کہ اگر کسی انسان نے اپنی زندگی کے لئے ایسے اصُول بنا لئے ہوں جو دُوسرے انسان کے اصُولِ زندگی کے مخالف اور خلاف ہیں تو یہ دونوں انسان انجام اور مآل میں متحد نہیں ہو سکتے اگرچہ ہزاروں طرق اور وجوہ سے

نَبَأُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ

خبران لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی اور مدین

مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

والوں کی اور ان کی بستیوں کی جو الٹ دی گئی تھیں پہنچے ان کے پاس ان کے رسول صاف حکم لے کر سو اللہ تو ایسا نہ تھا کہ

وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ

ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی

اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ

مددگار ہیں۔ سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بُری بات سے اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْ

نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے وہی لوگ ہیں جن پر

حَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

رحم کرے گا اللہ بیشک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو

اتفاق ظاہر کرتے رہیں۔ ہم اپنے ان بھائیوں کو دیکھ چکے ہیں جو کابل میں ہمارے اعضاء اور معاون تھے تو ہم دو فرقوں کے ساتھ مبتلا ہوئے۔ ۱۔ ایک فرقہ ان اہل حدیث کا جو الامیر الشہید کے جیش میں جماعتِ مجاہدہ کے بقایا میں سے حدودِ ہند میں زندگی گزار رہے ہیں اور ہم ان کے ساتھ جہاد کے معاملہ میں مثل شیئٍ واحدٍ (ایک شیئ کی مثل) تھے لیکن ہم بعض اشیا میں اصولوں کے اندر افتراق رکھتے تھے تو ہمارے اوپر ان کی جانب سے مصائب آتے تھے اور ان کے اُوپر ہم سے مصائب پڑتے تھے اور یہ سب کچھ بعض اُمور میں ہمارے افتراق کی وجہ سے ہوا۔ ۲۔ پھر ہم اپنے ان رجال کے سبب مبتلا ہوئے جو روسی اشتراکیوں میں داخل ہوتے۔ اُنھوں نے ہمیں بہت کچھ نفع پہنچایا اور نقصان اور ضرر بھی کثرت سے پہنچایا لیکن نفع کا تو ہم ذکر کریں گے اور ضرر و نقصان تو اس کے بیان سے ہم سکوت اختیار کرتے ہیں

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ مَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ

باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی میں اور ستھرے مکانوں کا رہنے کے

جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۷۲﴾ ع

باغوں میں اور رضامندی اللہ کی ان سب سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ

اے نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تند خوئی کر اُن پر اور ان کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۳﴾ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ

دوزخ ہے اور برا ٹھکانا ہے قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا اور بے شک کہا ہے انہوں نے

الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا

لفظ کفر کا اور منکر ہوگئے مسلمان ہوکر اور قصد کیا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملی اور یہ سب کچھ

اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُمْ ۚ

اسی کا بدلہ تھا کہ دولتمند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے سو اگر توبہ کرلیں تو بھلا ہے انکے حق میں

تو ہمیں ان تجربات سے یہ بات حاصل ہوئی کہ اصولوں میں اختلاف کے ساتھ (کبھی باہمیں) اتفاق اور الفت (ائتلاف) پیدا نہیں ہوسکتی۔ یہ لوگ جو کتاب اللہ کے معارضہ کے ساتھ اخلاق کا دعویٰ رکھتے ہیں یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں۔

مسألة:۔ جب کسی انسان کو بیت المال سے وہ اشیاء نہ ملیں جن کی طرف وہ محتاج ہے تو کیا ترکِ جہاد میں یہ عذر بن سکتا ہے۔

الجواب لا:۔ اس کا جواب ہے کہ نہیں! اس لئے کہ جہاد کی بنیاد حصولِ مال پر رکھنا در اصل خطاء اور غلطی ہے آیت ۵۸ تا ۶۰ میں اسی طرف اشارہ ہے ومنهم من علیم حکیم

مسألة:۔ امیر کسی رجل کی ایسی بات نہ سنے جس سے وہ شخص مسلمانوں کیلئے نصیحت و خیر خواہی کرنا چاہتا ہو تو کیا یہ صورت اس شخص کے ترکِ جہاد میں عذر ہوگی؟ اس کا

وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ

اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دے گا ان کو اللہ عذاب دردناک دنیا اور آخرت میں اور نہیں ان کا

فِى الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا

روئے زمین پر کوئی حمایتی اور نہ مددگار اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے

مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ

ہم کو اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں اور ہو رہیں ہم نیکی والوں میں پھر جب دیا ان کو

مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

اپنے فضل سے تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر پھر اس کا اثر رکھ دیا نفاق ان کے

فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا

دلوں میں جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ اس سے کیا تھا اور اس وجہ سے کہ

يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ

بولتے تھے جھوٹ کیا وہ نہیں جان چکے کہ اللہ جانتا ہے ان کا بھید اور ان کا مشورہ اور یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے

جواب ہے لا یعنی نہیں آیت ۶۱ میں اسی طرف اشارہ ہے ومنھم الذین یؤذون النبی .... منکم۔ (تنبیہ) ہم نے اپنے استاد اور شیخ کو دیکھا کہ ان کی طرف ہر ایک طالب العلم پہنچا (یصل الیہ) خواہ ذکی تھا یا غبی اور وہ شیخ ہر ایک سے سننے اور اس سے مسامحت اور خندہ پیشانی سے برتاؤ کرتے اور محنون تو اس میں لذت حاصل کریں گے لیکن یہ کہ وہ ہر ایک کے مشورہ کے ساتھ عمل کرے تو کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے وہ عالم ہیں۔ (مسئول) ان سے گرفت ہو سکتی ہے جو عمل کرتے ہیں اس کی انہیں معرفت حاصل ہے ان کے اپنے ہم زمان (اقران) ہیں دوست ہیں جن سے وہ استفادہ کرتے ہیں چالیس برس سے وہ ایک طریقہ پر عمل کر رہے ہیں جو اپنی سیرت میں محمود (قابل ستائش) ہیں تو کیا وہ اس امر کو نہیں سمجھ سکے مگر مثل اس کے جو یہ تلمیذ اور شاگرد سمجھ رہا ہے؟ ہم نے بعض طلبہ کو دیکھا جو

عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٧٨﴾ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي

سب چھپی باتوں کو وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر

الصَّدَقٰتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۙ

خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی محنت کا پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں

سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ

إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَ

اگر ان کے لئے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ یہ اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے

رَسُولِهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ﴿٨٠﴾ ع فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ

رسول سے اور اللہ رستہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو خوش ہوگئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے

خِلٰفَ رَسُولِ اللّٰهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجٰهِدُوا بِأَمْوٰلِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

جُدا ہو کر رسول اللہ سے اور گھبرائے اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں

ہمارے پر ایک شے کا اشارہ کرتے اور وہ انکے اشارہ کے موافق عمل نہ کرتے تو یہ ان پر انکار کرتے اور ان پر ناراضگی ظاہر کرتے کبار الناس (برگزیدہ لوگوں سے) مسامحت کے اس معاملہ کو اور ہر ایک کی بات سن لینے کو ہم سمجھتے ہیں اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ ہر ایک کے ہر امر کی اتباع کرتے ہیں۔ لہٰذا مُحسنون تو خوش ہوتے ہیں کہ انہیں نبی علیہ السلام سے ہم نشینی (مجالست) نصیب ہوئی اور انہوں نے آپ سے کلام کیا اور جناب نے ان کی بات کو سنا بمثال اس کے کہ ہم نے اپنے شیخ کے ساتھ محسن قسم کے طالب علموں کو دیکھا ہے۔ اور مُنافقون آپ کو ایذاء رسانی کرتے رہے کیونکہ آپ ان کے مشورہ کے ساتھ عمل نہیں کرتے آیت والذین یؤذون النبی میں اسی طرف اشارہ ہے یہ بیان آیت (٦٦) تک چلا گیا ہے یحلفون... یستھزؤن... ان نعف... بانہم کانوا مجرمین مسئلہ تمام ہوا۔ لہٰذا مُنافقون جنہوں نے ترکِ جہاد کے لئے مختلف قسم کے حیلے تراشے تھے۔ کلہم

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ﴿٨١﴾

اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دوزخ کی آگ سخت گرم ہے۔ اگر ان کو سمجھ ہوتی

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَإِن

سو وہ ہنس لیویں تھوڑا اور روویں بہت سا بدلہ اس کا جو وہ کماتے تھے سو اگر

رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن

پھرلے جائے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف ان میں سے پھر اجازت چاہیں تجھ سے نکلنے کی تو تو کہہ دینا کہ تم ہرگز

تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا ۖ إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ

نہ نکلو گے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا

أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم

پہلی بار سو بیٹھے رہو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے

مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ

کبھی اور نہ کھڑا ہو اس کی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے

ایک ہی جماعت ہے جو اعمال کی صورتوں میں اور جرم کے بڑے اور چھوٹے ہونے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں لیکن نوعیت جرم ایک ہے آیت ۶۷ تا ۷۰ میں اسی طرف اشارہ ہے المنافقون والمنافقات.... انفسھم یظلمون ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا قول وعد اللہ المنافقین والمنافقات والکفار اس میں اشارہ ہے کہ ان کا نفاق کفر کے درجہ تک پہنچ چکا ہے جب مسلمانوں کی جماعت میں ہوتے ہیں تو اسلام کی عزت و احترام کا بلا تکلف اظہار کرتے ہیں اور جب خلوت گزیں ہوئے تو کفر کے ساتھ فرحت اور خوشی محسوس کرتے ہیں اسی وجہ سے انہیں بمثل قوم نوح اور عاد اور ثمود انذار کیا گیا ہے۔ پھر مومنوں جو امر جہاد میں مطاوع اور اطاعت شعار ہیں۔ اگرچہ درجات اور اعمال میں مختلف تھے لیکن نوعیت ایک ہی ہے آیت (۷۱ و ۷۲) میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ ان مومنوں پر وا جب

فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

نافرمان اور تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ

يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ

عذاب میں رکھے ان کو ان چیزوں کے باعث دُنیا میں اور نکلے ان کی جان اور وہ اسوقت کافر ہی رہیں اور جب

اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ

نازل ہوتی ہے کوئی سورت کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اس کے رسول کے ساتھ ہو کر تجھ سے رخصت مانگتے ہیں

اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ

مقدور والے ان کے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے کہ رہ جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے خوش ہوئے کہ رہ جائیں

يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ

پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ اور مہر کر دی گئی ان کے دل پر سو وہ نہیں سمجھتے لیکن

الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ

رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے وہ لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے اور ان ہی کے لئے ہیں

ہے کہ نوعیت اعمال میں اہل نفاق کے ساتھ موافقت اختیار نہ کریں والمؤمنون.....

ہوالفوز العظیم۔

الفصل الخامس پانچواں فصل ۷۳ تا ۹۹

اس میں اہل نفاق اور اہل کفر سے بحث ہو گی اور غالب ترین نفاق ہی ہے اور فصل میں شروع ہونا اللہ تعالیٰ کے قول یا ایھا النبی جاھد الکفار... المصیر سے ہے تو جہادِ کفار اور منافقین ان کو جماعت مؤمنین سے اخراج کر دینے سے ہو گا پھر جب کفر کے ساتھ انضمام والحاق کر لیں گے تو ان کے ساتھ قتال کیا جائے گا اور قتال اشخاص وافراد پر نہیں ہو گا۔ قتال تو جمعیات اور حکومتوں پر ہوتا ہے لہٰذا ہر دہ

لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ

خوبیاں اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے واسطے باغ

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع

کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں ان میں یہی ہے بڑی کامیابی

وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا

اور آئے بہانے کرنے والے گنوار تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ

تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے اب پہنچے گا ان کو جو کافر ہیں ان میں عذاب دردناک نہیں ہے

عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس نہیں خرچ کرنے کو

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ

کچھ گناہ جبکہ دل سے صاف ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ نہیں ہے نیکی والوں پر الزام کی کوئی راہ اور اللہ

شخص جو امر جہاد میں اپنے نبی (علیہ السلام) اور قرآن کی اطاعت نہیں کرتا تو انہیں ہم اپنی جماعت سے نکال باہر کریں گے پھر یا تو بعد الاصلاح ہماری طرف رجوع ہوں گے یا جماعت کفر سے التحاق کریں گے تو اس کے بعد قتال کئے جائیں گے۔ لہٰذا یہ بات جو بعض فقہاء پر مشتبہ ہوئی ہے کہ منافقین کے ساتھ قتال نہیں کیا جائے گا اور اُن کے بارہ میں سکوت جائز ہے اور انہیں مومنوں سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا (ان کی) یہ بات مناسب نہیں ہے (لیس علی ما ینبغی) آیت ۷۳ میں اسی طرف اشارہ ہے یا ایھا النبی .... المصیر ان (منافقین اور کفار) کو ان کے اپنے حال پر عدم ترک میں تغلیظ اور شدت کا ہونا اور حالات مخصوصہ میں اشخاص کا حکم مستثنیٰ ہوں گے اور مستثنیات پر قیاس نہیں کیا جاتا ہے۔

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩١﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا

بخشنے والا مہربان ہے اور نہ ان لوگوں پر کہ جب تیرے پاس آئے تاکہ تو ان کو سواری دے تو نے کہا میرے پاس

أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا

کوئی چیز نہیں کہ تم کو اس پر سوار کر دوں تو الٹے پھرے اور اُن کی آنکھوں سے بہتے تھے آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے وہ

مَا يُنفِقُونَ ﴿٩٢﴾ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ

چیز جو خرچ کریں راہِ الزام کی تو ان پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے اور وہ مالدار ہیں

رَضُوا بِأَن يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٩٣﴾

خوش ہوئے اس بات سے کہ رہ جائیں ساتھ پیچھے رہنے والیوں کے اور مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر سو وہ نہیں جانتے

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ

بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری

قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ

بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر

تنبیہ: ہم نے اپنے زمانہ میں اہلِ سیاست کو دیکھا کہ وہ اپنی جماعت کو اہلِ ارتیاب (شکی اور مشکوک لوگوں) سے دائماً پاک اور صاف رکھتے ہیں اور جب ان کا التحاق حزبِ مخالف سے ثابت ہو جائے تو اُن کو قتل کر دیتے ہیں تو ہم مسئلہ میں اس تجربہ سے ہم ثابت قدم رہے اور ہم نے ان لوگوں کو دیکھا جو میرے بارے میں ان مسائل سے بحث کرتے رہتے ہیں وہ نہ تو معاملات کا تجربہ رکھتے ہیں اور نہ ان معاملات کو حق الفہم سمجھتے ہیں۔

قولہ یحلفون باللہ ما قالوا یہ اہلِ نفاق کی عادت ہے کہ اپنے رُفقاء کے ساتھ ہو کر کفر کا اعتراف کرتے ہیں اور جب اُن پر مؤاخذہ کیا جائے یا (اچانک پکڑ لئے جائیں) اور اللہ کے نام کی قسمیں اُٹھاتے ہیں۔

مسائلہ: ایک جماعت ہے جن کے تنظیم حکومت میں مستقل اصول اور قوانین ہیں

تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

تم لوٹائے جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کی سو وہ بتائے گا تم کو جو تم کر رہے تھے۔

سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا

اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف تاکہ تم ان سے در گذر کرو سو تم در گذر کرو

عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾

اُن سے بیشک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا اُن کے کاموں کا

یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا

وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے تاکہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گئے اُن سے تو اللہ

یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۹۶﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّ

راضی نہیں ہوتا نافرمان لوگوں سے گنوار بہت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور

اَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ

اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ قاعدے جو نازل کئے اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ سب کچھ جاننے والا

ان کے اصول قرآن کے اصول وقوانین نہیں ہیں (اور) یا قرآن کے اصولوں کی طرف ارتقاء کا طریق نہیں ہیں یہ لوگ منافق ہوں گے جب مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہوئے اسی طرف آیت ۷۴ میں اشارہ ہے۔ ولقد قالوا... وھموا بما لم ینالوا...... وما نقموا الا یعنی انہوں نے مسلمانوں کی طرف اتصال اور تعلق رکھنے کے ذریعہ اموال جمع کئے لہٰذا اگر انہوں نے اس قسم کی سیاست فاسدہ کو نہ چھوڑا تو قتل کر دیئے جائیں گے۔ لیکن کچھ ایام کے بعد حتیٰ کہ عند الناس (لوگوں کے سامنے) ان کی یہ بات ثابت ہو جائے کہ انہوں نے امر اللہ کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے ایک مستقل حکومت کے نظم و انتظام کا ارادہ کیا ہوا ہے۔

مسألة: انسان اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کرتا ہے کہ اللہ نے اگر اُسے علم دیا تو وہ اس پر

حَکِیْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّیَتَرَبَّصُ بِکُمُ

حکمت والا ہے اور بعضے گنوار ایسے ہیں کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان اور انتظار کرتے ہیں تم پر

الدَّوَآئِرَ عَلَیْھِمْ دَآئِرَۃُ السَّوْءِ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ

زمانہ کی گردشوں کا انہیں پر آئے گردش بری اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ

مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَصَلَوٰتِ

کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو نزدیک ہونا اللہ سے اور

الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّھَا قُرْبَۃٌ لَّھُمْ سَیُدْخِلُھُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ اِنَّ اللّٰہَ

دعا لینی رسول کی سنتا ہے وہ اُن کے حق میں نزدیکی ہے داخل کرے گا ان کو اللہ اپنی رحمت میں بے شک اللہ بخشنے

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۹﴾ ع وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ

والا مہربان ہے اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے

وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ

اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے

عمل کرے گا اور اگر مال دیا تو فلاں فلاں کام کرے گا جیسے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نام کی منتیں (نذر) مانتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اُسے سوال کرے کہ وہ شئے عطا کر دے تو اُس انسان پر اپنی نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے یہ مسئلہ ہر قوم کے ہاں واضح اور بیّن ہے لیکن جب اس انسان نے اس کے خلاف کیا تو اس میں نفاق آجاتا ہے اسی طرح جب کسی ایک نے اللہ کے لئے نذر مانی کہ اگر اسے اتنی اور اتنی چیز دی گئی تو وہ جہاد کرے گا مثلاً وہ شخص تمنا (آرزو) کرے کہ وہ چیز حاصل ہو جانے کے بعد جہاد ترک کر دیتا ہے۔ تو منافق ہو جائے گا پھر وہ شخص یہ بات کہہ کر کہ جہاد کوئی ایسی شئی نہیں کہ اس کی جانب التفات اور توجہ دی جائے اپنے نفس کو راضی اور خوش کر لیتا ہے تو یہ بات اسے کوئی نفع نہیں دے گی جب ایسا شخص جو جہاد میں سعی کر رہا ہے کسی رجل مسکین کو دیکھے جسے صدقات میں سے بقدر قلیل پہنچا اور وہ

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہریں رہا کریں اُن ہی میں ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی

وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا

اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ والے اڑ رہے ہیں

عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ

نفاق پر تو ان کو نہیں جانتا ہم کو وہ معلوم ہیں ہم ان کو عذاب دیں گے دوبار پھر وہ لوٹائے جائیں

اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ ۚ وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا

گے بڑے عذاب کی طرف اور بعضے لوگ ہیں کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ملایا انہوں نے ایک کام

صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ معاف کرے ان کو بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِیْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ

مہربان ہے لے اُن کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی وجہ سے اور دعا دے

اپنی ہمت کو جہاد میں خرچ کر رہا ہے اور وہ (دیکھنے والا شخص) اس مسکین سے مسخری کرتا ہے تو یہ منافق ہے مثلاً یوں کہے کہ یہ حقیر سا عمل ہے اس سے حکومتوں میں انقلاب نہیں آتے تو ایسا کرنے میں کوئی فائدہ نہیں اور اپنے نفس (جی) میں کہتا ہے اسی وجہ سے میں نے جہاد کو ترک کیا ہے اور اپنی نذر پوری نہیں کی تو یہ بات ان لوگوں کو کوئی نفع نہیں دے گی ان کے لئے مغفرت نہیں ہو گی۔ مگر جب انہوں نے توبہ کر لی۔ آیت ۷۵ سے ۸۰ تک اسی طرف اشارہ ہے ومنھم من عاھد... قولہ الصّالحین یعنی وہ شخص جو جہاد کرے بخلوا بہ یعنی جہاد میں انفاق (خرچ) کرنے سے فاعقبھم... یکذبون... الم یروا ان... علام الغیوب (۸۰) الذین... ولھم عذاب الیم... استغفر لھم... الفاسقین۔ (تنبیہہ) الانقلاب:۔ اس انقلاب کا مبدا چھوٹے قسم کے لوگوں

عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝١٠٣ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

ان کو بے شک تیری دعا اُن کے تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ

هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ

آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوٰتیں اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا

الرَّحِيْمُ ۝١٠٤ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ

مہربان ہے اور کہہ کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان اور

وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥

تم جلد لوٹائے جاؤ گے اس کے پاس جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے پھر وہ جتا دے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

اور بعضے اور لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے یا وہ ان کو عذاب دے اور یا ان کو معاف کرے اور اللہ سب کچھ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١٠٦ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا

جاننے والا حکمت والا ہے اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو

(صغار الناس) سے ہوتا (مثلاً مزدور پیشہ لوگ وغیرہم) میں نے اس کا بہت دفعہ تجربہ کیا ہے اوّلاً تاریخ میں ہم معلوم کر چکے ہیں کہ بہت سے انقلابوں کی ابتداء ایک ایسے چھوٹے قسم کے انسان سے ہوئی جو کسی صورت میں قابل توجہ اور اعتبار نہیں (لایعبأ بہ) مثلاً فرانس کا انقلاب جس کی ابتداء قیس قرویر (نامی شخص) سے اور ہندوستان کے انقلابات میں سے کثیر میں ایسی ہی صورت ہے پنجاب (کو دیکھئے) اس میں ایک رجل تھا جس کا نام ہے ران جیت اور جنوب ہند میں ایک رجل تھا جس کا نام ہے شیلنوہ یہ لوگ غیر مسلموں میں سے ہیں اور مسلمانوں میں حیدر علی خان میسور میں اس کا بیٹا ٹیپو سلطان جو شہنشاہان ہند کے اکابر میں سے تھا جو انگریزوں کے ساتھ جنگ میں شہید ہوا۔ بوجہ خیانت کرنے اپنے ان امراء (امیروں) کے جو ایسے افراد کی نظروں میں حقیر سمجھے جاتے ہیں جو اشراف میں نہیں ہیں

بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ

مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے اور وہ قسمیں

اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۱۰۷ لَا تَقُمْ

کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی ہے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو نہ کھڑا ہو

فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ

اس میں کبھی البتہ وہ مسجد میں جس کی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر اوّل دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو

فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۱۰۸

اسمیں اسمیں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

بھلا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور اس کی رضامندی پر وہ بہتر یا جس نے بنیاد رکھی

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

اپنی عمارت کی کنارہ پر ایک کھائی کے جو گرنے کو ہے پھر اس کو لے کر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ میں اور اللہ راہ نہیں دیتا

یہ امرا نہ اب تک اہلِ ہند کی زبان میں ملعون قرار دیئے جاتے ہیں۔ یہ رجلِ کامل ٹیپو سلطانؒ مثلِ فرانس کے مسلمانوں میں ہندوستان کی تنظیم کا ارادہ کر چکا تھا اور تمام امور و معاملات کو اس نے اس درجہ تک منظم کر دیا کہ انسان دہشت اور حیرت میں پڑ جاتا ہے تو اہلِ اسلام سے امبراطوریون (شہنشاہیت پسند) کھڑے ہوئے اور انہوں نے انگریز کی جمعیت سے اتحاد کیا اور اپنے سلطان کو خوف زدہ کیا اور خیانت کی تو وہ (ٹیپو سلطان) شہید ہوا اور مسلمانوں میں وہ منہج جدید (جدید راستے) پر حریت کا فکر دیا اور اس حریت کا بیج حضرت ٹیپو سلطانؒ سے ہے۔ میں نے اس (ٹیپو سلطانؒ) کی تاریخ پڑھی ہے۔ اس کے نفس (دل) میں اشتراکی انقلابیوں کی اصلاحات قبول کرنے کی استعداد حاصل ہوئی اور یہ اس سن میں ہوا تھا۔ جس میں حیدر علی خان کھڑا ہوا۔ ۱۱۷۵ھ، ۱۷۸۱ء سنہ ہندی اور امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالٰے اس سے ایک سال

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ

ظالم لوگوں کو ہمیشہ رہے گا اس عمارت سے جو انہوں نے بنائی تھی شبہ ان کے دلوں میں

اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ

مگر جب ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اللہ نے خرید لی

الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ

مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کیلئے جنت ہے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں

وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى

اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول

بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی

الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ

وہ توبہ کرنے والے ہیں بندگی کرنے والے شکر کرنے والے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنیوالے

بعد فوت ہوئے اور حیدر علی خان ۱۱۹۹ھ ۸۵ء سنہ ہندی (یہاں ۸۵ء سنہ ہندی میں کچھ فرق ہے شاید کاتب کا سہو ہو مترجم) اور اس کا بیٹا ٹیپو سلطان (رحمہ اللہ تعالیٰ) ۱۲۱۴ھ سنہ ۹۹ء سنہ ہندی میں شہید ہوا۔ اور محمد شاہ ملتان سے کھڑا ہوا جو فقیر اور حقیر گھرانے (عائلہ کنیہ) کا تھا اور اس نے قومی اور مضبوط قسم دولت افغانیہ کی اساس رکھی۔ یہ وہ واقعات ہیں جو ہمیں تاریخ سے معلوم ہوئے پھر وہ بات جو ہم نے اپنے شیخ سے دیکھی یعنی ان کا عزم اور ان کا اس چیز سے عمل کرنا جس کی ان کو استطاعت تھی اور لوگوں کا ان کے فکر کو حقارت کی نظر سے دیکھنا مگر ایک طائفہ اور گروہ ان کے اقران (ہم زمان) کا جو مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ) اور ہمارے شیخ مولانا رشید احمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ) کے اتباع میں سے ہیں وہ ان (ہمارے شیخ) کی موافقت کرتے تھے لیکن ان کے عمل نے ان کے احترام اور ترک احتقار میں کچھ

السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ

سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے نیک بات کا اور منع کرنے والے بری بات سے اور حفاظت کرنیوالے

لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ

اُن حدود کے جو باندھی اللہ نے اور خوشخبری سنادے ایمان والوں کو لائق نہیں نبی کو اور مسلمانوں کو کہ

يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے جب کہ کھل چکا ان پر کہ

لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ

وہ ہیں دوزخ والے اور بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے

اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ

سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کرچکا تھا اس سے پھر جب کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اس سے بیزار

مِنْهُ ۗ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا

ہو گیا بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنے والا اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ کرے کسی قوم کو

بھی زیادتی نہیں پھر ان کے شاگردوں میں وہ اشخاص جو ان کی اتباع کرتے ہیں ایک چھوٹا سا گروہ ہے جس کی اکثریت تھوڑے علم والی اور قلیل مال رکھنے والی اور لوگوں کی آنکھوں میں حقارت سے دیکھے جاتے ہیں لیکن میں نے ان کو دیکھا کہ اپنے عزم پر ثابت قدم رہے۔

حکایت:۔ میں تمہیں اپنے نفس کی حکایت سناتا ہوں میں دل سے اپنے استاذ کے امر کا احترام کیا کرتا تھا لیکن میرا عقل میری موافقت نہیں کیا کرتا تھا اور جب انہوں (استاذ مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ تعالٰی) نے کابل کی طرف میرے روانہ کرنے کا پختہ ارادہ ظاہر فرمایا اور مجھے ان کی اطاعت سے کوئی چارہ کار معلوم نہ ہوا مگر یہ کہ میں منافقین سے بنوں گا تو میں ہراساں کر گذرنے پر راضی ہوا حالانکہ میری طبیعت میں کسی قسم کی کامیابی کی امید نہ تھی لیکن ان کے امر کی اطاعت کرنا میرے لئے مثل ایمان تھی تو نے مجھے توفیق بخشی اور فقط میں ان کی اطاعت امر (کی نیت) پر نکل پڑا اور مجھے

بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

جب کہ ان کو راہ پر لاچکا جب تک کھول نہ دے ان پر جس سے ان کو بچنا چاہیے بیشک اللہ ہر چیز سے واقف

عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ

ہے اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا کوئی

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

نہیں اللہ کے سوا حمایتی اور نہ مددگار اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین پر

وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ

اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں بعد اس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

جائیں بعضوں کے اُن میں سے پھر مہربان ہوا اُن پر بے شک وہ ان پر مہربان ہے رحم کرنے والا اور

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

اُن تین شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی اُن پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے

کسی ایک کی طرف سے کوئی امداد نہیں تھی نہ از قسم مال اور نہ دیگر مساعدت اور معاونت کے قسم سے لیکن اللہ تعالیٰ نے راستہ کی راہ نمائی فرمائی اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوا جو ہمارے شیخ کے عزم کی برکت اور رب العزت کی اطاعت میں اخلاص کی وجہ سے ہوا باوجودیکہ جمیع اسباب و ذرائع ناموافق تھے تو میں نے درحقیقت کابل میں اپنے آپ کو مثل بادشاہ اور سلطان کے دیکھا اور ہر دن باوجود ہماری فاحش غلطیوں کے ہمارا کام فلاح اور کامیابی کی جانب بڑھتا رہا حتّٰی کہ ہمارے اقران (دوست اور ساتھی) امان اللہ خان والی حکومت تک پہنچے تو اس کی حکومت نے فقط ایک میرے اشارہ سے اچانک ہندیہ حملہ کرنا ہی مقرر کردیا اور (اراکین حکومت نے) قائد اوّل کی طرف لکھدیا کہ جب میں اُسے جنگ شروع کرنیکا امر کروں تو وہ قائد میرے (اس بارہ میں) مراجعت کیے بغیر ہی جنگ شروع کردے (آپنے دیکھا) میری کیا قیمت تھی مگر یہی کہ میں اس عمل کے

رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ

إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾ يَا أَيُّهَا

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ

الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ الْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا عَن رَّسُولِ اللَّهِ

وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا

نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ

اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر

ایفاء کے واسطے اپنے شیخ کی جانب سے فقط مامور ہی تھا اور اس کے بعد حکومت برطانیہ دہشت زدہ ہوگئی حالانکہ ہم ان امور اور واقعات عظیمہ میں اپنی ناتجربہ کاری سے بہت سی غلطیوں میں واقع ہوئے یہاں تک کہ برطانیہ کی شکست اور ہزیمت میں ایک ہی بالشت کا فاصلہ بچ رہا پھر انہوں نے ایک سال صلح کے معاملہ میں مراجعت کی اور امیر امان اللہ خان افغانستان پر ایسا بادشاہ بنا کہ افغانستان کے داخلی اور خارجی معاملات میں مستقل تھا یہ امیر امان اللہ خان احمد شاہ کے بعد دوسرا بادشاہ ہے جس نے افغانستان کے بلاد پر دس سال بالاستقلال حکومت کی اور یہ سارا اس جنگ کا نتیجہ ہے اگر بڑی نہ ہو سکے تو چھوٹی ہی سہی (فان لم یکن وابل فطل) میں نے اس امر کا ابتداء سے اس کی انتہاء تک تجربہ کیا۔ کیا کسی ایسے رجل کی سعی کو جس میں اخلاص ہو بنظر استہانت اور حقارت دیکھنا جائز ہے؟

وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا
اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے اس کے بدلے نیک عمل بیشک اللہ نہیں
يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً
ضائع کرتا حق نیکی کرنے والوں کا اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا
وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا
اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے ان کے واسطے تاکہ بدلا دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ
تھے اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ
فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ
میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو
اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا
جب کہ لوٹ کر آئیں اُن کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں اے ایمان والو لڑتے جاؤ

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے (اور یہ) بھی حتّٰی کہ توبہ کر لیں۔

مَسْأَلَہ:۔ امیر کے امر بالجہاد کی مخالفت کرتے ہوئے اس کی جانب سے حصُولِ اذن کے بعد قعود (جہاد کرنے سے بیٹھ رہنا) اختیار کرنا۔ جب کوئی انسان حیلوں کے ذریعہ تقاعُد (جہاد کی طرف نہ نکلنا) کرے تو ظاہری صُورت میں اس کی زندگی مسرور اور باسرور ہو گی لیکن باطن میں اس کا یہ بیٹھنا مع القواعد عورتوں کے ساتھ جن کا کام گھروں میں بیٹھے رہنا ہے) اور اہل عذر کے ساتھ شمار ہو گا اور یہ ان پر بہت بڑا عیب ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ وہ خوشی مناتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو چکا کہ ان سے فہم اور امتیاز و تمیز انسانی جا چکی ہے۔ اس مسئلہ کا بیان آیت ۸۱ میں ہے (اور یہ مضمون) آیت ۹۶ تک ہے ان آیات میں انہیں رجال کے امثال کے حیلوں کو بسط اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوا

اپنے نزدیک کے کافروں سے اور چاہیے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی اور جانو کہ اللہ

أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ

ساتھ ہے ڈر والوں کے اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کا

أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا

تم میں سے زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان

وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور جن کے دل میں مرض ہے سو ان کے لئے بڑھا دی

رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٥﴾ أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ

دی گندگی پر گندگی اور مرنے تک کافر ہی رہے کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے

يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾

جاتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا دو بار پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت پکڑتے ہیں

فرح المخلفون... بما کانوا یکسبون یہ ایک نوع ہے اِس نوع کے انسان مشقتیں (امورِ شاقہ) برداشت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے ارتفاقاتِ لذیذہ (آرام پرستی۔ ذرائع لذت) پر ان کے عادی ہو جانے اور ان کے عیش و عشرت اور انتہائی ناز و نعمت میں اونچی زندگی گذارنے کی وجہ سے اور امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ البالغہ میں ایک اصل اور قاعدہ کی اساس اور بنیاد ڈالی ہے وہ ہے تحریم الرفاهية البالغة فانها تفسد الانسانية یعنی انتہائی عیش و تنعّم میں زندگی بسر کرنے کا حرام ہونا اس لئے یہ انسانیت کو گندا کرنے والی اشیاء ہیں یہ بیان آیت ۸۲ میں ہے اور اس سے آیت ۸۶ تک چلا جاتا ہے تتلوها ... فان رجعك الله قوله لن تخرجوا معی ابداً امورِ شاقّہ کے تحمّل و برداشت پر ان کی استعداد کے فقدان (نہ ہونے) کی وجہ سے اس میں (یہ فرمایا جا رہا ہے) اور قولہ لنکم ضیتم

وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَىٰكُم مِّنْ أَحَدٍ

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف کہ کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی

ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ

مسلمان پھر چل دیتے ہیں پھیر دیئے ہیں اللہ نے دل ان کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے آیا ہے

جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم

تمہارے پاس رسول تم میں کا بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے حریص ہے تمہاری بھلائی پر

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَآ إِلَٰهَ

ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے پھر بھی اگر منہ پھیریں تو کہہ دے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ کسی

إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿١٢٩﴾

کی بندگی نہیں اس کے سوا اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا

عامۃ المفسرین اِس جُملہ (حصہ آیت) کے فہم اور سمجھنے پر قادر نہیں ہوئے اور وہ معنی جسے ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے سمجھے ہیں وہ یہ ہے، وہ سبب جس کی وجہ سے اولاً تم نے قعود اختیار کیا اور اسکی وجہ سے ہم نے تمہیں معذور قرار دیا۔ وہ اب بھی بعینہ موجود ہے تم کیسے نکلو گے؟ (دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں) ۱۔ یا تو اپنی زندگی کی نوعیت بدل دو یا پہلی صورت برقرار رہے گی۔ لہٰذا فاقعدوا مع الخالفین یعنی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ قعود کئے رہو۔ ولا تصل علی احد..... الفاسقون بے شبہ لوگوں نے غلطی کی (فقد غلط الناس) کہ وہ ملوک (بادشاہوں) اور ترفہہ الحال (مالدار) لوگوں کی طرف توجہ دیتے ہیں اور ان سے اہل اسلام کے لئے صلاح اور بہتری کی امید رکھتے ہیں۔ یہ اجتماعیت کے لئے حماقت کی اساس ہے (تلك اساس لحكمة الاجتماعية، والله اعلم مترجم) جسے انسان حجۃ اللہ البالغہ میں تدبر کے ذریعہ سمجھ سکتا ہے ولا تعجبك ..... الكافرين..... واذا انزلت یہ طول وطاقت کے مالک یعنی مالدار ہیں اور اہل رفاہیت بالغہ یعنی انتہائی عیش وعشرت

کے اسباب وذرائع سے بالامال) ہیں رضوا... لا یفقھون پھر یہ انتہائی عمدہ زندگی کے اسباب انسان کے دماغ میں نفاست کی محبت پیدا کر دیتے ہیں وہ لوگ بعد ازاں اپنے نفوس کو عامۃ الناس اعلیٰ شمار کرتے ہیں ان کی یہ بات قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ نفاست کی محبت اور علوِ افکار میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بلا نہایت اعظم ہیں حالانکہ وہ رسول اللہؐ ان لوگوں کے مقابلہ پر جو تکلیفیں اور مشقات برداشت کر رہے ہیں کئی گنا زیادہ امورِ شاقہ کا تحمل فرما رہے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں (جو جہاد سے جان چراتے ہیں) میں حُبِ نفاست از جہت انسانیت کوئی کمال نہیں ہے بلکہ یہ تو انسانیت کے کمال میں انخراج (پیدائشی نقص) اور تخنُث (عورتوں کی طرح بدن میں موڑ توڑ ہونا۔ جیسے عورتیں چلتے وقت نزاکت کا اظہار کرتی ہیں اور بدن کے اعضاء کو مختلف حرکات دیتی ہیں۔ تخنث الرجل۔ کان فیہ لینٌ وتکسر فکان علی صورۃ الرجال واحوال النساء ہے۔ میرے عقیدہ کے مطابق آیت

۸۷ و ۸۸ میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے لکن الرّسُول والذین معہ.... ھو الفوز العظیم یہ لوگ عمل آخر کرتے ہیں (وہ یہ کہ) عوام الناس سے ایک ایسی جماعت اپنے گرد جمع کر لیتے ہیں جو ان کے موافق ہوا کرتی ہے تو لوگ ان پر تنقید کرنے پر قادر نہیں ہوتے میری نظر میں آیت (۹۰) اسی طرف اشارہ ہے وجاء المعذرون اور قعود کیا۔ ان لوگوں نے اپنے بیوت (گھروں) میں حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ امر دے چکے ہیں تو ان کو آپہنچے گا عذاب الیم جب بحث اس درجہ تک پہنچی تو معذرین (عذر پیش کرنے والوں) کے دلوں میں حقیقتاً یہ بات پیدا اور ناشی ہوئی کہ شاید انہیں بھی عتاب کیا جا رہا ہے۔ تو ان معذور لوگوں کی تسکینِ قلب کے لئے بطور استثناء دو آیتیں ۹۱، ۹۲ نازل ہوئیں لیس علی الضعفاء.... رحیم ولا علی الذین.... ما ینفقون.... اذا نصحوا للہ ورسولہ اور ابوبکر رازی نے احکام القرآن میں اس بات پر تصریح اور نص کی ہے کہ جہاد (ایک

ایسا امر ہے کہ) اس سے کسی ایک کو مستثنیٰ نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نصیحت (خیر خواہی) حاصل ہوئی تو یہ جہاد ضعفاء کا ہے اور کہا ہے کہ اخبارِ حسنہ نافعہ (نفع دینے والی بہترین خبروں) کا پھیلانا اور اہلِ جہاد کی امداد پر اہلِ ایمان کو شجاعت دلانے والا اور کفار کے دعووں کا رد کرنا یہ تمام باتیں نصح اور خیر خواہی میں داخل ہیں اور ان کا کرنا ان پر واجب ہے اور یہ بھی جہاد کا ایک نوع ہے پھر ہم نے اپنے زمانہ میں جان لیا کہ دعووں اور نعروں (دعایات) کی قوتِ اسلحہ سے اشد اور قوی تر ہے لہٰذا جب نصح کی غرض اور مقصود دعایات کفار کا رد کرنا ہوا تو یہ قوی ترین انواع جہاد سے ہوا یہ عظیم ترین برکتِ علمیہ سے ہے جس کا میں نے ابو بکر رازی کی کتاب سے استفادہ کیا۔ امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ میں کتاب الجہاد کے اندر فرماتے ہیں ولا یقبل الامیر فی الجہاد مخذلاً وھو الذی یقعد الناس عن الغزو ولا مرجفاً وھو الذی یحدث الاعداء اور امیر جہاد نہ تو جہاد میں پیچھے رہنے کو قبول کرے اور یہی وہ چیز ہے جو لوگوں کو جنگ کرنے سے بٹھا دیتی ہے اور تیز روی کو قبول کرے اور یہی وہ شے ہے جو دشمنوں کو مطلع کر دیتی ہے اور اس میں اصل اور دلیل کے لئے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم وقیل اقعدوا مع القاعدین .... موخر جوا فیکم الا خبالا یہ عمل مؤمنوں کو شجاعت دلاتا ہے اور مُخذلین (پیچھے رہنے والوں) اور مُرجفین (تیز چلنے والوں) کو دعوی احسانیہ سے رد کرنا ہے جو معذوروں پر واجب ہے لہٰذا مُترہون (عیش و طرب میں زندگی گزارنے والے) اور معذورین (محتاج لوگ) ایک دوسرے سے دو متباین نوع ہیں۔

جملہ معترضہ: میرا دل اپنی جماعت سے بعض رجال پر حسرت سے بھر چکا ہے کہ انہوں نے ہمارے شیخ کے امر کو حقیر جانا اور اپنے اجتماعوں میں اس کی مخالفت کو ظاہر کیا پھر کفار کے دعووں کے مطابق کام کرنے لگے اور حکومت کی معادت بالاموال کی طرف لوگوں کو دعوت دینے لگے اور ظن یہ رکھتے ہیں کہ وہ معذورین (یعنی کہتے ہیں کہ ہم معذور اور بے طاقت ہیں۔

آتش لئے ایسا کرتے ہیں) میں ان کے اس معاملہ میں متحیر اور حیرت میں ہوں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آیت ۹۲ میں ہے انما السبیل۔ لا یعلمون یہ ضعفاء محسنین اور اُن کے مابین فرق ہے

آیت ۹۴ میں ہے یعتذرون الیکم لیکن ان کا عذر قبول نہ کیا گیا۔ قل لا تعتذروا لن نؤمن

لکم قد نبأنا اللہ آیت ۹۵ میں ہے فاعرضوا یعنی ان کا اعتذار و عذر قبول نہ کیا جائے

اور ان سے اعراض واجب ہے انہم رجس یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے قول واغلظ

علیہم یہ اس بات کی تصریح ہے کہ ان سے عذر قبول نہ کیا جائے اور ان سے اعراض

کرنا اس حالت میں کہ وہ اپنے نفوس طبقہ عالیہ میں شمار کرتے ہیں تو یہ اہانت ہوگی۔ جو

ان کے لئے مثل موت کے ہے۔ فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضیٰ۔

مسألة: اعراب ایک دوسری جنس کے لوگ ہیں جو شہروں میں رہنے والے اہل

رفاہیۃ کے خلاف ہیں ان میں بھی ایسے افراد رجال ہوا کرتے ہیں جو مسئلہ جہاد اور اس کی

حقیقت کا فہم نہیں رکھتے۔ ایک گروہ من الاعراب (دیہاتی لوگ) ان متر فہین کے ساتھ

التحاق رکھتا ہے انہیں کا ذکر آیت ۹۷، ۹۸ میں ہے الاعراب اشد .... سمیع علیم

اور اعراب سے ایک گروہ اور طائفہ صالحہ (نیک دل لوگوں کا) ہے جن کا ذکر آیت ۹۹

میں ہے۔ ومن الاعراب .... رحیم فصل تمام ہوا

الفصل السادس چھٹا فصل ۱۰۰ تا ۱۱۲

امر جہاد دو جماعتوں کے ذریعہ تمامیت پذیر ہو سکتا ہے (۱) جماعت مرکزیہ جس

کا ذکر آیت ۱۰۰ میں تمام ہوتا ہے (۲) اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اُن کے اوامر

کے ساتھ امتثال کے ذریعہ اُن کی مطاوعت کرتے ہیں ان کا ذکر آیت ۱۱۱ و ۱۱۲

میں ہے اور ان دو کے درمیان دس آیات ان اشخاص کے حق میں ہیں جو جماعت

مرکزیہ کے اوامر اور احکام کے ساتھ امتثال اور اطاعت نہیں کرتے تو ان لوگوں کا اعمال

میں مثل سے اجتناب کرنا اہل ایمان پر فرض ہے۔ عدم ایتمار (اطاعت نہ کرنا) دو وجہ پہ

ہوگا۔ (۱) ایک طائفہ جو ایتمار اور فرمان برداری میں تساہل اور سستی کا برتاؤ کرتا ہے

(۲) دُوسرا طائفہ جو اپنی مخالفت کے لئے (دُوسری) جمعیّت مرکزیہ جمع کر لیتے ہیں
لہٰذا جمعیت مخالفہ سے اجتناب کرنا پہلی وہ شیئی ہے جو مُحسنین پہ واجب ہے اور
اوامر کی فرمانبرداری میں تساہل اور سُستی ان کو اس طرف پہنچا دے گی۔ جماعتِ
مرکزیہ کے ذکر کے بعد ان تساہل برتنے والوں کا ذکر آیا ہے جو اپنے اس عمل کی وجہ
سے جمعیتِ مُضادّہ (مخالف) کی طرف رجُوع ہوتے ہیں پھر دس آیات میں ان لوگوں
پر تنبیہ کرنے کے بعد جمعیت مخالفہ کا ذکر آیا ہے اور دو آیات میں محسنین کا ذکر آیا ہے
جہاد کے لئے قائم رہنے والوں (المقیمین للجہاد) کا حال اس فصل میں تمام ہُوا۔

جماعت مرکزیہ:۔ السابقون۔ آیت ۱۰۰، الفوز العظیم پھر آیت ۱۰۵ تک متساہلین
(تساہل کرنے والوں) کا ذکر ہے اور یہ لوگ بہت سے اصناف و اقسام ہیں و ممن حولکم
.... عذاب الیم (۱۰۱) یہ لوگ تساہل اور سُستی میں انتہار تک پہنچ چکے ہیں جو مصروفین
(کام کاج میں مصروف رہنے والوں) میں سے نہیں ہیں وآخرون .... سمیع علیم
.... الم تعلموا آیت ۱۰۲، ۱۰۵ یہ لوگ تساہل برتنے والے ہیں جو کسی وقت کام کرتے
ہیں اور اکثر اوقات کاموں کو ترک کئے رہتے ہیں۔ وآخرون مرجون .... حکیم
یہ آیت ۱۰۶ ہے یہ تساہل کرنے والے لوگ تین اصناف ہیں اِس کے بعد جمعیّت
مخالفہ کا ذکر ہے جو مؤمنین کی جمعیتِ مرکزیہ سے مضادّہ (ضد و عناد رکھنے والی)
ہے اور یہ بیان آیت ۱۰۷ سے ۱۱۰ تک چلا گیا ہے والذین اتخذوا .... لکاذبون
.... لا تقم .... المطھرین .... افمن اسس .... حکیم .... قولہ لمسجد اسس
علی التقویٰ من اوّل یوم صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ایک جماعت
(صحابہ) نے نبی علیہ السّلام سے سوال کیا؟ وہ کون سی مسجد ہے؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسجدی ھذا ھو مستقر السالقین الاوّلین من المھاجرین والانصار توحفہ و۔
علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا وہ میری یہ مسجد ہے (مسجدِ نبوی کی طرف اشارہ فرمایا)
اور یہی السابقون الاولون یعنی مہاجرین و انصار کا مقام استقرار ہے تو ہمارے ہاں نبی

علیہ السلام کے بیان سے یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد ہمارے لئے یہ لائق نہیں کہ ہم اس میں تردد اور شک کریں لیکن اللہ تعالیٰ کا قول فیہ رجال یحبون اس کی تفسیر میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ تطہر سے مراد ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجاء ہے اور اہلِ قباء یہی عمل کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح سرائی فرمادی اور اس حدیث نے یہ شبہ پیدا کر دیا کہ وہ مسجد جس کی تقویٰ پر پہلے دن سے اساس رکھی گئی ہے وہ یہی مسجدِ قبا ہے لیکن ہم اس فکر پر بالکلیہ رد کرتے ہیں کیونکہ وہ مسجد جس کی اساس اوّل یوم سے تقویٰ پر وہ فقط مسجد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

اور اس شبہ سے جواب تین وجوہ سے ہے (۱) کہ یہ حدیث پہلی حدیث کی مثل ثبوت اور صحت میں نہیں ہے تو کیسے اس حدیث کی معارض اور مقابل بن سکتی ہے جو صحیح اور ثابت ہے (۲) کہ اللہ تعالیٰ کے قول یحبون ان یتطہروا سے مراد ہے۔ التطہر عن النفاق والکفر ومن ترک الجہاد والانصباغ بصبغۃ اللہ یعنی کفر اور نفاق کی نجاست سے پاک ہونا اور ترکِ جہاد (والی لعنت) سے پاک ہونا اور اللہ کے رنگ میں رنگ جانا۔ تو کیسے اس کی تفسیر استنجاء کے ساتھ کی جاسکتی ہے جو ایک ایسا فعل ہے جس کا عرب تصور ہی نہیں رکھتے۔

السابقون الاولون یہ لوگ مسجدِ قباء (میں رہنے) والے لوگوں کے مقابلہ میں اجل (بڑے اُونچے درجہ کے) صحابہ ہیں وہ تو اس استنجاء بالماء (پانی کے ساتھ استنجاء کرنے) کو وضوء النساء (عورتوں کا وضوء) شمار کرتے ہیں اور ایسے من عادات الاعاجم (عجمیوں کی عادات سے) شمار کرتے ہیں اور جو شخص (ان باتوں کو معلوم کرنا) چاہے اُسے چاہئے کہ کتاب عقد الفرید کی طرف مراجعت کرے (یعنی مطالعہ کرے) تاکہ ان کی ہنسانے والی باتوں کو دیکھ سکے (الیری مضحکاتھم)۔

(۳) کہ اہلِ قباء جنہوں نے اس تطہر کا التزام کیا ہوا ہے ان پر بھی یہ بات سچی آتی ہے۔ انھم یصلون فی مسجد النبی کہ وہ تو مسجد النبی صلعم میں نمازیں پڑھتے ہیں تو قول اللہ

عزوجل فیہ رجالٌ یعنی مسجد میں اور وہ اہل قباء ہیں جو قباء میں اقامت رکھتے ہیں، اور نماز مسجد النبیؐ میں پڑھتے ہیں اور ان میں سے کثیر ایسے ہی تھے کہ باری باری (مسجد النبی میں) آتے ہیں۔

اور وہ تین مساجد جن کا قرآن میں ذکر ہے مسجدِ ابراہیمؑ اور مسجد ہمارے نبی (حضرت سیدالاولین والآخرین محمد صلعم) کی اور وہ مسجد جس کی پہلے دن سے تقویٰ پہ اساس پڑی ہے۔ وہی مہاجرین وانصار سے السابقین کی محل اجتماع (مجتمع) ہے۔

پھر ان مؤمنین کا جو جمعیت مرکزیہ کے اوامر کے ساتھ ایتمار و امتثال کرتے ہیں آیت ۱۱۱ و ۱۱۲ میں ذکر ہے ان اللہ اشتری ....العظیم (۱۱۱) التائبون.... المؤمنین۔ السائحون کی بعض اہل علم نے صیام (روزوں) کے ساتھ تفسیر کی ہے یہ غلط ہے۔ اور سیاحت فی العالم (دنیا میں سیاحت کرنا) ہر ایک کے لئے اجتماعی فریضہ ہے اور اجتماعیت عالمیہ ایک صنف ہے جن میں اہل سیاحت کا ہونا لازم بلکہ اَلزَم (بہت لازمی) ہے اور اس فریضہ (کی ادائیگی) کے ساتھ جماعت مجاہدین کھڑی ہو چکی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں آج الکشافہ (   ) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور اہل حدیث اور صوفیہ پھر اصحابِ تجارات (تاجر لوگ) اور جنگی فوجیں تو مشہور ہیں اور صوفیہ میں ایک جماعت ہے جو سیاحت کو عباداتِ منفردصہ (فرضی عبادتوں) سے شمار کرتے ہیں یہ لوگ فرائض سے فارغ ہونے کے بعد سیاحت ہی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

اور شیخ فریدالدین جو الشیخ قطبُ الدین کے خلیفہ اور الشیخ نظام الدین کے استاد ہیں کے زمانہ میں ایک جماعت تھی اس جماعت میں سے ایک رجل (آدمی) مصر میں تو وہ ان دونوں کی معرفت رکھتے تھے اور ان کی طرف اس کا سلام اور اس کا سلام پہنچ کرتا تھا اور قطبُ الدین تو ہندوستان میں ائمہ دین میں سے شمار ہوتے ہیں یہ وہی شخص ہیں جنہیں امام ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد عبدالرحیمؒ نے دیکھا اور انہیں اس نے لڑکا تولد ہونے کی بشارت دی اور فرمایا کہ (سَمّہِ باسمی) میرے نام پر ان کا نام رکھنا لیکن جب

امام ولی اللہ پیدا ہوئے تو آپ کے والد کو یہ رویا ر (خواب) بھول گیا پھر جب یاد آیا تو آپ کا نام قطب الدین ولی اللہ احمد رکھا۔ فصل تمام ہوا۔

الفصل السابع ساتواں فصل ۱۱۳ تا ۱۱۶

جیسا کہ فصل سابق نے اشارہ کر دیا ہے کہ مومنین پر واجب ہے کہ اہل نفاق، اور اہل تساہل سے اجتناب رکھیں اور یہ انبیاء پر بھی فرض ہے لہٰذا وہ انبیاء اپنی جماعت سابقین کے ساتھ اس امر جہاد میں جو نبی علیہ السلام اور السابقین المحسنین کے ذریعہ قائم ہوگا۔ یہ سارے اپنے اپنے درجات پر ایک ہی جماعت ہیں۔ آیت ۱۱۳ میں اسی طرف اشارہ ہے وما کان النبی اور یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے مغفرت طلب کی اور اس شبہ کا حل آیت ۱۱۴ میں ہے وما کان استغفار ... حکیم یہاں تک کہ ان کے لئے واضح ہوا۔ امر جہاد کو اس کی جمیع تفاصیل پر واضح اور بیان کیا گیا کہ یہ ہے جہاد اور یہ ہے جماعت ان میں سے کسی ایک کے لئے ملوکیت (شہنشاہیت) کا حق نہیں ہے آیت ۱۱۶ میں اسی طرف اشارہ ہے ان اللہ ... نصیر

(فصل تمام ہوا)

الفصل الثامن آٹھواں فصل ۱۱۷ تا ۱۱۹

جو لوگ بھی اس جماعت مرکزیہ کے ساتھ التحاق (الحاق) کریں گے اگرچہ کافی زمانہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو اور انہیں کے مناہج (طریقوں) پر ہوئے تو وہ انہیں میں سے شمار ہوں گے اور بعض روایات میں آچکا ہے کہ میری اُمت کی مثال بارش کی معلومیت اور درایت نہیں ہو سکتی کہ ان کا اول خیر ہیں یا اُن کا آخر اور سابقون کو تو (بہر حال) فضیلت حاصل ہے ان تمام لوگوں کو جو اُن کے بعد ہوں گے۔ لیکن جہاد کے لئے مرکزیت اور کتاب اللہ کے احکام کی اقامت (یا کتاب اللہ کی حکومت کی اقامت) کی فضیلت میں یہ سارے برابر ہیں اولھم من اٰخرھم سواءٌ یعنی پہلے اور پچھلے کل برابر ہیں آیت ۱۱۷ میں السابقون کا ہم کا بالاجمال ذکر کیا گیا ہے لقد تاب اللہ ..... رؤف رحیم

یہ وہ السابقون یعنی مہاجرین اور انصار ہیں جو آپؐ (علیہ السلام) کے ساتھ تھے، اور السابقون الاوّلون وہ لوگ ہیں جو نبی علیہ السّلام کی معیّت میں مقام بدر میں تھے۔ اور تبوک کی طرف چلے گئے۔ جن میں قریش سے عشرہ مبشرہ (وہ دس صحابہؓ جنہیں دُنیا میں دخولِ جنّت کی بشارت مل چکی ہے) اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ کچھ زمانہ کے بعد آکر ملے اور انہیں کے طریقہ پہ تھے اور زمانہ اُن کا متأخر ہے۔ آیت ۱۱۸ میں انہیں کی طرف اشارہ ہے وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا... تاب علیھم جیسے کہ اس کی توبہ المہاجرین الاوّلین اور انصار پر ثابت ہوچکی ہے حتّٰی اذا ضاقت.... التواب الرحیم بمثل ان لوگوں کے جن پہ اللہ تعالےٰ نے توبہ فرمادی اقتدار کرنا لازم ہے خواہ یہ لوگ تقدّم رکھتے ہوں یا تأخر آیت ۱۱۹ میں اسی طرف اشارہ ہے یاایّھا الّذین... کونوا مع الصّادقین اور اس جماعت کا مرکز مدینہ طیبہ ہے۔ (فصل تمام ہوا)

الفصل التاسع نانواں فصل ۱۲۰ تا ۱۲۲

اِس جماعت کا مرکز مدینہ طیبہ ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے مسجدِ حرام کو حنیفیت کے لئے قبلہ بنایا تھا تو اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کی زبانِ مُبارک پر حنفیت کے لئے عمومی قانون کے واسطے اس کا مرکز ہوا اور اجتماعیت عالمیہ ہے اس کی تاثیر کو باقی رکھا اور نبی علیہ السّلام نے مدینہ طیبہ میں اپنی مسجد کو قوتِ ادارہ کے لئے مرکز بنایا اور مدینہ طیبہ (بایں نوعیت) مرکزِ اوّل (مسجدِ حرام بیتُ اللہ) کے ساتھ ملحق ہوچکا ہے۔ لہٰذا اہلِ مدینہ پر اپنی مرکزیت اختیار کرنا واجب ہوا اور رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم سے تخلف اختیار نہ کریں آیت ۱۲۰، ۱۲۱ میں اسی طرف اشارہ ہے ما کان لاھل المدینۃ..... المحسنین ولاینفقون .... یعملون اِس کا یہ معنی نہیں کہ کل اہلِ مدینہ نبی علیہ السّلام کے ساتھ آپ کے سفروں کے ساتھ سفر اختیار کریں لیکن یہ تو تناوب (باری باری یکے بعد دیگرے) اور تقسیم کار کی صُورت میں ہے آیت ۱۲۲ میں اسی طرف اشارہ ہے وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ۔ فصل تمام ہوا

الفصل العاشر / دسواں فصل ۱۲۳ تا ۱۲۹

جس طرح اہلِ مدینہ پر اپنے مرکز کی حفاظت واجب ہے اسی طرح ہر مملکت اور ہر قوم جو اس مملکت کی اہل اور باشندے پر واجب ہے کہ اپنی مملکت کی محافظت کریں، عمومی جہاد کی فرضیت اس طرح منقسم ہے: ہر رجل پر واجب ہے ان یجاھد فی قومه) کہ اپنی قوم میں بمطابق وسعت کوشاں رہے اور اپنے ملک پر محافظت کرے اور اسے دار الاسلام اور مثل مدینہ طیبہ کے محل حکم القرآن بنا ڈالے۔ اسی طرف اشارہ ہے اللہ تعالے کے اس قول میں، یا ایھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار

حکایت:۔ ہم اُس نوجوان کا ذکر کر چکے ہیں جو ہمارے ساتھ تھا یعنی ابراہیم سندھی جو اقتصادیات میں تخصص رکھتا ہے جب میں کابل میں پہنچا تو وہ استنبول کی طرف جانے کا میلان رکھتا تھا اور مجھے یہ پسند تھا کہ وہ میرے ساتھ مقیم رہے۔ ہم نے اِس بارے میں ایک دُوسرے سے بہت کچھ مباحثہ کیا تو وہ کسی رائے پر راضی نہ ہوا۔ پھر جب میں نے آیت تبلائی کہ تجھ پر فرض ہے ان لوگوں کے خلاف قتال و جنگ کرنا جو تیرے بلاد میں ہیں تو وہ رُک گیا۔

اعلموا ان اللہ مع المتقین متقی وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کے حکم کی اقامت کرتے ہیں جو کتاب التقویٰ یعنی قرآن ہے خواہ جس زمانہ میں ہوں اور جونسے بلاد میں ہوں یہ درحقیقت اقطار عالم اور اطراف زمین میں جماعت مرکزیہ کو توسیع دینا ہے جو قاری (پڑھنے والے) کے ایمان میں زیادتی کا باعث ہے اِس لئے کہ اِس امر کے مثل کا انقطاع نہیں ہوتا کیونکہ ہر قوم دوسرے کے لئے قدوۃ اور مقتدا ہوگی۔ اور ہر قوم دُنیا کے اختتام اور آخر تک جہاد کرتی رہے گی۔ آیت ۱۲۴ میں اسی طرف اشارہ ہے واذا ما انزلت سورۃ... یستبشرون پھر یک بارگی جب زمین کے آخر تک واصل ہو جائیں گے تو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ شاید یہ امر (معاملہ جہاد

منقطع ہو جائے اِس لئے منافقین جیسے اصحاب امراض تو ہر زمانہ میں پیدا ہوتے رہیں گے (چونکہ) یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ بمنزلہ لازم کے ہیں لہٰذا ان کی اصلاح کرنا دائمی اور مستمر ہو گا: ران کے خلاف جہاد کرنا کبھی منقطع نہ ہو گا۔ اور روایات میں آچکا ہے ان الجہاد ماضِ الی یوم القیٰمۃ کہ جہاد قیامت تک جاری ہے۔ انہیں لوگوں کی طرف اس آیت پر اشارہ ہے اما الذین فی قلوبھم ۱۲۵، اور آیت ۱۲۶ میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں اِس مرض کا تجدد ہوتا رہے گا۔ او لا یرون اور یہ لوگ ہر جماعت ہوا کریں گے آیت ۱۲۷ میں اسی طرف اشارہ ہے واذا ما انزلت سورۃ یعنی اہل ایمان میں ان کی پوری جماعت موجود افراد (کی بات) نہیں صرف اللہ قلوبھم یہ عمل انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے اس امام کے عزم سے دائم اور قائم رہے گا جو اولی العزم من الرسل کا امام ہے (یعنی حضور علیہ السلام) وہ خود بذاتہ نفظ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتے ہوئے ارادہ رکھتا ہے کہ اس علم کو اقصٰی ارض (زمین کے آخری کنارے) تک پہنچا دے اور اللہ تعالیٰ اُن کی اُمت اور اُن کے اتباع میں ایسی جماعتیں پیدا فرماتے رہیں گے جو اس امر کو دائماً قائم کئے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اسی طرف اشارہ ہے لقد جاء کم رسول من انفسکم، وہ چیستان اور رمزوں کی زبان میں کلام نہیں فرماتے اور ہر وہ امر جس کا تمہیں حکم اور امر کرتے ہیں اولاً اسے خود کرتے اور اپنی ذات پر قائم کرتے ہیں عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم جس نے ایسے قوانین اور اصول مقرر کئے ہیں جن میں (ہر ایک کے لئے) سہولت اور سماحت برابر موجود ہے استوی بر ناجا سھلاً وسمحا) اور ان کا عزم وارادہ آیت ۱۲۹ میں ظاہر ہے فان تولوا یعنی اگر یہ لوگ زمین کے ایک کنارے سے اُس کے دوسرے کنارے تک اس امر کے ایصال کے عزم سے تولی اور اعراض کریں تو آپ فرما دیں حسبی اللہ انا اعمل بہ وحدی (مجھے اللہ کافی ہے یہ کام میں خود کروں گا) لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

الحمد لله وبنعمته تتم الصالحات وصلى الله على سيدنا افضل الصلوٰت ربنا
توفنا مُسلمًا والحقنا بالصالحين وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

درس ختم ہوا   بروز جمعرات ۱۳ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء مطابق ۱۲ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۵۶ھ

بمکۃ المکرمہ بلد الحرام

ربنا اغفر لنا ولمشائخنا ولمن سعى بكتابة هذا التفسير الحكمى وترجمه بالاردية وطبعه
ونشره ورفق لنا بالعمل لكل ما حواه هذا التفسير يارب العلمين